ماہنامہ
اشاعۃ الحدیث
لاہور
حضرو

محدّث العصر نمبر

خصوصی اشاعت: حیات وخدمات

محدّث العصر حافظ زُبیر علی زئی رحمہ اللہ

جمع وترتیب حافظ ندیم ظہیر

مکتبہ اسلامیہ
MAKTABA ISLAMIA

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللّٰہ

کے نام سے شروع سے کرتا ہوں
جو بڑا ہی مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظہ حتی یبلغہ

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث

حضرو لاہور

محدث العصر نمبر

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مدیر: حافظ ندیم ظہیر

معاون مدیر: حافظ معاذ علی زئی

مجلس ادارت

حافظ شیر محمد الاثری

پروفیسر محمد رحمٰن کنبھر

ابو الاسجد محمد صدیق رضا

ابو القاسم نوید شوکت

ابو محمد نصیر احمد کاشف

ابو صفی عبد الرحمٰن اثری

ابو احمد وقاص زبیر

حافظ فرحان الٰہی

ابو عبد اللہ عدنان الطاف

اس شمارے میں

خدمات	51
شخصیت	293
محدث العصر عزیز و اقارب کی نظر میں	475
تاثرات	493
انٹرویو......سفرنامہ	557
منظوم	589
خط کتابت	603
بعض نادر تحریریں	629
سفر آخرت	641
تعزیت	649

خط کتابت | مرکز القدس | مین بازار اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور | 0300-8663828

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه وحده، و الصلاة و السلام علٰی من لا نبي بعده،
أما بعد:

فهذا جزء فيه مسائل للحافظ محمد بن عثمان بن أبي شيبة رحمه اللّٰه تعالٰی، أكثره سؤالات عن الرجال و فيه بعض الأحاديث والآثار و قد أكثر فيه النقل عن أبيه عثمان بن أبي شيبة و بعضه عن ابن نمير و بعضه عن علي بن المديني وغيرهم و في نهايته أحاديث رواها الطبراني و قد ذكر أبوعبداللّٰه الذهبي رحمه اللّٰه أن لمحمد بن عثمان بن أبي شيبة تاريخًا كبيرًا فلعل هذا الجزء من هذا التاريخ . واللّٰه تعالٰی أعلم

و قد قام بتحقيق هذه المسائل الشيخ زبير علي زئي و فقه اللّٰه تعالٰی و كتب مقدمة مفيدة ترجم فيها لصاحب هذه المسائل و بين أنه حسن الحديث فجزاه اللّٰه خيرًا . هذا و قد طُبع لمحمد بن عثمان بن أبي شيبة كتاب العرش وكتاب آخر فيه مسائل سأل عنها علي بن المديني عن الرواة .

وباللّٰه التوفيق . عبد اللّٰه بن عبد الرحمن السعد

٢٥/ ١/ ١٤٢٦هـ

المسائل للامام الحافظ محمد بن عثمان بن أبي شيبة (المتوفى : ٢٩٧هـ)

یہ وہ عظیم جزء ہے جس کی تحقیق وتخریج محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کی، چونکہ یہ کتاب آپ کی وفات کے بعد شائع ہوئی ہے اور فضیلۃ الشیخ محدث عبداللہ بن عبدالرحمٰن السعد حفظہ اللہ کی طرف سے لکھی گئی مذکورہ تقریظ ہمیں شائع ہونے کے بعد ہی موصول ہوئی، لہٰذا اب علمی فائدہ جانتے ہوئے اور اس تحریر کو محفوظ کرنے کی غرض سے ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

فہرست

عرضِ ناشر	محمد سرور عاصم	13
عرضِ مرتب	حافظ ندیم ظہیر	16
حرفِ اوّل	حافظ معاذ بن زبیر علی زئی	19
حرفے چند	مفتی حافظ عبدالستار الحماد	22
آئینہ حیات		24
اسناد و اجازۃ الروایات		26
حیاتِ محدث العصر کے چند درخشاں پہلو	حافظ ندیم ظہیر	37

خدمات

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا علمی مقام	پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن	51
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (علمی و تحقیقی آثار: ایک تعارفی جائزہ)	پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ	56
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی دینی و علمی خدمات	مولانا عبدالرشید عراقی	119
اہل باطل کے رد میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی و قلمی کاوشیں	پروفیسر محمد جمن کنبھر	157
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور علم الرجال	قاری یحییٰ رسول نگری	166
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تعالیٰ	حافظ صلاح الدین یوسف	167

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی خدمات	مولانا محمد عزیر شمس (مکہ مکرمہ)	175
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ	179
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی و تحقیقی خدمات	مولانا یحییٰ عارفی	184
امام حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک تاریخ و تحریک	مولانا محمد اسلم سندھی	191
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بحیثیت مثالی محقق و مناظر	مولانا محمد صادق خلیل مری	200
شیخ محترم رحمہ اللہ کا طریقۂ تدریس	مولانا ابو معاویہ منشاء سلفی	205
محدث العصر رحمہ اللہ بحیثیت ایک مثالی مربی و مدرس	حافظ شبیر احمد جمالی	207
استاد جی رحمہ اللہ	مولانا عبدالرحمان اثری	217
میرے شیخ میرے محسن، میرے مربی	ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی	222
الشيخ زبير علی زئی وجهوده فی الحديث النبوی	أحمد عبد الله ثاقب بنغلاديشي	231
استاد محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خدمات پر خراج تحسین	مولانا ابن بشیر الحسینوی الاثری	254
نَصرُ الرَّحمٰنِ وَالحَیّ فِی سیرۃِ الشیخ المحدّث زبیر علي زئي	مولانا ابو معاذ الحمیدی	257
میرے مشفق و مربی استاذِ گرامی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بہترین مدرس	مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی	271
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا ذوالفقار ابراہیم میمن الاثری	275
شیخ الحدیث، محقق العصر، امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا ابو عبداللہ عبدالواجد	282
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی	مولانا محمد یٰسین ہزاروی	285
اسماء الرجال کا عظیم شہسوار بھی ہم سے جدا ہو گیا	قاری لیاقت علی باجو	287

شخصیت

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا ارشاد الحق اثری	293
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	پروفیسر ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس	295
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت	مولانا عبداللہ ناصر رحمانی	296

محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا مبشر احمد ربانی	301
حافظ زبیر علی زئی پریشان ہو کے بھاگ آئے	ابو بکر قدوسی	304
البانی و علیزئی رحمہما اللہ	مولانا عبد الصمد رفیقی	320
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا محمد عارف اثری	327
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی چند یادیں اور چند باتیں	حافظ شیر محمد الاثری	328
الحافظ زبير علي زئي رحمه الله كما عرفته	الشيخ عبد الحميد رحمتي، بشاور	334
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	ڈاکٹر عبد الحفیظ سموں	341
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت	مولانا ابو صہیب محمد داود ارشد	343
شیخ الحدیث مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا محمد یٰسین ظفر	347
ہمارے محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	حافظ غلام اللہ	348
نامور مفکر و محقق اور محدث	محمد ادریس ظفر	351
تیرا رنگِ محفل یاد آتا ہے	ڈاکٹر رحمت الٰہی	352
محقق العصر، محدث العصر، ذہبی زماں	ابو ابراہیم خرم ارشاد محمدیؔ	355
ایک عہد ساز شخصیت	پروفیسر مولا بخش محمدیؔ	360
جو میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے دل نے یاد رکھا	مولانا ابو زہیر تنویر	361
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت میری نظر میں	شاہد نذیر، کراچی	366
محدث جلیل محقق شہیر علامہ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی الحمدی رحمہ اللہ	مولانا رحمت اللہ رحیق	396
یادیں محدث زبیر رحمہ اللہ کی	مولانا حکیم ابو الانعام محمد صفدر عثمانی	400
حافظ القرآن والحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ	حافظ محمد نعمان فاروقی	403
ایک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے	قاری طارق جاوید عارفی	407
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک عالم بے مثل محدث بے بدل	ابو خالد عبد المجید شاکر	414
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا ابو انس قیصر محمود طیبی	420
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	ابو سعد	424

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علیہ	حافظ محمد یحییٰ الحداد	426
محبوبنا وشیخنا محدث العصر رحمہ اللہ، چند یادیں چند باتیں	مولانا ابو عمیر حزب اللہ بلوچ	427
جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں	مولانا عبدالرحیم محمد یونس بنارسی	432
شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور ان کی فکر......ایک تبصرہ	مظہر السّلفی الجوہری جھنگڑوی	435
عصرِ حاضر کا عظیم محدث	محمد رمضان یوسف سلفی	437
حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد زبیر صادق آبادی	440
استاذ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	محمد یاسین شاد	448
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحہ وفات	حافظ محمد یونس اثری	452
آہ! اک عظیم محقق حافظ زبیر علی زئی صاحب	مولانا ریاض احمد عاقب اثری	458
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما	مولانا محمد رفیق طاہر	462
حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	ابو المحبوب سید انور شاہ راشدی	466

محدث العصر عزیز و اقارب کی نظر میں

پاسباں، چراغ	طاہر علیزئی حضروی	475
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ: بحیثیت ایک باپ	حافظ معاذ علی زئی	476
حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	بنتِ حافظ زبیر علی زئی	480
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے	مسز ذیشان رضا شفیق	482
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے	بنت محمد نواز توقیر علی زئی	485
محدثِ حضرو	امّ محمد	488

تاثرات

الحافظ زبير علي زئي رحمہ اللہ	أبو محمد أمين الله البشاوري	493
حبی فی اللہ	مولانا عبداللہ محمدیؔ	496

خاموش ہوگیا چمن بولتا ہوا	مولانا محمد زمان عبداللہ	498
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ چند یادیں کچھ باتیں	مولانا عبدالرشید ضیاء	499
موت العالِم موت العالَم	الشیخ عبداللہ سلیم	502
وقت کے عظیم محدث، باعمل عالم دین	مولانا عبدالرزاق ابراہیمی	502
موت العالِم موت العالَم	الشیخ ابوعمر عبدالعزیز النورستانی	504
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے یادگار ملاقاتیں	ابوعمر سوہدروی	505
موت العالِم موت العالَم	ابوعبداللہ عدنان الطاف	511
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں	مولانا محمد افضل محمدی بن لیاقت علی چانڈیو	514
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا امتیاز	حافظ محمد شعیب میمن	514
ممتاز عالم دین حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا منیر احمد سلفی	515
مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا فضل اکبر کاشمیری	516
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	عبدالشکور مہدی	517
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں چند گزارشات	مولانا محمد یونس عتیق	520
امام العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا محمد ارشد کمال	526
تاثرات	محمد شفیق قاسم	527
محقق العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک عالم ربانی تھے	حافظ علی احمد جمالی	529
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں میری رائے	زعیم، پشاور	530
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا اصغر علی سمیجو	531
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	ابوالقاسم نوید شوکت (برطانیہ)	532
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	عمر فاروق قدوسی	533
چند باتیں چند یادیں	مولانا ابوابراہیم محمد ندیم	544
محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر مسعود سندھی	550

شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	سید کلیم حسین شاہ بخاری	551
شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حیدرآباد سے محبت	ابوانس وکیل ولی قاضی	552

انٹرویو...سفرنامہ

محقق دوراں سے انٹرویو	ابوعمر سوہدروی	557
حافظ محمد زبیر خان علی زئی رحمہ اللہ	عمران خان	560
یمن کا سفر	محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	563

منظوم

محدث العصر الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں	ممتاز طارق	589
وابل العز والخير في ترجمة الشيخ زبير	أبو صهيب محمد بن عبد الرحمن السلفي	589
نفح الطيب وحث السير في ذكريات الشيخ زبير	الشيخ جلال الدين خان	592
قصيدة: محد الزمان	حافظ ذکاء اللہ بن محمد حیات حافظ آبادی	597
محدث العصر زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یاد میں	مولانا رفیق طاہر	599

خط کتابت

ادارۃ العلوم الأثریہ	مولانا ارشاد الحق اثری	603
ادارۃ العلوم الأثریہ	مولانا محمد خبیب احمد	604
	أبو اليمان العراقي	605
طلب و توضيح	أبو الأشبال المقدسي	605
فضیلۃ الشیخ بدر بن محمد المحمود	الشيخ بدر بن محمد المحمود	606
	حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ	607
دارِ سعد (مدرسہ)	(مولانا) عبدالرحمن چیمہ	609

مرکز الحسن لاہل الحدیث	مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی	609
	محمد اسحاق بھٹی	610
مہتمم المرکز الاسلامی بخشالی ضلع مردان	قاری کفایت اللہ	611
ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث صوبہ سرحد	(مولانا) محمد عبداللہ	611
جامعہ لاہور الاسلامیہ	ڈاکٹر حافظ حسن مدنی، ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی	612
الجامعة العربیة	شیخ الحدیث ابوزکریا عبدالسلام الرستمی	612
ادارہ تحقیقات گوجرانوالہ	مولانا ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی	613
رئیس جامعہ دارالرشاد	سید محمد قاسم بن محبّ اللہ الراشدی الحسینی	613
ادارہ تحقیقات سلفیہ کراچی پاکستان	حافظ محمد نعیم	614
خالقدینا ہال لائبریری ایسوسی ایشن	قاری ہلال احمد ربانی	615
	محمد یحییٰ حامدی	615
پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول	یونتن مسیح	616
جواب الجواب	حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	617
پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول	یونتن مسیح	620
جواب الجواب	حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	621
پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول	یونتن مسیح	623
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان	مخلص سید فیاض علی	624
جواب الجواب	حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	625
وصی اللہ عباس المدنی المکی کے نام	حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	625
علمی رہنمائی	محمد شاہد	626
مکتبة اصحاب الحدیث	ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں	626

نادر تحریریں

نادر تحریریں		629

سفر آخرت

محقق دوراں، ذہبی زماں، محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سفر آخرت	ابوظفیر محمد ندیم ظہیر	641
اک چراغ اور بجھا	مولانا محمد ابوبکر فاروقی	642

تعزیت

تعزیت	الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن سعد	649
تعزیت	محدث غلام اللہ رحمتی	649
وکیل مسلک اہل حدیث کی رحلت	مولانا ذوالفقار علی طاہر	649
تعزیت	مولانا عبدالمنان شورش	653
تعزیت	مولانا واصل واسطی	653
تعزیت	قاری شاہ محمد ربانی	654
شیخ الحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال	ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد	654
آسمان علم کا روشن ستارہ ڈوب گیا	پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی	655
موت العالم موت العالم	ماہنامہ نداء الاسلام پشاور	656
حضرت الشیخ مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحۂ ارتحال	ہفت روزہ الاعتصام	656
محقق اہل حدیث اور مدیر ماہنامہ الحدیث حضر	ادارہ سہ ماہی مجلّہ نداء الجامعہ لاہور	657
مناظر اسلام مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا انتقال پُر ملال	ماہنامہ حرمین جہلم	657
مدرسہ تحفیظ القرآن والحدیث کسووال	حافظ عزیز الرحمان سلفی	658

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

تقریباً ۲۲ سال قبل ایک دوپہر کو محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد میں داخل ہوتے ہیں، احوال دریافت کرنے کے بعد مسکراتے ہوئے بولے: ''سرور صاحب! کیا آپ میری کتاب نورالعینین شائع کریں گے؟''

شیخ رحمہ اللہ نے جب نور العینین کا ذکر کیا تو میرے سامنے ماضی کے دریچے کھل گئے۔ دورِ طالب علمی سے ہی مناظروں کا بہت شوق تھا اور مسئلہ رفع الیدین پر جس کتاب سے اطمینانِ قلب اور مخالفین کا ناطقہ بند ہوتا وہ یہی کتاب تھی۔ آپ کے سوال پر بغیر سوچے سمجھے فوراً ''ہاں'' میں جواب دیا۔ اگرچہ بعض ناشرین و ماہرین کا کہنا تھا کہ یہ کتاب خالص علمی نوعیت کی ہے، اس لیے مجھے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا، لیکن اللہ جانتا ہے کہ میں نے کاروباری نکتہ نظر سے نہیں بلکہ سعادت جان کر ہامی بھری تھی۔

شیخ محترم کے ساتھ میری یہ ملاقات اس اعتبار سے بڑی اہم تھی کہ محبت و قربت کی ایسی راہیں ہموار ہوئیں کہ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے: ''سرور صاحب! ہمارا تعلق و آپس کی محبت موت کے علاوہ ختم نہیں ہوسکتی۔'' اور آپ اپنے قول کے اتنے پکے تھے کہ زندگی بھر ساتھ نہیں چھوڑا، اور اب بعداز وفات آپ کی یادیں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو کہ آپ کا تذکرہ خیر نہ ہوا اور آنکھیں نم نہ ہوں۔ یہاں یہ واضح کرتا چلوں کہ جب میں نے کتاب کی اشاعت کا تذکرہ محدث العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ سے کیا تو انھوں نے اس فیصلے کو بہت سراہا، بلکہ کتاب چھپنے کے بعد ''تقریب رونمائی'' اپنی سرپرستی میں ادارہ علوم اثریہ میں منعقد کروائی اور جس محبت و عقیدت کا اظہار کیا، میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ میری دانست میں فیصل آباد کی سطح پر اپنی نوعیت کا یہ منفرد پروگرام تھا۔ مختلف مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بڑی تعداد شریک مجلس تھی اور اسٹیج پر دو روشن ستارے، وقت کے دو بڑے محدث براجمان تھے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے بے شمار سوالات کیے گئے اور آپ فی البدیہہ مدلل جوابات دیتے جاتے تھے۔

آپ کے کمال حافظے کا اندازہ تو مجھے اسی وقت ہوگیا تھا جب آپ کسی کام کی غرض سے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں آئے تھے اور میں ان دنوں وہاں (ایم اے، عربیک میں) تعلیم حاصل کر رہا تھا۔

ایک دن ہم آپ کے ہمراہ واک کی غرض سے گئے اور اس دوران میں کئی علمی نوعیت کے سوالات پوچھنے پر فوراً باحوالہ جواب مل جاتا تھا۔ یقین جانیں عقل دنگ رہ جاتی تھی۔

اسی طرح کے مناظر اس عظیم مجلس میں بھی دیکھنے کو ملے جس کا انعقاد فضیلۃ الشیخ حافظ محمد شریف حفظہ اللہ نے اپنی علمی و عملی درسگاہ ''جامعہ تربیہ'' میں کروایا تھا۔ متخصص و محقق علماء کی موجودگی میں مختصر درس اور سوال و جواب کی طویل نشست سے باذوق و اہل علم حضرات کی تشنگی دور کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی تھی۔

فیصل آباد یا اس کے اردگرد کوئی سا پروگرام ہوتا تو مجھے سعادت بخشتے حتیٰ کہ بعض دروس کے لیے مجھے لاہور سے حاضر

ہونے کو کہتے۔

مولانا عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ نے مدعو کیا، میں آپ کے ساتھ رفیقِ سفر بنا۔ان دروس و پروگرامز میں جہاں آپ کی رفاقت ومصاحبت میسر آتی وہاں حصولِ علم کے مواقع بھی مل جاتے تھے ورنہ کاروباری مصروفیت سے باقاعدہ وقت مشکل ہی سے نکل پاتا ہے۔

سمندری/فیصل آباد میں پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ حفظہ اللہ کی زیرنگرانی بڑا عالیشان پروگرام مرتب کیا گیا تھا، حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تیس منٹ کا درس اور تقریباً دو گھنٹے سوالات کے جوابات دیے۔ اختتام کے باوجود لوگ گاڑی تک ہجوم کی شکل میں سوالات ہی پوچھتے رہے۔راقم الحروف نے بڑی مشکل سے گاڑی تک رسائی ممکن بنائی۔گاڑی میں بیٹھ کر فرمانے لگے: سرور صاحب! اگر آپ حکمت وبصیرت کا مظاہرہ نہ کرتے تو لوگ مجھے مزید کئی گھنٹے تک روکے رکھتے۔ اس سے قبل ''رندھاوا ہاؤس''میں بھی بڑی علمی مجلس کا انعقاد ہوا جہاں پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ ودیگر اہل علم نے اصول حدیث سے متعلقہ اہم سوالات کے جوابات دریافت کیے۔

شیخ محترم کی یہ خوبی تھی اگر کوئی خامی محسوس کرتے تو اصلاح کی غرض سے فوراً آگاہ کرتے اور اگر کوئی اچھائی دیکھتے تو اس کی بھی خوب تعریف کرتے۔میری زندگی میں ڈسپلن کو خاص اہمیت حاصل ہے، ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ نہ اپنا وقت ضائع کروں اور نہ دوسروں کو انتظار کی تکلیف سے دوچار کروں، یہی وجہ ہے کہ مجھے شیخ رحمہ اللہ اکثر کہا کرتے کہ سرور صاحب! جس طرح فوج میں ڈسپلن ہوتا ہے آپ بھی اس کی عملی تصویر ہیں، ہر کام پورے منظّم طریقے سے کرتے ہیں اور کئی قسم کی دشواریوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

میرے گھر سے اس قدر مانوس تھے کہ آپ واضح طور پر کہہ دیتے تھے کہ لاہور آنے کے باوجود ایسے ہی معلوم ہوتا ہے کہ میں حضرو گھر میں ہی ہوں کہ لکھنے پڑھنے اور کھانے پینے میں کسی قسم کی کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔میرے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے، جب بڑے بیٹے ثوبان کا آپریشن ہوا تو کئی دن میں نے بتایا ہی نہیں، پھر دعا کی غرض سے بتایا تو بہت پریشان ہوئے اور فوراً تیمارداری کے لیے آنے کی نوید سنا دی۔جس دن آپ کو اٹیک ہوا، اس دن ہمارے پاس آنے ہی کی تیاری میں مصروف تھے، لیکن کسے خبر تھی کہ اب شیخ محترم کبھی نہیں آپائیں گے۔

شیخ رحمہ اللہ تہجد گزار تھے اور تھوڑا سا وقت بھی میسر آجاتا تو اسے علمی کام کے لیے غنیمت جانتے۔ایک دفعہ رات کے آخری پہر آپ کو دیکھنے کے لیے مہمان خانے میں داخل ہوا کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، دیکھا تو آپ اپنے سامنے مختلف خطوط رکھے ہوئے ہیں مجھے دیکھتے ہی بولے: ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو سوچا لوگوں کے سوالات کے جوابات ہی لکھ دوں۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرو سے لاہور تشریف لا رہے تھے کہ مرید کے شہر کے قریب گاڑی خراب ہوگئی، مجھے فون پر بتایا تو عرض کی! شیخ آپ وہیں رکیں میں آپ کو لینے آجاتا ہوں، جب میں مقررہ جگہ پر پہنچا تو وہاں شیخ رحمہ اللہ نہیں تھے۔ پریشانی میں ادھر ادھر دیکھا تو ایک جانب سے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو خود ہی فرمانے لگے: میں نے سوچا وقت ضائع کرنے کی

بجائے پاس ہی حجام کی دکان سے بال وغیرہ کٹوالوں۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے کبھی آپ کو وقت ضائع کرتے نہیں دیکھا، ہمیشہ کسی نہ کسی طرح اسے کارگر بنا لیتے تھے۔

قارئین کرام! یہ حقیقت ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات سے نہ صرف یہ کہ علمی طور پر ایک خلا واقع ہو گیا ہے بلکہ ہمارے جیسے سایہ عاطفت سے بھی محروم ہو گئے ہیں۔ جس شفقت و محبت سے دینی معلومات سے روشناس کرواتے تھے اب ڈھونڈنے سے بھی ملنے کو رہے۔ ایک دفعہ لاہور شہر میں فتاویٰ کمیٹی بنائی گئی اور ملک بھر سے ممتاز اہل علم اور شیوخ الحدیث کو دعوت دی گئی، آپ بھی حضرو سے تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے لیا، جب میں نے کبار علماء کو دیکھا تو وہاں سے نکلنا چاہا۔ آپ نے محسوس کر لیا اور میرا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے بولے: آپ بھی عالم دین ہیں اور آپ کو بھی مستفید ہونا چاہیے۔

شیخ رحمہ اللہ شمع کی طرح تھے کہ پروانے دور دور سے کھچے چلے آتے تھے، جب اہل علم کو خبر ہوتی کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تشریف لائے ہیں تو میرے گھر میں آمد و رفت بڑھ جاتی تھی اور میرے بچے بھی خوب محظوظ ہوتے تھے علمی برسات سے۔

ثوبان اور نعمان دونوں کو شیخ رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت و محبت تھی جب آپ بیمار ہوئے اور میرا ہسپتال میں جانا رہتا تھا تو ضد کر کے لاہور سے اسلام آباد تیمارداری کے لیے گئے، حالانکہ یہ دونوں لمبے سفر سے بہت گھبراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی محبت دلوں میں راسخ ہو جاتی ہے جو دعاؤں کی صورت میں ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ ہمارے شیخ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی حسنات کو شرفِ قبولیت بخشے، ان کی تحریر و تقریر کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ہمیں اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

محمد سرور عاصم
مدیر مکتبہ اسلامیہ، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مرتب

الحمدللّٰه رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد:

ایک دن نماز ادا کر کے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ساتھ ہی مسجد سے باہر نکلا تو چند قدم چلنے کے بعد آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا، عموماً کسی اہم بات کے وقت آپ اسی طرح ہاتھ تھام لیتے تھے، بعد ازاں فرمانے لگے: ''حافظ جی! اگر شاگرد استاذ کو نہ بھولے تو استاذ کبھی فوت نہیں ہوتا، اپنے منہج و مشن کی صورت میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ آپ دیکھ لیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اگرچہ خود بہت بڑے عالم دین تھے، لیکن ان کے عظیم تلامذہ حافظ ابن قیم، حافظ ابن کثیر اور امام ذہبی رحمہم اللہ وغیرہ نے ان کے مشن کو جاری رکھا تو ہر طرف شیخ الاسلام کی دعوت عام ہوگئی اور ہر جانب ان کی کتب پھیل گئی تھیں۔

آپ کی وفات کے بعد یہ بات مسلسل میرے دل و دماغ میں گردش کرتی رہتی ہے اور تعلیمی، تدریسی، تبلیغی اور نجی مصروفیات کے باوجود ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس مشن کو جاری و ساری رکھوں، تحریر و تقریر اور استاذ محترم کی کتب کی اشاعت کے ذریعے سے سلف صالحین کی دعوت کو عام کرتا رہوں۔

مجھے ہمیشہ اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا احساس شدت سے رہا، کبھی کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوا، بس ایک جذبے کے تحت ان علمی امور کو سرانجام دینے کی کوشش میں ہوں۔

مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں عوام و خواص کی توقعات پر پورا نہیں اتر پارہا، لیکن میں اپنی حیثیت و وسائل کے مطابق جس قدر ممکن ہو سکا اور جب تک میری سانس جاری ہے، اس سلسلے کو بھی جاری رکھوں گا۔ ان شاء اللہ

اہل علم و قلم اور پبلشنگ سے وابستہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ خصوصی اشاعت ایک مشکل امر ہے، مختلف علماء اور قلمکاروں سے مسلسل رابطہ اور منت سماجت کے بعد ہی تحریر میسر آتی ہے جس بنا پر اشاعت کے سلسلے میں تاخیر ایک لازمی امر ہے۔ اس قدر تاخیر کے باوجود بھی ایک لمبی فہرست ان احباب کی ہے جنھوں نے ہامی بھری، لیکن اپنا مضمون ہمیں عنایت نہیں کر سکے۔ بہر صورت جن احباب نے کسی بھی صورت میں تعاون کیا وہ لائق تحسین ہے، بالخصوص میرے شاگرد رشید محترم عدنان الطاف حفظہ اللہ نے کافی بھاگ دوڑ کی۔ جزاه الله خيراً

ناسپاسی ہوگی اگر اپنے چار جلیل القدر بزرگوں کا ذکر نہ کروں، میری مراد محدث العصر مولانا ارشاد الحق اثری، فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالستار حماد، فضیلۃ الشیخ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی اور فضیلۃ الشیخ مفتی مبشر احمد ربانی حفظہم اللہ ہیں، جنھوں نے از خود محبت و عقیدت سے شیخ محترم رحمہ اللہ کے لیے کلماتِ تحسین فرمائے۔ جزاهم الله خيراً

اسی طرح قدوسی برادران محترم ابوبکر قدوسی اور محترم عمر فاروق قدوسی کا بھی شکریہ ادا کرنا از حد ضروری ہے کہ انھوں نے

محبت بھری تحریریں عنایت فرمائیں۔ یہاں آگاہ کرتا چلوں کہ محترم ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾ کے بھرپور اصرار پر جب راقم نے جامعہ لاہور الاسلامیہ (مرکز البیت العتیق) میں سلسلۂ تدریس شروع کیا تو انھوں نے واضح کیا کہ ہم تمام بھائی اور والد ماجد فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾، ہمارے شیخ محترم رحمہ اللہ سے خصوصی عقیدت رکھتے ہیں اور خود استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ باقاعدہ ادارہ محدث میں کچھ عرصہ علمی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے ہماری مشاورت سے کلیۃ الحدیث کا آغاز کیا اور آپ اس کے ایک بلاک کی نسبت ''محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ'' کی طرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری سمجھی کہ بعض احباب نے ہمارے پڑھانے کو ناپسند کیا اور اس بات پر زور دیا تھا کہ صرف تحریر و تقریر ہی کو اختیار کیا جائے، اگرچہ باقاعدہ تدریس سے تحریر و تقریر متاثر ضرور ہوتی ہیں، لیکن شعبہ تدریس میں سینکڑوں شاگردوں سے واسطہ رہتا ہے اور منہج سلف صالحین کی تبلیغ و ترویج کے بہت سے ذرائع میسر آتے ہیں۔ **وللّٰہ الحمد**

قارئین کرام! انسان جتنی بھی محنت و کوشش کرلے غلطی کا امکان بہرحال رہتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس خصوصی اشاعت میں بھی بہت سی خامیاں رہ گئی ہوں گی، جس کا ازالہ اپنی اس کتاب میں کرنے کی کوشش کریں گے جو آپ کے حالات و خدمات، اسلوبِ تحقیق اور اعتراضات کے جوابات میں باقاعدہ تحریر کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

نوٹ:......بعض مضامین میں بے جا تکرار تھا تو کسی میں معلومات درست نہیں تھیں، ایسی صورت میں ترمیمی اختیارات استعمال کیے گئے ہیں جو کہ راقم الحروف اکثر مضمون نگاروں کو پہلے سے آگاہ فرما چکا ہے، پھر بھی کسی بھائی کی دل آزاری ہوئی ہو تو پیشگی معذرت چاہتا ہوں اور امید واثق ہے کہ احباب درگزر والا معاملہ ہی فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

اظہار تشکر

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اتنی توفیق عطا فرمائی کہ آج ماہنامہ اِشاعۃ الحدیث کی خصوصی اشاعت محدث العصر نمبر شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ والحمد للہ

((لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ)) کے تحت میں اپنے ان احباب کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے ہمیشہ میری حوصلہ جوئی کی اور ہر ممکن تعاون فراہم کیا، ان میں سے مولانا محمد سرور عاصم ﷾ میرے وہ محسن ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے صبر و تحمل اور حکمت و بصیرت میں سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ جب کبھی ہمت ہار بیٹھتا یا بعض لوگوں کے رویوں کا شکار ہو جاتا تو ان کی ہمت بندھانے اور تسلی دے کر کام جاری رکھنے کی تلقین مجھے مضبوط کر دیتی۔ یہ اس لیے بھی کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے ان کی محبت و عقیدت مثالی تھی اور آپ کی کتب کو منظرِ عام پر لانا ان کی دلی تمنا ہے۔ اسی طرح اپنے پیارے بھائی فاروق عمر بھٹہ ﷾ کا بھی شکرگزار ہوں کہ جو گاہے گاہے محدث العصر نمبر سے متعلق پوچھتے رہتے اور نہ صرف حوصلہ افزائی کرتے، بلکہ بھرپور تعاون بھی شاملِ حال رہا۔

پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ حفظہ اللہ اور برادرِ عزیز محمد نعیم ساجد حفظہ اللہ وہ شخصیات ہیں کہ جب بھی ملتے محدث العصر نمبر کے بارے میں ضرور پوچھتے اور تحریک بھی دیتے، پھر اس سلسلے میں ہر ممکن تعاون بھی کیا، اسی طرح ان علمائے کرام اور جملہ معاونین کا بھی بے حد شکریہ جنھوں نے اس سلسلے میں حسبِ استطاعت تحریراً یا تقریراً حصہ ڈالا۔ آخر میں محترم حسن خان بھائی کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ہے کہ جنھوں نے بھرپور محبت و محنت کے ساتھ کمپوزنگ کا فریضہ سرانجام دیا۔ جزاهم الله خيرًا

ابوظفیر محمد ندیم ظہیر

مدیر ماہنامہ اشاعۃ الحدیث

۳/شعبان ۱۴۴۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف اوّل

الحمدلله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسوله الأمین ، أما بعد:

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کا ''محدث العصر'' نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں پاکستان و دیگر ممالک سے علمائے کرام نے والد محترم کے علمی مقام سے متعلق اپنے تاثرات لکھے ہیں۔ میں ان تمام قابل احترام علماء کا شکر گزار ہوں جنھوں نے مضامین بھیج کر اپنی دلی محبت کا ثبوت دیا ہے۔

فضیلۃ الشیخ الاستاذ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے لاہور رہائش پذیر ہوجانے کی وجہ سے اس شمارے اور دیگر کتب میں کچھ تاخیر ضرور ہوئی ہے، لیکن یہ دیر آید درست آید کا مصداق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تاخیر کا ایک سبب ان کی علمی معاونت نہ ہونا بھی ہے، اب میری کوشش ہوگی کہ جس طرح استاذ محترم، والد ماجد کے معاون بنے اسی طرح میں حسب استطاعت ان کی معاونت کروں، تاکہ ماہنامہ اشاعۃ الحدیث سمیت دیگر علمی امور کا باقاعدہ اجراء کیا جاسکے۔ ان شاء اللہ

اس صورت حال کے باوجود صحیح ابن خزیمہ، اختصار علوم الحدیث، اثبات عذاب القبر اور مسند الحمیدی وغیرہ پر بھی کام مکمل کر چکے ہیں جو بہت جلد شائع کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

استاذ محترم کی رہنمائی پر میں نے بھی ''دروس ابی داود'' پر تقریباً ڈیڑھ سال قبل کام شروع کیا تھا اور ۲۰۷ حدیثیں لکھی جاچکی ہیں۔ یہ ایک عظیم الشان سلسلہ ہے جس میں والد محترم رحمہ اللہ نے ایسے ایسے نکات طلباء کے ساتھ شیئر کئے ہیں جو نوادرات و جواہرات سے کم نہیں۔ یہ والد محترم کے آخری ایام کی علمی باتیں ہیں۔ ''نیل المقصود فی تعلیق أبی داود'' میں والد محترم نے ابوداود کی عربی زبان میں مکمل تحقیق، تخریج اور شرح عرصہ دراز سے لکھ رکھی ہے۔ زندگی نے والد محترم کا ساتھ نہ دیا اور وہ سنن ابی داود کی صرف ''۲۷۸۲'' احادیث ہی کی تدریس کر پائے۔ اگر صرف دروس ابی داود کو اکٹھا کیا جائے تو یہ تقریباً تین ضخیم جلدیں بنیں گی، لیکن نیل المقصود کی غیر مطبوع شرح کے بعض علمی فوائد شامل کرنے سے تقریباً پانچ جلدیں بن جائیں گی۔ ان شاء اللہ

دروس ابی داود کی تکمیل کے بعد میں ان شاء اللہ اصول حدیث کے دروس پر کام کروں گا جس میں والد محترم نے اصول حدیث کی عظیم الشان کتاب ''اختصار علوم الحدیث'' کی تدریس کی ہے۔ والد محترم نے تقریب التہذیب، لسان المیزان، میزان الاعتدال اور دیگر اسماء الرجال کی کتابوں پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔

آج کل کے دور میں انٹرنیٹ مستند احادیث شیئر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ میں نے اشاعت الحدیث کے نام سے ویب سائٹ اور موبائل ایپ بھی بنائی ہے جہاں روزانہ والد محترم کی کتابوں سے ایک خاص حدیث شیئر کرتا ہوں۔ اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ اُن احادیث پر والد محترم کا آخری حکم لگا ہو، یعنی وہ ان کی آخری تحقیق ہو۔ والد محترم کے الفاظ تھے کہ ''یہ علم

حدیث ایسا علم ہے کہ اس میں رجوع ہوتا رہتا ہے اور علمائے کرام نے رجوع کیے بھی ہیں۔ خود حنفی بھی کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ پہلے کہتے تھے کہ جرابوں پر مسح نہیں ہوتا، پھر رجوع کر لیا تھا تو رجوع کرنا کوئی بری بات نہیں۔ "الرجوع إلى الحق خير من التمادي فى الباطل" باطل میں جھگڑا کرنے سے بہتر ہے کہ حق کی طرف رجوع کیا جائے۔'' اس لیے والد محترم کی آخری تحقیق ہی راجح ہے۔

سنن ابی داود (۵۱۴۲) اور ابن ماجہ (۳۶۶۴) کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بنوسلمہ کے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: والدین وفات پا جائیں تو بعد میں ان کے لیے کس طرح نیکی کروں؟ نبی کریم ﷺ نے جو پانچ باتیں بتائی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ والدین کے وعدے پورے کرو، اگرچہ والد محترم نے لوگوں سے کوئی وعدے تو نہیں کیے تھے، تاہم مختلف خواہشات کا اظہار ضرور کیا تھا۔ جن میں سے ایک سنن ابی داود کی تعلیقات پر کام کرنا تھا، نیز شیخ معلّمی رحمہ اللہ کی عظیم الشان کتاب ''التنکیل'' کا اردو ترجمہ بھی تھا۔ والد محترم کا کہنا تھا کہ یہ امت پر قرض ہے۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ والد محترم کی ان خواہشات کو پورا کروں۔ ان شاء اللہ

استاذ محترم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے ایک شاگرد محترم عدنان الطاف صاحب نے "التنکیل" کا اردو ترجمہ تو کروا دیا ہے، لیکن یہ قابل اصلاح ہے اور بعض حصوں کا ترجمہ بھی نہیں، لیکن بہر صورت ایک خوش آئند خبر اور لائق تحسین عمل ضرور ہے۔ جزاهما الله خيرًا .

فتاویٰ علمیہ اور دیگر کتابیں اگرچہ فی الحال مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہیں، فتاویٰ علمیہ کے بارے میں ایک اہم بات نوٹ کر لیں کہ اس پر دوبارہ کام کیا گیا ہے، احادیث اور عربی عبارات پر اعراب بھی لگا دیے گئے ہیں۔ نیا ایڈیشن اب مکمل ایک جلد میں بہت جلد شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ

والد محترم نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب اثبات عذاب قبر کی تحقیق بھی کی تھی۔ یہ کتاب ماہنامہ الحدیث میں بھی شائع ہوتی رہی ہے۔ مکمل کتاب بہت جلد شائع کریں گے۔ ان شاء اللہ

وہ کتابیں جن پر از سر نو دوبارہ محنت کی گئی ہے، ان میں فتاوی علمیہ کے ساتھ ساتھ اختصار علوم الحدیث اور طبقات المدلسین وغیرہ شامل ہیں۔ طبقات المدلسین میں کافی تصحیحات بھی کی گئی ہیں۔ ان شاء اللہ ان تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن بھی شائع کئے جائیں گے۔ آخر میں ان علماء کا پھر سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے انتہائی مصروفیات کے باوجود والد محترم کی حیات و خدمات پر مضامین لکھے۔ میں والد محترم کے ان شاگردوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے انھیں احسن طریقے سے یاد کیا اور اس ''محدث العصر نمبر'' کے لئے مضامین بھیجے۔ میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو انٹرنیٹ وغیرہ پر علمائے اہل سنت کے دفاع کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہیں۔

آخر میں انٹرنیٹ پر تنقید برائے تنقید کرنے والے حضرات کو مشورہ ہے کہ کسی بھی عالم پر تنقید کرنے سے پہلے اس کی آخری تحقیق دیکھ لیا کریں۔ کسی عالم کی وفات کے بعد اس کا نام اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنے والے تمام افراد

سے وہ عالم بری الذمہ ہوتا ہے۔علماء میں اجتہادی مسائل میں اختلافات ہوتے رہتے ہیں اور یہ آج کی بات نہیں، یہ سلسلہ تو صحابہ کے دور سے ہی شروع ہو گیا تھا۔اجتہادی مسائل میں اختلاف کو بنیاد بنا کر زبان درازی اور گالی گلوچ کرنا اہل سنت طلباء کا شیوہ نہیں۔علم حاصل کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ مستند کتابیں ہیں اور اپنے شیوخ سے رابطے میں رہا کریں تا کہ انٹرنیٹ کی گمراہی سے بچ سکیں۔انٹرنیٹ کی ہر بات کو سچ سمجھ لینا کھلی گمراہی ہے۔یوٹیوب اور فیس بک گمراہی کے ماخذ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ((لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارِ)) .(بخاری:۱۰۶) کے مصداق بن جائیں!!!

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔''(صحیح مسلم،مقدمہ)اگر کوئی کہے کہ فلاں عالم نے یہ بات کہی ہے تو خدارا! پہلے تحقیق کرلیا کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا ﴾ خبر کی تصدیق کرلیا کریں،کیونکہ جھوٹے لوگ ہمیشہ علماء کوڈھال بناتے ہیں،اگرچہ علماء ان لوگوں سے بری ہوتے ہیں۔والدمحترم کی وفات کے بعد سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے کہ بعض لوگوں نے ان کا نام استعمال کرنا شروع کردیا۔استاذ محترم نے بھی ایسے لوگوں پر ردلکھ رکھا ہے۔واضح رہے کہ کسی عالم کا شاگرد صرف وہی شخص ہوتا ہے جو اس عالم سے باقاعدہ پڑھتا ہے۔والدمحترم کے شاگردوں میں سرفہرست استاذ محترم حافظ ندیم ظہیر،شیخ تنویر الحق ہزاروی،شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر حفظہم اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔دیگر شاگرد وہی ہیں جنھوں نے ان سے باقاعدہ صحیح البخاری،اصول حدیث اور سنن ابی داود وغیرہ کی کلاسز لی ہیں۔یہ بھی یاد رکھیے گا کہ شاگرد اس عالم کے منہج سے منحرف بھی ہو سکتے ہیں۔اس کی کئی ایک ایسی مثالیں موجود ہیں،چنانچہ اختلافات کی صورت میں حتمی بات اس عالم کی اپنی تحریر ہی ہوتی ہے۔

والدمحترم کا منہج روز روشن کی طرح واضح ہے۔یاد رہے کہ انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا منہج ماہنامہ الحدیث میں کئی بار شائع کیا ہے۔ان کا منہج سادھا سا ہے: قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اجماع سے استدلال اور صریح نصوص شریعہ معلوم نہ ہونے پر اجتہاد کو جائز سمجھنا۔تفصیل کے لئے الحدیث شمارہ ۳۴ صفحہ ۲ دیکھ لیں۔وہ کہا کرتے تھے: ''حدیث کو سمجھنے کے لئے اسلاف کی طرف رجوع کرو۔'' مزید فرمایا: ''جو لوگ اسلاف کی طرف رجوع نہیں کرتے وہ قرآن وحدیث میں خود ساختہ تاویل یا تحریف کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔''انھوں نے طلباء کو سمجھاتے ہوئے کہا: ''کوئی ایسا مسئلہ نہ نکالنا جس میں آپ کے پیچھے اسلاف میں سے کوئی کھڑا نہ ہو۔''

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ والدمحترم کی جمیع علمی و دینی کاوشوں کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہمیں ان کے لیے صدقہ جاریہ بنادے۔آمین۔اللہ تعالیٰ استاذ محترم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کو بھی مزید توفیق وعنایت سے نوازے،تا کہ محدث العصر نمبر کی طرح دیگر علمی امور جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچ سکیں۔آمین

الداعی الی الخیر
حافظ معاذ بن زبیر علی زئی
حضرو،ضلع اٹک

حرفِ چند

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبي بعدہ وبعد!

اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ اس کی طرف سے جو عالم رنگ و بو میں آیا ہے بالآخر اس نے یہاں سے رخصت ہونا ہے، صرف اس کی ذات کو بقا و دوام حاصل ہے، لیکن دنیا سے کچھ جانے والے ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ وہ اپنی دینی اور علمی خدمات کی وجہ سے لوگوں میں تادیر زندہ رہتے ہیں، کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے:

أخـو الـعِـلْم حـيٌّ خَـالِـدٌ بـعـدَ مَـوتِـه
وأَصَـالُـه تـحـت التُّـراب رَمِيمُ
وذُوالْجَهْل مَيتٌ وهـو مَاشٍ على الثَّرى
يُـظَـنُّ مِـن الأحيَـاءِ وهـو عـديم

''صاحب علم، موت کے بعد زندہ رہتا ہے، جبکہ اس کی ہڈیاں مٹی کے نیچے ریزہ ریزہ ہوجاتی ہیں اور جاہل آدمی زمین پر چلنے کے باوجود بھی مردہ ہوتا ہے، جبکہ لوگ اسے زندہ خیال کرتے ہیں اور وہ حقیقت میں نیست ونابود ہوتا ہے۔''

ہمارے ممدوح محدث العصر مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی انہی خوش بخت حضرات میں سے ہیں، جن کی باقیات صالحات کو تابندہ رکھنے کے لیے ماہنامہ ''اشاعۃ الحدیث'' کا محدث العصر نمبر ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے، اس میں ان کی متنوع علمی خدمات کے پیش نظر مختلف جہات پر مبنی مضامین لکھے گئے ہیں، ان کی علمی ثقاہت کا اندازہ تو پڑھنے سے ہی ہو سکے گا۔

عطر آں باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اسے مرتب کرنے والے مرحوم کے خاص شاگرد رشید عزیزم حافظ ندیم ظہیر سلمہ اللہ ہیں، جنھوں نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے اسے ترتیب دیا ہے، اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس خاص نمبر کے پس منظر میں مرحوم کے خدمت گزار اور عقیدت مند برخوردار محمد سرور عاصم سلمہ اللہ کا ہاتھ کارفرما ہے، جنھوں نے مرحوم کی آخری گھڑیوں تک خدمت کی، مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب مرحوم الشفاء ہسپتال اسلام آباد میں زیر علاج تھے تو بندہ ان کے ہمراہ ان کی تیمارداری کے لیے حاضر ہوا تھا، مجھے افسوس ہے کہ مرحوم اس وقت طبی آلات کے جھرمٹ میں تھے، ہم شیشے کے حصار کے پیچھے سے ان کی عیادت کر سکے، اس کے چند دنوں بعد آپ وفات پا گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

بہرحال مکتبہ اسلامیہ نے اپنے اعلیٰ طباعتی معیار کو قائم رکھتے ہوئے اسے زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے، دعا ہے کہ

اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمت سے نوازے اور ان کے روحانی فرزندوں اور عقیدت مندوں کو دنیا کے فتن ولحن سے محفوظ رکھے۔ آمین

قارئین کرام! یہ خاص نمبر تو ان کی علمی باقیات پر مبنی ہے، میں ان کے عمل و کردار کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ وہ ایک تہجد گزار اور شب زندہ دار انسان تھے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ مکتبہ دارالسلام لاہور میں کتبِ حدیث کی تحقیق وتخریج کے لیے وہاں رہائش رکھے ہوئے تھے، مجھے جب کبھی شرح بخاری کے سلسلہ میں مکتبہ دارالسلام جانا ہوتا اور رات کو وہاں قیام کرنا پڑتا تو میں انہیں رات کے پچھلے حصے میں نماز تہجد ادا کرتے ہوئے بڑی رغبت وخشوع سے قرآن پڑھتے سنتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے نوجوان کے متعلق فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنہیں قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا، ان میں سے ایک وہ نوجوان ہے جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا ہو'' (بخاری: ٦٦٠)

مجھے اپنے رب کریم ورحیم سے امید ہے کہ اس نے اپنے بندے کے ساتھ درج ذیل آیت کے مطابق برتاؤ کیا ہوگا:

﴿يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِيٓ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً o فَادْخُلِي فِي عِبٰدِي o وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾

''اے اطمینان پانے والی روح! تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش، تو میرے ممتاز بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔'' (الفجر: 27 تا 30)

آخر میں عربی کے اس شعر پر اپنی درازنفسی کو ختم کرتا ہوں:

یلوح الخط فی القرطاس دھراً
وکاتبہ رمیم فی التراب

وصلی اللہ علی نبیہ وآلہ وأصحابہ واتباعہ اجمعین

طالب الدعوات

ابومحمد عبدالستار الحماد

مرکز الدراسات الاسلامیۃ

میاں چنوں

۲۰ رجب ۱۴۴۰ھ

جوال: 0300-4178626

بروز بدھ بوقت ظہر

آئینہ حیات

نام ونسب:

ابوطاہر، ابومعاذ محمد زبیر المعروف حافظ زبیر علی زئی بن مجدد خان بن دوست محمد خان بن جہانگیر خان بن امیر خان بن شہباز خان بن کرم خان بن گل خان بن پیر محمد خان بن آزاد خان بن اللہ داد خان بن عمر خان بن خواجہ محمد خان علی زئی افغانی پاکستانی۔

ولادت:

۲۷/ ذوالقعدہ ۱۳۷۶ھ بمطابق ۲۵ جون ۱۹۵۷ء۔ بروز منگل بوقت طلوع شمس۔

تعلیمی مراحل:

آٹھویں کلاس	۱۹۷۲ء
میٹرک	۱۹۷۴ء
ایف اے	۱۹۷۷ء
بی اے	۱۹۷۹ء
ایم اے علوم اسلامیہ	۱۹۸۳ء
ایم اے عربی	۱۹۹۳ء
وفاق المدارس	۱۹۹۰ء
جامعہ محمدیہ گوجرانولہ سے فراغت	۱۹۹۰ء

تقریباً ۳۸ سال کی عمر میں حفظ شروع کیا اور اجراء و دہرائی سمیت ۶ ماہ میں حافظ قرآن بن گے۔

شادی:

۱۹۸۰ء۔

اولاد:

تین بیٹے: طاہر علی زئی، حافظ عبداللہ ثاقب، حافظ معاذ علی زئی اور چار بیٹیاں ہیں۔

اساتذہ:

شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی، محدث العصر ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ راشدی، مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن ثوری، مولانا ابوالرجال اللہ دتہ سوہدروی، فضیلۃ الشیخ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری اور فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمہم اللہ۔

تلامذہ:

بعض نمایاں شاگرد درج ذیل ہیں:

مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر، مولانا محمد اسلم سندھی، حافظ ندیم ظہیر، ابومحمد نصیر احمد کاشف، حافظ شیر محمد الاثری، مولانا تنویر الحق ہزاروی، مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی، مولانا ذوالفقار اثری (برطانیہ)، مولانا صدیق رضا، مولانا ابوصفی عبدالرحمٰن اثری اور حافظ شبیر احمد جمالی وغیرہم۔

خطیب:

اپنی وفات تک مسلسل خطابت کے فرائض جامع مسجد اہل حدیث پیرداد حضرو میں ادا کرتے رہے ہیں۔

تدریس:

جب سے جامعہ اہل الحدیث حضرو کی بنیاد رکھی تب سے مسلسل تدریس یہیں کرتے رہے، البتہ زندگی کے آخری دو سال جامعہ امام بخاری سرگودھا میں بھی پڑھایا، علاوہ ازیں مختلف جامعات میں علمی دورہ جات بھی کرواتے رہے ہیں۔

مکتبہ:

آپ کا مکتبہ ملک کے بڑے مکتبوں میں شمار ہوتا ہے، بہت ہی عالیشان اور جامع و نافع کتب خانہ ہے، جہاں بیٹھ کر شیخ رحمہ اللہ نے علمی امور تسلسل سے سرانجام دیے۔

وفات:

۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۰/نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار۔

بعض اساتذہ کرام سے حاصل کردہ اجازۃ الروایۃ اور دیگر اسناد کا عکس

أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ (القرآن ٤٦:٤)

تسمعون مني ويسمع منكم ويسمع ممن يسمع منكم
(الحديث)

منجد المستجيز

لرواية السنة والكتاب العزيز

للسيد ابي محمد بديع الدين شاه
الراشدي السندي

بقرب بلدة سعيد آباد الجديد، السند
الباكستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى انزل الى رسوله الكتاب
مع الحكمة واجاز لكل من يتلوهما بصدق
القلب والسداد حيث امره ان يقول
"واوحى الى هذا القرآن لانذركم به
ومن بلغ" فى جميع الاطراف والاكناف
لكل من الافراد والاحاد نزل به الروح الامين
يسلك من بين يديه ومن خلفه رصدا
ليعلم ان قد ابلغوا رسالات ربهم
ولديه العدد والاحصاء فلا ينقص
فيه ولا يزاد اخذ منه رسوله وعنه اصحابه
وعنهم اتباعهم وهلم جرا الى عصرنا وهذا
هو الاسناد، وهو من الدين اثباتا وادحاضا

مكتبة التوحيد
حضرو
الرقم ....
"وقل رب زدني علما"

وقال لوفد عبد القيس " احفظوا واخبروا من ورائكم " وقال " بلغوا عني ولو آية " و قال " حدثوا عني " كما روى الحفاظ النقاد وبعث كتبا ورسائل الى البلدان والآفاق لتقرأ عليهم وهو المستند لاهل الرواية و الاجازة وانواعها لعمائد الأئمة وارباب الرشاد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بالاحسان الى يوم التناد .

اما بعد فان اخانا في الله وفي دينه فضيلة الشيخ ابا طاهر محمد زبير بن محمد علي زئي حضروي حفظه الله تعالى قد طلب مني الاجازة لجميع مروياتي ومسموعاتي من كتاب الله تعالى وكلامه المبارك وكتب التفسير والحديث كالامهات الست وجميع الصحاح والسنن والمسانيد والمعاجم والمصنفات والمستدركات والمستخرجات والاجزاء والاربعينات وغيرها من كتب المصطلح وكل ما يتعلق بعلم الحديث وكتب الفنون الاخرى ككتب الفقه على المذاهب

-٥٦-

سئل امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الصنعة وزین هذه الامة التقی النقی امام الدنیا ابوعبد الله محمد بن اسمعیل البخاری عن دواء الحفظ فقال ادمان النظر فی الکتب

واوصیه ان یحسن الادب مع شیوخ الامة الصحابة فاتباعهم باحسان الی یوم الدین وان یجتنب عن اساءة الادب معهم او ان ینقصهم بل یعرف قدرهم وشانهم مع الحذر کل الحذر من الغلو فی حقهم والاطراء بل ینزل کل احد منزله ویقدر کل صاحب قدر قدره واوصیه ان لاینسانی مع آبائی واولادی ومشائخی واصحابی فی دعواته الصالحة فی الخلوات والجلوات من اوقاته المخصوصة وساعاته المرغوبة فالدعاء بظهر الغیب من خیر بر واطیب صلة من الولد لوالده والتلمیذ لشیخه والصغیر لکبیره واسأل الله تعالی لی ولسائر المسلمین ان یثبتنا علی الایمان والحق وعلی الطریق المستقیم وان یحفظنا من الزلل والخطأ والخلل وان یمیتنا علی طریقة السلف من اهل القرآن والحدیث وان یحشرنا فی زمرتهم انه تعالی قریب مجیب۔

ابو محمد بدیع الدین شاه الراشدی السندی

بدیع الدین شاه ١٤٠٦/٧/٣

بسم الله الرحمن الرحيم

سند الحديث

الحمد لله الذي خص أهل الحديث بعلوم الكتاب والسنة وفضلهم على كثير ممن خلق تفضيلا وصلوات الله وسلامه على سيد الخلق وسيدنا محمد المصطفى الأمي الذي بين لكل مسائل حياة الإنسان أحسن التبيين وفصلها تفصيلا ورضي الله عن آله وأصحابه الذين اختارهم الله لتبليغ علوم النبوة وعدلهم على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم تعديلا.

أما بعد: فإن الأخ أبا طاهر محمد زبير مجدد علي زئي قرأ علي طرفاً من صحيح البخاري

وطلب مني الإجازة لحسن ظنه بي وإن كنت لست أهلا لذلك فها أنا أجيزه أن يحدث بها بالشروط المعتبرة عند أهل الحديث بعد مطالعة كتب التفسير المعتبرة وشروح كتب الحديث المعتمدة وغيرهم.

وإني حصلت القراءة والسماعة والإجازة لصحاح الست وتفسير الجلالين على شيخنا ومولانا أبي محمد عبد الجبار [illegible] عن الشيخ أبي محمد عبد الوهاب الملتاني الدهلوي والشيخ أبي العلى محمد عبد الرحمن المباركفوري صاحب تحفة الأحوذي (ره) وأروي بالإجازة جميع كتب الحديث وعلومه عن الشيخ العلامة محمد عبد التواب الملتاني (ره) وأجازني بالصحاح الست وموطأ الإمام مالك شيخنا وشيخ شيوخنا مولانا الحافظ أبو عبد الله محمد [illegible] رحمه الله تعالى وهو قرأ كتب الحديث على الشيخ عبد الجبار والشيخ عبد الأول والشيخ عبد الغفور الغزنويين وحصل منهم الإجازة وحصلت الإجازة عن الشيخ حافظ الحديث مولانا الحافظ عبد المنان الوزيرآبادي وهؤلاء الفضلاء السبعة كلهم حصلوا القراءة والسماعة والإجازة عن شيخ العرب والعجم في أوانه العلامة السيد محمد نذير حسين المحدث الدهلوي عن الشاه محمد إسحاق الدهلوي ثم المكي عن الشاه عبد العزيز عن أبيه حكيم الأمة الشاه ولي الله المحدث الدهلوي المذكور أسانيده في الحديث في كتابه اتحاف النبيه فيما يحتاج إليه المحدث والفقيه والإرشاد إلى مهمات الإسناد المطبوعين (ره) والشيخ عبد الوهاب إجازة عن الشيخ منصور الرحمن [illegible] الدهلوي عن الإمام الشوكاني (ره) والحافظ عبد المنان الوزيرآبادي إجازة عن الشيخ أبي الفضل عبد الحق البنارسي وله إجازات عن عدة من فضلاء اليمن منهم العلامة الإمام الشوكاني صاحب نيل الأوطار ومنهم القاضي عبد الرحمن البهكلي ومنهم العلامة [illegible] السيد عبد الله بن العلامة محمد بن إسماعيل الأمير صاحب سبل السلام ومنهم الشيخ محمد عابد بن أحمد علي السندي وسند الإمام الشوكاني مذكور في اتحاف الأكابر المطبوع بحيدرآباد الدكن (الهند) (ره) والشيخ محمد عبد التواب الملتاني إجازة عن الشيخ محمد راغب الطباخ الحلبي الشافعي وأسانيده مذكور في كتابه الأنوار الجلية في مختصر الأثبات الحلبية المطبوع بحلب.

وبعد وإني أوصيه بتقوى الله عز وجل في السر والعلانية وأن يكون متبعا في عقائده وأعماله السلف الصالح من الصحابة والتابعين وأئمة الحديث وفقهائه وأن يكون مجتنبا عن أهواء الفرق الضالة المحرفة عن جادة الدين الصحيح قديما وحديثا مجتنبا عن صحبة الأغنياء المترفين وملازما لباس القناعة وأن يكون هدفه إعلاء كلمة الإسلام ونشر السنة وإماتة البدعة وأوصيه أن لا ينساني في دعواته الصالحة في أشرف أوقاته فإن الدعاء بظهر الغيب مستجاب وأسأل سبحانه وتعالى لنا الهداية والتوفيق والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد النبي الأمي وعلى آله وأصحابه أجمعين. قاله بفمه وكتبه بقلمه أبو الطيب محمد عطاء الله حنيف الفوجياني كان الله له في الأولى والآخرة.

تاريخ الإجازة: ١٠ محرم ١٤٠٧هـ

التوقيع: محمد عطاء الله حنيف

١٠

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الأحد ، الله الصمد ، الذي لم يلد ولم يولد ، ولم يكن له كفوا أحد ، والصلاة والسلام على رسوله ونبيه ذي القول الأشد ، والعمل الأرشد ، وعلى أصحابه الذين هم بالمؤمنين رحماء ، وعلى الكفار أشداء ، وبعد ، فيقول العبد المذنب طالب الغفران أبو [illegible] فيض الرحمن الثوري من أقوام بلوچ القيصراني ، تاب الله عليه ورحمه والديه ، أن الفاضل أبا طاهر زبير بن مجدد علي زئي حضروي قرأ علي طرفا من كتب الستة وأجزاء من سنن الدارقطني والمستدرك على الصحيحين للحاكم وسنن البيهقي وشيئا قليلا من سنن الدارمي ، وكتاب الأم للإمام الشافعي وشيئا قليلا من الموطأ للإمام مالك وطرفا من مسند الإمام أحمد رحمه الله ومن المعجم الصغير للطبراني ومن كتاب القراءة للإمام البيهقي رحمه الله فأجزته بأن يروي عني هذه الكتب وغيرها ويدرسها فإنه فيما أرى أهل بها وأهلها بالشروط المعتبرة عند أهل الحديث كرمهم الله تعالى ووفقهم لما يحبه ويرضاه وإني حصلت القراءة والسماع والإجازة من الشيخ العلامة الزاهد الأورع أبي تراب عبد التواب الملتاني رحمه الله وجزاه عني أحسن ما جزى أحدا عن أحد ، وهو عن الشيخ الحكيم الزاهد [illegible] رحمه الله تعالى وجزاه الله أحسن ما جزى أحدا عن أحبته وهو عن الشيخ المحدث [illegible] بقية السلف وحجة الخلف [illegible] المحدث [illegible] رحمه الله تعالى وأفاض علينا من بركاته وباقي السند مكتوب عند المجاز له ، وأوصيه بتقوى الله تعالى والمواظبة على ذكره وألا يخاف في الله لومة لائم ويجتنب الفواحش والمنكرات وخوارم المروءة وبالله الكريم وبه التوفيق ، حرر ١٣ صفر سنة ١٤٠٨ والحمد لله أولا وآخرا ظاهرا وباطنا ،

توقيع المعطي ... فيض الرحمن الثوري

توقيع الحامل ... زبير علي زئي

التاريخ ... ١٣ صفر سنة ١٤٠٨

[illegible]

[illegible] أبو طاهر زبير بن مجدد علي زئي [illegible]

[illegible] حضرو أتك [illegible]

[illegible]

[illegible] زبير بن مجدد [illegible] الكتب الستة والأمهات من كتب الحديث

[illegible]

عبد الله حسن

[illegible]

فيصل آباد

١٤١٣ھ

١٩٩٢م

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسوله محمد وعلی آله واصحابه اجمعین اما بعد

محسن الانصاری

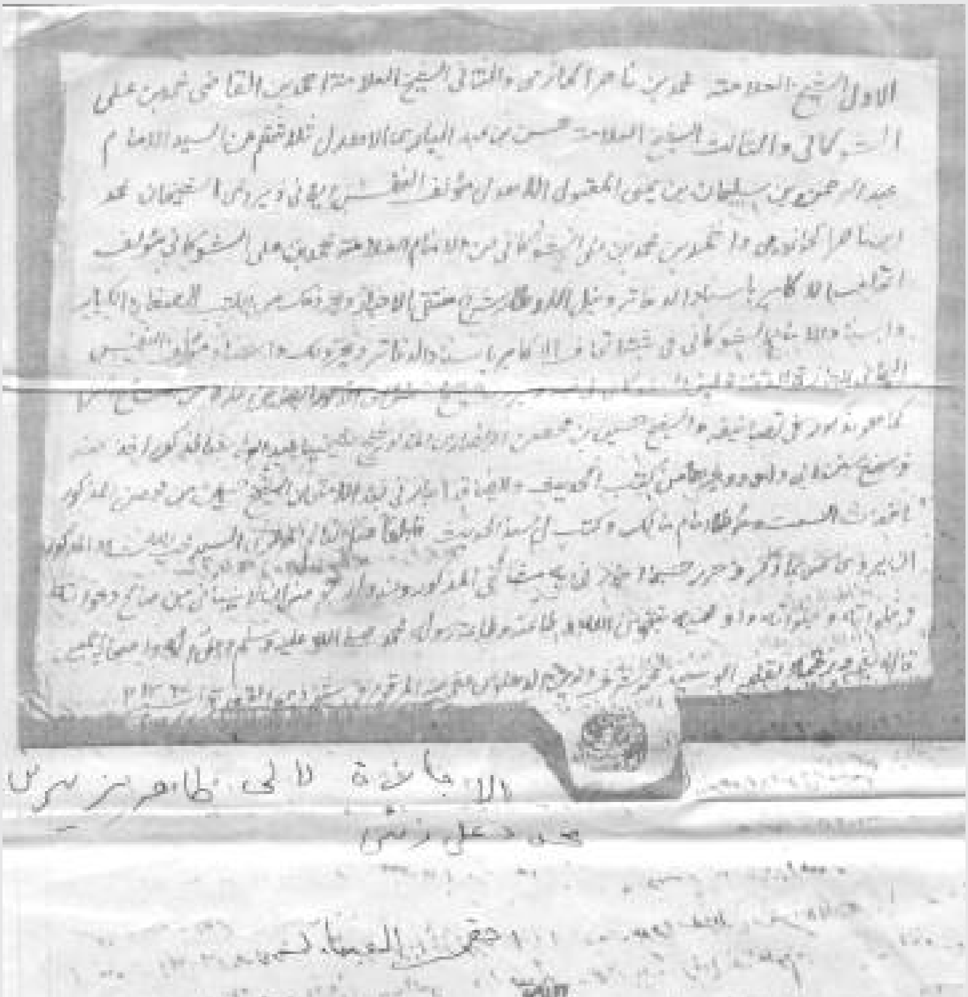

الاول الشيخ العلامة محمد بن ناصر الحازمي والثاني الشيخ العلامة محمد بن القاضي محمد بن علي
الشوكاني والثالث الشيخ العلامة حسن بن عبد الباري الاهدل ثلاثتهم عن السيد الامام
عبد الرحمن بن سليمان بن يحيى المقبول الاهدل مؤلف النفس اليماني ويروي الشيخان محمد
بن ناصر الحازمي و محمد بن محمد بن علي الشوكاني عن والده الامام العلامة محمد بن علي الشوكاني مؤلف

بسم الله الرحمن الرحيم

الجمهورية الإسلامية باكستان

الجامعة المحمدية

إدارة الامتحانات

نتائج الاختبارات السنوية في المرحلة القسم العالي

للعام الدراسي ١٤١٠ هـ في الدور الأول

اسم الطالب محمد نجيب بن محمد علي

جنسية الباكستاني السنة الدراسية النهائية

الرقم ٢٠٤

التاريخ ...

الرقم	المواد الدراسية	الدرجة العظمى ١٠٠	الدرجة الصغرى ٤٠	الدرجة المكتسبة رقما	الدرجة المكتسبة كتابة	
١	التفسير	١٠٠		٨٥		النتيجة : ناجح التقدير : ممتاز مدير الجامعة ...
٢	الحديث	١٠٠		٩٨		
٣	الفقه	١٠٠		٩٠		
٤	العقيدة	١٠٠		٩٥		
٥	اصول الشرائع	١٠٠		٩٣		
٦						
٧						
٨						
٩						
١٠						
١١						
١٢						
١٣						
١٤						
١٥						
١٦		٥٠٠		٣٦٠		

مجموع الدرجات اربع مائة وستون

توقيع مدير الامتحانات ...

حیاتِ محدث العصر کے چند درخشاں پہلو

حافظ ندیم ظہیر

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، أما بعد:

راقم نے ایک صاحب سے عرض کیا کہ شیخ رحمہ اللہ سے متعلق کچھ لکھیے تو انھوں نے انکار کر دیا، عرض کیا: آپ سے گہرے مراسم تھے، کہنے لگے: یہی تو مشکل ہے! اس وقت تو مجھے موصوف کی بات سمجھ سے بالاتر لگی، لیکن آج جب خود لکھنے بیٹھا تو سمجھ گیا کہ اپنے عزیز واقارب سے متعلق قلم کو جنبش دی جائے تو کس صورتحال سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ضبط کے سارے بند ٹوٹ جاتے ہیں اور آنسوؤں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، تب لکھنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے، لیکن محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ شیخ محترم کی زندگی کے چند درخشاں پہلو عوام وخواص کے سامنے رکھے جائیں تاکہ غلط فہمی میں مبتلا لوگوں کی غلط فہمیوں کا اِزالہ ہو سکے اور جو اس راہ کا راہی بننا چاہے، اس کے لیے وہ مشعل راہ ثابت ہوں۔ (ان شاء اللہ)

بچپن:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بچپن ہی سے ذہین وفطین، کتاب دوست اور وقت کی قدر کرنے والے تھے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے: ''جب میں چھوٹا تھا اور پرائمری سکول میں پڑھتا تھا تب بھی مجھے مطالعہ کا بہت زیادہ شوق تھا، اکثر ایسے ہوتا کہ والدہ ماجدہ مجھے کھانا دیتیں تو میں کتاب گود میں رکھے پڑھتے پڑھتے کھانا کھاتا، میری اس عادت سے والدہ پریشان ہو کر مجھ سے کتاب لے کر رکھ دیتی تھیں اور ڈانٹتے ہوئے کہا کرتیں: کم از کم کھانا تو کتاب پڑھے بغیر کھا لیا کرو۔ اسی طرح سکول جاتے اور آتے ہوئے ایک کتاب میرے ہاتھ میں رہتی جسے میں پڑھتا رہتا۔''

شیخ محترم رحمہ اللہ کے چچا زاد بھائی نے مجھے بتایا کہ ''زبیر صاحب! عام بچوں سے مختلف تھے، ہم سب بچے کھیل کود میں مشغول رہتے اور حافظ صاحب کھیل کے میدان میں بھی ایک طرف کتاب لے کر بیٹھ جاتے، ہمارے گھر میں کافی کتب تھیں، وہ جب بھی ہمارے گھر آتے تو انھیں کسی نہ کسی کتاب ہی کو پڑھتے پایا۔''

شیخ رحمہ اللہ کی ذہانت سے متعلق ان کے ایک عزیز فضل الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ ''ہم میں سے جو بھی شِپ پر جاتا تو انٹرویو انگلش میں یا کسی ترجمان کے ذریعے سے دیتا، لیکن جب شیخ رحمہ اللہ گئے تو وہاں محض چند دن رہنے سے ان کی زبان سیکھ لی اور پھر مکمل انٹرویو اسی زبان میں دیا جس سے انٹرویو لینے والے بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔''

جوانی:

جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو ذریعہ معاش کے لیے شِپ کے ذریعے سے مختلف ممالک میں جانا ہوا، لیکن قرآن مجید ودیگر

کتب ہمیشہ ساتھ رہیں، ہر قسم کی لغویات وفضولیات سے بچتے ہوئے قرآن مجید سے تعلق مضبوط رکھا، یہی وجہ ہے کہ ایک بار کسی ایسی ریاست میں جانا ہوا، جہاں مسلمان مظلوم تھے اور اسلام کی پاداش میں ظالم ہر حد تک گئے۔ مسلمان اسلامی تعلیمات سے محروم، ایسے میں انھیں معلوم پڑا کہ ان لوگوں میں بعض مسلمان بھی ہیں اور ان کے پاس قرآن مجید بھی ہیں تو وہاں کے مسلمان منت سماجت کرنے لگے کہ ہم سے جتنے چاہو پیسے لے لو، لیکن ہمیں یہ قرآن مجید دے دو تو شیخ رحمہ اللہ اپنا قرآن مجید انھیں ویسے ہی دے آئے، بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جب علم کے ساتھ باقاعدہ تعلق استوار نہیں ہوا تھا تب بھی زندگی مثالی تھی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس حدیث: ((شَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ)) ''وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت کے ساتھ پروان چڑھا۔'' (صحیح مسلم: ۲۳۸۰) کے مصداق ہوں گے، ان شاء اللہ۔

مسلک اہل حدیث اختیار کرنے کے بعد آپ کو حصولِ علم کا جنون کی حد تک شوق پیدا ہوا، چنانچہ شِپ وغیرہ کو خیر باد کہا اور اپنے آبائی کاروبار کے ساتھ ساتھ باقاعدہ پڑھنا شروع کیا، صرف ونحو وغیرہ کی ابتدائی تعلیم اپنے علاقے ہی سے حاصل کی، پھر ماہرین فن کے پاس جا کر خوب مہارت حاصل کی۔ ایک دن ہمارے کمرے میں شیخ رحمہ اللہ ایک بلند قامت اور خوش مزاج شخصیت کے ساتھ داخل ہوئے تو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: ندیم صاحب! یہ میرے استاذ محترم ابو عائشہ ہیں۔ صرف ونحو میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، یوں مجھے ان کا بھی دیدار ہو گیا۔

شیخ محترم یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں کئی غیر اہل حدیث علماء سے بھی تعلیم حاصل کرتا رہا ہوں، ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جب انھیں معلوم ہوا کہ میں اہل حدیث ہوں تو مجھے پڑھانے سے ہی انکار کر دیا۔

طلبِ علم کے لیے سفر:

مولانا ابو الرجال اور حافظ عبد الحمید ازہر رحمہما اللہ سے خوب استفادے کے ساتھ ساتھ آپ نے کئی علمی اسفار بھی کیے۔ شیخ رحمہ اللہ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: ''میرے والد صاحب چونکہ جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ میں ''منصورہ'' میں پڑھوں، چنانچہ کئی بار وہ مجھے وہاں چھوڑ کر بھی آئے۔ جب مجھے یقین ہو جاتا کہ اب والد محترم واپس گھر پہنچ چکے ہوں گے تو میں منصورے سے نکل کر سیدھا شارح سنن النسائی محدث عطاء اللہ بھوجیانی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور ان سے فیض یاب ہوتا رہتا، پھر آخر میں انھوں نے مجھے اپنی سند اجازہ سے بھی نوازا۔

جب مولانا فیض الرحمٰن الثوری جامعہ اثریہ، جہلم میں مقیم تھے تو ان سے فیض یاب ہوئے اور سند اجازہ حاصل کی۔ ایک دن تذکرہ ثوری ہو رہا تھا تو فرمانے لگے: ''ہمارے استاد مولانا فیض الرحمٰن کا قبیلہ داند/ بیل والے مشہور تھا تو انھوں نے اس کی تعریب کر کے ثور بنایا، پھر نسبت ثوری ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ خوب محظوظ بھی ہوتے تھے۔ علم حدیث اور اسماء الرجال سے خاص شغف رکھنے والے اور وقت کے محدث شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین

شاہ راشدی اور محدث دوراں سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے علم کا خوب چرچا تھا اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علم کے حریص تھے، چنانچہ حصولِ علم کے لیے سرزمین سندھ کا قصد کیا اور ایک عرصے تک دونوں بھائیوں سے خوب مستفید ہوئے۔ شیخ رحمہ اللہ اکثر بتاتے کہ شیخ العرب اور محدث دوراں مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ یقیناً لائق اور قابل شاگرد اپنے استاد کی آنکھوں کا تارا ہی ہوتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی حرصِ علم اس قدر زیادہ تھی کہ اپنی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل مجھے فون کرتے ہیں کہ حافظ صاحب! میں لاہور جمعہ پڑھانے آ رہا ہوں، بعدازاں ہم فضیلۃ الشیخ مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کے پاس جائیں گے اور ان سے سند اجازہ لیں گے۔ یہاں ایک دلچسپ بات ذکر کرنا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگی کہ مولانا مدنی حفظہ اللہ بیماری کے باوجود کافی دور شیخ رحمہ اللہ کی اقتداء میں نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔ حقیقت میں علم والے ہی علماء کی قدر کرنے والے ہوتے ہیں۔

نماز جمعہ کے بعد جب ہم مولانا مدنی حفظہ اللہ کے دولت خانہ پر پہنچے تو انھوں نے بتایا کہ میں وہیں جمعہ پڑھ کر آ رہا ہوں۔

شیخ رحمہ اللہ نے جب اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو ساتھ ہی فرمایا: یہ میرے شاگرد حافظ ندیم ظہیر ہیں انھیں بھی سند عنایت کر دیں، حالانکہ وہاں اور احباب بھی موجود تھے جس پر مجھے حیرت کے ساتھ بہت خوشی ہوئی۔

مدنی صاحب فرمانے لگے کہ بیماری اور تھکاوٹ کی وجہ سے فی الحال تحریری طور پر نہیں دے سکتا، کیونکہ سامان کچھ اِدھر اُدھر ہوا پڑا ہے تو مہریں بھی تلاش کرنی پڑیں گی، البتہ آپ کو اجازہ ہے اور دوبارہ ملاقات پر تحریری بھی دے دوں گا، لیکن استاد محترم کی زندگی مزید وفا نہ کر سکی۔ ۱۹۹۰ء میں معروف دینی درسگاہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کا رخ کیا، دوران تعلیم اور بعد میں بھی شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ سے خوب استفادہ کیا۔

ایک دفعہ شیخ محترم الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، اسلام آباد میں پی، ایچ، ڈی کی غرض سے آئے، پھر اسی روز اپنے استاذ فضیلۃ الشیخ عبدالغفار حسن رحمہ اللہ سابق مدرس مدینہ یونیورسٹی کی خدمت میں حاضر ہوئے، گفت وشنید کے دوران میں شیخ محترم رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں اسلامک یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی میں داخلے کے لیے آیا ہوں تو اس موقع پر مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ نے ایک تاریخی جملہ کہا: ''آپ واپس چلے جائیں اور خود ایسے بنیں کہ لوگ آپ کی خدمات پر PHD کریں۔''
شیخ محترم نے اپنے استاد کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے واپسی کی راہ لی اور آج ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی ہر سطح کی ڈگری شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خدمات پر حاصل کی جا چکی ہے۔ سبحان اللہ

اہل علم سے رابطہ ومحبت

شیخ محترم نہ صرف خود اہل علم سے مسلسل رابطے میں رہتے بلکہ دوسروں کو بھی علمائے کرام کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اکثر علمی مسائل میں اپنے اساتذہ میں سے حافظ عبدالحمید ازہر اور حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہما اللہ سے رہنمائی

لیتے۔بعض اوقات ایسے بھی ہوتا کہ سائل کی موجودگی میں ہی اپنے اساتذہ کوفون کر لیتے اور بغیر کسی جھجک کے کہتے: مجھے اس مسئلہ میں شک ہے جسے دور کرنے کے لیےاپنے استادِمحترم کوفون کررہاہوں، بعدازاں سائل کو پوری تسلی سے مسئلہ سمجھا دیتے۔

ایک دفعہ بعض اہل علم سے ملنے کے لیے ایک لمبا سفر طے کیا اور مجھے رفیق سفر بننے کی سعادت ملی، ہم حضرو سے گوجرانوالہ مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حافظ صاحب رحمہ اللہ کے گھر ان کے مہمان خانے/مکتبے میں کافی دیر بیٹھے رہےاوراستاذوشاگردکئی علمی مباحث سے مجھے مستفید ومحظوظ فرماتے رہے تھے۔جب ہم گکھڑ منڈی سے گزرنے لگےتو شیخ محترم رحمہ اللہ نے کہا: میرادل چاہتا ہے کہ سرفراز خاں صفدر صاحب سے ملاقات کروں! میں نے ایک اندیشے کا اظہار کیا کہ کہیں متعصب دیوبندی طلباء کوئی نقصان ہی نہ پہنچا دیں۔فرمانے لگے: کچھ نہیں ہوتا، میں نے عرض کیا: میں پتہ کرکے آتا ہوں۔پوچھنے پرمعلوم ہوا کہ وہ علاج کی غرض سے کہیں گئے ہوئے ہیں، گکھڑ منڈی میں موجود نہیں۔ وہاں سے ہم سیالکوٹ کے لیے روانہ ہوگئے، جہاں شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ سے ملاقات طےتھی اور وہ ہمارے انتظار میں تھے، جب ہم وہاں پہنچے تو حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ نے آگے بڑھ کر مولانا جانباز رحمہ اللہ کی پیشانی پر بوسہ دینا چاہا، جانباز صاحب چونکہ قدرے بلند قامت تھےتو شیخ رحمہ اللہ نے اپنی ایڑھیاں اٹھائیں اور کچھ جانباز رحمہ اللہ جھکے تو بوسہ دیا جاسکا۔ چاہت ومحبت کا عجیب منظر تھا۔ان دنوں مولانا جانباز رحمہ اللہ شرح ابن ماجہ لکھ رہے تھے،فوراً وہ رجسٹر منگوا لیےاور شیخ محترم کے سامنے رکھتے ہوئے بولے کچھ مشاورت کرنی ہے، پھرکافی دیرتک دونوں بزرگ علم وحکمت کی باتیں کرتے رہےاور مجھ ناچیز کو یہاں بھی استفادے کا موقع میسرآ گیا۔یہاں سے ہم لاہور کی طرف عازم سفر ہوئے،کئی علماء سے ملاقاتیں کرنے کے بعد ایک طویل نشست مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کے ہاں ہوئی،ان کے مکتبے کا ازسرنو جائزہ لیا گیااور بعض جدید واہم کتب کی فوٹو کاپی حاصل کی گئی جومولانا مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ نے بڑی ہی محبت سے عنایت فرمائیں۔یہاں میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ خواہ مخواہ ایشوز بنانے کے چکر میں رہتے ہیں اور مختلف خودساختہ تبصروں سے عجیب وغریب صورتحال بنادیتے ہیں!!!

شیخ محترم علمائے کرام کا ازحد احترام کرتے اور محبت ومودت سے پیش آتے تھے۔جوشخص شیخ رحمہ اللہ کو جانتا ہی نہیں یا کسی بات کے پس منظر سے لاعلم ہےاسے شیخ محترم کی ذات پرتبصرہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

بعض لوگ یہ بات بڑی اچھالتے ہیں کہ آپ نے دوواعظین سے متعلق لکھ رکھا تھا کہ یہ کذاب ہیں، یہ محض ایک ردعمل تھا بس۔ہوا کچھ اس طرح کہ ایک خطیب صاحب سے تقریر کے لیے ٹائم لیا گیا،انھوں نے آنے کا وعدہ بھی کرلیا اور جس دن پروگرام تھا،رابطے پرجواب دیا کہ میں راستے میں ہوں پہنچ جاؤں گا اور ہر بار یہی کہتے رہے۔جب تھوڑا سا وقت باقی رہ گیا تو فون بند..................یہی طرزعمل دوسرے خطیب صاحب نے اختیار کیا تھا..................اب ایسے خطباء سے متعلق کیا رائے دی جاسکتی ہے؟ خود ہی فیصلہ صادر فرمائیں..................اگرکوئی مجبوری پیش آگئی تھی تو اس کا آسان حل ''انکار یا آگاہ کرنا''

تھا نہ کہ ’’ٹرک کی بتی کے پیچھے لگا کر رکھنا اور پوری کانفرنس کا نظام دھرم بھرم کرنا۔‘‘

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ سے بھی شیخ رحمہ اللہ بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ میرے ذریعے سے کئی بار تحائف بھیجے، لیکن کہنے والوں نے کہہ دیا کہ آپ تو نورپوری رحمہ اللہ کو اہل حدیث ہی نہیں مانتے تھے۔ والعیاذ باللہ

کسی نے ایک بار سن لیا کہ آپ نے نورپوری رحمہ اللہ کو ’’صدوق‘‘ کہا ہے تو اس پر بھی تبصرے شروع............ حالانکہ شیخ محترم نے انھیں ’’الامام، الثقۃ، العابد، الزاہد‘‘ جیسے القاب سے بھی یاد کر رکھا ہے، لہٰذا تبصروں سے قبل کسی بھی پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

فقہی مسائل ہوں یا تحقیقی، مختلف فیہ ہونے کی صورت میں آپ علمائے کرام سے رابطہ کر کے رائے ضرور معلوم کرتے تھے۔ ’’کل ضلالۃ فی النار‘‘ کے بارے میں ملک و بیرون ملک کے کئی علماء سے میری موجودگی میں رابطہ کیا اور ان سے پوچھا کہ اس زیادت پر ضعیف کا حکم راجح ہے یا صحیح کا؟

’’قربانی کے تین دن‘‘ مضمون لکھ کر علمائے کرام کی خدمت میں ارسال کر دیا اور گزارش کی کہ اگر میں اس مسئلے میں صواب رائے نہیں رکھتا تو اصلاح کی جائے، لیکن جب کوئی رائے سامنے نہیں آئی تو اسے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کے صفحات کی زینت بنا دیا۔ اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ بعض اہل علم کی کتب اور ان کے حالات و واقعات شروع میں شیخ محترم کو دستیاب نہیں ہو سکے جس بنا پر ان سے متعلق رائے میں اعتدال نہیں رہ سکا تھا جن میں مولانا محمد حسین بٹالوی اور علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہما اللہ نمایاں ہیں۔

جب ڈاکٹر بہاؤالدین حفظہ اللہ نے ’’تحریک ختم نبوت‘‘ کا سلسلہ شروع کیا تو اس کی ہر آنے والی جلد کو بالاستیعاب پڑھتے اور ڈاکٹر صاحب کو بہت دعائیں دیتے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے ’’تاریخ اہل حدیث‘‘ کے ان اوجھل ابواب کو عوام و خواص کے سامنے کھول دیا ہے جو بالکل مفقود ہو چکے تھے۔

کتاب ’’تحریک ختم نبوت‘‘ نے شیخین سے متعلق شیخ محترم کی رائے میں اعتدال پیدا کیا اور اس کے بعد سے آپ ہمیشہ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے بارے میں رطب اللسان رہے اور انھیں تحریک ختم نبوت کا سپہ سالار قرار دیتے تھے۔

علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کے بارے میں بھی ان کے بیٹے پر اعتماد کر لیا گیا تھا۔ بعد میں جب یہ حقیقت سامنے آئی کہ نواب صاحب کا بیٹا حنفی تھا۔ [1] اور اپنے والد محترم کو حنفی باور کرانے میں سرگرم رہا، علاوہ ازیں آپ کی کتاب ’’الدین

[1] سید محمد حسین بدایوانی کی کتاب ’’تذکرۂ علمائے ہندوستان‘‘ حال ہی میں ڈاکٹر خوشتر نورانی کی تحقیق سے چھپی ہے جس کے صفحہ ۱۹۵ میں لکھا ہوا ہے: ’’نواب صاحب کے دو فرزند دوسری زوجہ سے ہوئے: میر نور الحسن خاں طیب اور میر علی حسن خاں طاہر، دونوں صاحب علم و جاہ، مگر عقیدۃً مقلد حنفی ہیں۔‘‘ اور اسی نور الحسن نے نواب صاحب کو حنفی باور کرانے کی کوشش کی تھی۔

الخالص‘‘ پڑھ کر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ مولانا صدیق حسن خان رحمہ اللہ کو محض پروپیگنڈے کا شکار بنایا گیا ہے، ورنہ وہ سلفی العقیدہ اور برصغیر پاک و ہند میں مسلک سلف کے ترجمان و امین تھے، پھر جہاں بھی ضرورت محسوس ہوئی شیخ رحمہ اللہ نے نواب صاحب رحمہ اللہ کا دفاع ہی کیا۔

اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رجوع الی الحق کرنے والے تھے۔ جونہی دلائل و قرائن سے حقیقت واضح ہوئی اپنی رائے بدل لی اور ان دونوں بزرگوں پر بھی اپنی محبت نچھاور کر دی، لہٰذا شیخ محترم پر ایسے الزامات لگانا جن کا آپ سے دور کا بھی واسطہ نہیں، انصاف کا خون ہے۔ اگر آپ نے کسی کے ساتھ بظاہر سختی والا معاملہ کیا بھی تو خالص مسلک اہل حدیث کی بنیاد پر نہ کہ کسی ذاتی رنجش کی وجہ سے۔

کتب سے محبت اور ذوق مطالعہ

جب شیخ محترم رحمہ اللہ کی اپنی لائبریری میں کتب بہت تھوڑی تھیں تب آپ اپنے مختلف اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استعارتاً کتابیں لا کر پڑھتے، پھر جسے اہم خیال کرتے اس کی فوٹو کاپی حاصل کر لیتے۔ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ کا کہنا تھا کہ اگر میری لائبریری کی تقریباً ساری کتب کسی نے پڑھی ہیں تو وہ حافظ زبیر صاحب ہیں۔ خود شیخ محترم فرمایا کرتے کہ کتب کے سلسلے میں سب سے زیادہ تعاون میرے استاذ محترم حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ کا ہے، میں جتنی چاہتا ان کے کتب خانہ سے کتابیں حضرو لے آتا، پھر بعد از مطالعہ واپس کر آتا، لیکن انھوں نے نہ کبھی روکا نہ کبھی ٹوکا۔ سبحان اللہ

راقم کو شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ کی معیت میں چوک اعظم (لیہ) سے فیصل آباد تک کا ایک سفر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو انھوں نے بھی اس کی تائید فرمائی۔ شیخ رحمہ اللہ کو ناک کی ہڈی میں مسئلہ تھا اور ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا، میں نے عرض کیا: آپ آپریشن کیوں نہیں کروا لیتے؟ فرمانے لگے: ’’صرف اس لیے نہیں کرواتا کہ میں اتنے دنوں تک کتابوں سے دور نہیں رہ سکتا۔‘‘ ایک دن فرمایا: ’’کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ میں حضرو میں موجود ہوں اور مکتبہ بند رہے، سوائے ان ایام کے جب میری والدہ ماجدہ بیمار تھیں اور میں ان کی خدمت پر مامور تھا، تقریباً تین ماہ بیمار رہ کر ۳۰ جون ۱۹۹۰ء بروز جمعہ کو والدہ وفات پا گئی تھیں۔‘‘ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کس قدر کتب سے محبت کرنے والے اور ذوقِ مطالعہ سے سرشار تھے۔ آپ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: ’’میں آپ کو ایک حیران کن بات بتاتا ہوں کہ جن دنوں مکتبہ بند رہا مجھے کتابوں سے متعلق فکر تھی، لیکن جب میں مکتبے میں داخل ہوا تو سب کتابیں صحیح سلامت تھیں، سوائے فقہ حنفی کی چند کتابوں کے انھیں دیمک لگ چکی تھی۔‘‘

دوران تحقیق میں کبھی مفقود یا غیر مطبوع کتاب کا ذکر آ جاتا تو بہت افسوس کا اظہار کرتے اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے کہ کہیں سے یہ کتب چھپ جائیں۔ تاریخ دمشق اور حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ کی ’’البدر المنیر‘‘ پڑھنے کی بڑی خواہش تھی، پھر یہ دونوں کتابیں ان کی زندگی ہی میں چھپ گئیں، جونہی خبر ملی کہ پشاور میں یہ کتب میسر ہیں اگلے ہی دن ان کے حصول کے

لیے پہنچ گئے اور البدر المنیر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، اسی طرح "الخلافیات للبیھقی" کے متمنی تھے، لیکن یہ آپ کی وفات کے بعد طبع ہوئی۔ جب میں پہلی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو "سیر اعلام النبلاء" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے دو مرتبہ حرف بحرف اس کا مطالعہ کیا ہے اور وہ فہارس سمیت پچیس جلدوں پر مشتمل تھی۔

کتب ستہ سے متعلق کہنے لگے: امتحانات کے علاوہ میں نے انھیں دوبار حرف بحرف پڑھا ہے۔

کتنی ہی کتب ایسی ہیں کہ پورے پورے نسخے (سند و متن سمیت) اپنے ہاتھ سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیے، ان میں سے اثبات عذاب القبر للبیہقی اور مسند الحمیدی وغیرہ سرفہرست ہیں۔ ایک دن "السنن الکبری للبیھقی" سے متعلق بتا رہے تھے کہ یہ میں نے اپنی شادی کے موقع پر خریدی تھی۔ عام طور پر ان مواقع پر اسراف کیا جاتا ہے، لیکن شیخ محترم نے اس موقع پر بھی کتاب سے محبت کا ثبوت دیا۔

شیخ محترم کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی نئی کتاب لاتے، جب تک پڑھ نہ لیتے اسے لائبریری کے شیلف میں نہ رکھتے۔ جس چارپائی پر آپ استراحت فرماتے اس سے متصل ایک ٹیبل پر عموماً وہی کتب ہوتیں جو آپ کے زیر مطالعہ ہوتی تھیں۔

کتب کی خریداری کے لیے جب بھی پشاور یا لاہور جانا ہوتا تو واپسی پر کچھ کتابیں ہینڈ بیگ میں رکھ لیتے تاکہ سفر میں ان کا مطالعہ کر سکیں، آپ دورانِ سفر میں بڑی آسانی سے فوائد یا حاشیہ لکھ لیتے اور گاڑی کے جھٹکوں وغیرہ سے بے نیاز رہتے۔ شیخ محترم حصولِ علم میں کبھی جھجک کا شکار نہیں ہوتے تھے، اگر کوئی ایسی کتاب کہیں نظر آجاتی جو آپ کے پاس نہ ہوتی تو فوراً پڑھنے کے لیے مانگ لیتے۔ ایک دفعہ میری لائبریری میں "الجلیس الصالح الکافی والأنیس الناصح الشافی لأبی الفرج المعافی بن کریا بن یحییٰ النھروانی" (متوفی ۳۹۰ھ) دیکھی تو بڑے خوش ہوئے، پھر "مختصر الاحکام للطوسی" بھی نکال کر فرمانے لگے یہ دونوں کتابیں میرے پاس نہیں ہیں یہ پڑھنے کے لیے حضرو لے جاؤں گا اور پڑھ کر واپس کر دوں گا۔ جاتے ہوئے مجھ سے فرمایا: ''حافظ صاحب! اب آپ کی لائبریری میں دل لگتا ہے، جب دوبارہ آیا تو پورا ہفتہ ادھر ہی رہوں گا، لیکن یہ ہفتہ میرے نصیبے میں نہیں تھا، جس دن آپ نے ہمارے ہاں دوبارہ آنا تھا اسی دن آپ کو اٹیک ہو گیا۔ اسی طرح ایک دفعہ میں دو کتابیں لے کر حضرو گیا، شیخ محترم نے حسبِ عادت حال احوال کے ساتھ ہی ان کتب پر نظر ڈالی، ورق گردانی کے بعد فرمانے لگے: ''حافظ صاحب! یہ کتابیں تو ہماری لائبریری میں نہیں ہیں۔'' میں نے سعادت جانتے ہوئے عرض کیا: شیخ محترم! یہ میری طرف سے ہدیہ رکھ لیں۔ کتاب کے کونے میں میرا نام لکھا ہوا تھا اُسے کاٹنے کے بجائے اس کے نیچے احتیاطاً لکھ دیا: ''وأخذ منه زبیر علی زئی.'' رحمه الله رحمةً واسعةً

دعوت و تبلیغ کے میدان میں

آپ پاکستان کے مختلف علاقوں میں دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے مسلک حق اہل حدیث کی دعوت عام کرنے کی

غرض سے پہنچتے۔ اپنے شاگردوں سے اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر طبیعت اجازت نہ دے تو کبھی پروگرام کی ہامی نہ بھرو، لیکن جب وعدہ کرلو تو ہر صورت وہاں پہنچو اور وقت سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرو تا کہ میزبان کو کسی بھی اذیت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

مجھے آج بھی وہ سفر نہیں بھولتا جب ہم بیاڑ/ دیر سے اٹیر کن گاؤں تقریباً دو سے تین گھنٹے میں پیدل پہنچے، کیونکہ وہاں جانے کے لیے گاڑی کا راستہ نہیں تھا اور سارا راستہ پہاڑی ہے کئی پہاڑ عبور کرنے کے بعد مذکورہ گاؤں پہنچے، وہاں راقم الحروف اور شیخ محترم نے خطاب کیا۔ واپسی پر بھی اسی طرح پیدل ہی آئے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے چونڈہ کے قریب کسی گاؤں میں درس کے لیے جانا تھا، مجھے بھی ساتھ چلنے کا کہا۔ سیالکوٹ تک تو ہم بآسانی پہنچ گئے، لیکن آگے جانے کے لیے جو گاڑی بھی ملے اس میں صرف کھڑے ہونے کی جگہ میسر تھی، بالآخر ہم ایک گاڑی میں کھڑے ہوگئے، مجھے بہت پریشانی اور افسوس ہو رہا تھا کہ شیخ محترم کھڑے ہیں، لیکن آپ اطمینان سے کھڑے تھے اور چہرے پر کوئی ناگواری نہیں تھی۔ ایسی تکالیف کے باوجود بھی قرآن و حدیث کی تعلیم کے لیے بر موقع پہنچتے۔ شیخ محترم اس حدیث:((من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده……)) کی عملی تصویر تھے۔ ایک بار ہم لاہور سے حضرو جا رہے تھے کہ راستے میں ڈرائیور نے گانے وغیرہ کی ویڈیو چلا دی، آپ فوراً کھڑے ہوئے اور اسے بند کرنے کا کہا تو ڈرائیور نے بند کردی، گاڑی میں چند نوجوان بیٹھے ہوئے تھے، ان کے کہنے پر ڈرائیور نے پھر چلا دی، دو تین بار ایسے ہی ہوا، بالآخر شیخ محترم کھڑے ہوئے اور بآواز بلند درس شروع کر دیا، تقریباً پندرہ بیس منٹ آلاتِ طرب کی حرمت اور فکر آخرت سے متعلق بڑا ہی متاثر کن درس دیا کہ بعد ازاں کسی کو بھی اس بارے میں جرأت نہ ہوسکی اور ہم نے اپنے سٹاپ ''ہٹیاں'' تک پُرسکون سفر کیا۔

سنت سے محبت اور بدعت سے نفرت

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سنت سے بہت زیادہ محبت کرنے والے تھے۔ اگر کوئی داڑھی منڈا ہوتا تو اس کا نکاح نہیں پڑھاتے تھے۔ حضرو کے ایک گاؤں میں ہمیں نکاح کی تقریب میں شامل ہونا تھا اور نکاح شیخ محترم نے پڑھانا تھا، کیونکہ ان کی شدید خواہش تھی کہ نکاح آپ ہی پڑھائیں۔ جب نکاح کے لیے دلہا آگے بڑھا تو اسے دیکھتے ہی شیخ رحمہ اللہ نے میرے کان میں کہا: نکاح میں نہیں پڑھاؤں گا، کیونکہ لڑکا کلین شیو ہے، عرض کیا: شیخ محترم! یہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں، کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔ کہنے لگے: ''مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی ایسے شخص کا نکاح پڑھاؤں جسے احترام سنت نہیں۔''

راقم الحروف کے نکاح کے موقع پر بھی ایسی صورت بن گئی تھی کہ ہمارے ہم زلف داڑھی منڈے تھے، شیخ محترم نے جونہی اسے دیکھا تو فرمانے لگے: ندیم صاحب! میں صرف آپ کا نکاح پڑھاؤں گا۔ عرض کیا: شیخ صاحب! اتنے لوگوں میں بہت عجیب صورت حال بن جائے گی۔ کہنے لگے: بنتی ہے تو بنے، لیکن میں صرف آپ کا نکاح پڑھاؤں گا، پھر فوراً کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں صرف حافظ ندیم ظہیر کا نکاح پڑھاؤں گا، دوسرے صاحب کا نکاح یہ مقامی عالم پڑھا دیں گے۔ وقتی طور

پر تو لوگوں کو یہ انداز غیر مناسب لگتا تھا، لیکن جب سوچ بچار کرتے تو زندگی ہی بدل جاتی اور اپنے چہروں کو نبی کریم ﷺ کی سنت سے مزین کر لیتے۔

ہمارے اسلاف بھی اہل بدعت سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے، ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کے صفحات پر بیسیوں ایسے اقوال سلف ملیں گے جن سے بدعتیوں سے نفرت جھلکتی ہے، حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی غیور اہل حدیث تھے جب انھیں معلوم ہو جاتا کہ فلاں بدعتی ہے تو اس کی تعظیم و تکریم دل سے نکل جاتی اور دیگر لوگوں کو بھی آگاہ کرتے رہتے کہ فلاں بدعتی ہے اس سے بچ کر رہیں۔ مرزا محمد علی جہلمی کے بعض کرتوت سامنے آنے پر اظہار لاتعلقی کر دیا۔ ایک دن میں شیخ محترم رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا کہ دو تین بار فون کی گھنٹی بجی، پھر خود ہی موبائل میری طرف بڑھاتے ہوئے بولے: یہ جہلمی مجھے فون کر رہا ہے، لیکن اب میں اس کا فون نہیں سنتا، مسجد نبوی میں بیٹھ کر بھی آپ نے کئی احباب کے سامنے مرزا سے براءت کا اعلان کیا تھا۔

بہت دفعہ ایسے ہوا کہ ہم مکتبہ میں کسی علمی کام میں مشغول ہوتے اور اچانک آندھی، طوفان یا بادل وغیرہ گرجنے کی آواز سنائی دیتی تو فرماتے: ''بس جی کام ختم'' پھر ہاتھ تھام کر مسجد لے جاتے اور جب تک موسم کی صورت حال ایسی رہتی، آپ اپنی زبان کو ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن مجید سے تر رکھتے، کبھی اندر تو کبھی صحن میں چکر لگاتے رہتے۔ میں جب بھی آپ کو اس حالت میں دیکھتا تو مجھے صحیح البخاری (۴۸۲۹) وغیرہ کی حدیث یاد آ جاتی اور یقیناً آپ کے پیش نظر یہی حدیث ہوگی اور آپ کا عمل اس حدیث کے مطابق تھا۔ استاذ محترم ایک باعمل اور متبع سنت شخصیت تھی، یقین جانیں آپ کے اعمال دیکھ کر بہت سی احادیث ذہن نشین ہو جاتی تھیں۔

مختلف نکات اور موقف جدیدہ سے آگاہی

شیخ محترم رحمہ اللہ کی یہ خوبی تھی کہ دورانِ مطالعہ میں کسی نکتے کو جانتے تو فوراً دوسرے کو بتا دیتے یا شذرات الذہب کی صورت میں چھاپ دیتے تھے۔ جن دنوں ''جزء رفع الیدین للبخاری'' تیاری کے مراحل میں تھی تو بعد از نماز عشاء فرمانے لگے: ابھی لائبریری میں مزید کام کرنا ہے، مجھے حیرت ہوئی کہ آپ تو عام دنوں میں عشاء کے فوراً بعد سو جاتے ہیں، بہر حال ہم لائبریری میں چلے گئے اور جزء کے راوی محمود بن اسحاق کا ترجمہ تلاش کرتے رہے، تقریباً دس بجے مجھ سے فرمایا: اب آپ جا کر آرام کرو۔ میں اپنے کمرے میں چلا گیا، ایک گھنٹے کے بعد مجھے تیز تیز قدموں کی آہٹ سنائی دی، تھوڑی ہی دیر میں شیخ محترم کئی کتب اٹھائے میرے سامنے کھڑے تھے۔ فرمانے لگے: مجھے معلوم تھا کہ آپ جلدی نہیں سوتے، اسی لیے میں یہ بتانے کے لیے آ گیا کہ محمود بن اسحاق کا ترجمہ مل گیا ہے اور خوشی خوشی سب حوالے مجھے دکھاتے جاتے۔ سبحان اللہ

آپ کے جانے کے بعد میں سوچتا ہی رہ گیا کہ کس قدر تڑپ ہے علم منتقل کرنے کی ورنہ آپ یہ سب مجھے صبح بھی بتا سکتے تھے۔ اگر میں لاہور یا اسلام آباد ہوتا تو بسا اوقات آپ ایک ہی دن میں کئی بار فون کر کے مختلف نکات اور مواقف

جدیدہ سے آگاہ کرتے، پھر ایک دن خود ہی فرمانے لگے: ''میں یہ چاہتا ہوں کہ ان نکات ومواقف کا میرے قریبیوں کوعلم ہونا چاہیے، کیونکہ زندگی موت کا کچھ پتہ نہیں۔'' اللہ اکبر

اس وقت تو یہ بات اتنی سمجھ نہ سکا، لیکن آپ کی وفات کے بعد کئی احباب نے ایسی اطلاعات دیں کہ خود پر رشک بھی آیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کیا کہ محدث العصر رحمہ اللہ نے مجھ ناچیز کو اس قابل سمجھا۔

برادرم مولانا تنویر الحق ہزاروی حفظہ اللہ ایک دن مجھ سے کہنے لگے: ''حافظ صاحب! شیخ محترم نے آپ کے لیے ایسے کلمات کہے ہیں کہ اگر وہ میرے لیے کہے ہوتے تو مجھے دنیا ومافیہا سے عزیز ہوتے۔'' میں نے حیرت سے پوچھا: کیا؟ تو انھوں نے کہا: شیخ محترم نے فرمایا تھا کہ عام طور پر محدثین کے بیٹے ان کے راوی ہوتے ہیں، لیکن میرا راوی حافظ ندیم ظہیر ہوگا۔ میرے بارے میں لوگ ندیم سے پوچھیں گے کہ میری رائے وموقف کیا تھا۔''

ایسی ہی بات فضیلۃ الشیخ ذوالفقار اثری حفظہ اللہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی نے اپنے لیٹر پیڈ پر لکھ کر سینڈ کی کہ میں نے فضیلۃ الشیخ عمران حفظہ اللہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی کی موجودگی میں شیخ محترم سے سوال کیا: آپ کے بعد ہم آپ کے مواقف جاننے کے لیے حافظ ندیم ظہیر سے رابطہ کیا کریں؟ تو آپ نے فرمایا: جی ہاں، بالکل۔

اسی طرح محترم وکیل ولی قاضی اور انجینئر سلمان علی بھائی وغیرہ نے مذکورہ صورت کی تائید میں کئی چیزیں بتائی ہیں۔

اس خصوصیت کے علاوہ بھی شیخ محترم رحمہ اللہ کا عام طرز عمل یہی تھا کہ شذرات کی صورت میں اہم نکات سے آگاہ کرتے رہتے۔ گویا آپ علم کا وہ بحر بیکراں تھے کہ جو ہمہ وقت دوسروں کو سیراب کرتا ہے اور یہ سلسلہ کبھی رکتا یا تھمتا نہیں۔ آج آپ کی وفات کے بعد بھی عوام وخواص آپ کی کتب سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ وللہ الحمد

سخاوت

شیخ محترم اسراف وفضول خرچی کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے، لیکن فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں کبھی بخیلی نہیں کی، اکثر ایک بزرگ مسجد کے ایک کونے میں کھڑے نظر آتے تو شیخ رحمہ اللہ غیر محسوس طریقے سے ان کے پاس جاتے اور اس انداز سے ان کی جیب یا ہاتھ میں پیسے تھما دیتے کہ عام آدمی جان نہیں پاتا تھا۔ جب بھی بازار جاتے تو اپنے شاگردوں سے باقاعدہ پوچھتے کہ کوئی چیز چاہیے یا کھانے پینے کے لیے کچھ لے آؤں؟

اور جب طالب علم گھر جاتے تو ان کی جیب میں حسب استطاعت پیسے ڈال دیتے، بلکہ کوئی ملنے کے لیے آتا تو اس سے بھی کرائے وغیرہ کا ضرور پوچھتے۔ جماعت اہل حدیث حضرو میں اگر کوئی مستحق ہوتا تو اس کے پاس جا کر حال احوال بھی پوچھتے اور تعاون بھی کرتے۔ علاوہ ازیں اپنے ادارے میں اساتذہ و دیگر سٹاف کا بھی بھرپور خیال رکھتے۔ میرے علم کے مطابق شیخ محترم ہی وہ مدیر الجامعہ تھے جنھوں نے کبھی تنخواہ دینے میں تاخیر نہیں کی، بلکہ ہمیشہ چار پانچ دن پہلے ہی ادا کر دیتے

تھے۔ رحمه الله رحمةً واسعةً.

قیام اللیل اور قرآن سے تعلق

شیخ محترم رحمہ اللہ عشاء کے فوراً بعد سونے کی حدیث پر عمل پیرا رہے اور قیام اللیل کے حکم پر بھی ہمیشہ کاربند رہے۔ حالتِ اقامت میں تو رات کا قیام ہوتا ہی تھا آپ کہیں سفر پر بھی ہوتے تو اس کا باقاعدہ اہتمام کرتے جو سفر آپ کے ساتھ کیے ان میں بخوبی مشاہدہ کیا تھا۔ اسی طرح قرآن مجید کے ساتھ آپ کو جنون کی حد تک لگاؤ تھا، یہی وجہ ہے کہ تیس کی دہائی عبور کر رہے تھے کہ چند ماہ میں قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا۔ نمازِ عشاء اور نماز فجر میں کئی بار قرآن مجید مکمل سنایا۔ اگر آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے حتیٰ کہ تلاوت سے ذہنی وقلبی سکون حاصل ہو جاتا۔ سفری بیگ میں جہاں دیگر کتب رکھتے وہاں قرآن حکیم رکھنا کبھی نہ بھولتے۔ آپ بہت زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے اور جو یاد کرتے اسے سناتے بھی خواہ کسی طالب علم ہی کو سناتے۔ قرآن مجید سے محبت ہی کے پیش نظر سب سے پہلے تفسیر ابن کثیر کی تخریج وتحقیق شروع کی، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے شروع شروع میں عرب علماء کی نگرانی میں کام شروع کیا تو الشیخ ابوفراس نے مجھے تفسیر ابن کثیر پر تحقیق کا کہا جو بعد میں مفقود ہو گئی تھی۔ اس دوران میں شیخ محترم کو چھ ہزار روپے تنخواہ ملتی تھی اور ہمیں بطور نصیحت فرمایا کرتے کہ میں صرف ایک ہزار روپے اپنے خرچے کے لیے رکھتا باقی سب والدہ ماجدہ کو دے دیتا تھا، یعنی ہمیشہ والدین کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے اور خود پر انھیں ترجیح دینی چاہیے۔

سادگی

استاذ محترم نے ہمیشہ سادگی سے زندگی گزاری، آپ میں تکلف نام کی کوئی چیز نہ تھی، مجھے مبشر بھائی نے بتایا کہ جب میں پہلی بار حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے گیا تو ایک بزرگ سا شخص مسجد کی صفائی میں مصروف تھا، میں نے ان سے کہا کہ حافظ زبیر علی زئی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں تو انھوں نے کہا: آپ بیٹھیں، نماز کے بعد ملاقات ہوتی ہے۔ (ان شاء اللہ) تھوڑی ہی دیر میں نماز کے لیے وہی بزرگ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی، تب مجھے معلوم ہوا کہ مسجد کی صفائی کرنے والے بزرگ ہی وقت کے محدث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہیں۔

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے بعض طلبا نے وہاں ایک پروگرام کا انعقاد کیا جس کے مہمان خصوصی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تھے۔ میزبان طلبا میں سے صرف ایک طالب علم شیخ رحمہ اللہ کو جانتا تھا باقی صرف نام ہی سے واقف تھے۔ جب شیخ محترم کی آمد کا وقت ہوا تو طلبا کی کثیر تعداد استقبال کے لیے مین دروازے پر کھڑی آپ کا انتظار کرتی رہی، اتنے میں اندر سے ایک بھائی باہر آئے اور ان طلباء سے کہنے لگے: آپ یہاں کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا: ہم محدث زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا انتظار کر رہے ہیں تو اس طالب علم نے کہا: وہ تو کب سے آ کر ہال میں تشریف فرما ہیں اور تمھیں معلوم ہی نہیں ہو سکا!!! دراصل شیخ رحمہ اللہ

بالکل سادھے لباس میں اور عام سی چپل پہنے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انھوں نے ایک عامی شخص جان کر کوئی توجہ ہی نہ دی اور وہ سمجھتے رہے کہ اتنے بڑے محدث ہیں تو یقیناً ٹھاٹ سے آئیں گے، جبکہ شیخ رحمہ اللہ تو سادگی و عاجزی سے ان کے پاس سے گزر کر چل دیے اور طلباء اندازہ ہی نہ کر سکے۔

ایک دفعہ اسلام آباد سے ایم این اے صاحب مکتبہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ واپسی پر اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہنے لگے: کوئی کام وغیرہ ہو تو مجھے ضرور آگاہ کیجیے گا۔ جب وہ ایم این اے صاحب چلے گئے تو آپ نے وہ کارڈ پھاڑ دیا۔ میں نے عرض کیا: شیخ محترم اسے پھاڑ کیوں دیا ہے؟ تو فرمانے لگے: تاکہ کوئی حرص نہ رہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان جمہوری و سیاسی امور سے محفوظ رکھے اور مسجد و مدرسے سے محبت برقرار رہے۔

جب گھر کافی بوسیدہ ہو گیا تو اس کی تعمیر نو کی طرف اہل خانہ نے توجہ دلائی۔ ایک دن میرا ہاتھ تھام کر مجھے زیر تعمیر گھر کی طرف لے آئے، پھر فرمانے لگے کہ اب مکان کی حالت بہت زیادہ خستہ ہو چکی تھی تو مجبوراً بنانا پڑ گیا ہے، ساتھ ہی یہ شعر بڑے دلسوز انداز میں پڑھا:

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ‌ ‌ ‌ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

قارئین کرام! طوالت کے اندیشے کی بنا پر انھیں گزارشات پر اکتفا کر رہا ہوں ورنہ آپ کے حالاتِ زندگی ضخیم کتاب کے متقاضی ہیں اور زندگی نے ساتھ دیا تو ضرور ایک تفصیلی کتاب مرتب کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

خدماتؒ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا علمی مقام

پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن حفظہ اللہ*

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسوله الأمین، أما بعد:

مجھے الحمدللہ 1413ھ سے 1417ھ تک ریاض میں بسلسلہ دکتورہ قیام کرنے کا موقع ملا، آخری سال میں تحقیقی مقالہ پیش کرنے کے بعد میرے پاس فارغ وقت تھا، مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب (دارالسلام) کی خواہش پر ان کے ہاں تحقیقی کام کرنے کا موقع مل گیا، اس وقت ان کے ہاں صحیح مسلم کے مختلف نسخوں کا تقابل جاری تھا، جس میں چند اہل علم مصروف تھے، وہیں پر ایک نوجوان محقق سے ملاقات ہوئی، بات چیت کے بعد معلوم ہوا کہ یہی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہیں جو مجاہد صاحب کی دعوت پر دارالسلام آئے ہوئے ہیں اور اس تحقیقی کام میں مصروف ہیں، اس طرح مجھے ان کے ساتھ کچھ ایام کام کرنے کا موقع ملا، ان چند دنوں میں ان کی تحقیقی صلاحیت، اسماء الرجال پر ان کی بھرپور نظر اور متون حدیث کی باریکیوں کے بارے میں دقت نظر نے بہت متاثر کیا۔

پاکستان آکر جب انھوں نے اپنا مجلّہ شائع کرنا شروع کیا، ان سے ذہنی رابطہ برقرار رہا، ایک دفعہ مسجد توحید کی لائبریری مکتبہ ضیاء السنہ میں بھی تشریف لائے۔

اسی دوران میں اُن کی مختلف مطبوعات سے بھی آگاہی ہوتی رہی، جو کہ تحقیق اور بحث و مباحثہ کی بہترین مثالیں ہیں، اردو میں تالیفات کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں بھی ان کا قلم رواں دواں تھا، اور اس سے کئی کتب ان کی تالیف یا تحقیق کی صورت میں منظرِ عام پر آئیں۔

شیخ محترم کی بے شمار تصانیف، علمی مقالات اور شذرات سے ان کے علم کی گیرائی اور گہرائی واضح ہوتی ہے، ان کے علمی مقام کے لیے ان کی کتابیں بہترین دلیل ہیں، ان کے مطالعہ سے ہمیں مندرجہ ذیل خصوصیات نظر آتی ہیں۔

۱) وسعت مطالعہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتب پر نظر دوڑانے سے ان کے وسیع مطالعہ، اور کتب پر بھرپور نظر کا احساس ہوتا ہے، کوئی بھی مسئلہ ہو وہ دلائل کے ساتھ اس پر بھرپور اظہار خیال کرتے ہیں، اور دلائل صرف مطبوعہ کتب سے ہی نہیں بلکہ مخطوط یا نادر کتب سے بھی دیتے ہیں۔

اس کی ایک مثال ان کی کتاب تحفۃ الاقویا فی کتاب الضعفاء میں دیکھی جا سکتی ہے جس میں ہر راوی کے بارے میں مصادر کا ذکر کیا ہے اور بعض رواۃ کے تذکرے میں پانچ، چھ کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔

اسی طرح مقالات میں پہلی جلد میں نعیم بن حماد الخزاعی کے بارے میں اقوال نقل کرتے ہوئے جارحین کے نو سے زائد اقوال اور معدلین کے چوبیس اقوال نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ ثقہ راوی تھے، ان کے بارے میں جرح

* مدرس انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی و مدیر دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد

نا قابلِ قبول ہے۔(449-467/1)

اس طرح بھر پور انداز سے اپنا موقف ثابت کرنا وسیع مطالعے کے ذریعے سے ہی ہوسکتا ہے۔

۲) ناقدانہ نظر

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتب سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ہر مسئلے کو انتہائی دقتِ نظر اور جرح و تعدیل کے اصولوں پر پرکھ کر قبول یا رَد کرتے تھے، مثال کے طور پر تحفۃ الاقویا (ص8) کے شروع میں امام ترمذی کی طرف منسوب العلل الکبیر کے بارے میں فرماتے ہیں: ''یہ نسبت ثابت نہیں ہے، اس لیے کہ اس کا راوی ابو حامد التاجر مجروح و ساقط العدالۃ ہے۔''

جبکہ اکثر اہلِ علم نے اس کتاب کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے، اور اب مطبوعہ صورت میں متداول ہے۔

اسی طرح انوار الصحیفہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے ضعیف احادیث کے بارے میں اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے اور شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق سے کئی مقامات پر اختلاف بھی کیا ہے۔

۳) قرآن وحدیث اور سلف صالحین سے شدید محبت اور لگاؤ

حافظ زبیر رحمہ اللہ کے نزدیک دین کا اصل مصدر قرآن و حدیث ہے، جیسا کہ مقالات (11/6) میں فرماتے ہیں: ''عقیدہ ہو یا مسائل و احکام اہلِ حدیث کا ہر متفقہ مسئلہ صحابہ و تابعین و سلف صالحین سے ثابت ہے۔'' اس کے بعد انھوں نے مشہور مسائل کو صحابہ و تابعین اور سلف صالحین سے ثابت کیا اور اس کے مقابلے میں وہ خلافِ سنت کسی بھی مسئلے کے بارے میں مداہنت کے قائل نہ تھے، بلکہ اپنی پوری تحقیق اور مطالعے سے راجح مسئلہ بیان فرماتے تھے۔

٤) قوت حافظہ

قوت حافظہ ان کا زبردست ہتھیار تھا، جس کے ذریعے سے وہ مخالف کو مسکت دلائل دے کر خاموش کراتے تھے، اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب بروقت دلیل ذہن میں آجائے اور اس مسئلہ کے جواب کے لیے مناسب ہو۔ اسی طرح مختلف مسائل کے تذکرے میں بھی اگر کوئی بات ضمناً آجاتی ہے تو اس پر بھی تبصرہ جانے نہیں دیتے بلکہ اس پر بھی ضرور اپنی رائے یا تبصرہ کا اظہار کرتے ہیں۔

٥) استنباط احکام

قرآن و حدیث میں سے فقہی مسائل کا استنباط کرنا ایک مشکل اور دقیق کام ہے، یہ کام وہی کرسکتا ہے جو ایسی دقتِ نظر اور باریک بینی سے مطالعہ کرتا ہو اور نص کی باریکیوں کو سمجھ سکتا ہو۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ہاں یہ استنباطی قوت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ اضواء المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں باب الایمان بالقدر کی فصل اول کی پہلی حدیث (114/1) کی تخریج کے بعد فقہ الحدیث کے عنوان سے اس حدیث پر کلام کرتے ہیں اور گیارہ صفحات (114-126) پر تقدیر کے مسئلے کو اس حدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں، اور اسی طرح ہر حدیث کے بعد فقہ الحدیث کے تحت آٹھ سے بارہ تک احکام مستنبط کر کے قاری کے ذہن کو منور کرتے ہیں اور بعض مرتبہ کئی جانبی مسائل بھی ذکر کرتے چلے جاتے ہیں، جیسا کہ حدیث نمبر (88) کے فقہ الحدیث کے آخر میں فرماتے ہیں: ''متقی شاگرد اگر غلط فہمی سے کوئی غلط سوال بھی

کر دے تو استاد کو چاہیے کہ نرمی، تحمل اور حکمت عملی سے جواب دے۔''

٦) اپنی تحقیق پر اعتماد

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اپنی تحقیق اور علمی رسائی پر مکمل اعتماد تھا، جس کی بنیادی وجہ ان کا گہرا مطالعہ اور تمام مصادر پر یکساں نظر تھی، اسی لیے وہ کسی اور کی تحقیق کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ انوار الصحیفہ میں سنن اربعہ کی احادیث پر شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق پر اعتماد نہیں کیا، بلکہ اپنی تحقیق سے احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگایا، نیز دیکھئے اضواء المصابیح (146/1) جہاں انھوں نے مسند احمد کے محققین کا الموسوعہ الحدیثیہ میں اس روایت کو ضعیف قرار دینے کو رد کیا ہے اور ثابت کیا کہ زیر بحث راوی ثقہ وصدوق ہے، لہٰذا وہ حسن الحدیث کہلائے گا اور اس روایت کی سند حسن ہے۔

۷) مخالفین پر شدید تنقید

حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنے مقالات میں عموماً اور بعض حالات میں خاص طور پر اپنے مخالفین پر شدید علمی تنقید کیا کرتے تھے، اور یہ تنقید ہمیشہ دلیل کی بنیاد پر ہوتی تھی، اور اس میں کسی قسم کا ذاتی کیچڑ اُچھالنے یا سب وشتم کا عنصر دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔

اس کی مثال اضواء المصابیح (143/1، 144) میں ملتی ہے جس میں بریلوی حضرات کے اس عقیدے کا سختی سے رد کیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر نور سے ساری کائنات بنائی۔''

اس کے رد میں احمد رضا خان بریلوی کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''عبارت مذکورہ میں احمد رضا خان نے کئی جھوٹ بولے ہیں'' اور ان کی تفصیل بیان کرنے کے بعد حافظ صاحب تحریر کرتے ہیں: ''اس عبارت میں سیدنا آدم علیہ السلام پر صریح جھوٹ اور بہتان باندھا گیا ہے کیونکہ "یا ابنی صورة و أبائی معنی" کے الفاظ سے یقیناً ثابت نہیں بلکہ اس کے سراسر برعکس آدم علیہ السلام نے معراج والی رات نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے وقت فرمایا تھا: "مرحبا بالنبی الصالح و الإبن الصالح" ......سیدنا آدم علیہ السلام نے تو نبی کریم ﷺ کو اپنا بیٹا کہا اور اس کے مقابلے میں احمد رضا خان نے جھوٹی اور بے اصل روایت کے ذریعے سے یہ دعویٰ کر دیا کہ آدم علیہ السلام تو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں۔ نعوذ باللہ من هذا الکفر''

اسی طرح مقلد علمائے کرام کے اقوال کا رد وہ علمی دلائل اور انتہائی سخت انداز سے کیا کرتے تھے۔

۸) وسعت تحقیق

حافظ صاحب رحمہ اللہ حدیث ہو یا کسی کا قول ہو اس کی تحقیق میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ حتی الوسع اس میں تحقیق کیا کرتے تھے، اور اس نص کے بارے میں مکمل معلومات مہیا کرتے تھے، جیسا کہ اضواء المصابیح کی حدیث نمبر 14 میں مذکور اعرابی کے نام کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حدیث میں مذکور اعرابی کے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سعد ہے اور بعض عبد اللہ بن اخرم کہتے ہیں، کچھ کی تحقیق میں اس سے مراد لقیط بن عامر یا ابن المنفق ہے'' (43/1)

پھر اس کے متصل بعد فرماتے ہیں: ''اعرابی کے نام میں اختلاف چنداں مضر نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ ضرور بالضرور نام معلوم کیا جائے۔'' اس توسع کے نتیجے میں استطرادبھی ہو جاتا ہے اور اصل مسئلے پر گفتگو کے ساتھ دیگر مسائل بھی زیر بحث آ جاتے ہیں، جیسا کہ مقالات میں یمن کے سفر کے دوران میں رخ اذان دینے کا ذکر آیا تو اس موضوع پر صحیح روایت کے ذریعے سے ثابت کیا کہ قبلہ رخ اذان دینے پر اجماع امت ہے۔ (مقالات علمیہ 519/2)

اس طرح عذاب قبر کے حوالے سے گفتگو میں اس موضوع پر منکرین عذابِ قبر کا رد کرتے ہوئے صحیح عقیدہ بیان کیا۔ (مقالات علمیہ 520/2)

وسعتِ تحقیق کی ایک مثال اضواء المصابیح (64/1) میں حدیث نمبر 30 کے تحت ذیل میں دیکھی جا سکتی ہے، جس میں ایک راوی کے احوال بیان کرتے ہوئے پورے ایک صفحہ پر اس کی توثیق بیان کی ہے اور جس نے اسے ضعیف کہا، اس کا رد کیا ہے۔ اسی طرح مقالات (27/2) میں خاص اور عام سے متعلق بحث کرتے ہوئے دس قدیم وجید اہل علم کے اقوال سے ثابت کیا کہ خاص عام پر مقدم ہے۔

۹) دقت نظر

حافظ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق میں نصوص کے مطالعے میں انتہائی دقت نظری اور باریک بینی کا احساس ہوتا ہے جس طرح وہ ایک ایک راوی کے حالات، اقوال جرح وتعدیل اور ان پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے چلے جاتے ہیں، اس سے ان کے باریک بین مطالعے کا اندازہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر انھیں اس دوران میں اپنی تحقیق کے بارے میں شبہ پیدا ہو جاتا کہ اس میں غلطی رہ گئی ہے تو رجوع کرنے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتے تھے، اور بلا جھجک اعتراف کرتے تھے اور اس کی تصحیح کا برملا اعلان بھی کرتے تھے۔ اضواء المصابیح (71/1) پر تنبیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''راقم الحروف نے جزء رفع الیدین کی تحقیق میں لکھا ہے کہ ''ابو ہلال محمد بن سلیم الراسبی، البصری کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے، واللہ اعلم۔ (ص 55 تحت ح 20) یہ تحقیق غلط ہے، صحیح یہی ہے کہ ابو ہلال مذکور ضعیف راوی ہے، لہٰذا جزء والی عبارت کی اصلاح کر لی جائے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جزء والی روایت سابقہ شواہد (جزء رفع الیدین: 29) کی رُو سے حسن ہے۔''

۱۰) اسماء الرجال اور جرح وتعدیل پر گہری نظر

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیقات میں یہ پہلو بہت واضح اور گہرا نظر آتا ہے کہ اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کے حوالے سے اس عصر کے امام تھے، روایت کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے جس مہارت اور دقت نظر سے رجال پر گفتگو کرتے ہیں وہ انہی کا خاص حصہ ہے۔ اضواء المصابیح (147/1) میں حدیث نمبر 97 کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

''ابو خزامہ کو امام ترمذی کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ قرار نہیں دیا، چونکہ امام ترمذی تصحیح وتضعیف میں متساہل تھے، لہٰذا جب تک کوئی دوسرا معتبر محدث ان کی تائید نہ کرے تو راوی مجہول یا مجروح ہی رہتا ہے، صورت مذکورہ میں ابو خزامہ مذکور مجہول الحال راوی ہے اور یہ صحابی نہیں۔ اگر اس روایت کو صحیح ثابت کر دیا جائے تو پھر اہل سنت کی دلیل ہے کہ عقیدہ توحید برحق ہے۔''

اسماء الرجال پر تحقیق کی بے شمار مثالیں ان کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے، مثال کے طور پر مقالات (428) میں مقالہ نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب کے ذیل میں راوی کے بارے میں انتہائی علمی انداز میں مدلل گفتگو فرمائی ہے، ان کے بارے میں جارحین کے سات جبکہ معدلین کے چھبیس (26) اقوال نقل کیے ہیں اور ان کی توثیق ثابت کی ہے، اسی طرح نعیم بن حماد الخزاعی اور دیگر محدثین کرام کے بارے میں انتہائی مدلل اور معتبر تفصیل پیش کی ہے۔

اس فن سے اپنی شیفتگی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''راقم الحروف کو اسماء الرجال سے والہانہ لگاؤ ہے، اس سلسلے میں انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل نامی کتاب لکھ رہا ہوں، جو کہ معاصر علماء وغیرہم کی جرح وتعدیل پر ہے۔''

(مقالات 498/1)

ان کی اس کتاب کا نمونہ شیخ محبّ اللہ شاہ راشدی پر مضمون میں ملتا ہے جس میں محدثین کے طریقے کے مطابق ان کے بارے میں اہل علم کے اقوال نقل کیے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ آج کے دور میں محدثین کے منہج کے مطابق معاصر علماء کو بھی جرح وتعدیل کے میزان پر رکھتے تھے جو کہ اپنی جگہ ایک منفرد کوشش ہے۔

حافظ صاحب کی کتاب میں ایک نمایاں کتاب ان کے مقالات کا مجموعہ ہے جو ان کے رسالے ماہنامہ الحدیث میں باقاعدگی سے شائع ہوتے تھے، ان مضامین کو مندرجہ ذیل عناوین کے تحت جمع کیا گیا ہے:

* عقائد: مسلک اہل حدیث اور اس کے بارے میں شبہات کا رد
* تذکرہ رحمۃ للعالمین: سیرت طیبہ کے بارے میں مقالات
* عبادات کے باب میں خصوصاً طہارت اور نماز کے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔
* اصول حدیث اور تحقیق روایات
* تذکرہ علمائے حدیث: جس میں قدیم و جدید علماء کی سوانح جمع کی گئی ہیں۔
* تذکرۃ الراوی: جس میں مختلف راویان کرام کو جرح و تعدیل کی نظر سے دیکھ کر ان کی حیثیت بیان کی گئی ہے۔
* باطل مذاہب ومسالک کے شبہات کا جائزہ اور ان کا رَد
* شذرات الذہب
* متفرق مضامین

ان مقالات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ صرف حدیث اور اصول حدیث ہی میں مہارت نہیں رکھتے تھے بلکہ دیگر علوم وفنون پر بھی ان کی یکساں نظر تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کے شاگردوں اور احباب کو توفیق عطا فرمائے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی غیر مطبوعی نگارشات کو منظر عام پر لا سکیں اور ان کا علم ان کے لیے صدقہ جاریہ بنتا رہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کے درجات بلند کرے، اور ان کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائے۔ آمین

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

(علمی و تحقیقی آثار: ایک تعارفی جائزہ)

پروفیسر شاہد ظفر بٹ*

1- حالات زندگی

(ا) تعارفی نوٹ: محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مختصر حالات زندگی اور آپ کی قلمی کاوشوں کا تعارف ہدیہ قارئین ہے۔ مقالہ ھذا میں پیش کردہ مختصر حالات زندگی کے آخر پر تفصیلی حالاتِ زندگی کے بارے میں متعلقہ کتب اور رسائل و جرائد کی بھرپور راہنمائی کی کوشش کی گئی ہے۔ محدث العصر رحمہ اللہ کی قلمی کاوشوں کی دستیابی پر تفصیلی اور عدم دستیابی پر اجمالی تعارف ہی احاطۂ تحریر میں لانا ممکن تھا۔ تاہم اللہ کے خاص فضل و کرم سے فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی قلمی کاوشوں خصوصاً کتابوں کی ایک تفصیلی جامع فہرست ضرور منضبط ہو گئی ہے۔

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی بعض غیر مطبوع قلمی کاوشوں پر آپ رحمہ اللہ کی اپنی کتب، کتاب الاربعین لابن تیمیہ اور شمائل ترمذی میں بذات خود پیش کردہ اپنی فہارس کتب سے آگاہی ممکن ہوتی ہے۔ بصورت دیگر آپ کی متعلقہ کتب میں مذکورہ مقامات کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ تاہم ان میں سے بعض کاوشوں کی دستیابی یا ان تک رسائی ممکن نہ ہو پائی تو ان کے خارجی و داخلی تعارف کے بارے میں کچھ بھی زیرِ قلم نہیں لایا جا سکا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسی منفرد و منضبط تحریر و تحقیق، تراجم و حواشی، تصنیفات و تالیفات لائبریری کی زینت بنی رہے، خدانا خواستہ دیمک کی خوراک بننے یا علوم دینیہ کے سارق خدام کے ہتّے چڑھنے سے پہلے پہلے ان کی طبع آسان فرمائے۔ آپ کے حقیقی و علمی وارثان کی اپنے غیب کے خزانوں سے خوب مدد فرمائے اور یہ قیمتی علمی تراث دست بردِ زمانہ کا شکار ہو کر لاپتہ ہونے یا بعض خدام العلم والعلماء کی ذاتی تحقیق بن کر سامنے آنے سے پہلے پہلے اہل ذوق کے ہاتھوں کی زینت اور قلب و جگر کی علمی و تحقیقی پیاس کی فرحت کا سامان بنے۔ (آمین ثم آمین)

مقالہ ھذا میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی مطبوع کتب پر بھرپور نشان دہی اور اہل علم کی آگاہی کی غرض سے جامع معلومات سپرد قلم ہیں اور شیخ محترم رحمہ اللہ خود اپنی کتب کے بارے میں اپنا موقف یوں بیان فرماتے ہیں:

''راقم الحروف نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ ''میری صرف وہی کتاب معتبر ہے جسے مکتبہ الحدیث حضرو یا مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد/ لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ یا اُس کتاب کے آخر میں میرے دستخط ہیں'' ......کئی بار عرض ہے کہ میں صرف تین قسم کی کتابوں کا ہی ذمہ دار ہوں:

1: جو مکتبہ الحدیث حضرو سے شائع شدہ ہیں

2: جن کے آخر میں ہر ایڈیشن کے لحاظ سے میرے دستخط ہیں۔

3: جو کتابیں محترم محمد سرور عاصم حفظہ اللہ کے مکتبہ اسلامیہ (فیصل آباد/ لاہور) سے شائع شدہ ہیں۔

* صدر شعبہ علوم اسلامیہ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد

تنبیہ: ان شروط ثلاثہ کے علاوہ کسی کتاب یا تحریر کا میں ذمہ دار نہیں، لہٰذا رَد برائے رد اور راقم الحروف کے مخالفین کی، ان شرائط مذکورہ کے خلاف ہر کوشش مردود ہے۔

وما علینا إلا البلاغ (15 فروری 2012ء)

(ماہنامہ الحدیث، ربیع الثانی جمادی الاول 1433ھ/ مارچ اپریل 2012ء جلد:9، شمارہ:4، 5، مسلسل اشاعت نمبر 94 ص6، ص9)

لہٰذا کسی کتاب یا تحریر میں آپ کی فکر ورائے اور تحقیق و تخریج کے بارے میں مذکورہ بالا شروط ثلاثہ کی روشنی میں فیصلہ کرنا ہی قرین انصاف ہے اور آپ کے قارئین وناقدین ان شروط ثلاثہ کی پابندی کے ساتھ ہی آپ کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنے کے پابند ٹھہرتے ہیں۔

ب۔ مختصر حالات زندگی:

برصغیر کے علامہ البانی رحمہ اللہ، عالم اسلام کے عظیم محقق اسانید ومتون حدیث یگانہ روزگار، ماہر علوم الحدیث واسماء الرجال، تخریج اور تصحیح وتضعیف حدیث میں یادگار محدثین، فہم سلف صالحین کے نامور داعی، وسیع النظر عالم دین، بہترین کتاب دوست وعلم پرور، کتب حدیث کے عظیم ذخیرے کے مالک، مستحضر مطالعہ سے متصف وممیز، فقہ الحدیث کے ماہر، متون فقہ پر گہری نظر رکھنے والے، فن مناظرہ کے دھنی، احقاق حق اور ابطال باطل میں حق گوئی کے علمبردار، فرق باطلہ کے خلاف تیغ بے نیام، المؤمن غر کریم کے مجسم بے ریا، غرور علمی اور پندار تقویٰ سے بے نیاز، بالائے خوف لومۃ الائم، رجوع الی الحق کے پیکر بے مثال، جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ، ذہبی دوراں، امام الجرح والتعدیل ابو طاہر حافظ محمد زبیر علی زئی محمدی المعروف حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ حاجی مجدد خان کے ہاں 25 جون 1957ء بمطابق 5 محرم 1377ھ کو اپنے آبائی گاؤں پیرداد، حضرو ضلع اٹک میں پیدا ہوئے اور صرف 56 سال 5 ماہ اور 15 دن کی عمر میں 10 نومبر 2013ء بمطابق 5 محرم الحرام 1435ھ بروز اتوار بوقت 07:00 بجے صبح اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ (إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون.)

19 ستمبر 2013ء سے تادم واپسیں آپ نے بعارضہ برین ہیمرج یہ ایام موت وحیات کی کشمکش میں بحالت نیم بے ہوشی گزارے۔ آخری ایام کی یہ تکالیف آخرت کی آسودگی کا ذریعہ ٹھہریں۔ (آمین ثم آمین)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا رنگ سرخ گندمی، چہرہ قدرے چوڑا، پیشانی کشادہ، آنکھیں موٹی اور چمکدار، داڑھی گھنی سینہ ڈھانپے ہوئی اور قد انتہائی موزوں تھا۔ آپ زیادہ تر شلوار قمیص زیب تن فرماتے تھے۔ کبھی کبھار چادر (دھوتی) بھی باندھ لیتے تھے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ فاضل درس نظامی (1990ء) و فاضل وفاق المدارس السلفیہ تھے۔ درسِ نظامی کے آخری سال کے آخری تین ماہ کے لیے آپ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ تشریف لائے تھے۔ ناظم جامعہ شیخ الحدیث مولانا عبداللہ رحمہ اللہ (28 اپریل 2001ء/ صفر 1422ھ) نے آپ کو شامل امتحان کرنے سے مطلق انکار کر دیا۔ اسی قدر جزم اور بھرم کے ساتھ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ (متوفی 26 فروری 2012ء/ 4 ربیع الثانی 1433ھ) اور حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ نے آپ کے شامل امتحان ہونے پر اصرار کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنے شیوخ کے مان کی لاج نبھائی اور امتحان فاضل درس نظامی میں اول پوزیشن حاصل کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔

آپ نے بطور پرائیویٹ امیدوار جامعہ پنجاب لاہور سے ایم اے اسلامیات (1983ء) اور ایم اے عربی (1994ء) کی ڈگری حاصل کی۔ نیز آپ رحمہ اللہ نے ایم اے انگلش کی مکمل تیاری ضرور کی تھی، لیکن والدہ محترمہ کی بیماری کے سبب امتحان نہ دے پائے۔ یہ بات اہل علم کے لیے یقیناً حیران کن ہوگی کہ آپ نے کتابستان کی انگلش ڈکشنری زبانی یاد کر رکھی تھی۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے قبل یہ امتیاز استاذ محترم پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری رحمہ اللہ (متوفی 21 اپریل 1991ء/ 6 شوال 1411ھ) کو حاصل تھا۔ آپ فرمایا کرتے کہ ڈکشنری کا صفحہ اس لیے کھول کر دیکھتا ہوں کہ اس میں سے کون سا لفظ مجھے یاد نہیں۔

(فللّٰہ درہ وللّٰہ الحمد)

جناب زبیر علی زئی رحمہ اللہ قرآن مجید صرف چار مہینوں میں یاد کرنے کا شرف رکھتے تھے۔ آپ کے تفصیلی حالات زندگی راقم السطور نے 2002ء میں ''محقق دوراں زبیر علی زئی'' کے زیر عنوان قلم بند کیے تھے جو کہ ہمارے ممدوح ابو طاہر محمد زبیر علی زئی کی کتاب '' نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین''، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، اپریل 2002ء، طبع اول کے صفحہ 8 تا 15 موجود ہیں۔

(تفصیلی حالات زندگی کے لیے ملاحظہ ہو: نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، اپریل 2002ء ص 8 تا 15: محقق دوراں زبیر علی زئی از قلم ڈاکٹر خالد ظفر اللہ؛ محمد اسحاق بھٹی، گلستان حدیث، مکتبہ قدوسیہ لاہور 2011ء ص 534 تا 542: حافظ زبیر علی زئی؛ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، شمارہ 44 جلد 65، 15 تا 21 نومبر 2013ء، ص 4 ''جماعت اہل حدیث کے لیے ایک سانحہ'' از قلم حافظ محمد شاکر (مدیر) ص 16 تا 20 ''حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ'' از قلم مولانا محمد اسحاق بھٹی؛ ماہنامہ محدث لاہور، شمارہ 363، جلد 45، عدد 5، دسمبر 2013ء، ص 86 تا 98: ''علامہ حافظ محمد زبیر علی زئی'' از قلم ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی؛ پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی، 16 محرم الحرام 1435ھ/ 21 نومبر 2013ء جلد نمبر 96، شمارہ 2، ص 5 تا 6، ''آسمان علم کا روشن ستارہ ڈوب گیا'' از قلم عبدالعظیم حسن زئی (مدیر)؛ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، 24 تا 30 محرم الحرام 1435ھ/ 29 نومبر تا 5 دسمبر 2013ء، ص 20 تا 21، ''حافظ زبیر علی زئی......ایک مثالی شخصیت''؛ پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی، یکم صفر المظفر 1435ھ/ 5 دسمبر 2013ء، جلد نمبر 96 شمارہ: ؟، ص 27 تا 29، مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ از قلم فضل اکبر؛ ماہنامہ دعوت اہل حدیث کراچی، سلسلہ نمبر 150، جلد نمبر 13، شمارہ نمبر 6، صفر 1435ھ/ دسمبر 2013ء، ص 4 تا 6 ''حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وکیل مسلک اہل حدیث کی رحلت'' از قلم ذوالفقار علی طاہر (مدیر)؛ ماہنامہ پیام آگہی 7، فیصل آباد، صفر 1435ھ/ دسمبر 2013ء، ص 14 تا 15 ''اک چراغ اور بجھا'' از قلم محمد ابوبکر فاروقی؛ ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور، جلد 22، شمارہ: 12، دسمبر 2103ء/ صفر 1435ھ، ص 69 تا 70: ''حافظ القرآن والحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ: آسمان علم وعمل کے درخشندہ ستارے از قلم ابوانس (دارالسلام)؛ ماہنامہ مجلّہ الحرمین کراچی، شمارہ 1، جلد 6، جنوری 2014ء ص 54-55، 59: ''محدث عصر حافظ زبیر علی زئی'' از قلم مولانا محمد اسحاق بھٹی؛ ماہنامہ ضرب حق سرگودھا، ربیع الثانی 1435ھ/ فروری 2014ء شمارہ نمبر 46، ص 2 تا 16: ''میرے شیخ،

میرے محسن، میرے مربی فضیلۃ الشیخ محدث العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ '' ازقلم ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی (کراچی)، محرم الحرام 1435ھ/ دسمبر 2013ء، شمارہ نمبر 44، ص 2 تا 8: ''سوانح عمری شیخ الحدیث محقق العصر امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تعالیٰ'' ازقلم ابو عبد اللہ عبد الواحد، جمادی الاخریٰ 1435ھ/ اپریل 2014ء، شمارہ نمبر 48، ص 2 تا 6: ''محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ چند یادیں کچھ باتیں'' ازقلم الشیخ عبد الرشید ضیاء حفظہ اللہ؛ سہ ماہی البیان کراچی، جولائی تا ستمبر 2013ء/ رمضان تا ذوالقعدہ 1434ھ، سلسلہ نمبر 8، ص 106 تا 116: ''حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحہ وفات ازقلم حافظ محمد یونس اثری؛'' ہفت روزہ الاعتصام لاہور، شمارہ 25 جلد 66، 21 شعبان المعظم 1435ھ/ 20 تا 26 جون 2014ء، ص 13 تا 19، قسط (1) ''الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ '' ازقلم حافظ صلاح الدین یوسف، شمارہ نمبر 26، جلد 66 ص 22 تا 28 قسط (2) آخری، مجلّہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، شمارہ: 102، رمضان المبارک 1436ھ/ جون 2015ء- ص 33 تا 34: استاذ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علیہ، تحریر: جناب مولانا محمد یاسین شاد- ملتان۔

تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرنا چاہوں گا کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے ہاں 92-1991ء سے آنا جانا تھا۔ آپ کے مورخہ 7 اپریل 2013ء بروز اتوار قبل از دوپہر غریب خانہ ''رندھاوا ہاؤس'' فرید ٹاؤن، سمندری میں تشریف آوری باعث قدوم میمنت لزوم تھی۔ بعد از قیام وطعام آپ نے نماز ظہر مرکزی جامع مسجد اہل حدیث، نہر بازار سمندری میں ادا فرمائی۔

بسلسلہ ماہانہ پروگرام بعنوان ''صراط مستقیم'' درس قرآن وحدیث ارشاد فرمایا۔ آپ کے ساتھ ظاہری تعلق آپ کی نماز جنازہ (10 نومبر 2013ء بروز اتوار رات 8 بجے بعد از نماز عشاء بمقام حضرو، اٹک) کی ادائیگی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، لیکن فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں آئے روز جنم لیتی ہیں اور نہ دلوں ہی سے کبھی جُدا ہوتی ہیں۔

؎ احب الصالحین ولست منهم
لعل اللّٰه یرزقنی صلاحا

2- علمی وتحقیقی آثار:

محدث العصر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے علمی وتحقیقی آثار کا تعارفی جائزہ ہدیۂ قارئین ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے حیات مستعار کا ایک ایک دن علمی وتحقیقی دنیا میں کس قدر مصروف بسر کیا؟

آپ کے علمی وتحقیقی کاموں کی تفصیلات اس پر آگاہی کے ساتھ ساتھ قارئین کو حیران وپریشان چھوڑتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر علم وفضل سے نوازا تھا اور ان کے اوقات کار میں کس قدر برکت ڈالی تھی۔ اس کا علم دنیا کو پس ازمرگ ہورہا ہے اور بے ساختہ دلی دعائیں آپ کا توشۂ آخرت بن رہی ہیں۔ یا اللہ! اپنے اس مخلص بندے کی تمام تر تحقیقی کاوشیں قبول فرما اور لوگوں کے علم وعمل اور رُشد وہدایت کا سامان ٹھہرا۔ (آمین ثم آمین)

محدث العصر رحمہ اللہ کے علمی وتحقیقی کارناموں کو درج ذیل ترتیب وتقسیم کے مطابق زیرِ قلم لایا گیا ہے:

۱) تحقیق وتخریج

(الف) مطبوع

(ب) غیرمطبوع

۲) ترجمہ، تحقیق وتخریج وتعلیقات وفوائد وحواشی

(الف) مطبوع

(ب) غیرمطبوع

۳) تالیفات وتصنیفات

(الف) مطبوع

(ب) غیرمطبوع

٤) تحقیق ونظر ثانی، تقریظ ومقدمہ

۱) تحقیق وتخریج:

(الف) مطبوع

ا۔ الرسول كانّك تراه

آئینہ جمال نبوت

تالیف: ابراہیم بن عبداللہ الحازمی

ترجمہ: ابومحمد حافظ عبدالستار حماد

تحقیق وتخریج: ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: دارالسلام لاہور۔ ریاض

صفحات: 110

عرض ناشر (طبع دوم) مورخہ اپریل 2004ء/ صفر 1425ھ محرّرہ خادم کتاب وسنت عبدالمالک مجاہد صاحب کے مطابق اس دوسرے ایڈیشن کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

''① اس ایڈیشن میں تمام احادیث کی تحقیق وتخریج حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کی ہے''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تخریج حدیث سے قبل ہر حدیث کے بارے میں صحت وضعف کا حکم درج فرمایا ہے۔ تاہم بخاری ومسلم کی روایات کو صحیح قبول کرتے ہوئے ان کی صرف تخریج کی ہے۔

۲۔ المسائل للإمام الحافظ محمد بن عثمان بن أبي شيبة (المتوفی:297ھ)

حقق وخرج احادیثہ: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (المتوفی:1435ھ)

الناشر: المکتبۃ الاسلامیہ لاہور/ فیصل آباد 1436ھ

مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک، الباکستان

صفحات: 96

مقدمۃ التحقیق ص5 (محررہ 14 جمادی الثانیۃ 1434ھ) میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے واضح فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ کے مخطوط سے یہ تحقیق کی ہے۔ امام محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے صدوق اور حسن الحدیث ہونے کے بارے میں علمی مقالہ (ص7 تا16) سپردِ قلم کیا ہے۔ ص17 پر کتاب کی صاحب کتاب سے نسبت ثابت کی ہے۔

کتاب ھذا میں موجود 87 روایات کی تحقیق وتخریج کا محدثانہ پائے پر فریضہ سرانجام دیا ہے۔ مقبول روایات کے بارے میں اسنادہ حسن، اسنادہ صحیح، صحیح اور مردود روایات کے بارے میں اسنادہ ضعیف، اسنادہ موضوع اور منکر کا حکم لگایا ہے۔ آخر پر فہرس الآیات والاحادیث والآثار (ص82۔83) اور اسماء الرجال (ص84۔93) سے متعلق فہرست کا مفید مگر محنت طلب کام بھی شامل اشاعت ہے۔

۳۔ بالوں کا معاملہ

مؤلف: ابن بشیر الحسینوی حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی

نظر ثانی: محمد ادریس فاروقی

ناشر: مسلم پبلیکیشنز سوہدرہ، گوجرانوالہ، اپریل 2012ء (اشاعت سوم)

''بالوں کا معاملہ اختصار کے ساتھ ماہنامہ الحدیث (شمارہ نمبر 27) حضرو میں چھپ چکا ہے اور جناب مؤلف کے بقول: ''میں آخر میں بے حد شکرگزار ہوں استاد محترم الشیخ حافظ زبیر علی زئی کا کہ وہ میرے اس مبارک سلسلہ ''سلسلۃ الاحکام'' کو اپنے رسالہ ماہنامہ الحدیث حضرو میں اپنی تخریج وتحقیق کے ساتھ شائع کر رہے ہیں (بالوں کا معاملہ،ص 11۔12)

۴۔ بلوغ المرام

تالیف: ابوالفضل شہاب الدین احمد ابن حجر العسقلانی (773۔852ھ)

شرح: مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری (1361۔1427ھ)

ترجمہ: مولانا عبدالوکیل علوی

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی

ناشر: دارالسلام لاہور۔ریاض

جلداول: صفحات 564

جلددوم: صفحات 574

احادیث 1 تا 647 اور 648 تا 1358 کی تصحیح وتضعیف اور تخریج ہردو میں موجود ہیں۔

۵۔ تحفۃ الاقویا فی تحقیق کتاب الضعفاء

تالیف: امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی

الناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد

صفحات: 215

مقدمہ تحفۃ الاقویاء محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 24 محرم 1425ھ ہے۔(ص6، 7 تا 124) کتاب الضعفاء للبخاری کے ایک مخطوطہ کے مصورہ نسخہ کا متن ہے اور حاشیہ میں حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق وتخریج پائی جاتی ہے۔ یہ تحقیق و تخریج متن کے مسلسل نمبروں کے مطابق ہے۔ ہر راوی پر پہلے صحت وضعف کا حکم پایا جاتا ہے، پھر کتب اسماء الرجال اور کتب جرح وتعدیل سے تخریج باحوالہ موجود ہے۔متن کتاب میں بعض اوقات حاشیہ نمبر دیے گئے ہیں ، ان کے بارے میں حاشیہ کتاب کے نیچے، پھر متن والے حاشیہ نمبر کے تحت فضیلۃ الشیخ کی باحوالہ رائے پائی جاتی ہے۔

کتاب الضعفاء کے متن میں امام بخاری رحمہ اللہ 431 ضعیف رواۃ کا تذکرہ کرتے ہیں ۔تحفۃ الاقویاء میں ص125 تا 127 مطبوع ''کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری'' میں سے مزید 15 ضعیف رواۃ 432 تا 443 نمبر مذکور ہیں۔ دیگر کتب میں امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مجروح رواۃ کی ایک فہرست حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ص 128 تا 164 ''زیادت المجروحین والرواۃ عندالبخاری'' زیر عنوان مسلسل نمبر 444 تا 995 بھی پیش کی ہے۔ یہ فہرست یقیناً آپ رحمہ اللہ کی محنت شاقہ کا ثمرہ ہے۔اس طرح تحفۃ الاقویاء میں امام

بخاری رحمہ اللہ کے ضعیف ٹھہرنے والے 1043 رواۃ کا تذکرہ یکجا ہدیہ قارئین ہے۔

امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اسماء الرجال وعلم الجرح والتعدیل کے بارے میں اپنی عطیہ ربانی گیرائی و گہرائی والی صلاحیت کی بدولت تحقیق کتاب سے امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ سے احکام صحت و ضعف رواۃ کے بارے میں اختصار کیا ہے۔کتاب الضعفاء کے 446 (431+15) ضعیف رواۃ میں سے 9 رواۃ کے صحابی رضی اللہ عنہ آنے کا واضح حکم ثبت کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کردیا ہے کہ " والبخاري لا يطعن في الصحابة رضی اللہ عنہم أبدًا رحمه الله " (ص55 حاشیہ نمبر1)

امام بخاری رحمہ اللہ کے صحابہ کرام کو کتاب الضعفاء میں ذکر کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ان صحابہ کرام سے مروی روایات دیگر رواۃ سند کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہیں نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وجہ سے۔

علاوہ ازیں امام بخاری رحمہ اللہ کے برعکس مزید 41 ضعیف رواۃ کو حافظ زبیر علی زئی نے ثقہ، ثقہ وصدوق، ثقہ عابد، ثقہ صحیح الحدیث، ثقہ: قبل الاختلاط و مدلس، صدوق، صدوق تابعی، صدوق حسن الحدیث، صحیح الحدیث، حسن الحدیث، حسن الحدیث وثقہ الجمہور جیسے احکامات لگا کر درجہ ضعف سے نکال دیا ہے۔اسی طرح ضعیف رواۃ کے بارے میں بھی مختلف احکامات لگا کر ان کے مراتب ضعف واضح کر دیے ہیں، مثلاً:

لين، ضعيف، ضعيف جدًا، ضعيف فقيه، ضعيف من جهة حفظه، ضعيف مدلس، ضعيف جدًا مدلس، ضعيف متروك، ضعيف جدًا متروك، متروك مدلس، ضعيف مختلط، ضعيف منكر الحديث، متروك، متروك متهم، متروك الحديث، متهم، متهم بالكذب، متروك الحديث جدًا، متروك مدلس، مجهول الحال، مستور (مجهول الحال)، مجهول حديثه ضعيف، مجهول و خبره منكر، كذاب، كذاب خبيث، كذاب متروك، كذاب وضاع، كذاب يضع الحديث . جیسے احکاماتِ ضعف لگا کر "کتاب الضعفاء" کی تحقیق وتخریج کا محدثانہ پائے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

کتاب ھذا سے استفادہ میں سہولت کی غرض سے صاحب التحقیق والتخریج کی طرف سے فہرس الرواۃ کا محنت طلب فریضہ بھی پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے۔ یہ فہرست رواۃ الفابائی ترتیب سے ص171 تا217 موجود ہے۔

بحیثیت مجموعی "کتاب الضعفاء" کی تحقیق وتخریج کا کام امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی اسماء الرجال کے وسیع وعریض علم پر مُمارَست و حَذاقت کا بین ثبوت ہے۔ (هذا ما عندي والله أعلم بالصواب)

۶۔ تسہیل الوصول إلی تخریج صلوٰۃ الرسول

مصنف:	مولانا محمد صادق سیالکوٹی
تحقیق وتخریج:	ابوالطاہر حافظ زبیر علی زئی
تصحیح وتنقیح:	ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ
ناشر:	نعمانی کتب خانہ لاہور
صفحات:	516

مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ (متوفی 1986ء)

کی شہرہ آفاق معروف ومقبول کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں 833 احادیث وروایات کی متعلقہ کتب سے تخریج وتحقیق کا فریضہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے سرانجام دیا۔ کتب احادیث سے تخریج مع الابواب کی اور حدیث نمبر یا جلد نمبر اور صفحہ نمبر درج کیا، تاکہ تلاش روایت میں سہولت رہے۔ تخریج کردہ روایات میں سے 103 روایات ضعیف، ضعیف جداً، ضعیف والحدیث حسن لغیرہ جیسا حکم لگایا، ضعیف روایات کی وجہ ضعف بھی ایماناً واحتساباً بیان کر دی۔ ضعیف روایات کے بارے فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا موقف ان کے الفاظ میں: ''ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث معتبر ہے نہ مسائل میں۔'' (ص18)

۷۔ تسہیل الوصول إلی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول

مصنف: مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

تحقیق وتخریج: ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی

فوائد وتعلیق: غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

ناشر: نعمانی کتب خانہ لاہور، جولائی 2005ء

صفحات: 383

صلوٰۃ الرسول کی اہمیت وافادیت اور عوام الناس میں اس کی پذیرائی کے پیش نظر ناشر کتاب ھذا نے جناب غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب کے فوائد سمیت الگ سے ایک طبع کا اہتمام کیا ہے۔ جس میں تحقیق وتخریج کا فریضہ حسب سابق ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی کے نام ہے۔

مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ (1986ء) کی شہرہ آفاق معروف ومقبول کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں 833 احادیث وروایات کی متعلقہ کتب سے تخریج وتحقیق کا فریضہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے سرانجام دیا۔ کتب احادیث سے تخریج مع الابواب کی اور حدیث نمبر یا جلد نمبر اور صفحہ نمبر درج کیا، تاکہ تلاش روایت میں سہولت رہے۔ تخریج کردہ روایات میں سے 103 روایات ضعیف، ضعیف جدًا، جیسا حکم لگا کر غیر مقبول ٹھہرایا، جبکہ مقبول روایات کے بارے میں صحیح، حسن کا حکم لگایا ہے تاکہ صحیح اور ضعیف کی تمیز ہو جائے۔

۸۔ جامع الترمذی

تصنیف: امام الحافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (200-279ھ)

خرج أحاديثه: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی

الناشر: دارالسلام الریاض، صفر 1430ھ۔ فبرایر 2009ھ

جامع الترمذی کی تحقیق وتخریج میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تصحیح وتضعیف اور تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ صحت حدیث وسند کے بارے میں صحيح، حسن، إسناد صحيح، إسناده حسن، إسناد صحيح موقوف اور حکم ضعف حدیث وسند کے بارے میں ضعيف، إسناده ضعيف اور إسناده ضعيف جدًا جیسے احکامات لگائے ہیں۔ پہلے صحت وضعف کے بارے میں حکم، پھر تخریج، جس میں کتاب حدیث کا نام، متعلقہ باب کا ذکر اور آخر میں حدیث نمبر درج کرتے ہیں۔ بخاری ومسلم کی تمام مرفوع روایات آپ رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح یا حسن درجہ میں مقبول ہیں، لہٰذا ان کا حکم بیان نہیں فرماتے، تاہم متفق علیہ روایات کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔

۹۔ جزء علي بن محمد الحميري

(231-323ھ)

حققه و خرّج أحاديثه: أبو طاهر زبير بن مجدد عليزئي

الناشر: دارالطحاوی الرياض / حديث أكادمي فيصل آباد 1413ھ (الطبعة الاولیٰ)

صفحات: 48

مکتبہ ظاہریہ دمشق میں ابن عساکر (499-571ھ) کی روایت سے موجود جزء علی بن محمد الحمیری کی تحقیق وتخریج کا عظیم کارنامہ محقق العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے سرانجام دیا ہے۔ مختلف نصوص کی مدد سے ضبط نص کے ساتھ ساتھ مصادر ومراجع سے روایات کی تخریج اور اسانید کی تحقیق کا محدثانہ حق ادا کیا ہے۔ اسی تحقیق بلیغ کی بنیاد پر احادیث کی صحت وسقم کا حکم لگایا ہے۔

جزء ھذا میں موجود 57 احادیث وروایات میں سے 46 کے بارے میں حدیث صحیح، حدیث حسن، اسنادہ صحیح، اسنادہ حسن، اسنادہ حسن صحیح، رجال ثقات، رجالہ ثقات، رجالہ ثقات والحدیث صحیح، اسنادہ صحیح موقوف اور حدیث صحیح و اسنادہ ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ 13 روایات کے بارے میں اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جداً، اسنادہ ضعیف مرسل، اسنادہ مقطوع اور اسنادہ موضوع ہو گیا، روایت کی صحت و ضعف کے بارے میں ممکنہ خلجان حل ہو گیا ہے۔ ایسی عظیم خدمات کی بدولت اللہ تعالیٰ محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی قبر کو کروٹ کروٹ جنت کا باغیچہ بنائے۔

(آمین ثم آمین)

تنبیہ: شیخ محترم رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ ہی کے مراجعت شدہ مسودے کو دوبارہ المکتبۃ الاسلامیۃ (لاہور۔ فیصل آباد) کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اور اب یہی اشاعت معتبر ہے۔

۱۰۔ حصن المسلم

تالیف: سعید بن علی بن وھف القحطانی حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ترجمہ: عبدالحمید سندھی

ناشر: دارالفکر الاسلامی واہ کینٹ

صفحات: 182

مقدمہ التحقیق میں فضیلۃ الشیخ رقمطراز ہیں: ''راقم الحروف نے اس کتاب میں مذکورہ دعوات واحادیث کی تحقیق کر کے ہر روایت پر صحیح، حسن یا ضعیف وغیرہ کا حکم لگا دیا ہے۔'' (ص 17-18 محررہ 25 جنوری 2011ء، مع مہر ودستخط)

۱۱۔ ریاض الصالحین

تالیف: ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی

ترجمہ وفوائد: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: دارالسلام لاہور

ریاض الصالحین میں موجود 1896 احادیث کی تصحیح و تضعیف اور تخریج ہر دو موجود ہیں۔

۱۲۔ سبیل المؤمنین

مؤلف: ڈاکٹر شفیق الرحمٰن حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: مکتبہ دارالتوحید والسنۃ، لاہور

ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن حفظہ اللہ سے بذریعہ موبائل (مورخہ 8 فروری 2014ء بروز ہفتہ بوقت 8:45 رات) رابطہ کرنے پر آپ نے بتایا کہ سبیل المؤمنین کی جملہ احادیث ریاض الصالحین سے منقول ہیں۔

ان کی تحقیق وتخریج فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے الگ سے بذاتِ خود نہیں کی بلکہ اُن کی اجازت ورضامندی سے مطبوع ریاض الصالحین تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی سے استفادہ کیا گیا تھا۔ مطبوع ''سبیل المؤمنین'' پر تحقیق وتخریج: فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی کے بارے میں حقیقت حال کی آگاہی کی خاطر یہ سطور سپرد قلم کی گئی ہیں اور کتاب ھذا کو فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی کردہ تحقیق وتخریج والی کتب کی لسٹ میں شامل کیا گیا ہے۔

۱۳۔ سنن ابن ماجہ

تصنیف: امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ

ترجمہ وفوائد: مولانا عطاء اللہ ساجد

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: دارالسلام لاہور 1428ھ

سنن ابن ماجہ کی 4341 احادیث کی تصحیح وتضعیف اور تخریج ہر دو موجود ہیں۔

۱۴۔ سنن ابی داود

تصنیف: امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ

ترجمہ وفوائد: ابوعمار عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: دارالسلام لاہور، 1427ھ

سنن ابی داود میں موجود 5274 احادیث کی تصحیح و تضعیف اور تخریج ہر دو موجود ہیں۔

۱۵۔ سنن ابی داود

تصنیف: الامام الحافظ ابی داود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (202-275ھ)

خرج أحاديثه: الحافظ أبو طاهر حافظ زبير علي زئي

الناشر: دارالسلام الرياض ، 1430هـ/ 2009م

احادیث کے بارے میں حکم صحت: صحیح، حسن، اسنادہ صحیح، اسنادہ حسن اور حکم ضعف: اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جداً کی شکل اور تخریج: [حکم] کتاب، باب اور حدیث نمبر کے انداز پر موجود ہے۔

۱۶۔ سنن النسائی

تصنیف: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ

ترجمہ وفوائد: فضیلۃ الشیخ حافظ محمد امین حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: دارالسلام لاہور، 1432ھ

سنن النسائی میں موجود 5761 احادیث کی تصحیح و تضعیف اور تخریج ہر دو کا فریضہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی طرف سے سرانجام دیا گیا ہے۔

۱۷۔ سنن النسائی

تصنیف: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ

خرّج احاديثه: الحافظ أبو طاهر زبير علي زئي
الناشر: دارالسلام الرياض ، 1430ھ/ 2009ء

تصحیح وتضعیف اور تخریج ہر دو کام محدثانہ پائے پر فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے سرانجام دے رکھے ہیں۔

۱۸۔ شرعی احکام کا انسائیکلوپیڈیا

تالیف: ابن بشیر الحسینوی
تخریج وتحقیق: الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
تقدیم: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
ناشر: احیاالسنۃ پبلی کیشنز،قصور، مئی 2009ء

جناب ابن بشیر الحسینوی نے اپنی تالیفی کاوش ''شرعی احکام کا انسائیکلوپیڈیا'' حصہ اول صفحہ 23 پر عرض مؤلف میں وضاحت فرمائی ہے کہ ''اس کی تحقیق وتخریج استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کی ہے۔جزاہ اللہ خیراً۔'' (شیخ کے حواشی کوشامل نہیں کیا گیا)

[مذکورہ بالا حوالہ کے تحت مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ نیت کے احکام، وقت کے احکام اور نیند کے احکام کی تخریج وتحقیق محترم حافظ صاحب نے خودنہیں کی ہے، کیونکہ ان مضامین کے علاوہ باقی تمام مضامین ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع ہو چکے ہیں، لیکن ان مضامین میں احادیث پر حکم محترم حافظ صاحب کی مختلف کتب سے منقول ہیں۔اگر کسی اور کا ہوگا تو وہاں اسی کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔مثلاً شیخ البانی رحمہ اللہ، الحسینوی (ص23)]

۱۹۔ فتاویٰ اسلامیہ

جمع وترتیب: فضیلۃ الشیخ محمد بن عبدالعزیز المسند حفظہ اللہ
ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ
تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
ناشر: دارالسلام لاہور

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتب کی فہرست میں ''فتاویٰ اسلامیہ'' پر کام کا ذکر ہے لیکن مطبوعہ ''فتاویٰ اسلامیہ'' میں اس حوالے سے نام تلاش کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

۲۰۔فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم صحیح احادیث کی روشنی میں

تالیف: حافظ شیر محمد حفظہ اللہ
تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، فروری 2013ء
صفحات: 160

تعارف کتاب ھذا محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 3 فروری 2008ء کے مطابق ہے۔

یہ کتاب دراصل ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو میں پہلے شمارے جون 2004ء سے دسمبر 2007ء تک شائع ہونے والے مضامین کا مجموعہ ہے۔ بقول حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ''ان مضامین میں قرآن مجید اور صحیح روایات کی روشنی میں ثابت شدہ فضائل پیش کیے گئے ہیں۔بہت سے لوگ فضائل ومناقب میں ضعیف، موضوع اور بے اصل روایات علانیہ بیان کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی پکڑ کا انہیں کوئی ڈر نہیں ہوتا...... ہر عالم اور غیر عالم پر ضروری ہے کہ صرف وہی بات بیان کرے جو سچی، صحیح اور ثابت ہو'' (ص5)

فضائل صحابہ میں 38 مضامین شامل اشاعت ہیں۔ جن میں سے 31 مضامین ''محبت ہی محبت'' نامی کتاب میں

شائع ہو چکے ہیں۔ محقق العصر رحمہ اللہ نے ہر دو کتاب میں اپنے ذوق اور معیار کے مطابق تحقیق و تخریج کا فریضہ ادا کیا ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ''تعارف'' میں کتاب کا نام ''صحیح فضائل کا مجموعہ'' تحریر کیا ہے۔ مضامین کے اعتبار سے یہ نام اقرب الی الصواب ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۲۱۔ فضل الاسلام للامام محمد بن عبد الوهاب التیمی (المتوفی:1206ء)

حقق و خرج احادیثه: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اعتنی به: حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ

ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ لاہور/ فیصل آباد 1436ھ
مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک، الباکستان

صفحات: 45

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ بقامت کہتر بقیمت بہتر مطبوع رسالہ ''فضل الاسلام'' پر تحقیق و تخریج کا فریضہ حسب ذوق سرانجام دیا ہے۔ رسالہ ھذا میں موجود 61 احادیث و آثار کی تخریج اور صحت و ضعف کے بارے میں حکم لگایا ہے اور یہ حکم لگانے میں محدثین کرام کے ہاں اصول حدیث اور قواعد معتبرہ کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اسماء الرجال سے متعلق تعارض پر جمہور کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ مقبول روایات کے بارے میں حسن، صحیح اور مردود روایات سنده ضعيف، سنده ضعيف جدًا، إسناده ضعيف، لم أجده بالسند الصحيح عنه اور لم أجده مسندا بالسند الصحيح عنه جیسے احکامات لگائے ہیں۔

مقدمہ رسالہ ھذا ص 3 کے آخر پر حافظ زبیر علی زئی کے ساتھ تاریخ 20 مئی 2031ء درج ہے، جبکہ 2031ء کی بجائے 2013ء درست دکھائی دیتا ہے، کیونکہ ص 31 پر [انتهى التحقيق (حافظ زبير علي زئي ، مكة المكرمة) 1 ستمبر 2003ء، تمت المراجعۃ، 20 مئی 2013ء مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک] مرقوم ہے۔

۲۲۔ محبت ہی محبت

تالیف: حافظ شیر محمد الاثری

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، دسمبر 2006ء

صفحات: 131

کتاب ھذا کے جمیع 31 مضامین ''فضائل صحابہ'' نامی کتاب میں بھی شامل اشاعت ہیں۔ جن کا تعارف ''فضائل صحابہ'' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۳۔ مشکوٰۃ المصابیح مع الاکمال فی اسماء الرجال

تالیف: امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی رحمہ اللہ (م 740ھ)

ترجمہ: ابوانس محمد سرور گوہر

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، نومبر 2011ء

جلد اول: 702 صفحات (حدیث 1 تا 2222)

جلد دوم: 733 صفحات (حدیث 2223 تا 4627)

جلد سوم: 792 صفحات (حدیث 4628 تا 6294)

(متن مشکوٰۃ: 1 تا 599 اور الاکمال 601 تا 792)

عوام و خواص میں یکساں معروف و متداول مشکوٰۃ المصابیح کے مذکورہ بالا ترجمے پر فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے صرف تحقیق و تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے جو کہ آپ کی

محدثانہ شان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ نے تحقیق وتخریج کا منہج یوں بیان کیا ہے:

''میرے نزدیک صحیحین (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) کی تمام مرفوع مسند متصل روایات بالکل صحیح ہیں اور ان میں سے بعض روایات حسن لذاتہ بھی ہیں، یعنی حجت ہیں۔ نیز صحیحین میں مذکورہ شرط کے مطابق ایک بھی ضعیف روایت نہیں، لہٰذا صحیحین کی احادیث کی صرف تخریج پر اکتفا کیا گیا ہے۔

اور ان کے علاوہ روایات کی تخریج وتحقیق کر دی ہے اور ضعیف روایات کی وجہ ضعف بھی بیان کر دی ہے، تاکہ جو زندہ رہے دلیل دیکھ کر جیئے اور جو مرے تو دلیل دیکھ کر مرے''

(مقدمہ تخریج وتحقیق مشکوٰۃ المصابیح، از حافظ زبیر علی زئی مرقومہ 26 جون 2011ء، ج1 ص13-12)

کتاب ہذا میں احادیث مسلسل نمبر کے تحت درج ہیں۔ پہلے عربی متن اور اس کے نیچے اردو ترجمہ موجود ہے۔ عربی متن کے اختتام پر ہر صفحہ کے اعتبار سے حاشیہ نمبر پایا جاتا ہے۔ اسی حاشیہ نمبر کے تحت نیچے حاشیہ میں تخریج وتحقیق پائی جاتی ہے۔ صحیحین کی روایات صرف رواہ مسلم یا راوہ البخاری اور متفق علیہ، رواہ البخاری، رواہ مسلم کے انداز میں حدیث مع نمبر درج کرتے چلے جاتے ہیں۔ دیگر کتب حدیث سے تخریج کرتے وقت پہلے صحت وضعف کے اعتبار سے حکم لگاتے ہیں اور بعد ازاں تخریج کا حق ادا کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی تخریج میں آپ کی ژرف نگاہی اور جاں کاہی کھل کر سامنے آتی ہے جس سے متون حدیث، اسانید حدیث، اسماء الرجال اور ماخذ ومصادر حدیث پر آپ کی دسترس آشکار ہوتی ہے، اور دکھائی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلف صالحین ومحدثین عظام کی یادگار عصر رواں میں پیدا فرمائی تھی، اور آپ کو '' محدث العصر'' کہنے والے حق بجانب ہیں۔

صحت حدیث کے بارے میں **صحیح ، حسن ، سندہ صحیح، اسنادہ صحیح، اسنادہ حسن ، اسنادہ حسن لذاتہ ، حسن ،** جیسے احکامات لگاتے ہیں۔ اور ضعف حدیث کے بارے میں **سندہ ضعیف والحدیث صحیح، ضعیف، سندہ ضعیف، اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جدًا ، اسنادہ ضعیف منکر ، اسنادہ ضعیف جدًا منکر ، اسنادہ موضوع ، اسنادہ ضعیف جدًا موضوع ، لا اصل لہ یا لم اجدہ** جیسے احکامات لگاتے ہیں۔ حسب ضرورت وجہ ضعف اور مختلف مقامات پر موجود جرح وتعدیل نقل کرتے ہیں۔ محدثین کرام سے اپنی اختلافی رائے کا کھل کر اظہار کرتے ہیں۔ جناب زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق صحت وضعف کے اعتبار سے مشکوٰۃ المصابیح کی احادیث کی تقسیم قدرے یوں سامنے آتی ہے۔ واضح رہنا چاہیے کہ یہ تقسیم فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے خود نہیں کی تھی آپ کے احکامات کی تلاش بسیار کے بعد ان کو خود مقبول اور مردود میں تقسیم کیا گیا ہے۔

جلد	احادیث	مقبول	مردود
اول	2222	1617	605
دوم	2405	1805	600
سوم	1667	1150	517
کل احادیث	6294	4672	1722

محدث العصر کی مشکوٰۃ المصابیح پر تحقیق کے بارے میں کردہ محنت شاقہ سے استفادۂ حدیث کے بارے میں

شرح صدر اور بے حد سہولت ہوگئی ہے آیا یہ حدیث صحیح یا ضعیف ہے؟ یہ تحقیق جس تخریج کی بنیاد پر ہوئی ہے اس تخریج کا اندازہ درج ذیل کتب کی انواع واقسام اور تفصیلی فہرست سے لگایا جا سکتا ہے کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے کس قدر عرق ریزی اور باریک بینی سے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے۔

ابن حبان (الإحسان) ، ابن حبان (الموارد) ، اتحاف المهره لابن حجر ، اثبات عذاب القبر للبيهقى ، أحكام القرآن للطحاوى ، أحكام النظر لابن القطان الفاسى ، احوال الرجال للجوزجانى ، أخبار اصبهان لأبى نعيم ، اصلاح المال لإبن أبى الدنيا ، اطراف المسند ، اكمال اكمال المعلم لمحمد بن خلفة الأبي السنوسي ، الأحاديث الطوال للطبرانى ، الأدب المفرد للبخارى ، الأذكار للنووى ، الأربعين للنووى ، الإستذكار لابن عبد البر ، الإستيعاب لابن عبد البر ، الإصابه لابن حجر ، الإنتقاء لابن عبد البر ، الأنوار فى شمائل النبى المختار للبغوى ، البحر الزخار للبزار ، مسند للروياني (مسند الصحابة للروياني) ، البداية والنهاية لابن كثير ، البدع والنهى عنها لابن وضاح ، التاريخ الكبير للبخارى ، الترغيب والترهيب للمنذرى ، التفسير للنسائى ، التلخيص الحبير لابن حجر ، الثقات لابن حبان ، الجامع لاخلاق الراوى و آداب السامع للخطيب ، الجامع الصحيح للبخارى ، الجامع الصحيح لمسلم ، الجامع لابن وهب ، الجوهر النقى لابن التركمانى ، الدراية لابن حجر ، الدعاء للطبرانى ، الدعوات الكبير للبيهقى ، الرد على المريسى للدارمى ، الرسالة للشافعى ، الزهد لأحمد ، الزهد لهناد بن السري ، السلسلة الصحيحة للألباني ، السلسلة الضعيفة للألباني ، السنن الكبرىٰ للبيهقى ، السنن الكبرىٰ للنسائى ، السنن المأثورة للشافعى ، السنة لابن أبى عاصم ، السنة للالكائى ، السيرة لإبن إسحاق ، الشريعة للآجرى ، الضعفاء للعقيلى ، الطبقات الكبرى لابن سعد ، العظمة لأبى الشيخ ، العلل المتناهية لابن الجوزى ، الفتح المبين لعلى زئى ، الفقيه والمتفقه للخطيب ، الكاشف للذهبى ، الكامل لابن عدى ، الكواكب الدرية لعلى زئى ، اللآلي المصنوعة للسيوطى ، المجروحين لابن حبان ، المحلٰى لإبن حزم ، المختارة للضياء المقدسى ، المدخل للبيهقى ، المراسيل لإبن أبى حاتم ، المراسيل لأبى داود ، المسند لإبن أبي شيبة ، المسند لأبى داود الطيالسي ، المسند لعبد بن حميد (المنتخب) ، المسند للشافعى ، المصابيح السنة للبغوى ، المطالب العالية لابن حجر ، المعجم الأوسط للطبرانى ، المعجم الصغير للطبرانى ، المعجم الكبير للطبرانى ، المعجم لإبن الأعرابى ، المنتقى الأخبار لعبد السلام

ابــن تيــمية ، الـمـنتـقـى لإبـن الـجـارود ، الـمـوضوعات لإبن الجوزى ، النكت الظراف لإبـن حجر ، الوافى بالوفيات للصفدى ، انوار الـصـحيـفة لعلى زئى ، أخلاق النبي صلى الله عـليـه وسـلـم لأبي الشيخ الأصبهانى ، أعلام أهـل الـعـصـر بـأحكام ركعتى الفجر لمحدث عـظيـم آبـادي ، بـلوغ المرام لإبن حجر ، بيان الـوهـم والإيهـام لابن القطان ، تاريخ الاسلام لـلـذهبـى ، تـاريـخ بـغـداد للخطيب ، تاريخ جـرجان للسهمى ، تاريخ دمشق لابن عساكر ، تـاريخ واسط لبحشل الواسطى ، تجريد أسماء الـصـحــابة لـلـذهبـى ، تـحـفة الأحـوذى لـلمباركفورى ، تحفة الأشراف للمزى ، تحفة الـمـحتـاج لابـن الملقن ، تخريج أحياء علوم الـديـن لـلـعـراقـى ، تـخريج النهاية فى الفتن والـمـلاحـم لـعلى زئى ، تعجيل المنفعة لابن حـجـر ، تـغـلـيـق التـعـليق لابن حجر ، تفسير طبـرى/ تـفسيـر ابـن جـرير ، تقريب التهذيب لابـن حـجـر ، تـلـخيص المستدرك للذهبى ، تـنـقيح الرواة لأحمد حسن الدهلوى ، تهذيب الـكـمـال لـلمزى ، جامع الأصول لابن اثير ، جـامـع التـحـصيـل لـلـعلائى ، جامع العلوم والـحكم لابن رجب الحنبلى ، جامع المسانيد والسـنـن لابـن كثير ، جامع بيان العلم و فضله لابـن عبـد البـر ، جزء الحسن بن عرفه ، حلية الاوليـاء لأبـى نـعيـم ، دلائـل النبوة للبيهقى ، ديـوان الـضـعـفاء للذهبى ، ذم الدنيا لابن أبى الـدنيا ، ذم الكلام للهروى ، رياض الصالحين لـلـنووى ، زوائد ابن ماجه للبوصيرى ، زوائد الـمسـند لعبد الله بن احمد ، سـنن ابن ماجه ، سنن أبى داود ، سنن الدارمى ، سنن الترمذى ، سـنـن الـدار قـطـنى ، سنن نسائى ، سير اعلام الـنبـلاء لـلـذهبـى ، شـرح الترمذى لابن سيد الناس ، شرح الزرقانى ، شرح السنة للبغوى ، شـرح صـحيـح مسـلم للنووى ، شرح مشكل الآثـار لـلـطـحاوى ، شعب الايمان للبيهقى ، شـمائل للترمذى ، صحيح ابن حبان ، صحيح ابـن خـزيـمة ، عـلـل الحديث لابن أبى حاتم الـرازى ، عمل اليوم والليلة لابن السنى ، عمل اليوم والليلة للنسائى ، فتح البارى لابن حجر ، فـضـائـل الأوقـات للبيهقى ، فضائل الصحابة لأحـمـد ، فضائل القرآن للنسائى ، قصر الأمل لابـن أبـى الـدنيا ، قيام الليل للمروزى ، كتاب الأم لـلشـافعى ، كتاب الإيمان لابن أبي شيبة ، كتـاب البـعث والنشور للبيهقى ، كتاب الثواب لأبـى الشيـخ ، كتـاب الـجـرح والتعديل لأبى زرعة الـرازى ، كتـاب الـزهـد للبيهقى ، كتاب الـصـمــت لابـن أبــى الـدنيـا ، كتـاب القدر لـلـفـريـابـى ، كتـاب القضاء والقدر للبيهقى ، كتــاب الـمـصــاحف لابن أبـى داود ، كتـاب الـمعرفة والتاريخ للفارسى ، كتاب الوفاء لابن الـجوزى ، كشف الأستار للهيثمى ، ابن حبان

(المـوارد)، لسـان الميزان لابن حجر ، موطا إمـام مالك ، مجمع الزوائد للهيثمي ، مختصر الأحكـام لـلطوسى ، مختصر المزنى ، مرعاة الـمفـاتيـح لـلمباركفورى ، مساوى الأخلاق لـلـخـرائطى ، مسألة التسمية لمحمد بن طاهر المقدسى ، مستدرك حاكم ، مسند أبى يعلى ، مسـنـد أحـمـد ابـن حـنـبـل ، مسـنـد الشـاميين لـلـطـبـرانـى ، مسند الشهاب للقضاعى ، مسند الفاروق لابن كثير ، مسند حميدى ، مسند على بـن الجعد ، مشكل الآثار للطحاوى ، مصابيح السنة لـمـحيى السنة البغوى ، مصنف ابن أبى شيبة ، مـصـنف عبـد الـرزاق ، مـعـالم السنن لـلـخـطـابى ، معانى الآثار للطحاوى ، معجم الصحابة لأبى القاسم البغوى ، معرفة الصحابه لأبى نعيم ، مكارم الأخلاق للخرائطى ، ميزان الاعتدال للذهبى ، نصب الراية للزيلعى ، نصر البـارى لـعـلى زئى ، نيل الأوطار للشوكانى ، نيل المقصود لعلى زئى۔

روایت حدیث کے بارے میں محدثین عظام کے ہاں پائی جانے والی احتیاط، محدث العصر کے ہاں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ جس کا اندازہ قارئین مشکوٰۃ کو درج ذیل 'تنبیہ' سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ آپ کے الفاظ میں ''صاحب مشکوٰۃ کئی مقامات پر حدیث کو جس کتاب کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً قولہ: رواہ مسلم یا رواہ البخاری تو بعض مقامات پر اصل کتاب کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ من وعن مذکورہ کتاب میں نہیں، بلکہ انہیں بطور مفہوم یا بطور مختلف روایت بیان کیا گیا ہے، لہٰذا حدیث کا حوالہ اصل مذکورہ کتاب سے ملا لینا چاہیے یا پھر مشکوٰۃ کے ذریعے سے حوالہ لکھتے وقت مشکوٰۃ کا ہی ذکر کیا جائے، یعنی واللفظ لہ کی صراحت کر دی جائے، تاکہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔'' (مقدمہ ۱/۱۳)

دوران تخریج میں بصورت حواشی شیخ رحمہ اللہ نے آثار سلف سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے اور حدیث کی سند ضعیف ہونے کی صورت میں اس مفہوم کے لیے آثار نقل کر دیے ہیں جن کی اسناد صحیح/حسن ہیں اور وہ آثار اس ضعیف روایت سے مستغنی کر دیتے ہیں، مثلاً دیکھئے (مشکوٰۃ 108/1 حاشیہ: 3، 109/1، حاشیہ 1، 331/1 حاشیہ: 2

۲۴۔ معاشرے کی مہلک بیماریاں اور ان کا علاج

تالیف: الشیخ احمد بن حجر

ترجمہ: نصیر احمد ملی

تخریج: الشیخ عبدالمحسن السّلفی

تحقیق وافادات: علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ، حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، 2013ء

صفحات: 702

کتاب ھذا کی روایات کی تحقیق یعنی صحت وضعف کے احکامات علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی مختلف کتب کی کردہ تحقیق وتخریج سے مستفاد ہیں۔ بعض مقامات پر صرف علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق اور بعض پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیق سے فائدہ اٹھایا گیا ہے، نیز بعض مقامات پر ہر دو محدثین کرام کی تحقیق سے ایک

ساتھ فائدہ اٹھایا گیا ہے۔عبدالحسن سلفی صاحب نے کتاب ہذا میں بہت سے خطوط کا بھی ذکر کیا ہے جن کے ذریعے سے وہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے روایت کی تحقیق (صحت وضعف کے اعتبار سے) طلب کرتے تو شیخ محترم جوابی لفافے میں مطلوبہ روایات کی تحقیق ارسال فرما دیتے تھے۔

۲۵۔ منہاج المسلم

تالیف: فضیلۃ الشیخ ابوبکر جابر الجزائری

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی

ناشر: دارالسلام لاہور

تصحیح وتضعیف اورتخریج ہر دو حاشیہ نمبر کے ساتھ ہی اسی صفحے پر درج ہیں۔

۲۶۔ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

تالیف: شیخ محمد رئیس ندوی

تحقیق وتخریج وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: ماہنامہ الحدیث حضرو، نومبر 2004ء رمضان 1425ھ جلد 1 شمارہ: 6 ص 37 تا 47، جلد 1، شمارہ 7 ص 21 تا 36، جلد 2 شمارہ 8 ص 1 تا 35۔

''نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام'' کے زیر عنوان فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی کی ذاتی تالیف بھی الگ سے مطبوع ہے۔تعارف کے لیے ملاحظہ فرمائیں مقالہ ھذا میں تصنیف وتالیف کے زیرعنوان: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

۲۷۔ نماز نبوی

ترتیب: ڈاکٹر سید شفیق الرحمان حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی

ناشر: دارالسلام لاہور

مقدمۃ التحقیق محررہ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی محمدی مورخہ ستمبر 1997ء ہے۔(ص18 تا24) فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ مقدمہ ھذا میں رقم طراز ہیں: ''راقم نے بھی تحقیق وتخریج کے دوران میں اس بات کی بھرپور سعی کی ہے کہ اس میں صرف مقبول احادیث کو لایا جائے۔ اب میری معلومات کے مطابق اس میں کوئی ضعیف روایت نہیں ہے، لیکن چونکہ انسان غلطی اور خطا کا پتلا ہے، لہٰذا اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر کسی حدیث کی علت پر مطلع ہوں تو راقم کو آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جاسکے۔'' (ص24-23)

تاہم بعدازاں محدث العصر رحمہ اللہ نے ''نماز نبوی'' پر کردہ تحقیق وتخریج سے برأت کا اظہار کر دیا تھا، کیونکہ بعض روایات کے بارے میں آپ رحمہ اللہ کی تحقیق بدل گئی تھی جس کے بعد شائع کردہ ایڈیشن میں اس جدید تحقیق کو شامل نہ کرنے کا نتیجہ یہ اعلانِ برأت تھا۔

(اللهم أرنا الحق حقًا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً و ارزقنا اجتنابه)

ب: غیر مطبوع (عربی)

1. أحاديث اثبات عذاب القبر للبيهقي (مخطوط)

تـاليف: إمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (المتوفى: ٤٥٨هـ)

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علي زئي (المتوفی 1435هـ)

مدیر مکرم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق مکمل تحقیق وتخریج کے ساتھ مخطوط بزبان عربی موجود و محفوظ ہے۔ جس کا تعارف مطبوع کتب : ترجمہ، تحقیق، تخریج...... میں ہدیہ قارئین ہے۔ (ملاقات: رندھاوا ہاؤس سمندری، مورخہ 14/02/2016 بروز اتوار بعد از نماز عصر ہمراہ جناب محمد سرور عاصم حفظہ اللہ و محمد وقاص فیصل آبادی حفظہ اللہ)

2. إرشاد العباد في توثيق نعيم بن حماد

3. الأسانيد الصحيحة في أخبار الإمام أبي حنيفة

4. الأنوار في شمائل النبي المختار

تاليف: محي السنة امام حسين بن مسعود البغوي (المتوفی 516هـ)

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی

مدیر مکرم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق مکمل تحقیق وتخریج کے ساتھ مخطوط بزبان عربی موجود و محفوظ ہے۔ محدث العصر رحمہ اللہ کے کتاب ھذا کے اردو ترجمہ میں بعینہ یہ تحقیق وتخریج مطبوع ہے جس کا تعارف مطبوع کتب: ترجمہ، تحقیق، تخریج...... میں ہدیہ قارئین ہے۔

(ملاقات: رندھاوا ہاؤس......مورخہ 14/02/2016)

5. التقبيل والمعانقة لابن الأعرابي

6. السراج المنير في تحقيق تفسير ابن كثير۔ ولم أكمل هذا الكتاب (مشكوة ٦١٦/ ١)

7. العقد التمام في تحقيق السير لابن هشام

8. المسند الجامع (بحواله مشكوة 1/517 (2) 2/89 (3))

9. المعجم الصغير للطبراني (غير كامل)

10. النهاية في الفتن والملاحم (مطول)

11. أنوار السبيل في ميزان الجرح والتعديل

12. تلخيص الأحاديث المتواترة

13. تلخيص الكامل لابن عدي

14. جزء رفع اليدين للبخاري (مفصل)

15. جزء في أسماء من كان لا يروي إلا عن ثقة عنده

16. جزء في مؤمل بن إسماعيل

17. شعار أصحاب الحديث

تصنيف : امام أبو أحمد الحاكم الكبير (المتوفی 378هـ)

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئي

مدیر مکرم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق مکمل تحقیق وتخریج کے ساتھ مخطوط بزبان عربی موجود و محفوظ ہے۔ محدث العصر رحمہ اللہ کے کتاب ھذا کے اردو ترجمہ میں بعینہ یہ تحقیق وتخریج مطبوع ہے۔ جس کا تعارف، مطبوع کتب: ترجمہ، تحقیق، تخریج...... میں ہدیہ قارئین ہے۔

(ملاقات: رندھاوا ہاؤس......مورخہ 14/02/2016)

18. صحيح ابن خزيمة

19. صحيح التفاسير (غير ماكل)

20. كتاب الأربعين لابن تيمية

تاليف: امام ابن تيميه (المتوفی 728هـ)

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی

مدیر مکرم حافظ ندیم ظہیر ﷾ کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق مکمل تحقیق وتخریج کے ساتھ مخطوط بزبان عربی موجودو محفوظ ہے۔

محدث العصر ؒ کے کتاب ھذا کے اردو ترجمہ میں بعینہ یہ تحقیق وتخریج مطبوع ہے۔ جس کا تعارف، مطبوع کتب: ترجمہ، تحقیق، تخریج...... میں ہدیہ قارئین ہے۔

(ملاقات: رندھاوا ہاوس......مورخہ 14/02/2016)

21. كتاب الجهاد لابن تيمية
22. كتاب النهاية في الفتن والملاحم (مختصر)
23. كلام الدارقطني في سننه في أسماء الرجال
24. مسند الحميدى
25. مناقب علي والحسنين وأمهما فاطمة الزهراء
26. موطأ إمام مالك / رواية يحيى بن يحيى
27. نيل المقصود في تحقيق و تخريج سنن أبي داؤد

۲) ترجمہ، تحقیق، وتخریج وتعلیقات وفوائد وحواشی

(الف): مطبوع

۱۔ اثبات عذاب القبر

تصنیف: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی ؒ

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی ؒ

مطبوع: ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو، رجب 1435ھ/ مئی 2014ء۔ جمادی الاول 1436ھ/فروری 2015ء جلد: 11، شمارہ: 5، ص 39-30 (قسط: 1)

فضیلۃ الشیخ ؒ کے علمی آثار میں امام بیہقی ؒ کی کتاب ''اثبات عذاب القبر'' کا ترجمہ، تحقیق وتخریج بھی شامل ہے۔ جلد: 12 شمارہ: 2 ص 21 کے آخر پر اختتام ترجمہ کے بارے میں یوں مرقوم ہے: ''ترجمہ ختم شد (23/ اگست 2002) الریاض: جزیرۃ العرب

آپ کے علمی وارثان نے الحدیث حضرو شمارہ مذکورہ بالا سے قسط وار اشاعت کا اہتمام پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ (جزاهم الله فاحسن الجزا)

تاحال یہ علمی تراث اہل ذوق کے ہاتھوں تک بذریعہ ''الحدیث'' پہنچ گئی ہے۔ اس طرح قارئین ''اثبات عذاب القبر'' میں موجود روایات کی صحت وضعف کے بارے میں قلبی اطمینان اور شرح صدر کے ساتھ اپنی علمی پیاس بجھا سکیں گے۔

محدث العصر ؒ نے صحیح بخاری ومسلم کی روایات کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے ان کی صرف تخریج کی ہے، جبکہ کتب حدیث سے تخریج کردہ روایات کے بارے میں پہلے صحت یا ضعف کا حکم بایں الفاظ صحیح، ضعیف یا اسنادہ ضعیف جداً جیسے مختلف احکام درج کر کے پھر ان کے ماخذ کی تخریج پر راہنمائی فرمائی ہے۔

۲۔ اختصار علوم الحدیث

تالیف: ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی ؒ (المتوفی 774ھ)

ترجمہ، تحقیق وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اگست 2010ء
صفحات: 176

(کتاب ھذا ص 173 پر) ترجمہ ختم شد/ 6 جمادی الثانی 1427ھ، بروز پیر بمطابق 3 جولائی 2006ء) اور فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کا نام درج ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ترجمہ، تخریج کے ساتھ اضافی یا اختلافی نوٹ، حواشی میں نقل فرمائے ہیں، اور یہ حواشی آپ رحمہ اللہ کے رسوخ فی اصول الحدیث کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کی یہ ترجمہ وحواشی کی کاوش اصول حدیث کی معرفت میں درک پانے کے مشتاق طالب علموں کے لیے انتہائی مفید ہے۔ تاہم فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ اگر باقاعدہ اصول حدیث پر اپنی کوئی یادگار چھوڑتے تو یہ اس دور کی محدثانہ شان کے مطابق اصول حدیث کی کتاب ہوتی اور اصول حدیث کی کتب کی تاریخ میں یقیناً بلند مرتبہ ہوتی لیکن ماشاءاللہ وماقدر۔

۳۔ اصول دین (کتاب اصل السنۃ واعتقاد الدین)

تالیف: امام ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ
تحقیق: شیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ
ترجمہ: حافظ زبیر علی زئی
مطبوع: ماہنامہ الحدیث حضرو، جولائی 2004ء/ جمادی الاول 1425ھ، جلد 1، شمارہ 2، ص 41 تا 45۔

عربی متن اس نسخے کا ہے جسے الدار السّلفیہ ممبیٔ، الہند نے شیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ کی تحقیق سے شائع کیا ہے۔

۴۔ أضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح

تالیف: امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی رحمہ اللہ
ترجمہ، تخریج، تحقیق وفوائد: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اپریل 2011ء
صفحات: 376

مقدمہ اضواء المصابیح محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 16 مئی 2010ء ہے۔ اضواء المصابیح، مشکوٰۃ کی احادیث کی تحقیق وتخریج اور صحیح احادیث کی شرح ہے۔ عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمہ پایا جاتا ہے۔ ترجمہ میں متن میں مذکور ماخذ کتب حدیث کے نام کے ساتھ ہی حدیث کی تخریج درج ہے۔ یہ تخریج حدیث نمبر یا جلد نمبر اور صفحہ نمبر کے انداز پر ہے۔ بعض مقامات پر عربی متن اور ترجمہ کے نیچے، تخریج کے زیر عنوان تخریج درج ہے۔ آپ رحمہ اللہ تخریج الحدیث یا تحقیق الحدیث کے زیر عنوان حدیث پر حکم کے علاوہ بعض اوقات دیگر کتب حدیث سے تخریج بھی کرتے ہیں۔ حدیث کے متن کے الفاظ کی حسب ضرورت تنقیح بھی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسانید و رواۃ حدیث کا خالص فنی محدثانہ جائزہ، ثقہ ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال اور بلند پایہ کتب اسماء الرجال کی مدد سے سرانجام دیتے ہیں۔ جس کے بعد مذکورہ حدیث کی صحت وضعف کی حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی اس قدر تفصیلی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح مترجم ابوانس محمد سرور گوھر، شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد میں نہیں پائی جاتی۔ تفصیلات کے اعتبار سے ہر دو کا بہت نمایاں فرق ہے۔ بعض مقامات پر احکاماتِ صحت وضعف میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ اضواء المصابیح میں بعدازاں فقہ الحدیث کے زیر عنوان متعلقہ حدیث سے مفید علمی نکات نمبر وار سامنے لائے گئے ہیں جو کہ محدث العصر رحمہ اللہ کے ہمہ جہتی رسوخ فی العلم کا شاہکار ہیں۔ یہ ارشادات عالیہ اور

نکاتِ علمیہ قارئین اضواء المصابیح کی راہنمائی کا بہترین مدلل سامان ہیں۔

اضواء المصابیح کی زیرِ تبصرہ پہلی جلد کتاب الایمان اور کتاب العلم کو محیط ہے۔ جس میں کل 280 احادیث و روایات وآثار پائے جاتے ہیں جن میں سے 96 روایات پر حکم ضعف لگایا گیا ہے۔ حکم ضعف: ضعیف، سندہ ضعیف، سند سخت ضعیف (بلکہ موضوع)، سند ضعیف ومردود، سند سخت ضعیف اور منکر، موضوع، بے سند بے اصل، سند ضعیف، حدیث صحیح یا سند ضعیف، حدیث حسن جیسے احکامات کی شکل میں درج ہے۔ دیگر پر حکم صحت: صحیح، حسن، سند صحیح، سند حسن یا سند حسن لذاتہ کے انداز پر درج ہے۔ جدید اندازِ تحقیق میں ٹھوس علمی بنیادوں پر اس عظیم شرح پر کام جاری تھا کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ راہی آخرت ہوگئے۔ (اللھم اغفرلہ وارحمہ) بسا آرزو کہ شرح مشکوٰۃ محدث العصر رحمہ اللہ کے قلم سے پایہ تکمیل تک پہنچتی۔

آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کے مایہ ناز شاگرد حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے حدیث نمبر 445 سے اس عظیم کام کو جاری رکھنے کا اعلان فرمایا ہے۔ یہ آغاز ''الحدیث'' حضرو شمارہ 113 ص 5 پر ہو رہا ہے۔ جس میں تحقیق وتخریج حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور ترجمہ وفوائد: حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی ترتیب سے موجود ہے۔ حافظ ندیم ظہیر صاحب نے وضاحت فرمائی ہے کہ '' محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ کی تحقیق وتخریج ''اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح'' کے نام سے تقریباً بارہ (12) سال پہلے مکمل کر لی تھی۔ جب ماہنامہ الحدیث کا اجراء کیا گیا تو اس کا ترجمہ مع فوائد کا سلسلہ بھی شروع کر دیا، لیکن ابھی 444 احادیث کا ترجمہ اور ان کے فوائد قلمبند کر پائے تھے کہ ہمیں آپ کے علمی سائے سے محروم ہونا پڑا، اور آپ 5 محرم الحرام 1435ھ کو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ.

میں اپنے آپ کو علمی طور پر اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا ترجمہ و فوائد لکھوں، لیکن شیخ محترم رحمہ اللہ نے جس محبت وشفقت سے ہماری تعلیم وتربیت کی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ اس مشن کو آگے بڑھایا جائے یا کم از کم رکنے نہ دیا جائے۔ اسی سوچ کے پیش نظر اور بعض احباب کی حوصلہ افزائی سے اس فقیر الی اللہ تعالیٰ نے ہمت کر لی ہے۔ اللہ مجھے توفیق واستقامت عطا فرمائے۔ آمین [ندیم ظہیر]''

(الحدیث: 113 ص 5)

مطبوعہ اضواء المصابیح میں ص 3 تا 14 فہرست اضواء المصابیح ص 15 تا 18 مقدمہ حافظ زبیر علی زئی مرقومہ 16 مئی 2010ء (یہ مقدمہ محدثانہ انداز پر تحقیق وتخریج کا عکاس ہے۔) ص 9 تا 22 مقدمۃ المؤلف یعنی صاحب مشکوٰۃ کا مقدمہ، ص 23 تا 333 متن اضواء المصابیح، ص 335 تا 355 اطراف الآیات والاحادیث والآثار، ص 356 تا 363 اسماء الرجال اور ص 364 تا 376 اشاریہ پایا جاتا ہے۔ یہ اشاریہ الفابائی ترتیب پر مرتب شدہ ہے جو کہ قارئین کے لیے اضواء المصابیح سے استفادے کے حوالے سے انتہائی مفید کاوش ہے اور کتب حدیث میں اشاریہ تیار کرنے کی عمدہ روایت میں بلند پایہ ہے، کیونکہ اشاریہ کا چناؤ خاصا دقت طلب کام ہوتا ہے۔

۵۔ الاتحاف الباسم في تحقيق، تخريج و شرح موطأ إمام مالك رواية ابن القاسم [مُلَخَّص القابسي]

ترجمہ، تحقیق وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، جنوری 2009ء

صفحات: 664

کتاب ھذا کا ترجمہ 17 جولائی 2007ء کو ختم ہوا اور حواشی کی انتہا 27 مارچ 2008ء کو ہوئی (ص 609) بیرونی ٹائٹل: موطا امام مالک روایۃ ابن القاسم، ترجمہ، تحقیق و حواشی: حافظ زبیر علی زئی، مکتبہ اسلامیہ کا عکاس ہے، جبکہ اندرونی ٹائٹل: الاتحاف الباسم فی تحقیق، تخریج وشرح موطأ امام مالک: روایۃ ابن القاسم [ملخص القابسی]، مکتبۃ الحدیث، حضرو، اٹک الباکستان کا آئینہ دار ہے۔ اور جملہ حقوق والا صفحہ (4) ترتیب یوں پیش کرتا ہے۔

کتاب..........موطأ امام مالک: روایۃ ابن القاسم

ترجمہ، تحقیق وشرح (الاتحاف الباسم).....حافظ زبیر علی زئی

اس تحقیقی کام کے بارے میں جملہ معلومات سے ظاہر ہے کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے موطأ امام مالک کی روایۃ ابن القاسم پر تحقیق، تخریج، ترجمہ اور تفقہ کا کام بنام ''الاتحاف الباسم فی تحقیق موطا الامام مالک روایۃ عبدالرحمٰن بن القاسم'' ہدیہ قارئین کیا ہے۔

کتاب ھذا کے صفحہ 41 سے 57 تک مقدمہ الاتحاف الباسم پایا جاتا ہے۔ یہ محدث العصر رحمہ اللہ کے نظریہ حدیث اور اصول حدیث کا آئینہ دار اور علمبردار ہے۔ اتحاف الباسم میں کتب حدیث سے ہر ممکن اصلاح شدہ عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمہ درج ہے۔ ''تحقیق'' کے زیر عنوان مذکورہ حدیث و روایت پر حکم صحت وضعف لگاتے ہیں۔ اتحاف الباسم ...... میں موجود 527 احادیث وروایات کے بارے میں محدث العصر رحمہ اللہ وضاحت کرتے ہیں: ''راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق موطأ امام مالک کے عبدالرحمٰن بن القاسم والے اس نسخے میں صرف ایک حدیث ضعیف ہے۔ (حدیث نمبر 102) باقی تمام احادیث صحیح یا حسن ہیں۔ والحمدللہ'' (ص54)

مقبول روایات پر آپ صحیح، سندہ صحیح، اسنادہ صحیح، سندہ صحیح لا شک فیہ، سندہ حسن، ضعیف کے لئے سندہ ضعیف کا حکم درج کرتے ہیں۔

تحقیق کے بعد تخریج کے زیر عنوان متفق علیہ، البخاری، مسلم کی وضاحت صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود روایات کے بارے میں کرتے ہیں۔ اگر کوئی روایت صحیحین میں نہیں تو پھر سنن اربعہ یعنی سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ، کتب صحاح مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور کتب مسانید مثلاً مسند احمد وغیرہ کے حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ (ص54)

تخریج کا آغاز الموطأ (روایۃ یحییٰ بن یحییٰ)، التمہید لابن عبدالبر اور الاستذکار لابن عبدالبر سے کرتے ہیں۔ بعد ازاں کتب حدیث میں سے صحیحین کو ترجیح دیتے ہیں، پھر دیگر کتب حدیث سے تخریج کا فریضہ سرانجام دیتے چلے جاتے ہیں۔ جن میں سنن اربعہ، کتب صحاح اور کتب مسانید کے علاوہ مستدرک حاکم، شرح السنۃ للبغوی، امام بخاری کی خلق افعال العباد، امام نسائی کی السنن الکبریٰ اور عمل الیوم واللیلۃ وغیرہ سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔

آخر پر تفقہ کے تحت علوم الحدیث، اسماء الرجال کے

علاوہ فقہ الحدیث کی بنیاد پر نکات علمیہ وفقہیہ کی نمبر وار پیشکش سے عوام الناس کو بآسانی استفادہ کا سامان بہم پہنچاتے ہیں جس میں حسب ضرورت دیگر مصادر ومراجع سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ فکری وعملی زندگی کے لئے راہنمائی اصول و ہدایات سپرد قلم کرتے ہیں۔ محدث العصر رحمہ اللہ کے استاذ محترم حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ کے بقول ''اس کاوش پر جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب وفقہ اللہ تمام منسوبین علم حدیث کی طرف سے دعا اور شکریہ کے مستحق ہیں۔'' (ص40)

''بقول محدث العصر رحمہ اللہ ''اس کتاب ''الاتحاف الباسم فی تحقیق موطأ امام مالک (تلخیص القابسی) روایۃ عبدالرحمٰن بن القاسم'' میں تفقہ کے ساتھ ساتھ علمی وتحقیقی فوائد بھی پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ تفقہ (فقہ الحدیث والقرآن) کے موتیوں کی لڑی سے تحقیق وعمل کی راہیں کھلیں۔ والحمدللہ''

(الاتحاف الباسم ص69، حاشیہ:9)

٦۔ انوار السنن في تحقيق آثار السنن

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مطبوع: ماہنامہ ضرب حق سرگودھا، شمارہ :25، مئی 2012ء تا شمارہ :40 اگست 2013ء، ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر:117

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے خاص الخاص شاگرد مدیر ''اشاعۃ الحدیث'' جناب حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے الفاظ میں انوار السنن کا تعارف پیش خدمت ہے:

[انوار السنن فی تحقیق آثار السنن فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی وہ تصنیف لطیف ہے جس میں انھوں نے آثار السنن للنیموی کا ترجمہ وتحقیق کی ہے۔ اور بہترین طرز میں حدیث اور محدثین کرام کا دفاع کیا ہے۔ قارئین آگاہ رہیں کہ آثار السنن خالص تقلیدی مسلک کے پرچار اور دفاع کے لیے لکھی گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ اس کی تالیف میں بہت سے مقامات پر خلط مبحث، تصحیح ضعیف، تضعیف صحیح اور قیل وقال کے ذریعے سے سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن استاذ محترم حفظہ اللہ نے عمیق تحقیق وتنقید کے ذریعے سے تمام مغالطات ومذکورہ چیزوں کا جواب دے کر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

نیموی صاحب نے جن ضعیف ومردود روایات وآثار سے استدلال کیا تھا، ان کا ضعف مع دلیل واضح کر دیا، نیز جن صحیح احادیث وآثار کو نیموی صاحب نے چھپا لیا تھا، انھیں باحوالہ وتصحیح درج کر کے تقلیدی بیت العنکبوت کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔ جزاہ اللہ خیراً

اب اسے (انوار السنن کو) افادۂ عام کے لیے قسط وار ماہنامہ ضرب حق سرگودھا میں شائع کیا جا رہا ہے۔/ حافظ ندیم ظہیر]

(ماہنامہ ضرب حق سرگودھا، شمارہ نمبر25، مئی 2012ء ص27)

اس اعلان کردہ پروگرام کے مطابق ضرب حق میں مئی 2012ء میں پہلی قسط اور ستمبر 2013ء شمارہ نمبر 41 میں آخری قسط شائع ہوئی۔ جس میں روایت نمبر 206 تک آثار السنن کا ترجمہ، تحقیق وتخریج اور اس کا ناقدانہ جائزہ بنام انوار السنن بالترتیب ہدیہ قارئین کیا گیا۔ انوار السنن کا غیر مطبوعہ حصہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے قلم سے مکمل موجود ہے۔ اور فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد اب ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو، جلد 11 شمارہ 117 رجب 1435ھ/ مئی 2014ء میں روایت نمبر 207 سے قسط وار سلسلہ اشاعت کا اجراء ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس تحقیقی کاوش کو شائع

کرنا ارزاں فرمائے۔(آمین ثم آمین)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ آثار السنن کی روایت کی تخریج کر کے صحت وضعف کے بارے میں حکم صحیح، حسن، ضعیف، سند صحیح، سند حسن، سند ضعیف جیسے احکامات لگاتے ہیں، بعد ازاں حسب ضرورت متعلقہ حدیث اور مذکورہ مسئلے کے بارے میں اپنی تحقیقات سپرد قلم کرتے ہیں۔ آثار السنن کی کئی ایک روایات پر انوار السنن کا عنوان ہی قائم کرتے ہیں، گویا وہ روایت اور مستنبط مسئلہ آپ کو قابل قبول ہے۔

۷۔ جزء رفع الیدین

تالیف: امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

ترجمہ، تخریج وتعلیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، اگست 2003ء

صفحات: 130

جزء رفع الیدین کے صفحہ 113 پر ''زبیر علی زئی، الریاض، سعودی عرب، اگست 2002ء'' مرقوم ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحقیقی کام آپ نے سعودی عرب میں 2002ء میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا، جبکہ اسی صفحہ پر محمد زبیر بقلم خود 2003-08-01 الطبعۃ الاولی بھی مرتسم ہے جو کہ الطبعۃ الاولیٰ پر آپ کی تصدیق کا اظہار ہے۔ صفحہ 8 تا 26 جامع مقدمہ تحریر فرما کر اپنا منہج مع فوائد علمیہ پیش کر دیا ہے۔

محقق العصر رحمہ اللہ نے کردہ تحقیق کے لیے مکتبہ ظاہریہ کے صحیح ترین نسخہ (نسخہ ظاہریہ) کو اصل اول قرار دیا ہے، اور جناب مجاہد علی مجاہد جھنگوی کے مخطوطے کو اصل ثانی قرار دے کر بعض عبارات کی اصلاح کی ہے۔ عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمہ درج ہے۔ ترجمہ حدیث کے آخر پر حاشیہ نمبر ڈال کر فٹ نوٹ میں اس نمبر کے تحت حکم صحت وضعف درج ہے اور اس کے ساتھ احادیث کی مختصر مگر جامع اور ضروری تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

کتاب ھذا کی ترقیم کے مطابق اس میں 122 احادیث وآثار موجود ہیں۔ محدث العصر رحمہ اللہ نے خالص محدثانہ شان سے تخریج وتحقیق کے بعد 94 روایات کے بارے میں صحیح یا حسن کا حکم لگایا ہے، جبکہ 28 روایات پر ضعیف، غیر ثابت اور ضعیف، سخت ضعیف اور مردود و باطل جیسا حکم لگایا ہے۔

اس طرح عام قاری کے لیے بھی جزء رفع الیدین سے استفادہ اطمینان بخش ہو گیا ہے۔

۸۔ حاجی کے شب وروز

(المنهاج فی یومیات الحاج)

تالیف: ابوعبداللہ خالد بن عبدالناصر

ترجمہ، تحقیق وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد

صفحات: 103

حاجی کے شب وروز المنہاج فی یومیات الحاج کا عربی سے اردو ترجمہ ہے جو کہ آپ نے بمقام منیٰ، مکۃ المکرّمۃ مورخہ 12 ذوالحجہ 1425ھ کو ختم کیا۔ (ص 64)

متن میں ہی تخریج کا فریضہ سرانجام دیا گیا ہے۔ مفید علمی حواشی، متن کے نیچے حاشیہ میں درج ہیں۔ کتاب ھذا کے ص 103 پر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے دستخط اور مہر ثبت ہے۔ الطبعۃ الاولیٰ کے علاوہ تاریخ 2006-05-31 اور 4 جمادی

الاولیٰ 1427ھ بھی درج ہے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ترجمے میں یا حاشیہ میں حسب موقع اپنے اختلافی نوٹ ثبت فرمائے ہیں جو کہ نوٹ کے شروع میں ''تنبیہ از مترجم'' یا نوٹ کے آخر پر مترجم یا زبیر علی زئی کی شکل میں واضح ہے۔ یہ اختلافی نوٹ تحقیقات حدیث یا مسائل فقہ ہر دو حوالے سے پائے جاتے ہیں۔

مترجم کتاب ھذا کے ص 7 اور 8 پر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے قلم سے پیش لفظ محررہ 16 ربیع الثانی 1426ھ ہے۔ جس میں آپ نے واضح کیا ہے کہ ترجمے کے علاوہ اس میں بہت سے فوائد اور معلومات کا اضافہ کر دیا ہے اور آخر پر جامع فہرست بھی دے دی ہے۔ (ص 8)

المنہاج فی یومیات الحاج کا ترجمہ ص 9 سے شروع ہو کر ص 75 پر مکمل ہو رہا ہے۔ ص 76 سے 83 تک فاضل مترجم رحمہ اللہ کی طرف سے ''بعض ضروری اور مفید مسائل'' کے تحت 41 مسائل حج ہدیۂ قارئین ہیں۔ ہر مسئلہ نہ صرف باحوالہ پیش کیا ہے بلکہ ہر حوالے کی صحت کے بارے میں حکم بھی موجود ہے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے آخر میں ص 84 سے 91 تک امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی 318ھ) کی کتاب ''الاجماع'' سے حج کے 82 اجماعی مسائل کا ترجمہ ومفہوم پیش خدمت کیا ہے۔ ترجمہ کتاب، ذاتی طور پر پیش کردہ مسائل کی فہرست اور منقولہ اجماعی فہرست سے عیاں ہے کہ آپ واقعتاً جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ تھے۔ علوم الحدیث میں رسوخ کی طرح فقہی مسائل میں بھی بڑا درک رکھتے تھے۔

(ذلك فضل الله يوتيه من يشاء)

۹۔ سنت کے سائے میں (في ظلال السنة)

از قلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ترجمہ: حافظ ندیم ظہیر

مطبوع: ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو، ربیع الثانی 1435ھ/ فروری 2014ء جلد 11، شمارہ: 2 مسلسل شمارہ نمبر 144 ص 38-39

فاضل مترجم جناب حافظ ندیم ظہیر صاحب نے ''سنت کے سائے میں'' کا تعارف ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: ''تقریباً 1419ھ میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ایک عربی جریدے ''سیاحۃ الامۃ میں فی ظلال السنۃ'' کے نام سے فقہ الحدیث لکھنے کا آغاز کیا، پھر یہ سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا اور بہت مقبول بھی ہوا۔ ہم اسی مفید سلسلے کو اردو قالب میں ڈھال کر ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ شیخ محترم کا اسلوب یہ تھا کہ کوئی ایک حدیث باسند نقل کر کے اس کی تخریج وتحقیق کرتے، پھر فقہ الحدیث کے تحت مسائل استنباط کرتے، بعض اوقات غریب الحدیث کی بھی وضاحت فرما دیتے تھے۔ اللھم اغفر له وارحمه

(الحدیث حضرو: 114 ص 38)

آپ رحمہ اللہ کے آثار علمیہ میں سے فقہ الحدیث پر منفرد کام کی قسط وار طبع اشاعۃ الحدیث حضرو، شمارہ: 114 سے شروعات ہو چکی ہیں۔ دعا ہے کہ یہ قسط وار کام جلد از جلد کتابی صورت میں طبع ہو اور محدث العصر رحمہ اللہ کے علم وفضل کا یہ گوشہ یعنی فقہ الحدیث میں آپ کی مہارت آشکار ہو۔ (آمین ثم آمین)

تنبیہ: بعد کی اقساط کا ترجمہ حافظ ندیم ظہیر صاحب کے

شاگرد حافظ فرحان الٰہی صاحب کے قلم سے ہو رہا ہے۔

۱۰۔ شرح حدیث جبریل

تالیف: الشیخ عبدالمحسن العباد

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اپریل 2006ء

صفحات: 166

کتاب ھذا کے ص 125 پر 6 اگست 2005ء/ 30 جمادی الثانی 1426ھ، نیز حافظ زبیر علی زئی مسجد اہل حدیث گاؤں پیاڑ تحصیل کلکوٹ ضلع دیر بالا شمالی پاکستان مذکور ہے۔ (جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب ھذا کے تکمیل ترجمہ کے مقام اور تاریخ کا بیان ہے۔)

اسی صفحہ پر اس کے نیچے، لیکن الگ سے ہٹ کر فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ثبت ہیں اور شرح حدیث جبریل، الطبعۃ الاولیٰ مورخہ 9 صفر 1427ھ مرقوم ہے۔

جو کہ اس کتاب کے ترجمہ وتحقیق کو فضیلۃ الشیخ کی طرف سے ذمہ داری قبول کرنے کا اعلان ہے۔ شرح حدیث جبریل میں ص 126 تا 144 قطف الجنی الدانی شرح مقدمہ ابن ابی زید القیروانی کا ترجمہ بھی شامل اشاعت ہے۔

کتاب ھذا میں فاضل مترجم رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے پیش لفظ موجود نہیں اور کسی جگہ سے یہ صراحت پانے میں کامیابی نہیں ہوئی کہ تخریج روایات ترجمہ شدہ ہے یا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے۔ تاہم بعض مقامات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی موجود ہیں جو کہ مشکل اور مبہم عبارات یا اہم اور ضروری امور کی توضیحات کا عمدہ نمونہ ہیں۔

۱۱۔ شعار اصحاب الحدیث

تصنیف: امام ابو احمد الحاکم الکبیر رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی 378ھ)

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

مطبوع: مقالات، جلد 2 صفحہ 51 تا 85

فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو احمد الحاکم الکبیر کی کتاب شعار اصحاب الحدیث کی امام صاحب تک سند صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس کے ترجمے وتحقیق کا بیڑا اٹھایا۔ یہ کتاب ایمان و عقیدہ اور نماز کے مسائل کے بارے میں بقامت کہتر بقیمت بہتر تصنیف ہے، اور ترجمے کے ساتھ فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سونے پر سہاگا ہے، کیونکہ آپ نے ہر حدیث کی تخریج کے ساتھ ساتھ اس کی صحت وضعف کے بارے میں حکم لگا کر قارئین کے لیے استفادہ بارے ایمان وایقان والی سہولت بہم پہنچا دی ہے۔ اور صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع ہر طرح کی روایت کی حیثیت جلی حکم سے نمایاں کر دی ہے۔ (اللھم تقبل منه جميع حسناته)

۱۲۔ شمائل ترمذی

تالیف: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی

(210/209-279ھ)

ترجمہ وتحقیق وفوائد: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اکتوبر 2011ء

صفحات: 467

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کے مطابق مورخہ 12 جون 2011ء بروز بدھ بوقت گیارہ بج کر

5منٹ پر شمائل ترمذی کی ترجمانی، تحقیق وتخریج اور شرح و فوائد کی تکمیل ہوئی۔ والحمدللہ

1۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے 723ہجری کے لکھے ہوئے شمائل ترمذی کے نسخے کو اصل بنایا اور 1261ھ کے لکھے ہوئے دوسرے نسخے کے علاوہ دیگر مطبوعہ نسخوں کی مدد سے بعض عبارات کی اصلاح کی ہے۔

2۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے اصل مصادر سے مذکورہ احادیث تلاش کر کے اصل کتابوں کے حوالے دے دیے ہیں۔

3۔ شمائل ترمذی کی جو احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم (صحیحین) میں موجود ہیں۔ وہ سب صحیح اور مقبول ہیں اور دیگر احادیث پر صحیح، حسن یا ضعیف ومردود ہونے کے لحاظ سے حکم لگا دیا ہے اور عندالضرورت وجۂ ضعف بھی بیان کر دی ہے۔

4۔ شمائل ترمذی کا اردو ترجمہ بلکہ لفظی ترجمہ کی بجائے مفہوم واضح کرنے والی ترجمانی کرنے کے ساتھ صحیح وحسن احادیث کی شرح وفوائد بھی لکھ دیے ہیں تاکہ عوام وطلباء زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

آخر کتاب پر ص 421 تا 464 اطراف الآیات و الاحادیث والآثار، راویان حدیث (صحابہ رضی اللہ عنہم) اور رجال کی فہارس کے علاوہ مسائل وموضوعات کا اشاریہ بھی پیش کر دیا ہے۔

شمائل ترمذی میں محدث العصر رحمہ اللہ نے متن حدیث کے بعد اردو ترجمہ درج کرنے کے بعد تحقیق وتخریج کی ذیلی سُرخی قائم کرتے ہوئے ہر حدیث کی تصحیح وتضعیف کے ساتھ ساتھ تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ حسبِ ضرورت احادیث کی اسانید اور متون پر خالص محدثانہ انداز میں تحقیق و تخریج کا حق ادا کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔ شرح وفوائد کے زیر عنوان سلسلہ نمبر کے تحت فقہ الحدیث پر مشتمل نکات علمیہ و عملیہ سامنے لائے ہیں۔

آپ کی تحقیق کے مطابق شمائل ترمذی میں 417 احادیث ہیں۔ 320 احادیث پر آپ نے صحیح متفق علیہ، صحیح، حسن، سندہ صحیح اور سندہ حسن جیسے حکم لگائے ہیں اور 97 احادیث پر سندہ ضعیف، سندہ ضعیف جداً، سندہ ضعیف والحدیث صحیح اور سندہ ضعیف والحدیث حسن کا حکم لگایا ہے۔

۱۳۔ عبادات میں بدعات اور سنت نبوی سے ان کا رد

تالیف: عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم حفظہ اللہ

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2005ء

صفحات: 320

دین اسلام میں بدعت گمراہی گردانی گئی ہے، لہٰذا بدعات سے آگاہی دین کے نام پر پیش آمدہ ممکنہ گمراہی سے آگاہی ہے۔ جس کا علم ہونا لازم ہے، تاکہ اہل اسلام وصاحب ایمان بدعت میں پڑنے اور گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔ اسی غرض و غایت سے الشیخ عمرو بن عبدالمنعم بن سلیم حفظہ اللہ کی ایسی اہم کتاب کے ترجمہ وتحقیق کا بیڑا فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اٹھایا تھا اور حتی المقدور اس کا حق ادا کر دکھایا۔

کتاب ھذا کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ حاشیہ میں 328 احادیث و روایات کی متعلقہ کتب سے علی الابواب تخریج کی ہے۔ روایت کا نمبر یا جلد نمبر اور صفحہ نمبر کی سہولت

بھی فراہم کر دی ہے۔ احادیث کے بارے میں صحت و ضعف کا حکم بھی لگایا ہے۔ آپ کی تحقیق کے مطابق 328 روایات میں سے 45 روایات پر ضعیف یا موضوع کا حکم ہے، جبکہ باقی روایات آپ کے نزدیک صحیح، سندہ صحیح، اسنادہ صحیح، حسن، حسن لذاتہ، سندہ حسن یا اسنادہ حسن کے درجے میں ہیں۔

کتاب ھذا کی تخریج وتحقیق کی غرض و غایت کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

''احادیث کی باحوالہ تخریج بھی کی ہے اوران پر صحت وضعف کے لحاظ سے حکم بھی لگا دیا ہے تا کہ عام قارئین کو آسانی رہے۔ضعیف روایات کے ضعف بھی مختصراً عرض کر دیے ہیں اور بعض مقامات پر فاضل مصنف سے اختلاف کی صورت میں حواشی بھی لکھے ہیں اور بعض مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ والحمدللہ'' (ص 18)

۱۴۔ فضائل جہاد

(الأربعون فی الحث علی الجهاد لابن عساکر)

تالیف: حافظ ابوالقاسم ابن عساکر الدمشقی (499-571ھ)

ترجمہ، تحقیق وفوائد: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اپریل 2012ء

صفحات: 195

فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کتاب ھذا پر درج ذیل مختلف کام سرانجام دیے ہیں:

1۔ متون واسانید کی تصحیح
2۔ احادیث وروایات کی تحقیق وتخریج
3۔ فوائد: احادیث سے مستنبط فوائد کو مناسب مقامات پر جمع کر دیا ہے
4۔ راویان حدیث کا تعارف
5۔ عربی عبارات پر اعراب لگا دیے گئے ہیں
6۔ مفصل اور جامع مقدمہ لکھا جس میں حافظ ابن عساکر، کتب جہاد اور جہاد کے بارے میں معلومات جمع کر دیں۔
7۔ آغاز کتاب کی فہرست کے ساتھ کتاب کے آخر میں آیات، احادیث و آثار، اسماء الرجال اور اہم موضوعات (اشاریہ) کی فہرستیں مرتب کر کے درج کر دی ہیں۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے کتاب ھذا میں فضائل جہاد پر چالیس احادیث جمع کی ہیں اور آغاز پر 40 احادیث حفظ کرنے کے بارے میں مشہور عام حدیث نقل کی ہے:

((مَنْ حَفِظَ عَلٰی أُمَّتِي أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِيْمَا يَنْفَعُهُمْ مِنْ أَمْرِ دِيْنِهِمْ ، بُعِثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْعُلَمَاءِ ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ سَبْعِيْنَ دَرَجَةً ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ .)) (ص 38)

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ آپ کے الفاظ میں: ''حافظ ابن عساکر کی پیش کردہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا راوی عمرو بن الحصین کذاب و متروک ہے اور اس روایت کے تمام شواہد سخت ضعیف و مردود ہیں۔ اس باب میں صراحتاً صرف آثار سلف صالحین ہیں۔ جن کی وجہ سے متعین تعداد میں یعنی چالیس حدیثیں جمع کرنا، لکھنا اور پڑھنا پڑھانا جائز ہے۔'' (ص 40)

اس کتاب کی چالیس احادیث میں سے آپ رحمہ اللہ کے نزدیک 33 احادیث مقبول ہیں جن پر متفق علیہ، صحیح یا

حسن کا حکم لگایا ہے اور 7 روایات مردود ہیں جن پر ضعیف، ضعیف جداً یا موضوع کا حکم لگایا ہے۔ آپ کی تحقیق کے مطابق کتاب ھذا کی حدیث نمبر 61 (موضوع) صرف اسی کتاب میں ہے۔ (ص95)

۱۵۔ فضائل درود وسلام

(فضل الصلاة على النبي ﷺ)

تالیف: امام اسماعیل بن اسحاق القاضی رحمہ اللہ

(199-282ھ)

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، فروری 2010ء

صفحات: 168

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کتاب ھذا کے شروع میں ص 9 تا 14 پر درود وسلام کی 21 صحیح احادیث و آثار پر مشتمل راہنما تحریر ھدیہ قارئین کی ہے۔ بعد ازاں ص 15 تا 23 پر درود و سلام کی ضعیف روایات مع مدلل جرح قلمبند کی ہیں۔ ص 24 تا 29 پر صحیح احادیث و روایات کی مدد سے 23 مسائل درود پر محدثانہ انداز میں راہنمائی فرمائی ہے۔

ص 30 تا 32 پر انتہائی اختصار مگر صحیح روایات کی مدد سے سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ کے چند پہلو سامنے لائے ہیں۔

ص 33 تا 36 پر کتاب کی سند کی تحقیق کی توثیق کا فریضہ سرانجام دیا ہے، اس کے بعد فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے کتاب کے ترجمے کے علاوہ متن کی اصلاح اور مفید تخریج کے ساتھ ہر حدیث اور اثر پر تحقیقی حکم لگایا ہے، تاکہ عام لوگوں کے سامنے بھی صحیح اور ضعیف روایات واضح ہو جائیں۔ تحقیق کے زیر عنوان محدثانہ انداز میں اسانید ومتون پر ضروری بحث کی ہے اور فوائد کے تحت واجبی طور پر فقہ الحدیث پر آگاہی فرمائی ہے۔

کتاب ھذا میں نمبر شمار کے مطابق 107 جبکہ حقیقت میں 108 (1/ 42 اور 2/ 42) احادیث و آثار پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے محدث العصر رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول صرف 45 ہیں جن پر صحیح، سندہ صحیح، حسن یا سندہ حسن کا حکم لگایا ہے، جبکہ 63 روایات مردود ہیں۔ جن پر ضعیف، سندہ ضعیف، سندہ سخت ضعیف، سندہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف، سندہ منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف یا اس کی سند میں نظر ہے جیسے احکامات لگائے ہیں۔

۱۶۔ کتاب الاربعین

تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمہ، تحقیق وفوائد: حافظ زبیر علی زئی

نظر ثانی: حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، دسمبر 2012ء

صفحات: 184

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) نے اپنے مختلف اساتذہ سے چالیس حدیثوں کا ایک مجموعہ تیار کیا۔ جس کا ترجمہ مع فوائد فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ آپ نے ترجمہ حدیث کے بعد تحقیق وتخریج کے زیر عنوان حدیث پر تصحیح وتضعیف کے بارے میں اپنا حکم درج کیا ہے۔ اربعین میں سے 33 احادیث کے صحت پر صحیح، حسن یا سندہ صحیح کا حکم ہے اور 7 روایات کے بارے میں سندہ ضعیف یا سندہ ضعیف جداً

کا حکم لگایا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف کتب سے ہر حدیث کی حسب ضرورت تخریج کی ہے۔ بعد ازاں شرح وفوائد کے زیر عنوان نمبر وار فقہ الحدیث یا فوائد حدیث سامنے لائے ہیں۔ یہ فوائد تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، تاریخ الغرض ہر طرح کے قیمتی افادات کو جامع ہیں، اور محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ کی علوم اسلامیہ پر جامعیت اور علوم الحدیث پر کاملیت عیاں ہوتی ہے، آخر پر راوی حدیث کا تعارف مختصر مگر جامع انداز میں صحیح اسانید سے باحوالہ پیش کرتے ہیں۔

۱۷۔ نبی کریم ﷺ کے لیل ونہار

تالیف: امام حسین بن مسعود البغوی (516ھ)

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: حدیبیہ پبلیکیشنز لاہور

صفحات: 560

کتاب ھذا کی تکمیل ومراجعت کے بارے میں مرقوم ہے: ''انتهى الكتاب والحمد لله : 8 ستمبر 2003ء 4:22 بعد العصر المسجد النبوی (المدينة المنورة) حافظ زبیر علی زئی مراجعت ختم 17 مارچ 2007ء''

نبی کریم ﷺ کے لیل ونہار میں کل 1257 احادیث موجود ہیں۔ جناب زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ان میں سے 1023 مقبول ہیں۔ ان مقبول روایات میں سے صحیح البخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کی تخریج پر حکم کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں۔

تاہم ہر دو میں موجود احادیث پر متفق علیہ کا حکم نقل کیا ہے۔ دیگر کتب حدیث کی روایات کے بارے میں صحیح، اسنادہ صحیح، حسن، اسنادہ حسن جیسے احکامات کے ساتھ ساتھ تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے، جبکہ 234 روایات مردود ہیں۔ جن کے بارے میں آپ نے ضعیف، ضعیف جداً، ضعیف منکر، ضعیف مرسل، ضعیف لارسالہ، اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جداً اور موضوع جیسے احکامات درج فرمائے ہیں۔

۱۸۔ نصر الباري في تحقيق جزء القرأة للبخاري

تالیف: امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ، تخریج وتعلیق: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، مئی 2013ء

صفحات: 350

نصر الباری کی طبعہ ثالثہ آپ کی حیات مستعار کی آخری طبع ہے جس میں جزء القراءۃ للبخاری کے سارے متن کا مقارنہ ایک قدیم مخطوطے کے ساتھ بھی کر دیا گیا ہے، اور اس نسخے کو آپ نے سابقہ مطبوع نسخوں سے بہت بہتر قرار دیا ہے۔ یہ آپ کی 6 مارچ 2013ء کی تحریر ہے۔

(ص344)

نماز کے مشہور اختلافی مسئلے قراءۃ خلف الامام کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف محدثین کے ہاں بہت مقبول ٹھہری ہے اور محدثین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس پر کام کیا ہے۔ محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ نے مخطوط اور مطبوع نسخوں کے علاوہ دیگر مصادر کی مراجعت سے ناسخ وکاتب حضرات کی سند ومتن میں پیدا کردہ اخطاً واغلاط کی تصحیح کر دی ہے۔

عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمہ پیش کیا ہے۔ عربی

متن اور ترجمے کے بعد تخریج کے زیرعنوان پہلے روایت پر حکم اور بعدازاں تخریج کا حق ادا کیا ہے۔ حسب ضرورت خالصتاً محدثانہ انداز میں رواۃ کے زیرعنوان فقہ الحدیث کی بنیاد پر ضروری نکات نمبر وار سامنے لائے ہیں۔ اس طرح عام قاری صحت روایت کے ساتھ اس کے فوائد سے بھی بآسانی آگاہ ہو جاتا ہے۔

محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیق انیق کے مطابق جزء القراءۃ للبخاری میں موجود 300 احادیث و روایات میں سے 259 کے بارے میں صحیح، حسن کا حکم یا سکوت ہے، جبکہ 41 احادیث و روایات کے بارے میں ضعیف، ضعیف جداً یا اسنادہ ضعیف کا حکم درج ہے۔

ب: غیر مطبوع

1. ترجمہ وتحقیق کتاب التقبیل والمعانقہ لابن الاعرابی*
2. ترجمہ وتحقیق مسند الحمیدی (نسخہ ظاہریہ)

۳) تصنیفات وتالیفات:

(الف) مطبوع

۱۔ البوارق المرسلة على ظلمات التبصرة

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: جماعت اہل الحدیث علاقہ چھچھ ضلع اٹک، 25 شعبان 1415ھ

صفحات: 25

البوارق المرسلہ ...... درحقیقت جواب الجواب کا جواب ہے۔ قاری چن محمد کی طرف سے ''غیر مقلدین سے چند معروضات'' نامی تحریر سامنے آنے پر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ''معروضات کے جوابات'' کے زیرعنوان جواب تحریر فرمایا۔ جس کے جواب میں قاری چن محمد نے ''معروضات کے بے تکے جوابات پر تبصرہ'' نامی تحریر پیش کی۔ جس کے جواب میں آخر کار فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ''البوارق المرسلہ علی ظلمات التبصرۃ'' نامی جواب سپرد قلم کیا اور جناب قاری چن محمد کی ترک تقلید و دیگر مسائل کے بارے میں معروضات کا ٹھوس علمی و تحقیقی دندان شکن جواب پیش کر دیا جس کا مذکورہ بالا ایک ہی محدود ایڈیشن ھدیہ قارئین ہوا۔ بعدازاں تا حال یہ رسالہ کسی دوسرے نام سے شائع کیا گیا اور نہ یہ تحریر ماہنامہ الحدیث یا مقالات وغیرہ ہی میں شامل اشاعت کی گئی ہے۔

۲۔ الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

الناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد 1434ھ

صفحات: 246

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی اس تصنیف لطیف اور تحقیق انیق کے صفحہ 211 پر ''کتبہ ابو معاذ زبیر بن مجدد علیزئی۔ 6 جمادی الاول 1434ھ'' محررہ ہے۔ مسئلہ تدلیس حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا معاصرین و متاخرین سے اہم ترین اختلافی اصولی مسئلہ تھا۔ جس کے بارے میں ''اپنے بھی خفا بیگانے بھی ناخوش'' والا معاملہ تھا۔ اور مسئلہ تدلیس پر کتاب ھذا کا ایڈیشن آپ کے آخری مؤقف کا

* اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ کتاب شائع ہو کر داد تحسین وصول کر چکی ہے۔ وللہ الحمد

علمبر دار ہے۔

یہ تصنیف اساسی طور پر حافظ ابن حجر (852ھ) کی کتاب "تعريف أهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس" المشہور باسم "طبقات المدلسین" کے فوائد کا اہم ترین مجموعہ ہے جو کہ متن کے نیچے صفحہ وار، حاشیہ نمبر کے ساتھ مندرج ہیں۔ ان فوائد میں حافظ زبیر علی زئی، حافظ ابن حجر سے راوی کے مدلس ہونے یا تدلیس سے بری ہونے کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ اسی طرح مدلس راوی کے طبقہ کے بارے میں بھی اختلاف کرتے ہیں، مثلاً "بريئ من التدليس" کے لیے ملاحظہ ہو ص23 اسحاق بن راشد، ص21 الحسین بن واقد...... الی آخرہ۔ اسی طرح حافظ زبیر علی زئی نے حافظ ابن حجر کے نزدیک

المرتبة الاولیٰ کے 33 مدلسین میں سے 22

المرتبة الثانية کے 33 مدلسین میں سے 13 اور

المرتبة الثالثة کے 50 مدلسین میں سے 5 رواۃ کو

تدلیس سے بری قرار دیا ہے، لیکن المرتبة الرابعة کے 14 اور المرتبة الخامسة کے 24 رواۃ میں سے کسی ایک کو بھی تدلیس سے بری قرار دے کر حافظ ابن حجر سے اختلاف نہیں کیا، حافظ ابن حجر کے مطابق طبقات المدلسین میں 154 رواۃ مدلسین میں سے ہیں، جبکہ حافظ زبیر علی زئی نے ان میں سے 39 رواۃ کو تدلیس سے بری قرار دیا ہے۔ اور یہ تحقیق آپ کے علم اسماء الرجال اور علل الحدیث میں دقتِ نظر اور مضبوط گرفت کا بین ثبوت ہے۔

الفتح المبین میں حافظ زبیر علی زئی نے حافظ ابن حجر سے رواۃ کے قائم کردہ طبقات کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی نے المرتبة الاولیٰ کے 33 رواۃ میں سے 5 المرتبة الثانية کے 33 میں سے 19، المرتبة الثالثة کے 50 میں سے 7، المرتبة الرابعة کے 14 میں سے 6 اور المرتبة الخامسة کے 24 میں سے 2 رواۃ کو حافظ ابن حجر کے ذکر کردہ مراتب سے مختلف مراتب بیان فرمائے ہیں اور نئے مراتب رواۃ میں حافظ ابن حجر کے مقابلے میں ترقی وتنزل ہر دو پائے جاتے ہیں۔

الفتح المبین کے صفحہ 172 تک طبقات المدلسین لابن حجر پر حواشی زبیر علی زئی موجود ہیں۔ صفحہ 173 سے تا آخر صفحات پر مسئلہ تدلیس کے بارے میں بعض کتب منقول ہیں۔ تفصیلات کے طالب کتاب ھذا کی طرف رجوع کرنے میں بہت مفید معلومات سے اپنے دامن مالا مال کریں گے۔ (ان شاءاللہ العزیز)

الفتح المبین کے صفحہ 219 تا 223 حکم التدلیس فی اصول الحدیث اور صفحہ 224 تا 226 الزوائد کے زیر عنوان محدث العصر رحمہ اللہ کا مسئلہ تدلیس پر مدلل مؤقف پایا جاتا ہے۔

الفتح المبین کی الطبعة: شوال 1426ھ میں صفحہ 2 پر مراجعة: الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ مرقوم ہے۔ فضیلۃ الشیخ اثری صاحب سے فون (بتاریخ 06-02-2014 بوقت 12:30 دوپہر) پر رابطہ کرنے پر فرمایا کہ میں نے اپنے بعض ملاحظات جناب زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے گوش گزار کیے تھے اور انھوں نے قبول کرتے ہوئے ان کے مطابق مسودہ میں اصلاح فرمائی تھی۔

۳۔ القول الصحيح فيما تواتر في نزول المسيح

المعروف: نزول مسیح علیہ السلام حق ہے

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: ماہنامہ الحدیث حضرو جلد 1 اگست 2004ء/ جمادی الثانی 1425ھ شمارہ 3 (ص 37 تا 46)، شمارہ 4 (ص35 تا44) شمارہ6 (ص23 تا36)

ماہنامہ الحدیث حضرو میں تین قسطوں میں شائع شدہ یہ تصنیف و تالیف بقامت کہتر بقیمت بہتر کی بہترین مثال ہے۔ تیسری اور آخری قسط کے آخر پر 22 جمادی الثانی 1412ھ بمطابق 2 جنوری 1992ء تحریر شدہ ہے۔ یہ تینوں قسطیں ''نزول مسیح علیہ السلام حق ہے المعروف القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح ''کے زیر عنوان شائع شدہ ہیں، جبکہ آپ کی پیش کردہ فہرست کتب میں یہ نام برعکس ترتیب سے مجرد ہی مرقوم ہے یعنی'' القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح '' اور پہلی قسط کے پہلے پیراگراف میں ''نزول عیسیٰ علیہ السلام حق ہے'' بھی لکھا ہوا ہے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی یہ کاوش بظاہر ابوالخیر اسدی کی کتاب ''اسلام میں نزول مسیح کا تصور'' کا محدثانہ رد دکھائی دیتا ہے یہ رد آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور فہم سلف صالحین کا عکاس ہے۔ اور قبل از قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بطور امتی نزول کا علم بردار ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے الفاظ درج ذیل ہیں: ''جس میں قرآن، صحیح احادیث، اجماع اور آثار سلف صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں عیسیٰ بن مریم الناصری علیہما السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے اور منکرین کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیے گئے ہیں۔''

(الحدیث شمارہ:3 ص37)

مزید برآں آپ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''اس کتاب کی تصنیف کے بعد جناب انور شاہ کشمیری کی کتاب "التصریح بما تواتر في نزول المسیح " کا علم ہوا۔ کتاب حاصل کر کے پڑھی، بہترین کوشش ہے، تاہم کنز العمال وغیرہ سے بلا تحقیق حدیثیں نقل کی گئی ہیں، لہٰذا اس میں صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع روایات بھی موجود ہیں۔'' (الحدیث شمارہ:3 ص37)

۴۔ القول المتین فی الجهر بالتأمین

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: نعمان پبلیکیشنز، 2013ء

صفحات: 112

القول المتین کے بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: '' راقم الحروف نے آمین بالجہر کے بارے میں بہت عرصہ پہلے ایک رسالہ لکھا تھا جو الآثار راولپنڈی میں شائع ہوا تھا۔ اب یہی رسالہ اپنی اصل کاپی سے اضافہ اور اصلاح کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔'' (ص19)

رسالہ ھذا میں مؤلف گرامی نے آمین بالجہر کے دلائل اور مانعین کے شبہات کا ازالہ فرمایا ہے۔ نیچے دلائل کے طور پر پیش کردہ 6 روایات کو طویل و مدلل محدثانہ جرح و تعدیل کی کسوٹی سے گزارا ہے اور مانعین جہری آمین کے حوالے سے ''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کے باب ''اخفاءُ التامین'' کی فوٹو سٹیٹ مصغر (Reduce) کر کے ''دیوبندی'' کا لفظ لکھ کر جواب دیا گیا ہے۔

ص 19 پر آپ کا اعلان ہے'' کہ میری صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے ہر ایڈیشن کے آخر میں میرے دستخط و تاریخ موجود ہوں، اس شرط کے بغیر کسی شائع شدہ کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ و ما علینا الا البلاغ

(22 دسمبر 2003ء، بعد از مراجعتِ ثانیہ 14 ستمبر 2006ء)

اورص 67 پر آپ کی تصنیف لطیف کے مسئلہ مختلفہ کے حق میں دلائل پیش کرنے کا اختتام ہے اور یہاں تین تاریخیں محررہ ہیں: ''1989-11-23 بروز جمعرات، مراجعۃ الطبعۃ الثانیۃ 15 ستمبر 2006ء، الطبعۃ الثالثۃ 19 مارچ 2013ء''

کتاب ھذا کے 69 سے 96 تک ''حدیث اور اہلحدیث'' کتاب کے رسالے ''اخفاء التامین'' کا مکمل جواب اپنے مخصوص انداز میں سپردقلم کیا ہے۔ص 97 تا 99 اطراف الاحادیث والآثار اورص 100 تا 109 فہرست راویان حدیث و آثار ہدیہ قارئین ہیں۔ص 110 تا 112 حافظ زبیرعلی زئی کی اردووعربی 78 مطبوع وغیرمطبوع اورمخطوط ومفقود تصانیف کی ایک طویل فہرست قارئین کی معلومات کا عمدہ سامان ہے۔

۵۔ الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة خلف الإمام فی الصلٰوۃ الجهرية (المعروف) مسئلہ فاتحہ خلف الامام

تالیف: محدث العصر حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ

ناشر: نعمان پبلیکیشنز 2013ء

صفحات: 152

کتاب ھذا کی طبع اول 80 صفحات پر مشتمل ہے اور ناشر جماعت اہلحدیث حضرو (اٹک) ہے سن اشاعت جنوری 1997 ہے (ص2) جبکہ ص 78 پر آپ کا اسم گرامی ابوطاہر زبیر بن مجدد علی زئی المحمدی۔حضرو ضلع اٹک مرقوم ہے۔

کتاب ھذا مذکورہ بالا تعارفی طبع 2013ء میں طبع اول ص 7 تا 103 پر موجود ہے جس میں ص 15 تا 31 مقدمۃ التحقیق شامل ہے۔ص 105 تا 152، قوی الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام کے زیرعنوان ''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کے باب ترک القرأۃ خلف الامام کا مکمل جواب حوالہ قرطاس ہے۔محدث العصر رحمہ اللہ کی ہرتحریر محدثانہ اسلوب کی علمبردار ہوتی ہے جو کہ عصر حاضر میں قرون اولیٰ کے محدثین کی تحریروں کی یاد تازہ کرتی ہے۔

ص 152 پر حافظ زبیرعلی زئی (11 جون 2004ء) مرقوم ہے۔اس کے نیچے الكواكب الدرية فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الصلوٰۃ الجہریۃ (طبعۃ جديدة مع مراجعۃ و زیادات) حافظ زبیرعلی زئی مع دستخط اور مہرثبت ہے جس کے نیچے 7 جمادی الثانیہ 1428ء محررہ ہے، جو کہ کتاب ھذا وطبع ھذا کی آپ کی طرف سے قبولیت کی شرائط پر پورا اترنے کی قطعی دلیل ہے۔جس سے کتاب میں موجود روایات کی تحقیق یعنی صحت وضعف بھی آپ کو قبول ہے اور اس اختلافی مسئلہ میں آپ کی رائے کا واضح اعلان ہے کہ جہری اور سری نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا، امام، مقتدی اور اکیلے سب پر ضروری ہے۔

٦۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب

تالیف: حافظ زبیرعلی زئی

ناشر: نعمان پبلیکیشنز، مئی 2005ء

صفحات: 88

مقدمۃ الکتاب ص 5 پر فاضل مؤلف رحمہ اللہ واضح کرتے ہیں کہ یہ کتاب ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' ایک کھلا خط ہے جسے امین اوکاڑوی صاحب کی زندگی میں ان کی خدمت میں بھیجا تھا مگر وہ اس کتاب کی اصل شرط کے مطابق جواب نہ دے سکے۔اب افادۂ عام کے لیے اسے تصحیح وتنقیح

کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کھلے خط کا پس منظر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے شاگرد خاص حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ یوں بیان کرتے ہیں: ''زیرنظر کتاب کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تراویح آٹھ رکعات سنت ہیں کے موضوع پر ''نور المصابیح'' ایک رسالہ لکھا جو کہ عوام وخواص میں بہت مقبول ہوا۔ اسی رسالہ پر عادت سے مجبور ہو کر اوکاڑوی صاحب نے ہرزہ سرائی کی تو جواب میں استاد محترم نے اس کے اوہام وفریب کی قلعی اتار کر عوام الناس پر حقیقت حال کو ''اوکاڑوی کا تعاقب'' کی صورت میں آشکار کیا۔'' (ص4)

کتاب ھذا کا عمومی انداز اگرچہ رکعات تراویح کے بارے میں اختلافی رسائل کا رد اور جواب الجواب کا حامل ہے، لیکن محدث العصر رحمہ اللہ کا خاص جرح وتعدیل کا رنگ ہر جگہ نمایاں ہے کیوں کہ آپ رحمہ اللہ کے نزدیک تاریخی روایات بھی معیار صحت سے گری ہوئی قابل قبول نہیں تھیں۔ کتاب ھذا کے ص 73 تا 83 فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کا وجہ جواب ٹھہرنے والا رسالہ ''نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح'' شامل کتاب ہے جس میں آپ رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ جمہور علماء بشمول علمائے احناف سے نماز تراویح کا گیارہ رکعات سنت ہونا ثابت کیا ہے۔

۷۔ انوار الصحیفة فی الأحادیث الضعیفة من السنن الأربعة

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

الناشر: المکتبة الإسلامیة لاهور / فیصل آباد 1423ھ

صفحات: 726

مقدمہ انوار الصحیفۃ محررہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مورخہ 5 محرم 1425ھ ہے۔ مقدمہ میں ص 5 تا 9 آپ رحمہ اللہ نے اصول حدیث کی روشنی میں اپنا منہج علمی وتحقیقی بالتفصیل بیان کیا ہے۔ جس میں آپ نے واضح کیا ہے کہ اس عظیم تصنیف میں سنن اربعہ یعنی سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی ضعیف روایات الگ الگ یکجا کر دی ہیں۔ ہر کتاب کی اپنی ترتیب سے علی الابواب موجود روایات میں سے ضعیف روایات کے اطراف ذکر کیے ہیں۔ لیکن اس 'طرف حدیث' سے قبل ماخذ ٹھہرنے والی سنن سے حدیث نمبر بھی درج کرتے ہیں۔ [اور مشہور محدث علامہ البانی رحمہ اللہ کے ساتھ حکم حدیث میں اختلاف ہونے کی صورت میں حدیث نمبر سے پہلے ''O'' یا ''Ō'' رموز کا استعمال کرتے ہیں جس سے اہل علم وتحقیق کے لئے مزید تحقیق کی راہیں کھلیں گی اور دونوں عظیم محدثین کے مابین تحقیق حدیث میں وجۂ اختلاف جاننے میں مدد ملے گی] اس کے سامنے سطر کے آخر پر راوی صحابی کا اسم گرامی قلمبند کرتے ہیں، دوسری سطر میں سند پر لگایا گیا حکم درج کرتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل سطر کے آخر پر متعلقہ باب نقل کرتے ہیں۔ تیسری سطر سے ضعیف راوی کا نام اور حسب ضرورت وجہ ضعف بیان کرتے ہیں اور اپنے ماخذ کا حوالہ بھی درج کرتے ہیں۔ اگر مذکورہ روایت سنن اربعہ میں سے کسی اور میں بھی موجود ہو تو اس کا حوالہ بھی د، ت، ن اور جہ علی الترتیب سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے لیے استعمال کر کے حدیث نمبر کے ساتھ اس کتاب میں حدیث تک رسائی آسان کر دیتے ہیں۔

تنبیہ کے تحت فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ واضح کرتے ہیں کہ

سنن اربعہ کی جو احادیث، مَیں کتاب ھذا یعنی انوار الصحیفہ ...... میں درج نہیں کرتا وہ تمام احادیث میرے نزدیک صحیح اور حسن ہیں اور قابل حجت ہیں۔

انوار الصحیفہ میں ص 11 تا 185 سنن ابی داود کی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نزدیک ضعیف روایات بنام ''ضعیف سنن ابی داود'' جمع کی گئی ہیں۔ روایات کی تعداد 1275 ہے۔ ان روایات پر آپ رحمہ اللہ نے ضعیف، ضعیف جدًا، اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جدًا، ضعیف لشذوذہ، اسنادہ ضعیف/ شاذ، اسنادہ ضعیف لا رسالہ، اسنادہ ضعیف لانقطاعہ اور اسنادہ ضعیف وھو حدیث منکر جیسے احکامات ضعف لگائے ہیں۔

ص 187 تا 317 سنن ترمذی کی ضعیف روایات بنام '' ضعیف سنن الترمذی'' جمع کی گئی ہیں۔ روایات کی تعداد 979 ہے۔ ان روایات پر آپ رحمہ اللہ نے ضعیف، ضعیف جداً، اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جدًا، شاذ، اسنادہ ضعیف موقوف، ضعیف ھذا اللفظ، اسنادہ ضعیف جدًا۔ موضوع ، اسنادہ موضوع، موضوع اور لا اصل لہ جیسے احکاماتِ ضعف لگائے ہیں۔ ص 319 تا 371 سنن نسائی کی ضعیف روایات بنام ''ضعیف سنن النسائی'' جمع کی گئی ہیں۔ روایات کی تعداد 391 ہے۔ ان روایات پر آپ رحمہ اللہ نے ضعیف، اسنادہ ضعیف، شاذ، ضعیف لشذوذہ، اسنادہ ضعیف لا رسالہ اور اسنادہ ضعیف لا نقطاعہ جیسے احکامات ضعف لگائے ہیں۔

ص 373 تا 533 سنن ابن ماجہ کی ضعیف روایات بنام ''ضعیف سنن ابن ماجہ'' جمع کی گئی ہیں۔ روایات کی تعداد 1276 ہے۔ ان روایات پر آپ رحمہ اللہ نے ضعیف، ضعیف جداً ، اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جدًا ، اسنادہ ضعیف لانقطاعہ، موضوع، اسنادہ موضوع اور اسنادہ ضعیف جدًا موضوع جیسے احکامات ضعف لگائے ہیں۔

ص 537 تا 669 سنن اربعہ کے مجموعی اطراف الحدیث کی الفابائی ترتیب پر فہرست کی تیاری کا فریضہ بھی سر انجام دیا ہے۔ اس فہرست کے ساتھ متعلقہ صفحہ انوار الصحیفہ موجود ہے، جس کی بدولت بآسانی متعلقہ حدیث تک رسائی ممکن ہے۔ انوار الصحیفہ کے آخر پر ص 671 تا 726 فہرس اسماء الرجال بھی حروف ہجا کی ترتیب سے سنن اربعہ کے رموز اور متعلقہ صفحہ نمبر کے ساتھ مکمل کی گئی ہے۔ انوار الصحیفہ ...... کا دوسرا ایڈیشن مع الأدلۃ کے اضافے کے ساتھ 1434ھ میں ہی شائع ہو گیا تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے حیات مستعار میں انوار الصحیفہ کی طبع سوم پر بھی کام مکمل کر لیا تھا۔ جو کہ انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ (اسم الکتاب: انوار الصحیفۃ فی الأحادیث الضعیفۃ من السنن الأربعۃ مع الأدلۃ الطبعۃ الثالثۃ: رجب 1434ھ [2013ء]) لیکن طبع سے تا حال آراستہ نہیں ہو پائی۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ اپنی تحقیق اسانید و رجال کا برملا اظہار کرنے کے باوجود اصلاح احکام صحت و ضعف کے متلاشی و متمنی رہا کرتے تھے اور حق واضح ہونے پر اپنے حکم سے رجوع کرنے میں کوئی خفت و ملامت محسوس نہیں فرمایا کرتے تھے۔ الطبعۃ الثالثۃ کے مذکورہ بالا انٹرنیٹ ایڈیشن میں 'المعرفۃ] ص 4 پر 'محدث العصر رحمہ اللہ' کی تحقیقی دیانتداری کی جھلک ہدیہ قارئین ہے:

محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیق میں بعض احادیث (ا) پہلے ضعیف بعد ازاں تحقیق مزید اور مراجعت کے نتیجے میں صحیح یا

حسن اور (ب) پہلے صحیح یا حسن اور بعد ازاں ضعیف ٹھہریں۔

آپ رحمہ اللہ نے جدید تحقیق پر راہنمائی کی غرض سے انٹرنیٹ (الطبعۃ الثالثۃ ص4) پر یہ چارٹ پیش کیا تھا۔ اس میں بریکٹ [ ] سے پہلے والی احادیث نمبر سابق ایڈیشنوں میں اور [ ] کے اندر الطبعۃ الثالثۃ کے حوالے سے ہدیہ قارئین کیے گئے ہیں:

أرقام الأحاديث التي صارت صحيحة و حسنة بعد مراجعتها. والحمد لله

د ٢٥٤٠، ٢٩٠٣، ٣٣٧١، ٣٦٢٧، ٣٩٢٤، ٤٦٩١، ٥٠٩٥، ٥١٥٦، ٥٢٠٣، ٥٢١٣ [الطبعة الثالثة : ١٤٢٤، ٣١٦٦، ٤٥٣٧]

ت ١٠٥٥، ١٠٧٤، ١٢٢٨، ١٦١٦، ٣٢٧٩، ٣٦٧٩ [٤٦٣، ٢٨٦٩، ٣٧١٧ب، ٣٩٣٧]

ن ٧٢٩، ٩٨٦، ٥٥٦٨ [٤٧٨١]

جه ٧٦٢، ٢٢١٧، ٢٦٩٨، ٣٧٠٠ [١٦٢، ١١٧٣]

أرقام الأحاديث الضعيفة التى أضيفت فى أنوار الصحيفة بعد المراجعة.

د ٢٧٩٦، ٢٨١٠، ٤٧٨٠، [الطبعة الثالثة : ٥٦٧، ١١٠٥،]

ت ٢٤٥، ١٠٥٥، ١٤٩٦، ١٦٩٠، ٢٥٣٢، ٢٨١٠، ٣٤٥٢، ٣٦٤٤ [٧٥١، ٨٧١، ٢٠٥٥، ٣٠٩٢، ٣٥١٤]

ن ١٧٠، ٢٩٠، ٣١٠٨، ٥٣٢٤، ٥٣٧٤ [١٩٢٤، ٢٧٠٣، ٢٧٠٤]

جه ١٠٩٨، ٣١٢٨، ٣٥٦٧ [٩٢٥، ٢٩٢٨، ٣٤٨٩]

انوار الصحیفہ درحقیقت فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے متون حدیث اور علل و اسماء الرجال میں مہارت و ممارست میں بلند پایہ ہونے کو اہل علم کے سامنے لانے والا شاہکار ہے۔

۸۔ انوار الطریق فی رد ظلمات فیصل الحلیق

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبۃ الحدیث حضرو، ضلع اٹک، رمضان 1431ھ/ بمطابق ستمبر 2010ء (طبع اول)

صفحات: 227

مسئلہ رفع الیدین کے بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد 67، 69) میں شائع شدہ مضامین کا جواب فیصل خان نامی شخص نے دینے کی کوشش کی۔ جس کا جواب فقرات کی صورت میں کتاب ھذا کی شکل میں دیا گیا۔ فیصل خاں موصوف داڑھی منڈے تھے، اس لیے جواب کتاب کے نام میں فیصل الحلیق شامل ہے۔ یہ ابھی تک باقاعدہ مطبوع نہیں ہوئی، تاہم www.ircpk.com سے استفادہ کی سبیل بن جاتی ہے۔ مسئلہ تدلیس کتاب ھذا کا مرکز و محور دکھائی دیتا ہے، کیونکہ فہرست کے 14 میں سے 10 عنوانات کا تعلق براہ راست مسئلہ تدلیس سے ہے اور مسئلہ تدلیس کے بارے میں محدث العصر رحمہ اللہ اپنا موقف بانگ دہل بیان کرتے تھے، اور اس بارے کوئی لچک یا رواداری کے روادار نہ تھے۔ آپ کے نزدیک مدلس راوی کا عنعنہ کسی طور قابل قبول نہ تھا، چاہے وہ مدلس راوی کس طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی اصول پر کتاب ھذا میں احادیث کی صحت و ضعف کا فیصلہ بالتفصیل دلائل سے ہدیہ قارئین کیا گیا ہے۔

۹۔ اہل حدیث ایک صفاتی نام

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، جنوری 2013ء
صفحات: 156

محدث العصر رحمہ اللہ نے محدثانہ شان کے مطابق مدلل و اپنے تحقیقی ذوق اور تصنیفی انداز پر ''اہل حدیث'' ایک صفاتی نام ہونا ثابت کیا ہے جو کہ قرآن و حدیث کا عین ہے اور متبع قرآن و حدیث کی عین نمائندگی کرتا ہے اور دیگر تمام شخصی، علاقائی و جزوی قسم کی نمائندہ نسبتوں سے بہتر اور قدیم ثابت کیا ہے۔

دلائل کا مستند ہونا مبرہن ہے اور آپ کے ذوق تحقیق کا آئینہ دار ہے۔

۱۰۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم

تالیف: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبۃ الہدیٰ لاہور، مارچ 2012ء (اشاعت دوم)
صفحات: 96

کتاب ھذا کے صفحہ 90 پر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے دستخط اور مہر ثبت ہے اور تاریخ 14 فروری 2012ء درج ہے۔ قلم سے کتاب کا لکھا ہوا نام: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم، مکتبہ الحدیث حضرو اور طبعہ ثانیہ بھی موجود ہے۔ اسی صفحہ پر کتاب ھذا جو کہ دراصل ایک سوال کا جواب گردانی جا سکتی ہے اس جواب کا خلاصۃ التحقیق بایں الفاظ بیان کرتے ہیں:

''غالی بدعتیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی بلکہ عام بدعتیوں کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے، نیز اہل حدیث کو چاہیے کہ وہ صرف صحیح العقیدہ اماموں کے پیچھے نماز پڑھیں اور نمازوں کو فاسد و غیر مقبول ہونے سے بچائیں۔''
(9 جولائی 2010ء)

۱۱۔ تعدادِ رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، دسمبر 2011ء
صفحات: 111

قیام رمضان کے مقدمہ ص 14 میں فاضل مؤلف رحمہ اللہ نے اس کا تعارف بایں الفاظ کروایا:

''راقم الحروف نے اپنے مختلف مضامین میں جنھیں اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ کتاب و سنت اور اجماع کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتہائی انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ اصول محدثین سے ثابت کردہ، رمضان اور غیر رمضان میں، سال کے بارہ مہینوں میں عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح کی اذان تک گیارہ رکعات قیام سنت ہے، وتر کے بعد احیاناً دو رکعات اس عموم سے مستثنیٰ ہیں، ہماری تحقیق میں حالت حضر میں یہ دو رکعات سیدنا امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کا خاصا ہیں، تاہم اگر کوئی انھیں عام سمجھے اور عمل پیرا ہو تو مجتہد ماجور ہے۔ واللہ اعلم

''تراویح'' کے موضوع پر اس کتاب کو آپ ان شاء اللہ ان تمام کتابوں کے رد کے لیے کافی پائیں گے جنھیں تقلید پرستوں نے اپنے اپنے نظریات کی تائید کے لیے لکھ اور پھیلا رکھا ہے۔ و ما علینا إلا البلاغ
حافظ زبیر علی زئی (1993ء طبع جدید 2006ء)''

''قیام رمضان'' کے ص 15 تا 27 پر آپ کی تالیف

''نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح'' بلاکم وکاست موجود ہے۔ کتاب ھذا کے صفحہ 111 پر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط ومہر ثبت ہے۔ اور ساتھ الطبعۃ الاولیٰ (طبعہ جدیدہ مع مراجعت) درج ہے ۔ تاریخ دستخط 15 شعبان 1427ھ مرقوم ہے۔

۱۲۔ توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبۃ الحدیث، دسمبر 2008ء

صفحات: 96

تقدیم توفیق الباری (ص 6-8) محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 11 اکتوبر 2008ء ہے ۔ کتاب ھذا کی تالیف کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''مخالفین صحیح بخاری وامام بخاری اور حاسدین کے اسی سلسلے میں دیوبندیوں کی تنظیم اشاعۃ التوحید والسنۃ کے احمد سعید ملتانی چتروڑ گڑھی مماتی نے صحیح بخاری اور امام بخاری کے خلاف ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کا یہ مدلل ، جامع و دندان شکن جواب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔'' (ص 8)

مزید وضاحت یوں کرتے ہیں: ''حال ہی میں ایک جاہل منکر حدیث نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' نامی کتاب لکھ کر صحیح بخاری کی چوّن (54) احادیث پر مجرمانہ حملہ کیا ہے ۔ راقم الحروف کی یہ کتاب ''توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری'' اس منکرِ حدیث کے اعتراضات اور حملوں کا جامع ومسکت جواب ہے۔ والحمد للہ رب العالمین'' (ص15)

'' قرآن مقدس اور بخاری محدث'' علامہ احمد سعید خان ملتانی، ناشر: مولانا محمد منظور معاویہ جامع مسجد علی، کاشف پارک گوجرانوالہ جس میں ص 1 تا 12 مقدمہ ہے جو کہ 10 نمبرات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد تا آخر قرآن مقدس کے زیر عنوان قرآن سے کشید کردہ اپنی فکر اور اس کو بطور برعکس امام بخاری کا بخاری شریف میں پیش کردہ مواد اور رویہ 'محدث بخاری' کے زیر عنوان پیش کیا گیا ہے، قرآن مقدس کے 54 نمبرات ہیں۔

توفیق الباری ...... میں '' قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کا حوالہ ''......محدث'' اور اس کے مصنف کا تذکرہ ''معترض'' یا ''منکر حدیث'' وغیرہ کے الفاظ سے کیا گیا ہے، اور دورانِ عبارت ہی یہ نقل کر کے جواب دیتے چلے جاتے ہیں، انکارِ حدیث کے ہلاکت آفرین راہ کے راہی اگر خیر الهدیٰ کے سچے طالب ہوں تو توفیق باری سے '' توفیق الباری' وافر مستند و مدلل سامان ہدایت فراہم کرتی ہے۔ دفاع حدیث میں خادم حدیث فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کاوش محدثانہ شان کی حامل ہے۔

توفیق الباری ......اور صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ ہر دو کو'' صحیح بخاری کا دفاع'' کے نام سے یکجا بھی شائع کیا گیا ہے۔

۱۳۔ دین میں تقلید کا مسئلہ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، فروری 2012ء (اشاعت دوم)

صفحات: 236

اگرچہ کتاب ھذا کا براہ راست خدمات حدیث سے تعلق دکھائی نہیں دیتا، لیکن آپ کی محدثانہ شان کتاب کی سطر سطر سے عیاں ہے۔ طبع دوم کتاب ھذا کا پیش لفظ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کا محررہ 12 اگست 2007ء بمطابق 27 رجب 1427ھ ہے۔

۱۴۔ سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ کے درخشاں پہلو

تالیف: محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

جمع وترتیب: حافظ ندیم ظہیر

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، 2014ھ

صفحات: 110

بقول حافظ ندیم ظہیر: ''زیر نظر کتاب 'سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ کے درخشاں پہلو' استاذ محترم رحمہ اللہ کی اُن تحریروں کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً مجلۃ الحدیث میں شائع کی تھیں۔'' (ص 6)

رواۃ کو جرح وتعدیل کی باریک چھلنی سے گذارنا اور روایات کو تحقیق وتنقید کے کڑے معیار پر پرکھنا آپ رحمہ اللہ کا امتیازی وصف تھا جو کہ اس مجموعہ سیرت میں بھی نہ صرف نمایاں ہے، بلکہ کوئی ایک روایت بھی اس معیار سے ہٹ کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گی۔

۱۵۔ سیف الجبار فی جواب ظہور ونثار

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبۃ الحدیث حضرو، ضلع اٹک

صفحات: 125

سیف الجبار درحقیقت فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتاب بدعتی کے پیچھے نماز اور عقائد علمائے دیوبند کے سلسلے میں حافظ زبیر علی زئی اور حافظ نثار احمد دیوبندی کے درمیان خط کتابت کی کتابی شکل ہے۔

یہ کتاب مطبوع شکل میں مقالات جلد 5 ص 367 تا 464 پر موجود ہے۔

سیف الجبار کے بعض مضامین ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم''، طبع مارچ 2012ء کے ص 50 تا 75 موجود ہیں۔

۱۶۔ صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، جنوری 2008ء

صفحات: 125

تقدیم (ص 7-8) محررہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بقول: ''راقم الحروف نے زیر نظر کتاب ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' میں بعض منکرین حدیث کے صحیح بخاری پر اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، جو ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع ہو چکے ہیں۔

رمضان 1428ھ کے آخر عشرے میں ایک منکر حدیث ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب ''اسلام کے مجرم'' پڑھنے کا اتفاق ہوا تو اس کتاب میں صحیح بخاری کی جن احادیث پر حملہ ہوا تھا، اس کا مسکت ومدلل جواب بھی لکھ دیا تاکہ حق کا بول بالا ہو اور باطل کا منہ کالا ہو۔

آخر میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے اور میری مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)''

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے کتاب ھذا میں امیر المومنین فی

الحدیث امام بخاری کا محدثانہ شان کے ساتھ دفاع کا حق ادا کیا ہے۔

آپ رحمہ اللہ کا غالب رجحان چونکہ روایتی تھا نہ کہ درایتی، اس لئے یہ کتاب بھی اسی رجحان کی عکاس ہے لیکن مستند روایات اور مدلل جوابات سے مزین ہے تاکہ سلیم الفطرت لوگ صحیح روایات کی مدد سے ان کے بارے میں اپنی فکر صحیح کر پائیں۔

۱۷۔ صحیح بخاری کا دفاع

- توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری
- صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، فروری 2012ء

صفحات: 348

''صحیح بخاری کا دفاع'' دراصل 'توفیق الباری.....' اور 'صحیح بخاری پر اعتراضات.....' ہر دو کا مجموعہ ہے۔ از اول تا صفحہ 220 ''توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری'' پائی جاتی ہے۔ توفیق الباری..... کی سابقہ الگ سے طبع میں تقدیم محررہ 11 اکتوبر 2008ء ہے، جبکہ طبع ھذا مقدمہ طبع ثانیہ محررہ 18 دسمبر 2011ء ہے۔ مواد کتاب میں پہلی طبع کے علاوہ اضافہ بھی شامل اشاعت ہے۔ مثلاً خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل پیش کرنا غلط ہے۔ (ص 14 تا 30) حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی روایت موضوع ہے۔ (ص 192 تا 196) کیا امام ابو حنیفہ تابعی تھے؟ (ص 196 تا 201) نیز کتاب ھذا میں پہلے احمد سعید چتروڑ گڑھی کی کتاب سے متعلقہ صفحہ سکین کر کے پیش کیا گیا ہے، پھر اس کا جواب ہے جبکہ پہلے الگ سے شائع شدہ ایڈیشن میں یہ سکین کا سلسلہ نہ تھا۔ اس سکین کی بدولت کتاب ھذا میں ناقدانہ تجزیہ کی ثقاہت عین الیقین کی طرف بڑھ گئی ہے۔

''صحیح بخاری کا دفاع'' کے ص 221 تا 345 پر 'صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ' نامی کتاب پائی جاتی ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی یہ کتاب الگ سے 2008ء سے مطبوع ہے۔ ص 343 تا 345 ''حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی روایت موضوع ہے'' کے زیر عنوان فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر محدثانہ طور پر معلومات سپرد قلم کی ہیں اور توفیق الباری میں بھی اسی عنوان کے تحت معلومات درج ہیں، لیکن ہر دو مقام مختلف معلومات کے حامل ہیں۔ مطبوع ''صحیح بخاری کا دفاع'' میں شامل ہر دو کتاب سے متعلقہ الگ الگ فہرست عنوانات سے متعلقہ صفحات کی درستگی لائق توجہ ہے۔ امید واثق ہے آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

۱۸۔ فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد جلد اول اکتوبر 2009ء جلد دوم مارچ 2010ء، جلد سوم 2015ء

صفحات: جلد اول: 695

جلد دوم: 592

جلد سوم: 335

''توضیح الاحکام'' سوال و جواب کا مجموعہ ہے، جو وقتاً فوقتاً فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ سے پوچھے گئے اور وہ مختلف رسائل و جرائد میں چھپتے رہے ہیں، ماہنامہ شہادت

اسلام آباد اور ماہنامہ الحدیث حضرو میں زیادہ تر شائع شدہ ہیں۔ یہ عقائد ، عبادات، معاملات، عقوبات اور تحقیق روایات کے بارے میں پوچھے گئے سوالات پر مشتمل ہیں۔ آپ کے خاص میدان اصول و تحقیق کے بارے میں سوالات کو اہم فائدہ گردانتے ہوئے ''اصول، تخریج و تحقیق الروایات اور متفرق'' کے نام سے شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

صاحب فتاویٰ علمیہ کے تلمیذ محترم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے بقول ''فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام (جلد دوم) اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جس میں عقائد و عبادات کے علاوہ ایسے سوالات کے جوابات بھی قلمبند ہیں، جنھیں عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ مشقت طلب اور ذخیرۂ کتب کو کھنگالنے کے متقاضی ہوتے ہیں۔

تحقیق و تنقید کے تحت کچھ ایسے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں جو شاید بعض لوگوں پر ناگوار گزریں لیکن احقاقِ حق اور ابطال باطل کا یہی تقاضا ہے۔'' (ص 16 حرف اول)

فتاویٰ علمیہ میں بھی آپ کی تحقیقی شان اور محدثانہ ذوق غالب ہے اور ہم عصر فتاویٰ میں فتاویٰ علمیہ اس پہلو سے بلند تر مقام پر فائز دکھائی دیتا ہے اور یہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے رسوخ فی الحدیث کے علاوہ اصابت فکر'' ملکہ اجتہاد اور قوتِ استنباط و استخراج میں بکثرت عطائے ربانی کی بدولت ہے۔ (ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء)

۱۹۔ فتنہ انکار حدیث کا نیا رُوپ

تالیف: ابوطاہر زبیر علی زئی

ناشر: جماعۃ المسلمین (غیر مسعودی) کراچی

صفحات: ص 26 تا 38 (کل 13 صفحات)

بقامت کہتر بقیمت بہتر یہ قیمتی کتابچہ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی کی تالیف لطیف، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں تلبیس ''باطل فرقوں کی ریشہ دوانیاں'' ص 1 تا 25 کے ساتھ ص 26 تا 38 پر جماعۃ المسلمین کراچی کی طرف سے مطبوع ہے۔

یہ جماعۃ المسلمین ، مشہور زمانہ جماعۃ المسلمین آف مسعود احمد صاحب بی ایس سی کی جماعت سے الگ ہے۔ اور اس جماعۃ المسلمین کے امیر کے طور پر ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی کا نام مرقوم ہے، جبکہ فضیلۃ الشیخ ابو طاہر محمد زبیر علی زئی (ایم اے علوم اسلامیہ) مہتمم جامعۃ التوحید والسنۃ پیرداد حضرو ضلع اٹک کے بارے میں امیر جماعۃ المسلمین صوبہ پنجاب و سرحد مرقوم ہے۔

اس نایاب رسالہ میں محدث العصر رحمہ اللہ نے حبیب الرحمٰن کاندھلوی صاحب کی چار جلدوں پر مشتمل کتاب ' مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت' کے چند تحقیقی کرشموں کا بالاختصار جائزہ لیا ہے۔ جناب کاندھلوی صاحب نے ایک طرف ضعیف و موضوع روایات اور کذاب رواۃ کی نقاب کشائی کی ہے، تو دوسری طرف بہت سے ثقہ و عادل راویوں اور صحیح و حسن روایات کو بھی مجروح قرار دیا ہے۔

ہر شخص کی دلائل کی بنیاد پر بات قبول و ردّ کی جاسکتی ہے۔ اسی اصولِ تحقیق کے تحت فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے کاندھلوی صاحب کی مذکورہ بالا کتاب کا مختصر تحقیقی جائزہ لیا ہے اور حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ درحقیقت یہ مقبول ہے اور یہ مردود ہے۔ اس مختصر کتابچہ کے بارے میں دریا کو کوزہ میں بند کرنا، کی بجائے شاید ' سمندر کو کوزہ میں بند کرنا' کے الفاظ کے ذریعے سے بہتر نمائندگی ممکن دکھائی دیتی ہے۔

۲۰۔ مختصر صحیح نماز نبوی

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، ستمبر 2006ء

صفحات: 32

کتاب ھذا کے ص 32 الطبعۃ الاولیٰ محررہ ہے جس پر فضیلۃ الشیخ کے دستخط اور مکتبہ زبیریہ کی مہر ثبت ہے۔ دستخط کی تاریخ 2006 / 09 / 24 بمطابق 30 شعبان 1427ھ ہے، جبکہ ھدیۃ المسلمین طبع اکتوبر 2012ء میں شامل مختصر صحیح نماز نبوی (ص 91 تا 121) پر الطبعۃ الرابعۃ محررہ ہے جس پر فضیلۃ الشیخ کے دستخط اور مکتبہ زبیریہ کی مہر ثبت ہے۔ دستخط کی تاریخ 2008 / 02 / 28 بمطابق 20 صفر 1429ھ ہے۔ طبعہ رابعہ میں طبعہ اولیٰ کے مسائل نماز شامل متن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تاہم بعض حواشی میں سٹار یا تنبیہ کے زیر عنوان بعض مختصر مگر مفید حواشی کا اضافہ پایا جاتا ہے۔

مختصر صحیح نماز نبوی تکبیر تحریمہ سے سلام تک صحیح احادیث کی بنیاد پر نمبر وار مسلسل نماز انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں ترتیب دی گئی ہے اور اصلاح نماز میں صحیح احادیث کی بنیاد پر خادم حدیث محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی عمدہ کاوش بقامت کہتر بقیمت بہتر کے مصداق ہے۔ کتاب ھذا کی ثقاہت پر حاشیہ میں پائی جانے والی تحقیق و تخریج شاہد عدل ہے۔

۲۱۔ مقالات (تحقیقی، اصلاحی اور علمی)

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد

جلد	صفحات	طبع
اول	644	مارچ 2008ء
دوم	618	ستمبر 2009ء
سوم	670	2010ء
چہارم	637	2011ء
پنجم	627	2012ء
ششم	611	2013ء

فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف تناظر میں مختلف اوقات میں حوالۂ قرطاس کردہ اور مختلف رسائل و جرائد بالخصوص ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع شدہ مقالات و مضامین یکجا کتابی صورت میں ہدیہ قارئین کیے گے ہیں جو کہ فاضل مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کی تعبیر ہے، اگرچہ بعد از قدرے تاخیر ہے۔

محقق العصر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ''کتاب وسنت کے بعد اہل حق کا (ہر زمانے میں) اجماع شرعی حجت ہے۔ ادلہ شرعیہ سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے اور اجتہاد کی کئی اقسام ہیں، مثلاً:

1. آثار سلف صالحین کو ترجیح دینا
2. مصالح مرسلہ
3. صحیح قیاس وغیرہ

یہاں دو باتیں ہمیشہ یاد رکھیں:

1. کتاب وسنت کا وہی مفہوم معتبر ہے جو سلف صالحین سے بلا خلاف ثابت ہے۔
2. اگر کوئی قول صراحتاً اللہ اور رسول (قرآن و حدیث) کے خلاف ہو تو ایسا ہر قول مردود ہے چاہے جس کا بھی قول ہو اور ہمیشہ قرآن و حدیث اور اجماع کو ہر قول پر

مقدم کیا جائے گا۔'' (مقالات ج2 ص10)

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ہمیشہ ان اصولوں کے مطابق علمی وتحقیقی مضامین سپرد قلم کیے جن میں خاص طور پر دائمی اصول حدیث اور علم اسماء الرجال کی غیر جانبدارانہ تحقیق مد نظر رہی۔

مقالات جلد 1 تا 6 کے مضامین میں الحدیث حضرو کے شمارہ 111، نومبر 2013ء تک منتخب مضامین حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ شامل ہیں۔ مقالات کے جملہ مضامین اعلیٰ تحقیقی معیار سے کمتر کام کرنے پر مطمئن نہیں ہوئے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آپ کا ہر مضمون بیش بہا نئی معلومات کا جامع اور ثقہ ومستند روایات کا حامل ہوتا ہے۔ محدث العصر نے بے سند دور میں با سند روایت سے ہٹ کر کچھ قبول کرنا گوارہ نہیں کیا اور سند بھی قابل اعتماد ثقہ رواۃ اور قابل قبول صیغۂ تحدیث سے مروی ہونا شرط ہے۔

یہ علمی مقالات عقائد، عبادات، سیر والتاریخ، اصول حدیث، تذکرۃ الرواۃ جیسے مختلف موضوعات کے تحت ہر جلد میں ترتیب دیے گئے ہیں۔ قارئین کرام کی سہولت کی غرض سے یہ تبویب وترتیب حتی الوسع عام فہم انداز کی آئینہ دار ہے۔

ان مجلدات کے بعض مقالات فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی دیگر کتب، مثلاً: القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح، اہل حدیث ایک صفاتی نام، ارشاد العباد في توثیق نعیم بن حماد، جزء فی مؤمل بن اسماعیل میں بھی شامل ہیں۔

مقالات جلد 6 ص 593 تا 611 فہرست مقالات (1 تا 6) ہدیہ قارئین کی گئی ہے۔ مقالات 1 تا 6 کے وہ تمام عناوین حروف تہجی کے اعتبار سے یکجا کر دیے گئے ہیں جو مقالات کی مختلف جلدوں میں صفحات کی زینت بنے ہوئے ہیں، تاکہ ایک ہی نظر میں مطلوبہ مضمون تک بآسانی رسائی ہو سکے۔

۲۲۔ نصر المعبود فی الرد علٰی سلطان محمود

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: مقالات جلد2 ص 573 تا618

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یہ تالیف درحقیقت سلطان محمود نامی صاحب کی طرف سے آمدہ اشتہار ''غیر مقلدین کی خدمت میں گزارش'' کا مختصر جواب ہے جو کہ ص573 تا590 پر نصر المعبود فی الرد علی سلطان محمود کے زیر عنوان اور ص 591 تا615 پر ضمیمہ الذیل المحمود علی نصر المحمود کے زیر عنوان سپرد قلم کیا گیا ہے۔

۲۳۔ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد 2013ء

صفحات: 96

محقق العصر رحمہ اللہ نے کتاب ھذا میں دلائل صحیحہ صریحہ سے ثابت کیا ہے کہ نماز میں ارسال الیدین، وضع الیدین تحت السرۃ، فوق السرۃ کی بجائے وضع الیدین علی صدر ہی نبوی عمل ہے، لہٰذا نماز میں ہاتھ باندھنے اور صحیح مقام جاننے کے لئے محدثانہ اصول ومعیار پر روایات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جو کہ محدث العصر رحمہ اللہ کی ہر مسئلہ میں پختہ روایت تھی کہ جرح وتعدیل کے کڑے معیار سے گزار کر متعلقہ مسئلہ پر روایات ہدیہ قارئین کرتے تھے۔

(اللھم تقبل منه)

ص 19 تا 31 پر اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل نامی آپ کا رسالہ بھی شامل اشاعت ہے۔

٢٤۔ نور العینین في اثبات رفع الیدین عند الرکوع وبعدہ فی الصلوٰۃ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد اکتوبر 2012ء

صفحات: 600

نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین عند الرکوع و بعدہ فی الصلوٰۃ کی اشاعت اول ربیع الثانی 1413ھ میں ناشر: جماعۃ اہل الحدیث حضرو (علاقہ چھچھ) ضلع اٹک (ص 1) اور ص 4 کے مطابق ناشر: مکتبہ اسلامیہ (الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سولجر بازار) کراچی کے تحت ہوئی۔ اس اشاعت بار اول کے صفحات 176 ہیں اور متن کتاب ص 172 تک ہے۔ باقی صفحات اعلانات برائے کتب کے لئے مختص ہیں۔ یہ طبع بخط کاتب ہے۔

بعد ازاں کمپوز شدہ طبع اول اپریل 2002ء میں ناشر: محمد سرور عاصم، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد کے زیر اہتمام معرض وجود میں آئی اور اس کے صفحات 271 ہیں۔ کتاب ھذا کے معیار تحقیق، انداز تالیف اور قارئین کے ہاں شرفِ قبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے طبع دوم جون 2002ء میں ہی سامنے آ گئی جس کے صفحات 271 ہیں۔ مختلف ایڈیشن منظر عام پر آتے رہے حتیٰ کہ زیر ملاحظہ طبع، اکتوبر 2012ء سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے صفحات 600 ہیں، طبع ھذا میں نام کی تبدیلی (نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین کی بجائے نور العینین فی اثبات رفع الیدین ......) اور ضخامت میں اضافہ فضیلۃ الشیخ علی زئی رحمہ اللہ کی مسلسل تحقیق کا آئینہ دار ہے۔ تحقیق جستجو و لگن آپ کی طبیعت ثانیہ کا درجہ رکھتی تھی اور تحقیق جدید و تنقیح مزید کے نتیجے میں اگر اصول حدیث کے تحت اسے سابقہ مؤقف سے رجوع کی نوبت آتی تھی تو اس پر ہرگز پس وپیش سے کام نہ لیتے تھے، بلکہ علانیہ اولین فرصت میں بغیر کسی قسم کے خوف کو خاطر میں لائے اعلان حق کر گزرتے تھے۔ مثال دیکھئے: کتاب ھذا ص 49۔55 ابو الزبیر اور حمید الطّویل مدلس راویوں کی روایات کے بارے میں رجوع فرمایا ہے (ذلك من فضل اللہ تعالی) جدید تحقیق اور مؤلف سے رجوع سے کتب کی جدید کمپوزنگ اور اشاعتی مراحل ناشر حضرات پر بڑے گراں گذرتے ہیں، لیکن بفضل اللہ تعالیٰ برادر عزیزم محمد سرور عاصم (عاصمه اللہ من کل شر) اس سعادت کو بخوبی اور خوش دلی سے نبھاتے چلے آ رہے ہیں۔

(اللھم زد فزد)

اس خوئے خیر کا نتیجہ تھا کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ تادم مرگ ان سے راضی تھے اور صحت، سلامتی والی زندگی میں بار بار اس کا اظہار کرتے رہتے تھے کہ سرور صاحب! ہمارا تعلق موت کے سوا کوئی توڑ نہیں سکتا اور جو کہا وہ مرحوم نے کر کے دکھایا کہ مکتبہ اسلامیہ سے تعلق خاطر قائم کرنے کے بعد اس پر حرف نہیں آنے دیا اور کسی دوسرے ناشر طباعتی ادارے کی طرف نگاہ التفات تادم مرگ نہیں اٹھی۔

کتاب ھذا کی آخری طبع کے آخر پر ''طبعہ جدیدہ 13 ستمبر 2012ء محررہ ہے، طبع میں زیادات و اضافے کے علاوہ سابقہ تسامح وغیرہ کی تصحیح اور بعض کی توضیح کر دی گئی ہے اور بعض جگہ علمی فائدہ جانتے ہوئے تکرار کو بحال رکھا گیا ہے اور حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے مطابق آپ کا یہی ایڈیشن معتبر

ہے''(تقدیم ص 12 محررہ 26 رجب 1427ھ)

راقم السطور نے مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے اپریل 2007ء میں طبع ہونے والے پہلے ایڈیشن کی تعارفی سطور میں لکھا تھا:''حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے خالص محدثانہ انداز میں اس سنت متواترہ پر قدیم و جدید اور نادر و نایاب مطبوع وغیر مطبوع مصادر و مراجع کھنگال کر دلائل و براہین کے اس قدر انبار لگا دیے ہیں کہ قلب سلیم بے اختیار رفع الیدین کی سنت ثابتہ کو اپنانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ضد اور ہٹ دھرمی کا علاج تو کسی کے پاس نہیں ہوتا۔

مانعین رفع الیدین کی جملہ روایات و آثار کو محدثین کے کڑے اصول روایت و درایت کی چھلنی سے گذار کر چھلنی چھلنی کر دیا ہے۔دعویٰ نسخ ہو یا منافی سکون کا شوشہ، غیر فقیہ رواۃ کا غیر درایتی نکتہ ہو یا عدم دوام کا چٹکلہ، سنت غیر مؤکدہ ہونے کی تحقیق ہو یا ترک بھی جائز ہونے کی تدبیر، رکوع جاتے وقت ہاتھوں کی جسمانی مناسبت رہنے کی موشگافی ہو یا بے بنیاد مناظروں کی کہانی خادم حدیث نبوی زبیر علی زئی نے خالص تحقیقی انداز میں ہر ایک کے تار پود بکھیر کر رکھ دیے ہیں۔''

یہی تحقیقی معیار ہی اس تالیف کا امتیاز ہے۔، نور العینین ......کی تالیف محدث العصر رحمہ اللہ کی مقبول روایات و آثار کی تصحیح و تنقیح اور مردود روایات و آثار کی تضعیف و تردید میں جامع ترکاوش ہے۔مسئلہ مذکورہ کے حوالے سے شاید ہی کسی ایک کتاب میں اس قدر مستند اور مدلل روایات کی جمع و تحقیق فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے خادم حدیث کا مقدر ٹھہری ہو (این سعادت بزور بازو نیست)

اس تحقیق کی کہانی نے دو عشرے کا زمانی سفر طے کیا ہے اور تحقیقی معیار کی ثقاہت اور جامعیت کے درجات بھی بلند پائے ہیں۔محدث العصر رحمہ اللہ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے ہیں کہ ایک زمانہ آپ رحمہ اللہ کے بلند پایہ ذوق تحقیق اور ثقاہت علمی کا قائل ہے۔تحقیق کی لیلیٰ کا مجنوں رخصت ہوا لیکن اس کا جوش جنون رنگ لائے گا اور زمانہ مستند مدلل مواد ہی قبول کرنے پر مجبور ہوگا۔فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ اسی آوازہ حق کے علمبردار تھے۔

(اللهم اغفر له وارحمه)

ملاحظہ: کتاب ھذا ص 49 پر غیر جانب دارانہ تحقیق کے زیر عنوان پہلے پیراگراف کی آخری لائن''مثلا رفع الیدین کے حق میں دو روایتوں کو پیش نہیں کیا گیا''

میرے خیال میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے رجوع کے بعد اصلاح طلب ہے امید واثق ہے کہ آپ رحمہ اللہ کے وارث علمی خاص الخاص شاگرد حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ آئندہ طبع کے حوالے سے توجہ فرمائیں گے۔ان شاءاللہ

۲۵۔ نور القمرين في اثبات رفع اليدين

احادیث نبویہ و آثار صحابہ سے رفع الیدین کا ثبوت

تالیف: ابوالطاہر محمد زبیر علی زئی آف حضرو (اٹک)

ناشر: جماعت اہل الحدیث حضرو، اٹک

جنوری 1997ء (طبع اول)

صفحات: 64

جناب زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی مراجعت (23 رجب 1427ء) کے ساتھ مکمل طور پر آپ رحمہ اللہ کی کتاب نور العینین ......میں ص 275 تا 340 شامل اشاعت ہے۔مسئلہ رفع الیدین پر محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیقات کا تفصیلی تعارف نور العینین میں سپرد قلم ہے۔

۲۶۔ نور المصابيح في مسئلة التروايح

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: نعمان پبلیکیشنز مئی 2005ء

صفحات: (72 تا 83) در کتاب: ''امین اوکاڑوی کا تعاقب''

نور المصابیح فی مسئلہ التراویح الگ سے شائع شدہ تک رسائی نہیں ہوسکی، تاہم نور المصابیح......فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی تالیف لطیف '' تعداد رکعات قیام رمضان'' میں ص 15 تا 27 اور ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' میں ص 72 تا 83 اور '' آٹھ رکعت تراویح سنت ہے'' از ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی، طبع: مکتبۃ الدعوۃ السّلفیہ مٹیاری ضلع حیدر آباد سندھ، دسمبر 1999ء میں ص 9 تا 24 پر بھی موجود ہے۔ نفس مضمون نام سے واضح ہے اور محدث العصر رحمہ اللہ کا انداز تالیف بھی یکساں طور پر ہر جگہ محققانہ ومحدثانہ دکھائی دیتا ہے۔

اختلافی مسائل پر آپ رحمہ اللہ کی جملہ چھوٹی بڑی کتب متعلقہ مسائل پر صحیح یا حسن روایات وآثار کا مجموعہ ہیں اور بعض کتب میں متعلقہ مسائل پر فریق مخالف کے دلائل کا محدثانہ معیار اور جرح وتعدیل کے ہتھیار سے ٹھوس رد بھی شامل ہے۔ ہر روایت کی تحقیق وتخریج بہر حال کرتے ہیں اور یہ تحقیق وتخریج کا فریضہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ اپنے اعلیٰ تحقیقی ذوق اور بلند پایہ محدثانہ اسلوب کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ کسی ایک مقام پر بھی تحقیق کے اعتبار سے ان چھوٹی چھوٹی کتب کی ثقاہت کا پایہ بھی کمتر ہونے نہیں پاتا۔

۲۷۔ ہدیۃ المسلمین (نماز کے اہم مسائل مع مکمل نماز نبوی)

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد اکتوبر 2012ء

صفحات: 136

ہدیۃ المسلمین (صفحات: 96) مکتبۃ السنۃ سولجر بازار کراچی کے زیر اہتمام ربیع الاول 1420ھ کو شائع ہوئی، جس میں نظر ثانی از محمد افضل خلیل احمد الاثری تھی۔ جناب اثری صاحب نے نظر ثانی کے ساتھ ساتھ بعض حواشی بھی شامل اشاعت کیے تھے۔

ہدیۃ المسلمین (صفحات: 128) طبع مئی 2005ء، مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد میں جناب حافظ ندیم ظہیر صاحب مقدمہ میں رقم طراز ہیں: '' جب استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب کو اطلاع ملی کہ اثری صاحب کتاب پر حاشیہ لکھنا چاہتے ہیں تو استاذ محترم نے دوٹوک الفاظ میں پیغام بھیجا کہ میری کتاب پر قطعاً حاشیہ نگاری نہ کی جائے۔'' (ص 8) اور ص 10 کے مطابق ''راقم الحروف، اثری صاحب کے حواشی سے برأت کا اعلان کرتا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی (7/ 10/ 1999ء)۔''

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے کتاب کی اشاعت کے بعد بنام '' ناشر ہدیۃ المسلمین'' کے حواشی پر تبصرہ لکھ کر یہ اعلان برأت کیا تھا بقول حافظ ندیم ظہیر صاحب '' لہٰذا سابقہ ایڈیشن کو اب کالعدم تصور کیا جائے'' (ص 10)

زیر ملاحظہ طبع اکتوبر 2012ء ص 121 پر فضیلۃ الشیخ کی مہر ثبت ہے اور ساتھ '' الطبعۃ الرابعۃ: مختصر صحیح نماز نبوی، زبیر علی زئی 28، 2008ء (صفر 1425ھ)'' محررہ ہے۔

ہدیۃ المسلمین کی طبع ھذا میں پیش لفظ محررہ حافظ صلاح

الدین یوسف حفظہ اللہ مورخہ ربیع الاول 1419ھ مطابق جولائی 1988ء ہے۔ (ص5) مقدمہ (ص6-10) محررہ حافظ ندیم ظہیر مورخہ 5/8/2004ء ہے۔ ہدیۃ المسلمین درحقیقت "ھدیۃ المسلمین فی جمع الأربعین من صلاۃ خاتم النبیین ﷺ یعنی نماز کی صحیح و مستند چالیس حدیثیں ہیں جن کی مدد سے پیارے نبی ﷺ کی پیاری نماز صحیح احادیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے اور ہدیۃ المسلمین کی وجہ تالیف "چالیس حدیثیں از محمد الیاس" نامی کاوش تھی۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق الیاس صاحب نے ضعیف وغیر صحیح روایات کا بھی سہارا لیا تھا، اس لئے انھوں نے صحیح روایات کی بنیاد پر نماز نبوی سے متعلقہ مسائل پر جامع رہنما تالیف کا بیڑا اٹھایا، علاوہ دیگر اضافوں کے مختصر صحیح نماز نبوی ﷺ کی ہدیۃ المسلمین میں شمولیت سے کتاب کی جامعیت وافادیت بڑھ گئی ہے اور کتاب مذکور ہر لحاظ سے "نماز سے متعلقہ مسائل" کو محیط ہے۔ والحمد للہ (ص10)

ہدیۃ المسلمین محدث العصر کی احادیث وآثار صحیحہ کی بنیاد پر اسلام کے بنیادی رکن نماز کے بارے میں اہم ترین کاوش ہے۔ تاہم آپ اس موضوع پر ایک تفصیلی کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے (وا حسرتاہ)

تاہم آپ رحمہ اللہ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام، مسئلہ فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین، آمین بالجہر اور بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم جیسے مسائل نماز بارے الگ الگ تحقیقی بنیادوں پر قیمتی معلوماتی تالیفات چھوڑیں ہیں۔

۲۸۔ یمن کا سفر

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: مقالات جلد 2 صفحہ 489 تا 527

یمن کا سفر نامہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کا اپنے سعودی کفیل ابو ہشام منصور بن مبارک بن عمر باعطیہ کے ہمراہ شوال 1425ھ میں کردہ سفر کی تفصیلات کا مجموعہ ہے۔

اس سفر میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کو یمن کے مختلف شہروں کی سیاحت، یمنی اہل علم کی ملاقات کے ساتھ ساتھ جیل کی ہوا بھی کھانا پڑی۔

سفر کی صعوبتیں اور جناب زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی استقامت اور توکل علی اللہ کی بھرپور روداد ایمان کی تازگی کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔

ب: غیر مطبوع

1. اکاذیب آل دیوبند
2. القنابل الذریہ فی ابطال أصول الفرقۃ المسعودیۃ (مقالات:1/457)
3. انوار الظلام فی مسئلۃ الفاتحہ خلف الامام
4. عصر حاضر کے چند کذابین کا تذکرہ

٤) تحقیق ونظر ثانی، تقریظ ومقدمہ:

ا۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل (کتاب و سنت کی روشنی میں)

تالیف: ابو الحسن مبشر احمد ربانی

نظر ثانی وتقریظ: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2004ء

جلد اول: 550 صفحات

کتاب ھذا میں اظہار تشکر (ص16-17) از عابد بشیر میں درج ہے کہ "اس کتاب کی نظر ثانی محقق العصر علم

رجال کے ماہر فضیلۃ الشیخ حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی ﷾ نے کی۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کتاب میں کوئی روایت ایسی نہیں جو بالاتفاق ضعیف ہو۔ پوری کتاب میں آٹھ روایات ایسی ہیں جن سے انہیں تحقیقی اختلاف ہے(ص16)

ص(18۔19)پر محقق العصر فضیلۃ الشیخ حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی ﷾ کے قلم سے تقریظ موجود ہے۔ جس میں آپ کا فقہی منہج بایں الفاظ واضح ہے کہ ''اسلام قرآن وحدیث کا نام ہے یہ دونوں باہم لازم وملزوم ہیں اور بلا انقطاع قیامت تک لازم وملزوم رہیں گے۔ اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اجماع امت شرعی حجت اور دلیل ہے اور یہ قطعاً غیر ممکن اور محال ہے کہ امت کبھی گمراہی پر جمع ہو جائے۔...... نصوص صریحہ کی عدم موجودگی میں نصوص عامہ وآثار صحابہ وغیرہا پر اجتہاد کا دروازہ اُن علماء کے لیے کھلا ہے جو ہمہ تن اپنے رب کو راضی کرنے کی تحقیق و جستجو میں مصروف ہیں۔''(ص18)

تقریظ کے آخر پر حافظ زبیر علی زئی اور تاریخ 2 اکتوبر 1997ء درج ہے۔

۲۔ آئینہ دیوبندیت

تالیف: ابو نعمان محمد زبیر صادق آبادی

تقدیم ونظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک، جون 2013ء

صفحات: 709

کتاب ھذا کے صفحہ 12 تا 24 تقدیم از حافظ زبیر علی زئی ؒ پائی جاتی ہے۔ نظر ثانی کے حوالے سے آپ کا احساس ذمہ داری یوں عیاں ہے۔ ''جناب محترم محمد زبیر صادق آبادی ﷾ کی کتاب ''آئینہ دیوبندیت'' پیش خدمت ہے۔ اسے میں نے شروع سے لے کر آخر تک لفظاً لفظاً پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب بیحد مفید ہے، بشرطیکہ ضد وعناد اور تعصب کو چھوڑ کر اس کا مطالعہ کیا جائے۔ واللّٰہ یھدی من یشاء إلی صراط مستقیم ''(ص24 تقدیم)

۳۔ آل دیوبند کے 300 جھوٹ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبۃ الہدیٰ لاہور، مارچ 2012ء

(اشاعت دوم)

صفحات: 160

دیوبندی مکتبہ فکر کے مختلف اہل علم مثلاً امین اوکاڑوی، حبیب اللہ ڈیروی، الیاس گھمن، اسماعیل جھنگوی، چمن محمد دیوبندی، احمد سعید ملتانی ودیگراں کی عبارات میں منقول حوالہ جات میں اور اصل ماخذ ٹھہرنے والی کتب کی عبارات میں الفاظ وفقرات یا حوالہ جات میں کھلا تضاد تلاش کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ مذکورہ علماء جھوٹ کے مرتکب ٹھہرے ہیں۔ بعض اہل علم حوالہ جات نقل کرنے میں بہت متساہل ہوتے ہیں۔ اکثر نقل ہی نہیں کرتے اور جو نقل کرتے ہیں وہ اصل سے تقابل کی زحمت گوارہ نہیں کرتے، جبکہ فضیلۃ الشیخ ؒ بہت ہی محتاط تھے نہ خود غلط حوالہ دینا پسند کرتے اور نہ ہی کوئی غلط حوالہ برداشت کرتے تھے، اسی روش کا ثمرہ یہ تالیف ہے۔

۴۔ اسلامی وظائف

تالیف: شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام بستوی ؒ

تخریج، تحقیق وتسہیل: حافظ ندیم ظہیر

تقدیم ونظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اگست 2011ء

صفحات: 416

مقدمۃ التحقیق : اسلامی وظائف (ص16 تا 21)

محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 8 دسمبر 2010ء ہے جس میں دعا کی اہمیت، کتب وظائف واذکار از متقدمین، متاخرین و عصر حاضر کی کاوشوں کے علاوہ اسلامی وظائف کا واجبی سے تعارف کے بعد اپنے شاگرد خاص حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی تخریج وتحقیق کے بارے میں کردہ محنت پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ فضائل ومناقب میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگرد رشید ہر دو کے ہاں ضعیف روایات سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے الفاظ میں ''میرا اور حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کا منہج ایک ہی ہے، نیز راقم الحروف نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اوران کی تحقیقات کوغور سے دیکھا ہے۔ یہ بہت اچھا اور مفید کام ہے۔ والحمدللہ''

(ص21)

احادیث کی تخریج اور تحقیق کے بارے میں بھی اپنے اطمینان کا یوں اظہار فرمایا ہے:

''میرے شاگرد، دوست اور پیارے بھائی محترم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے ''اسلامی وظائف'' کی تحقیق وتخریج اور نظر ثانی کا عظیم کام سرانجام دیا ہے اور صحت وضعف کے لحاظ سے حکم لگا کر صحیح، حسن اور ضعیف روایات کی نشاندہی کر دی ہے، تاکہ عام قارئین کو سہولت رہے اور وہ صحیح وحسن احادیث پر عمل کر سکیں۔'' (ص20)

۵۔ التبیین في مسئلة التعجین

تحریر: محمد علی خاصخیلی (ایم ایس سی)

ناشر: انٹرنیٹ پر موجود ٹائٹل پیج سے غائب ہے۔

دیکھئے: www.sirat-e-mustaqeem.com

صفحات: 63 (انٹرنیٹ پر موجود نسخہ/ کاپی کے مطابق)

جناب محمد علی خاصخیلی صاحب شکر گزار ہیں ''خاص طور پر جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب، جنہوں نے نظر ثانی کے بعد تقریظ تحریر فرمائی (ص 3)'' یہ تقریظ (ص1) پر موجود ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ ''میرے بھائی جناب محمد علی صاحب نے مسئلۃ تعجین پر ایک تحقیقی رسالہ تحریر کیا ہے۔ جس کا میں نے شروع سے آخر تک مطالعہ کیا ہے''

(تقریظ: محررہ 99-10-02)

تقریظ کے آخر پر جناب محمد علی صاحب کے لیے جزائے خیر کے ساتھ یہ دعا بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ''ہمیں احادیث کی تحقیق میں اصول حدیث وقواعد کی پابندی کرنے کی توفیق بخشے آمین'' محدث العصر رحمہ اللہ کے بقول ''نماز میں ہاتھوں پر اعتماد کر کے کھڑے ہونا چاہیے یا پھر مٹھی بند کر کے کھڑے ہونا چاہیے۔ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھوں پر اعتماد کرنا چاہیے، اصول حدیث کی روشنی میں مٹھیوں پر اعتماد کرنے والی حدیث ضعیف ہے'' (تقریظ)

٦۔ الدین الخالص

تصنیف: ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ

مقدمہ: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: ماہنامہ الحدیث حضرو، جلد4 شمارہ 42 ص31 تا 36، مقالات، جلد1 ص150 تا 155

یہ مقدمہ مقالات حافظ زبیر علی زئی جلد اول صفحہ 150 تا155 موجود ہے۔

الدین الخالص نامی کتاب تک رسائی نہیں ہوسکی۔ یہ معلومات مقالات سے اخذ کردہ ہیں۔جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ الدین الخالص نام کی مناسبت کے برعکس عذاب قبر کے اثبات اور منکرین عذاب قبر کی تردید والی کتاب ہے۔

(ص155)

۷۔ الصحیفة فی الأحادیث الضعیفة

من سلسلة الاحادیث الصحیحة للألباني

مصنف: ابومحمد خرم شہزاد

نظر ثانی: فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، دسمبر 2010ء

صفحات: 197

تعارف الصحیفہ (ص 7 تا 9) محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 17 نومبر 2009ء ہے۔فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''ہمارے دوست جناب ابومحمد خرم شہزاد صاحب نے اپنی استطاعت کے مطابق شیخ البانی رحمہ اللہ کی کتاب سلسلہ صحیحہ کا مطالعہ کیا تو کئی روایات کو تحقیق کے بعد ضعیف پایا، جن میں سے پچاس روایتیں اس مجموعہ میں پیش خدمت ہیں۔

راویوں پر کلام وغیرہ میں اُن سے بعض مقامات پر اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ''الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة ''میں مذکورہ تمام روایات اپنے تمام شواہد و متابعات کے ساتھ ضعیف ہی ہیں اور انھیں صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔'' (ص8)

تعارف الصحیفہ کے آخر پر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ دعا گو ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خرم شہزاد کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق کتاب وسنت و اجماع اور آثار کی دعوت پھیلانے اور اس پر ہمیشہ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین'' (ص9)

۸۔ الفرقة الجدیدة جماعت المسلمین کے بانی مسعود احمد بی ایس سی کا علمی محاسبہ

تالیف: ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی

مقدمہ: ابوطاہر زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ (رجسٹرڈ) اہلحدیث چوک، کورٹ روڈ، کراچی بار سوم، اپریل 1995ء

کتاب ھذا کے ص6 پر تقریظ (ابوطاہر محمد زبیر علی زئی) اور ص7 تا 19 مقدمہ (ابوطاہر زبیر بن مجدد علی زئی) کی شکل میں ہر دو موجود ہیں۔

یہ مقدمہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے مقالات جلد 5 صفحہ 124 تا143 پر بھی پایا جاتا ہے۔

جس کے بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ تنبیہ: کے تحت آگاہ کرتے ہیں کہ ''تنبیہ: یہ مضمون پہلے الفرقة الجدیدة'' کے شروع میں شائع ہوا تھا اور اب اصلاح، ترمیم و فوائد زائدہ کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔''

(6 اکتوبر 2011ء)

۹۔ امت اور شرک کا خطرہ

تالیف: ابوالاسجد محمد صدیق رضا

تقریظ: حافظ زبیر علی زئی

مقدمہ: نعمان پبلیکیشنز ،نومبر 2010ء

صفحات: 144

تقریظ محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 28 اکتوبر 2008ء ص5 تا7 موجود ہے۔فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے بقول ”عصر حاضر میں بعض اہل بدعت نے یہ عجیب وغریب اور کتاب وسنت کے خلاف دعویٰ کر دیا ہے کہ امت مسلمہ میں شرک کبھی نہیں ہوگا۔!!

برادر محترم ابوالاسجد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ نے ان مبتدعین کی تردید کے لیے قلم اٹھایا اور کتاب وسنت کے دلائل جمع کر کے ایک عظیم الشان کتاب ترتیب دے دی جسے قسط وار ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع کیا گیا اور اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔والحمدللہ“ (ص6)

۱۰۔ تفسیر ابن کثیر

تصنیف: امام المفسرین حافظ عماد الدین ابو الفدأ اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی 774ھ)

ترجمہ: امام العصر مولانا محمد جوناگڑھی

تخریج: کامران طاہر

تحقیق ونظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد،مئی 2008ء

مجلدات: 5 جلدیں

تفسیر ابن کثیر کے ہر صفحہ سے متعلقہ آیات وآثار کی تخریج اسی صفحہ پر متن کے نیچے درج ہے اور صفحہ وار تخریج نمبر پائے جاتے ہیں۔ بخاری ومسلم کی روایات کے علاوہ دیگر کتب کی روایات پر محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیق کے نتیجے میں ہر روایت کی صحت وضعف واضح ہے اور قارئین کے لئے روایات کے بارے میں قبول ورد کے حوالے سے شرح صدر کا وافر سامان بہم پہنچا یا دیا گیا ہے۔

۱۱۔ جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربّانی الجزء المفقود یا الجزء المصنوع

مرتب: حافظ ندیم ظہیر

تحقیق وافادات: مولانا ارشاد الحق اثری، حافظ زبیر علی زئی،مولانا محمد یحییٰ گوندلوی،مولانا محمد داؤد ارشد

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، جولائی 2006ء

صفحات: 120

”الجزء المفقود من الجزء الأول من المصنف“ عربی میں اور ”مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب“ اردو میں شائع ہوئے ہیں یہ نو دریافت جزء اصلی ہے یا وضعی؟ اس بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے محدثانہ اصول پر اس جزء کے وضعی ہونے کی حقیقت واضح کی ہے۔اس بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی تحریریں ص11 تا33 موجود ہیں۔

۱۲۔ حدیث اور اہل تقلید (جلد اول)

تالیف: ابوصہیب محمد داؤد ارشد

ناشر: مکتبہ اہل حدیث فیصل آباد جولائی 2010ء

تقریظ بر کتاب ”حدیث اور اہل تقلید“ محررہ حافظ زبیر علی زئی،مورخہ 15 جون 2009ء ہے۔

۱۳۔ حصن المسلم

تالیف: سعید بن علی بن وہف القحطانی

ترجمہ: محمد اختر صدیق

تحقیق،تخریج وتصحیح: حافظ ندیم ظہیر

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد

صفحات: 176 (پاکٹ سائز)

کتاب ھذا کی پیپر بیک محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 20 شعبان 1433ھ ہے۔ فضیلۃ الشیخ رقم طراز ہیں:

''میرے خاص الخاص شاگرد حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے میرے منہج اور تحقیق کے مطابق اس کتاب کی تحقیق و تخریج کی ہے اور محنت شاقہ ومساعی جمیلہ سے اس کتاب کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ میں نے اس تخریج و تحقیق کو بغور دیکھا ہے۔ نظر ثانی اور مراجعت کی ہے اور اسے صحیح و بے حد مفید پایا ہے۔''

آخر میں دعا گو ہیں'' کہ مؤلف کتاب، حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ اور مکتبہ اسلامیہ کے مدیر محترم محمد سرور عاصم حفظہ اللہ کو اس عمل عظیم پر جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)''

حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی کردہ تحقیق و تخریج کے مطابق حصن المسلم میں 43 ضعیف روایات بھی شامل ہیں۔ حصن المسلم فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیق و تخریج سے دارالفکر الاسلامی واہ کینٹ سے شائع شدہ ہے۔ استاد اور شاگرد ہر دو کی تحقیق و تخریج ذاتی کاوش ہے۔ باہم چربہ یا نقل کا معاملہ نہیں۔ (ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب)

۱۴۔ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی شرعی حیثیت (احادیث صحیحہ کی روشنی میں)

تحریر: فضل اکبر (کاشمیری)

نظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

برائے رابطہ: عمر خان روڈ کیماڑی کراچی نمبر 7

جناب فضل اکبر کاشمیری صاحب کا یہ کتابچہ 48 صفحات پر مشتمل ہے جو کہ محمد سہیل صاحب کی کتاب کا جواب ہے۔ ٹائٹل کے مطابق حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس پر نظر ثانی فرمائی تھی، جبکہ صفحہ 1 پر شروع ہونے والی تحریر کا آغاز ہوتا ہے۔ از قلم: محقق دوراں، ذہبی زماں مولانا محمد زبیر محمدی حفظہ اللہ اور صفحہ 3 پر تحریر ھذا کے خاتمہ پر حافظ زبیر علی زئی مرقوم ہے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے تحریر ھذا میں دعا کی اہمیت پر آگاہی فرمائی ہے اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں اپنا مؤقف ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں: ''چونکہ مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے تو اس سے استدلال کرتے ہوئے فرض نماز کے بعد بھی کبھی کبھار ہاتھ اٹھائے جا سکتے ہیں۔ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کرنا یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں......تاہم درخواست یا کسی عذر کی بنیاد پر کبھی کبھار یہ اجتماعی دعا، عام دلائل کی رو سے جائز ہے۔'' (ص 3)

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ کا یوم پیدائش اور مروجہ جشن عید میلاد النبی ﷺ

تحقیق و ترتیب: مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

ناشر: النور اکیڈمی / مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

صفحات: 32

رسالہ ھذا کے ص 3 تا 4 پر تقریظ از قلم محدث العصر حافظ زبیر علی زئی حضرو (اٹک) محررہ 30 مئی 2000 موجود ہے۔ جس میں بدعت اور اہل بدعت کے بارے میں اسلامی تعلیمات اور اہل علم کے رویے پر انتہائی ٹھوس'' مختصر اور بہت ہی قیمتی معلومات سپرد قلم کی گئی ہیں جو کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے علم و فضل کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

۱۶۔ صحیح بخاری

تصنیف: امیر المومنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری
ترجمہ وتشریح: مولانا محمد داؤد راز
تقدیم ونظر ثانی: شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد
مقدمہ: حافظ زبیر علی زئی
تخریج: فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ، فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، جولائی 2009ء
مجلدات: 8 جلدیں

کتاب اللہ قرآن مجید کے بعد ائمہ کرام، محدثین عظام امت کے نزدیک صحیح ترین گردانی جانے والی کتاب ''صحیح بخاری'' کی اہمیت افادیت کے پیش نظر ہر دور میں اہل علم اس کی خدمت گزاری میں شرف پاتے چلے آرہے ہیں۔ زیر ملاحظہ طبع میں بھی نامور خدام حدیث ترجمہ، تشریح، تقدیم و نظر ثانی اور تخریج میں شامل ہیں۔ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مقدمہ (ص 58 تا 76) محررہ 10 اپریل 2009ء ہے۔ یہ مقدمہ امام بخاری اور صحیح بخاری کا مختصر تعارف (ص 58 تا 61) احناف (بریلوی، دیوبندی مکاتب فکر) کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام (ص 61 تا 65) صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے (ص 65 تا 67) صحیح حدیث حجت ہے چاہے خبر واحد ہو یا متواتر (ص 67 تا 69)، حدیث وحی ہے (ص 69 تا 70) فتنہ انکار حدیث (70 تا 71) حدیث پر منکرین حدیث کے حملے اور ان کا سد باب (71۔72) عہد نبوی میں کتابت حدیث (72۔73) عہد صحابہ میں کتابت حدیث (73 تا 74) تابعین عظام اور تدوین حدیث (ص 74۔75) عہد تبع تابعین میں کتابت حدیث (75۔76) اور قرآن کے علاوہ لکھنے سے ممانعت والا حکم منسوخ ہے۔ (76)

یہ جامع مانع مقدمہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے جامع علم وفضل اور اپنے نظریہ حدیث کی روشنی میں واضح کر دیا ہے کہ حدیث وحی ہے اور اس کا بالاتفاق تلقی بالقبول کے طور پر صحیح ترین ذخیرہ صحیح بخاری کی صورت میں امت مسلمہ کے ہاتھوں میں موجود ومحفوظ ہے۔

محدث العصر رحمہ اللہ کے ہاں صحیح بخاری کی نہ صرف تمام مرفوع مسند روایات صحیح، مقبول اور حجت ہیں بلکہ بخاری کے مدلسین کی معنعن روایات بھی تصریح سماعات، معتبر متابعات اور صحیح شواہد پر مبنی ہیں، لہٰذا صحیح بخاری من حیث الکل صحیح روایات کا ذخیرہ بے مثل لائق ایمان وعمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور حدیث پر عمل پیرا ہونے کے لئے صحیح ترین مجموعہ حدیث مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے کیونکہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت صرف صحیح اور مقبول حدیث کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔''

آخر میں آپ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو احادیث صحیحہ پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

۱۷۔ صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکار حدیث

تالیف: حافظ ابو یحییٰ نور پوری
نظر ثانی: فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی
اشراف: فضیلۃ الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری
ناشر: دار الاسلاف

صفحات: 528

جناب مؤلف ''اظہار تشکر'' میں رقم طراز ہیں: ''اس طرح میں محدث العصر مولانا حافظ زبیر علی زئی کا بھی شکر گزار ہوں، جنہوں نے اپنی گونا گوں علمی مصروفیات سے خصوصی وقت نکال کر اس کتاب کو مکمل طور پر حرف بحرف پڑھا اور میری بہت زیادہ عزت افزائی کی۔'' (ص34)

ص28 تا 30 حافظ زبیر علی زئی کے قلم سے حرفِ نظر ثانی: حدیث کا دفاع کرنے والے زندہ ہیں! محررہ 19 جولائی 2010ء موجود ہے۔ جس میں آپ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ ''میں نے حافظ ابو یحییٰ نور پوری صاحب کی اس ساری کتاب کو لفظ بلفظ پڑھا ہے اور دین حق کے دفاع میں انتہائی مفید پایا ہے جس کے جواب الجواب سے منکرین حدیث ہمیشہ عاجز رہیں گے۔ (ان شاء اللہ)'' (ص 29)

۱۸۔ عقیدہ عذاب قبر

تحریر: ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

مقدمہ: جناب زبیر علی زئی صاحب

شائع کردہ: مدرسہ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر فاروق اعظم (للبنات) 36/614 کیماڑی کراچی۔

طبع دوم: نومبر 2000ء

صفحات: 96

مقدمہ ص4 تا 7 موجود ہے۔ آغاز (ص4) پر جناب زبیر علی زئی صاحب لکھا ہے، جبکہ آخر (ص7) پر زبیر بن مجدد علیزئی، حضرو، کپڑا بازار ضلع اٹک مرقوم ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے الفاظ میں ''گمراہوں باطل پرستوں کی ایک جماعت...... نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے، جبکہ یہ عقیدہ صحیح اور متواتر احادیث سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے'' (ص4)

اپنے دعویٰ کو مدلل طور پر باحوالہ ثابت کیا ہے۔

محدث العصر رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا مقدمہ ''الدین الخالص'' نامی کتاب پر تحریر کردہ مقدمہ سے مختلف ہے۔ اسی بنا پر الگ سے تعارف مقدمہ ھذا ہدیہ قارئین ہے۔

۱۹۔ مشہور واقعات کی حقیقت

تالیف: ابو عبدالرحمٰن الفوزی

مترجم: محمد صدیق رضا

نظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

تقریظ: ابو الحسن مبشر احمد ربانی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اگست 2011ء

صفحات: 180

''تقدیم'' محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 30 اکتوبر 2007ء ہے۔ معروضات مترجم میں جناب ابو الاسجد محمد صدیق رضا رقم طراز ہیں کہ ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ'' کے پیش نظر بندہ تہہ دل سے استاذ گرامی الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب کا مشکور ہے کہ آپ نے اس پر نظر ثانی فرمائی، نیز بعض مقامات پر ''تنبیہ'' یا ''تنبیہ بلیغ'' کے عنوان سے فاضل مؤلف سے اختلاف یا کسی علمی و تحقیقی نکتہ کا اضافہ بھی فرمایا ہے۔''

''تنبیہ'' یا ''تنبیہ بلیغ'' کے عنوان سے جو عبارت بین القوسین پائی جاتی ہے۔ یہ استاذی المحترم حافظ زبیر علی زئی صاحب کی وضاحتیں ہیں۔ عموماً اس کے آخر میں بھی آپ زع یا زبیر علی زئی لکھا پائیں گے۔'' (ص16)

۲۰۔ مقالات الحدیث

نگارشات: مختلف اہل علم وفضل

تحقیق ونظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، 2011ء (اشاعت اول)

صفحات: 691

مقالات الحدیث ماہنامہ الحدیث حضرو میں 2004 تا 2010ء مختلف اہل علم وقلم کے شائع شدہ قابل ذکر تحقیقی و علمی مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین پر محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ونظر ثانی نہ صرف اس پر مستزاد بلکہ سونے پر سہاگا کے مصداق ہے۔

۲۱۔ مقالات راشدیہ (جلد ششم)

ازقلم: شیخ العرب والعجم الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

اعداد: الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ

تقدیم: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: نعمانی کتب خانہ لاہور، فروری 2014ء

صفحات: 624

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے اپنے استاد محترم شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پہلے سے شائع شدہ مضمون بطور ''تقریظ'' (ص 5 تا 13) شائع کیا گیا ہے۔ جبکہ جلد اور سرورق پر ''تقدیم'' لکھا ہوا ہے۔

۲۲۔ نور من نور اللہ

تصنیف وتالیف: ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

تقدیم: حافظ زبیر علی زئی

اصل کتاب تک رسائی ممکن نہیں ہو سکی، تاہم مقالات ج4 ص555 تا557 پر یہ مقدمہ موجود ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحریر بطور تقدیم 2 مئی 2010ء کی تحریر کردہ ہے۔

3- ماہنامہ الحدیث حضرو اٹک

اسلامی رسائل و جرائد کی دنیا میں خالصتاً ٹھوس علمی و تحقیقی معیار پر بزبان اردو ماہنامہ الحدیث حضرو کا آغاز جلد 1 شمارہ 1 جون 2004ء سے ہوا۔

جس کے بارے میں فاضل مدیر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کلمۃ الحدیث'' کے تحت اصول ومقاصد بیان فرمائے۔ یہ تحریر ''الحدیث'' نام کے پس پردہ سوچ پر راہنمائی کے لئے بھی ممد ومعاون ٹھہرے گی۔ آپ کے بقول:

اصول ومقاصد

اللہ تعالیٰ نے ''احسن الحدیث'' (قرآن مجید) نازل فرمایا۔ (الزمر:23)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((نضّر اللّٰه امرأ سمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه......)) ''اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے یاد رکھا حتیٰ کہ آگے پہنچا دی۔'' الخ

(ابو داود: 3660 واسنادہ صحیح، الترمذی: 2656 وقال: ''حسن'' ابن ماجہ: 4105 وصححہ ابن حبان: 72، 73)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے قول (وفعل اور تقریر) کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔

اسلام کی بنیاد انھی دو حدیثوں (قرآن اور حدیث رسول) پر ہے، قرآن و حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے۔ (مثلاً دیکھئے سورۃ النساء: 115، والمستدرک للحاکم 1/116 ح399 وسندہ صحیح)'' (الحدیث ج1 ش1 ص4)

اور اصول و مقاصد کی تفصیلات کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''ہم [ماہنامہ] ''الحدیث حضرو'' کا یہ سلسلہ جاری کر رہے ہیں جس میں درج ذیل اصول و مقاصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

① قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری

② سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار

③ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت

④ صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب

⑤ اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ محبت

⑥ علمی، تحقیقی، معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان

⑦ مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد

⑧ اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث

⑨ دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع

⑩ قرآن وحدیث کے ذریعے سے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث حضرو'' کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔''

مقالہ ھذا کی تیاری کے دوران میں مجلّہ ''الحدیث'' حضرو کی فائلوں کی ورق گردانی میں اس کے اجرا پر مدیر مکرم رحمہ اللہ کے نام جون 2004ء میں تحریر کردہ تہنیتی خط کا ''رف'' سامنے آنے پر دلی مسرت ہوئی کہ مجلّہ ''الحدیث'' کے پہلے شمارے سے استوار ہونے والا تعلق خاطر تا حال قائم ہے اس قلبی مسرت کے اظہار کی خاطر وہ سطور نظر پیش خدمت ہیں: (گر قبول افتد زہے عز وشرف)

'' مکرمی ومحترمی حافظ زبیر علی زئی صاحب (متعنا اللہ بطول حیاتکم وافاداتکم)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلے ہفتے مکتبہ اسلامیہ پر آپ کی نئی کاوش ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو کی زیارت ہوئی۔ ایک دیرینہ خواہش کی عملی تصویر پر دلی مسرت ہوئی اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعائیں نکلیں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وسلامتی سے تادیر نوازے اور ہم لوگ آپ کی تحقیقات علمیہ اور افادات عالیہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی علمی پیاس بجھائیں، فکری راہنمائی پائیں۔

دعا گو ہوں کہ یہ مجلّہ علوم الحدیث کے حوالے سے بلند تر مقام کا حامل ٹھہرے اور آپ کی زیر ادارت اس کے ذریعے سے مختلف موضوعات کو جگہ دے کر علمی وتحقیقی معلومات سے آگاہی کا سامان مہیا کرتے رہیے (اللھم زد فزد)

حدیث نبوی پر تحقیقی کام کرنے والے شیوخ اور ان

کے کام کا تفصیلی تعارف، حدیث لٹریچر کا تعارف، حدیث نبوی کے بارے میں پائے جانے والے جدید افکار پر نقد و نظر......علیٰ ھذا القیاس حدیث وعلوم الحدیث پر ایک ماہنامہ مجلّے کی کمی کی تلافی کر دکھائیں......اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ اخوکم فی اللہ خالد ظفر اللہ ''

مدیر مکرم حافظ علی زئی رحمہ اللہ اپنے ہر موقف کے بارے میں ٹھوس علمی دلائل کا وافر ذخیرہ رکھتے تھے۔ مزید برآں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے بارے میں جرأت و بے پروائی کے مالک تھے لا یخافون لومۃ لائم کی زندہ تصویر تھے۔ آپ نے جو حق جانا بانگ دہل کہا اور لکھا اور اگر اپنے مؤقف یا تحقیق کی غلطی سامنے آ گئی تو پھر اسی جرأت بے باکانہ کے ساتھ اعترافِ غلطی اور رجوع کا اعلان کیا۔ الغرض مذکورہ بالا اصول و مقاصد کی پاسداری میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی، لیکن اپنے طے شدہ اصول و مقاصد سے کبھی بھی سرمو انحراف نہیں کیا۔ اسی شان علمی و تحقیقی کے ساتھ ماہنامہ الحدیث حضرو کا سفر جاری رہا۔ جس پر آپ نے اطمینان و مسرت کا اظہار اکتوبر 2006ء میں فرمایا آپ کے الفاظ:

''ماہنامہ الحدیث کا سفر

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسوله الأمین، أما بعد:

تمام حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کے فضل و کرم سے ماہنامہ الحدیث حضرو کی تیسری جلد کا آخری شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس عظیم سفر کا آغاز جون 2004ء بمطابق ربیع الثانی 1425ھ میں ہوا۔

راقم الحروف نے کلمۃ الحدیث میں لکھا تھا کہ'' ...... درج ذیل اصول اور مقاصد ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے گا۔ إن شاء اللّٰہ العزیز

① قرآن و حدیث اور اجماع کی برتری
② سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
③ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
④ صحیح و حسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
⑤ اتباع کتاب و سنت کی طرف والہانہ محبت
⑥ علمی، تحقیقی، معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
⑦ مخالفین کتاب و سنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد
⑧ اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
⑨ دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
⑩ قرآن و حدیث کے ذریعے سے اتحادِ امت کی طرف دعوت (ماہنامہ الحدیث حضرو: 1 ص 5)

الحمد للہ ان اصول و مقاصد پر ہم نے پورا اُترنے کی کوشش کی ہے۔ علمی و تحقیقی حلقوں میں ماہنامہ الحدیث کو زبردست پذیرائی حاصل ہوئی اور اہل علم نے تحریری و زبانی حمایت کر کے ہمارے عزم و ارادے کو اور مضبوط کر دیا۔

ماہنامہ الحدیث کے بارے میں پروفیسر مولانا ابوحمزہ سعید مجتبیٰ سعیدی صاحب لکھتے ہیں: ''یہ مجلّہ واقعتاً ''بقامت کہتر و بقیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔ آپ کے مقالات، فقہ الحدیث اور توضیح الاحکام خصوصاً اہمیت کے حامل ہیں۔ باقی مضامین کی اہمیت و افادیت سے بھی انکار نہیں۔'' (خط مورخہ 17/ جون 2002ء)

اکتیس مہینوں کے اس سفر میں مختصر صحیح نماز نبوی، نزولِ مسیح حق ہے، جنت کا راستہ، نور المصابیح فی صلوٰۃ التراویح، نماز میں بحالتِ قیام ہاتھ باندھنے کا حکم، دین میں تقلید کا مسئلہ، شعار اصحاب الحدیث، یمن کا سفر، اتباع کتاب وسنت ، اتباع اور تقلید میں فرق، صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے، امام احمد بن حنبل کا مقام محدثین کرام کی نظر میں اور اہل حدیث ایک صفاتی نام اور اجماع جیسی عظیم الشان کتابیں شائع کی گئیں۔ احسن الحدیث (تفسیر قرآنِ مجید) فقہ الحدیث (اضواء المصابیح، تخریج وشرح مشکوٰۃ المصابیح) توضیح الاحکام (سوال وجواب اور تخریج الاحادیث) محبت ہی محبت اور غیر ثابت قصے جیسے علمی وتحقیقی سلسلے مسلسل جاری رہے۔ صحیح فضائل اعمال اور تحقیقی ومفید مضامین کے ذریعے سے علمی خزانہ لوگوں تک پہنچایا گیا۔

رسالہ الحدیث اصل میں اشاعۃ الحدیث، نصرۃ الحدیث اور دعوۃ الحدیث کا رسالہ ہے جو علمی جہاد میں تمام اہل باطل اور فرقِ ضالہ پر غالب ہے۔ قرآن وحدیث سے محبت کرنے والوں اور پارٹی بازیاں چھوڑ کر علمبردارانِ وحدت اہلِ حق کے دلوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا تارا ہے۔

میں آخر میں اپنے ساتھیوں اور بھائیوں: حافظ ندیم ظہیر، ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی، ابوالاسجد محمد صدیق رضا، حافظ ابوالعباس شیر محمد، ابوثاقب محمد صفدر حضروی، ابراہیم بن بشیر الحسینوی، نصیر احمد کاشف اور فضل اکبر کاشمیری، واجب الاحترام مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ، استاذ محترم مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ سمیت تمام علماء وفضلاء اور بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے عظیم علمی وتحقیقی تعاون فرمایا۔ جزاہم اللہ خیراً'' (الحدیث ج3 ش12 مسلسل نمبر31 ص2-3 محررہ)

بعدازاں جنوری 2007ء میں 21 امور کی نشان دہی کرتے ہوئے ماہنامہ ''الحدیث'' کا منہج بالتفصیل ھدیۂ قارئین کیا۔

''ماہنامہ الحدیث کے منہج کی وضاحتیں

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد :

ماہنامہ الحدیث حضرو کے منہج اور طرزِ استدلال کے بارے میں چند وضاحتیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: نصوصِ شرعیہ (قرآنِ مجید، احادیث صحیحہ اور اجماع) سے حتمی استدلال کیا جاتا ہے اور صریح نصوصِ شرعیہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کو جائز سمجھا جاتا ہے۔ اجتہاد کی کئی اقسام ہیں مثلاً:

☆ سلف صالحین کے غیر اختلافی آثار سے استدلال
☆ سلف صالحین کے اختلافی آثار میں سے راجح کو اختیار کرنا
☆ عام دلیل سے استدلال
☆ قیاسِ صحیح، مصالح مرسلہ اور اَولویت وغیرہ

۲: صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی تمام متصل مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔

۳: اصولِ حدیث واصولِ محدثین سے جس خبر واحد کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے وہ قطعی، حتمی اور یقینی طور پر صحیح ہوتی ہے، اسے ظنی وغیرہ سمجھنا باطل ومردود ہے۔ اس صحیح روایت سے ایمان، عقیدہ، بیانِ قرآن، احکام اور اعمال ہر دینی مسئلے پر استدلال بالکل صحیح ہے۔

٤: ہر وہ راوی جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہو،

اگر جمہور (مثلاً تین بمقابلہ دو) اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کردیں تو یہ راوی صدوق، حسن الحدیث ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ غیر معلول روایت فی نفسہ حسن لذاتہ اور حجت ہوتی ہے۔

تنبیہ: ماہنامہ الحدیث حضرو کے منہج میں حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ضعیف ہی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔

٥: جس راوی کو مجہول یا مستور کہا گیا ہے اگر اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کسی ایک معتبر محدث مثلاً دارقطنی وابن خزیمہ وغیرہما سے ثابت ہو جائے تو یہ راوی صدوق، حسن الحدیث ہوتا ہے اور اسے مجہول ومستور کہنا غلط ہے، اگرچہ ایک ہزار امام بھی اسے مجہول ومستور کہتے ہوں۔

تنبیہ: اشارتاً کا مطلب یہ ہے کہ کوئی محدث اس راوی کی حدیث کو صحیح یا حسن وغیرہ کہہ دے یا قرار دے۔

٦: اگر ایک راوی کو مجہول یا مستور وغیرہ کہا گیا ہے اور دو متساہل محدثین مثلاً: حافظ ابن حبان اور امام ترمذی اس کی توثیق صراحتاً یا اشارتاً کردیں تو اس راوی کو حسن الحدیث ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔

٧: جس راوی کا مدلس ہونا اُن محدثین سے ثابت ہوجائے جو ارسال اور تدلیس کو ایک نہیں سمجھتے تو ایسے راوی کی عن والی روایت کو غیر صحیحین میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔

٨: ثقہ وصدوق راوی کی زیادت کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے مثلاً: ایک ثقہ وصدوق راوی کسی سند یا متن میں کچھ اضافہ بیان کرتا ہے۔ فرض کریں یہ اضافہ ایک ہزار راوی بیان نہیں کرتے، تب بھی اسی اضافے کا اعتبار ہوگا اور اسے صحیح یا حسن سمجھا جائے گا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ فلاں فلاں راوی نے یہ الفاظ بیان نہیں کیے، مخالفت کی ہے، مردود ہے۔

٩: جس شخص کا جو قول بھی پیش کیا جائے اس کا صحیح وثابت ہونا ضروری ہے۔ صرف یہ کافی نہیں کہ یہ فلاں کتاب مثلاً: تہذیب الکمال، میزان الاعتدال یا تہذیب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے، بلکہ اس کے ثبوت کے بعد ہی اسے بطورِ جزم پیش کرنا چاہیے۔

١٠: عین ممکن ہے کہ ایک روایت کی سند بظاہر صحیح وحسن معلوم ہوتی ہو، لیکن محدثینِ کرام نے بالاتفاق اسے ضعیف قرار دیا ہو تو یہ روایت معلول ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود سمجھی جاتی ہے۔

١١: کتاب وسنت کے مقابلے میں ہر قول اور ہر اجتہاد مردود ہے، مثلاً صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ متعۃ النکاح قیامت تک حرام ہے۔ اب اگر کسی عالم کا یہ قول مل جائے کہ متعۃ النکاح جائز ہے تو اس قول کو ہمیشہ مردود سمجھا جائے گا۔

١٢: کتاب وسنت کا وہی مفہوم معتبر ومستند ہے جو سلف صالحین سے بلا اختلاف ثابت ہے۔ اگر کسی بات میں ان کا اختلاف ہو تو راجح کو ترجیح دی جائے گی۔

١٣: اجتہادی اُمور اور اہلِ حق کے باہمی اختلاف میں وسعتِ نظر کے ساتھ علمی و باوقار اختلاف واستدلال جائز ہے اور مخالف کا احترام کرنا چاہیے۔

١٤: اپنی خطا سے علانیہ رجوع کرنا چاہیے۔

١٥: اہلِ بدعت کی کوئی عزت وتوقیر نہیں بلکہ ان سے براءت ایمان کا مسئلہ ہے۔

١٦: ماہنامہ الحدیث میں ہر تحریر سے ادارے کا متفق ہونا ضروری ہے اور اختلاف کی صورت میں صراحتاً یا اشارتاً

وضاحت کردی جاتی ہے۔یادرہے کہ مضمون نگاراوراس کی دیگرتحریروں وغیرہ سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں۔

۱۷: عوام سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ماہنامہ الحدیث ایک خالصتاً علمی وتحقیقی رسالہ ہے،لہٰذا اس میں بعض ایسے مضامین بھی شائع ہوتے ہیں جنھیں عوام الناس کا سمجھنا مشکل کام ہوتا ہے، تاہم کتاب وسنت کی دعوت اور تبلیغِ حق کی اشاعت کے لئے ایسے مضامین کا شائع کیا جانا ضروری ہے۔

۱۸: ہر بات باحوالہ پیش کرنا ماہنامہ الحدیث کا امتیاز ہے۔

۱۹: تکفیری ومرجی اور دیگر فرقِ ضالہ سے براءت کرتے ہوئے حدیث اور اہلِ حدیث (محدثین اور متبعینِ حدیث) کا دفاع کرنا ماہنامہ الحدیث کا نصب العین ہے۔

۲۰: تمام پارٹیوں اور تنظیموں سے علیحدہ رہ کر اہلِ حق کو متحد کرکے ایک جماعت بنانا وہ عظیم مقصد ہے جس کے لئے ہم دن رات کوشاں ہیں۔

۲۱: ماہنامہ الحدیث حضرو میں بعض اوقات اگر کسی تحریر سے اختلاف ظاہر کرنا مقصود ہو یا کسی غلطی کی طرف تنبیہ ہو تو عبارت کے اوپر ایک لکیر (—) کھینچ کر اشارہ کردیا جاتا ہے یا کبھی عبارت کو واوین ('' '') میں لکھ دیا جاتا ہے۔ **وما علینا إلا البلاغ** (۶/جنوری ۲۰۰۷ء)''

(ماہنامہ الحدیث ج4 ش3 مسلسل نمبر34 ص2–4 محررہ)

ماہنامہ الحدیث حضرو کا سفر اپنے وضع کردہ اصول و مقاصد اور طے کردہ منہج پر رواں دواں تھا۔علمی وتحقیقی دنیا میں اس کا سکہ مانا جارہا تھا۔ان کا فرمایا ہوا مستند تسلیم کیا جارہا تھا۔ اعلیٰ ٹھوس تحقیقی ذوق کے قارئین شدت سے ہر مہینے کی یکم تاریخ کا انتظار کرتے اور بلا مبالغہ شاذ و نادر یہ ماہنامہ یکم تاریخ سے لیٹ ہوا۔ورنہ بروقت قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جانا بھی ایک ریکارڈ تھا۔

ماہنامہ الحدیث اپنے سفر کی 10ویں جلد کی منازل طے کر رہا تھا کہ مدیر مکرم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ 10 نومبر 2013ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔(إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون)

اور یوں آپ کی ادارت میں ماہنامہ الحدیث کا آخری شمارہ ج10 ش10 مسلسل نمبر 111 نومبر 2013ء کا شمارہ تھا اور اب آپ کے بعد آپ کے شاگرد خاص حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی ادارت میں ماہنامہ الحدیث حضرو شائع ہورہا ہے۔جس میں علاوہ دیگر تحریروں کے محدث العصر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے علمی وتحقیقی آثار کا معتد بہ حصہ ہدیہ قارئین ہورہا ہے۔اللہ کرے یہ مجلّہ آپ کے جملہ علمی وتحقیقی آثار کی اشاعت کا ذریعہ ٹھہرے۔درحقیقت محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیقات انیقہ اور تنقیدات قاطعہ ہی اس ماہنامہ کی پہچان بلکہ طرہ امتیاز ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے علمی و روحانی وارثان کو خاص توفیق ارزاں فرمائے اور یہ وارثان آپ کا تمام تر علمی سرمایہ اہل علم تک پہنچانے میں سرخرو ٹھہریں جو کہ درحقیقت وارثان کے پاس آپ رحمہ اللہ کی علمی امانت اور اشاعتی قرض ہے۔اللہ رب العزت کے حضور مکرر خصوصی توفیق اور مدد کی دعا کے لئے عرض پرداز ہیں۔

(آمین ثم آمین)

ماہنامہ الحدیث حضرو کا تعارف درج ذیل خطوط پر سپرد قلم کیا جارہا ہے۔

1 نام مجلّہ: 2 مدیر:
3 نائب مدیر و معاون مدیر (iii) معاونین
4 ناشر 5 مقام اشاعت
6 تاریخ اجراء 7 صفحات اور سائز

بے جا طوالت سے احتراز کرتے ہوئے مذکورہ بالا 7امور کی الگ الگ تفصیلات احاطۂ تحریر میں لائی جا رہی ہیں۔ یہ تفصیلات بانی و مدیر مکرم کی ادارت کے حوالے سے ابتدائی 10 جلدوں کو محیط ہیں۔ یہ جلدیں سن عیسوی کی ترتیب پر مکمل ہوتی رہی ہیں۔

جلد اول: جون تا دسمبر 2004ء مسلسل نمبر 1۔7

جلد دوم: جنوری تا دسمبر 2005ء مسلسل نمبر 8۔19

جلد سوم: جنوری تا دسمبر 2006ء مسلسل نمبر 20۔31

جلد چہارم: جنوری تا دسمبر 2007ء مسلسل نمبر 32۔43

جلد پنجم: جنوری تا دسمبر 2008ء مسلسل نمبر 44۔55

جلد ششم: جنوری تا دسمبر 2009ء مسلسل نمبر 56۔67

جلد ہفتم: جنوری تا دسمبر 2010ء مسلسل نمبر 68۔79

جلد ہشتم: جنوری تا دسمبر 2011ء مسلسل نمبر 80۔90

جلد نہم: جنوری تا دسمبر 2012ء مسلسل نمبر 92۔100

جلد دہم: جنوری تا دسمبر 2013ء مسلسل نمبر 101۔112

آمدہ سطور میں تمام تر معلومات و تفصیلات ماہنامہ الحدیث حضرو کے مسلسل نمبر کے حوالے سے پیش کی جائیں گی۔ مذکورہ بالا سات 7امور کی تفصیلات ھدیہ قارئین ہیں:

1- نام مجلّہ: (i) ماہنامہ الحدیث حضرو
(مسلسل نمبر 1 تا مسلسل نمبر 100)
(ii) ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو
(مسلسل نمبر 101 تا 112 و مابعد)

2- مدیر: (i) مدیر حافظ زبیر علی زئی
(مسلسل نمبر 1 تا حیات مسلسل نمبر 111)
(ii) حافظ ندیم ظہیر
(مسلسل نمبر 112 و مابعد)

3- (ا) نائب مدیر: (i) ڈاکٹر خالد محمود بھٹی
(مسلسل نمبر 1۔9)
(ii) ابو ثاقب محمد صفدر حضروی
(مسلسل نمبر 10۔17)
(iii) فضل اکبر کاشمیری
(مسلسل نمبر 18۔31)
(iv) حافظ ندیم ظہیر
(مسلسل نمبر 101۔111)

(ب) معاون مدیر: حافظ ندیم ظہیر
(مسلسل نمبر 2۔4، 12۔31)

(ج) معاونین: (i) فضل اکبر کاشمیری، حافظ ندیم ظہیر محمد صفدر حضروی، ابو خالد شاکر
(مسلسل نمبر 32۔34)
(ii) حافظ ندیم ظہیر، محمد صفدر حضروی، ابو خالد شاکر
(مسلسل نمبر 35، 37۔43)
(iii) حافظ ندیم ظہیر، محمد صفدر حضروی (36)
(iv) حافظ ندیم ظہیر، محمد صفدر حضروی ابو جابر عبداللہ دامانوی، ابو خالد شاکر (44۔57)
(v) حافظ ندیم ظہیر، ابو جابر عبداللہ دامانوی محمد اعظم، ابو خالد شاکر (58۔79)
(vi) حافظ ندیم ظہیر، ابو خالد شاکر ابو جابر عبداللہ دامانوی (80۔100)
(vii) ابو جابر عبداللہ دامانوی، ابو خالد شاکر محمد سرور عاصم، محمد ارشد کمال، محمد زبیر صادق آبادی، محمد صدیق رضا (101۔112)

3- ناشر: (i) حافظ شیر محمد

(مسلسل نمبر1۔111)

(ii) حافظ شیر محمد اثری

(مسلسل نمبر112 ومابعد)

5- مقام اشاعت: مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک

(مسلسل نمبر1۔112 ومابعد)

6- تاریخ اجراء: ماہنامہ کے طور پر اور ہر ماہ کی یکم تاریخ اشاعت کی بنیاد پر جون 2004ء سے اجراء ہوا۔ بانی ومدیر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ادارت میں 111 شمارے (نومبر 2013ء تک) شائع ہوئے۔ جن میں سے صرف تین شمارے مسلسل نمبر 94 (مارچ، اپریل 2012ء) نمبر 95 (مئی جون 2012ء) اور نمبر 100 (نومبر، دسمبر 2014ء) دو دو ماہ کو محیط ہیں۔ اس کی وجہ مدیر مکرم رحمہ اللہ کے الفاظ میں ''اگلے سال بعض شمارے دو مہینوں میں ایک ایک دفعہ شائع ہوگا، تاکہ دسمبر 2012ء والے شمارے کا مسلسل نمبر 100 ہو۔ ان شاء اللہ'' (الحدیث مسلسل نمبر 91، ص 57)

ان کے علاوہ باقی تمام شمارے ماہانہ بنیادوں پر ہر ماہ کی یکم تاریخ کو اشاعت کے بعد قارئین کے لئے دستیاب ہوتے تھے۔ بروقت اشاعت مدیر مکرم رحمہ اللہ کے ہاں اپنے اوپر عائد ذمہ داری کی ادائیگی کی حساسیت پر بہت بڑی دلیل ہے، بلکہ الفضل ما شهدت به الاعداء بھی اس پر شاہد ہیں۔

7- صفحات اور سائز:

ابتدائی دس جلدوں کے زیادہ تر شماروں کے 48، 48 صفحات ہیں، لیکن مسلسل نمبر 112 کے 54 صفحات، مسلسل نمبر 67، 79 اور 91 کے 56، 56 صفحات، مسلسل نمبر 19، 22۔43 اور 55 کے 64،64 صفحات، مسلسل نمبر 95 کے 96 صفحات، مسلسل نمبر 100 کے 98 صفحات اور مسلسل نمبر 94 کے 100 صفحات ہیں، تاہم تمام شماروں کا سائز 8.5x5.5 انچ کی صورت میں یکساں ہے۔ الحدیث کے صفحات کی تعداد 48 یا زائد ہو۔ یہ تعداد ٹائٹل (سرورق، اندرون ٹائٹل، اندرون بیک، بیک) کے علاوہ صفحات کو ظاہر کرتی ہے۔

بانی مدیر مکرم رحمہ اللہ نے اغلاط سے پاک ''الحدیث'' کا ایک معیار قائم کیا اور شاذ و نادر اگر کمپوزنگ کی کوئی غلطی رہ گئی تو آئندہ شمارے میں اس غلطی کی تصحیح اور معذرت شائع ہوتی تھی۔ غلطی ہونا اگر انسانی کمزوری تھی تو غلطی کی تصحیح اور اعتراف کا اعلان آپ کی عظمت کی دلیل تھی۔

اُمید واثق ہے کہ ماہنامہ الحدیث حضرو کی ابتدائی دس جلدوں کے بارے میں مہیا کردہ مذکورہ معلومات سے اربابِ علم و فضل ''الحدیث'' کے خارجی تعارف سے بخوبی آگاہ ہو جائیں گے، جبکہ دس جلدوں کا داخلی تعارف بہت سی تفصیلات کا حامل ہے جس کے لیے ''الحدیث'' کی دس جلدوں کا داخلی دقیق مطالعہ ہی کفایت کر سکتا ہے، تاہم ہر جلد کے آخر پر شائع شدہ فہرست مضامین پیش خدمت ہے۔ جس سے مضامین کے عنوانات اور اربابِ علم و قلم کے اسماء گرامی پر آگاہی کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ اس فہرست کی تیاری اور ای میل کرنے پر راقم السطور برادران گرامی جناب محمد وقاص اور محمد اسد حبیب صاحب فیصل آبادی کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ (جزاهم الله فاحسن الجزاء)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی دینی و علمی خدمات

مولانا عبدالرشید عراقی حفظہ اللہ*

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی جیسی جامع کمالات شخصیتیں کہیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں، وہ اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین، مفسر قرآن، محدث، محقق، مورخ وصحافی، مصنف اور مدرس تھے۔ جملہ علوم اسلامیہ پر ان کی گہری نظر تھی اور بعض علوم خاص کر حدیث اور اسماء الرجال میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ ان میں اپنی علمی و دینی بصیرت اور تلاش و تحقیق کی ایسی یادگاریں چھوڑی ہیں جو علمی دنیا کی رہنمائی کا کام دیتی رہیں گی۔ ان کا علمی درجہ اتنا بلند اور ان کی علمی و دینی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع اور گوناگوں اتنا متنوع ہے کہ اس کی تفصیل کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

ان کی علمی و دینی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ مگر ان سب کی غرض وغایت تقریباً صرف ایک تھی، یعنی دین اسلام کی نشر واشاعت، کلام اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کی اشاعت وحفاظت اور دفاع۔ حدیث نبوی ﷺ کا دفاع ان کا خاص موضوع تھا اور اس فن میں وہ یگانہ روزگار تھے۔ حدیث کی معرفت اور اس کے حفظ وضبط میں بے مثال تھے۔ احادیث کے علل و اسقام کی تمیز میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ حدیث اور اس کے متعلقات پر ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ مورخ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی (م ۴۵۸ھ) کے بارے میں لکھا ہے:

''غلب علیه علم الحدیث و اشتهر به''

ان پر علم حدیث خاص طور سے غالب تھا اور اس میں انھیں نمایاں شہرت حاصل ہوئی۔ (تاریخ ابن خلکان ۱/۳۵)

حافظ زبیر علی زئی پر مورخ ابن خلکان کا یہ جملہ مکمل طور پر صادق آتا ہے۔ انھوں نے اپنی زندگی حدیث نبوی ﷺ کی اشاعت اور دفاع ہی کے لئے وقف کر دی تھی۔

حدیث نبوی ﷺ میں عدیم المثال ہونے کے علاوہ اسماء الرجال پر بھی ان کو عبور کامل تھا اور وہ اس فن میں سند تسلیم کیے جاتے تھے۔ بقول مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ:

''ابتدائے عمری سے مطالعہ اور تحقیق کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔''

مولانا بھٹی کہتے ہیں: ''حافظ زبیر علی زئی کا مسکن حضرو ہے، ان کا اصل کام تصنیف وتالیف تھا اور وہ اسی کام میں مصروف رہتے تھے۔ ایک مدرسہ بھی قائم کیا ہوا تھا جس میں تدریس فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ ''الحدیث'' کئی سال سے جاری کیا ہوا ہے (جس کے ۱۱۱ شمارے شائع ہوئے ہیں۔ (نومبر ۲۰۱۳ء تک) وہ تحقیق سے لکھتے تھے۔ اسی رسالہ میں زیادہ تر مضامین ان کے تحریر فرمودہ ہوتے تھے۔ وہ تحقیق سے لکھتے تھے۔ اور صاف الفاظ میں باحوالہ اپنا نقطہ نظر کی صراحت کرتے تھے۔ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں لکھتے تھے۔'' (گلستان حدیث ص ۵۳۷)

فن مناظرہ میں بھی ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ عیسائیوں، مرزائیوں، شیعوں، دیوبندیوں اور جماعۃ المسلمین کراچی کے مولویوں سے کئی ایک مناظرے کیے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم

* معروف قلمکار، مورخ ومصنف کتب کثیرہ

سے ہر مناظرے میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

حافظ زبیر علی زئی ایک کامیاب محقق ومورخ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مبلغ ومصنف اور مدرس تھے۔ان کی زبان وقلم میں بلا کی شائستگی و ادتدویزعا تھی۔آپ کی تقریروں میں علم وروحانیت ،فکر وبصیرت اور تحقیق وکاوش کے جوہروں کے ساتھ ساتھ ادب کی چاشنی اور اسلوب کی دلآویزیاں چمکتی دمکتی نظر آتی تھیں۔آپ ایک جرأت منداور بیباک مقرر تھے۔ بقول مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کے :
''اپنے مسلک کے پُرعزم اور سرگرم مبلغ تھے۔اس باب میں وہ کسی کی پروانہیں کرتے تھے۔''

حافظ زبیر علی زئی ایک نابغہ روزگار اور عہد ساز شخص تھے۔ ان کی دینی ،علمی، مذہبی، ادبی ،مسلکی اور صحافتی خدمات قابل قدر ہیں۔حافظ زبیر علی زئی اپنی غیر معمولی دینی بصیرت اور دماغی قابلیتوں کی وجہ سے اہل علم واہل قلم طبقہ میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ان میں ایک بہت نمایاں صفت ان کی صحافت بھی ہے۔ماہنامہ ''الحدیث'' علمی وادبی دنیا میں ایک خاص مقام رکھتا ہے اور اہل علم اس کا بڑے ذوق وشوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔

صحافت سے حافظ صاحب کا مقصد جلبِ منفعت یا طلبِ جاہ نہ تھا، بلکہ وہ اس کے ذریعے سے اخلاص اور بے لوثی اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے دین اسلام کی نشر واشاعت ،کلام اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کی ترقی وحفاظت اور دفاع ،شرک و بدعت ومحدثات کی تردید وتوبیخ اور ان کے علاوہ علمائے سلف کے حالات اور ان کے دینی وعلمی کارناموں سے آگاہ کرنا تھا۔حافظ صاحب کا اسلوبِ بیان اور طرزِ تحریر پاکستان کے تمام دینی رسائل کے ایڈیٹروں سے مختلف تھا۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ حافظ زبیر علی زئی صحافت میں بھی اپنا ایک خاص اور الگ مقام رکھتے تھے۔

حافظ صاحب جماعت اہل حدیث کے جید عالم دین، عظیم محقق اور مورخ اور مصنف ومدرس اور واعظ ومبلغ تھے۔ قدرت کی طرف سے اچھے دل ودماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قوتِ حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔

ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔فقہ المذاہب الاربعہ پر ان کا مطالعہ وسیع تھا اور خاص کر فقہ حنفی پر تنقیدی نگاہ رکھتے تھے۔جو کچھ لکھتے تھے تحقیق سے لکھتے تھے۔

مختصر یہ کہ حافظ زبیر علی زئی کی ذات گرامی قدیم روایات صالحہ کی یادگار تھی۔ ان کے سانحہ ارتحال سے جماعت اہل حدیث پاکستان کو عظیم نقصان پہنچا ہے اور ان کا نعم البدل ملنا محال ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔(آمین)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مقالات: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یوں تو ہر موضوع پر مضامین لکھے اور اس موضوع کے متعلق اپنے مطالعہ وتحقیق کا حق ادا کیا۔آپ کے مقالات کی پانچ [1] جلدیں مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور نے شائع کی ہیں۔جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۳۲۰۵ ہے۔ ان پانچوں جلدوں میں جن موضوعات سے متعلق مضامین شامل کیے گئے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

[1] اب چھٹی جلد بھی شائع ہو چکی ہے۔وللہ الحمد

۱: عقائد مسلک اہل حدیث اور اعتراضات کے جوابات
۲: نماز کے بعض مسائل
۳: اصولِ حدیث اور تحقیق الروایات
۴: تذکرہ علمائے حدیث
۵: تذکرۃ الراوی
۶: باطل مذاہب و مسالک اور ان کا رد
۷: کتاب الفتن
۸: بعض شبہات اور باطل استدلالات کا رد
۹: شذرات الذہب
۱۰: احکام و مسائل
۱۱: آثار السنن (تنقیدی جائزہ)
۱۲: نصر المعبود
۱۳: عقائد علمائے دیوبند
۱۴: تحقیق وتنقید
۱۵: متفرق مضامین
۱۶: قربانی اور عقیقے کے مسائل
۱۷: تحقیق وتنقید

مقالات کی مجموعی تعداد (۳۳۰) ہے۔

تمام مقالات کا خلاصہ بیان کرنے کی ایک مستقل ضخیم کتاب ہی متحمل ہوسکتی ہے۔ ماہنامہ ''الحدیث'' کا خاص شمارہ محدث العصر نمبر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

احقر نے ان مقالات میں صرف دو عنوانات کا انتخاب کیا ہے۔ ایک ''اصول اور تحقیق روایات'' اور دوسرا ''تذکرہ علمائے حدیث'' (صرف محدثین کرام کے اسمائے گرامی درج کیے جائیں گے)

اور یہ دو عنوانات اس لئے منتخب کیے گئے ہیں کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی پوری زندگی حدیث نبوی ﷺ کی اشاعت وحمایت، تائید، نصرت وحفاظت اور دفاع میں بسر ہوئی۔ علاوہ ازیں حافظ صاحب محدثین کرام کی دینی وعلمی خدمات کے معترف اور ان سے والہانہ عقیدت بھی رکھتے تھے۔

جلد اول: اس جلد میں (۴) مقالات ہیں:

۱: التأسیس فی مسئلۃ التدلیس
۲: پندرہ شعبان کی رات اور مخصوص عبادات
۳: حدیث قسطنطنیہ اور یزید
۴: خلافت راشدہ کے تین سال

۱) التأسيس في مسئلة التدليس:

پہلے تدلیس کی تعریف کی گئی ہے۔

اور اس کے یہ معنی بتائے ہیں کہ نور اور ظلمت کے اختلاط کو تدلیس کہا جاتا ہے اور دوسرے معنی یہ بتائے ہیں کہ ''اس نے اپنے مال کا عیب گاہک سے چھپایا ہے'' اور یہ معنی اہل لغت نے بیان کیے ہیں:

تدلیس کی اصطلاحی تعریف یہ کی ہے:

''اگر راوی اپنے اس اُستاد سے (جس سے اس کا سماع ملاقات اور معاصرت ثابت ہے) وہ روایت (عن یا قال وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ) بیان کرے جسے اس نے (اپنے اُستاد کے علاوہ) کسی دوسرے شخص سے سنا ہے اور سامعین کو یہ احتمال ہو کہ اس نے یہ حدیث اپنے اُستاد سے سنی ہوگی تو اسے تدلیس کہا جاتا ہے۔'' [۱/۲۵۲]

اس کے بعد تدلیس کی چھ اقسام بیان کی ہیں اور ہر قسم کی مختصر تشریح وتوضیح کی، بعد ازاں تدلیس پر محدثین کرام نے جو کتابیں تصنیف کیں، اُن کے نام لکھے ہیں۔

بعض محدثین کرام تدلیس سے کام لیتے تھے۔اُن کا تذکرہ کیا ہے۔

تدلیس پر بحث کرتے ہوئے ''خاتمہ بحث'' کے عنوان سے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس بات پر ائمہ اہل الحدیث کا اجماع ہے کہ فن تدلیس ایک ''حقیقت والا'' فن ہے اور ثقہ راویوں نے تدلیس کی ہے جس کی وجہ سے ان کی سماعت ساقط نہیں ہوئی، بلکہ وہ زبردست صادق اور ثقہ امام تھے، تاہم ان کی غیر مصرح بالسماع روایات صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں میں ساقط الاعتبار ہیں۔'' [۱/۲۷۹]

مقالات کے آخر میں (۴۰) محدثین کرام کے تدلیس کے بارے میں اقوال درج کیے ہیں جنھوں نے ثقہ وصدوق راویوں کو مدلس قرار دیا ہے۔

۲) پندرہ شعبان کی رات اور مخصوص عبادات:

حافظ زبیر علی زئی اپنے اس مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''نصف شعبان کی رات کی فضیلت میں کئی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ شعبان کی ۱۵ ویں رات کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کلب (قبیلے) کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں (کے گناہوں) کو بخش دیتا ہے۔'' وغیرہ

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعبان کی ۱۵ ویں رات کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف (خاص طور پر) متوجہ ہوتا ہے، پھر مشرک اور (مسلمان بھائی سے) دشمنی و بغض رکھنے والے کے سوا اپنی تمام (مسلمان) مخلوق کو بخش دیتا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحہ ۳/۱۲۲۵، ح۱۱۴۴)

شیخ البانی نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان کے راویوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: (۱) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (۲) ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ (۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۴) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ (۵) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۶) ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۷) عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (۸) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (۹) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۱۰) کردوس رضی اللہ عنہ (۱۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۱۲) محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ (۱۳) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۱۴) مکحول تابعی کا قول

حافظ زبیر علی زئی ہر حدیث کے راویوں سے متعلق جو ائمہ جرح وتعدیل نے جو نقل کیا ہے وہ بھی بیان کرتے ہیں: مثلاً ''حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا، حجاج بن ارطاۃ نے عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت کیا ہے۔

تخریج: سنن ترمذی (۱/۱۰۶ ح ۷۳۹) ابن ماجہ (۱۳۸۹) احمد (۴/۲۳۸ ح ۲۶۵۴۶) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰/۴۳۸ ح ۲۹۸۴۹) عبد بن حمید (۱۵۰۷) البیہقی فی شعب الایمان (۳۸۴۴) العلل المتناھیہ (۲/۶۶ ح ۹۱۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ انھوں نے امام بخاری کو فرماتے ہوئے سنا: یہ حدیث ضعیف ہے۔اسے یحییٰ (بن ابی کثیر) نے عروہ سے نہیں سنا، اور نہ حجاج بن ارطاۃ نے اسے یحییٰ (بن ابی کثیر) سے سنا ہے۔ (سنن الترمذی: ۷۳۹)

حجاج بن ارطاۃ ضعیف عند الجمہور اور مدلس راوی ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیر بھی مدلس ہیں۔

نتیجہ: یہ سند ضعیف ہے۔اس روایت کے تین ضعیف شواہد بھی ہیں:

اول: العلل المتناھیہ (۲/۶۷، ۶۸ ح ۹۱۷)

اس میں سلیمان بن ابی کریمہ ضعیف ہے۔ وہ منکر روایات بیان کرتا تھا۔ (لسان المیزان ۳/۱۰۲)

دوم: العلل المتناهیہ (۲،۶۸،۶۹ ح ۹۱۸)

اس میں سعید بن عبدالکریم الواسطی کا ثقہ ہونا، نا معلوم ہے۔ (لسان المیزان ۳/۳۶)

سوم: العلل المتناهیہ (۲،۶۹ ح ۹۱۹)

اس میں عطاء بن عجلان کذاب و متروک ہے۔ (الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث ص ۲۸۹، تقریب التهذیب: ۴۵۹۴)

خلاصہ یہ کہ تینوں شواہد بھی مردود ہیں۔'' [مقالات ۱/۲۹۶، ۲۹۷]

خلاصۃ التحقیق: حافظ صاحب فرماتے ہیں:

''پندرہ شعبان والی کوئی روایت بھی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔''

محققین کا فیصلہ:

امام ابوبکر العربی لکھتے ہیں: نصف شعبان کی رات اور فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث قابل اعتماد نہیں، اور اس رات کو موت کے فیصلے کی منسوخی کے بارے میں کوئی حدیث قابل اعتماد نہیں پس آپ ان (نا قابل اعتماد) احادیث کی طرف (ذرہ بھی) التفات نہ کریں۔

(احکام القرآن ۴/۶۹)

حافظ ابن القیم لکھتے ہیں: پندرہ شعبان کی رات کو خاص نماز والی روایتوں میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں۔

(المنار المنیف ص ۹۹،۷۹)

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''نزول باری تعالیٰ ہر رات کو پچھلے پہر ہوتا ہے، جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی متواتر احادیث سے ثابت ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہی بہتر جانتا ہے۔'' [مقالات ۱/۳۰۴]

۳) حدیث قسطنطنیہ اور یزید:

اس مقالہ کی تالیف کا پس منظر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور اگست ۱۹۹۷ء میں محترم پروفیسر محمد شریف صاحب کا ایک مضمون دو قسطوں میں شائع ہوا۔ (الاعتصام ج ۴۹ ش ۳۱، ۳۲)

اس مضمون میں پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کے پہلے حملے میں یزید بن معاویہ بھی شامل تھا اور جو دلائل دیئے ہیں وہ قابل التفات نہیں۔ کوئی صحیح یا حسن روایت پیش نہیں کر سکے جس میں یزید بن معاویہ کی اول جیش میں موجودگی کی صراحت ہو۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے پروفیسر صاحب کے مضمون کا اپنے اس مقالہ میں تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں: ''تاریخ، حدیث اور رجال سے ثابت ہے کہ مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں کئی حملے ہوئے ہیں، صحیح بخاری کی صحیح حدیث میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں کہ (۱) ان تمام حملوں میں یزید بن معاویہ شریک تھا۔ (۲) ان تمام حملوں میں سے پہلے حملے میں یزید شریک تھا، لہٰذا جن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ قسطنطنیہ پر جو حملہ ہوا تھا اس میں یزید بن معاویہ بھی شامل تھا، ان لوگوں کے لئے صحیح بخاری سے استدلال درست نہیں۔''

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ''سنن ابی داود کی ایک حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یزید بن معاویہ والے حملہ سے پہلے بھی قسطنطنیہ پر حملہ ہوا ہے جس میں پورے لشکر کے امیر عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے، چونکہ یہ حدیث ان لوگوں کے لئے زبردست رکاوٹ ہے جو ضرور بالضرور یزید کو بخشا ہوا (مغفور و مرحوم) ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔''

اس روایت کے بارے میں پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ ابوداود کے سوا کسی کتاب میں عبدالرحمٰن کے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والی فوج کے قائد ہونے کا ذکر نہیں۔

(الاعتصام ش۳۲ص۱۳)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''درج ذیل کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ اس حملہ کا قائد عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید کو بتایا گیا ہے: (۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن (المعروف بتفسیر طبری) (ج۲ص۱۱۸، ۱۱۹)

(۲) تفسیر ابن ابی حاتم الرازی (ج۱ص۳۳۰، ۳۳۱)

(۳) احکام القرآن از علامہ جصاص (ج۱ص۳۲۶، ۳۲۷)

(۴) مستدرک الحاکم (ج۲ص۸۴، ۸۵) اسے حاکم اور علامہ ذہبی دونوں نے بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

اس لئے سنن ابی داود کی روایت بالکل صحیح اور محفوظ ہے۔''

قسطنطنیہ پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حملے: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں قسطنطنیہ پر کئی حملے کیے گئے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی زمین پر ۱۶ مرتبہ فوج کشی کی۔ (البدایہ والنہایہ۱۳۳/۵)

ایک حملہ جو ۳۲ھ بمطابق ۶۵۲، ۶۵۳ء میں ہوا تھا اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود بھی شریک تھے۔

(تاریخ طبری ۳۰۴/۴، العبر للذہبی ۲۴/۱، المنتظم لابن جوزی ۱۹/۵، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۱۵۹/۷، ۱۲۶/۸، تاریخ الاسلام للذہبی)

اس حملہ کے وقت یزید ۶ سال کا تھا اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور ثابت ہے کہ ''اول جیش والی'' روایت یزید پر فٹ کرنا صحیح نہیں اور یزید کے بارے میں دو باتیں بڑی اہم ہیں:

(۱) قسطنطنیہ پر پہلے حملہ اور لشکر میں اس کا موجود ہونا ثابت نہیں۔

(۲) یزید کے بارے میں سکوت کرنا چاہیے، حدیث کی روایت میں وہ مجروح راوی ہے۔'' (مقالات ۳۰۵/۱ تا ۳۱۱)

٤) خلافتِ راشدہ کے تیس سال:

حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں: ''اس مضمون میں ہم مشہور حدیث'' خلافة النبوة ثلاثون سنة ''(نبوت والی خلافت تیس سال رہے گی) کی تحقیق وتخریج پیش کررہے ہیں تا کہ عام لوگوں پر بھی حق واضح ہو جائے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم درج ذیل ہے:

سیدنا سفینہ ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نبوت والی خلافت تیس سال رہے گی، پھر جسے اللہ چاہے گا (اپنی) حکومت دے گا...

(سنن ابی داود: ۴۶۴۶، جامع الترمذی: ۲۲۲۶، السنن الکبریٰ للنسائی ۴۷/۵ ح ۸۱۵۵)

سعید بیان کرتے ہیں کہ سفینہ نے مجھے کہا شمار کرو:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	:	۲ سال
عمر فاروق رضی اللہ عنہ	:	۱۰ سال
عثمان رضی اللہ عنہ	:	۱۲ سال
علی رضی اللہ عنہ	:	۶ سال
		۳۰ سال

سعید فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بزعم خویش کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے تو انھوں نے کہا: جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ الفاظ ابو داود کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: سفینہ کی خلافت کے بارے میں حدیث صحیح ہے۔

اور میں خلفاء کے سلسلے میں اس حدیث کا قائل ہوں۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔اس حدیث کے راوی سعید بن جمہان کو امام یحییٰ بن معین، امام احمد، امام نسائی، حافظ ابن حبان اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ اجمعین نے ثقہ کہا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب کسی شخص کی عدالت ثابت ہو جائے تو اس کی عدم متابعت چنداں مضر نہیں چونکہ سعید بن جمہان کا ثقہ ہونا بدلائل ثابت ہو چکا ہے، لہٰذا اس حدیث میں ان کا تفرد ذرہ بھی مضر نہیں۔'' (مقالات ۱/۳۱۶)

منکرین حدیث کے عزائم

منکرین حدیث یہ عزائم رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ کو مکر و فریب کے ساتھ جعلی ثابت کر دیا جائے تاکہ عامۃ المسلمین کے اذہان شبہ کا شکار ہو جائیں اور اس کے ساتھ ان کے اذہان میں احادیث کے بارے میں عدم اعتماد کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

منکرین حدیث کے گروہ میں ایک شخص تمنا عمادی پھلواری گزرا ہے جس نے ایک کتاب بنام ''انتظار مہدی و مسیح'' تالیف کی ہے۔ اس میں وہ کئی ایک ثقہ راویوں کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں: ''تمنا عمادی کی کتاب میں اتنے زیادہ جھوٹ ہیں کہ ان کے جمع کرنے سے ایک نئی کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔'' [مقالات ۱/۳۱۷]

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سعید بن جمہان کی روایت پر امام احمد وغیرہ نے چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کے سلسلے میں اعتماد کیا ہے اور امام احمد نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور ان لوگوں پر یہ حجت پیش کی ہے جو علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں توقف کرتے ہیں، کیونکہ اس وقت لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا تھا حتیٰ کہ امام احمد نے کہا: جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ نہ مانے وہ اپنے گھر کے گدھے سے زیادہ گمراہ ہے اور امام احمد نے ایسے شخص کے ساتھ (رشتہ) نکاح کرنے سے منع کیا۔ یہ بات فقہاء، علمائے سنت اور (دین) کی پہچان والے اور صالحین کے درمیان متفقہ علم ہے اور یہی عوام کا مذہب ہے اور اس عقیدے میں ان کی مخالفت بعض بدعتیوں نے کی ہے۔ اہل کلام میں سے مثلاً: روافض جو کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت میں طعن کرتے ہیں اور خوارج نے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دامادوں عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی خلافت میں طعن کرتے ہیں۔ بعض ناصبیوں نے جو کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طعن کرتے ہیں یا ان نام نہاد سنی جاہلوں نے جو کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں توقف کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ۳۵/ ۱۸۔۱۹)

اس حدیث کو درج ذیل محدثین کرام نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے:

احمد بن حنبل، ترمذی، ابن جریر طبری، ابن ابی عاصم، ابن حبان، حاکم، ابن تیمیہ، ذہبی اور ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ۔

(السلسلۃ الصحیحۃ ۱/ ۷۴۵ ح ۴۵۹، مقالات ۱/ ۳۱۷، ۳۱۸)

جلد دوم: اس جلد میں حدیث اور متعلقات حدیث پر (۵) مقالات ہیں:

۱: امام زہری کی امام عروہ سے روایت اور سماع
۲: صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت
۳: ضعیف روایات اور اُن کا حکم
۴: تین روایات کی تحقیق
۵: حدیث و سنت میں فرق کا اختراعی نظریہ

۵) امام زہری کی امام عروہ سے روایت اور سماع:
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ مقالہ مذکورہ جلد کے چھ صفحات پر مشتمل ہے۔
امام زہری فرماتے ہیں: میں نے قریش میں سے چار (علم کے) سمندروں کو پایا ہے:
سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور عبیداللہ بن عبداللہ
(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لامام احمد بن حنبل ۱/۶۳)
امام زہری نے فرمایا: میں نے قریش میں سے چار سے ملاقات کی۔
عروہ بن زبیر، سعید بن المسیب، ابوسلمہ اور عبیداللہ یہ سب (علم کے) سمندر تھے۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی ص ۹۴۵)
[مقالات ۲/۲۲۳]
امام زہری امام عروہ کے شاگرد تھے۔ اور زہری کا عروہ سے سماع ثابت ہے۔
امام زہری کا تلمذ اور سماع تین طرق سے ثابت ہے۔
حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:
۱: **حدثني عروة (بن الزبير)**
۲: **أخبرني عروة**
۳: **سمعت عروة**
حدثني عروة: یہ حدیث کی (۱۱) کتابوں میں روایتیں آئی ہیں۔
بعض روایات میں حدثنا عروۃ آیا ہے۔
(صحیح بخاری: ۳۸۷۲، صحیح مسلم: ۶۰۹)
أخبرني عروة: اس طرق سے حدیث کی (۱۴) کتابوں میں روایات آئی ہیں۔
سمعت عروة: اس طرق سے حدیث کی (۷) کتابوں میں روایات آئی ہیں۔
حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں:
اس طرح کے اور بھی حوالے ہیں جن سے صاف اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امام زہری امام عروہ کے شاگرد ہیں اور ان کی روایت عروہ سے (صحیحین کے علاوہ سماع کی تصریح کے بعد) متصل ہوتی ہے۔ [مقالات ۲/۲۲۴]
بعض منکرین حدیث یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام زہری کا عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہیں اور اس پر محدثین کا اتفاق ہے، حالانکہ امام زہری تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے عروہ سے سنا ہے۔ اور بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی وغیرہ محدثین نے زہری کی عروہ سے روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ [مقالات ۲/۲۲۷]
امام عروہ بن زبیر خلافت عثمانی کے ابتدائی دور میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں وفات پائی۔ (تقریب التہذیب: ۴۵۶۱)
امام زہری کا سن ولادت ۵۱ھ اور سن وفات ۱۲۴ھ ہے۔
(تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۱۸، ۳۵۶) [مقالات ۲/۲۲۸]

٦) صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت:
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ مقالہ کتاب کے صفحہ ۲۲۹ تا ۲۶۵ تک محیط ہے۔ اس مقالہ میں جیسا کہ مقالہ کے عنوان سے ظاہر ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ حدیث کے راوی سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **((و إذا قرأ الإمام فانصتوا))** ''جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔''
(صحیح مسلم: ۴۰۴، ترقیم دارالسلام: ۹۰۵)

یہ حدیث مسند احمد (۴/۴۱۵ ح ۱۹۷۲۳) میں بھی ہے۔
امام ابوعوانہ (۲/۱۳۳) نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔
امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ امام مسلم کا اس حدیث پر جرح نہ کرنا ان کے نزدیک حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرتا ہے۔
قاضی عیاض مالکی نے اپنی شرح اکمال المعلم میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (اکمال المعلم ۲/۳۰۰)
شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اسے احمد (بن حنبل) اسحاق (بن راہویہ) اور مسلم بن حجاج وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ (مجموع فتاویٰ ۲۲/۳۴)
کئی علمائے اسلام نے یہ فرمایا: کہ امام مسلم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [مقالات ۲/۲۳۰]
مولانا شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں:
''امام مسلم نے ابوموسیٰ الاشعری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما (دونوں) کی حدیث سے اس زیادت کو صحیح قرار دیا ہے۔''
(عون المعبود ۱/۲۳۵)
حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ''حافظ ابوعوانہ اسفرائنی کا المستخرج علیٰ صحیح مسلم (۲/۱۳۳) میں جرح کے بغیر روایت کرنا اُن کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہے۔ جن محدثین نے اپنی کتابوں میں صحت کا التزام کیا ہے، اگر ان کتابوں میں جرح کے بغیر کوئی روایت بیان کریں تو یہ اُن کی طرف سے اس روایت کی تصحیح ہوتی ہے۔
روایت کی تصحیح اس کے راویوں کی توثیق بھی ہوتی ہے۔'' [مقالات ۲/۲۳۲]
اس کے بعد حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے (۲۸) محدثین کرام کے اسمائے گرامی مع حوالہ کہ انھوں نے حدیث ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی صحت کی توثیق کی ہے، درج کیے ہیں۔

ثقہ کی زیادت: محدثین کرام (اہل حدیث) کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہیں:

۱: ہر راوی عادل ہو۔
۲: ہر راوی ضابط (ثقہ) ہو۔
۳: سند متصل ہو۔
۴: شاذ نہ ہو۔
۵: معلول نہ ہو۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۰۔۲۱)

شاذ کی تعریف امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے یہ کی ہے کہ حدیث میں شاذ یہ نہیں کہ ثقہ (راوی) کوئی ایسی حدیث بیان کرے جو دوسرے نے بیان نہ کی ہو، شاذ حدیث تو وہ ہے کہ ثقہ راوی ایک حدیث روایت کریں تو ان میں سے ایک آدمی شاذ کرے، پس اُن کی مخالفت کرے۔
(آداب الشافعی ومناقب لابن ابی حاتم ص ۱۷۷، ۱۷۹)[مقالات ۲/۲۴۳]

۷) ضعیف روایات اور اُن کا حکم:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ مقالہ ۱۸ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں ضعیف روایت کے بارے میں بحث کی گئی ہے جیسا کہ اس کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے۔
اصول حدیث کے مطابق حدیث کی دو اقسام ہیں:
صحیح (مقبول) اور ضعیف (مردود)
المقبول: (جس حدیث پر ائمہ سنت کے نزدیک عمل واجب ہو)
غیر المقبول یا المردود: (جس حدیث کے بیان کرنے والے کا صدق راجح نہ ہو) (اصطلاحات المحدثین ص ۹)

بعض علماء نے حدیث کی تین اقسام بیان کی ہیں:

صحیح، حسن اور ضعیف

چونکہ حسن بھی صحیح کی ایک قسم ہے، لہٰذا اصل میں قبول اور رد کے لحاظ سے دو اقسام ہی ہیں: صحیح اور ضعیف یا مقبول اور غیر مقبول

صحیح حدیث حجت ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنے استاد امام شافعی کا یہ فرمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب تمھارے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو مجھے بتا دو تا کہ میں اسے اپنا مذہب قرار دوں، جس علاقے میں بھی (یہ حدیث) ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۱۰۶)

صحیح حدیث کیا ہوتی ہے، اصول حدیث کی کتابوں میں شرائط بیان کی گئی ہیں:

۱: ہر راوی عادل ہو۔

۲: ہر راوی ضابط ہو۔

عادل اور ضابط کے مجموعہ کو ثقہ کہا جاتا ہے۔

۳: سند متصل ہو۔

۴: شاذ نہ ہو۔

۵: معلول نہ ہو۔ (اختصار علوم الحدیث ۱/۹۹)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہاں خواہشات نفسانیہ اور فرقہ پرستی کا دخل نہیں، بلکہ اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مد نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کو عالم ناظر سمجھ کر عدل و انصاف کے ساتھ حکم لگایا جاتا ہے۔ جو شخص اس کے خلاف چلتا ہے تو اس کا حکم مردود ہوتا ہے۔

[مقالات ۲/۲۹۹]

ضعیف روایت: اصولِ حدیث کی کتابوں میں ضعیف روایت کو مردود اور غیر مقبول قرار دیا گیا ہے۔ احکام و عقائد میں جمہور علمائے کرام کے نزدیک ضعیف حدیث مردود ہے، لیکن بعض علماء فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کو مستحب قرار دیتے ہیں لیکن وہ اسے بعض شرائط کے ساتھ مشروط کرتے ہیں:

۱: ضعف شدید نہ ہو کذابین متہمین بالکذب اور فحش غلطیاں کرنے والے کی روایت نہ ہو۔ اس شرط پر علمائے اسلام کا اتفاق (اجماع) ہے۔

۲: کسی عام دلیل کے تحت درج ہو۔

۳: عمل کے وقت اس کے ثبوت کا عقیدہ نہ رکھا جائے۔

۴: عامل کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۵: مدح اور ذم کے لحاظ سے اس حدیث کا حکم شریعت میں ثابت ہو۔

۶: یہ ضعیف روایت صحیح حدیث کی تفصیلات وغیرہ پر مبنی نہ ہو۔

اتنی شرطوں پر عمل کرنے کے لئے حدیث کی تخریج و تحقیق ضروری ہے۔ جب تحقیق آئے گی تو ضعیف روایتوں کی جگہ صحیح روایتیں لے لیں گے۔ [مقالات ۲/۲۶۹، ۲۷۰]

حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں:

علمائے کرام کا دوسرا گروہ ضعیف روایات پر عمل کا قائل نہیں، چاہے عقائد و احکام ہوں یا فضائل و مناقب اور اسی گروہ کی تحقیق راجح ہے اور اس گروہ کے علماء ضعیف حدیث کو حجت نہیں سمجھتے۔ [ایضاً ص ۲۷۰]

مرسل روایت ضعیف احادیث کی ایک قسم ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مرسل روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

حافظ ابن حجر کا بھی یہی خیال ہے۔

(النکت علی ابن الصلاح ۲/۵۵۳) [ایضاً ص ۲۷۰]

امام مسلم بھی صحیح مسلم کے مقدمہ میں ضعیف حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: احکام ہوں یا ترغیب وترہیب (فضائل وغیرہ) ہر حال میں ضعیف حدیث حجت نہیں۔

(صحیح مسلم مطبوعہ دارالسلام ص ۱۹، رقم: ۹۲)

امام ابن رجب حنبلی نے بھی امام مسلم کے فرمان سے اتفاق کیا ہے۔ (شرح علل الترمذی ۱/۷۴) [مقالات ۲/۲۷۲]

عصر حاضر کے مشہور عالم دین شیخ احمد محمد شاکر المصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں یہ سمجھتا ہوں کہ ضعیف حدیث کا ضعف بیان کرنا ہر حال میں واجب ہے، کیونکہ بیان نہ کرنے سے دوسرے آدمی کو یہ وہم ہوسکتا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے، خاص طور سے جب اس کا نقل کرنے والا علمائے حدیث میں سے ہو، اور جن کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اور یہ کہ ضعیف روایت لینے میں احکام اور فضائل اعمال وغیرہ میں کوئی فرق نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ صحیح یا حسن حدیث کے علاوہ کسی کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ (شرح الفیہ سیوطی ص ۴۷) [مقالات ۲/۲۷۶۔۲۷۷]

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی ضعیف حدیث پر عمل کرنے سے روکا ہے۔ فرماتے ہیں: ہم دنیا کے مشرق و مغرب میں رہنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ ضعیف احادیث پر مطلقاً عمل چھوڑ دیں اور اپنی ہمتوں کا رخ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ احادیث کی طرف موڑ دیں، کیونکہ اس میں ضعیف روایات سے بے نیازی ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ میں واقع ہونے سے نجات ہے۔ (مقدمہ الجامع الصحیح ۱/۵۶) [مقالات ۲/۲۷۷]

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضعیف روایت قابل احتجاج نہیں، خواہ کسی صحیح یا حسن کے مقابلے میں ہو خواہ نہ ہو۔ (احکام ومسائل ۱/۵۷۳)

حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اہل حدیث اور غیر اہل حدیث کے عمل سے بھی ضعیف روایات کا حجت نہ ہونا ثابت ہے، مثلاً: ترک رفع الیدین کی ضعیف روایات کو عام اہل حدیث علماء ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں، اسی طرح حنفی علماء فاتحہ خلف الامام کی روایات کو ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں، حالانکہ فاتحہ خلف الامام کی کئی روایات بلحاظ سند ومتن صحیح وحسن ہیں۔

بعض اوقات حدیث ضعیف ہوتی ہے، لیکن مسئلہ صحیح ہوتا ہے کیونکہ اس کی تائید اجماع یا آثار سے ہوتی ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

''مال وغیرہ پر ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر تمھارے پاس (۲۰) دینار ہوں تو ان پر سال گزر جائے تو آدھا دینار (واجب) ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۵۷۳)

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں ابواسحاق السبیعی مدلس ہیں، لیکن امام ابن المنذر نے فرمایا: اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مال پر ایک سال گزر جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ (الاجماع ص ۱۳) [مقالات ۲/۲۷۸]

صحیح اور سنن اربعہ

صحیح سے مراد صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور ان دونوں کتابوں کی احادیث صحیح ہیں۔

سنن اربعہ میں (سنن ابی داود، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) مسائل میں (ان میں صحیح، حسن اور ضعیف) ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سنن اربعہ کی تمام روایات صحیح نہیں۔ (دوام حدیث ۱/ ۲۷۶)

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہم اپنی خواہشات یا گروہ وفرقہ پرستی کی وجہ سے روایات پر صحیح یا ضعیف کا حکم نہیں لگاتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کو عالم ناظر جانتے ہوئے اصول حدیث اور اسماء الرجال کے علم کو مدنظر رکھتے ہوئے جمہور محدثین کی تحقیق واصول کو تسلیم کرتے ہوئے اور آخرت کے محاسبے پر ایمان کے ساتھ حدیث پر صحیح وحسن یا ضعیف وغیرہ کا حکم لگاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص دلیل کے ساتھ ہماری غلطی ثابت کردے تو علانیہ رجوع کرتے ہیں۔ [مقالات ۲/ ۲۸۳]

۸) تین روایات کی تحقیق:

۱۔ یَا سَارِیَۃَ الْجَبَل کی تحقیق:

''ہفت روزہ الاعتصام لاہور (۱۳/ ستمبر ۱۹۹۱ء جلد ۴۳ شمارہ ۳۷) میں مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کا ایک مضمون شائع ہوا جس کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے: ''جہاں تک حضرت عمرؓ کے واقعہ یاساریۃ الجبل کا تعلق ہے یہ واقعہ سنداً بلاشبہ قابل قبول ہے لیکن یہ بطور کرامت ہے۔''

حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق کے مطابق حافظ صاحب کی یہ بات صحیح نہیں، اس واقعہ کی تمام اسانید پر مختصر بحث پیش خدمت ہے:

پہلی سند: یحیی بن أیوب عن ابن عجلان عن نافع عن ابن عمر به .

اس سند میں دو بڑی علتیں (ضعف کی وجہ) ہیں۔

۱: محمد بن عجلان صدوق مگر مدلس تھے۔

(طبقات المدلسین، ابن حجر ص ۴۴)

علامہ نووی فرماتے ہیں:

مدلس جب عن سے روایت کرے تو بالاتفاق حجت نہیں ہوتا۔

(نصب الرایہ ۲/ ۳)

۲: محمد عجلان کے بارے میں امام عقیلی فرماتے ہیں کہ نافع سے حدیث بیان کرنے میں اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ۹/ ۳۰۵)

دوسری سند: ایاس بن معاویہ بن قرہ کی مرسل روایت۔

مرسل روایت جمہور محققین کے نزدیک مردود ہوتی ہے۔ (مصطلح الحدیث للعراقی ص ۱۷۶)

تیسری سند: أیوب بن خوط عن عبد الرحمان السراج عن نافع. إلخ

اس سند میں ایوب بن خوط متروک ہے۔ باطل روایات بیان کرتا تھا۔ عیسیٰ بن یونس نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱/ ۳۵۲)

چوتھی سند: فرات بن السائب عن میمون بن مهران عن ابن عمر . إلخ

اس سند میں فرات بن السائب متروک الحدیث ہے۔ (نسائی)

منکر الحدیث ہے۔ (بخاری)

(میزان الاعتدال ۱/ ۶، لسان المیزان ۳/ ۶)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کے متعلق (۶) اسانید کا ذکر کیا ہے، اور ہر سند کے بارے میں بتایا ہے کہ اس کی علمی و تاریخی حیثیت کیا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ بلحاظ سند اپنے سارے طرق کے ساتھ صحیح نہیں،

بلکہ ضعیف ہے، لہٰذا بعض علماء کا اسے حسن قرار دینا غلط ہے۔
[مقالات ۲/۲۸۴ تا ۲۸۷]

۲۔ مالک الدار کی روایت:

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں: یہ قصہ صحیح نہیں، اس لئے کہ واقعے کا اصل راوی مالک الدار ہے جو مجہول ہے جب تک اس کی عدالت اور ضبط کا حکم نہیں ہوگا۔ یہ واقعہ ساقط الاعتبار ہوگا۔ (الاعتصام ج ۳۳ ش ۳۷ ص ۱۳)

حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ واقعہ درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

مصنف ابن ابی شیبہ (۲/ ۳۱۔۳۲) التاریخ الکبیر للبخاری (۷/ ۳۰۴) دلائل النبوۃ للبیہقی (۷/ ۴۷) الارشاد امام خلیلی (۱/ ۳۱۳۔۳۱۴)

اس روایت کی سند یہ ہے: **الأعمش عن أبي صالح عن مالك الدار.**

اس سند میں اعمش مدلس ہیں۔ اعمش کے مدلس ہونے پر ائمہ حدیث نے اعتراف کیا ہے، نیز علامہ نووی (شرح صحیح مسلم ۱/ ۲۷ ح ۱۰۹) اور عینی حنفی (عمدۃ القاری ۷/ ۲۱۸ ح ۱۱۲۰) وغیرہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ [مقالات ۲/۲۸۸]

۳۔ الادب المفرد کی ایک روایت:

الادب المفرد امام بخاری (م ۲۵۶ھ) کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو (سُن ہو) گیا تو کسی نے ان سے کہا: آپ کو جو شخص سب سے زیادہ محبوب ہے، اسے یاد کریں تو انھوں نے کہا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اور بعض نسخوں میں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہے۔

حدیث کی سند یہ ہے:

سفيان عن أبي إسحاق عن عبد الرحمان ... إلخ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سند میں سفیان ثوری اور ابو اسحاق السبیعی دونوں مدلس راوی ہیں اور دونوں عن سے روایت کر رہے ہیں۔ سفیان ثوری اور ابو اسحاق دونوں طبقہ ثالثہ کے راوی ہیں، لہٰذا یہ سند ان دونوں کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [مقالات ۲/۲۸۹]

۹) حدیث وسنت میں فرق کا اختراعی نظریہ:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہفت روزہ الاعتصام لاہور (۴/ شعبان ۱۴۱۰ھ) صفحہ (۸) پر حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کا ایک مضمون چھپا تھا: حدیث وسنت میں فرق کا اختراعی نظریہ

حافظ نور پوری لکھتے ہیں:

اگر مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اس فرق کو دین کا مسئلہ قرار دینے سے رجوع فرما لیں اور کہیں کہ یہ فرق سلف محدثین کی اصطلاح ہے تو پھر ان پر لازم ہے کہ سلف محدثین کے وہ اقوال پیش کریں جو اس فرق پر دلالت کرتے ہوں۔

حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں:

عرض ہے کہ ہمارے خیال میں محدثین کے اقوال پیش کرنا اس شخص کا شیوہ ہوتا ہے جو محدثین کا خوشہ چیں ہو، ان کی محیر العقول سیرتوں اور کارناموں کا معترف ہو ایک شخص جو بذات خود ہی خود ساختہ "مزاج شناس رسول" ہے۔ اسے کسی کے اقوال پیش کرنے کی آخر کیا ضرورت ہے۔ [مقالات ۲/۲۹۰]

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حدیث و سنت میں فرق کا اختراعی نظریہ سب سے پہلے آنجہانی مرزا غلام قادیانی کذاب نے اپنی کتاب "کشتی نوح" میں پیش کیا۔ (ص ۶۵)، مرزا قادیانی اپنی کتاب "روحانی خزائن" (ج ۱۹ ص ۶۱) کے حاشیہ پر لکھتا ہے: "اہل حدیث فعل

رسول اورقول رسول دونوں کا نام حدیث ہی رکھتے ہیں، ہمیں اس کی اصطلاح سے کوئی غرض نہیں دراصل سنت الگ ہے جس کی اشاعت کا اہتمام آنحضرت (ﷺ) نے بذاتِ خود فرمایااور حدیث الگ جو بعد میں جمع ہوئی۔''

حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعینہ یہی نظریہ (مولانا) امین احسن اصلاحی (صاحب) کا ہے، اب ظاہر ہے کہ محدثین کی اصطلاحات سے تو ان کو کچھ غرض نہیں مگر اپنی خواہشات واختراعات سے پوری غرض ہے یعنی جو شخص ایک فن جانتا ہی نہیں، اس فن میں اس کی خود ساختہ اصطلاحات کو کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے، جب کہ وہ اصطلاحات تمام اساتذہ فن کے بھی خلاف ہوں۔

ع ناطقہ سر بگریبان ہے اسے کیا کہیے۔ [مقالات ۲/۲۹۱]

جلد سوم:

اس جلد میں حدیث ومتعلقات پر (۸) مقالات ہیں:

۱: محدثین کرام نے ضعیف روایات کیوں بیان کیں۔
۲: بے سند اقوال سے استدلال غلط ہے۔
۳: تدلیس اور محدثین کرام۔
۴: تدلیس اور فرقہ مسعودیہ کا انکار محدثین۔
۵: زیارتِ روضہ رسول ﷺ کی روایات اور ان کی تحقیق۔
۶: قربانی کے چار یا تین دن؟
۷: کیا درود کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی۔
۸: قدموں کے نشان اور طاہر القادری کی بے سند روایت

۱۰) محدثین کرام نے ضعیف روایات کیوں بیان کیں:

حافظ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سن دو ہجری سے لے کر بعد کے گزشتہ زمانوں میں محدثین جب سند کے ساتھ حدیث بیان کر دیتے تو یہ سمجھتے تھے کہ وہ اس کی مسئولیت سے بری ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم (لسان المیزان ۳/۷۵)

حافظ زبیرعلی زئی صاحب فرماتے ہیں:

ان تحقیقات سے معلوم ہوا کہ صحیحین کے علاوہ کتب احادیث مثلاً: الأدب المفرد للبخاری اور مسند احمد وغیرہما میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں جنھیں سند کے ساتھ روایت کر کے محدثین کرام بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ یہ روایات انھوں نے بطور حجت واستدلال نہیں بلکہ معرفت وروایت بیان کر دی تھیں، لہٰذا اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھے بغیر صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث کی روایات سے استدلال یا حجت پکڑنا اور انھیں بطور جزم بیان کرنا جائز نہیں۔ وما علینا إلا البلاغ [مقالات ۳/۲۱۳، ۲۱۴]

۱۱) بے سند اقوال سے استدلال غلط ہے:

امام عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) کا قول ہے:

اسناد دین میں سے ہیں، اگر سندیں نہ ہوتیں تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہتا۔ (مقدمہ صحیح مسلم، دارالسلام ص ۳۲)

حافظ ابونصر عبیداللہ بن سعید بن حاتم حنفی (م ۴۴۴ھ) فرماتے ہیں: پس ہر شخص جو (سنت) ماننے کا مدعی ہے (اس کے لیے) یہ ضروری ہے کہ وہ جو کہتا ہے، اس کے بارے میں اس سے صحیح سند کا مطالبہ کیا جائے، پھر اگر وہ (صحیح سند) پیش کر دے تو اس کی سچائی معلوم ہو جاتی ہے، اور اس کی بات قبول کی جاتی ہے۔ (رسالۃ السجزی الی اہل زبید ص ۱۴۶)

[مقالات ۳/۲۱۵]

حافظ زبیرعلی زئی صاحب فرماتے ہیں: اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ا: ہر روایت اور ہر حوالے کے لئے صحیح

ومقبول سند پیش کرنی چاہیے۔

۲: بے سند روایت اور بے سند حوالہ مردود ہوتا ہے۔

ہم نے ماہنامہ الحدیث حضرو اور اپنی تازہ (جدید) تصانیف میں یہ معیار قائم کیا ہے کہ ہر بات باحوالہ اور باسند ہوتی ہے۔ اگر روایت صحیح ومقبول ہو تو اس سے استدلال کیا جاتا ہے ورنہ اسے رد کر دیا جاتا ہے۔ والحمد للہ

[مقالات ۳/۲۱۵]

۱۲) تدلیس اور محدثین کرام:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنے اس مقالہ میں محدثین کرام اور علمائے حدیث کے دس حوالے پیش کیے ہیں جس میں اُنھوں نے تدلیس والی (معنعن اور غیر مصرح بالسماع) روایات پر جرح اور کلام کیا ہے۔ ذیل میں تین حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں:

۱: امام بخاری نے قتادہ عن ابی نضرہ والی روایت کے بارے میں فرمایا کہ قتادہ نے ابونضرہ سے اس روایت میں اپنے سماع کا تذکرہ نہیں کیا۔ (جزء القراءۃ ص۳۰ ح۷۰)

۲: امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہم مدلس کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کریں گے، جب تک وہ حدثني یا سمعت نہ کہے۔ (الرسالہ ص۵۳)

۳: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی سند کے راویوں کا ثقہ ہونا صحیح ہونے کو لازم نہیں، چونکہ اعمش مدلس ہے اور اس نے عطاء سے اپنا سماع (اس حدیث میں) ذکر نہیں کیا۔ (التلخیص الحبیر ۳/۱۹)

تدلیس اور حنفیہ

حافظ زبیر علی زئی نے دس ائمہ احناف کے اقوال نقل کیے ہیں: چار ائمہ کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱: امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا: امام زہری نے تدلیس کی ہے۔ (شرح معانی آثار ۱/۵۵)

۲: علامہ عینی نے کہا: امام سفیان ثوری مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی، اِلا یہ کہ اس کا سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ۳/۱۱۲)

۳: ملا علی قاری نے کہا: اعمش اور سفیان ثوری تدلیس کرتے تھے۔ (شرح نخبۃ الفکر ص۴۲۰)

۴: حافظ زیلعی نے شیخ تقی الدین سے قتادہ کے بارے میں نقل کیا کہ وہ تدلیس میں امام ہیں۔ (نصب الرایہ ۳/۱۵۵)

تدلیس اور آل دیوبند

دیوبند کے نامور علماء نے امام سفیان ثوری کے بارے میں اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام سفیان ثوری مدلس تھے اور وہ تدلیس کرتے تھے۔

جناب سرفراز خان صفدر (خزائن السنن ۲/۷۷)
ماسٹر امین اوکاڑوی (مجموعہ رسائل ۳/۳۳۱)
جناب حسین احمد مدنی (تقریر ترمذی ص۳۹۱)
جناب محمد تقی عثمانی (درس ترمذی ۱/۵۲۱)

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ آل دیوبند کے نزدیک تدلیس کا علم ایک حقیقت ہے اور مدلس راوی کی عن والی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

[مقالات ۳/۲۲۲، ۲۲۳]

۱۳) تدلیس اور فرقہ مسعودیہ کا انکار محدثین:

حافظ زبیر علی زئی صاحب کا یہ مقالہ تیسری جلد کے

صفحہ ۲۲۴ سے ۲۴۴ تک محیط ہے۔اس مقالہ میں حافظ صاحب نے جماعت المسلمین کراچی کے رہنما مسعود احمد صاحب کے عقائد اور حدیث نبوی ﷺ کے بارے میں اس کے موقف اور نظریہ کا جائزہ لیا ہے۔ یہ مقالہ بڑا علمی، جامع اور لائق مطالعہ ہے۔

حافظ صاحب دلائل سے مسعود احمد کے عقائد اور محدثین کرام کے بارے میں اس کے نظریے پر دلائل سے روشنی ڈالی ہے اور باحوالہ وضاحت کی ہے۔

۱۴) زیارتِ روضہ رسول ﷺ کی روایات اور اُن کی تحقیق:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ مقالہ ۱۶ اصفحات پر مشتمل ہے۔ اس مقالہ میں علامہ تقی الدین السبکی الشافعی (م ۷۵۶ھ) کی کتاب ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ﷺ'' کی (۱۵) روایات کی تحقیق کی گئی ہے۔ان روایات کی بنیاد پر روضہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سفر کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔

ا: من زار قبري و جبت له شفاعتي . (بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

(جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی)

(سنن دارقطنی ۲/ ۲۷۸، شفاء السقام ص ۸۷، ۱۰۳)

(۱) یہ روایت منکر ہے۔ (شعب الایمان بیہقی ۳/ ۴۹۰ ح ۴۱۵۹)

(۲) یہ حدیث صحیح نہیں۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/ ۱۷۰)

(۳) یہ روایت منکر ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ بحوالہ لسان المیزان ۶/ ۱۳۵)

(۴) اس حدیث کو میں منکر سمجھتا ہوں (ذہبی)

(میزان الاعتدال ۴/ ۲۲۶)

(۵) یہ حدیث صحیح نہیں۔

(ابن القطان الفاسی م ۶۲۸ھ، بیان الوہم والایہام ۴/ ۹)

اس حدیث کی سند کا ایک راوی موسیٰ بن ہلال ہے جسے محدثین کرام نے گواہیاں دے کر کذاب اور وضاع وغیرہ قرار دیا ہے، لہٰذا ایسا راوی ساقط العدالت ہوتا ہے۔

(تقریب التہذیب: ۳۸۶۵)

لہٰذا ''من زار قبري'' والی روایت موسیٰ بن ہلال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [مقالات ۳/ ۲۴۷]

اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس موضوع کی تمام احادیث کو ضعیف، مردود اور موضوع بتایا ہے اور ہر روایت کے ضعیف و مردود ہونے کے حوالے کتب اسماء الرجال اور کتب الجرح والتعدیل سے دیے ہیں۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روضۂ رسول ﷺ کی طرف خاص طور پر سفر کرنا کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی سے ثابت نہیں اور ایک حدیث میں تین مساجد (مسجد بیت اللہ، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کے علاوہ سفر کرنے کی ممانعت آئی ہے۔اس حدیث سے شاہ ولی اللہ دہلوی استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ قبر اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کا محل عبادت اور کوہ طور سب ممانعت میں برابر ہیں۔واللہ اعلم'' (حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۱۹۲)

حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ کے نزدیک خاص نیت سے سفر کرنا ممنوع ہے۔

[مقالات ۳/ ۳۶۰]

۱۵) قربانی کے چار یا تین دن؟

حافظ زبیر علی زئی صاحب کا یہ مختصر مضمون ایک شخص کے سوال کے جواب میں ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر جو

قربانی کی جاتی ہے اس کی مدت تین دن ہے یا چار دن؟ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور میں پروفیسر حافظ محمد شریف کا مضمون شائع ہوا تھا کہ قربانی چار دن ہے۔ ایک دن عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی چار دن قربانی کے قائل تھے۔

حافظ زبیر علی زئی صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ بات کس کتاب میں صحیح یا حسن سند کے ساتھ مذکور ہے؟ حوالہ پیش کریں۔''

پروفیسر صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: حافظ زبیر علی زئی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ ''قربانی کے تین دن ہیں'' اور اپنے اس دعویٰ پر اُنھوں نے پہلی دلیل یہ پیش کی ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، اس کے جواب میں حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں: ''یہ میری پہلی دلیل نہیں، بلکہ ذیلی اور تائیدی دلیل ہے، کیونکہ پہلی دلیل تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کے آثار ہیں اور یہ میرے دعوے کے بالکل مطابق ہیں۔ پروفیسر صاحب کا ذیلی دلیل کو پہلی دلیل قرار دے کر میری طرف منسوب کرنا غلط ہے۔''

[مقالات ۳/۲۶۳]

۱۶) کیا درود کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حافظ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں یہ روایت درج کی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''آسمان وزمین اور ہر دعا کے درمیان ایک پردہ ہوتا ہے حتیٰ کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا ہے تو پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے اور اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (ص ۷۲۔۷۳)

حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں کئی وجۂ ضعف ہیں:

۱: حارث بن عبداللہ الاعور ضعیف بلکہ کذاب ہے، اس کے کذاب ہونے کی امام علی بن المدینی نے گواہی دی ہے۔ (احوال الرجال للجوزجانی ص ۴۹)

علامہ سخاوی حارث الاعور کے بارے میں فرماتے ہیں: جمہور نے اسے ضعیف کہا اور احمد بن صالح سے اس کی توثیق مروی ہے۔ (القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع ص ۴۴۱)

[مقالات ۳/۲۶۴]

۱۷) قدموں کے نشان اور طاہر القادری کی بے سند روایات:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''طاہر القادری نے کہا: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کو بھی یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ان کی وجہ سے پتھر نرم ہو جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے نشان بعض پتھروں پر آج تک محفوظ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

'' اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ إِذَا مَشَى عَلَى الصَّخْرِ غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِيْهِ وَ أَثَّرَت ''

(زرقانی شرح المواہب الدینہ ۵/۴۸۲، السیوطی، الجامع الصغیر ۱/۲۷، رقم ۹۰)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پتھروں پر چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدم مبارک کے نشان اُن پر لگ جاتے۔ (تبرک کی شرعی حیثیت ص ۷۶)

[مقالات ۳/۲۶۸]

علامہ زرقانی (م۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں:

علامہ سیوطی نے اس (روایت) پر انکار کیا ہے اور کہا مجھے اس کی کوئی اصل یا سند نہیں ملی اور نہ میں نے دیکھا کہ حدیث کی کتابوں میں کسی نے اسے روایت کیا ہے، اور اس طرح دوسروں نے بھی اس (روایت) کا انکار کیا لیکن...

(المواہب الدینہ ۴۸۲/۵)

حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں:

لیکن ولیکن والی بات تو فضول ہے اور سیوطی کی کتاب الجامع الصغیر میں یہ روایت قطعاً موجود نہیں، بلکہ عبدالرؤف المناوی (صوفی) الجامع الصغیر کی شرح (فیض القدیر) میں اسے ذکر کیا ہے۔ (فیض القدیر شرح جامع الصغیر ۹۱/۵)

خلاصہ یہ کہ اس بے سند اور بے اصل (موضوع) روایت کو طاہر القادری نے حدیث قرار دے کر عام لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔

ہماری طرف سے طاہر القادری اور تمام اہل بدعت کو چیلنج ہے کہ وہ اس روایت کی متصل سند پیش کر کے اس کا صحیح ہونا ثابت کریں اور اگر نہ کر سکیں تو جان لیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ آگ (جہنم) میں داخل ہوگا۔''

(صحیح بخاری وصحیح مسلم) [مقالات ۲۶۸/۳۔۲۶۹]

جلد چہارم: اس جلد میں حدیث اور متعلقات پر تین مقالات ہیں:

۱: اصول حدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم
۲: امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلہ تدلیس
۳: مسند امام احمد کی ایک حدیث اور متصوفانہ رقص

۱۸) اصول حدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصول حدیث کا مشہور ومعروف مسئلہ ہے کہ مدلس راوی (یعنی جس کا مدلس ہونا ثابت ہو) کی عن والی روایت ناقابلِ حجت یعنی ضعیف ہوتی ہے۔ [مقالات ۱۵۱/۴]

اس مقالہ میں حافظ زبیر علی زئی صاحب نے چالیس محدثین کرام و علمائے حدیث کے اقوال معہ حوالہ کتب حدیث واسماء الرجال درج کیے ہیں۔

ان چالیس اقوال میں (۱۰) مشہور محدثین کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱: امام محمد بن ادریس شافعی (م۲۰۴ھ):
ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ حدثني یا سمعت کہے، یعنی سماع کی تصریح کرے۔

(کتاب الرسالہ ص ۵۳)

۲: امام عبدالرحمٰن بن مہدی (م۱۹۸ھ):
کتاب الرسالہ کو پسند کرتے تھے، یعنی وہ امام شافعی کا مدلس راوی کے بارے میں جو فرمان ہے اس کی تائید کرتے تھے۔

۳: امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ):
فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعی کی کتاب ''الرسالہ'' ان کی تصانیف میں عمدہ کتاب ہے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۲۰۴/۷، تاریخ دمشق ابن عساکر ۲۹۱/۵۴)

۴: امام ابوبکر بیہقی (م۴۵۸ھ):
امام شافعی کے قول بسلسلہ مدلس راوی کی تائید فرمائی تھی۔ (معرفۃ السنن والآثار ۷۶/۱)

۵: امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (م۲۶۱ھ):
صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: جس نے بھی راویان حدیث کا سماع تلاش کیا ہے تو اس وقت تلاش کیا

جب راوی حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف (معلوم) ہو، اور اس کے ساتھ مشہور ہو، تو اس وقت روایت میں اس کا سماع دیکھتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں، تاکہ راویوں سے تدلیس کا ضعف دور ہو جائے۔ (مقدمہ صحیح مسلم، دارالسلام ص۲۲)

۶: حافظ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ)

صحیح ترین بات یہ ہے کہ جس راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے، اگرچہ وہ عادل (ثقہ) ہو، تو اس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔

(نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص۶۶)

۷: علامہ بدرالدین عینی (م۸۵۵ھ)

مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی، الا یہ کہ اس کی تصریح سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/۱۱۲)

۸: علامہ محمد بن یوسف بن سعید الکرمانی (م۷۸۶ھ):

اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی، اِلا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

(شرح الکرمانی صحیح بخاری ۳/۶۲)

۹: علامہ ابوالعباس شہاب الدین قسطلانی (م۹۲۳ھ)

اور مدلس کا عنعنہ قابل حجت نہیں ہوتا، اِلا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ۱/۲۸۶)

۱۰: حافظ ابن حبان (م۳۵۴ھ):

پس جب تک مدلس اگرچہ ثقہ ہو، حدثني یا سمعت نہ کہے (یعنی سماع کی تصریح نہ کرے) تو اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (کتاب المجروحین ۱/۹۲)

محدثین کرام کے مذکورہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔ [مقالات ۴/۱۵۱۔۱۶۴]

۱۹) امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلہ تدلیس:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ تحقیقی و علمی رسالہ کتاب کے صفحہ ۱۶۸ سے ۱۹۸ تک محیط ہے۔ اس مقالہ میں امام شافعی رحمہ اللہ (م۲۰۴ھ) کے نظریۂ تدلیس سے متعلق محدثین کرام اور علمائے اسلام نے جو آراء پیش کی ہیں، اُن کی تفصیل بیان کی ہے:

امام شافعی (م۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

”**فقلنا لا نقبل من مدلس حديثاً حتى يقول فيه حدثني أو سمعت.**“ پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے یعنی سماع کی تصریح کرے۔ (کتاب الرسالہ ص۵۳)

تدلیس کے بارے میں محدثین کرام نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول سے اتفاق کیا ہے اور ہر محدث کا تدلیس کے بارے میں یہ مسلک و مذہب ہے کہ جس راوی سے سند میں تدلیس کرنا ثابت ہو تو اس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ”محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ مدلس کا عنعنہ موجب ضعف ہے، لہٰذا اس کی سند کو صحیح کہنا محل نظر ہے۔“ (توضیح الکلام ۱/۱۳۰)

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنے اس تحقیقی و علمی مقالہ میں محدثین کرام، علمائے اسلام اور برصغیر پاک و ہند کے علمائے اہل حدیث اور علمائے احناف اور دیوبندی و بریلوی علماء کے اقوال ان کی تصنیف کردہ کتابوں سے پیش کیے ہیں اور بالصراحت لکھا ہے کہ ”مدلس کی عن والی روایت

ضعیف ہوتی ہے۔''

ذیل میں چند ایک محدثین اور علمائے کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

۱: حافظ ابن الصلاح (م۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:
''اور حکم (فیصلہ) یہ ہے کہ مدلس کی روایت تصریح سماع کے بغیر قبول نہ کی جائے، اسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے ہماری معلومات کے مطابق صرف ایک دفعہ تدلیس کی ہے۔ واللہ اعلم.''

(مقدمہ ابن الصلاح ص۹۹)

۲: علامہ نووی شارح صحیح مسلم (م۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:
''پس وہ (مدلس راوی) ایسے لفظ سے روایت بیان کرے جس میں احتمال ہو، سماع کی تصریح نہ ہو تو وہ مرسل (یعنی غیر مقبول/ضعیف) ہے اور یہ حکم اس کے بارے میں جاری ہے جو (صرف) ایک دفعہ تدلیس کرے۔'' (التقریب للنووی ص۹)

۳: حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر صاحب تفسیر القرآن (م۷۷۴ھ) نے تدلیس کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا اور کوئی جرح یا مخالفت نہیں کی۔

(اختصار علوم الحدیث ۱/۱۷۴)

۴: علامہ جلال الدین سیوطی (م۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب تدریب الراوی میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا، لیکن اس پر کوئی جرح یا مخالفت نہیں کی۔ (تدریب الراوی ۱/۲۳۰)

۵: علامہ حسین بن عبداللہ الطیبی (م۷۴۳ھ) نے اپنے رسالہ ''اصول حدیث'' میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول (تدلیس) درج فرمایا اور اس کی کوئی تردید نہیں کی۔

(اصول الحدیث ص۷۲)

۶: مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک طبقہ ثالثہ وطبقہ ثانیہ کے مدلسین کی معنعن اور غیر مصرح بالسماع روایات کو غیر صحیح اور ضعیف قرار دیا ہے۔

(توضیح الکلام ۲/۳۳۱)

۷: مولانا محمد داود ارشد صاحب لکھتے ہیں: ''مدلس راوی کی روایت سماع کی صراحت کے بغیر ضعیف ہوتی ہے۔''

(حدیث اور اہل تقلید ۱/۲۲۳)

۸: مولانا عبد الرحمان محدث مبارک پوری رحمہ اللہ صاحب تحفۃ الاحوذی (۱۳۵۳ھ) نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جرابوں پر مسح والی ایک روایت کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا: **في سنده الأول أعمش وهو مدلس.** (اس کی پہلی سند میں اعمش ہیں اور وہ مدلس ہیں۔) (تحفۃ الاحوذی ۱/۱۰۱)

۹: مولانا ابو انس محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ (م ۱۴۲۹ھ) فرماتے ہیں: ''مدلس کی معنعن روایت نا قابل قبول ہے۔''

(موضوع اور ضعیف روایات ص۶۸)

۱۰: مولانا ابو القاسم سیف بنارسی (۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''خود معلول قابل حجت تسلیم نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے۔''

(تذکرۃ المناظرین ص۳۳۵)

۱۱: محمد عباس رضوی بریلوی کا کہنا ہے کہ ''سفیان مدلس ہے...... اور اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے۔'' (مناظرے ہی مناظرے ص۲۴۹)

۱۲: محمود احمد رضوی بریلوی کا کہنا ہے: ''اور یہ بھی مسلم ہے کہ مدلس جب لفظ عن سے روایت کرے تو روایت متصل نہیں قرار پائے گی، لہٰذا یہ روایت منقطع ہوگی اور قابل حجت نہ رہے گی۔'' (فیوض الباری شرح بخاری ۳/۴۰۶)

۱۳: حسین احمد مدنی (دیوبندی) نے تسلیم کیا ہے کہ

"سفیان ثوری تدلیس کرتا ہے۔" (تقریر ترمذی ص۲۹۱)

۱۴: مولوی) سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ "مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں۔" (خزائن السنن ۱/۱)

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ جمہور محدثین و دیگر علماء کے نزدیک مدلس راوی کی عن والی روایت (غیر صحیحین میں) حجت نہیں، اور اسے "سرتاسر حقیقت کے منافی" قرار دینا غلط ہے، نیز اہل حق کے علاوہ دوسرے فرقوں سے بھی یہی اصول ومنہج ثابت ہے، لہٰذا منہج المتقدمین والوں کا بعض شاذ اقوال لے کر کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کا شوشہ چھوڑ کر مسئلہ تدلیس کا انکار باطل و مردود ہے۔" [مقالات ۴/۱۹۵]

محدثین کرام اور علمائے کرام کے اقوال (نمبر ۱ تا ۱۴) کے حوالہ جات کتاب مقالات جلد۴ کے درج ذیل صفحات میں:

نمبر۱،۲: صفحہ۱۷۳	نمبر۳: صفحہ۱۷۴
نمبر۵: صفحہ۱۷۹	نمبر۶،۷: صفحہ۱۹۰
نمبر۸،۹: صفحہ۱۹۱	نمبر۱۰: صفحہ۱۹۲
نمبر۱۱: صفحہ۱۹۳	نمبر۱۲،۱۳،۱۴: صفحہ۱۹۴

۲۰) مسند امام احمد کی ایک حدیث اور متصوفانہ رقص:

حماد بن سلمہ عن ثابت (بن اسلم البنانی) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے آیا ہے کہ "**كانت الحبشة يزفنون بين يدي رسول الله ﷺ و يرقصون و يقولون: محمد عبد صالح** ......"

رسول اللہ ﷺ کے سامنے حبشی لوگ (اسلحے کے ساتھ) اچھل کود رہے تھے اور رقص کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے محمد (ﷺ) نیک بندے ہیں۔ (مسند احمد ۳/۱۵۲ ح ۱۲۵۴۰)

اسی طرح مسند احمد ۳/۱۶۱ ح ۱۲۶۴۹) اور سنن ابی داود (۴۹۲۳) وغیرہما میں معمر (بن راشد) عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے آیا ہے کہ "**لما قدم رسول الله ﷺ المدينة لعبت الحبشة لقدومه بحرابهم فرحًا بذلك.**" جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے خوش ہو کر حبشیوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ (نیزہ بازی کا) کھیل کھیلا تھا۔

(سنن ابی داود:۴۹۲۳)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور اس روایت سے فیصلہ ہو گیا کہ حماد بن سلمہ عن ثابت کی روایت میں یزفنون اور یرقصون کا وہی مطلب ہے جو معمر بن راشد عن ثابت کی روایت میں ہے کہ یہ نیزہ بازی کا کھیل تھا جس میں حبشی لوگ اچھل کود کر نیزے پھینک رہے تھے، لہٰذا اس حدیث سے اہل بدعت کا استدلال کرنا کہ صوفیوں کا رقص کرنا جائز ہے، باطل ہے۔ [مقالات ۴/۱۹۹]

شارحین حدیث نے یزفنون یعنی یرقصون سے نیزہ بازی کا جہادی کھیل مراد لیا ہے۔ علامہ نووی (م۶۷۲ھ) نے شرح صحیح مسلم (۶/۱۸۶ ح ۸۹۲)، قاضی عیاض مالکی (م۵۶۲ھ) نے اکمال المعلم بفوائد مسلم (۳/۳۱۰)، حافظ ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (م ۶۵۶ھ) نے المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم (۲/۵۳۶) میں زفن و رقص سے اپنے نیزوں کے ساتھ کھیلنا اور اچھلنا مراد لیا ہے۔

[مقالات ۴/۱۹۹۔۲۰۰]

حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

علمائے کرام کی ان تشریحات سے صاف معلوم ہوا کہ مسند

احمد اور صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کا تعلق جنگی مشقوں والے کھیل نیزہ بازی سے ہے، لہٰذا ناچ گانے کا شوق رکھنے والوں اور بعض متصوفین و مبتدعین کا اس سے صوفیانہ رقص ثابت کرنا باطل ہے۔ [مقالات ۴/۲۰۱]

فتاویٰ عالمگیری علمائے حنفیہ کی پسندیدہ کتاب ہے۔ اس میں یہ فتویٰ درج ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا: ''سماع، قول (یعنی قوالی) اور رقص جو ہمارے زمانے کے صوفی نما لوگ کرتے ہیں حرام ہے، اس کا قصد کرنا اور اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ یہ گانے سننا اور موسیقی سب برابر ہیں۔'' (الفتاویٰ الہندیہ عالمگیری ۵/۳۵۲، شرح صحیح مسلم لغلام رسول سعیدی بریلوی ۲/۶۹۱)

جب گانا بجانا اور رقص و سرور کی محفلیں جمانا حنفی مذہب میں بھی حرام ہے تو پھر تعجب ہے ان لوگوں پر جو حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر بھی اس کے مرتکب ہوتے ہیں؟

جلد پنجم: اس جلد میں حدیث اور متعلقات حدیث پر دو مقالات شامل کیے گئے ہیں:

۱: محدثین کرام اور ضعیف+ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ

۲: ابن حزم اور ضعیف+ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ

۲۱) محدثین کرام اور ضعیف + ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جلیل القدر محدثین کرام نے ایسی کئی احادیث کو ضعیف و غیر ثابت قرار دیا ہے جن کی بہت سی سندیں ہیں اور ضعیف+ضعیف کے اصول سے بعض علماء انھیں حسن لغیرہ بھی قرار دیتے ہیں، بلکہ بعض ان میں سے ایسی روایات بھی ہیں جو ہماری تحقیق میں حسن لذاتہ ہیں۔ [مقالات ۵/۱۷۳]

ذیل میں بطور نمونہ صرف دو احادیث درج کی جاتی ہیں، جن پر اکابر محدثین کرام نے جرح کی جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ضعیف+ضعیف والی مروجہ حسن لغیرہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

۱: حدیث: **لا وضو لمن لم یذکر اسم اللّٰه علیه .**

(جو شخص وضو پر بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا)

حدیث کی چند اسانید درج ہیں:

(۱) **عن سعید بن زید رضي اللّٰه عنه .**

(جامع الترمذی: ۲۵، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸)

(۲) **عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه**

(سنن ابی داود: ۱۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹، مسند احمد ۲/ ۴۱۸ ح ۹۴۰۸)

(۳) **عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه عنه**

(سنن ابن ماجہ: ۳۹۷، سنن دارمی: ۲۹۷، مسند احمد ۳/ ۴۱)

امام ابوزرعہ دمشقی فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اس بارے میں احادیث قوی نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھوو، پس اللہ نے تسمیے کو واجب قرار نہیں دیا اور یہ قرآن ہے اور اس کے بارے میں سنت (حدیث) ثابت نہیں۔

(تاریخ ابی زرعہ دمشقی: ۱۸۲۸)

امام اسحاق بن منصور فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: '' **لا أعلم فیه حدیثًا له اسناده جید.** ''

مجھے اس بارے میں ایسی کوئی حدیث معلوم نہیں جس کی سند اچھی ہو۔ (مسائل احمد اسحاق ۱/ ۶۸)

امام احمد بن حنبل کے مذکورہ اقوال سے ثابت ہوا کہ آپ ضعیف +ضعیف والی مروجہ حسن لغیرہ روایت کو قابل حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔

مذکورہ حدیث سے متعلق حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہماری تحقیق میں سنن ابن ماجہ (۳۹۷) وغیرہ والی حدیث حسن لذاتہ ہے، لہٰذا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور جو شخص اقامت حجت کے بعد بسم اللہ نہ پڑھے تو اس کا وضو نہیں ہوتا۔ [مقالات ۵/۱۷۳۔۱۷۴]

۲: ایک حدیث میں آیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے اور اس روایت کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

(۱) ازہر بن مروان البصری عن حارث بن نبہان عن معمر عن عمار بن ابی عمار عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (جامع ترمذی: ۱۷۷۵)

(۲) قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ (جامع ترمذی: ۱۷۷۶)

(۳) ابوالزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ (ابوداود: ۴۱۳۵)

(۴) ابومعاویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ: ۳۶۱۸)

(۵) وکیع عن سفیان الثوری عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ: ۳۶۱۹)

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام بخاری نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایتوں میں ہر ایک روایت کے بارے میں فرمایا: **ولا یصح هذا الحدیث.**

اور یہ حدیث صحیح نہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۷۷۶)

معلوم ہوا کہ امام بخاری اور امام ترمذی دونوں کے نزدیک ضعیف +ضعیف والی مروجہ حسن لغیرہ روایت حجت نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔ [مقالات ۵/۱۷۹۔۱۸۰]

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جس شخص کا یہ دعویٰ ہے کہ ضعیف +ضعیف والی روایات حسن لغیرہ بن کر حجت ہو جاتی ہے اور ان کا انکار صحیح نہیں تو اس سے مطالبہ ہے کہ وہ جلیل القدر محدثین سے اس کا صحیح وصریح ثبوت پیش کرے اور اگر پیش نہ کر سکے تو باطل میں جھگڑا کرنے کے بجائے حق کی طرف رجوع ضروری ہے۔

[مقالات ۵/۱۸۵]

۲۲) ابن حزم اور ضعیف +ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض لوگ ضعیف +ضعیف کے اصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں، لیکن حافظ ابن حزم (م ۴۵۶ھ) اس اصول کے سخت خلاف تھے۔

اس سلسلہ میں دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

نمبر ۱: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قوم لوط کا عمل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: ''فاعل اور مفعول کو قتل کر دو۔'' (سنن ابی داود: ۴۴۶۲ وغیرہ، وسندہ حسن)

اس حدیث کو ابن الجارود (۸۲۰) حاکم (۴/ ۳۵۵) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے اور حدیث کی سندیں و شواہد درج ذیل ہیں:

(۱) عبد العزيز بن محمد الدراوردی عن عمرو بن أبی عمرو عن عكرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

(سنن ابوداود: ۴۴۶۲، المحلی ۱۱/۳۸۳ مسئلہ ۲۲۹۹)

(۲) عبد الله بن نافع عن عاصم بن عمر عن سهيل

عن أبیه عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ:۲۵۶۲)

(۳) عباد بن منصور عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

(مسند احمد ۱/ ۳۰۰ ح ۲۷۳۳)

(۴) ابن وھب عن یحییٰ بن أیوب عن ابن جریج عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (المحلیٰ ۱۱/ ۳۸۳)

اس طرح کی روایات ذکر کرکے ابن حزم نے کہا:

''یہ ہے ساری ملمع سازی جو ان لوگوں نے کی ہے اور ان ساری روایات میں ان کے لئے کوئی چیز (بھی) صحیح نہیں۔ (المحلیٰ ۱۱/ ۳۸۳)'' [مقالات ۵/ ۱۸۹۔۱۹۰]

نمبر۲: وضو کے دوران میں داڑھی کا خلال کرنا بہت سی احادیث میں آیا ہے اور اس مسئلے میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ والی روایت حسن لذاتہ ہے۔

چند روایات کی تخریج درج ذیل ہے:

۱: عن عثمان رضی اللہ عنہ

(ترمذی:۳۱، ابن ماجہ:۴۳۰، حاکم ۱/ ۱۴۹، وغیرہم)

۲: عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ (ابوداود:۱۴۵، بیہقی ۱/ ۵۴)

۳: عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

(ترمذی:۲۹۔۳۰، ابن ماجہ:۴۲۹، حاکم ۱/ ۱۴۹)

لیکن ابن حزم نے کہا: و هذا كلهٗ لا یصح منه شئ اور ان تمام روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔

(المحلیٰ ۲/ ۳۶، مسئلہ ۱۹۰)

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے داڑھی کے خلال کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔

(علل الحدیث ۱/ ۲۵۲ ح ۱۰۱) [مقالات ۵/ ۱۹۳]

تذکرہ علمائے حدیث

جلد اول:

۱: سیدنا الامام عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲: امام احمد بن حنبل کا مقام محدثین کی نظر میں
۳: امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ
۴: اثبات التعدیل فی توثیق مومل بن اسماعیل
۵: نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب
۶: محدث ہرات امام عثمان بن سعید الدارمی
۷: امام نعیم بن حماد الخزاعی المروزی
۸: نور البصر فی توثیق عبدالحمید بن جعفر
۹: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ
۱۰: محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ایک مظلوم محدث
۱۱: شیخ العرب والعجم بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ
۱۲: علامہ مولانا فیض الرحمان الثوری رحمہ اللہ
۱۳: مبلغ اسلام حاجی اللہ دتا صاحب سوہدروی رحمہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ان سے بہت زیادہ اکتساب فیض کیا اور ان کے حالات صفحہ ۵۰۹ تا ۵۲۲ تحریر کیے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حاجی اللہ دتا صاحب سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کے باسی تھے اور راقم مقالہ نگار کی جنم بھومی بھی سوہدرہ ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: راقم نے سنن ابی داود کا عربی میں حاشیہ بنام ''نیل المقصود علی سنن ابی داود'' لکھا ہے، جس میں تحقیق و تخریج کے ساتھ ساتھ فقہی فوائد و لغوی تشریحات بھی ہیں، اس کے حاشیہ میں ایک جگہ لکھا ہے:

''ویدل هذا الحدیث...... علی ترك الصلوٰة خلف

المبتدع والفاسق و نحوهما و كذا استدل به شيخنا الإمام المتقن أبو الرجال الله دتا بن كرم الٰهي بن أحمد دين السوهدروي رحمه الله.''

(نیل المقصود ج ا ص ۱۷۳، ح ۴۸۱) [مقالات ۱/ ۵۰۹]

محترم حاجی اللہ دتا صاحب سے پہلی ملاقات ۱۹۸۰ء کے آخر میں حضرو میں ہوئی۔

حاجی اللہ دتا صاحب یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء کو سوہدرہ میں ایک بریلوی خاندان میں پیدا ہوئے اور ان کی ولادت رمضان المبارک کے مہینہ میں ہوئی۔

قرآن مجید ایک بریلوی مولوی صاحب سے پڑھا۔ ایک دن مولوی صاحب نے کہا: ''بیٹا قرآن مجید کا ترجمہ نہ پڑھنا، ورنہ وہابی ہو جاؤ گے۔''

حاجی اللہ دتا رحمہ اللہ کو یہ بات اس قدر ناگوار گزری کہ انھوں نے مولوی صاحب کا درس چھوڑ کر یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ میں قرآن مجید کا ترجمہ ضرور پڑھوں گا۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اگر خلوص دل سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا جائے تو شرک و بدعت کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت توحید و سنت کا اعلیٰ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حاجی اللہ دتا صاحب نے ترجمہ پڑھتے ہی مسلک اہل حدیث اختیار کیا اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کی طرف بھی توجہ رکھی۔ عصری تعلیم بھی مشن ہائی سکول وزیر آباد سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، پھر دینی تعلیم مولانا عبد المجید خادم سوہدروی، ان کے صاحبزادے مولانا حافظ محمد یوسف اور مولانا ابو السلام محمد صدیق بن عبد العزیز رحمہما اللہ آف سرگودھا سے حاصل کی۔

۱۹۵۷ء میں پاکستان ائیر فورس میں ملازم ہو گئے، ائیر فورس کی ملازمت زیادہ نہیں کی اور استعفیٰ دے کر سعودی عرب چلے گئے اور ۱۹۷۴ء تک ان کا قیام سعودی عرب میں رہا، کئی بار حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، سعودی عرب کے قیام میں عربی زبان میں کافی مہارت حاصل کی حتیٰ کہ آپ عربی زبان میں بڑی آسانی سے گفتگو کر سکتے تھے، حج کے دوران میں آپ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۸۰ء کے اواخر میں راقم نے حاجی اللہ دتا رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی اور باقاعدگی سے ان کے دروس قرآن و حدیث میں شامل ہوتا تھا، ۱۹۸۲ء میں حاجی صاحب جامع مسجد اہل حدیث (جو والد صاحب نے تعمیر کی تھی) میں خطبہ جمعہ کا آغاز کیا۔ پہلے خطبہ جمعہ میں صرف چار آدمی حاضر تھے۔

حاجی اللہ دتا بہترین خطیب اور کامیاب مناظر بھی تھے۔ لوگ ان کا خطبہ بڑے ذوق و شوق سے سنتے تھے۔ ان کا خطبہ کبھی اردو کبھی پنجابی زبان میں ہوتا، کبھی کبھی پنجابی اشعار بھی پڑھتے تھے۔ ان کی تبلیغ سے بے شمار بریلوی اور دیوبندی حضرات نے مسلک اہل حدیث قبول کیا۔

حاجی صاحب کا حافظہ بھی قوی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم نعمت سے نوازا تھا۔ وعظ و تبلیغ اور مناظرہ میں قرآن و حدیث سے حوالہ دیتے تھے۔ حاضر جوابی میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ نماز تہجد اور تلاوت قرآن مجید سے کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے، اخلاق و عادات کے اعتبار سے نہایت شریف النفس، منکسر المزاج، حلیم الطبع، نیک سیرت اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ ان کے عقیدہ و ایمان کے بارے

میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حاجی صاحب عقیدے اور ایمان میں کٹر سلفی اہل حدیث تھے۔ اللہ تعالیٰ کو سات آسمانوں سے اوپر عرش پر مستوی مانتے تھے، کما یلیق بجلالہ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات واسماء پر بلا کیف ایمان رکھتے تھے۔ ان کی تاویل یا انکار کے سخت مخالف تھے۔ تکفیریوں اور خوارج کا شدید رد کرتے تھے۔

حاجی صاحب کے چند مشہور مسائل درج ذیل ہیں:

۱: رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔

۲: مرد کے لئے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کے قائل تھے۔

۳: ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک طلاق شمار کرتے تھے۔

۴: حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کے زبردست محبّ تھے۔

لیکن بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی رکھتے تھے۔

۵: شیخ البانی رحمہ اللہ کی بعض تصحیحات سے بھی شدید اختلاف رکھتے تھے۔

حاجی صاحب کی گھریلو زندگی بالکل کتاب وسنت کے مطابق تھی۔ ان کے گھر میں سخت پردے کا انتظام تھا۔ ایک بیٹے کی بیوی دوسرے بیٹے کے سامنے کبھی نہیں آتی تھی اور حدیث نبوی ﷺ: ((الحمو الموت)) (صحیح بخاری: ۵۲۳۲)

یعنی دیور موت ہے، کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس بیٹے عطا فرمائے تھے۔

کتب اصول حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کے دس بیٹے ہوں اس کو ''ابوالرجال'' کہا جاتا ہے، اس لئے آپ کی کنیت ابوالرجال تھی۔

۱۹۹۶ء میں حاجی صاحب نے لاہور باغبانپورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور اپنا مکان بنا لیا تھا، لاہور میں آپ نے ''تنظیم المساجد کویت'' کے تعاون سے مسجد بنائی، آپ کا تعلق جماعت اہلحدیث پاکستان چوک دال گراں لاہور سے تھا۔

آپ مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے اور ان کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہوتے رہے۔ حاجی صاحب تصنیف وتالیف کا ذوق نہیں رکھتے تھے لیکن جلیل القدر مدرس، استاد، مناظر، واعظ اور مبلغ تھے۔

وفات: حاجی صاحب ۲/ اگست ۲۰۰۱ء کا جمعہ اٹک میں پڑھا کر اپنے آبائی قصبہ سوہدرہ چلے گئے اور جامع مسجد اہل حدیث غربی (حافظ محمد یوسف والی) میں تین دن درس قرآن ارشاد فرمایا۔ بدھ کے روز لاہور اپنے گھر چلے گئے، جمعرات کا دن مطالعہ میں گزرا۔

۱۰/ اگست ۲۰۰۱ء کی صبح جمعہ کی نماز فجر کے لئے نہیں اٹھے۔ ان کا ایک بیٹا جگانے کے لئے ان کے کمرے میں گیا تو دیکھا کہ حاجی صاحب اس فانی دنیا کو چھوڑ کر دارالبقاء کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔

إنا لله و إنا إليه راجعون.

حاجی صاحب کا جنازہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے پڑھایا اور چوک شوالہ قبرستان باغبانپورہ لاہور سپرد خاک کیے گئے۔ **اللهم اغفرله وارحمه .**

۱۴: امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ

۱۵: عبدالرحمان بن القاسم المصری رحمہ اللہ

۱۶: اللہ تعالیٰ کا احسان اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا حافظہ

۱۷: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عظیم الشان مقام

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق دیو بندی مکتب فکر کے ایک مصنف ابوبکر غازی پوری نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر ایک اعتراض کیا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل سنت والجماعت سے خارج تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ انبیائے عظام علیہم السلام گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے۔ وغیرہ

غازی پوری نے یہ اعتراض اپنے رسالہ ''کیا ابن تیمیہ علماء واہل سنت والجماعت میں سے ہیں'' (صفحہ ۳۴ تا ۳۶) میں کیا۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے غازی پوری کے مندرجہ بالا اعتراض کا جواب (مقالات جلد دوم صفحہ ۳۰۰ تا ۳۰۲ میں) دیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کبار علمائے اہل سنت و جماعت میں سے تھے اور شیخ الاسلام تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے امام ابن تیمیہ کے اہل سنت و جماعت کا امام ہونے کے بارے میں دس حوالے پیش کیے ہیں، فی الحال مشتے از خروارے میں چار حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

الشيخ الإمام العلامة الحافظ الناقد (الفقية) المجتهد المفسر البارع شيخ الإسلام علم الزهاد نادرة العصر. (تذکرۃ الحفاظ ۴/۲۹۶)

(۲) حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

وفاة شيخ الإسلام أبي العباس تقى الدين أحمد بن تيمية. (البدایہ والنہایہ ۱۴/۱۴۱)

(۳) حافظ ابن عبدالہادی فرماتے ہیں:

هو الشيخ الإمام الرباني إمام الأئمة و مفتي الأمة و بحر العلوم سيد الحفاظ، وفارس المعاني والالفاظ، فريد العصر، و قريع الدهر، شيخ الإسلام بركة الانام و علامة الزمان و ترجمان القرآن، علم الزهاد أوحد العباد قامع المبتدعين و آخر المجتهدين. (العقود الدریہ ص ۳)

(۴) حافظ ابن القیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

شيخ الإسلام. (اعلام الموقعین ۲/۲۴۱) [مقالات ۲/۲۰۱-۳۰۲]

مذکورہ بالا شہادتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل سنت و جماعت کے کبار علماء میں سے تھے اور شیخ الاسلام تھے۔

بعض غالی مقلدین حنفیہ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں زبان طعن دراز کی ہے اور توہین آمیز کلمات اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں مثلاً:

ابوبکر غازی پوری دیوبندی، محمود عالم صفدر اوکاڑوی، زاہد بن حسن الکوثری وغیرہ، کوثری نے اپنی کتاب ''الاشفاق علی احکام الطلاق'' ص ۹ پر توہین آمیز کلمات لکھے ہیں: کوثری کی گمرائیوں کے لئے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب ''مقالات جلد اول'' (صفحہ ۱۶۲،۳، ۱۷۹) ملاحظہ فرمائیں۔

لیکن ان میں سے بعض نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے علم وفضل اور ان کے مرتبہ ومقام کا کھلے دل سے اعتراف بھی کیا ہے، مثلاً:

سرفراز صفدر لکھتے ہیں: شیخ الاسلام ابن تیمیہ (احسن الکلام طبع جون ۲۰۰۶ء ص ۹۴) ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۶ھ) امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم رحمہما اللہ کے بارے میں

فرماتے ہیں: و من طالع شرح منازل السائرين تبين له العلماء كانا من أكابر أهل السنة والجماعة و من أولياء هذه الأمة .

جس نے منازل السائرین کی شرح کا مطالعہ کیا تو اس پر واضح ہوگیا کہ وہ دونوں (ابن تیمیہ وابن قیم) اہل سنت والجماعت کے اکابر میں سے اور اس امت کے اولیاء میں سے تھے۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ۱/ ۲۰۷)

علامہ ابن عابدین شامی نے کہا:

و رأيت في كتاب الصارم المسلول لشيخ الإسلام ابن تيمية الحنبلي. (ردالمحتار علی الدر المختار ۳/ ۲۰۵)

بشیر احمد قادری نے لکھا: شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔

(تجلیات صفدر ۳/ ۱۰۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی: نیلوی صاحب شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں۔ (تجلیات صفدر ۷/ ۱۶۲)

محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا: شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔ (قافلہ باطل ج ا ش ۴ ص ۸) [مقالات ۲/ ۳۰۴۔۳۰۶]

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب مرضی کا معاملہ ہو، مثلاً: فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ وغیرہ تو دیوبندی حضرات حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام، امام اور علامہ وغیرہ لکھتے ہیں اور اگر مرضی کے خلاف بات ہو تو یہی لوگ شیخ الاسلام پر جرح، تنقید اور تنقیص کا بلا دریغ استعمال کرتے ہیں، کیا انھیں اللہ کا خوف نہیں؟ [مقالات ۲/ ۳۰۶]

جلد سوم:

۱۸: سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ

۱۹: محمد بن اسحاق بن یسار اور جمہور کی توثیق

۲۰: سلیمان الاعمش کی ابوصالح وغیرہ سے معنعن روایات کا حکم

۲۱: امام سفیان ثوری کی تدلیس اور طبقۂ ثانیہ

۲۲: حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم

۲۳: شیخ البانی اور طبقاتی تقسیم

۲۴: آل تقلید اور طبقاتی تقسیم

۲۵: امام محمد بن عبدالعزیز بن محمد الدراوردی رحمہ اللہ اور جمہور کی توثیق

۲۶: امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ

۲۷: امام دارقطنی رحمہ اللہ

۲۸: سبیع بن خالد الیشکری رحمہ اللہ

۲۹: امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ

۳۰: السعی الشکور فیمن وثقہ الجمہور

امام مسلم بن حجاج نیشاپوری

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا امام مسلم پر مضمون تین صفحات پر مشتمل ہے، جس کی تلخیص حسب ذیل ہے:

ولادت: ۲۰۴ھ وفات: ۲۵/ رجب ۲۶۱ھ

مشہور اساتذہ: امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی، امام یحییٰ بن معین، امام ابو بکر بن ابی شیبہ، امام ابو زرعہ رازی اور امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

مشہور تلامذہ: امام ترمذی، امام عبدالرحمان بن ابی حاتم الرازی، امام ابن خزیمہ، امام ابوعوانہ اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

علمی مقام: امام عبدالرحمان بن ابی حاتم رازی فرماتے ہیں: ''و كان ثقة من الحفاظ له معرفة بالحديث سئل أبي عنه فقال: صدوق.''

وہ حفاظ میں سے تھے۔ حدیث کی معرفت رکھتے تھے۔ میرے والدمحترم (امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ) سے ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: سچے ہیں۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۸/۱۸۲۔۱۸۳)

امام اسحاق بن راہویہ نے امام مسلم کے بارے میں فرمایا: ”مردا کاین بوذ“ (کامل مرد ہے) (تاریخ دمشق ص ۶۱۔۶۲)

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں: امام مسلم بڑے علماء اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ (المنتظم ۱۲/۱۷۱)

حافظ شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں: ”**هو الإمام الكبير الحافظ المجود والحجة الصادق.**“ وہ بڑے امام حافظ مجود (بہترین روایات بیان کرنے والے روایت حدیث میں) حجت اور سچے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۵۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

”**ثقة حافظ إمام مصنف عالم بالفقة.**“

امام مسلم ثقہ، حافظ، مصنف اور جید عالم دین تھے۔

(تقریب التہذیب ص ۶۶۲۳) [مقالات ۳/۳۴۰۔۳۴۱]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بخاری اور ابوداود تو فقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔ امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ اور بزار وغیرہم تو وہ اہل حدیث کے مذہب پر تھے۔ علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے مقلدین نہیں تھے اور مجتہد مطلق تھے۔ (مجموع الفتاویٰ ۲۰/۴۰) [مقالات ۳/۳۴۲]

وفات: امام مسلم کی وفات کے بارے میں ارباب سیرت تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کی وفات زیادہ کھجوریں کھانے کی وجہ سے ہوئی۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۳، المنتظم ۱۲/۲۰۲)

اس روایت کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس کی سند میں محمد بن علی بن احمد المقری المعدل راوی نامعلوم ہے اور اگر اس سے مراد قاضی ابوالعلاء الواسطی ہے تو وہ ضعیف تھا، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ [مقالات ۳/۳۴۲]

صاحب المستدرک امام ابوعبداللہ حاکم سے روایت ہے کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک ثقہ راوی نے مجھے بتایا کہ امام مسلم کی وفات کھجوریں کھانے کی وجہ سے ہوئی۔

(تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۳)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں:

(۱) محمد بن علی المقری کا تعین اور توثیق نامعلوم ہے۔

(۲) حاکم سے یہ بات بیان کرنے والا ثقہ (؟) نامعلوم ہونے کی وجہ سے مجہول ہے۔ [مقالات ۳/۳۴۲]

جلد چہارم:

۳۱: مشہور تابعی امام مکحول الشامی رحمہ اللہ

۳۲: امام سعید بن ابی عروبہ اختلاط سے پہلے اور بعد

۳۳: فلیح بن سلیمان المدنی رحمہ اللہ

۳۴: عبدالرحمان بن ابی الزناد المدنی رحمہ اللہ

۳۵: امام ابوبکر بن ابی داود السجستانی رحمہ اللہ

۳۶: ابوعمر احمد بن عبدالجبار بن محمد العطاردی التمیمی الکوفی

۳۷: خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ عظیم مبلغ اہلحدیث

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ کے حالات دو صفحات میں تحریر فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

نام: خواجہ محمد قاسم بن خواجہ عبدالعزیز

ولادت: بمقام لاہور ۱۹۳۳ء

دینی تعلیم: دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور، جامعہ اسلامیہ

چاہ شاہان گوجرانوالہ، جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

اساتذہ: قاری فضل کریم، مفتی حافظ عبداللہ محدث روپڑی، مولانا ابوالبرکات احمد، حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی اور محدث گوندلوی آپ کے علم وفضل وذوق مطالعہ اور وسعت معلومات کے معترف تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میری آپ سے گوجرانوالہ میں ملاقات ہوئی، آپ ثقہ (روایت میں) حجت (اور) متقن تھے۔ آپ عظیم داعیان اہل حدیث میں سے تھے، آپ کی جلالت شان پر اتفاق ہے۔

آپ نماز (جمعہ) کی حالت میں فوت ہوئے جس میں آپ امام تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر وسیع رحمتیں نازل فرمائے۔ (انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل ص ۵۶)

دعوت دین: خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ میں بریلوی علماء کو چیلنج دیا کہ گیارہویں کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت کرو تو ہم اہلحدیث بھی آپ کے ساتھ گیارہویں منائیں گے۔ ایک بریلوی شخص جس کا نام محمد یوسف بٹ تھا، اپنے بریلوی مولوی صاحب کے پاس گیا اور اُس سے گیارہویں کا ثبوت قرآن و حدیث سے مانگا۔ بریلوی مولوی نے صاف کہہ دیا کہ گیارہویں کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں، چنانچہ محمد یوسف بٹ نے بریلوی مسلک کو خیر باد کہہ کر مسلک اہلحدیث قبول کر لیا۔ محمد یوسف بٹ کا مسلک اہلحدیث قبول کرنے پر خواجہ صاحب نے فرمایا: اگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا نیکی لائے ہو تو میں جواب دونگا کہ میں نے محمد یوسف بٹ کو مسلمان کیا ہے اور یہی میری نجات کے لئے ان شاء اللہ کافی ہے۔ (خواجہ صاحب کی حیات وخدمات ص ۸۷۷)

تصانیف: خواجہ صاحب کی کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) قد قامت الصلوٰۃ
(۲) حی علی الصلوٰۃ
(۳) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر
(۴) معرکہ حق وباطل
(۵) قبر پرستی اور سماع موتی
(۶) وسیلہ کتاب وسنت کی روشنی میں
(۷) تبلیغی جماعت اپنے نصاب کے آئینے میں
(۸) کراچی کا عثمانی مذہب اور اس کی حقیقت
(۹) ہدایہ عوام کی عدالت میں
(۱۰) تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں
(۱۱) مقالات خواجہ محمد قاسم

وفات: ۱۹/ دسمبر ۱۹۹۷ء بمقام گوجرانوالہ، نماز جنازہ مولانا خالد گھر جاکھی نے پڑھائی۔ [مقالات ۴/ ۳۹۸-۳۹۹]

جلد پنجم:

امام ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ القزوینی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۳ھ میں ماہ رمضان المبارک کی ۲۲/ تاریخ کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ اپنے دور کے نامور اساتذہ فن سے علوم اسلامیہ میں تحصیل کی۔ آپ کے علم وفضل کا ارباب سیر اور تذکرہ نگاروں نے اعتراف کیا ہے اور آپ کی جلالت شان اور امامت پر اتفاق ہے، جیسا کہ امام ابویعلیٰ خلیلی فرماتے ہیں:

آپ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام، بڑے

ثقہ، بالاتفاق مقبول تھے۔

تصانیف میں آپ کی تین کتابیں مشہور ہیں:

سنن ابن ماجہ، التفسیر، التاریخ

سنن ابن ماجہ کتب ستہ میں شامل ہے۔ اس میں ۴۳۴۱، روایات ہیں۔ محدثین کرام نے اس کتاب کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ کتب صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔

(تاریخ ابن خلکان ۴/۲۷۹)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ میں حسن ترتیب واسانید نادرہ کی وجہ سے یہ بڑی خوبی ہے کہ ایک ہی مقام پر ایک عنوان کی بہت سی روایات مل جاتی ہیں اور اس طرح سے مافی الباب والی روایات کی تلاش آسان ہو جاتی ہے۔ [مقالات ۵/ ۲۴۸]

سنن ابن ماجہ کی بہت سی شروح، تعلیقات، حواشی لکھے گئے ہیں، ان میں علامہ مغلطائی (۷۶۲ھ) حافظ ابن الملقن (م ۸۰۴ھ) علامہ الدمیری (م ۸۰۸ھ) علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) علامہ ابو الحسن محمد بن عبدالہادی سندھی (م ۱۱۳۸ھ) کی مشہور ہیں۔

پاکستان میں ممتاز عالم دین اور محدث شہیر شیخ الحدیث علامہ محمد علی جانباز (م ۱۴۲۹ھ) کی شرح ''انجاز الحاجۃ'' بڑی علمی وجامع شرح ہے۔ یہ شرح عربی زبان میں ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن (۱۲) جلدوں میں مکتبہ قدوسیہ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ دوسری بار محترم پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ برادر صغیر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نے اپنے اشاعتی ادارہ ''دار النور'' اسلام آباد سے (۹) جلدوں میں شائع کیا ہے۔

سنن ابن ماجہ کے کئی اردو ترجمے مع فوائد بھی لکھے گئے ہیں، مثلاً: مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) کا ترجمہ اور مولانا عطاء اللہ ساجد کا ترجمہ (یہ ترجمہ دارالسلام لاہور نے شائع کیا ہے) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس کی تحقیق وتخریج کی ہے۔ [مقالات ۵/ ۲۴۵-۲۴۹]

دفاعِ حدیث:

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت ونصرت اور تائید وحمایت میں برصغیر (پاک وہند) کے علمائے اہل حدیث کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ علمائے اہلحدیث نے ہر دینی محاذ پر مخالفین حدیث کا مقابلہ کیا اور ہر موڑ پر منہ توڑ جواب دے کر ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

علمائے اہل حدیث نے دفاع حدیث کے سلسلے میں جو تحریری خدمات انجام دی ہیں، اگر ان کا تفصیل سے تذکرہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب وجود میں آسکتی ہے۔ ذیل میں چند ایک مشہور علمائے کرام کے اسمائے گرامی کا ذکر کیا جاتا ہے جنھوں نے حدیث کی مدافعت ونصرت اور تائید وحمایت بالخصوص ''الجامع الصحیح للبخاری'' پر اعتراضات کے مدلل جوابات دیے ہیں۔

پٹنہ کے ایک غالی مقلد (بریلوی) نے صحیح بخاری پر تنقید کے سلسلہ میں تین جلدوں میں ایک کتاب بنام ''الجرح علی البخاری'' وغیرہ لکھی۔ جس میں (۱۷۵) اعتراضات صحیح بخاری پر کیے گئے تھے اور اس کے ساتھ چار اشتہارات بھی شائع کیے اور چاروں اشتہارات میں الجامع الصحیح للبخاری اور اس کے رواۃ پر بے جا تنقید کی گئی تھی۔ ان کتابوں اور اشتہارات کے جوابات مشہور اہل حدیث عالم مولانا ابو القاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) نے دیے، کتب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) حل مشکلات بخاری مسمی بہ الکوثری الجاری فی جواب الجرح علی البخاری (۳ جلد)
(۲) الامر المبرم لابطال الکلام المحکم
(۳) تاءجمیم للمولوی عمر کریم
(۴) صراط مستقیم لھدایۃ عمر کریم
(۵) الریح العقیم لحسم بناء عمر کریم
(۶) الخزی العظیم للمولوی عمر کریم
(۷) العرجون القدیم فی افشاء ہفوات عمر کریم

مولانا سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) کے علاوہ مولانا نذیر احمد رحمانی (م۱۹۶۵ء) مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری (۱۳۵۳ھ) مولانا محمد سعید محدث بنارسی (م۱۳۲۲ھ) مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی (م۱۳۸۴ھ) شیخ الاسلام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) مولانا محمد صادق سیالکوٹی (م ۱۹۸۶ء) شیخ العرب والعجم حافظ محمد محدث گوندلوی (م۱۹۸۵ء) شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی (م۱۹۶۸ء) مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری (م۱۹۹۶ء) مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) مولانا محمد حنیف ندوی (م۱۹۸۷ء) مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری (م ۲۰۰۶ء) مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی (م۱۳۸۱ھ) مولانا محمد علی جانباز (م۲۰۰۹ء) مولانا محمد یحییٰ گوندلوی (م۲۰۱۰ء) رحمہم اللہ اجمعین نے حدیث نبوی ﷺ کی مدافعت میں ناقابل فراموش تحریری خدمات انجام دے کر تاریخ اہل حدیث میں ایک روشن باب رقم کیا ہے۔

عصر حاضر میں اہل حدیث کے دو جلیل القدر علمائے کرام نے دفاع حدیث میں اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی تھیں ۔ایک محقق العصر فضیلۃ الشیخ علامہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ (اللہ تعالیٰ ان کے علم اور عمر میں برکت عطا فرمائے) دوسرے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (جن کی ۱۰/نومبر۲۰۱۳ء کو وفات ہوگئی ہے۔اللھم اغفرلہ وارحمہ)

صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ

یہ کتاب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
صفحات کی ضخامت ۱۲۵ ہے۔جنوری ۲۰۰۸ء میں مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور نے شائع کی۔حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کتاب کے آغاز میں ''تقدیم'' کے عنوان سے لکھتے ہیں: دور تابعین میں بعض ایسے بدعتی پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی بدعات کی وجہ سے بعض صحیح احادیث کا انکار کیا اور پھر یہ فتنہ بڑھتا ہی گیا۔مشہور عربی امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کرام نے اس فتنے کی سرکوبی کی اور ہر میدان میں ایسے بدعتیوں کو شکست دی جو صحیح احادیث کا انکار کرتے تھے۔

دور جدید میں حدیث کا انکار کرنے والے لوگ کئی منظّم گروپوں میں کام کر رہے ہیں، کبھی صحیح بخاری پر حملے کرتے ہیں تو کبھی صحیح مسلم پر اور کبھی احادیث اور محدثین کو عجمی سازش کہتے ہیں اور کبھی صحیح احادیث کو خلاف قرآن باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ لوگ قرآن کو بلا رسول (رسول کے بغیر اور اپنے فہم کے مطابق) سمجھنے کے منہج پر گامزن ہیں۔ (صفحہ۷، ۸)

اس کتاب میں بعض منکرین حدیث کے صحیح بخاری پر اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ڈاکٹر شبیر احمد (منکر حدیث) کی کتاب ''اسلام کے مجرم'' کا مسکت و مدلل جواب دیا گیا ہے۔

صحیح بخاری پر اعتراضات کے جوابات دینے سے

پہلے مناسب ہے کہ صحیح بخاری کا تعارف اور اس کا مرتبہ و مقام سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ خاص کر علمائے حنفیہ کے صحیح بخاری کے بارے میں اقوال سے آگاہ کیا جائے۔

صحیح بخاری کا تعارف

صحیح بخاری، اس عظیم المرتبت انوار رسالت اور صحت وثوق میں فائق تر کتاب کا پورا نام : "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ و سننه و أيامه" ہے (یعنی جامع مسند صحیح مختصر ہے، رسول اللہ ﷺ کے امور سنن اور ایام میں سے)

یہ پہلی کتاب ہے جس میں احادیث کے وسیع تر ذخیرہ میں سے صرف اسی حدیث سے استفادہ کیا گیا ہے جو سند و متن کے اعتبار سے صحت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہے۔ صحیح بخاری امام المحدثین و امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) کی بے نظیر تالیف ہے۔ آپ کے تلمیذ رشید امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۳ھ) جو کئی کتابوں کے مصنف اور محدث عظیم ہیں، فرماتے ہیں: ان تمام کتابوں میں محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔ (تاریخ بغداد ۲/۹)

ائمہ احناف

علامہ بدرالدین عینی (م ۸۵۵ھ) نے فرمایا:

مشرق ومغرب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد بخاری ومسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔

(عمدۃ القاری ۱/۵)

ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۶ھ) کہتے ہیں: پھر (تمام) علماء کا اتفاق ہے کہ صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور یہ دونوں کتابیں تمام کتابوں میں صحیح ترین ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ۱/۵۸)

شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں: ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ عربی ۱/۱۳۴، اردو ۱/۲۴۲۔ ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی)

علمائے دیوبند

جناب رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں: "مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ امور مذکور ہیں وہ سب راجح ہیں"

(اوثق العریٰ ص ۲۹/ تالیفات رشیدیہ ص ۲۴۳)

قاری محمد طیب دیوبندی نے لکھا: دوسری طرف شارح بخاری جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔

(مقدمہ فیض الباری ۱/۲۶)

قاری صاحب نے مزید لکھا: اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہ اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے کتاب اللہ کے بعد اس کا درجہ رکھا گیا ہے۔

(خطبات حکیم الاسلام ۵/۲۳۲، ۲۳۳)

عبدالقیوم حقانی صاحب نے لکھا: چنانچہ روئے زمین پر اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری کے باب۔

(دفاع امام ابو حنیفہ ص ۲۸۷)

بریلوی علماء

احمد رضا خان بریلوی کا قول ہے: ازاں جملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف۔ (احکام شریعت ۱/۶۲)

غلام رسول رضوی نے لکھا: تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری تمام کتب سے اصح کتاب ہے۔ (تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری ۱/۵)

پیر کرم شاہ الازہری (بریلوی) لکھتے ہیں: جمہور علمائے امت نے گہری فکر ونظر اور بے لاگ نقد وتبصرہ کے بعد اس کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا ہے۔ (سنت خیر الانام ص ۵۷ طبع ۲۰۰۱ء)

صحیح بخاری کے تعارف کے سلسلے میں محدثین کرام، ائمہ احناف اور دیوبندی و بریلوی علماء کے اقوال کتاب ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' کے صفحات ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۷ اسے نقل کیے گئے ہیں اور یہ اقوال حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ائمہ احناف اور دیوبندی و بریلوی علماء کی کتابوں سے نقل کیے ہیں۔

صحیح بخاری پر مجرمانہ حملے اور ان کا جواب

اس باب میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ڈاکٹر شبیر احمد (منکر حدیث) کے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو اس نے اپنی کتاب ''اسلام کے مجرم'' میں کیے ہیں۔ ان اعتراضات کی تعداد (۳۸) ہے۔ راقم نے اس میں صرف (۳) کا انتخاب کیا ہے۔

اعتراض (۱): ڈاکٹر شبیر نے کہا: فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کا بہترین آدمی وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح ص ۵۲، اسلام کے مجرم ص ۲۲)

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ روایت صحیح بخاری میں قطعاً موجود نہیں، صحیح بخاری میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم نے شادی کی ہے، میں نے کہا: نہیں، جس پر انھوں نے فرمایا: ''پس شادی کر لو کیونکہ اس امت کا بہتر وہ ہے جس کی بیویاں سب سے زیادہ ہیں''

(صحیح بخاری کتاب النکاح ح ۵۰۶۹)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بنا دینا ڈاکٹر شبیر احمد جیسے کذابین کا ہی کام ہے۔ (صفحہ ۵۶)

اعتراض نمبر (۲): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے دوزخ دکھلائی گئی، اور وہاں زیادہ تر عورتیں پائی گئیں۔''

(صحیح بخاری کتاب الایمان ص ۱۰۲، اسلام کے مجرم ص ۴۴)

جواب: یہ حدیث امام بخاری سے پہلے امام مالک نے موطأ میں (ح ۴۴۶) امام شافعی نے کتاب الام (۱/۲۴۲) اور امام احمد نے مسند احمد (۱/ ۱۹۸) میں درج کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی عام عورتیں کثرت سے جہنم میں جائیں گی، وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت شرک، کفر اور جہالت میں مبتلا ہے۔ اس کا مشاہدہ کسی قبر یا غیر اللہ کی کسی عبادت گاہ پر کیا جا سکتا ہے، لیکن اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ساری عورتیں جہنم میں جائیں گی، ایمان دار اور تقویٰ دار عورتیں اللہ کے فضل وکرم سے جنت میں جائیں گی اور جہنم سے دور اور محفوظ رہیں گی، جیسا کہ بے شمار دلائل سے ثابت ہے،

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی عورتوں کی سردار قرار دیا ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۳۷۸۱) وقال ''حسن غریب'' صحیح البخاری (۳۶۲۴) وصحیح ابن حبان (۲۲۲۹) [صفحہ۷۲، ۷۳]

اعتراض نمبر۳: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز کرتا یعنی ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ (صحیح بخاری ۱/۲۰۱)

کیا یہ سرکار دو عالم ﷺ کی زبان مبارک ہو سکتی ہے۔ (اسلام کے مجرم ص ۴۷)

جواب: صحیح بخاری (۶۰۸) موطأ امام مالک (۱/ ۶۹، ۷۰ ح ۱۴۹) والصحیفۃ الصحیحۃ امام ہمام بن منبہ (۲۶) مسند احمد (۲/ ۳۱۳ ح ۸۱۳۹) وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ ''اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے اور آواز کے ساتھ اپنی ہوا نکالتا ہے۔ بعض مواقع پر شیطان کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ (سورۃ الانفال: ۶۸)

رہا اس کی ہوا کا خارج ہونا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ جب انسان کی ہوا خارج ہوتی ہے تو کیا شیطان کی ہوا خارج نہیں ہو سکتی۔ '' [صفحہ۸۱۔۸۲]

صحیح بخاری اور ضعیف احادیث

سوال: کیا صحیح بخاری میں کوئی ضعیف حدیث موجود ہے؟
جواب: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحیح بخاری میں سند متصل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی جتنی احادیث ہیں، وہ ساری کی ساری یقیناً صحیح ہیں، اُن میں ایک بھی ضعیف نہیں۔ اصول حدیث کی کتابوں میں اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے، بلکہ علماء سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر صحیح بخاری میں کوئی ضعیف روایت ہو تو میری بیوی پر طلاق ہے تو ایسے شخص کی بیوی پر طلاق نہیں پڑتی۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۸۔۳۹)

شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں، یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ، اردو ۱/ ۲۴۲، مترجم مولانا عبدالحق حقانی)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ساری دنیا کے منکرین حدیث کو میرا یہ چیلنج ہے کہ صحیح بخاری کے اصول میں سے صرف ایک ضعیف حدیث ثابت کرنے کی کوشش کر لیں۔ ان شاء اللہ اپنی کوشش میں منکرین حدیث کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ **ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا** [صفحہ۱۲۰/ ۱۲۱]

تنبیہ: اعتراض نمبر ۱، ۲، ۳ اور ان کے جوابات کتاب صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ کے صفحات ۵۶، ۷۲، ۸۱ پر درج ہیں اور صحیح بخاری اور ضعیف احادیث کے متعلق حافظ صاحب کی تحریر صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶ سے نقل کی گئی ہے۔ (عراقی)

توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری

یہ کتاب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ آپ اس کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب صحیح بخاری کو امت مسلمہ میں وہ قبولیت عطا فرمائی کہ اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا گیا تلقی

بالقبول کا درجہ حاصل ہوا اور قرآن مجید کے بعد ہر مسلم کو سب سے پہلے صحیح بخاری ہی نظر آتی ہے۔

رشید احمد گنگوہی دیوبندی اور قاری محمد طیب دیوبندی نے صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کیا ہے۔''
(تالیفات رشیدیہ ص ۳۳۷، خطبات حکیم الاسلام ۵/۲۳۳)

رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:
حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری۔ (احسن الفتاویٰ ۱/۳۱۵ صفحہ ۶،۵)

آلِ تقلید کی طرف سے صحیح بخاری پر جو تنقیدی کتابیں شائع ہوئی ہیں تو علمائے اہل حدیث نے ان کے جواب میں بھی کتابیں لکھیں اور دلائل سے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، مثلاً:

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے اپنی کتاب ''ہدایہ علماء کی عدالت میں'' (صفحہ ۹۶۔۹۷) میں صحیح بخاری کے خلاف ایک جعلی قصہ لکھ کر صحیح بخاری کا مذاق اڑایا اور توہین کی تو اس کے جواب میں محقق العصر فضیلۃ الشیخ استاذ العلماء ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے کتاب ''امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ'' لکھ کر اپنے مخصوص انداز میں ڈیروی صاحب کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے۔ عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی نے ایک فضول کتاب ''شادی کی پہلی دس راتیں'' میں اپنے کذب و افتراء کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور گندی زبان استعمال کرتے ہوئے صحیح بخاری کا مذاق اڑایا اور یہ فقرہ لکھا: ''تمھاری بخاری نے......شرمسار کیا۔ (ص ۱۷)

اس کے جواب میں شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ کتاب لکھ کر لدھیانوی کے کذبات کا پردہ چاک کیا اور مولانا گوندلوی رحمہ اللہ کے علاوہ محترم عمر فاروق قدوسی حفظہ اللہ نے لدھیانوی کی کتاب کا جواب لکھا جو ماہنامہ الاخوہ لاہور (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء جلد ۱۰ شمارہ ۷، ۸، ۹) میں شائع ہوا۔
(صفحہ ۷)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک جاہل منکر حدیث نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' نامی کتاب لکھ کر صحیح بخاری کی (۵۴) احادیث پر مجرمانہ حملہ کیا ہے۔ راقم الحروف کی یہ کتاب ''توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری'' اس منکر حدیث کے اعتراضات اور حملوں کا جامع و مسکت جواب ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' سے (۳۴) جھوٹ واضح کیے تاکہ عام مسلمانوں کو اس معترض کا کذاب وساقط العدالت ہونا معلوم ہو جائے۔ (صفحہ ۱۵)

راقم نے ان میں سے صرف دو کا انتخاب کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض لوگوں کا مرتد ہو جانا:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے اصحاب (امتیوں) میں سے کچھ لوگ حوض (کوثر) پر آئیں گے جنھیں میں پہچانوں گا، پھر وہ مجھ سے دور کر دیے جائیں گے، تو میں کہوں گا یہ میرے ساتھی (امتی) ہیں تو کہا جائے گا آپ کو پتہ نہیں کہ انھوں نے کیا نئی چیزیں نکالی تھیں۔''
(صحیح بخاری: ۶۵۸۲)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے: صحیح مسلم (۲۳۴۰) مسند احمد (۳/۱۴۰، ۲۸۱) مسند عبد بن حمید (۱۲۱۳)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس حدیث کو درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بیان کیا ہے:

(۱) سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ

(صحیح بخاری: ۶۵۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۹۰، مسند احمد ۳/ ۱۴۰، ۲۸۱)

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۶۵۸۵، صحیح مسلم: ۲۳۰۲، مسند احمد ۲/ ۲۹۸، مسند اسحاق بن راہویہ: ۵۶، ۵۷)

(۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۶۵۷۶، صحیح مسلم: ۲۲۹۷)

(۴) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا (صحیح بخاری: ۶۵۹۳، صحیح مسلم: ۲۲۹۳)

(۵) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(صحیح بخاری: ۲۵۲۶، صحیح مسلم: ۲۸۶۰، مسند احمد ۱/ ۲۳۵ ح ۲۰۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۵۷، ۱۳/ ۲۴۷، صحیح ابن حبان: ۷۳۴۷)

(۶) اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح البخاری: ۶۵۸۶)

(۷) عائشہ رضی اللہ عنہا (صحیح مسلم: ۲۲۹۴ [۵۹۷۳])

(۸) ام سلمہ رضی اللہ عنہا (صحیح مسلم: ۲۲۹۵)

(۹) ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۶۵۸۴)

معلوم ہوا کہ حوض کوثر سے بعض مرتدین اور مبتدعین کے ہٹائے جانے والی حدیث متواتر ہے۔ یہ کون لوگ ہوں گے اس سے دو گروہ مراد ہیں:

۱۔ بعض مرتدین جن سے سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا تو وہ صحابہ کرام قطعاً نہیں تھے۔

۲۔ امت کے بعض مبتدعین، جیسا کہ صحیح بخاری (۶۵۹۳) اور صحیح مسلم (۲۲۹۳) کی روایت سے ثابت ہے۔

مذکورہ حدیث سے معترض کا یہ کشید کرنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بدعت وارتداد ثابت ہو جاتا ہے، صحیح احادیث اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ [صفحہ ۶۶ تا ۶۸]

۲: سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب))

''جو (شخص) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

(صحیح بخاری: ۷۵۶)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۳۹۴) مسند الحمیدی (۳۸۸ نسخہ دیوبندیہ) مسند احمد (۵/ ۳۱۴، ۳۲۱، ۳۲۲) سنن ابی داود (۸۲۲) سنن ابن ماجہ (۸۳۷) سنن الترمذی (۲۴۷ وقال: حدیث حسن صحیح) سنن نسائی (۲/ ۱۳۷ ح ۹۱۱) صحیح ابن خزیمہ (۴۸۸) سنن دارمی (۱۲۴۵)

اس حدیث کے راوی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل و فاعل تھے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ ۳۷۵، ح ۳۷۷۰ وسندہ صحیح)

امام بیہقی نے حسن لذاتہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ صبح کی نماز میں (سیدنا) عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے قراءت کی۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۶۴ ح ۱۲۱، وقال اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات)

اس کے راوی ثقہ ہیں، نافع بن محمود کو امام دارقطنی، ابن حبان، بیہقی اور ابن حزم وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا اسے مجہول کہنا غلط ہے، حرام بن حکیم ثقہ ہیں، نیز مکحول ثقہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔

صحیح بخاری کی مرفوع حدیث جس کے بارے میں محدث خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم ہر اس نماز کو شامل ہے جو کوئی بھی شخص اکیلے پڑھتا ہے یا امام کے پیچھے ہوتا ہے، اس کا امام قراءۃ بالسر کر رہا ہو یا قراءت بالجہر

کرے۔ (اعلام الحدیث شرح البخاری ۱/ ۵۰۰، الکواکب الدریہ ص ۳۴)

حدیث مذکورہ کے راوی جلیل القدر صحابی سیدنا عبادہ البدری رضی اللہ عنہ کے قول وعمل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے مفہوم میں مقتدی بھی شامل ہے، حنفی اصول فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ صحابہ کا فہم بالخصوص جو حدیث کا راوی ہو، وہ دوسروں کے مفہوم سے زیادہ راجح ہوتا ہے، اوراس کا قول اس کی روایت کی تفسیر میں زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے۔

(امام الکلام ص ۲۵۵)

سرفراز خان صفدر گکھڑوی لکھتے ہیں:

''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اوران کی یہی تحقیق اوریہی مسلک و مذہب تھا۔'' (احسن الکلام طبع دوم ۲/ ۱۴۲)

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع حدیث کو درج ذیل صحابہ نے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ اس مفہوم میں بیان کیا ہے:

(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(صحیح مسلم: ۳۹۵۔۳۹۶، صحیح ابن حبان الموارد (۴۷۵)

(۲) عائشہ رضی اللہ عنہا (مسند احمد ۶/ ۲۷۵ وسندہ حسن، ابن ماجہ: ۸۴۰)

(۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

(جزء القرأۃ للبخاری: ۱۴، سنن ابن ماجہ: ۴۱ وسندہ حسن)

(۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (کتاب القراءۃ للبیہقی: ۱۰۰، وسندہ صحیح)

اتنے جلیل القدر صحابہ کرام کی جماعت یہ حدیث بیان کرے اور پھر بھی یہ متواتر نہ ہو عجیب انصاف ہے۔

مسیء الصلوٰۃ والی حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إذا اقیمت الصلوٰۃ فکبّر ثم اقرأ بفاتحۃ الکتاب و ما تیسّر .)) (شرح السنہ للبغوی ۳/ ۱۰ ح ۵۵۴، وقال: ھذا حدیث حسن وسندہ حسن، مسند احمد ۴/ ۳۴۰، ابو داود: ۸۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۳۸، صحیح ابن حبان الموارد: ۴۸۴)

معلوم ہوا کہ امام بخاری پر خیانت کا الزام لگانے والا خود خائن ہے۔ (توفیق الباری ص ۸۲، توفیق الباری ص ۸۰۔۸۲)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کتاب کا اختتام درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں: ''ہماری اس جوابی کتاب کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور عام سادہ لوح مسلمانوں کو معلوم ہو جائے، کہ صحیح بخاری کی تمام مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں اوران پر منکرین حدیث کی ہر قسم کی جرح باطل ہے۔''

و ما علینا إلا البلاغ [ص ۹۳]

قارئین کرام: اس مضمون میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی قلمی کاوشوں کا مختصر سا خاکہ پیش کر دیا گیا، امید ہے کہ یہ مفید ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

اہل باطل کے رد میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی و قلمی کاوشیں

پروفیسر محمد یٰسین ثہیم*

جب سے انسان اس کرۂ ارض پر آباد ہوا تب سے لے کر آج تک حق و باطل میں کشمکش برابر چلتی آ رہی ہے اور چلتی رہے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ اس نے باطل اور جھوٹ کو کبھی ٹکنے نہیں دیا۔ باطل کی تاریخ شاہد ہے کہ وہ بڑے رعب و دبدبے اور دھوم دھام سے آتا ہے، لیکن جلد ہی رسوا ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾ ''بلکہ ہم حق (سچ) کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور تمھارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔'' (الانبیاء:۱۸)

﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾

''کہہ دیجئے! حق آ چکا باطل نہ تو پہلے کچھ کر سکا اور نہ (کچھ) کر سکے گا۔'' (السبا:۴۹)

معلوم ہونا چاہیے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی جماعت میں سے انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت سے انھوں نے نہ صرف حق کی بات ڈنکے کی چوٹ پر کہی بلکہ باطل کو ہر قدم پر للکارا۔ باطل نے جیسے ہی سر اٹھایا، اسے کچل دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

''اور کہہ دیجیے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔'' (بنی اسرائیل:۸۱)

اب چونکہ قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن باطل کا تعاقب اور اسے تہس نہس کرنے کا کام قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ اس عظیم مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں کوئی نہ کوئی مخلص عالم ربانی ضرور پیدا کیا جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جہاں توحید و سنت کی صاف ستھری تعلیم پیش کی وہاں شرک و بدعت کی بیخ کنی کی اور مشرک و بدعتی کو ہر محاذ پر للکارا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا)) ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے شروع میں یا آخر میں اس امت کے اندر ایک آدمی پیدا کرتا رہے گا جو اس کے دین کو از سر نو قائم اور مضبوط کرتا رہے گا۔'' (ابوداود:۴۲۹۱ وسندہ حسن)

ذکر کردہ صحیح حدیث کی روشنی میں اگر ہم جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر آج تک ایسے افراد ہر دور میں ضرور پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے ادوار میں دین مبین کی خدمات جلیلہ کے وہ کارنامے سرانجام دیے ہیں جن کو دیکھ کر مذکورہ حدیث مبارکہ یاد آ جاتی ہے۔ پندرہویں صدی ہجری میں عالم اسلام کی جن علمی شخصیتوں نے اپنی علمی حیثیت کا لوہا منوایا ان میں استاذی المکرّم، محقق و محدث العصر حافظ ابو طاہر محمد زبیر بن مجدد خان علی زئی رحمہ اللہ (المتوفی ۴/محرم ۱۴۳۵ھ

* نائب ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث سندھ

بمطابق ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء) کا مبارک نام ایک روشن اور درخشندہ باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

شیخ الاسلام، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " **فکل من لم یناظر اھل الالحاد فالبدع مناظرۃ تقطع دابرھم لم یکن اعطی الاسلام حقہ** " پس ہر وہ شخص جو ملحدوں اور بدعتیوں سے ایسا (قلمی/ زبانی) مناظرہ نہیں کرتا جس سے ان کی بیخ کنی ہو تو (سمجھ لو کہ) اس نے اسلام (کی خدمت) کا حق ادا نہیں کیا۔ (درء تعارض العقل والنقل ۱/ ۳۵۷)

محدث العصر حافظ محمد زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جب علم کے میدان میں قدم رکھا تو آپ نے توحید و سنت کی خدمت اور نشر و اشاعت کے ساتھ شرک، بدعت، جھوٹ اور باطل کی جڑیں اکھاڑنے کا عزم مصمم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے آپ کو قرآن مجید، حدیث مبارک، فن اسماء الرجال اور فہم سلف صالحین رحمہم اللہ کا وسیع علم عطا فرمایا تھا۔ اگر بنظر غائر دیکھیں تو ہمیں ایسا کوئی پہلو نظر نہیں آتا جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے انھوں نے بلا امتیاز سر توڑ کوششیں کیں اور خوب لکھا۔ اس حوالے سے شیخ رحمہ اللہ کے سونے کے پانی سے لکھنے کے لائق یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: " ہم اپنی خواہشات یا گروہ و فرقہ پرستی کی وجہ سے روایات پر صحیح یا ضعیف کا حکم نہیں لگاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو عالم ناظر سمجھتے ہوئے، اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کے علم کو مد نظر رکھتے ہوئے جمہور محدثین کی تحقیق و اصول کو تسلیم کرتے ہوئے اور آخرت کے محاسبے پر ایمان کے ساتھ حدیث پر صحیح و حسن یا ضعیف وغیرہ کا حکم لگاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص دلیل کے ساتھ ہماری غلطی ثابت کر دے تو علانیہ رجوع کرتے ہیں۔" (مقالات ۲/۲۸۳)

آپ کے قلم سے اہل باطل پر جو کاری ضربیں پڑی ہیں اگر ان کا احاطہ کیا جائے تو اس حوالے سے بیسیوں عنوانات، سینکڑوں صفحات پر نظر آتے ہیں۔ ماہنامہ "الحدیث" کے "محدث العصر نمبر" کے عزت مآب قارئین کرام کی خدمت عالیہ میں اہل باطل پر آپ نے جو رد لکھا ہے وہ نہایت اختصار سے پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ و باللہ التوفیق.

مسیحی مذہب پر رد

عیسائیوں کا تثلیث (TRINITY) یعنی تین الٰہوں والا شرکیہ عقیدہ، وہ یہ عقیدہ رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی زعم رکھتے ہیں کہ "بائبل" یعنی موجودہ اناجیل اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ کلام کی حیثیت رکھتی ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے۔ ﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ اس باطل عقیدے پر آپ نے قلم اٹھایا اور دس صفحات پر مشتمل ایک علمی مقالہ "مسیحی مذہب میں خدا کا تصور" لکھا۔ قلمی تردید کے ساتھ ساتھ آپ نے مسیحی پادری سے زبانی مناظرہ بھی کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح یاب کیا۔ آپ خود لکھتے ہیں: "مسیحی (حضرات) کا یہ دعویٰ ہے کہ "بائبل: کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا "عہد نامہ" اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں تمام مندرجہ کتابیں آسمانی وحی کے ذریعے سے لکھی گئی ہیں۔ عہد نامہ قدیم ہو یا جدید بائبل کی ہر بات، حق، سچ اور صحیح ہے۔" مسیحی "علماء" اور عوام اس بائبل میں کسی قسم کی تحریف، تبدیلی، غلطی یا تضاد تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ ہمیشہ اس میں کوشاں ہیں کہ تمام لوگ اس بائبل کو خدا (اللہ تعالیٰ) کا کلام تسلیم کر کے پولس کے دین مسیحیت میں داخل ہو جائیں۔

راقم الحروف کا پولس کے ماننے والے مسیحیوں کے اپنے مذہبی اسکول زیڈ بی آئی اٹک (پاکستان) میں مناظرہ ہوا تھا جس میں ان کے مناظر برکت مسیح نے دلائل سے مجبور ہو کر یہ تسلیم کرلیا تھا کہ بائبل میں تناقض وتعارض موجود ہے۔ اس کے بعد برکت مسیح صاحب نے مناظرے سے انکار کر دیا اور اپنے مذہبی سکول میں ہمیں بیٹھا چھوڑ کر اپنے پیروکاروں کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔ الحمدللہ

یادرہے کہ قرآن مجید جس تورات اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے اس سے مراد مروجہ مسیحی بائبل نہیں بلکہ وہ تورات اور انجیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائیں۔ بائبل میں موجود تورات وانجیل اور دوسری کتابیں محرف شدہ اور تبدیل شدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ ''وہ کلام کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔'' (المائدۃ:۱۳) [مقالات ۱/۵۵۱]

قادیانیت کا تعاقب

قادیانیت کا تعاقب جماعت اہل حدیث کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ جب سے قادیانیت شروع ہوئی تب سے آج تک جماعت اہل حدیث ردقادیانیت کو اپنا فرض منصبی سمجھتی چلی آرہی ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی اور فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہما اللہ سے لے کر آج تک سینکڑوں اہل حدیث علماء کی اس سلسلے میں بے شمار خدمات ہیں، اس میدان میں آپ رحمہ اللہ کی قلمی کاوشوں کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے اسلاف کے صحیح جانشیں ثابت ہوئے ہیں۔ ایک طرف عقیدہ ختم نبوت پر قرآن مجید اور صحیح احادیث مبارکہ کی روشنی میں دلائل کے انبار لگائے ہیں تو دوسری طرف قادیانیوں کی طرف سے اس عظیم عقیدہ پر جتنی علمی خیانتیں اور قلمی خباثتیں کی گئی تھیں آپ نے ان کی قلعی کھول دی ہے۔ وللہ الحمد

ذیل میں آپ کی اس حوالے سے کچھ تحریرات کا ذکر خیر کیا جاتا ہے:

۱) ختم نبوت کی صحیح احادیث پر قادیانیوں کے حملے اور ان کا جواب

۲۵ صفحات پر مشتمل اس علمی ارمغان میں آپ نے ان صحیح احادیث مبارکہ کو اصول حدیث کی رُو سے صحیح ثابت کیا جن میں محمد رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر موجود ہے۔ (مقالات ۳/۴۸۱۔۵۰۵)

۲) ختم نبوت پر چالیس دلائل

قرآن مجید اور صحیح احادیث مبارکہ کی روشنی میں ۲۷ صفحات پر مشتمل اس علمی مقالے میں آپ نے عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کی وفات کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے۔ (مقالات ۵/۱۱۔۳۷)

۳) قادیانیوں کی مستدل مردود روایات اور ان کا رد

اس مضمون میں ایک جگہ آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کو ورغلانے، گمراہ کرنے اور مرتد بنانے کے لئے قادیانی ومرزائی ''حضرات'' کچھ روایات بھی پیش کرتے ہیں جو کہ اصول حدیث کی رو سے باطل اور ناقابل حجت ہوتی ہیں۔'' آپ نے ختم نبوت کے ایسے منکرین کی دس مستدل ضعیف، مردود اور موضوع روایات کو منہج محدثین کی کسوٹی پر جب پیش کیا تو سب کی سب جھوٹ کا پلندہ ثابت

ہوئیں۔ (مقالات ۵/ ۳۸۔۵۳)

٤) مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا؟

آپ نے دیوبندی، بریلوی اور مرزائی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے متعدد مصنفین کے ۲۳ حوالے پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ مسلک اور فکر کے اعتبار سے مرزا غلام احمد قادیانی حنفی المذہب تھا اور اس کو مسلک اہل حدیث سے بغض اور جماعت اہل حدیث سے دشمنی تھی۔

(فتاویٰ علمیہ ۲/ ۳۶۳۔۳۸۵، مقالات ۵/ ۲۶۵۔۲۷۶)

۵) قادیانیوں کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب:

۲ صفحات پر مشتمل اس فتویٰ میں آپ نے سورۃ الممتحنہ کی آیت: ۴، اور دیگر دلائل شرعیہ کی روشنی میں یہ فتویٰ جاری کیا کہ ''اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی، اور اس کے تمام متبعین: قادیانی، مرزائی اور لاہوری مرزائی سب کے سب پکے کافر اور دائرہ اسلام سے یقیناً خارج ہیں، لہٰذا ان سے میل جول، نشست و برخاست اور شادی غمی میں شرکت نہ رکھے اور سلام وکلام منقطع کر دے۔''

(مقالات ۳/ ۵۶۴۔۵۶۵، ۴/ ۴۴۶۔۴۴۷)

٦) قادیانیوں اور فرقہ مسعودیہ جماعت المسلمین (رجسٹرڈ) اور قادیانیوں کے درمیان مشترکہ عقائد کو اس مختصر مگر علمی مضمون میں یکجا کیا ہے۔ (مقالات ۳/ ۵۶۰۔۵۶۳)

۷) مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس جھوٹ

مرزا غلام احمد قادیانی لعین نے جب ۱۸۹۱ء میں اپنے آپ کو مسیح موعود اور مثیلِ مسیح کہنا شروع کیا اور لوگوں کو شیطانی وساوس کے نتیجے میں کبھی خوشخبریاں دینے لگا تو کبھی پیشینگوئیاں کرنے لگا تو اسی اثنا میں اس کذاب نے جتنے جھوٹ بولے ان میں سے صرف تیس ایسے جھوٹ ذکر کیے ہیں جو سچ ثابت نہ ہو سکے۔

۱۸ صفحات پر مشتمل اس مدلل مقالے کے آخر میں شیخ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''راقم الحروف نے اس مضمون میں تمام حوالے مرزا غلام احمد اور اس کے متبعین کی اپنی کتابوں سے پیش کیے ہیں۔ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی غلطی کے علاوہ ایک حوالہ بھی غلط ثابت ہونے پر دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔'' (مقالات ۱/ ۱۳۲۔۱۴۹)

۸) اندھیرے اور مشعل راہ اور نزول مسیح حق ہے

حیات مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے صحیح ثابت ہے۔ اس ثابت شدہ اسلامی عقیدے کا انکار صریح کفر، گمراہی اور زندقہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ غلام احمد قادیانی، تمنا عمادی، ابوالخیر اسدی، غلام احمد پرویز، ڈاکٹر مسعود عثمانی، امین احسن اصلاحی، جاوید احمد غامدی اور عزیز اللہ بوہیو وغیرہ جیسے منکرین حدیث و معترضین اور متعصبین نے یہ شبہات پھیلائے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئیں گے۔ ان کی تلبیسات کے رد میں ۷۱ صفحات پر مشتمل ایک مفصل اور مدلل مقالہ لکھ کر یہ عقیدہ ثابت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، آسمان پر موجود ہیں اور ان کا نزول حق ہے۔

(مقالات ۱/ ۶۱۔۱۳۱)

۹) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ

کچھ منکرین حدیث نے جو درحقیقت قادیانیت کے ترجمان ہیں، ان صحیح احادیث مبارکہ پر اعتراض کیا جن میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان ہے۔ اس حدیث کی سند میں مرکزی راوی، ثقہ اور مشہور امام ابن الشہاب

الزہری رحمہ اللہ ہیں، حالانکہ امام موصوف رحمہ اللہ سے جتنی روایات مذکور ہیں ان میں انھوں نے ''سماع'' کی تصریح کر دی ہے، پھر بھی منکرین حدیث کے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے۔ آپ نے ان معترضین و منکرین حدیث کے سامنے ۱۶، ایسی صحیح روایات ذکر کی ہیں جو سنداً بھی صحیح ہیں اور ان میں امام ابن الشہاب زہری رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے راویوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول والی احادیث مبارکہ بیان کی ہیں۔

(مقالات ۳/۴۳۴۔۴۴۲)

۱۰) ظہور امام مہدی، ایک نا قابل تردید حقیقت

منکرین حدیث نے قیامت سے پہلے محمد بن عبداللہ الفاطمی الہاشمی نام کے ایک خلیفہ کے آنے کا انکار کیا جس کا لقب ''امام مہدی'' ہوگا۔ قادیانیوں کے سرخیل مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو ''والمھدی المعھود'' کہا (یعنی وہ مہدی ہوں جس کا آنا مقدر ہو چکا ہے) (خطبات الہامیہ: ص ۵۱)

اس خبیث عقیدے کے رد میں آپ نے دس کے قریب صحیح اور حسن احادیث مبارکہ اور چار عدد صحیح آثار نقل کر کے دونوں باطل فرقوں کا زبردست رد لکھا ہے۔ (مقالات ۲/۴۲۔۴۷)

سبائیت/ شیعیت/ رافضیت کا رد

۱: عبداللہ بن سبا کون تھا؟

یہ وہ بد باطن اور خبیث شخص ہے جو پہلے یہودی مذہب پر تھا، پھر نام نہاد مسلمان بنا تو اس نے ایسے گندے عقیدے اور برے نظریات متعارف کرائے جن سے مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ اس بدبخت شخص نے امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کی بات کو ہوا دی۔ کتنے منکرین حدیث نے اس کے وجود سے انکار کیا۔ اس مضمون میں شیخ رحمہ اللہ نے سات صفحات پر صحیح روایتیں ذکر کر کے اس کے وجود کو اور اس کی خباثتوں کو ظاہر کیا ہے۔ (مقالات ۲/۴۵۳۔۴۵۹، فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام ۱/۱۵۳۔۱۵۹)

۲: رافضیت سے متعلق چند روایات کا تحقیقی جائزہ

رافضی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں بالعموم اور شیخین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں بالخصوص تنقیص و گستاخی کرتے ہیں اور اس حوالے سے جو روایات پیش کرتے ہیں ان کا خوب علمی رد لکھا ہے۔

(فتاویٰ علمیہ ۱/۱۳۹۔۱۴۹، ماہنامہ الحدیث نمبر ۱۰۰ ص ۱۰۔۲۱)

۳: اہل بیت اور تطہیر/ اہل بیت کون ہیں؟

ان دو الگ الگ مضامین میں آپ نے روافض کے من گھڑت عقیدہ ائمہ معصومین کا خوب رد لکھا ہے۔

ساتھ ساتھ اہل بیت میں شامل افراد کون کون ہیں، اس کے متعلق بھی خوب وضاحت سے رد کیا ہے۔

(فتاویٰ علمیہ ۲/ ۶۹۔۷۰)

۴: ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح

شیعہ اس تاریخی حقیقت کا کلی طور پر انکار کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی کلثوم رضی اللہ عنہا سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ آپ نے شیعہ کے تعاقب میں قلم اٹھایا اور اہل سنت اور شیعہ کی کتب میں سے کافی صحیح حوالے ذکر کر کے شیعہ کے موقف کو رد کیا ہے۔ (فتاویٰ علمیہ ۲/ ۵۴۵۔۵۵۱)

۵: شیعیت کا مقدمہ اور جھوٹی روایات

ایک شیعہ مصنف حسین الامین کی کتاب ''شیعیت کا مقدمہ'' سے دس ایسی جھوٹی روایات کو ذکر کیا جو کہ منہج محدثین

کے بالکل خلاف تھیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ آپ نے پندرہ صفحات پر اس کتاب کا نہایت علمی رد لکھا ہے۔ (مقالات ۴/۳۰۴۔۳۱۸)

حنفیت (دیوبندیت/ بریلویت) کا علمی محاسبہ

آل تقلید اور اہل باطل کا سنجیدگی سے جائزہ لینے سے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے گویا آپ نے دیوبندیوں اور بریلویوں کی علمی خیانتوں اور عقیدہ کی خباثتوں کے خلاف ہی کام کیا ہے جو لوگ اپنے آپ کو دنیا کے سامنے اہل سنت، موحد اور پیغمبر علیہ السلام کے حقیقی پیروکار اور محبّ کہلواتے نظر آتے ہیں ان کے عقائد، افکار اور علم کی جس انداز میں جروح کی ہے، اسے دیکھ کر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام ابن حزم، مولانا ثناء اللہ امرتسری، علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا عبداللہ بہاولپوری رحمہم اللہ یاد آجاتے ہیں۔ حق کا لبادہ اوڑھ کر جتنا باطل آلِ تقلید نے پھیلایا تھا اس کا تعاقب اور علمی محاسبہ بھی اسی شدت سے کیا ہے۔ عقائد سے لے کر افکار و اعمال تک کوئی موضوع ایسا نہیں چھوڑا جس پر آپ نے بحث وتحقیق نہ کی ہو۔ مملکت کے چاروں کونوں میں دیوبندی اور بریلوی وغیرہ نے جتنی بھی تحریفات کیں یا تلبیسات سے کام لیا، آپ نے ان کی تحریفات وتلبیسات کو تشت از بام کر دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر مستوی ہے، قبر میں نبی کریم ﷺ کی حیات کا مسئلہ، وحدت الوجود اور آل دیوبند، صفات باری تعالیٰ اور خبر واحد، اجماع، اجتہاد، تقلید، کشف، الہام، غلو، بدعت وغیرہ جیسے عنوانات پر آل دیوبند و بریلویہ کی قلمی خیانتوں اور دھوکے بازیوں کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ آل دیوبند عموماً صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اتباع کرنے کا ڈنڈھورا پیٹتے رہتے ہیں اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ ہم ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حقیقی پیروکار ہیں۔ ان کی اس ریشہ دوانی کو شیخ رحمہ اللہ نے آڑے ہاتھوں لیا۔ تقلید پرستوں کا قرآن مجید، صحیح احادیث، اجماع امت، اجتہاد شرعی اور چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے جو فقہی اور مسلکی اختلاف ہے اس پر ۱۲۴ صفحات پر نہایت مدلل ومفصل رد لکھ کر، ان کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

آل تقلید کی طرف سے جو سوالات آئے، آپ نے ان کا نہایت علمی جواب دیا، دیوبندی مسلک کے پیروکار اپنے آپ کو اہل سنت کہلواتے ہیں، ان کے اس باطل دعویٰ پر آپ نے قلم اٹھایا اور دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ دیوبندی غالی بدعتی ہیں اور غالی بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ منکرین حدیث کے اعتراضات پر قلم اٹھایا تو ان کی تاریخ اور نشانیوں کو بھی واضح کر دیا، کتنی ہی جعلی اور من گھڑت کتب کی نشاندہی کر کے ان کی حقیقت سے آشنا کیا، آل دیوبند کی معتبر شخصیتوں کی مستند کتابوں میں سے دوسو دس (۲۱۰) سوالات پر مشتمل ایک علمی دستاویزات انھیں بھیجی، لیکن اب تک کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ ان کا جواب لکھے، نیز نماز میں رفع الیدین کرنے، جہری نمازوں میں اونچی آواز سے آمین کہنے، قیام کی حالت میں ہاتھ سینے پر باندھنے، جہری وسری نمازوں میں مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے، نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے اور صرف دائیں طرف سلام پھیرنے، تراویح نماز کی آٹھ رکعت پڑھنے، وتر نماز کی ایک رکعت پڑھنے اور نمازوں کو اول اوقات میں پڑھنے جیسے اختلافی مسائل پر احناف کے جتنے دلائل آپ کے سامنے آئے آپ نے ان کا نہایت علمی رد لکھا۔ بریلوی مکتب فکر کی

طرف سے کیے گئے مختلف قسم کے اعتراضات کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جس طرح کیا کسی میں ہمت نہ رہی کہ ان کا جواب دے۔ بریلویوں کے شرکیہ عقائد وافکار پر بے شمار مضامین میں رد لکھا۔ مقالات کی پانچ جلدیں، فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام کی دو جلدیں اور متعدد کتب، آپ کی محنت شاقہ کی شاہد ہیں ع

دامانِ باغباں سے کفِ گل فروش تک
بکھرے پڑے ہیں سینکڑوں عنوان میرے لیے

صوفیا کا رَد

حسین بن منصور الحلاج ایک زندیق اور گمراہ شخص تھا۔ اس نے اور دیگر صوفیا نے اسلام کے عقائد واعمال کی جس طرح مخالفت کی تھی وہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کے لوگ ایک طرف اپنے آپ کو موحد اور اہل سنت کہلواتے ہیں تو دوسری طرف صوفیت کی دعوت بھی دیتے نظر آتے ہیں۔

ظفر احمد عثمانی تھانوی دیوبندی نے اشرف علی تھانوی کی نگرانی میں ایک کتاب ''القول المنصور فی ابن منصور'' لکھی جو کہ منصور حلاج کی سیرت پر تھی۔ ایسے گمراہ لوگوں کے فاسد عقائد اور گندے نظریات پر رد لکھا، نیز صوفیا کے ''خاتم الاولیاء'' کے نظریے کی تردید میں بھی آپ نے قلم اٹھایا اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دیگر غیور اہل علم کے علمی اقوال کی روشنی میں اس نظریے کا رد لکھا۔ قطب و ابدال ایسی اصطلاحات ہیں، جن کو اکثر صوفی قسم کے لوگ کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کی شرعی حیثیت پر آپ نے رد لکھ کر عوام الناس کی اصلاح کی ہے۔

(فتاویٰ علمیہ ۱/ ۸۵۔۸۷، ۱۵۹۔۱۶۳، مقالات ۴/ ۴۰۳)

جماعت المسلمین پر رد

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے ''امام'' مسعود احمد بی ایس سی کے متعلق آپ لکھتے ہیں: ''مسعود احمد بی ایس سی ایک تکفیری خارجی شخص تھا، جس کے مقلدین اس کی اطاعت کو فرض اور ایمان کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ فرقۂ مسعودیہ کے سرکاری مبلغ عبداللطیف تکفیری نے اس شخص کو ''غیر مسلم'' قرار دیا جو مسعود صاحب کی بیعت نہیں کرتا وغیرہ۔'' اس گمراہ شخص کے باطل نظریات کا آپ نے علمی محاسبہ کیا ہے۔ اس نوزائدہ فرقہ کے امام کو اسماء الرجال کا کتنا علم تھا اس موضوع پر آپ نے بہترین مقالہ لکھا ہے۔ فرقہ مسعودیہ، یعنی جماعت المسلمین کا ''تدلیس'' کی اصطلاح اور حیثیت پر جو اعتراض تھا اس کو محدثین کے قیمتی اور علمی اقوال کی روشنی میں حل کر دیا ہے۔'' (مقالات ۱/ ۶۰۷۔۶۲۵، ۳/ ۲۲۴۔۲۴۴)

فرقہ مسعودیہ یا جماعت المسلمین اور اس کے کاغذی امام کی طرف سے کی گئی تلبیسات، تحریفات، دعویٰ باطلہ اور الزام تراشیوں کا شیخ رحمہ اللہ نے بیس صفحات پر ایسا دندان شکن رد لکھا جسے پڑھ کر عام آدمی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جماعت اہل حدیث پر کیے گئے اعتراضات کا کافی وشافی جواب دے دیا ہے۔ ان جوابات کو پڑھ کر شکوک وشبہات کے سارے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

(مقالات ۵/ ۱۲۴۔۱۴۳، اہل حدیث ایک صفاتی نام: ۶۸۔۸۲)

تقلید کا رد

تقلید شخصی پر جتنا زور اور جھگڑا اس وقت برصغیر میں

ہے،شاید ہی دنیا کے کسی کونے میں ہو۔مقلدین ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ایسے نام نہاد مقلدین کے رد میں شیخ رحمہ اللہ نے قلم اٹھایا اور ۱۹۳ صفحات پر قرآن مجید، صحیح احادیث مبارکہ، اجماع امت، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحیح اقوال سلف صالحین رحمہم اللہ کی روشنی میں نہایت عالمانہ اور فاضلانہ رد لکھا۔ (دیکھیں دین میں تقلید کا مسئلہ)

آل دیو بند کے ۳۰۰ جھوٹ

شیخ رحمہ اللہ نے آل دیو بند کے اکابر مثلاً: امین اوکاڑوی، حبیب اللہ ڈیروی، الیاس گھمن، اسماعیل جھنگوی، چن محمد دیو بندی، احمد سعید ملتانی، انوار خورشید، محمد قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، محمود حسن، قاری محمد طیب قاسمی، مفتی ظفیر الدین، زکریا تبلیغی، محمود حسن گنگوہی، ظفر احمد تھانوی، عبد القیوم حقانی، احمد رضا بجنوری، جمیل احمد نذیری، ابو یوسف محمد ولی درویش، محمد امام اللہ بن کریم اللہ، محمد امان اللہ، رشید احمد گنگوہی، عاشق علی میرٹھی، خلیل احمد سہارنپوری، سعید احمد پالنپوری اور دیگر مصنفوں نے اپنی کتابوں میں جو جھوٹی باتیں لکھی تھیں،ان کا قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت بسیط رد لکھا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ''آل دیو بند کے ۳۰۰ جھوٹ''

امین اوکاڑوی اور محمد انور اوکاڑوی کا رد

دین اسلام کے نام پر جن لوگوں نے جھوٹ، تلبیس، تحریف اور غلط تاویل سے کام لیا ہے ان میں امین اوکاڑوی سرفہرست ہے۔آپ ان کی کتب کا مطالعہ کریں گے تو سینکڑوں ایسے مسائل و معاملے ملیں گے جن کی کوئی اصل نہیں۔صحیح احادیث مبارکہ میں تحریف کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل اور تمسخر اڑانا محبوب مشغلہ تھا۔ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے، جناب نے لکھا:

لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی۔ (مقلدین کی غیر مستند نماز،ص ۴۳، مجموعہ رسائل ۳/ ۳۵۰)

دیکھیں ایک طرف صحیح حدیث مبارک میں تحریف اور دوسری طرف تمسخر اور استہزاء، وہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ شیخ رحمہ اللہ نے ان دونوں بھائیوں کو ان افکار ونظریات کے ساتھ عوام الناس کی عدالت میں لاکر کھڑا کر دیا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھیں امین اوکاڑوی کا تعاقب)

منکرین حدیث پر رد

صحیح بخاری، حدیث کی وہ عظیم الشان اور فقید المثال کتاب ہے جس کے متعلق امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' اس عالی مرتبت کتاب کو امت میں تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔تقلید کی وجہ سے مقلدوں نے اپنے مزعوم امام کے قول کا بھرم رکھنے کے لئے ذخیرۂ صحیح احادیث پر مشتمل اس کتاب پر بے جا اعتراضات اور رکیک حملے کیے۔ یہ دیکھ کر کہ اتنے پائے کے عالم اور مفتی، صحیح بخاری کی احادیث پر اعتراضات کر رہے ہیں، منکرین حدیث بھی اس میدان میں کود پڑے۔احمد سعید ملتانی (مماتی دیو بندی) منکر حدیث نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے عنوان پر کتاب لکھی۔جس میں صحیح بخاری کی احادیث مبارکہ پر بے جا اعتراض کیے گئے۔اسی طرح دوسرے منکر حدیث شبیر احمد نامی کسی شخص نے بھی اپنے پیش رووں کے نقش قدم

پر چلتے ہوئے صحیح بخاری کی احادیث مبارکہ کو عقل کی کسوٹی پر رد کرنے کی کوشش نامراد کی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں مجرموں کے خلاف قلم اٹھایا اور ترتیب وار ''توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری'' اور ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' کے عنوان سے نہایت مسکت جواب دیا جو کہ ''صحیح بخاری کا دفاع'' کے عمومی نام سے ۳۴۵ صفحات پر چھپ کر قارئین کرام سے داد تحسین حاصل کر چکی ہے۔

یہ تو مختصر تذکرہ تھا شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کیے گئے ان ردود کا جو انھوں نے اہل باطل پر کیے تھے وگرنہ حقیقت تو یہ ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات مستعار میں باطل کو ہر محاذ پر للکارتے نظر آتے ہیں۔ آپ کے اس علمی جہاد کا حسن و جمال آپ کی تحریرات، تقریظات، محاضرات اور فتاویٰ جات وغیرہ میں جا بجا دیکھا جا سکتا ہے۔ مسلک اہل حدیث کا قلمی حوالے سے آپ نے جو علمی دفاع کیا وہ آنے والے ہر دور کے لوگوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا شدت سے احساس ہے کہ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عالمانہ، مجتہدانہ اور محدثانہ خدمات لکھنے کے قابل تو نہیں، لیکن آپ سے دلی محبت اور قلبی تعلق ہے جس کے پیش نظر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بے ترتیب سا مضمون لکھنے پر مجبور ہوا ہوں۔ بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

؎ پی گئی کتنوں کا لہو تیری یاد
غم تیرا کتنے کلیجے کھا گیا

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور علم الرجال

قاری یحییٰ رسول نگری حفظہ اللہ*

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات سعودیہ ریاض میں ہوئی۔ وہاں ایک دوست قاری سیف اللہ صاحب ہیں، ان کے پاس حافظ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔محترم قاری صاحب میرے شاگرد ہیں، انھوں نے مجھے کہا: پاکستان سے ایک بہت بڑے عالم دین میرے پاس مہمان ہیں، آپ تشریف لائیں اُن سے آپ کی ملاقات کراتے ہیں۔ جب بندہ فقیر قاری سیف اللہ صاحب کے مکان پر پہنچا تو قاری صاحب نے میرا تعارف حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ سے کرایا۔اس کے بعد قاری سیف اللہ صاحب نے بتایا کہ حافظ صاحب رجالِ حدیث میں بہت مہارت رکھتے ہیں،اسی دوران میں محلّہ نویدی میں جامع مسجد کے امام فضیلۃ الشیخ سعد الحمید سے ملاقات ہوئی۔انھوں نے ہماری دعوت کر دی تو ہم سب حضرات شیخ سعد الحمید کے مکان پر دعوت کھانے چلے گئے۔وہاں کھانے سے پہلے چائے وغیرہ کا دور چلا تو شیخ سعد الحمید نے ذکر کیا کہ میں نے سنن سعید بن منصور شائع کی ہے تو انھوں نے یہ کتاب حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کی۔ حافظ صاحب کتاب کو دیکھتے رہے تو اچانک ایک مقام پر حافظ صاحب نے کہا: یہ سند صحیح نہیں۔ جس پر شیخ سعد الحمید نے کہا: نہیں، یہ سند صحیح ہے، میں نے تحقیق سے درج کی ہے تو حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری سند زبانی پڑھ دی اور کہا: اب آپ اسماء الرجال کی کتب اٹھا کر لائیں۔اس میں دیکھئے کہ کون سی سند صحیح ہے؟ جب وہ کتاب دیکھی گئی تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ والی بات بالکل صحیح نکلی تو شیخ سعد الحمید حیران رہ گئے جس پر میں نے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تین سو ریال انعام پیش کیا۔سب علماء حیران رہ گئے اور حافظ صاحب کی حدیث میں مہارت پر انھیں خوب داد دی اور تعریف کرنے لگے کہ واقعی حافظ صاحب اسماء الرجال میں خوب مہارت رکھتے ہیں۔اس کے علاوہ دوسرے عرب علماء سے ملاقاتیں رہیں جو حافظ صاحب کا بہت احترام کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ شخص اسماء الرجال کا حافظ ہے۔

---

* استاذ الاساتذہ، مدیر و رئیس جامعہ عزیزیہ، ساہیوال

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ*

عمرہا در کعبہ وبت‌خانہ می نالد حیات
تازبزم عشق یک دانائے راز آید بروں

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ حضرو ضلع اٹک (متوفی محرم ۱۴۳۵ھ۔نومبر ۲۰۱۳ء) ایک دور افتادہ علاقے کے رہائشی ہونے کے باوجود اپنے علمی کارناموں کی وجہ سے ایک نہایت ممتاز مقام کے حامل اور ناقابل فراموش شخصیت کے طور پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اللہ تعالیٰ ہر دور میں کوئی ایک شخصیت یا چند ایسی شخصیات پیدا فرماتا رہتا ہے جو کفر وضلالت کی تاریکیوں میں اسلام کی شمع روشن کرتے ہیں اور جب دین اسلام میں عوام کی جہالت یا غفلت شعاری اور علمائے سوء واہل بدعت کی مفاد پرستی اور خود غرضانہ تاویلاتِ فاسدہ اور تحریفات معنوی سے دین کا اصل چہرہ مسخ ہو جاتا اور دین قیم بازیچۂ اطفال بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی شخصیات پیدا فرما دیتا ہے جو اسلام کے روئے آبدار کو اس کے اصلی خدوخال کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتا اور اہل باطل کی تاویلات فاسدہ اور تحریفات کا پردہ چاک کرتا اور تجدید واصلاح کا عظیم کارنامہ سرانجام دیتا اور منبر رسول کی جانشینی کا حق ادا کرتا ہے۔اس اصلاحی وتجدیدی کام کے لیے حسبِ مشیت الٰہی ،کبھی کوئی ایک ایسی جامع الصفات شخصیت پیدا ہو جاتی ہے جو معاشرے کے مختلف طبقات اور میدانوں میں ہمہ جہتی خدمات بجالا کر علم وعمل کے آفتاب ومہتاب روشن کر دیتی ہے اور کبھی کئی کئی شخصیات پیدا ہو جاتی ہیں جو اپنے اپنے دائروں میں اصلاح وتجدید کا کام کر کے اسلام کے روئے آبدار کو اُجالتی اور نکھار دیتی ہیں۔

اسی پہلو کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْأُمَّۃِ ۔ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِئَۃِ سَنَۃٍ ۔ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا)) ''اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں اس امت کے لیے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔''

(سنن أبي داود: ٤٢٩١ ، الصحیحۃ للالباني : ٥٩٩)

مَــنْ کا لفظ عربی زبان میں واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک شخصیت سے بھی اصلاح وتجدید کا کام لے لیتا ہے اور چاہے تو بیک وقت یا تھوڑے تھوڑے وقفے سے مختلف افراد سے یہ کام لے لیتا ہے، یہ دونوں ہی صورتیں ممکن ہیں اور تاریخ و واقعات سے دونوں ہی کی تائید ہوتی ہے۔

اسلام کی تاریخ میں ہر صدی میں بڑے بڑے مجددین

---

* مفسر قرآن، مصنف کتب کثیرہ، مدیر شعبہ تحقیق وتالیف دار السلام لاہور

بھی پیدا ہوئے، جس کی تفصیل مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تالیف: ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں موجود ہے اور ایک ہی صدی میں یا کسی ایک صدی کے اواخر اور دوسری صدی کے اوائل میں مختلف شخصیات نے اللہ کی توفیق سے مختلف دائروں میں اصلاح وتجدید کا کام کیا، یعنی دین میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو درست کیا، شرک و بدعت کی تردید کی، الحادوزندقہ کی تحریکوں کا مقابلہ کیا، مختلف مذاہب باطلہ کا ردو بطلان کیا، گمراہ فرقوں کی باطل تاویلات کا پردہ چاک کیا اور تقلیدی جمود کے بندھنوں کو توڑا یا فرقہ پوشوں کی باطنی شیطنت کو آشکار کیا، یا العوام کالانعام کے بے علمی اور بدعملی کی دلدل سے نکال کر اسلام کی روشن تعلیمات کا نمونہ اور اسلامی اقدار وروایات اور شعائرِ اسلامیہ کا پابند بنا دیا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو ملا
ہر مُدّعی کے واسطے دارورسن کہاں
ایں سعادت بہ زور بازونیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

راقم کا دیدہ وشنیدہ دور، دو صدیوں پر محیط ہے۔ تیرھویں صدی ہجری کا اواخر اور چودھویں صدی ہجری کا اوائل، ان دو صدیوں میں بہت سی نامور شخصیات اور نابغۂ روزگار افراد پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے دائروں میں نہایت نمایاں دینی وعلمی خدمات سرانجام دیں، مثلاً:

نواب صدیق حسن خاں، شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے قابل فخر تلامذہ: مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، صاحب ''تحفۃ الاحوذی'' مولانا شمس الحق ڈیانوی، صاحب ''عون المعبود'' مولانا محمد حسین بٹالوی، ایڈیٹر ''اشاعۃ السنۃ'' مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، حافظ عبداللہ غازی پوری، محدث پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی، صاحبِ ''التعلیقات السّلفیہ علی سنن النسائی'' حافظ عبدالمنان نوری پوری، مولانا ابوالحسن علی ندوی، سید سلیمان ندوی، مولانا مودودی، مولانا سید داود غزنوی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، سید بدیع الدین شاہ راشدی، سید محبّ اللہ شاہ راشدی، مولانا محمد حسین شیخو پوری، حافظ عبداللہ شیخو پوری، مولانا صمصام، حافظ محمد اسماعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی، حافظ عبداللہ محدث روپڑی، حافظ عبداللہ بہاولپوری، مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری وغیرہم۔

رحمهم الله اجمعين

اسی صف میں علمائے موجودین میں سے یہ حضرات بھی شامل ہیں: شیخ عبداللہ ناصر رحمانی (کراچی)، مولانا ارشاد الحق اثری، پروفیسر حافظ محمد سعید، ڈاکٹر فضل الٰہی (اسلام آباد) مولانا اقبال کیلانی، مولانا عبدالمالک مجاہد، حافظ ثناء اللہ مدنی وغیرہم حفظهم الله تعالیٰ كثر الله امثالهم فينا.

ان میں سے بہت سوں نے تدریس وتربیت میں، بعض نے تبلیغ ودعوت میں، بعض نے تصنیف وتالیف میں، بعض نے ردود ومناظرہ میں، بعض نے افتاء وتحقیق میں، بعض نے آثر سلف کے احیاء میں، بعض نے نشر واشاعت کے میدان اور بعض نے بیک وقت کئی میدانوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور دے رہے ہیں۔

بارك الله في جهودهم و متعنا الله بطول حياتهم.

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی یا انہی درازقدوں کی صف میں شامل ہمارے ممدوح اور شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی تھے جو ہمیں چند ماہ قبل داغ مفارقت دے گئے۔ ابھی ان کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی، ان سے تحقیق کے میدان میں بہت سی توقعات وابستہ تھیں، لیکن قسام ازل نے جو عرصۂ حیات ان کے لیے مقرر کیا تھا، وہ گزار کر اپنے اللہ کے حضور حاضر ہو گئے، ہم جیسے لوگ جو ہر ماہ ان کے پرچے ماہوار ''الحدیث'' کی تحقیقات نادرہ اور انکشافاتِ علمیہ سے فیض یاب ہوتے تھے، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بے وقت ہی دنیا سے چلے گئے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے وقت سے پہلے جُرعۂ موت نوش نہیں کرتا، یہ جرعۂ تلخ کوئی بھی گوارا نہیں کرتا، لیکن وقت آجانے پر خواہی نخواہی اسے نوش کرنا ہی پڑتا ہے۔ اللہ نے ان کے لیے جتنا وقت لکھا تھا وہ گزار گئے اور اس طرح گزار گئے کہ ان کی زندگی کے یہ مختصر لمحات بھی قابل رشک بن گئے، گو ہماری اور ہم جیسے بے شمار لوگوں کی خواہش اور دعا تھی کہ وہ ابھی ہمارے درمیان ہی کچھ اور عرصہ رہتے اور چشمۂ علم و تحقیق سے ہم جیسے تشنہ کاموں کو سیراب کرتے رہتے، لیکن قَدَّرَ اللّٰہُ مَا شَاءَ فَعَلَ ۔ وَ مَا تَشَاءُ وْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ۔

شیخ موصوف رحمہ اللہ کے مزاج میں تیزی تھی، ہر کام بڑی سرعت سے کرتے تھے اور ان کا یہی معمول تھا، ایسے لگتا تھا جیسے مبدأ فیض نے بزبان قال تو نہیں، بزبانِ حال ان کو یہ القا کر دیا تھا کہ وقت تھوڑا ہے اور جو کام کرنے والے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، چنانچہ بہت سے تحقیقی کام، جن کے لیے کافی وقت درکار تھا، وہ انھوں نے بہت ہی مختصر وقت میں پورے کر لیے، گویا بقول علامہ اقبال ؎

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز

مزاج کی شدت کی وجہ سے باطل سے مصالحت کا یا مداہنت کا کوئی تصور ان کے ہاں نہیں تھا، بلکہ اس کے لیے وہ شمشیر برہنہ بلکہ سیف بے نیام تھے جو ہمہ وقت باطل سے نبرد آزما رہتی تھی۔ اپنے اس باطل شکن مزاج کی وجہ سے انھوں نے تمام باطل فرقوں سے چومکھی جنگ لڑی اور ہر محاذ پر برسر پیکار رہے۔ اہل بدعت و شرک ہوں یا تقلیدِ جامد کے خوگر، دشمنانِ صحابہ ہوں یا قصر نبوت کے نقب زن، ان کے علم و تحقیق کی تُرکتازیوں سے سب پریشان اور ان کے قلم کی کاٹ سے ان کے دل زخمی اور ان کے سینے فِگار رہے۔ اس اعتبار سے وہ بلاشبہ ؏

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

کی تصویر تھے۔ حق کے دفاع اور باطل کی سرکوبی کے لیے وہ شب و روز کوشاں اور سربکف رہے تا آنکہ جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور تب ہی اس جانِ بے قرار کو قرار آیا۔ تغمدہ اللہ برحمتہ و رضوانہ ۔

ان کا وجود مسعود درج ذیل احادیث کا مصداق تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہٗ ، یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَ تَاوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ.)) اس (قرآن و حدیث کے) علم کو ہر دور کے صحیح اہل علم سے (جو اپنے ماسبق کے صحیح وارث اور جانشیں ہوں گے) اصحاب دیانت و تقویٰ حاصل کریں گے، وہ اس (علم دین سے)

اہل بدعت کی تحریفات کا پردہ چاک کریں گے، اہل باطل کی جعل سازی (غلط انتساب) اور جاہلوں کی (غلط) تاویلات کی وضاحت کریں گے۔''

اس روایت کی صحت وضعف میں اختلاف [1] ہے، ہم نے اسے اس لیے نقل کیا ہے کہ مولانا عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ صاحبِ ''مرعاۃ'' نے اسے حدیث: ''من یجدد'' کی تفسیر اور حدیث: ''ولا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق . . .'' کے ہم معنی قرار دیا ہے۔

(مرعاة ۱/ ۲۰۳، طبع قديم)

ایک دوسری حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ ، وَ لٰكِن يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ ......))

''اللہ تعالیٰ (دین کا) علم اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو لوگوں کے (سینوں سے) نکال دے، بلکہ وہ علماء کو اٹھا کر (فوت کر کے) علم اٹھائے گا...'' (صحيح البخاري: ۱۰۰)

حافظ صاحب موصوف رحمہ اللہ ان دونوں حدیثوں کا مصداق تھے۔ انھوں نے اپنے اسلاف کا صحیح جانشین بن کر غالیوں کی تحریفات، اہل باطل کے غلط انتسابات اور جاہلوں کی تاویلات فاسدہ کا پردہ چاک کیا۔ ان کا سینہ علوم حدیث کا منبع (سرچشمہ) تھا۔

اس چشمۂ صافی کے بند ہونے سے تشنہ لبوں کا احساس محرومی شدید ہو گیا ہے اور پیروکارِ فرقِ باطلہ خوش ہیں کہ ان کے استدلالاتِ واہیہ کے تار و پود بکھیر دینے والا قلم ٹوٹ گیا اور وہ زبان خاموش ہو گئی جو اہل باطل کو دنداں شکن جواب دے کر ان کی زبانوں کو گنگ کر دیتی تھی۔ تاہم ان کے فیض یافتگان موجود ہیں جو ان شاء اللہ ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

ضعیف احادیث کا فتنہ اور اس کے سد باب کی محدثانہ کاوشیں:

امت میں موضوع اور ضعیف روایات کی وجہ سے بھی بڑی آفتیں پیدا ہوئی ہیں جو کم علم علماء اور واعظین شیریں مقال قسم کے لوگ اپنے مواعظ و خطبات بلکہ تحریروں میں بھی بلا تامل بیان کرتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .))

''جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔'' (صحیح البخاری: ۱۱۰)

اس کی ایک وجہ تو کم علمی، بالخصوص علم اصول حدیث اور فن اسماء الرجال سے ناآشنائی ہے۔

دوسری وجہ عوام کو خوش کرنے کے لیے گرمیٔ محفل کا سامان مہیا کرنا ہے جو موضوع اور ضعیف روایات سے بہ آسانی میسر آجاتی ہے۔

تیسری وجہ خوفِ الٰہی کا فقدان اور بارگاہِ الٰہی میں جواب دہی کا تصور کا دھندلا جانا ہے۔

چوتھی وجہ حزبی تعصّبات اور فقہی جمود ہے جو بہت سے اہل علم کو ضعیف و موضوع روایات سے استشہاد پر مجبور کرتا ہے۔

اسی لیے محدثین رحمہم اللہ نے جہاں احادیث کے جمع و تدوین کا کام کیا وہاں انھوں نے احادیث کی تحقیق اور چھان پھٹک کے لیے اصول و ضوابط مقرر فرمائے جس کو علم مصطلح الحدیث کہا جاتا ہے، دوسرا راویان احادیث کے حالات

[1] ہمارے نزدیک اس روایت کی سند ضعیف ہی ہے، واللہ اعلم۔ (ندیم)

ضبط فرمائے جس کو فن اسماء الرجال کہا جاتا ہے۔ یہ دو فن ایسے ہیں جو صرف اہل اسلام کا امتیاز ہیں اور جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور عمل و کردار مکمل طور پر محفوظ ہو گیا جو اصل دین ہے۔ یہ شرف و امتیاز صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ہی کو حاصل ہے، جو اللہ تعالیٰ کے تکوینی انتظام کے تحت محدثین کرام کے ذریعے سے تکمیل پذیر ہوا۔

علاوہ ازیں مذکورہ حدیث رسول کے پیش نظر (جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط بات کی نسبت کرنے پر جہنم کی وعید ہے) اور دین اسلام کی اصل شکل و صورت کو محفوظ رکھنے کے لیے محدثین نے ضعیف احادیث کے بارے میں نہایت سخت موقف اختیار کیا اور سوائے چند صورتوں کے ان کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دی اور وہ بھی مشروط طور پر۔ وہ شرطیں حسب ذیل ہیں:

اول: یہ کہ وہ حدیث بہت زیادہ ضعیف نہ ہو، یعنی اس میں کوئی متہم بالکذب والفسق راوی نہ ہو۔

دوم: وہ کسی اصل شرعی کے ذیل میں آتی ہو جس پر قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں عمل کرنا ثابت ہو۔

سوم: اس پر عمل کرتے ہوئے اس کے ثابت ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔

ایک چوتھی شرط بعض حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ وہ حدیث فضائل اور ترغیب و ترہیب کے ذیل سے ہو، لیکن محققین کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں، وہ کہتے ہیں کہ صحیح اور حسن احادیث ہر موضوع پر اتنی وافر تعداد میں ہیں کہ فضائل میں بھی ضعیف روایات کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں۔ یہی موقف اسلم و احوط اور صواب ہے۔

ان شروط سے واضح ہے کہ محدثین نے ضعیف احادیث کو بغیر کسی شرط اور قید کے بیان کرنے کی اجازت نہیں دی، لیکن امت مسلمہ کی بدقسمتی ہے کہ اس کے باوجود دنیائے اسلام (عرب و عجم) میں ضعیف بلکہ موضوع احادیث تک کا چلن عام ہے اور اس کے وہی چار اسباب ہیں جو ہم نے پہلے بیان کیے ہیں۔

شیخ زبیر علی زئی اور شیخ البانی وغیرہما کی کاوشیں

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تجدید و اصلاح کے لیے جو وقتاً فوقتاً علمائے حق اور مصلحین امت پیدا فرماتا رہتا ہے، ان میں نقد حدیث کے ماہرین بھی ہوتے ہیں کیونکہ دین کی حفاظت کا اہم ذریعہ احادیث کی حفاظت ہی ہے۔ احادیث کو ہر طرح کے غث و ثمین سے بچائے بغیر دین کی حفاظت ممکن نہیں۔

احادیث کی حفاظت کا یہ کام ہر دور میں اُن علمائے حدیث کے ذریعے سے ہوتا آیا ہے جو محدثین کی فکر کے حامل اور ان کے منہج کے وارث ہیں، جو نہ کسی تقلیدی مذہب سے وابستہ ہوتے ہیں اور نہ کسی حزبی تعصب کے شکار، تاہم ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے رجالِ کار بھی پیدا فرماتا رہتا ہے جو زیادہ وسعت اور ہمہ گیریت کے ساتھ نقد و تحقیق حدیث کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، جیسے ہمارے دور میں شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ ہیں جن کی خدماتِ حدیث محتاجِ تعارف نہیں۔

ہماری ملکی سطح پر اسی دور میں ہمارے ممدوح شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی اسی صف میں آتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیق احادیث کی عظیم خدمات سے نوازا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کی طرح انھوں نے بھی احادیث کے ان مجموعوں (سنن اربعہ وغیرہ) سے جو متداول ہیں، ضعیف احادیث کو صحیح سے

الگ کر دیا ہے۔

دارالسلام کے زیر انتظام چھپنے والی سنن اربعہ (ابو داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) اردو، انگلش اور عربی ایڈیشن تینوں ہی شیخ رحمہ اللہ کی تحقیق سے آراستہ ہیں۔ تقبل اللّٰہ جھوده و اجزل ثوابه.

ان کی اس مساعی سے عوام وخواص دونوں کے لیے صحیح وضعیف احادیث کا پہچاننا آسان ہو گیا ہے۔ جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء عن الإسلام والمسلمین.

حدیث حسن لغیرہ کے بارے میں ایک اختلاف اور اس کی حقیقت:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شیخ البانی کے ذریعے سے سنن اربعہ کی تحقیق منظر عام پر آ چکی تھی تو پھر ہمارے شیخ ممدوح کو یہ کام کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اس کی غالباً دو وجہ معلوم ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم

ایک تو یہ کہ دارالسلام ایک بین الاقوامی ادارہ ہے، اس کی مطبوعات عالم عرب میں بھی جاتی ہیں، اگر دارالسلام شیخ البانی کی تحقیق کے ساتھ سنن اربعہ شائع کرتا تو اس کے حقوق اشاعت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا، جن عرب ناشرین کے پاس شیخ البانی کی تالیفات کے حقوق اشاعت ہیں، وہ اس پر معترض ہوتے جس سے نمٹنا ادارے کے لیے نہایت مشکل تھا۔

دوسری وجہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا اپنا انداز تحقیق تھا جو شیخ البانی سے قدرے مختلف تھا۔ ضعیف احادیث کے بارے میں اگرچہ دونوں کا موقف ایک ہی تھا کہ یہ یکسر ناقابل حجت ہیں چاہے وہ عقائد واحکام سے متعلق ہوں یا فضائل اعمال سے، لیکن ایک اصول میں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے زیادہ سخت موقف اختیار کیا جو کہ حسن لغیرہ کی بابت تھا۔ عام محدثین کے نزدیک حسن حدیث کی دو قسمیں ہیں: حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ۔

حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس میں صحیح حدیث کی طرح کوئی علت ہو اور نہ شذوذ، لیکن اس کے رُواۃ حفظ وضبط میں صحیح کے رُواۃ سے کم ہوں۔ تاہم یہ بھی صحیح حدیث کی طرح قابل حجت ہے اور حسن لغیرہ محدثین کے نزدیک وہ حدیث ہے جو ضعیف ہو لیکن متعدد طرق سے مروی ہو۔ دوسرے اس ضعیف حدیث کا سبب ضعیف راوی کا فسق یا کذب نہ ہو، بلکہ راوی کا سوءِ حفظ، یا انقطاعِ سند یا رُواۃ کی جہالت ہو۔

جب ایسی ضعیف حدیث ایک سے زیادہ طرق سے مروی ہو اور دوسرے طرق بھی اسی کے مثل یا اس سے قوی تر ہوں تو ایسی ضعیف تعددِ طرق کی وجہ سے حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسی حسن لغیرہ حدیث، اگرچہ رتبے میں حسن لذاتہ سے کم تر ہے، تاہم قابل حجت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک متعدد طرق سے، بشرطیکہ ان طرق کا ضعف شدید نہ ہو بلکہ اس جیسا ہی ہو یا اس سے بھی کم تر ہو، اس ضعیف حدیث کے ضعف کا انجبار ہو جاتا ہے، یا اس کی کوئی نہ کوئی اصل معلوم ہوتی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا جو حدیث سنداً ضعیف ہو اور اس کا ضعف شدید ہو، مثلاً اس کا راوی متہم بالکذب یا متہم بالفسق وغیرہ ہو، اگرچہ وہ متعدد طرق سے مروی ہو لیکن اس کے سارے طرق اسی طرح شدید ضعف کے حامل ہوں تو ایسی روایت ضعیف اور ناقابلِ حجت ہی ہو گی، گویا محدثین کے نزدیک محض ضعیف حدیث کا متعدد طرق سے مروی ہونا، حسن ہونے کے لیے کافی نہیں۔ بلکہ خاص قسم کی مشروط ضعیف احادیث مل کر حسن لغیرہ قرار پا سکتی ہیں۔ مطلقاً ضعیف حدیث کا متعدد طرق سے مروی ہونا

حسن لغیرہ ہونے کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا موقف تھا کہ ضعیف حدیث + ضعیف حدیث = حسن لغیرہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتی۔ یعنی انھوں نے ضعف کے درجات کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ ضعف شدید ہو یا خفیف، مطلقاً قابل حجت نہیں اور ایسی احادیث حسن لغیرہ قرار نہیں پاسکتیں، اس لیے انھوں نے (مروجہ) حسن لغیرہ کا انکار کر دیا اور یوں اس ایک اصول میں اختلاف کی وجہ سے ان کی روش دیگر محدثین سے مختلف ہوگئی اور یوں دونوں کے الگ الگ انداز تحقیق کی وجہ سے حدیث کی صحت وضعف کا حکم بھی مختلف ہوگیا۔[1]

تاہم یہ اختلاف ایک اصولی ہونے کے باوجود اتنا زیادہ اہمیت کا حامل نہیں، کیونکہ دونوں کے نزدیک احادیث کی حجیت واہمیت مسلمہ ہے، نیز دونوں کے ہاں ہی نہ کوئی حزبی تعصبات ہیں اور نہ کوئی ذہنی تحفظات، جیسا کہ اہل تقلید کا شیوہ ہے، بلکہ عام محدثین کا موقف بھی احتیاط ہی پر مبنی ہے کہ شدید ضعف والی روایات چاہے کتنے بھی طرق سے مروی ہوں، نا قابل حجت ہیں اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا موقف شدت احتیاط پر مبنی ہے کہ مطلقاً ہر قسم کا ضعف نا قابل قبول ہے، ضعف شدید ہو یا خفیف۔ ایک گروہ کا جذبہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث پر عمل سے ہم محروم نہ رہ جائیں، اس لیے انھوں نے یہ سمجھا کہ ضعف خفیف کے انجبار سے اس کے حدیث رسول ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے اور دوسرے گروہ کا جذبہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ کی نہ ہو۔ دونوں کے جذبات اور مقاصد صحیح ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت کے مظہر، گویا۔

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ
وَكُلٌّ إِلَى ذَاكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ

اس کے برعکس مقلدین جامدین کے چونکہ حزبی تعصّبات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ حدیث کی تحقیق اور اس سے استدلال کے وقت ذہنی تحفظات کا شکار ہوتے ہیں تو وہ صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف احادیث کو صحیح باور کرانے کی مذموم سعی کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک حدیث کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی جتنی اہمیت اپنے امام اور اپنے فقہی مذہب کی ہوتی ہے، اس لیے وہ حدیث تو کہتے ہیں لیکن حدیث بزبان حال کہتی ہے:

كل يدّعى و صلا بليلى وليلى لا تقرلهم بذاك

محدثین کرام اور ان کے منہج کے وارث اور پیروکار اہل حدیث اللہ کے فضل سے حدیث کی اس ناقدری سے محفوظ ہیں اور حدیث پر صدق دل سے عمل کرنے کے جذبے سے سرشار ہیں۔ فالحمد لله على ذلك الف الف مرة.

عوام کی ایک الجھن اور اس کا حل

اس موقع پر ایک اور امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے اور اس کا تعلق زیادہ تر عوام سے ہے جو حدیث پر عمل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایک حدیث کی صحت وضعف

---

[1] شیخ رحمہ اللہ کے اس موقف کو جاننے کے لیے ان کی کتب یا راقم الحروف کے اس موضوع پر لکھے گئے مقالہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ ہم یہاں صرف یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیخ رحمہ اللہ اس میں منفرد نہیں، بلکہ متقدمین محدثین کا یہی منہج تھا اور اسی کو ہم محتاط وصواب سمجھتے ہیں۔ دیکھئے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو (شمارہ نمبر: 106، 107، 108، 109) وغیرہ۔ (ندیم)

میں اختلاف ہمارے لیے الجھن کا باعث ہے کہ ہم کس کی تحقیق پر عمل کریں؟ ایک کے نزدیک وہ حدیث صحیح یا حسن، جب کہ دوسرے کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو راقم یہی کہتا ہے کہ جس شخص کی تحقیق پر بھی تم عمل کرلو گے، ٹھیک ہوگا کیونکہ دونوں محدث یا محقق کسی کے مقلد نہیں، اس لیے تحقیق حدیث میں دونوں کے نزدیک نقد حدیث کے وہ مسلمہ اصول وضوابط ہی پیش نظر ہیں جو محدثین نے مقرر فرمائے ہیں، گوان کی تطبیق میں اختلاف کی وجہ سے حکم میں اختلاف ہوگیا ہے، یا ایک محدث نے اس لیے روایت کو ضعیف قرار دیا کہ سماع کی صراحت نہیں ملی، جب کہ دوسرے محدث کے نزدیک وہ حدیث سماع کی صراحت مل جانے کی وجہ سے صحیح ہوگئی۔ و علی ھذا القیاس صحت وضعف کے دیگر اسباب ہیں۔ ایک کے نزدیک سببِ ضعف موجود ہے اور دوسرے کے نزدیک وہ سبب نہیں یا دوسری وجوہات سے اس کا ازالہ ہوگیا ہے۔ اس بنا پر ایک کے نزدیک وہ حدیث ضعیف اور دوسرے کے نزدیک صحیح یا حسن ٹھہری۔

عوام جس محدث کی رائے پر بھی عمل کرلیں گے وہ عنداللہ ماخوذ نہیں بلکہ ماجور ہی ہوں گے۔ (ان شاءاللہ)

دارالسلام کی نظرثانی اور تحقیق کا طریق کار

دارالسلام نے سنن اربعہ (جس کے تین حصے، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ منصۂ شہود پر آچکے ہیں) کے اردو ایڈیشن میں اسی لیے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور دیگر محققین حدیث کے درمیان جن احادیث کی صحت وضعف میں اختلاف سامنے آیا، وہاں فوائد میں اس کی صراحت یا کسی ایک کی رائے کے راجح ہونے کی وضاحت کردی ہے، جامع الترمذی کی ایڈیٹنگ میں بھی اس اصول کو سامنے رکھا جائے گا (ان شاءاللہ) جس کی اشاعت وتصحیح ونظرثانی کا کام دوسرے منصوبوں کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔[1]

---

[1] فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے اس مضمون کے آخر میں یزید سے متعلق بھی شیخ رحمہ اللہ کا موقف صفحہ قرطاس پر منتقل کیا تھا جسے ہم بوجوہ حذف کر رہے ہیں اور قارئین پر یہی واضح کریں گے کہ شیخ محترم کا یزید کے بارے میں سکوت اختیار کرنے والا موقف ہی راجح ہے، چونکہ آپ محقق ومحدث بھی تھے، لہٰذا محدثانہ اسلوب کے مطابق ان روایات پر کلام بھی کیا جو یزید کی مدح وذم میں مروی ہیں، چنانچہ اسے کسی تعصب کی بھینٹ مت چڑھایا جائے۔ (ندیم)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی خدمات

فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ (مکہ مکرمہ)*

حافظ زبیر علی زئی کی وفات کی خبر سن کر بڑا صدمہ ہوا، مرحوم سے سعودی عرب میں کئی بار میری ملاقات ہوئی اور مختلف علمی موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ علم حدیث و رجال میں ماہر اور اس فن کے تمام اہم مآخذ و مصادر سے واقف تھے، محدثین کی جدید الطبع کتابوں کی تلاش وجستجو میں رہا کرتے۔ ایک بار ملاقات کے دوران میں نے انھیں بتایا کہ تفسیر ابن ابی حاتم مکہ مکرمہ کے ایک ناشر نے چھاپ دی ہے فوراً ہی انھوں نے اس کا ایک نسخہ خریدا اور کتاب دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا، بارہا ایسا ہوا کہ کسی حدیث کی سند میں راویوں پر انگلی رکھ کر بتاتے کہ یہ ثقہ ہے یا ضعیف، اور مجموعی طور پر حدیث کیسی ہے۔

ایک بار انھوں نے جامعہ ام القریٰ کے ایک طالب علم عبد الخالق صاحب کے بدست اپنی بعض تالیفات اور تحقیقات میرے لئے بھجوائیں جن میں فتاویٰ کی دو جلدیں، مقالات کی تین جلدیں اور دیگر کئی کتابیں تھیں، انھیں پڑھ کر ان کی وسعت معلومات اور ذوق تحقیق کا پتہ چلا، ہر چھوٹے بڑے مضمون اور فتویٰ میں اصل کتب حدیث کا حوالہ، علمائے جرح و تعدیل کے اقوال کے لئے بنیادی مآخذ کا تذکرہ، احادیث وآثار کی صحت وضعف کا بیان اور محدثین اور مصنفین کی تاریخ وفات کا ذکر ایسی خصوصیات ہیں جو عموماً برصغیر کے علماء اور مصنّفین کی تحریروں میں آج کل نظر نہیں آتیں (الا ماشاء اللہ)۔ حوالوں کے التزام کے ساتھ ایک صفحہ لکھنا کس دیدہ ریزی، تلاش وجستجو اور محنت ومشقت کا کام ہے۔ اس سے محققین واقف ہیں، اس راہ پر چلنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ إلا من وفّقه الله

عصر حاضر میں علوم حدیث کے مجدد شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ (جن کی تحقیقات سے آج ساری دنیا مستفید ہو رہی ہے) نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب حدیث کے مطالعہ اور فہرست سازی میں گزارا تھا۔ ظاہریہ لائبریری (دمشق) کا سارا غیر مطبوعہ ذخیرہ چھان کر تمام احادیث وآثار (مع اسانید) الگ الگ ورق میں مع حوالۂ مخطوط جمع کیے تھے، جنھیں مخصوص طریقے پر مرتب کر رکھا تھا، اور اسی سے اپنی ساری تحقیقات میں استفادہ کرتے تھے۔ حافظ زبیر علی زئی مرحوم نے بھی اپنی زندگی کے تقریباً چالیس سال کتب حدیث و رجال کے مطالعہ تحقیق میں گزارے، مختلف رجسٹروں میں ان سے فوائد نقل کر کے جمع کرتے رہے، ہزاروں کتابیں بالاستیعاب پڑھ گئے، اور مختلف مسائل اور موضوعات سے متعلق حوالے نوٹ کرتے رہے، چنانچہ جب بھی کسی مسئلہ یا حدیث کی تحقیق کی ضرورت پڑتی ان کے پاس معلومات اور حوالے حاضر رہتے، اور ان کا وہ سلیقے سے استعمال کرتے۔

جون ۲۰۰۴ء سے انھوں نے ''الحدیث'' کے نام سے ایک اردو رسالہ نکالنا شروع کیا جو آج تک شائع ہو رہا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا دنیا میں شاید منفرد رسالہ ہے جس میں ہر مسئلہ

---

* محقق العصر، مصنف ومحقق کتب کثیرہ

اور حدیث کی بے لاگ تحقیق، حدیث اور محدثین کا دفاع، سلف صالحین کا اثبات، مخالف فرقوں اور باطل مذاہب کی تردید، علمائے اہل حدیث قدیم وجدید کا تذکرہ وتعارف، راویوں کی جرح وتعدیل کا اہتمام اور مخالفین کے شکوک و شبہات اوران کے غلط استدلال کا جائزہ ہوتا ہے۔ضخامت اور سائز میں مختصر ہونے کے باوجود معلومات اور تحقیقات سے پُر ہوتا ہے۔ حافظ صاحب کے اکثر مقالات پہلے اسی رسالے میں شائع ہوئے، انھیں جمع کر کے چھ جلدوں میں شائع کیا گیا۔ برصغیر میں ادھر ۲۵۔۳۰ سال سے حنفی/ اہل حدیث تنازعہ نے ازسرِ نو زور پکڑ لیا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ ہر فریق علمی انداز میں مسائل پر بحث کرتا اور دوسرے فریق پر کیچڑ اچھالنے، اس پر طعن وتشنیع کرنے، طرح طرح کی تہمت لگانے اور گالیاں دینے سے مکمل طور پر پرہیز کرتا، مگر افسوس کہ بعض علماء و مصنفین، واعظین نے ایسی روش اختیار کی کہ صلح واعتدال کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی، اور افتراق وانتشار اور جدل ومناظرہ کا بازار گرم ہو گیا۔ احناف کی طرف سے اس عرصے میں مختلف عنوان سے اہل حدیث کی تردید میں جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

تحفۂ اہل حدیث (ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی)

حدیث اور اہل حدیث (انوار خورشید)

غیر مقلدین سے دوسو سوالات (امین اوکاڑوی)

تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین (حبیب اللہ ڈیروی)

فرقۂ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ (محمد الیاس گھمن)

جماعت اہل حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف (پالن حقانی)

اختلاف امت اور صراطِ مستقیم (محمد یوسف لدھیانوی)

ائمہ ثلاثہ احناف کا دفاع مع آئینۂ غیر مقلدیت (محمد طاہر دیوبندی) اور مجذوبانہ واویلا (عبدالقدوس قارن) وغیرہ۔

جو کتابیں مختلف فقہی مسائل پر بحث کے سلسلے میں احناف کی طرف سے شائع ہوئی ہیں وہ ان پر مستزاد، جن کے ذریعے سے اہل حدیث کے خلاف پروپیگنڈا جاری ہے۔علمائے اہل حدیث وقتاً فوقتاً ان کے جواب میں کتابیں اور مضامین شائع کرتے رہے۔ ادھر آٹھ نو سال حافظ زبیر صاحب نے بھی ''الحدیث'' میں بہت کچھ لکھا اور تمام الزامات کی حقیقت واضح کی۔ تحقیقی جواب دینے کے ساتھ ساتھ الزامی جواب کا طریقہ بھی اختیار کیا، اور مخالف فریق کے جواب سے فارغ ہو کر خود اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ مخالف کے عقائد اور مسائل اس کی اپنی مستند کتابوں کے حوالے سے نقل کیے، بلکہ مخالف فریق کے بڑے بڑے ائمہ وعلماء کے حالات جرح وتعدیل کے قدیم مآخذ کی روشنی میں بیان کر دیے۔ اس طرح کے مضامین اس انداز و اسلوب میں عام پرچوں اور رسالوں میں کم ہی شائع ہوتے تھے۔عموماً وہ بڑی کتابوں میں ضمناً بیان ہوتے تھے، چنانچہ جب وہ ''الحدیث'' میں چھپے اور عوام کی نظر بھی ان پر پڑی تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ عوام اپنے علماء سے رجوع کر کے حقیقتِ حال دریافت کرتے، اور وہ انھیں کسی طرح مطمئن کرنے کی کوشش کرتے، ان کے جواب میں تحریریں بھی شائع کرتے جن کا فوری نوٹس حافظ زبیر صاحب لیتے، اور فریق مخالف کے لیے مزید علمی دیوار کھڑی کر دیتے۔

اس سارے عمل اور ردعمل کے نتیجے میں حنفی/ اہل حدیث تنازعہ اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ اب ایک عرصے تک وہ ان موضوعات ومسائل پر بحث میں منہمک رہیں گے، اس کی

حدّت کم کرنے میں شاید ایک طویل مدت درکار ہوگی۔ کچھ بین الاقوامی عوامل بھی ایسے پیدا ہو گئے جو اس اختلاف کو ہوا دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حافظ زبیر مرحوم نے جدل ومناظرہ، چیلنج وتعاقب اور ابطال وتردید میں اپنا بہت سارا وقت صرف کرنے کے بجائے عربی اور اردو میں اپنی تالیفات، تحقیقات، تخریجات اور ترجموں کی طباعت اور مزید کتب کی تالیف وترجمہ میں اپنا وقت لگایا ہوتا تو برصغیر کے علاوہ عالم اسلام بھی ان کی تحقیقات سے مستفید ہوتا۔

عربی میں ان کی کتابوں میں سے ''أنوار الصحیفة فی الأحادیث الضعیفة فی السنن الأربعة، تحفة الأقویاء في تحقیق کتاب الضعفاء، تفسیر ابن کثیر، جزء علي بن محمد الحمیري، طبقات المدلسین'' اورتحقیق ''سنن أبي داود، سنن الترمذي، سنن النسائي، سنن ابن ماجه'' طبع ہو چکی ہیں، تقریباً ۲۲۔۲۱ عربی کتابیں اب تک شائع نہیں ہوئیں۔ ان کی اشاعت کی طرف مرحوم کے تلامذہ کو توجہ دینی چاہیے۔

احادیث کی تحقیق کے سلسلے میں انھوں نے بعض ایسے اصول اپنائے ہیں جو جمہور محدثین کے خلاف ہیں*۔ جیسے احادیث پر حکم لگانے میں ظاہر سند کا اعتبار اور علل کی پروا نہ کرنا، راویوں پر جرح وتعدیل میں علماء ونقاد کی تعداد سامنے رکھنا، صحیح کے باہر ہر مدلس راوی کا عنعنہ ناقابلِ قبول بتانا، معروف کتبِ حدیث ورجال (جو مختلف قرائن کی بنا پر ان کے مؤلفین سے ثابت ہیں) کے لئے ان کے مؤلفین تک صحیح سند سے اتصال کا مطالبہ کرنا۔ ان اصولوں پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کی تحقیق دیگر قدیم، جدید محدثین ومحققین کی تحقیق سے مختلف ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے ان سے قلمی جنگ بھی شروع کر رکھی ہے اور حافظ زبیر صاحب رحمہ اللہ نے بھی ان سے بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ جس طرح فقہاء کے درمیان مسائل کے استنباط میں اصول کی بنا پر اختلاف ہوا کرتا ہے، اسی طرح محدثین کے درمیان بھی بعض اصول وقواعد کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے احادیث پر حکم لگانے کے سلسلے میں اختلاف ہوتا رہا ہے، اور کبھی کبھی ایک اصول پر متفق ہونے کے باوجود اس کی تطبیق اور اس پر عمل میں اختلاف رونما ہوتا ہے۔ اس سے گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ دین کے احکام پر عمل کے سلسلے میں جو حدیثیں جمہور محدثین کے نزدیک صحیح اور قابل قبول ہیں وہ اس طرح کے جزوی اختلاف سے متاثر نہیں ہوتیں۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح دین کا کوئی مسئلہ ضعیف حدیث سے ثابت نہیں ہوا، اسی طرح کسی مسئلہ کی بنیاد صرف ایک حدیث نہیں ہوتی جس کی صحت یا ضعف میں محدثین کے درمیان اختلاف چلا آ رہا ہے، بلکہ اس کے لیے دیگر احادیث وآثار ضرور موجود ہوتے ہیں۔ ضرورت نیک نیتی اور بے لاگ تحقیق کی ہے اور حافظ زبیر علی زئی مرحوم نے جو موقف اختیار کیا تھا وہی ان کے

---

* اس بات کی وضاحت اگرچہ خود فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ نے آئندہ سطور میں کر دی ہے، لیکن ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیخ رحمہ اللہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ''علل کی پروا'' نہیں کرتے تھے محض زبان زد عام ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک روایت کے بارے میں استاذ محترم لکھتے ہیں: '' رجاله ثقات ولكن الحديث ضعفه البخاري والجمهور وهو حديث معلل......'' (انوار الصحیفۃ ص ۵۰) اس ایک حوالے سے مذکورہ اعتراض کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ دیگر اعتراضات کا حال بھی اس سے مختلف نہیں جن کی وضاحت ہم وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ (ندیم)

نزدیک دلائل کی بنا پر درست تھا۔

مسائل کی تحقیق اور احادیث پر حکم کے سلسلے میں، مَیں انھیں امام ابن حزم سے تشبیہ دیتا ہوں جنھوں نے بہت سے رجال اور احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ صحیحین کی حدیثوں پر بھی تنقید کر ڈالی ہے* ائمہ کرام اور ان کے مقلدین کے لئے کہیں کہیں بہت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ بہت سے مسائل میں وہ جمہور ائمہ کے خلاف ہیں، اور بڑی شدت سے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی مرحوم بھی حدیث کی تحقیق اور اشاعت کے جذبے سے مخالفین کے ہر ایک اعتراض کا جواب دینا، اور ان کے نزدیک محترم ہر شخصیت پر جرح و تعدیل کرنا محدثین کی طرح اپنا حق سمجھتے ہیں۔

اردو میں مرحوم نے ۱۵۔۱۶ کتابوں کے ترجمہ وتحقیق کا کام کیا ہے، اور بعض کتابوں کی صرف تخریج کی ہے۔ یہ کتابیں اردوداں کے لئے بہت مفید ہیں۔ خصوصاً موطا امام مالک (بروایت ابن القاسم) ترجمہ اور مختصر تشریح وتحقیق، جو میری نظر سے گزری ہے۔ موصوف نے اس میں ترجمہ و تخریج کے علاوہ احادیث سے مستنبط مسائل پر مختصر نوٹ لکھے ہیں جو طلبہ، علماء اور عام قارئین سب کے لئے مفید ہیں۔

انھوں نے نماز کے مختلف مسائل کی تحقیق پر متعدد کتابیں لکھیں، جیسے فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفع الیدین، سینے پر ہاتھ باندھنا، رکعاتِ قیام رمضان، بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم...وغیرہ، بہت سے مسائل کی تحقیق اپنے مقالات اور فتاویٰ میں بھی کی۔

''مختصر نماز نبوی'' کے نام سے بھی ایک کتاب شائع کی، مخالفین کے رد میں بھی انھوں نے بہت کچھ لکھا۔ اردو میں ان کی کتابوں کی تعداد تیس کے لگ بھگ ہوگی، ان کے فتاویٰ اور مقالات کے مجموعے ان پر مستزاد ہیں۔ ان کتابوں کی خوب اشاعت ہوئی اور بہت سے لوگوں کو مختلف فیہ مسائل میں اہل حدیث کے دلائل سے واقفیت ہوئی، اور مخالفین کے دلائل کی حقیقت کا علم ہوا۔ جو لوگ حنفی/ اہل حدیث اختلافی مسائل اور ان کے دلائل و مناقشات کی تفصیل معلوم کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے یہ کتابیں بہت مفید ہیں۔

پچھلے سال مئی میں وہ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئے تھے، میں اس وقت اپنے وطن گیا ہوا تھا، اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ میرے فاضل دوست ندیم صاحب نے بتایا کہ وہ ان سے میرے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ اب ان کی وفات کی خبر ملی تو ان سے ملاقات کی یاد تازہ ہوگئی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اور ان کی لغزشوں کو درگزر کرے۔

لقد كان عالمًا جليلًا ، محبًّا للحديث وأهله ، شغوفًا بالمطالعة و تقييد الفوائد ، حريصًا على وقته ، لا يضيّعه في توافهِ الأمور ، يردُّ على المبتدعة و يكشف عن ضلالاتهم ، لايخاف في الحقّ لومة لائم . فرحمه اللّٰه رحمةً واسعةً ، و أسكنه فسيحَ جنّاته . آمين

* شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں، ہم اپنے واجب الاحترام فاضل مقالہ نگار حفظہ اللہ کی اس رائے سے متفق نہیں، کیونکہ صحیحین کا دفاع شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا اہم مقصد تھا، یہی وجہ ہے کہ جہاں بخاری ومسلم کے بارے میں کسی نے اعتراض کیا وہاں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا ازالہ کرتے پایا، رہی بات رجال یا روایات کی، سہو سے قطع نظر راویوں کی تضعیف وتوثیق ہو یا روایات پر صحت وسقم کا حکم، انھوں نے ہمیشہ اصول حدیث اور جمہور محدثین کو پیش نظر رکھا۔ اس کی تفصیل ودلیل آپ کے مقالات میں موجود ہے۔ (ندیم)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ*

میانہ قد، سرخ گندمی رنگ، کھلی پیشانی، موٹی چمک دار آنکھیں، گھنی داڑھی، کچھ چوڑا چہرہ، لباس شلوار قمیص۔ یہ تھے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ۔

ان کے آباواجداد میں سے ایک بزرگ کا نام پیرداد خاں تھا جو کسی زمانے میں افغانستان کے شہر غزنی کی سکونت ترک کر کے ضلع اٹک کے ایک مقام حضرو کے قریب آکر سکونت پذیر ہوئے۔ وہاں انھوں نے اپنے نام سے ایک گاؤں ''پیر داد خان'' آباد کیا۔ اسی گاؤں میں 25 جون 1957ء کو زبیر علی زئی پیدا ہوئے۔ علی زئی ان کے قبیلے کا نام ہے۔ حافظ زبیر علی زئی کے والد کا اسم گرامی حاجی مجدد خان ہے۔ وہ اس علاقے کی مذہبی اور سماجی شخصیت ہیں۔ جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے ہیں۔ کافی عرصہ ضلع اٹک کی جماعت اسلامی کے امیر بھی رہے۔ انھوں نے تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھی حصہ لیا اور 1977ء میں بعض سیاسی اور نیم سیاسی جماعتوں نے امریکہ کے کہنے پر پاکستان کے منتخب اور اس خطہ ارض کو ایٹمی ملک بنانے والے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف جو تحریک چلائی تھی، اس میں بھی حصہ لیا۔ دو دفعہ جیل گئے، لیکن ان کے فرزند ارجمند حافظ زبیر علی زئی کا جماعت اسلامی یا کسی اور جماعت سے کوئی تعلق رکنیت نہیں تھا، اس سلسلے میں وہ میرے ہم خیال تھے۔ میں بھی کسی جماعت یا تنظیم سے باقاعدہ طور پر منسلک نہیں ہوں۔ میرا اصل کام مسلک اہل حدیث اور رجال اہل حدیث کی خدمت ہے۔ میں ہر اس جمعیت یا جماعت کا معاون ہوں (یا اس سے وابستہ ہوں) جو میری دانست میں مذہبی اور دینی اعتبار سے اچھے کام کر رہی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اللہ نے توفیق دی، انھوں نے پہلی جماعت سے ایف اے تک باقاعدہ سکول اور کالج میں تعلیم پائی۔ بعد ازاں پرائیویٹ طور پر بی اے کیا اور 1983ء میں ایم اے (اسلامیات) کا امتحان پاس کیا۔ 1994ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (عربی) کا امتحان دیا اور اس میں کامیاب ہوئے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو ابتدائے عمر ہی سے مطالعہ کا شوق تھا۔ 1972ء سے 1974ء تک کے درمیانی عرصے سے انھوں نے صحیح بخاری کی پہلی جلد پڑھی، پھر دوسری جلد پڑھی۔ اسی زمانہ میں عامل بالحدیث ہو گئے اور تحریری و تقریری صورت میں اس مسلک کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دینیات کی تعلیم انھوں نے جن حضرات سے حاصل کی، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱: مولانا فیض الرحمٰن ثوری رحمہ اللہ
(وفات 23 رجب 1417ھ۔ 5 دسمبر 1996ء)

۲: پیر سید بدیع الدین راشدی
(وفات 16 شعبان 1416ھ۔ 8 جنوری 1996ء)

۳: پیر سید محب اللہ شاہ راشدی
(وفات شعبان 1415ھ۔ 21 جنوری 1995ء)

---

* عظیم مؤرخ، مصنف کتب کثیرہ

۴: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
(وفات 9 صفر 408ھ۔ 3 اکتوبر 1987ء)
۵: حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ
(وفات 4 ربیع الثانی 1433ھ۔ 26 فروری 2012ء)
۶: حافظ عبد السلام بن حافظ محمد بھٹوی حفظہ اللہ (استاذ دارالعلوم مرید کے، ضلع شیخوپورہ)
۷: حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ (اسلام آباد)
۸: مولانا اللہ دتا سوہدروی رحمہ اللہ (ان سے بہت استفادہ کیا)
۹: مولانا عبد الغفار حسن رحمہ اللہ (وفات 3 ربیع الاول 1428ھ۔ 22 مارچ 2007ء)
۱۰: مولانا محمد ایوب شینکوی
۱۱: شیخ ابو عائشہ صابر بن اشرف نفار چوی

1990ء میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ (گوجرانوالہ) میں دورۂ حدیث مکمل کیا اور جامعہ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ وفاق المدارس السّلفیہ (فیصل آباد) کا امتحان بھی پاس کیا۔

حافظ زبیر علی زئی کو پشتو، ہندکو، اردو، انگریزی، عبرانی اور عربی زبانوں میں لکھنے اور بولنے میں عبور حاصل تھا۔ فارسی زبان پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے، لیکن اس میں گفتگو کرنا اور بہ صورت تحریر اظہار مدعا کرنا مشکل تھا۔ موجودہ دور کے علماء میں میرے خیال میں یہ واحد عالم دین تھے جنھیں عبرانی زبان سے آشنائی تھی۔

اپنے مسلک کے پرعزم داعی اور سرگرم مبلغ تھے۔

1983ء میں ان کے علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) میں اہل حدیث کی ایک بھی مسجد نہ تھی، اب چودہ مسجدیں ہیں جو حافظ زبیر علی زئی کی کوشش اور تبلیغ سے تعمیر ہوئیں۔ ان تمام مسجدوں میں کسی نہ کسی سطح کے مدرسے جاری ہیں جن میں بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور قال اللہ و قال الرسول کی دلآویز صدائیں لوگوں کے کانوں میں پڑتی ہیں اور وہ ان پر عمل کرتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تبلیغ کی وجہ سے بہت سے بریلوی اور دیوبندی حضرات مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہوئے۔ لوگوں کے ذہن تقلیدی جمود سے آزاد ہوئے اور ان میں تحقیقی مسائل کا ذوق پیدا ہوا۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے طبیعت مناظرانہ پائی تھی اور متعدد مقامات میں مناظروں میں حصہ لیا یا خود مناظرے کیے۔ چند مناظروں کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

1997ء کی بات ہے کہ اٹک میں عیسائیوں کے مذہبی سکول زیڈ بی آئی میں مناظرہ ہوا، جس میں حافظ عبد الحمید ازہر، ڈاکٹر پروفیسر طالب الرحمٰن شاہ اور مولانا محمد رفیق سلفی موجود تھے۔ دورانِ مناظرہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے شجرۂ نسب کے موضوع کے متعلق عیسائی مناظر نے انجیل کے عبرانی نسخے کا حوالہ دیا اور کہا کہ یہ اس مسئلے کا اصل متن اور ماخذ ہے۔ اس کا خیال یہ تھا کہ کوئی مسلمان عالم عبرانی زبان نہیں جانتا، لہٰذا اس مجمعے میں اس کا رعب پڑ جائے گا۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ عبرانی جانتے تھے، انھوں نے عیسائی مناظر سے انجیل لی اور انجیل کے اسی نسخے کی دو الگ الگ عبارتیں پڑھ کر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے شجرۂ نسب کے بارے میں تناقض ثابت کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی مناظر میدان چھوڑ گئے اور بعض عیسائی مسلمان بھی ہو گئے۔

اٹک شہر ہی میں مرزائیوں سے مناظرہ ہوا، جس میں مرزائی مناظر کی دلیلوں کے قدم ڈگمگانے لگے تو امتیاز احمد نام کے ایک مرزائی نے مرزائیت ترک کر کے قبولِ اسلام کا

اعلان کیا۔ دوسرے مرزائیوں نے ایک اور مناظر لانے کا بہانہ کر کے جان چھڑائی۔

کوہاٹ جنگل خیل میں ماسٹر امین اوکاڑوی سے پروفیسر ڈاکٹر طالب الرحمٰن کا مناظرہ ہوا۔ اس مناظرے میں حافظ زبیر علی زئی، پروفیسر صاحب کے معاون تھے۔اس مناظرے کا انعقاد ایک شخص سلطان صاحب نے کرایا تھا۔ مناظرے کا اثر یہ ہوا کہ اس کے فوراً بعد سلطان صاحب نے اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔

حضرو کے دیوبندی حضرات سے تقلید کے موضوع پر ہری پور (ہزارہ) میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مناظرہ ہوا۔ دیوبندی مناظر قاری چن محمد تھے جنھیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ مناظرے کی کیسٹیں موجود ہیں۔

''جماعت المسلمین'' کے بانی مسعود احمد بی ایس سی اپنی جماعت کے ارکان کے سوا سب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ایک دفعہ اسلام آباد میں ڈاکٹر مسعود کے بیٹے سلیمان کے مکان پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ان سے مباحثہ ہوا۔ مسعود صاحب لاجواب ہو گئے تو حضرو کی ''جماعت المسلمین'' سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس سے تعلق ختم کر کے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔

کراچی میں اسی طرح کی ایک جماعت کے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی سے ان کی مسجد میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مناظرہ کیا۔ عثمانی صاحب اپنے کمزور ترین موقف کا دفاع نہ کر سکے تو وہیں ان کے گروہ کے بہت سے لوگ اس عقیدے سے تائب ہو گئے۔

اختصار کے پیش نظر یہاں چند مناظروں کا ذکر کیا گیا ہے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے مختلف مقامات پر دینی معاملات میں بہت سے لوگوں سے مباحثے اور مناظرے ہوئے، جن میں انھوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے موقف کی وضاحت کی اور اللہ نے کامیابی عطا فرمائی۔

میری ان سے پہلی ملاقات 1997ء میں ہوئی تھی۔ اپریل کا مہینا تھا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے شخصیات سے متعلق میری کتاب ''نقوش عظمتِ رفتہ'' شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب ان کے مطالعہ میں آئی تو وہ میرے غریب خانے پر تشریف لائے اور اپنا تعارف کرایا۔ اپنی بعض کتابوں کا ذکر کیا اور اساتذہ کے متعلق بتایا۔ ازراہِ کرم میرے طرزِ تحریر اور بیان واقعات کے انداز کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا، جس سے انسانی نفسیات کے مطابق مجھے مسرت ہوئی۔ اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا اور مجھے ان کی کتابیں اور مضامین پڑھنے کے مواقع میسر آئے۔ ان سے بے تکلفی کا سا معاملہ ہو گیا تھا۔

وہ ہر بات باحوالہ لکھتے تھے اور اپنے خاص اسلوب میں قلم کو حرکت دیتے تھے۔

وہ آخری مرتبہ میرے غریب خانے پر اپنے پبلشر اور میرے دوست مولانا محمد سرور عاصم (مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور) کے ساتھ تشریف لائے۔ کافی دیر سلسلۂ کلام جاری رہا۔ اپنے علاقے میں کتاب و سنت کی تبلیغ کے سلسلے میں وہ جو خدمات سرانجام دے رہے تھے، اس کی تفصیل بیان کی۔

حافظ صاحب ممدوح کا مسکن حضرو تھا۔ وہاں ان کا اصل کام تصنیف و تالیف تھا۔ وہ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں لکھتے تھے۔ ان کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد 64 کے لگ بھگ ہے۔ 24 اردو زبان میں ہیں اور 30 عربی

زبان میں۔

چار پانچ کے سوا سب کے نام عربی قسم کے ہیں، ان میں بعض کتابیں غیر مطبوعہ ہیں اور بعض نامکمل بھی ہیں۔ کچھ پتا نہیں غیر مطبوعہ اب طبع ہو سکیں گی یا نہیں اور نامکمل تکمیل کے مراحل طے کر سکیں گی یا نہیں؟ ان کا ماہانہ مجلّہ ''الحدیث'' جو بہت سالوں سے جاری ہے۔ اس کے زیادہ تر مضامین خود انھی کے ہوتے تھے۔ معلوم نہیں اب اس مجلّے کا کیا بنے گا۔ ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ انھوں نے کسی شخص کی علمی اور تحقیقی انداز کی تربیت کی یا نہیں کی۔*

تصانیف اور ''الحدیث'' کے علاوہ ہفت روزہ الاعتصام، اہل حدیث، ماہنامہ محدث، شہادت اور بعض دیگر جماعتی جرائد ورسائل میں ان کے رشحاتِ قلم کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

بے شبہ حافظ ممدوح موجودہ دور کی جماعت اہل حدیث کے ممتاز محقق اور مصنف تھے۔ وہ کلکِ رواں اور ذہن رسا کے مالک تھے۔ ان کی نظر وسیع تھی اور وہ تحقیق سے لکھتے تھے۔ اظہارِ مدعا میں اگرچہ بسا اوقات ان کے قلم کا لہجہ سخت ہو جاتا تھا مگر رفتارِ تحقیق میں فرق نہیں آتا تھا۔

میں نے اپنی ایک کتاب ''گلستانِ حدیث'' میں (جو 2011ء میں مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور سے شائع ہوئی) ان سے متعلق مضمون لکھا تھا۔ اس میں بعض ایسی باتیں بھی آ گئی ہیں جن سے میرا خیال ہے انھیں اتفاق نہیں ہوگا، لیکن انھوں نے مجھ سے قولاً یا تحریراً کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔

اب آیئے حافظ صاحب کی بیماری اور وفات کی طرف!

یہ ماہِ ستمبر (2013ء) کی 20 یا 21 تاریخ کی بات ہے، میرے پاس فیصل آباد کے ایک دوست محمد جعفر صاحب بیٹھے تھے۔ وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے بے حد عقیدت مند ہیں اور انھیں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تذکرہ ہوا۔ اتفاق ملاحظہ ہو کہ ابھی زبان پر ان کا نام آیا ہی تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور فیصل آباد سے ایک دوست کی آواز کان میں پڑی کہ ابھی ابھی سرگودھا سے اطلاع آئی ہے کہ وہاں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر فالج کا حملہ ہوا ہے اور ان کی حالت خطرے میں ہے۔ یہ سن کر بے حد تشویش ہوئی۔ اس کی تصدیق کے لیے میں نے اسی وقت فیصل آباد میں مولانا ارشاد الحق اثری کو ٹیلی فون کیا تو انھوں نے اس خبر سے لاعلمی کا اظہار کیا، پھر جامعہ سلفیہ کے ایک دوست سے رابطہ کیا گیا، انھیں بھی اس کا علم نہیں تھا۔ اس کے بعد لاہور میں جماعت کے اخبارات سے پتا کیا تو ان کی طرف سے بھی یہی جواب آیا کہ ہمیں اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں پہنچی۔

اتنے دروازے کھٹکھٹانے کے بعد ذہن میں آیا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پبلشر محمد سرور عاصم صاحب سے پوچھنا چاہیے، انھیں ضرور پتا ہوگا۔ چنانچہ اردو بازار میں ان کے مکتبہ اسلامیہ میں ٹیلی فون کیا تو معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے اور سرور صاحب خبر سنتے ہی ان کی عیادت کے لیے سرگودھا چلے گئے ہیں۔ مکتبے سے میں نے سرور صاحب کا موبائل نمبر لیا اور کچھ دیر کے بعد ان سے رابطہ کیا تو انھوں نے یہ تشویش ناک جواب دیا کہ حافظ صاحب کو اسلام آباد کے ایک ہسپتال

* شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک ملاقات میں کچھ معلومات فراہم کیں تو فرمانے لگے: میں اپنے مضمون میں مزید اضافہ کروں گا، لیکن موقع نہ ملا اور دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ رحمہ اللہ

میں داخل کرا دیا گیا ہے، میں ہسپتال میں ہوں۔ ان کے حالت خطرے میں ہے۔ بس دعا کرو، اللہ صحت عطا فرمائے۔

سچی بات یہ ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے لیے دعا کے ساتھ ہی سرور صاحب کے لیے بھی دل کی گہرائی سے دعا نکلی کہ یا اللہ! حافظ صاحب کو بھی صحت عطا فرما اور اپنے بندے سرور کو بھی خیر و عافیت سے نواز کہ نفسا نفسی کے دور میں اپنے مصنف کی تکلیف کا سن کر اسی وقت اتنا سفر طے کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچا اور پھر انھیں وہاں سے اسلام آباد کے ہسپتال میں لے کر گیا اور اب وہیں بیٹھا ہے۔ موجودہ دور کے پبلشروں میں میرے خیال میں یہ ایک منفرد قسم کی مثال ہے۔ کوئی پبلشر چند فرلانگ کے فاصلے پر کسی مصنف کے پاس خیریت پوچھنے نہیں جاتا ہوگا، بلکہ ٹیلی فون بھی نہیں کرتا ہوگا، لیکن یہ شخص جس کا نام محمد سرور عاصم ہے، سینکڑوں میل کا سفر کرتا ہے اور پھر مصنف کا علاج بھی کراتا ہے۔ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے، لیکن اس پبلشر نے بڑی صالحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ان کا کتب خانہ مختلف موضوعات کی بے شمار کتابوں پر مشتمل ہے۔ وہ عربی اور اردو کے مصنف بھی تھے، مترجم بھی تھے، مدرس بھی تھے، خطیب بھی تھے، مناظر بھی تھے، تخریج میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ اپنے علاقے حضرو اور اس کے گرد و پیش میں ان کی کوشش سے اہل حدیث کی متعدد مسجدیں تعمیر ہوئیں، جن میں باقاعدہ جمعہ و جماعت کا سلسلہ جاری ہے اور طلبا کو قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس نواح میں ان کی مساعی سے توحید و سنت کی بہت ترویج ہوئی۔ یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ ان کی اس مخلصانہ جدوجہد کو قبول فرمائے۔ تحصیل علم کے بعد وہ کچھ عرصہ کپڑے کی تجارت بھی کرتے رہے، وہ نہایت مستعد اور محنتی عالم دین تھے۔ وہ تقریباً پونے دو مہینے بیمار رہے اور اس اثناء میں ان پر بے ہوشی طاری رہی۔

10 نومبر 2013ء کو ان کی وفات ہوئی۔

إنا لله و إنا إليه راجعون.

بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے والد مکرم حاجی مجدد خان کی عمر 100 سال کے قریب ہے، اللہ تعالیٰ انھیں صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔

حافظ صاحب کی نرینہ اولاد تین بیٹے ہیں:

طاہر، عبداللہ اور معاذ۔

اللہ اس گھرانے کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین یارب العالمین

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی وتحقیقی خدمات

مولانا ابو نعیمہ محمد یحییٰ مارفانی ﷾*

10 نومبر 2013ء کی صبح یہ دلخراش خبر سننے کو ملی کہ آفتاب علم وعمل اور فن اسماء الرجال کے امام، محدث العصر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے ہیں۔ إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک باعمل عالم، فن رجال کے امام، عربی اور اردو کتب کے مصنف ومترجم ہونے کے ساتھ ساتھ مسلک اہل حدیث کے سرگرم اور پرعزم مبلغ ومناظر تھے، جس کا علمی ثبوت شیخ رحمہ اللہ کی زندگی کی عملی کاوشیں ہیں جو انھوں نے دین اسلام کی سربلندی اور ابطال باطل کے لیے سرانجام دیں، فرمان رسول ﷺ ہے: ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَيْدِيكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ)) ”مشرکین سے اپنے ہاتھوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔“ (صحیح، سنن أبي داود: 2504، المختارة للمقدسي: 1642)

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں دین اسلام کے لیے صرف کر دیں۔ ہم ذیل میں شیخ رحمہ اللہ کی زندگی کے ایک پہلو ”فرق باطلہ کا رد“ کے بارے میں چند معروضات پیش کرنے کی جسارت کریں گے۔

شیخ رحمہ اللہ کی طبیعت بحمد للہ مناظرانہ تھی اور ایک مومن عالم کے لیے دین اسلام کی خدمت کے لیے مناظر ہونا بہت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ ”لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے مجادلہ کرو۔“ (النحل: 25)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایک کافر سے مناظرہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ (البقرۃ: 285)

صحابہ کرام کی سیرت سے ان کا باطل مسالک سے مناظرہ کرنا متعدد کتب احادیث میں مذکور ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہر وہ شخص (جو عالم ہونے کے باوجود) ملحدین ومبتدعین سے بنیاد کاٹ دینے والا مناظرہ نہیں کرتا تو اسے اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور نہ اس کا کلام علم ویقین کا فائدہ دیتا ہے۔“

(درء تعارض العقل والنقل 357/1)

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں باطل ادیان اور باطل مسالک سے متعدد مناظرے کیے۔

باطل ادیان اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ:

۱: ردعیسائیت: دین اسلام اللہ کا آخری اور کامل دین ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، سیدنا مسیح علیہ السلام تو خود نبی کریم ﷺ کی بشارت دینے والے ہیں، لیکن موجودہ عیسائیت پولس کی اختراعات کا شکار ہونے کی وجہ سے دین اسلام پر ناروا حملے کرتے رہتے ہیں، اسی طرح کا واقعہ شیخ رحمہ اللہ کی زندگی میں اٹک شہر میں پیش آیا، جہاں عیسائیوں کے سکول زیڈ۔ بی۔ آئی میں برکت مسیح نامی پادری

---

* مناظر اسلام، مدرس دار العلوم المحمدیہ، لاہور

سے مناظرہ ہوا جس میں عیسائی پادری برکت مسیح نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عبرانی نسخے کا حوالہ دیا اور کہا: یہ اصل متن اور ماخذ ہے، اس کا خیال تھا کہ کوئی مسلمان عبرانی زبان نہیں جانتا، لہٰذا اس مجمع میں رعب پڑ جائے گا۔

شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ بحمد للہ عبرانی پر بھی عبور رکھتے تھے، چنانچہ اس عیسائی سے بائبل لے کر دو الگ الگ مقامات سے عبارت پڑھ کر اس کا تناقض ثابت کیا اور یوں برکت مسیح عیسائی پادری شیخ زبیر اور ان کے مناظر کی ٹیم کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گیا۔

شیخ زبیر رحمۃ اللہ نے مسیحیت کے تصورِ خدا کہ مسیحیوں نے کس طرح اللہ رب العالمین کی توہین کر رکھی ہے اور بائبل تضادات اور تناقضات کا مجموعہ ہے نہ کہ کلام اللہ۔

اس پر ایک تفصیلی مقالہ مقالات (551/1) میں رقم کیا، وہاں اٹک کے اس مناظرے کی مختصر روئیداد بھی ذکر کی ہے۔

اسی طرح شیخ رحمۃ اللہ نے عیسائیوں کے چیلنج پر مبنی سوالات اور اس کے علمی جوابات دے کر مسیحیت کو گنگ کر دیا، جس کی تفصیل فتاویٰ علمیہ (35/2) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

فتنۂ انکارِ حدیث اور محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ:

دین اسلام کے بنیادی ماخذ کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور شریعت کی رُو سے دونوں پر ایمان رکھنا فرض اور ان کا انکار کرنا کفر ہے، کیونکہ جس طرح قرآن مجید وحی الٰہی ہے اسی طرح حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحیِ الٰہی ہے۔ قرآن بھی کتاب اللہ ہے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کتاب اللہ ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاري: 2695، 4886) وغیرہ

فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ من جانب اللہ ہیں، جبکہ احادیث کے الفاظ من جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث رسول کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اس فتنہ انکار حدیث کی پیشین گوئی بھی کر دی ہے۔

ہر دور میں ایسے باطل پرست لوگ رہے ہیں جو مختلف رنگ روپ میں احادیث کے منکر تھے۔ بعض بالکلیہ، بعض جزوی، بعض عقائد وصفات کے بارے میں خبر واحد کے منکر ہیں، بعض لوگ کھلا انکار کی بجائے تشکیک کے راستے سے انکاری ہوتے ہیں۔

شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ نے فتنہ انکار حدیث کی بیخ کنی کے لیے اسی جملہ پہلوؤں پر مفصل مقالات سپرد قلم کیے ہیں، مثلاً: ہر حدیث خواہ متواتر ہو یا آحاد حجت ہے۔

(مقالات 156/1)

اور انکارِ حدیث کفر ہے۔ (مقالات 570/3)

انکارِ حدیث کے بانی کون؟ اس حوالہ سے خوارج جو اس فتنہ کے اول روح رواں ہیں ان کی چیرہ دستیوں کو طشت از بام کیا گیا ہے۔ (مقالات 571/3)

اسی طرح متقدمین سے لے کر متاخرین تک بعض مخصوص گروہ ہمیشہ خبر واحد کی حجیت سے انکاری رہے، ہمارے موجودہ دور میں لوگوں کا جم غفیر موجود ہے جو علانیہ خبر واحد کی حجیت کے منکر ہیں، بالخصوص عقائد وصفات باری تعالیٰ وغیرہما میں، مثلاً: دیوبندی مسلک کے ''شیخ الحدیث'' سرفراز خان صفدر صاحب راقمطراز ہیں: '' عقیدے کے

اثبات کے لیے کوئی قطعی نص یا خبر متواتر وغیرہ درکار ہے، یہاں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک ص 25 مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

اسی طرح بریلوی مسلک کے بانی جناب احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں: ''اور نہ احادیث آحاد اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ درجے کی ہوں، عموم قرآن کی تخصیص کر سکیں بلکہ اسی کے حضور مضمحل ہو جائیں گی۔'' (فتاویٰ رضویہ 488/29)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کے دیگر بدعتی فرقوں کی تردید اور امت مسلمہ کی اصلاح کے لیے ایک مقالہ ''عقائد میں خبر واحد کی حجیت'' (مقالات 89/2) اور دوسرا مقالہ ''صفات باری اور خبر واحد'' (مقالات 23/4) کی حجیت ثابت کر کے احادیث سے ثابت شدہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو نمایاں کر کے ہدیۂ قارئین کیا، تاکہ مسلمانان اسلام گمراہ لوگوں کی تلبیسات وتشکیکات سے گمراہی کا شکار نہ ہو جائیں اور محکم دلائل سے ایسے گمراہ لوگوں کی تلبیسات وتشکیکات کا تار پود بکھیر کر رکھ دیا۔

اسی طرح انکار حدیث کے لیے آل تقلید نے ایک نیا ڈھونگ رچا رکھا ہے کہ حدیث وسنت میں فرق ہے، اس تناظر میں وہ ایسے ایسے کفریہ بول بول جاتے ہیں کہ جس کا واضح مقصد نہ صرف استخفاف وانکار حدیث بلکہ وہ ظالم اس معاملہ میں احادیث کا مذاق تک اڑانے سے باز نہیں آتے۔ پاکستان میں اسی فتنے کو عوام الناس میں زیادہ ہوا دی گئی۔ حتیٰ کہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں: اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول نے کہاں کہا ہے کہ میرے حدیث کو مانو (علیکم بحدیثي) (دیکھئے مناظرہ مابین حافظ عمر صدیق و عبدالتواب رضاخانی)

حالانکہ ان بدنصیبوں سے پوچھنا چاہیے کہ جو کلمات ''علیکم بسنتي'' پڑھ کر حدیث کا انکار کرتے ہو!!! یہ الفاظ کیا ہیں؟ (یہ حدیث ہی تو ہے)

حالانکہ متقدمین متاخرین کے اجلہ اہل علم کے ہاں حدیث وسنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، مثلاً آپ حدیث کی کتب سنن اربعہ کے نام پر غور فرمائیں: سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن ترمذی، یہ کتابیں حدیث کی ہیں اور نام سنن جو سنت کی جمع ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنے کے خاتمہ اور دفاع حدیث میں ایک وقیع مقالہ بعنوان: ''حدیث وسنت میں فرق کا اختراعی نظریہ'' (مقالات 290/2) لکھ کر ان گمراہ لوگوں کے جملہ شبہات کا سد باب کر دیا۔

فتنہ قادیانیت اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ:

عقائد اسلام میں ایک بنیادی عقیدہ ختم نبوت ہے۔ ہر شخص پر لازم ہے کہ امام الانبیاء محمد ﷺ کو آخر الزماں خاتم النبیین تسلیم کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ محمد ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبوت عطا نہیں فرمائی اور تاقیامت نہ کسی کو عطا کرے گا، لیکن نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے میرے بعد تیس (30) کذاب ہوں گے۔ اس پیشین گوئی اور اس جیسی دیگر پیشین گوئیوں کے مصداق مختلف لوگوں نے دعویٰ نبوت کر رکھا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں انگریز دور میں اس فتنے نے پھر سر اُٹھایا اور ایک بدبخت مرزا غلام قادیانی حنفی نے بتدریج دعویٰ نبوت کر دیا، اس کے تدریجی دعوؤں میں مجددیت، مہدیت اور نزول مسیح اور انکار ختم نبوت احمدی قادیانیوں کے ہاں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے جہاں علمی میدان میں اتر کر ان سے مناظرے کیے جس میں سے ایک مشہور مناظرہ اٹک کے شہر میں ہوا جہاں بحمد اللہ شیخ کے مضبوط ومبرھن دلائل سے متاثر ہوکر احمد نام کے ایک مرزائی نے مزرائیت ترک کر کے اسلام قبول کرلیا، وہاں شیخ رحمہ اللہ نے قلمی میدان میں بھی قادیانیت کے بنیادی مسائل وعقائد پر مدلل ضرب کاری کی۔ شیخ رحمہ اللہ نے ختم نبوت کے متعلق صحیح عقیدہ اسلامیہ بیان کر کے بڑے خوبصورت پیرائے میں چالیس اہم دلائل سے اس عقیدہ کی اہمیت کو اجاگر کر دیا۔ ملاحظہ ہو: مقالات (71/5)

عوام الناس پر قادیانی مذہب کا ایک بنیادی حملہ نزول مسیح وظہور مہدی کی صورت میں ہوتا ہے، کیونکہ یہ نامراد گروہ جب تک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ ثابت نہ کرلیں، مرزا کے لیے نبوت کی کرسی خالی نہیں ہوتی۔ اس لیے شیخ رحمہ اللہ نے قادیانیت کے قصر عنکبوت کو زمین بوس کرنے کے لیے جہاں ان مسئلوں پر مفصل تحریرات سپرد قرطاس کیں وہاں مرزا غلام قادیانی کذاب علیہ ما علیہ کو جھوٹا وکذاب ثابت کرنے کے لیے ''مرزا کے تیس جھوٹ'' کے نام سے ایک نادر علمی مقالہ تحریر کیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے مقالات 132/1)

اسی طرح '' ظہور مہدی'' پر شیخ رحمہ اللہ کے رشحات قلم ملاحظہ کرنے کے لیے مقالات (42/2) کا مطالعہ کیجئے اور ''نزولِ مسیح'' پر شیخ رحمہ اللہ کا مقالہ (مقالات 83/1) سے پڑھا جاسکتا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نے جہاں جہاں مقالات ومناظرات کے ذریعے سے قادیانیت کا ناطقہ بند کیا وہاں اس فتنے کے شرپسند جہاں مسلمانوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے مختلف سوالات واعتراضات اٹھاتے شیخ رحمہ اللہ مدلل و مسکت جوابات سے ان کی تشفی فرمادیتے تھے۔
دیکھئے مقالات (466/4، 481,564/3)

اسی طرح شیخ رحمہ اللہ نے قادیانیوں کے اپنے مخصوص نظریات نزول مہدی وانکار ختم نبوت وغیرہ پر پیش کردہ روایات کی پندرہ صفحات پر مشتمل مفصل تخریج وتحقیق کر کے ان کا بطلان اور مردود ونا قابل اعتماد ہونا ثابت کر کے ان کو دلائل کی دنیا میں ہمیشہ کے لیے یتیم کر دیا۔
(جزاہ اللّٰہ خیرًا)

فتنہ برزخیہ اور شیخ رحمہ اللہ کی مساعی:

کیپٹن مسعود الدین عثمانی (دیوبند مماتی) نے معتزلہ کی ترجمانی کرتے ہوئے جہاں عذاب قبر کا انکار کیا وہاں امام ابوحنیفہ کی اندھی تقلید میں دینی امور پر اجرت کا انکار کر دیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ اپنے مخصوص نظریات کے منکر کو کافر قرار دیتے ہوئے خود کو المسلمین کے لقب سے ملقب کر کے محدثین بالخصوص امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو بھی کافر قرار دیا۔ اس فتنے کی بیخ کنی کے لیے شیخ رحمہ اللہ نے اس فتنے کے پوپ کیپٹن عثمانی سے مناظرہ کر کے اسے لاجواب کر دیا۔ اس کے خلاف اپنے قلم وقرطاس کو استعمال کر کے ایک علمی مضمون بھی لکھا جو ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ آف کراچی کی کتاب ''الدین الخالص'' (عذاب قبر) کے شروع میں بطور مقدمہ درج ہے۔

فرقہ مسعودیہ اور شیخ حافظ زبیر رحمہ اللہ:

صوبہ سندھ کے شہر لاڑکانہ سے تعلق رکھنے والا مسعود احمد بی ایس سی ابتدا میں ایک عالم کی حیثیت سے متعارف

تھا، پھر شیطان کے بہکانے سے ایک رجسٹرڈ ''جماعت المسلمین'' کا امیر وخلیفہ ہونے کا دعویدار بن کر امت مسلمہ کی تکفیر پر اتر آیا۔

اس فتنے نے کئی ایک سلفی نوجوانوں کو بھی اپنے دامن تکفیر میں پھانس کر انھیں گمراہ کرنے کی کوشش کی، اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے جہاں دیگر علمائے اسلام نے اپنا حصہ ڈالا وہاں شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے امت مسلمہ بالخصوص مسلک اہل حدیث سے منسلک عوام وخواص کو بچانے کے لیے ''فرقہ مسعودیہ اور اہل الحدیث'' کے عنوان سے مسلک اہل حدیث کے امتیازات اور فرقہ مسعودیہ کی گمراہی کو واضح کیا۔ (مقالات 124/5)

اور نہ صرف فرقہ مسعودیہ کے شرعی مسائل میں گمراہی کو طشت از بام کیا، بلکہ جب ان کے بے لگام طرزِ عمل نے محدثین کا انکار کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے ان کی اس مسموم کاوش کا قلمی جہاد کے ذریعے مفصل رد فرمایا۔ (دیکھئے مقالات 224/3)

شیخ رحمہ اللہ نے اس فرقہ کو جڑ سے کھوکھلا کرنے کے لیے ان کے ''امام وخلیفہ'' کی حقیقت اسماء الرجال کی روشنی میں واضح کر کے ان کی گمراہی وبطلان کو نمایاں کر کے رکھ دیا۔

باطل عقائد اور شیخ رحمہ اللہ کی مساعی:

وحدت الوجود وہ گمراہ عقیدہ ہے جس کی بنا پر ابن منصور حلاج جیسے گمراہ صوفی نے کہا تھا:

'' أنـا الـحق '' (میں اللہ ہوں) اور یہی کفریہ گمراہ عقیدہ باطنیوں کے رگ و ریشہ میں اس قدر گھر کیے ہوئے ہے کہ ایک صوفی وجودی دیوبندی حکیم الامت رقمطراز ہے:

''فرمایا ایک بزرگ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا، اس کی کیا وجہ ہے کہ فرعون نے أنا ربکم اعلٰی کہا تو مردود ہوا اور منصور نے ایسا کہا تو مقبول ہوا۔ جواب دیا کہ فرعون نے ہمارے مٹانے کے لیے کہا اور منصور نے اپنے مٹانے کے لیے''

(الکلام الحسن 198/2، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ لاہور)

نـعـوذ بالله من ذلك ایسی کفریات کی صفائی کے لیے اللہ رب العالمین پر الزام تراشی سے بھی گریز نہیں کیا گیا، اور تو اور اسی باطل عقیدے کا نتیجہ تھا جو انگریز کی حمایت میں ناف میں گولی کھا کر مردار ہونے والے ایک صوفی ضامن علی بیہودگی اور کمینگی کی اس حد تک اتر آیا کہ ایک رنڈی کے جواب میں کہنے لگا: ''کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے۔'' (تذکرۃ الرشید 142/2)

ایسی کفریات کے سد باب کے لیے شیخ رحمہ اللہ نے وحدۃ الوجود کی لغوی واصطلاحی تعریفات وحقیقت و جودیوں کی مسلمہ شخصیات وکتب سے بیان کی، پھر آلِ دیوبند کے ان ذمہ داروں جو اس گمراہ نظریات کے مرتکب ہیں کا مکمل تعارف کروایا، پھر وجودیوں کے ایک غالی وکیل نثار احمد الحسینی دیوبندی کے تردیدی مضمون کا تفصیلی ومبرھن جواب بعنوان آلِ دیوبند اور وحدت الوجود سے رقم کر کے اس فتنے کی کمر توڑنے میں آخری کیل تک ٹھونک دی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے مقالات (475/1، 460/1) فتاویٰ علمیہ (69/1) وغیرہ۔

عقیدہ استواء علی العرش:

وحدت الوجود اور اس قسم کے باطل نظریات رکھنے والے لوگ اپنے تقلیدی ذہن کی وجہ سے مسلمہ اور ثابت شدہ عقائد کا بھی انکار کر دیتے ہیں، مثلاً: عقیدہ استواء علی العرش وغیرہ تو شیخ محترم نے منکرین ومتاولین کے اعتراضات

کے جوابات دے کر ان پر حجت تامہ قائم کر دی تفصیل کے لیے دیکھئے: مقالات (13/1) فتاویٰ علمیہ (33/1)

عقیدہ حیات النبی ﷺ:

آل تقلید دیو بند و بریلی کتاب وسنت کے واضح دلائل اور اصحاب محمد ﷺ کے نمایاں عقیدے کہ ''نبی ﷺ اس دنیا سے وفات پا چکے ہیں اور آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی کے ختم ہونے کے بعد آپ اپنی برزخی اور اخروی زندگی کے ساتھ جنت کے محل میں ہیں اور آپ ﷺ کا جسد اطہر قبر مبارک میں محفوظ ہے'' کے برعکس نبی ﷺ کی وفات اور حیات برزخیہ کے منکر ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل کتاب وسنت کے ساتھ جہاں وفات النبی کے مسئلہ کو مبرھن کیا وہاں ساتھ ہی اصحاب محمد ﷺ سے نبی کریم ﷺ کی حیات دنیا کا اختتام اور حیات سے اخروی و برزخی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے متقدمین و متاخرین کی ایک بڑی جماعت سے نبی کریم ﷺ کی حیات اخرویہ کی تائید پیش کر کے اہل بدعت کے بطلان کا قلع قمع کر دیا۔ (مقالات 19/1، فتاویٰ علمیہ 164/1)

قبروں سے باطنی فیض، قبر نبوی سے درود وسماع کا مسئلہ، وسیلے کی حقیقت اور مسئلہ نور و بشر:

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بدعت کے دیگر باطل عقائد و نظریات مثلاً: قبروں سے فیض، قبر نبوی اور درود وسماع کا مسئلہ، اسی طرح اہل بدعت کا مسئلہ وسیلہ میں الحاد، اور آل بریلی کے عقیدہ نور و بشر پر مدلل کلام کر کے ان کی حقیقت کو طشت ازبام کیا۔

آل دیو بند اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی کاوشیں:

آل دیو بند کا تقلیدی تعصب اور جمود کسی بھی اہل عقل و دانش سے مخفی نہیں، اسی تعصب اور جمود کی وجہ سے آل دیو بند کا کتاب وسنت اور اہل حق کے خلاف زہریلا انداز حتیٰ کہ آل دیو بند اپنے مخالف مسلکی مسائل میں شرعی احکام پر جارحانہ تنقید، ان کا مذاق اڑانا، انھیں بیہودہ اور گندی اشیاء سے تشبیہ دینا، نیز اصحاب محمد ﷺ پر نازیبا الفاظ کے استعمال سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔ آل دیو بند کا اہل حدیث کے خلاف بغض ونفرت کا اظہار مختلف صورت میں سامنے آتا رہتا ہے کبھی کتب و رسائل کی صورت میں اور کبھی سوالات اور اشتہارات کی صورت میں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بحمد للہ باطل کے ہر بطلان کا ناطقہ بند کرنے کے لیے اہل بدعت سے ہر محاذ پر مقابلہ کیا۔ اگر آل دیو بند کی طرف سے اہل حق کے خلاف کتابوں کی صورت میں کیچڑ اچھالا گیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مدلل ومضبوط اور سنجیدہ قلم سے ان کی بیخ کنی کر دی اور آل تقلید دیو بند کو ایسی منہ کی کھانا پڑی کہ دوبارہ کبھی سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی جس کی تفصیل کے لیے دیکھئے: ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بدعت کے اسی پرائمری ماسٹر کا جب پوسٹ مارٹم کیا تو یہ ایک عرصے تک زندہ رہا، لیکن اس کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی طرح شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آل دیو بند کے لٹریچر پر مختلف انداز میں ردود لکھے مثلاً: حدیث اور اہل حدیث نامی کتاب کے جھوٹ اور خیانتیں، حبیب اللہ ڈیروی کی کتب کا مناقشہ، الیاس گھمن کی کتب کے جھوٹ اور اس میں پائی جانے والی جعلی، موضوع اور متروک

روایات کی نشاندہی۔

آل دیوبند نے اپنے زہریلے پروپیگنڈا کے لیے جب اشتہارات اور فرضی سوالات کا راستہ اختیار کیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دینی غیرت نے جوش مارا اور ان اشتہارات کا ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ آل دیوبند کو دوبارہ اس کے دفاع کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

آل دیوبند کے مناظر ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جب یہودی اور عیسائی بار بار شکست کھانے کے بعد میدان مناظرہ چھوڑ بیٹھے تو اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لیے انھوں نے یہ طریقہ نکالا کہ یہود و نصاریٰ کا کوئی عالم مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرے بلکہ سکول و کالج کے لڑکوں کو غلط سلط سوالات دے کر مسلمان علماء کے پاس بھیجو۔ تاکہ وہ غلط سلط سوالات پوچھتے رہیں اور مسلمان عالم اگر کوئی ان کے مذہب کی بتائے یا پوچھے تو صرف یہ کہہ دیں کہ ہم تو ان پڑھ ہیں اور صرف تحقیق کے لیے چند سوالات پوچھنے آئے ہیں مناظرہ کرنا ہمارا مقصد نہیں، حالانکہ یہ جواب محض دھوکا اور فریب ہے...... وہ جان بوجھ کر اس لیے جاہل بن رہا ہے۔ کہیں شرائط مناظرہ کی پابندی نہ کرنا پڑے۔''

(مجموعہ رسائل ج3 ص21)

جب آل دیوبند نے بالکل وہی انداز اختیار کر لیا جس کو دیوبندی مناظر نے یہودی اور عیسائیوں کا طریقہ بتایا اور صریح منافقت سے تعبیر کیا تھا اور اہل حدیث کے خلاف فرضی سوالات کی بوچھاڑ کر دی گئی تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے الحمد للہ جہاں دلائل کے ساتھ ان سوالات کے جوابات دے کر اس کی حقیقت کو آشکار کیا وہاں آل دیوبند کو صحیح سمت پر لانے کے لیے الزامی طور پر ان پر ایسے مضبوط سوالات قائم کیے جن کے جوابات دینے سے (الحمد للہ) آل دیوبند عاجز ہے۔

(دیکھئے ''آل تقلید کے سوالات اور ان کے جوابات'' مقالات 189-197/1، ''آل دیوبند سے دو سو دس سوالات'' مقالات 423/2)

برصغیر پاک و ہند میں آل تقلید دیوبند، اہل سنت حنفی کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں بے نقاب کرنے کے لیے ان کے باطل عقائد و نظریات اور گمراہیاں واضح کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حقیقت میں یہ نہ تو اہل سنت ہیں اور نہ حنفی۔

تفصیل کے لیے دیکھئے مقالات (426/4)

ابطال رضاخانیت اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ:

آل تقلید اہل بدعت کا دوسرا گروہ بریلویت ترویج بدعات اور افشاء کذب میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ اہل بدعت نے اپنے گمراہ کن نظریات اور بدعات کے تحفظ کے لیے کوئی پہلو نہیں چھوڑا، چنانچہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلمی جہاد کے ذریعے سے ان میں سے ہر ایک کے کذب و افتراء، روایات کا ضعف وحقیقت، طشت از بام کر کے کئی گمراہ مبلغین کو چیلنج دیا۔ آل دیوبند کی طرح آل بریلی نے جب میدان میں ذلت کا منہ دیکھا تو وہ بھی فرضی سوالات کر کے اکابر کے فتویٰ کی روشنی میں گستاخ و بے ادب ثابت ہوئے، جس کی ایک ادنیٰ مثال کے لیے دیکھئے مقالات (423-424/4)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور اندازِ ابطال وتردید:

اہل بدعت اپنے مخالف کی تردید کے لیے اس کی عبارت میں قطع و برید سے بات کا بتنگڑ بنا کر اس پر تنقید شروع

کر دیتے ہیں، جبکہ اس کے برعکس شیخ رحمہ اللہ آیت قرآنی:
﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ ''اور کسی قوم کی مخالفت تمھیں ناانصافی پر نہ ابھار دے، انصاف کرو یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب کرنے والا ہے۔'' (المائدۃ: 2)
اس آیت کے مطابق جب بھی کسی مخالف کی تردید مطلوب ہوتی ہے تو اس کی اصل عبارت کے فوٹو لگا کر، پھر اس کی دلائل قاطع سے تردید کرتے ہیں، تاکہ مخالف کو یہ کہنے کا موقع ہی نہ ملے کہ ہماری عبارات کو قطع و برید کا نشانہ بنا کر ظلم کیا گیا ہے اور اس طرح انصاف کے تقاضے بھی پورے ہوجاتے ہیں۔ وللہ الحمد

امام حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ: ایک تاریخ و تحریک

مولانا محمد اسلم سندھی حفظہ اللہ *

اسلامی تاریخ میں ایسی بے شمار ہستیاں گزری ہیں، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ورثہ علم کو سیکھنے اور سکھانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ انھوں نے نہ صرف احادیث کو جمع کیا، بلکہ ان کی چھان بین کی، صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کیا اور اسناد قائم کی، جس سے صدیوں کی تاریخ مرتب ہوئی۔ انھوں نے ثقہ اور ضعیف راویوں کو ایسے واضح کیا جیسے رات کے اندھیرے سے صبح کا اجالا نکلتا ہے۔ نہ صرف حدیث کو لکھا گیا، بلکہ سند حدیث نے ایک مستقل فن اور علم کا روپ دھارا۔ یہ امت مسلمہ کا ایک امتیاز ہے اور اولیاء اللہ، یعنی محدثین کی زبردست کرامت کا ثبوت ہے جس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، کیونکہ گزشتہ امتوں نے تو آسمانی کتابوں کی بھی حفاظت نہیں کی تو وہ انبیاء کرام کے افعال، اقوال، سنن اور اوصاف کی کیا حفاظت کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایک زمانے تک اسلامی دنیا کے شہر شہر اور بستی بستی میں سینکڑوں نہیں ہزاروں محدثین کرام موجود تھے۔ اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک محدث کے پاس سینکڑوں ہزاروں طالبان حدیث، طلب حدیث کی پیاس بجھانے کے لیے شب و روز موجود رہتے تھے۔ اگرچہ کچھ صدیوں کے بعد اس تڑپ میں کمی ہوئی، کیونکہ اب کتنے ہی لوگوں کا حدیث اور سلف صالحین کے منہج کی بجائے دیگر مذاہب و افکار کی طرف میلان شروع ہو چکا تھا، لیکن اس کے باوجود ہر دور میں ایک ایسی جماعت ضرور رہی جنھوں نے اہل الرائے اور اہل بدعت کا مقابلہ کیا اور ضعیف، باطل و موضوع روایات کو واضح کیا اور سلف صالحین کے سچے و کھرے منہج کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ جماعت قرب قیامت تک موجود رہے گی، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ.)) (صحیح مسلم: ۱۹۲۰)
''یعنی میری امت میں ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی۔'' امام بخاری رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ ان سے حدیث

* مدرس و خطیب شہداد پور، سندھ

کے علماء مراد ہیں۔ (فتح الباري 218/1 ح71)

انھوں نے کہا: میں نے امام علی بن المدینی سے سنا، انھوں نے کہا: اس جماعت سے اصحاب الحدیث (یعنی محدثین اور اہل حدیث) مراد ہیں۔ (فتح الباري 363/13 ح7311)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ان لم یکونوا أهل الحدیث فلا أدري من هم" (فتح الباري ج 1 ح71)

یعنی اس جماعت سے اگر اہل حدیث مراد نہیں تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟

یہ اہل حدیث علماء کی شان ہے کہ انھوں نے ہر دور میں اسلام کی حقیقی تصویر پیش کی اور ہر اس چیز کو رد کیا جس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط منسوب کیا گیا ہے، ہر دور میں انھوں نے ہر غلط فکر اور نظریے کو رد کیا اور ہر باطل فرقے سے جہاد کیا ہے۔

جب لوگوں نے اپنے مذہب اور فرقے کی تائید، دفاع کے لیے قلم اٹھایا ہے اور حدیث کے بالمقابل اپنے اماموں اور کتابوں کی بات پیش کی ہے تو محدثین اور اہل حدیث نے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے لیے قلم اٹھایا ہے اور حدیث کے دفاع کے لیے ہر قسم کی قربانی پیش کی ہے۔ عصر حاضر کے عظیم محدث علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ انھی محدثین کرام کے حقیقی وارث اور جانشین تھے۔

امام علی زئی رحمہ اللہ

راقم الحروف اسلام قبول کرنے کے بعد تین سال تک شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہا ہے۔ ان ہی ایام میں سندھ کے معروف شہر لاڑکانہ میں جماعت اہل حدیث اور احناف کے مابین مناظرہ طے ہوا تھا۔ لاڑکانہ شہر سے چند ساتھی اسی سلسلے میں علامہ سید بدیع الدین شاہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مخالفین احناف نے مناظرہ کا چیلنج دیا ہے اور ان کے فلاں فلاں مولوی مناظرہ کے لیے آرہے ہیں۔

شاہ صاحب نے کہا کہ آپ حافظ زبیر علی زئی صاحب کو اور سید طالب الرحمٰن شاہ صاحب کو بلائیں، حافظ زبیر صاحب اسماء الرجال میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ میں نے حافظ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اس وقت سنا تھا۔

قوت حافظہ، مطالعہ، علمی مقام اور قیامِ مکتبہ

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو زبردست قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ آپ نے بہت ہی مختصر عرصے میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زبردست ذہانت اور سرعت الفہم سے بھی نوازا تھا۔

کسی بھی شخص کو تب تک عالم نہیں کہا جا سکتا، جب تک وہ کتابوں کا مطالعہ نہ کرے۔ کتنے لوگ ہیں جو مدارس سے فارغ ہونے کے بعد خود کو علماء کی فہرست میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ مدارس کا نصاب مکمل کرنے سے انسان کے اندر مطالعہ کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، پھر جو طالب علم مطالعہ نہ کرے وہ عالم کیسے ہو سکتا ہے؟ دنیا کے اندر جتنے بھی بڑے اہل علم گزرے ہیں، انھوں نے دن رات کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ ماضی قریب میں شیخ ناصر الدین البانی، سید محبّ اللہ شاہ راشدی، سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہم اللہ روزانہ کئی کئی گھنٹوں تک مطالعہ کرتے تھے۔ مطالعہ کے لیے کتابوں کا ہونا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی بڑے بڑے اہل علم گزرے ہیں ان سب نے اپنے شاندار کتب خانے

قائم کیے تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنا زبردست کتب خانہ قائم کیا تھا، جس میں کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ کتب خانہ کی تقریباً تمام کتابیں آپ کی نظر سے گزریں اور ایک ایک کتاب کا آپ نے مطالعہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وقت کا عظیم محدث بنایا تھا اور فن اسماء الرجال میں آپ وقت کے امام تھے۔ یہ بلند رتبہ ایسے ہی نہیں مل گیا تھا، اس کے لیے آپ نے سالہا سال دن رات ایک کر کے مطالعہ کیا تھا۔ اسماء الرجال کی اکثر کتابیں آپ کو حفظ تھیں۔ آپ سریع القراءت بھی تھے۔ ایک دفعہ میں سعودی عرب سے واپس آ رہا تھا، فون پر شیخ صاحب سے عرض کیا: آپ کو کسی کتاب کی ضرورت تو نہیں؟ تو فرمایا: اسلم بھائی! میرے لیے سلسلہ صحیحہ کی پندرھویں جلد لیتے آنا۔ میں نے جدہ کی مارکیٹ سے مذکورہ کتاب خریدی، جو کہ تین بڑے حصوں پر مشتمل تھی، کراچی آ کر وہ کتاب آپ کو پوسٹ کر دی، کچھ دنوں بعد رابطہ ہوا اور عرض کیا، شیخ صاحب! کیا کتاب مل گئی؟ فرمایا: اسلم بھائی کتاب مل گئی اور میں نے وہ ایک ہی دن میں پڑھ بھی لی ہے۔

کوئی بھی شخص آپ کو فون پر کسی حدیث کی سند سے متعلق پوچھتا تو آپ کہتے کہ حدیث کی سند پڑھیں۔

پھر اگر سند میں ضعف یا کوئی علت وغیرہ ہوتی تو فوراً بتا دیتے، کیوں کہ آپ نے ہزاروں احادیث کی تحقیق کی، اکثر رواۃ کی معلومات آپ کو ازبر ہوتی تھی۔ جلسوں میں اکثر سوال و جواب کی نشست میں سامعین اس بات کا ضرور مشاہدہ کرتے تھے کہ حافظ صاحب حدیث کی سند پر کس طرح تحقیق پیش کرتے تھے۔ یہ آپ کا علمی مقام تھا اور علم حدیث میں رسوخ کا واضح ثبوت بھی۔

آپ کے علمی مقام کے لیے آپ کی بے شمار علمی تصانیف زبردست دلیلیں ہیں جو کہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہیں، کیوں کہ کسی کے علمی مقام کا بڑا ثبوت اس کی تصانیف سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا علمی مقام ان کی صحیح کی جمع و ترتیب اور ابواب سے معلوم ہوتا ہے۔

عالم اسلام کی دو نامور علمی شخصیات علامہ محمد ناصر الدین البانی اور علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہما اللہ حرم مکی کے مکتبہ میں مخطوطات کی ورق گردانی کر رہے ہیں، شیخ بدیع رحمہ اللہ کی نظر امام ابن حجر کی کتاب ''تغلیق التعلیق'' پر پڑتی ہے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اگر فتح الباری نہ لکھتے اور صرف یہ کتاب ''تغلیق التعلیق'' ہی لکھ دیتے تو یہی ایک کتاب ان کے علم کے ثبوت کے لیے کافی تھی۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے شیخ بدیع الدین رحمہ اللہ کی تائید کی اور فرمایا کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔

قارئین کرام! شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وقت کے امام تھے، بذاتِ خود ایک تاریخ اور تحریک تھے، جنھوں نے تنہا وہ کام کیا ہے جو آنے والی صدیوں میں ہزاروں لوگ مل کر بھی شاید نہ کر سکیں۔ انھوں نے ہی اس ملک میں تدریس حدیث میں انقلاب پیدا کیا۔ ورنہ ہمارے ہاں تو مدارس میں عموماً حدیث کا ترجمہ اور چند معروف فقہی مسائل بیان کیے جاتے تھے۔ حدیث کی سند اور علل پر بحث کرنے کی کون تکلیف کرتا تھا؟ اگرچہ جماعت اہلِ حدیث میں چند دوسری شخصیات بھی گزری ہیں، جنھیں اسماء الرجال میں کافی مہارت حاصل تھی،

لیکن شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وہ شخصیت تھے جنھوں نے عصر حاضر میں اس میدان میں انقلاب برپا کیا اور بے شمار نوجوان آپ سے متاثر ہو کر اس میدان میں آئے، اس فن اسماء الرجال میں مہارت حاصل کرنے کا نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ "اَلنَّاسُ اَعْدَاءُ مَا جَهِلُوْا" لہٰذا جو لوگ فن اسماء الرجال اور اصول حدیث سے بے بہرہ ہوتے ہیں، وہ ان علمائے کرام سے بغض و عداوت رکھتے ہیں جنھوں نے اس علم کے لیے اپنی زندگیاں صرف کر دی ہوتی ہیں۔

ایک ایسے ہی شیخ الحدیث صاحب کا سنا ہے جو کئی سالوں سے صحیح بخاری پڑھا رہے ہیں اور وہ اپنے درس میں شیخ البانی پر ہمیشہ تنقید کرتے ہیں کہ انھوں نے صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کیوں کیا ہے؟ جو لوگ کام نہیں کر سکتے وہ کام کرنے والوں پر بے جا تنقید کرتے ہیں یا کم از کم ان کی محنت کی بے قدری ضرور کرتے ہیں، یا پھر اندر ہی اندر جلتے ضرور ہیں۔

اس طرح کتنے ہی لوگوں نے شیخ البانی اور شیخ زبیر علی زئی رحمہما اللہ کی بے جا مخالفت کی، لیکن ایسے سارے کے سارے مخالف اپنی موت مر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے محدثین کو جو قبول عام سے نوازا ہے اس کی تو لوگ تمنا ہی کر سکتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد، خدائے بخشندہ

تدریس

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مکتبہ زبیریہ کے ساتھ ساتھ مدرسہ اہل حدیث بھی قائم کیا، جہاں پر باقاعدہ طور پر حفظ و ناظرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ملک اور بیرون ملک سے آنے والے طلبائے علم کو خود پڑھایا کرتے تھے، اس طرح ان سے بے شمار لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا، شیخ صاحب سعودی عرب میں رہے، تو وہاں بھی کئی لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک سال جامعہ امام بخاری سرگودھا میں صحیح البخاری پڑھائی، مختلف وقتوں میں آپ نے اصول حدیث اور اسماء الرجال کے بارے میں مختصر کورس بھی کروائے ہیں۔ جہاں پر بڑی تعداد میں طالبان علم شریک ہوئے ہیں۔

تلامذہ

شیخ صاحب رحمہ اللہ کے عرب و عجم میں لا تعداد شاگرد ہیں، جنھیں شمار کرنا ممکن نہیں، چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں: شیخ فیصل التمیمی (سعودی عرب)، شیخ ابو الفضل عبد القادر الادریسی الجزائری، شیخ ابو طاہر اثری (کوئٹہ)، شیخ ندیم ظہیر (لاہور)، شیخ صدیق رضا کراچی، شیخ حافظ طارق مجاہد یزمانی، شیخ ارشد کمال، فضل اکبر کاشمیری، شیخ تنویر شاہ ہزاروی، شیخ نصیر احمد کاشف، شیخ اصغر علی سمیجو، شیخ افضل محمدی، شیخ عبدالرحمٰن اثری، شیخ بشیر احمد عسکری، شیخ شبیر احمد جمالی (بلبل سندھ)، شیخ شعیب سلفی، شیخ محمد خان توحیدی، ڈاکٹر عبدالرقیب آرائیں۔ وغیرہ

تصنیف و تالیف

یہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کا اصل میدان تھا، آپ نہایت بسیار نویس تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرعتِ تصنیف سے نوازا تھا۔ آپ نے کم عرصے میں بہت زیادہ لکھا، آپ نے اردو اور عربی دونوں زبانوں میں لکھا اور چند کتابوں کے

ترجمے بھی کیے۔ آپ نے حضرو شہر سے ''الحدیث'' کے نام سے ایک ماہوار رسالہ بھی جاری کیا، جس میں اکثر مضامین اور مقالات آپ کے ہی ہوا کرتے تھے۔

ایک ایک مضمون اور مقالہ خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''الحدیث'' میں آپ نے جہاں حدیث اور اہل حدیث کا دفاع کیا، منہج سلف صالحین کو پیش کیا وہاں اہل بدعت پر بھی خوب رد کیا۔

آپ نے فن اسماء الرجال کو بھی نیا انداز دیا، ورنہ آپ سے قبل عموماً لوگ میزان اور تقریب وتہذیب سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ آپ ہی نے لوگوں کا ذہن بنایا کہ ان کتابوں میں موجود اقوال پر اس وقت تک اعتماد نہیں کیا جا سکتا جب تک وہ سنداً صحیح ثابت نہ ہوں۔ اس بارے میں خصوصاً آپ کے مقالات اہل علم کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ہمارے علم کے مطابق آپ نے عربی زبان میں 28 سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں، اردو میں 21 سے زیادہ اور پانچ کتابوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ آپ کی زندگی میں الحدیث کے 111 (ایک سو گیارہ) شمارے شائع ہو چکے تھے، اس سے پہلے آپ ماہنامہ ''شہادت'' اسلام آباد، ''محدث'' لاہور اور دیگر جرائد میں بھی لکھتے رہے ہیں۔ آپ کے یہ مقالات اور مضامین ''مقالات'' کے عنوان سے 6 جلدوں میں قارئین تک پہنچ چکے ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کی بھی تین جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

دعوت وتبلیغ

شیخ صاحب نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی بھرپور محنت کی۔ 70 کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں جب اہل حدیث ہوئے، تو مسلسل دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھا۔ شروع میں آپ کے والد صاحب نے سخت مخالفت کی، لیکن کچھ عرصہ بعد ان کے اندر نرمی آئی اور کتب خانہ اور مدرسے کے لیے شیخ صاحب کو پلاٹ دیا، اور مسجد بھی آپ کے حوالے کی، پھر ایک وقت وہ بھی آیا جب انھیں احساس ہوا کہ میرا بیٹا عصر حاضر کا بڑا محدث ہے۔ میں 1998ء میں جب پہلی مرتبہ شیخ صاحب سے ملنے کے لیے حضرو شہر گیا، تو سب سے پہلے حاجی مجدد خان علی زئی صاحب کی دوکان پر پہنچا، آپ سے دعا سلام ہوئی تو مجھے بتایا کہ زبیر صاحب آج کل فلاں فلاں کتاب کی تحقیق کر رہے ہیں اور ان ان کتابوں کی تحقیق کر چکے ہیں، یعنی ان کے اندر بڑی تبدیلی آچکی تھی۔

شیخ صاحب نے اپنی مسجد میں جمعہ کا خطبہ شروع کیا، تو اکثر مقتدی اہل حدیث ہو گئے، بلکہ محلّہ پیرداد اور آپ کے قریبی علاقے والوں پر آپ کے خطبہ اور دروس کا کافی اثر ہوا۔

شیخ صاحب کا دعوتی اور تبلیغی سفر جاری رہا اور لوگ اہل حدیث مسلک قبول کرتے رہے اور جب آپ نے وفات پائی تو حضرو کے علاقے میں 15 کے قریب اہل حدیث مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔

اس کے علاوہ دعوتی کام کے لیے آپ نے پورے ملک کا سفر کیا، آپ کے علم، استدلال، اخلاص اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کے لیے قبول ومحبت ڈالی، اور آپ کے جلسوں میں بہت بڑی تعداد میں لوگ حاضر ہوتے تھے۔ اس طرح آپ کے پروگرام سن کر بے شمار لوگ اہل حدیث ہو گئے۔ دعوتی میدان میں آپ کے رسالہ ''الحدیث'' نے بھی بڑا کام کیا، اور بے شمار لوگ آپ

کے رسالے اور کتب کا مطالعہ کر کے راہِ راست پر آئے۔

موجودہ دور میں آپ ہی وہ شخصیت تھے جن کی تصنیفات کی بڑی مانگ رہی اور ایک ایک کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ دعوت و تبلیغ کے لیے آپ نے جدید دور کے وسائل کو بھی استعمال کیا۔ انٹرنیٹ کے ذریعے سے آپ کی تقاریر اور کتب دنیا کے کونے کونے تک پہنچیں اور پوری دنیا میں لوگوں نے خوب استفادہ کیا۔

مناظرے

اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب کو مناظرانہ طبیعت دی تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں کئی کامیاب مناظرے کیے، جن میں سے چند مناظروں کی تفصیل مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اپنی کتاب ''گلستان حدیث'' میں دی ہے۔ مثلاً اٹک شہر میں 1997ء ایک عیسائی پادری سے مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ میں پادری کو شکست فاش ہوئی اور کئی عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔

اس طرح اٹک شہر میں آپ کا ایک قادیانی ملاں سے مناظرہ ہوا، جس میں قادیانی کو شکست ملی، اور امتیاز احمد نامی ایک قادیانی نے اسلام قبول کیا۔

مشہور تکفیری جماعت ''جماعت المسلمین'' کے بانی مسعود احمد بی ایس سی سے ان کے گھر (اسلام آباد) میں مناظرہ ہوا، بی ایس سی صاحب لاجواب ہوگئے اور اس کے نتیجے میں حضرو شہر کی جماعت المسلمین کے تمام افراد نے مسلک اہل حدیث قبول کرلیا۔

حزب اللہ کے امیر ڈاکٹر مسعود عثمانی سے ان کی مسجد (کیماڑی، کراچی) میں مناظرہ کیا، عثمانی صاحب اپنے موقف کا دفاع نہ کر سکے، نتیجتاً ان کی جماعت کے کئی افراد اہل حدیث ہوگئے۔

منہج

شیخ صاحب سلف صالحین اور محدثین کرام کے خالص اور مضبوط منہج پر قائم تھے۔ عقیدہ وعمل ہو یا علمی اور اصولی مسائل ہوں، آپ نے ہمیشہ سلف صالحین کے منہج اور موقف کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ شیخ صاحب نے اپنے منہج کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے ماہوار رسالے ''الحدیث'' کے بیک ٹائٹل پر اپنا منہج لکھ رکھا ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا دلائل سے شیخ صاحب کے منہج کی خوب وضاحت ہوتی ہے۔

1423ھ میں راقم الحروف شیخ صاحب سے پڑھنے کے لیے حضرو شہر گیا، جہاں میں نے آپ سے ''الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث'' پڑھی تھی۔ میں نے اسی کتاب کے اوپر آپ سے آٹو گراف لیا تھا، جس میں آپ نے لکھا تھا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم ، أوصی الأخ الکریم أسلم شیخ حفظہ اللہ بإتباع الکتاب والسنة علی فہم السلف الصالح ، و أن لا یخالف الإجماع الثابت ، وأوصیہ أن یبتعد عن أھل البدعة ابتعادا شدیدًا ، و أن یذکرني في صالح دعواتہ ، جزاہ اللہ خیرًا

کتبہ بخط یدہ

أبو طاھر زبیر بن مجدد علیزئی ، مدرسة أھل حدیث حضرو اتك باکستان ، 14 شوال 1423ھ۔''

قارئین کرام! اس عبارت سے بھی شیخ صاحب کا منہج واضح ہوتا ہے۔ آپ شرعی مسائل میں قرآن، سنت، اجماع اور شرعی قیاس (اجتہاد) کو دلیل مانتے تھے۔

(الحدیث:52 ص16-13)

آپ مسلمان عوام اور حکمرانوں کی تکفیر کے سخت مخالف تھے، بلکہ تکفیری جماعتوں اور افراد سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ آپ نے چند معروف افراد جنھیں بعض مورخین ہیرو بنا کر پیش کرتے ہیں، کہا کہ یہ اصل یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ تھے اور انھوں نے عثمانی خلافت کے خاتمے کے لیے کام کیا۔

شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ ترکوں کے اندر اگرچہ بڑی خامیاں موجود تھیں، لیکن وہ اسلامی خلافت کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔

آپ تمام صحیح العقیدہ اہل علم کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ تنظیم سازی اور حزبیت کے سخت مخالف تھے۔ آپ نے ہمیشہ غیر جانبدار رہ کر دین کا کام کیا، لیکن اس کے باوجود جماعت اہل حدیث کے ہر گروپ کے ساتھ بلاتفریق تعاون کرتے تھے اور بذاتِ خود ہر اس کام سے سخت اجتناب کرتے تھے جس سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا افتراق واختلاف پیدا ہو۔

اخلاق وعادات

اس وقت تک کوئی بھی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس کے رہنما اخلاق کے بلند درجے پر فائز نہ ہوں۔ آپ اگر غور سے دیکھیں گے اور تفصیل سے مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ جب تک لیڈر میں اخلاص، محبت، ہمدردی، بہادری اور ایثار کا جذبہ نہ ہو، جماعت تیار نہیں ہو سکتی۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾

یعنی ''اللہ کی مہربانی سے آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا ہے، لیکن اگر آپ (ان کے لیے) سخت طبع (اور) سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ سے بھاگ جاتے، لہٰذا آپ انھیں معاف کریں اور ان کے لیے بخشش طلب کریں اور (انتظامی معاملات وغیرہ میں) ان کے ساتھ مشورہ کریں، پھر جب (ایک بات کا) پختہ ارادہ کر لیں تو پھر اللہ پر بھروسا کریں، اللہ بھروسا کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔'' (سورۃ آل عمران:159)

یعنی رہنما ایسا ہو جو کہ اپنے ساتھیوں سے نرم رویہ اختیار کرے، انھیں دل میں جگہ دے، خیر خواہی کرے اور ان کے ہر دکھ سکھ میں شریک ہو، جماعت کے ساتھ تعلق ایمان اور صحیح عقیدہ کی بنیاد پر ہو، کسی ذاتی مفاد کی بنیاد پر نہ ہو۔

ہم نے سندھ کے عظیم محدث علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے ساتھ کچھ عرصہ گزارا ہے۔ ہم نے ان کے اخلاق واوصاف کو غور سے دیکھا، آپ کے ہر عمل اور کردار کے پیچھے بڑا مقصد اور پس منظر ہوتا تھا۔ جب آپ نے سندھ میں توحید وسنت کی دعوت کا کام شروع کیا، اس وقت سندھ میں جماعت اہل حدیث کی ایک بھی مسجد نہیں تھی۔ آپ کہتے تھے کہ شروع میں جب ہم حیدر آباد میں آئے تو حیدر چوک کے قریب دیوبندی جماعت کی مشہور اورنگزیب مسجد میں جمعہ پڑھتے تھے، لیکن جب آپ کی

وفات ہوئی، تو اس وقت سندھ کے اندر 800 سے بھی زائد جماعت اہل حدیث کی مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔ ہزاروں لوگ مسلک اہل حدیث قبول کر چکے تھے۔ اس طرح جماعت تیار کرنے کے لیے بھی علم، عمل صالح، حکمت عملی کے ساتھ حسن اخلاق اور بہترین اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم تو کیا جماعت کا ہر فرد یہی سمجھتا تھا کہ شاہ صاحب تو صرف میرے ساتھ ہی محبت کرتے ہیں۔ جماعت کے ہر فرد کے ساتھ اس طرح محبت کرنا بہت مشکل کام ہے اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کی دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے ہو۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ساتھ دنیا کے ہزاروں طالبان علم اور عوام کا رابطہ رہتا تھا، لیکن ہر کوئی یہی سمجھتا تھا کہ شیخ صاحب بس مجھ سے ہی محبت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہوتے ہیں اور برسوں بعد پیدا ہوتے ہیں جن کی سوچ اور فکر کی پرواز نہایت ہی بلند ہوتی ہے، ورنہ ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ کتنے ہی خود ساختہ مولوی ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچتے اور چغلی غیبت ہی سے فرصت نہیں پاتے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ان چند علمائے کرام میں سے تھے جو اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کو بالائے طاق رکھ کر چلتے ہیں۔ آپ نے کبھی کسی کے سامنے اپنی پریشانی کا ذکر نہیں کیا، ہمیشہ خودداری کا مظاہرہ کیا، اگرچہ آپ کی مالی حالت کمزور ہی کیوں نہ ہوتی۔ اپنی تصانیف کی جو کچھ رائلٹی ملتی تھی، اس سے مکتبہ کے لیے کتابیں خریدا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے کہا: مسند الحمیدی کے حقوق طبع ایک معروف ادارے کو فروخت کیے، جس کے پچاس ہزار روپے ملے تو میں اسی وقت مارکیٹ میں گیا، اور پچاس ہزار کی کتابیں خرید لیں۔

شیخ صاحب کے دل میں جماعتی ساتھیوں کے لیے بہت زیادہ محبت اور جذبۂ خیر خواہی ہوتا تھا اور ہمیشہ ان کی اچھائی کے لیے سوچتے رہتے تھے۔ دینی، علمی اور دنیوی معاملات میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔ آپ کا دل بڑا کشادہ ہوتا تھا اور ہمیشہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا سوچتے تھے۔ عام طور پر اہل علم اپنی ذاتی تصنیفات، جو ابھی مطبوع نہ ہوں، ان کی فوٹو نہیں دیتے، لیکن شیخ صاحب اس معاملے میں بھی بڑے فراخ دل تھے۔ میں نے آپ سے بلوغ المرام پر آپ کی تحقیق کی فوٹو کاپی لی۔ آپ نے کہا: شہر میں ایک فوٹو اسٹیٹ والا ہے، میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں، وہ کاپی بھی اچھی بناتا ہے اور رعایت بھی کرتا ہے، آپ خود میرے ساتھ چلے اور فوٹو کاپی کروا کر دی۔ ایک دو ماہ کے بعد شیخ صاحب سے فون پر رابطہ ہوا، تو کہا: اسلم بھائی! شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ سندھ آ رہے ہیں، کسی کتاب کی ضرورت ہو تو بتائیں۔ ایک دفعہ میں آپ کا درس ریکارڈ کرنا چاہتا تھا، اس لیے بازار سے TDK کیسٹ کا ڈبہ لے کر آیا، کیسٹ دیکھ کر شیخ صاحب نے کہا: یہ کیسٹ دو نمبر ہیں، چلو واپس کرتے ہیں، ایک نمبر دلاتا ہوں۔ آپ میرے ساتھ گئے دوکاندار کو کہا کہ یہ دو نمبر کیسٹ ہیں، واپس لیں، دوکاندار چپ ہو گیا، شیخ صاحب نے کہا: یہ مجھے دیکھ کر مجبور ہو گیا، ورنہ کبھی کیسٹ واپس نہ لیتا۔ یہ ایک دو مثالیں ہیں کہ شیخ صاحب نہایت مصروف ہونے کے باوجود ہم جیسے فقیروں کے ساتھ خیر خواہی کے لیے ضرور وقت نکال لیتے تھے۔ یہی خلوص اور ہمدردی کا جذبہ تھا، جس کی وجہ سے ہزاروں طالبان علم نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ آپ اپنی پریشانیاں بھول کر دوسروں کے لئے فکر مند رہتے تھے۔ آپ اکثر فون پر پوچھتے

رہتے تھے کہ اسلم بھائی کیسے وقت گزر رہا ہے، میں آپ کی کس طرح مدد کرسکتا ہوں؟ طالب علم آپ سے تزکیہ لینا چاہتے تو آپ بڑی خوشی سے انھیں تزکیہ دیتے، بلکہ کہتے تھے کہ میرے دولفظوں سے اگر کسی کا فائدہ ہوتا ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کوتقویٰ کے بلند درجے پر فائز کیا تھا آپ کا کردار قابل رشک تھا۔رات کوکبھی تہجد نہیں چھوڑتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں میں بھی بڑی تاثیر رکھی تھی۔جن لوگوں نے آپ کا یمن کا سفرنامہ پڑھا ہوگا،انھیں معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کیسے دعا قبول فرمائی اور آپ کواور دیگر ساتھیوں کو کیسے قید سے آزادی دلائی، حالانکہ بظاہر وہاں سے آزادی ناممکن نظر آرہی تھی۔

حضروشہر کے اہل بدعت سے آپ کا مباہلہ بھی مشہور ہے،جس میں مباہلہ کرنے والے اہل بدعت کے کردار ایک دوسرے کے بعد بری طرح موت کا شکار ہوئے۔

رب ذوالجلال نے آپ کو بہت ہی نڈر اور بہادر بنایا تھا، آپ مشرکین اور اہل بدعت کے لیے بے نیام تلوار تھے، آپ نے ملک کے ہر مشرک و بدعتی گروہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انھیں سرعام للکارا، ماہنامہ ''الحدیث'' کے صفحات گواہ ہیں کہ آپ کبھی بھی کمزوری کا شکار نہیں ہوئے۔اہل بدعت کے رد میں شیخ صاحب نے جو کام کیا وہ ایک تاریخ ہے جسے پڑھنے اور محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔

مخالفین جب دلائل کے میدان میں شکست کھا چکے تو بدمعاشی اور غنڈہ گردی پر اتر آئے اور مختلف وقتوں میں انھوں نے شیخ صاحب پر تین مرتبہ حملہ کیا۔

زبردست علمی مقام کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت ہی تواضع سے نوازا تھا۔آپ نے اپنے رویے اور سلوک سے کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ وقت کے عظیم محدث ہیں۔

آپ کے مکتبہ کے اوپر مدرسہ کے کمرے تھے،ہم وہاں رہتے تھے۔ایک دفعہ مغرب نماز کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ صاحب تیزی کے ساتھ مدرسہ کی سیڑھی چڑھتے آ رہے ہیں۔

ہاتھ میں کارڈلیس سیٹ تھا، کہا اسلم بھائی! آپ کا فون آ رہا ہے۔فون مٹھی ضلع تھرپارکر کے مولانا دریاخان سمیجو صاحب کا تھا، میں نے بات ختم کی تو شیخ صاحب نے کہا: اسلم بھائی یہ دریاخان کسی آدمی کا نام ہے؟ مجھے ہنسی آ گئی، میں نے کہا: جی ہاں شیخ صاحب، ہمارے ہاں سندھ میں لوگ یہ نام رکھتے ہیں۔ایک دفعہ میں آپ کا کوئی مخطوط پڑھ رہا تھا کہ اس میں دوالفاظ کی تقدیم وتاخیر کی غلطی تھی، میں نے عرض کیا: شیخ صاحب! یہاں تو مجھے غلطی محسوس ہورہی ہے۔دیکھ کر کہا: ہاں، واقعی یہاں غلطی ہے، آپ اس کو پڑھیں اور جہاں بھی غلطی نظر آئے تو نشاندھی کریں۔

میں نے دل میں سوچا، بندے ان کی کسر نفسی اور تواضع تو دیکھ...... کہاں فقیر اسلم، اور کہاں یہ وقت کے عظیم محدث۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، امانت، صداقت، زہد، تقویٰ، ایفائے عہد، غرض آپ ایک محدث تھے تو عمل سے بھی قرآن وحدیث کا عملی نمونہ پیش کرتے تھے۔

گے اور طالب علم اور عوام ہمیشہ آپ کے عظیم تحقیقی کام سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی اولاد، شاگردوں اور ساتھیوں کو توفیق عطا فرمائے، تاکہ وہ آپ کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے لے کر چلیں اور خود کو اور اپنی اولاد کو قرآن وحدیث کے علم کے لیے وقف کر دیں۔ آمین

قارئین کرام! دوستوں نے مجھے شیخ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ لکھنے کے لیے کہا، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ میں اپنے اندر اتنی صلاحیت نہیں سمجھتا تھا کہ آپ جیسے عظیم محدث کے بارے میں کچھ لکھوں۔ آپ یقیناً ایک عہد اور ایک تحریک تھے۔ اہل علم ان شاء اللہ آپ کے علمی کام پر لکھتے رہیں

مولانا محمد صادق خلیل ربانی*

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بحیثیت مثالی محقق و مناظر

(کچھ یادیں کچھ باتیں)

چودھویں صدی ہجری کے کبار محدثین و محققین میں سے ایک عظیم اور مثالی محقق و مناظر، علم حدیث اور اسماء الرجال کے ماہر، ممتاز عالم دین فضیلۃ الشیخ علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات یقیناً تمام اہل الحدیث کے لیے بالعموم اور اہل العلم کے لیے بالخصوص ایک بڑا صدمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ رحمہ اللہ کی مغفرت فرمائے اور انھیں اپنی رحمت سے جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب رحمہ اللہ کو راسخ فی العلم کے درجہ پر فائز فرمایا تھا اور بصیرت و بصارت کی دولت سے نوازا تھا۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ کے حالات زندگی، علمی کارناموں اور دینی خدمات کو تو اہل علم ہی تحریر فرمائیں گے۔ بندہ اُحقر تو چند سطریں لکھ کر شیخ رحمہ اللہ سے محبت اور ان کے محبین میں شامل ہونے کی سعادت کی خاطر کوشاں ہے۔ أحبُّ الصالحين و لستُ منهم لعل اللّٰہ يرزقني صلاحًا.

غالباً 1999ء میں شیخ رحمہ اللہ کراچی کے دورے پر تشریف لائے تھے۔ خصوصاً المعہد السّلفی کے طلبا کے لیے کچھ ایام کے لیے وقت لیا گیا تھا، جس میں طلبہ نے آپ سے خوب استفادہ کیا۔ چند ایک طلبہ سے آپ کی قابلیت وعلمیت کی بے حد تعریف سنی اور طلبہ نے آپ رحمہ اللہ کے علمی جواہر کو صفحات میں محفوظ بھی کر لیا تھا۔

اس دوران میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کے کراچی کی مختلف مساجد میں دروس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ ایک درس الراشدی مسجد اہل حدیث موسیٰ لین میں بھی رکھا گیا تھا۔ بندہ احقر اس وقت مذکورہ مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے۔ آپ کی سادگی کو دیکھ کر مَیں حیران رہ گیا۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر باقاعدہ درس قرآن وحدیث ہوا۔ بعدازاں جناب احمد میمن صاحب کے گھر دعوت میں شریک ہوئے، راقم الحروف بھی ہمراہ تھا اور اسے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

دورانِ دعوت شیخ صاحب رحمہ اللہ سے سوال وجواب کا

---

* خطیب ومدرس، کراچی۔

سلسلہ بھی جاری تھا۔

عبد الحلیم بھائی نے عربی میں سوالات کیے تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے عربی میں مدلل ومسکت جواب مرحمت فرمائے۔ بندہ احقر نے بھی ایک دوسوال کیے تھے،ایک سوال جواَب تک اچھی طرح یاد ہے وہ یہ کہ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا کیسا ہے؟ آپ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''الادب المفرد'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس میں دوصحابہ سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے یہ عمل ثابت ہے۔ میں نے حوالہ نوٹ کر لیا اور یہ خواہش لیے ہوئے تھا کہ یہ کتاب میسر آ جائے تو اس میں یہ حوالہ دیکھ لوں۔ بعد میں جب یہ کتاب خریدنے کا موقع ملا تو اس میں یہ حوالہ ملاحظہ کیا۔رقم الحدیث:609 پر یہ مسئلہ موجود ہے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ سے تلمذ کا شرف

دوسری ملاقات شیخ رحمہ اللہ سے ان کے اپنے علاقے حضرو ضلع اٹک میں ہوئی۔اس کی تفصیل اختصار کے ساتھ اس طرح ہے کہ 2006ء ماہ ستمبر میں بندہ احقر مع رفقاء ڈاکٹر عبد الرشید رحمہ اللہ ،رضوان بھائی اور دلدار بھائی۔علمائے کرام سے استفادہ اور شرفِ زیارت کے حصول کے لیے نیز سیاحت کی غرض سے کراچی سے راولپنڈی،اسلام آباد،مظفر آباد،مری،حضرو اٹک پشاور،فیصل آباد اور سرگودھا کا سفر اختیار کیا۔جن علمائے کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

فضیلۃ الشیخ علامہ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ، فضیلۃ الشیخ عبد السلام رستمی رحمہ اللہ ،فضیلۃ الشیخ محمد امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ ، فضیلۃ الشیخ طیب الرحمان زیدی حفظہ اللہ ، فضیلۃ الشیخ جمیل الرحمان حفظہ اللہ ،فضیلۃ الشیخ عبد العزیز نورستانی حفظہ اللہ (آپ کی اقتدا میں ہم نے پشتو میں خطبہ جمعہ سماعت کیا۔ آپ کا انداز اتنا سہل اور واضح تھا کہ کافی حد تک موضوعِ سخن سمجھ میں آ رہا تھا)

بہرحال سب سے زیادہ فضیلۃ الشیخ علامہ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے استفادہ کا موقع ملا، تین راتیں وہاں قیام کیا۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ نے محبت اور فراخ دلی سے ہماری ضیافت کی۔ آپ کے شاگردانِ رشید الشیخ نصیر احمد کاشف صاحب، الشیخ شیر محمد صاحب، الشیخ فضل اکبر صاحب نے بھی ہمارا خیال رکھا۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کچھ کتب بھی تحفتاً ہمیں عنایت کیں۔ ایک کتاب ''الرسائل فی تحقیق المسائل'' بھی عنایت کی جس کی بندہ احقر کو بڑی طلب وتڑپ تھی۔ (یہ وہ کتاب ہے جس میں رفع الیدین کی 240 احادیث عمدہ ترتیب سے جمع شدہ ہیں)

اس قیام کے دوران میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے بندہ احقر کے لیے ازراہِ شفقت دو حکم صادر ہوئے:

۱: اپنے نام کے ساتھ (تمیّز کے لیے) ''سندھی'' یا ''مری'' لکھا کریں۔

بندہ احقر نے اس حکم کو خوشی سے قبول کیا۔ اس کے بعد مکمل کوشش ہوتی ہے کہ نام (صادق خلیل) کے ساتھ ''مری'' لکھا جائے۔

۲: ایک روز شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ناشتہ کر رہے تھے کہ محدث دیارِ سندھ شیخ العرب والعجم علامہ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا تذکرہ شروع ہو گیا۔ آپ نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بہت تعریف کی کہ ''بہت بڑے فقیہ تھے'' بندہ احقر نے شاہ

صاحب (رحمہ اللہ) کا ایک لطیفہ سنایا کہ احناف نے لکھا کہ مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو ورنہ شیطان اس پر سوار ہو جائے گا۔

شاہ صاحب (رحمہ اللہ) نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: پھر تو یہ مسواک نہ ہوئی (بلکہ) ہیلی کاپٹر ہوا۔ شاید کوفے کی سیر کے لیے جاتا ہوگا۔ عربی عبارت ملاحظہ ہو:

”ولا یزاد علی الشبر وإلّا فالشیطان یرکب علیہ“

(الدرالمختار 114/1مع الشامی طبع مصر بحوالہ بدیع التفاسیر 195/3)

تو اس لطیفے پر آپ مسکرا دیے اور مجھے حکم دیا کہ شاہ صاحب (رحمہ اللہ) کے علمی لطائف کو جمع کر کے مضمون لکھیں۔

اس دوران میں ہماری خواہش تھی کہ باقاعدہ شیخ صاحب (رحمہ اللہ) سے ہم حدیث پڑھیں، تاکہ ہمیں آپ کے تلمذ کے ساتھ ساتھ اجازہ سند کا شرف بھی حاصل ہو جائے۔ شیخ صاحب (رحمہ اللہ) نے ہماری درخواست قبول کی اور کمال شفقت کے انداز میں صحیح بخاری کی پہلی حدیث اختصار کے ساتھ پڑھائی، اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ خواہش بھی پوری فرمائی۔

شیخ صاحب (رحمہ اللہ) بحیثیت مثالی محقق

اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب (رحمہ اللہ) کو مثالی حافظے کی دولت کے ساتھ ساتھ میدانِ تحقیق کا شہ سوار بھی بنایا تھا، پھر آپ اس تحقیق کے مشن کو لے کر آگے بڑھتے چلے گئے اور دنیا والوں کو اس کی دعوت دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اکثر تحریرات اور قلم کی نوک پر یہ آیتِ مبارکہ جگمگاتی نظر آتی ہے:

﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ (الانفال:42)

”تاکہ جو زندہ رہے وہ دلیل دیکھ کر زندہ رہے اور جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔“

تقریباً 11 سال قبل راقم الحروف کا ایک حنفی مولوی یعقوب فاروق سے تحریری مباحثہ چل رہا تھا۔ موضوع مباحثہ ”نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا“ تھا تو اس نے صحیح ابن خزیمہ کی روایت کے ایک راوی مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی۔

میں نے اپنے استاذ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد سلیم میمن (حفظہ اللہ) کی طرف رجوع کیا تو آپ نے رہنمائی کی کہ الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب (رحمہ اللہ) نے مفصل و مدلل تحریر بنام ”اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل“ لکھی ہے جس کی فوٹو کاپی الشیخ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی (حفظہ اللہ) کے پاس موجود ہے۔ راقم نے دامانوی صاحب (حفظہ اللہ) سے درخواست کی تو انھوں نے مجھے ارسال کر دی۔

بندہ احقر نے اس کی کاپی کروا کر فریق مخالف کو ارسال کر دی، چنانچہ اس کے دماغ میں تہلکہ مچ گیا اور اس نے اپنی عین فطرت کے مطابق اپنی تحریر میں قیل وقال اور حیلے بہانے بنا کر سلسلہ بحث منقطع کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں آپ کی یہ ضخیم اور مدلل تحقیق 17 صفحات پر مشتمل ہے جس میں شیخ (رحمہ اللہ) نے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کے ساتھ انھیں کتب ستہ کا راوی ثابت کیا ہے۔

میں نے شیخ (رحمہ اللہ) کے ہاں قیام کے دوران میں ایک حدیث کی تحقیق معلوم کی ”جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی

ہے تو اسی کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔''

(مسند أحمد:7095، بحوالہ مشکوٰۃ :187)

تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بتلایا کہ یہ روایت (مرفوع) ضعیف ہے، البتہ یہ حسان رحمہ اللہ کا قول ہے اور اس کی سند صحیح ہے، اسے بیان کیا جاسکتا ہے۔

پھر آپ رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق والی مشکوٰۃ نکال کر دکھائی۔ (مشکوٰۃ :188، الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

مقلدین کی طرف سے اکثر خواہ مخواہ یہ سوال ہوتا ہے کہ کلمہ طیبہ کے دونوں حصے ایک ساتھ قرآن و حدیث سے ثابت کرو۔

الحمدللہ! شیخ صاحب رحمہ اللہ نے ایک صحیح روایت الاسماء والصفات للبیہقی کے حوالہ سے اپنے رسالہ ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر 35 میں تحریر کی ہے۔ طالب علم اور اہل ذوق اس رسالہ کی طرف ضرور رجوع کر کے استفادہ کریں۔

لطیفہ: آپ نے نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری میں سکتات سے متعلق حدیث (274و275) کے تحت لکھا ہے: ''سکتات ثابت ہیں''

بعض الناس نے لکھا ہے کہ ''اس پر مدینہ میں کوئی عمل ثابت نہیں''

تو عرض ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن التابعی رحمہ اللہ ، جن سے سکتات کی روایت مروی ہے، کیا یہ عمل مدینے سے باہر جا کر کرتے تھے؟!!

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق دقیق کو اہل علم نے واقعتاً تسلیم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ کو ''محقق العصر'' کا لقب دیا گیا ہے اور آپ رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتب کثیرہ بھی اس بات پر شاہد ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کی تصنیف اور تخریج و تحقیق والی کتب میں سے بندہ احقر کے پاس 23 کتب کا خزینہ موجود ہے۔ والحمدللہ

شیخ صاحب رحمہ اللہ بحیثیت ایک مثالی مناظر

اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب رحمہ اللہ کو جس طرح بلند پایہ اور مثالی محقق بنایا تھا اسی طرح آپ رحمہ اللہ کو ایک کامیاب اور مثالی مناظرانہ صلاحیت سے بھی نوازا تھا۔ آپ میدانِ مناظرہ میں فریق مخالف کی ایسی سخت گرفت کرتے کہ وہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا۔

۱: شیخ صاحب رحمہ اللہ کا ایک تاریخی اور یادگار مناظرہ مسعود احمد بی ایس سی سے ہوا تھا۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اس مناظرہ کی مختصر روداد ہمیں خود سنائی کہ میں نے مسعود احمد کے دلائل پر جرح کی تو اس نے اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: زبیر علی زئی آپ ہیں۔ یہ کہتے ہوئے باقاعدہ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ بندہ احقر نے عرض کیا اس کی ریکارڈنگ ہے؟ شیخ صاحب نے جواباً کہا کہ لائبریری میں یہ کیسٹیں تھیں لیکن اب دیکھنی پڑیں گی۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صاحب کے بقول اس مناظرہ میں مسعود صاحب لاجواب ہوئے اور حضرو کی ''جماعت المسلمین'' نے مسعود صاحب کی بیعت توڑ کر مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ (نور العینین ص 10)

۲: 27 جون 1998ء کراچی میں ایک مناظرہ بعنوان ''الجمعۃ فی القریٰ'' طے پایا۔ جماعت اہل حدیث کی طرف سے مناظر:

۱۔ سید طالب الرحمٰن شاہ حفظہ اللہ ۲۔ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز

نورستانی حفظہ اللہ

اور فریق مخالف (دیوبندیوں) کی طرف سے:

۱۔ مفتی کفایت اللہ ۲۔ مفتی حبیب اللہ تھے۔

فریق مخالف کے مناظر مفتی کفایت اللہ مناظرہ شروع ہونے سے قبل کچھ ایسے مطالبے کر رہے تھے، گویا وہ اس کوشش میں تھے کہ مناظرہ نہ ہو سکے۔ پہلا مطالبہ یہ کیا کہ مناظر اہل حدیث سید طالب الرحمٰن حفظہ اللہ مدرسہ کی سند دکھلائیں، دوسرا یہ کہ بخاری کی ایک سطر (عبارت) پڑھ کر سنائیں، پھر تیسرا مطالبہ یہ کیا کہ فقہ کی کتاب کا ایک صفحہ پڑھ کر سنائیں۔ مناظر اہل حدیث نے ان کے یہ سارے مطالبے بھی پورے کیے، لیکن وہ تب بھی عین غین کر رہے تھے اور بار بار یہ جتا رہے تھے کہ میں بڑا عالم ہوں ......میرے مد مقابل بڑا عالم (فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ) ہونا چاہیے۔ میں ان سے مناظرہ نہیں کروں گا، وغیرہ۔

اس مناظرے میں شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی خصوصی طور پر تشریف لائے تھے۔ (جس طرح اکثر مناظروں میں بحیثیت مناظر یا معاون وغیرہ شریک ہوتے تھے) تو شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں اپنی زبان میں چیلنج کیا (پھر اردو میں بھی اردو والے بھائیوں کے لیے یہ چیلنج کر کے مخاطب کیا) کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک حدیث باسند پیش کرو میں بھی پیش کرتا ہوں۔ میرا مطالبہ ہے کہ میں اپنی سند سے اپنے شیخ سے زبانی ایک حدیث پڑھوں گا، آپ اپنے حافظے سے اپنے شیخ سے جس سے آپ نے سنا ہے صرف ایک حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پڑھیں۔ اگر آپ پڑھ سکے تو آپ عالم ہیں، لیکن انھوں نے چیلنج قبول نہیں کیا۔ بالآخر وہ ہٹ گئے اور ان کی جگہ پر مفتی حبیب اللہ نے مناظرہ کیا۔ (یہ مناظرہ دو کیسٹوں پر مشتمل ہے۔ راقم الحروف کے پاس بھی موجود ہے۔)

بہرکیف بندہ احقر اسی پر اکتفا کرتا ہے وگرنہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے علاوہ بھی کئی مناظرے ہوئے ہیں، عیسائیوں، مرزائیوں، تکفیریوں اور مقلدوں کے ساتھ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''نور العینین ص 10 پرانا ایڈیشن جون 2002ء''

شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حق کی سربلندی اور باطل کی سرکوبی اور دفاعِ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی زندگی گزاری ہے، اس کے ساتھ ساتھ مسلکِ حق کی ترجمانی اور وکالت کرنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ موضوع روایتوں اور وضاع راویوں کی تحقیق کے ساتھ دورِ حاضر کے کذاب و مکار لوگوں کی بھی خوب خبر لی ہے اور ان کے کذب و مکر کو عوام کی عدالت میں پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام فتنوں سے محفوظ رکھے اور دین حنیف پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

شیخ محترم رحمہ اللہ کا طریقۂ تدریس

مولانا ابو معاویہ منشا سلفی*

راقم الحروف 10 نومبر 2013ء بمطابق 6 محرم الحرام 1435ھ کو جامعہ بدر الھدیٰ واہنڈو گوجرانوالہ میں جامع ترمذی کا سبق پڑھا رہا تھا کہ اچانک میرے موبائل پر یہ میسج آیا کہ استاذ الاساتذہ، ذہبی زمان، بیہقی دوراں، ماہر علم اسماء الرجال فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ آخرت کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں اور ہمیں داغ مفارقت دے چکے ہیں۔ یہ پڑھتے ہی گویا میرے قدموں کے نیچے سے زمین ہی نکل گئی کہ یہ کیا ہوا ہم نے تو ابھی شیخ محترم سے بہت کچھ سیکھنا تھا، لیکن شیخ محترم ہمیں یتیم کر کے چلے گئے ہیں۔

بہر حال یہ تو اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ جو اس دنیا میں آیا ہے اسے واپس جانا ہی ہے۔

درج ذیل سطور میں، شیخ محترم رحمہ اللہ کے طریقۂ تدریس سے متعلق چند گزارشات صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا چاہوں گا جو یقیناً دیگر مدرسین کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گی۔ ان شاء اللہ

مخدومنا ومحبوبنا الشیخ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا طریقۂ تدریس عام مدرسین سے ذرا مختلف تھا۔ عام مدرسین لکیر کے فقیر ہوتے ہیں، لیکن حضرت الاستاذ کا طریقہ بالکل جداگانہ تھا۔ ہمارے شیخ کلاس اپنے وسیع وعریض مکتبہ میں لگاتے تھے جو علوم وفنون کی کتب سے مزین ہے۔ جہاں ہر فن کے مصادر عموماً اور تفسیر، حدیث، اصول حدیث، علم اسماء الرجال، فقہ واصول، فقہ کے مصادر ومراجع بالخصوص پائے جاتے ہیں۔ بندۂ ناچیز نے استاذ محترم سے مقدمہ صحیح مسلم اور تیسیر مصطلح الحدیث کا درس لیا ہے، شیخ محترم رحمہ اللہ جب ہمیں پڑھانے کے لیے تشریف لاتے تو باوضو ہو کر اور نماز اشراق پڑھ کر درس حدیث کا آغاز فرماتے تھے، محدثین کا بھی یہی طرز عمل تھا، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ جب درس حدیث کے لیے تشریف لاتے تھے تو غسل فرما کر، عمدہ پوشاک و دستار زیب تن فرما کر اور خوشبو لگا کر درس حدیث میں بیٹھتے تھے، چنانچہ ہمارے شیخ محترم کا بھی یہی طریقہ کار تھا۔

شیخ محترم کا ایک امتیازی وصف یہ تھا کہ جو بھی کتاب پڑھاتے تھے، مثلاً: ہمیں تیسیر مصطلح الحدیث پڑھاتے وقت اصول حدیث کی بڑی اور اصولی کتب بھی ساتھ رکھتے تھے، جیسے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، الکفایۃ للخطیب، الباعث الحثیث لابن کثیر، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی للرامہرمزی، فتح المغیث فی شرح الفیہ الحدیث للسخاوی اور تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، وغیرہ۔

ان کے علاوہ وہ جملہ اصول حدیث کے مصادر ومراجع سامنے رکھتے اور ایک ایک قاعدہ واصول کی تخریج ہم سے کرواتے تھے، ہمیں تحقیق وتخریج کا طریقہ بتلاتے تھے۔

ہمارے اندر ذوقِ مطالعہ پیدا کرتے، اور ان مذکورہ بالا کتب میں سے مکمل عبارات نکال کر ہمیں سناتے تھے۔

---

* مدرس ابوہریرہ اکیڈمی، لاہور

ایک ایک مسئلہ کی خوب توضیح وتشریح ہوتی تھی، ہمارے ذمے ابحاث لگا دی جاتی تھیں، جیسا کہ استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ مجھے بڑے پیار سے فرماتے: منشاء بھائی! آپ نے یہ مرسل کی بحث اصول حدیث کے فلاں فلاں مصادر سے لکھ کر پیش کرنی ہے، تو راقم الحروف استاذ محترم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مصادر کی طرف رجوع کرتا اور وہ بحث اچھی طرح تلاش کر کے اس کا خلاصہ شیخ محترم کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا تھا۔

اسی طرح راقم جب احناف کی طرف سے اختلافی مسائل پر شائع شدہ اشتہارات کا جواب لکھ رہا تھا جو کہ جامعہ حنفیہ بورے والا کی طرف سے شائع کیے گئے تھے تو اس وقت بھی شیخ محترم نے ہر طرح سے رہنمائی فرمائی تھی۔

شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ امتیازی وصف تھا کہ دن ہو یا رات جب بھی آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو شیخ محترم اسی وقت بالتفصیل اس کا جواب بتاتے تھے اور مطلوبہ بات مصادر ومراجع سے نکال کر ہمیں دے دیتے تھے۔

اس سے ہمیں کتب کی بڑی واقفیت ہوگئی جو کہ پہلے بالکل نہ تھی، کیونکہ آج کل ہمارے مدرسین میں طلبا کی رسائی صرف مخصوص نصاب تک بمشکل ہوتی ہے، چہ جائیکہ مصادر تک ہو۔

یہ بہت بڑی کمی ہے کہ عام طور پر طلبا کو کنویں کے مینڈک بنا دیا جاتا ہے، وہ نصاب سے ہٹ کر کسی اور کتاب کو پڑھنا تو درکنار دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ اس میں میرے ناقص علم کے مطابق مدرس کی بھی سستی ہوتی ہے، کیونکہ طلبا تو اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر اس عالم واستاذ کے پاس دین اسلام کا علم سیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ اب ان طلبا کو پڑھانے اور تربیت کی ذمہ داری استاذ صاحب کی ہے کہ وہ ان کی اچھی تربیت کریں اور اچھے طریقے سے ان کو علوم فنون کی تعلیم دیں۔ نصابی کتب کے علاوہ طلبا کو خارجی مطالعہ کی بھی ترغیب دلائی جائے۔ یہ وصف ہمارے استاد محترم میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا کہ طلبا کو نصابی کتب کے ساتھ ساتھ خارجی کتب کے مطالعہ کی بھی ترغیب دیتے تھے، ان کا تعارف بھی کراتے اور فرق باطلہ کی کتب کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیتے، اسی طرح رسائل وجرائد کو اچھی طرح پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

استاذ محترم اپنے شاگردوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار ومحبت کرتے، ان کی ہر طرح کی ضروریات کو مدنظر رکھتے تھے۔ طلبا کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

عموماً مدارس میں دیکھا گیا ہے کہ استاذ طالب علم کے ساتھ بڑی سختی کے ساتھ پیش آتے ہیں اور جب طالب علم ان کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کا خون ہی خشک ہو جاتا ہے۔

لیکن استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ طلبا کے ساتھ بڑی شفقت و نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے، مثلاً عصر کے بعد اور مغرب سے کچھ دیر پہلے ہم چہل قدمی کرنے کے لیے نکلتے تھے اور آپ کے ہاتھ میں امام مبارک بن عبد الجبار الطیوری کی کتاب ''الطیوریات'' ہوتی تھی شیخ محترم یہ کتاب ہمیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین

محدث العصر رحمہ اللہ بحیثیت ایک مثالی مربی و مدرس

حافظ شبیر احمد جمالی حفظہ اللہ*

کئی ایسی نادر شخصیات ہوا کرتی ہیں جو تنہا ملت و انجمن کی حیثیت رکھتی ہیں اور جب یہ جہانِ فانی سے کوچ کر جاتی ہیں تو یقیناً موت العالم موت العالَم کی مصداق ہوتی ہیں۔ ان عظیم شخصیتوں میں سے وحید العصر، فرید الدھر، عظیم محدث، مصنف، محقق، مدرس، اصولی اور مناظر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی ایک تھے۔

وہ لوگ بھی اللہ کی طرف سے یقیناً انعام یافتہ ہیں جن کو شیخ رحمہ اللہ جیسے لوگوں سے صحبتوں، محبتوں اور ملاقاتوں کا موقع میسر آیا۔ راقم کو بھی اللہ پاک نے اسی اعزاز سے نوازا کہ شیخ رحمہ اللہ سے بہت کچھ سیکھنے، سمجھنے اور پڑھنے کا موقع ملا۔ بظاہر تو شیخ رحمہ اللہ سے چند کتابیں پڑھیں، مثلاً: اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، مقدمہ لسان المیزان، مقدمہ میزان الاعتدال، مقدمہ تقریب التہذیب، مقدمہ تہذیب التہذیب، فنِ تخریج اور فنِ تحقیق حدیث وغیرہ، لیکن حقیقی طور پر یہ بات حق بجانب ہوگی کہ شیخ رحمہ اللہ نے ہمیں انگلی سے پکڑ کر علمی میدان میں چلنا سکھایا ہے۔

مجھے چونکہ شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ بحیثیت تلمیذ کچھ عرصہ ساتھ رہنے کا موقع ملا ہے تو زیرِ بحث مضمون میں بھی اسی نوعیت کی چند باتیں ذکر کرتا ہوں۔ وگرنہ شیخ رحمہ اللہ کی شخصیت کی عظمت و رفعت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ آپ محدث العصر تھے۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَكَفَى الْمُحَدِّثَ شَرَفًا أَنْ يَكُونَ اسْمُهُ مَقْرُونًا بِاسْمِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَذِكْرُهُ مُتَّصِلاً بِذِكْرِهِ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾'' محدث کے شرف و مقام کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کا نام (احادیث رسول ﷺ بیان کرنے کی وجہ سے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جڑا رہتا ہے اور اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے ساتھ ملا رہتا ہے۔ (بس) ''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔''

(الکفایۃ ص6)

ایک مثالی عالم

شیخ رحمہ اللہ حدیث و رجال میں یقیناً ایک مسلمہ امام تھے، آپ رحمہ اللہ دورِ حاضر کے ذہبی تھے۔ ایک دن آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: کتب ستہ اور عام کتب حدیث کے تمام رواۃ و رجال کو میں بخوبی پہچانتا ہوں۔ اتنے میں ''السنن الکبریٰ للبیہقی'' کی ایک جلد جو سامنے پڑی ہوئی تھی اٹھا کر طلبہ سے فرمانے لگے: مجھ سے پوچھو جس راوی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ رحمہ اللہ نے تقریباً تمام میسر کتب احادیث و کتبِ رجال پڑھی ہوئی تھیں۔ ایک دن مکتبے میں کچھ لاہور کے ساتھی آپ سے انٹرویو لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے شیخ رحمہ اللہ سے انٹرویو لیا۔ دوران انٹرویو میں انھوں نے شیخ رحمہ اللہ کے کتب خانے کی

* مبلغ اسلام، خطیب و مدرس نواب شاہ، سندھ

طرف اشارہ کیا اور پوچھا: کیا آپ نے یہ ساری کتابیں پڑھی ہیں؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

ہاں الحمد للہ! سوائے اس مسند احمد کے جدید نسخے کے کیونکہ یہ میں نے ابھی منگوایا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کے کتب خانے میں دائیں طرف امام ذہبی رحمہ اللہ کی کتابوں کے ساتھ ایک ریک اکثر خالی رہتا تھا۔ وہ اس لیے کہ ہر آنے والی نئی کتاب اس میں تب تک پڑی رہے جب تک شیخ رحمہ اللہ کی نظر سے نہ گزرے۔ ان دنوں جب انٹرویو لینے والے احباب آئے ہوئے تھے، مسند احمد کا یہ نسخہ ابھی اپنے مکان کی طرف نہیں بڑھا تھا بلکہ شیخ رحمہ اللہ کے مطالعہ کا منتظر تھا۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: حدیث کی کتابیں مسند احمد سمیت میں نے مکمل پڑھی ہیں۔ اسی طرح کتب رجال بھی آپ بغور پڑھتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ''التنکیل'' سات (۷) مرتبہ پڑھی ہے اور سیر اعلام النبلاء للذہبی جو کہ سیر و رجال کی طویل ترین تصانیف میں سے ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ بھی میں نے مکمل پڑھی ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کے مثالی علمی معیار کا ایک راز تو یہ تھا کہ آپ وسیع النظر اور کثیر المطالعہ تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ رحمہ اللہ قوی ترین حافظے کے مالک تھے۔

ایک بار کسی شاگرد نے شیخ رحمہ اللہ سے ''اغاثۃ اللھفان لابن القیم'' کی اس روایت کے بارے میں سوال کیا جس میں آتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زندگی کے آخری ایام میں تین طلاقوں کے صادر ہونے پر کچھ افسوس کا اظہار فرمایا، تو آپ رحمہ اللہ نے جواباً کہا: اس کی اصل ابوبکر اسماعیلی کی ''مسند عمر'' میں اس سند سے ہے: '' أخبرنا أبو يعلى حدثنا صالح بن مالك حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه . '' (اغاثۃ اللھفان ۱/ ۳۳۶)

پھر آپ فرمانے لگے: یہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں خالد بن یزید ضعیف ہے۔

(تقریب التہذیب ص۱۸۹، دار الحدیث القاہرہ)

نیز فرمایا: یہ سند آج سے تقریباً ۱۵ یا ۲۰ سال پہلے میری نظر سے گزری تھی۔ اندازہ لگائیں یہ کیسا حافظہ تھا، ۱۵ یا ۲۰ سال کی طویل مدت بھی یاد کردہ سند کے اندر کوئی تغیر و تبدل نہ لا سکی۔

(یہ مجھے یقینی معلوم نہیں کہ شیخ رحمہ اللہ نے ۱۵ سال کہا تھا یا ۲۰ سال، واللہ اعلم)

آپ رحمہ اللہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ہزاروں اسانید زبانی یاد ہیں اور اس کا اندازہ ہم طلباء تب لگاتے تھے جب آپ رحمہ اللہ کسی مسئلے پر لب کشائی فرماتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے مکمل قرآن مجید مختصر عرصے میں حفظ کیا ہے اور اس پر بھی اتنا عبور تھا کہ آپ رحمہ اللہ نے یمن کی جیل میں تھوڑے ہی وقت میں ۱۲ پارے پڑھ لیے۔ (مقالات ۲/۵۲۳)

تدریس اور تنقید

شیخ محترم جو پڑھاتے تھے اس پر آپ کو خوب عبور ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ دوران تدریس میں بسا اوقات ناقدانہ انداز اختیار کرتے اور علمی تنقید کے ذریعے سے صاحبِ کتاب یا شارح کتاب کے سہو یا خطا کو واضح کرتے اور اس پر بے شمار دلائل بھی بیان کرتے تھے۔ مثلاً:

☆ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت کی طرف دعوت

دینے والے بدعتی کی روایت مردود ہے، اسی طرف حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنا رجحان ظاہر کیا ہے۔ (مقدمہ لسان المیزان ص ۲۰۲۔۲۰۳، دار البشائر الاسلامیہ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۸، مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک "درسی نسخہ")

آپ نے مذکورہ موقف کا غیر راجح ہونا ثابت کیا اور فرمایا: "پھر تو صحیحین کی صحت بھی مسلم نہیں رہ سکتی، کیونکہ صحیحین میں تو ایسے رواۃ سے اصول میں روایات لی گئی ہیں، مثلاً: عمران بن حطان صحیح بخاری کے راوی ہیں۔"

(صحیح البخاری: ۵۸۳۵)

اور وہ مذہباً خارجی تھے۔ (تقریب التہذیب ص ۴۹۶، دار الحدیث القاہرہ۔ میزان الاعتدال ۳/ ۲۲۹، دار الفکر)

عدی بن ثابت بھی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۵)

اور وہ مذہباً شیعہ تھے۔ (تقریب التہذیب ص ۴۴۳، دار الحدیث القاہرہ، میزان الاعتدال ۳/ ۶۱ دار الفکر)

یاد رہے کہ شیخ رحمہ اللہ تدریس کے علاوہ بھی اپنی تصانیف میں اسی منہج پر قائم تھے کہ بدعتی کی اگر جمہور محدثین توثیق کریں تو اس کی روایت قبول ہے اور (جمہور کی توثیق کے بعد) اس کا بدعت کا داعی ہونا قطعاً مضر نہیں۔

آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"راجح قول یہی ہے کہ اگر راوی ثقہ صدوق عند الجمہور ہو تو اس کی غیر معلول روایت مطلقاً مقبول ہے۔ چاہے وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو یا نہ ہو۔"

(نور العینین فی اثبات رفع الیدین ص ۶۳، مکتبہ اسلامیہ طبع جدید)

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ کے اساتذ کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو بھی اساتذہ میں شامل کر دیا ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۱۱، درسی نسخہ)

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا سہو ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ نہیں تھے۔

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اختصار کے صفحہ ۱۰ پر امام ترمذی کی تحسین کے مسئلے کا ذکر کرتے ہیں جو امام ترمذی کی خاص اصطلاح ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ففي أي كتاب له قاله و أين إسناده عنه ."

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابن کثیر کا یہ سوال بھی عجیب ہے، حالانکہ یہ بات تو امام ترمذی کی مشہور زمانہ تصنیف علل الصغیر میں موجود ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" كل حديث يروى لا يكون في إسناده من يتهم بالكذب ولا يكون الحديث شاذا و يروى من غير وجه نحو ذلك فهو عندنا حديث حسن."

(العلل مع الترمذی وتحفۃ الاحوذی ۱۰/ ۴۷۴، قدیمی کتب خانہ)

☆ ایک مرتبہ شیخ رحمہ اللہ نے کی حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے صحیح حدیث سے متعلق اس اقتباس پر نظر پڑی: " ووجب عليها العمل به " (اختصار ص ۹، درسی نسخہ)

تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی یہ بات تو ادھوری ہے، جبکہ مکمل اس طرح ہے: " ووجب عليها العمل والإيمان به"

☆ تفسیر صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں: " و ما قيل : ان التفسير الصحابي في حكم المرفوع." (اختصار ص ۱۴، درسی نسخہ)

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ مطلقاً درست نہیں ہے۔

آپ رحمہ اللہ دوران تدریس میں زیر تدریس کتب پر اس قدر عمیق نظر رکھتے تھے کہ ان غلطیوں کے علاوہ بھی اگر

محض غیر موزوں بات بھی دیکھ لیتے تو اس کی درستی بیان کیے بغیر ہر گز آگے نہیں بڑھتے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "معرفة رواية السابق واللاحق" کے زیر تحت جو "زكريا بن رويد الكندي" کے متعلق نقل کیا ہے۔ (اختصار ص۹۲ درسی نسخہ)

آپ نے فرمایا: یہ "زکریا بن روید" تو کذاب ہے۔

(میزان الاعتدال ۲/ ۵۸، دار الفکر)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے آدمی کی مثال بیان نہیں کرنی چاہیے تھی۔

اصول پسندی

شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان اصولیوں میں سے تھے جن کی اصول پرستی واعتدال پسندی مثالی ہوتی ہے، جن کے ہاں یار واغیار کے لئے دینے اور لینے کا پیمانہ ایک ہی ہوتا ہے، آیت:

﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾ (الانعام: ۱۵۲)

کے تحت اگر اصول کے میزان میں کسی اپنے کی بات بھی ہلکی ہے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسے کبھی وزنی کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے، بلکہ رد کر دیتے تھے۔

مخالف کی بات بھی اگر اصول پر درست معلوم ہوتی تو اسے درست کہنے میں قطعاً جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہی بات ہے کہ مقلدین ومتساہلین آپ رحمۃ اللہ علیہ کو متشدد کہتے ہیں، اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں کا میزان اصول و عدل پر نہیں بلکہ تقلید وتساہل پر قائم ہے۔

ظاہری بات ہے کہ اگر اعتدال کو تقلید وتساہل کے میزان پر پرکھا جائے گا تو اعتدال تشدد اور معتدل متشدد ہی نظر آئے گا۔

اندازِ تدریس

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کا یہ خاصا بھی تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوران تدریس میں ضروری ومختلف فیہ مسائل بقدر تفصیل بیان فرماتے۔ مخالف کے دلائل کو نہایت منصفانہ انداز میں پیش کرتے، پھر اصول کے تحت ان کے حقائق بھی واضح فرماتے کہ عام سے طالب علم کو بھی صحیح وغلط کے درمیان تفریق کرنا مشکل نہیں لگتا تھا۔ مثلاً: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حسن لغیرہ (ضعیف+ضعیف = صحیح) کے مسئلے پر دوران تدریس میں پر مغز گفتگو فرمائی تھی۔ کئی مثالیں بیان فرمائیں جنھیں فریق مخالف قبول کرنا گوارہ نہیں کرتا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے دوران تدریس میں ان کے اعتراضات کے بارے میں بھی سوال کیے جاتے تھے۔ ایک بار کسی طالب علم نے پوچھا: استاد جی! بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا ضعیف+ضعیف = صحیح والا اصول 0+0=1 پر فٹ نہیں کرنا چاہیے بلکہ 1/2+1/2=1 پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ ہم حسن لغیرہ ان روایات کے مجموعے کو کہتے ہیں جن کا ضعف خفیف، یعنی ہلکا ہو نہ کہ شدید ہو۔ خفیف ضعف یعنی ان کا کوئی راوی کذاب اور وضاع نہ ہو بلکہ معمولی ضعف کا حامل ہو تو ہم ایسی روایات کو حسن لغیرہ بناتے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں۔

جواباً شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی مفصل گفتگو فرمائی۔ زیر گفتگو ئی ایسی مثالیں ذکر کیں جنھوں نے واضح کر دیا کہ یہ اصول بھی نرا کھوکھلا ہے۔ ان تمام مثالوں کا احاطہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔ صرف چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

مروجہ حسن لغیرہ کی حجیت کے دعویدار اپنے اصولوں کے تحت ان روایات کو حسن لغیرہ ماننے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ ان

کے اصول پر ان روایات کا ضعف خفیف ہے نہ کہ شدید۔

۱: عدم رفع الیدین کی روایات:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عدم رفع الیدین کی روایت

(سنن ابی داود: ۷۴۸، سنن ترمذی: ۲۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۱۸۵، دارالحدیث القاہرہ)

ضعف: سفیان ثوری کی تدلیس (جو کہ ضعف خفیف ہے نہ کہ شدید)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی عدم رفع الیدین کی روایت

(سنن ابی داود: ۷۴۹)

ضعف: یزید بن ابی زیاد کا ضعیف ہونا، یہ بھی ضعف خفیف ہے، کیونکہ یزید تو غیر اصول میں صحیح مسلم کا راوی ہے۔ (میزان الاعتدال ۴/ ۴۲۸، دارالفکر)

آل تقلید کی طرف سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی پیش کی جانے والی روایت (السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/ ۱۹۷۔۱۹۸)

ضعف: ایک سند میں ابن جریج کا عنعنہ دوسری سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا ضعیف ہونا۔ یہ ضعف بھی خفیف ہے نہ کہ شدید۔

کیونکہ ابن جریج تو امت کے ایک ثقہ فقیہ ہیں۔

(تقریب التہذیب ص ۴۰۸)

ابن ابی لیلیٰ پر بھی خفیف جرح ہے۔

بیہقی کہتے ہیں: ''غير قوي في الحديث''

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ''صدوق سيئ الحفظ''

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/ ۱۶۸، تقریب التہذیب ص ۵۸۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصانیف سے واقفیت رکھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ یہ جرح خفیف ہے نہ کہ شدید۔ اسی طرح عدم رفع الیدین کی کئی ضعیف روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

معلوم نہیں کہ ضعیف خفیف + ضعیف خفیف = صحیح یا 1/2+1/2=1 کا نعرہ لگانے والے اپنا یہ اصول ادھر کیوں بھول جاتے ہیں؟؟ دھڑلے سے کہتے ہیں کہ عدم رفع الیدین کی تمام روایات مردود ہیں۔ انھیں چاہیے کہ ایسا نہ کہیں بلکہ اصول کی پاسداری کریں ضعیف + ضعیف = حسن کہہ کر صحیحین وغیرہ کی روایات سے تطبیق دینے کے لئے کوئی دوسرا اصول وضع کر ڈالیں۔

شعبان کی لیلۃ النصف کے فضائل کی روایات

شیخ رحمہ اللہ نے مثال بھی ارشاد فرمائی کہ یہ روایت بھی کافی طرق سے منقول ہیں، بلکہ علامہ ابن دبیثی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۳۷) نے تو ایک مکمل کتاب بھی لکھ رکھی ہے۔ جو بنام ''ليلة النصف من شعبان'' مکتبہ مؤسسہ قرطبۃ سے مطبوع ہے۔ اس میں بھی کافی روایات علامہ ابن دبیثی نے نقل کی ہیں۔ یہ سارے ضعف خفیف کے حامل طرق ''يقوي بعضها بعضًا'' کے گن گانے والوں کے نزدیک حسن لغیرہ بھلا کیوں نہیں بن جاتے؟!

۳: تلك الغرانيق العلىٰ و إن شفاعتهن لترتجى

اس سے متعلق بھی شیخ رحمہ اللہ نے مثال بیان کی۔

جس کے متعلق پاکستانی علماء کے استفتاء پر علامہ البانی رحمہ اللہ نے مکمل تصنیف تالیف فرمائی تھی جو بنام ''نصب المجانيق لنسف قصة الغرانيق'' مطبوع ہے۔

اس میں آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بل هو باطل موضوع.'' (نصب المجانیق ص ۴، المکتب الاسلامی)

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ متن تو مختلف ضعیف اسانید سے

ثابت ہے اور جن کا ضعف بھی خفیف ہے۔ اس کی ایک سند کا ضعف صرف یہ ہے کہ اس میں ایک مجہول راوی ہے۔ دوسری سند کا ضعف یہ ہے کہ اس میں کچھ اوہام ہیں، پھر یہ روایت بھلا ضعف خفیف + ضعف خفیف = صحیح کے اصول کے تحت حسن لغیرہ کیوں نہیں بن سکتی؟ جبکہ بعض متاخرین نے اس کی تحسین بھی کر رکھی ہو!!!

ایسی اور کئی مثالیں بیان کیں جن سے حقیقت کھل کر واضح ہوگئی کہ یہ ایک ایسا شاذ اصول ہے کہ کوئی بھی اس پر مکمل طور پر پورا نہیں اتر رہا۔ یہاں یہ الگ بات ہے کہ مفاد کی حد تک اس اصول پر چلا جائے جب مفادات پر زد پڑے تو اسے نظر انداز کر دیا جائے۔

تنبیہ: شیخ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حسن لغیرہ کی وہ قسم حجت ہے جو ضعیف + صحیح = صحیح پر مبنی ہے۔ اس کی حجیت پر متقدمین و متاخرین سب کا اتفاق ہے۔

مردود قسم صرف وہ ہے جو ضعیف + ضعیف = حسن یا صحیح کے اصول پر مبنی ہے۔

اسی طرح شیخ رحمہ اللہ طلباء کے سامنے مسئلہ تدلیس کو بھی خوب واضح فرمایا کرتے تھے۔ مدلسین کے طبقات کو بنیاد بنا کر جو لوگ قلیل التدلیس یا کثیر التدلیس کا شوشہ چھوڑتے ہیں وہ عام طور پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب ''طبقات المدلسین'' ہی کو حرف آخر یا قول فیصل سمجھتے ہیں تو اس سلسلے میں آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے یہ کتاب تو خود مصنف کے نزدیک بھی حرف آخر اور قول فیصل کا درجہ نہیں رکھتی۔

پھر آپ نے مثالوں کی صورت میں براہین و دلائل پیش کیے، ان سب کا یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں، صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں ''اعمش'' کو طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔

(طبقات المدلسین ص ۳۳ ت ۵۵ مکتبۃ المنار)

اور انھوں نے یہ صراحت بھی کر رکھی ہے کہ طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی روایت مقبول ہے، لیکن اپنی اس بات کا ''التلخیص الحبیر'' میں خود ہی رد فرماتے ہیں۔

ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

'' و عندي أن الإسناد الحديث الذي صححه ابن القطان معلول لأنه لا يلزم من كون رجاله ثقات ان يكن صحيحًا لأن الأعمش مدلس ... إلخ''

(التلخیص الحبیر ۳/ ۴۸، دار الکتب العالمیہ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بتایا کہ اعمش طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے اور طبقہ ثانیہ کے لئے اصول وضع کیا کہ ان کی روایات مقبول ہیں، لیکن طبقات المدلسین کے اس اصول کو خود ہی ''التلخیص الحبیر'' میں رد کر دیا۔

پھر شیخ رحمہ اللہ فرماتے کہ جو کتاب خود مؤلف کے نزدیک ہی حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتی تو دوسرے لوگ کیوں اسے وحی الٰہی کی طرح حرف آخر سمجھ رہے ہیں؟ کہ اسے اصول کا درجہ دے کر صحت و سقم کی بنیاد ہی اس پر رکھ دی ہے۔

الرجوع الی الحق

وہ عظیم ترین صفت جس سے متصف ہونا ہر مسلمان کے لئے بالعموم اور اہل علم و فضل کے لئے بالخصوص بہت ضروری ہے، یعنی قبول حق اور اس کی طرف رجوع کر کے اس کا احترام کرے۔ خطا سے دور رہنے کی کوشش کرے،

بالخصوص جب لوگ اسے سند و حجت قرار دیتے ہوں۔

اظہارِ حق چاہے علانیہ طور پر ہو یا کسی خفیہ خط کتابت سے۔ کسی قریبی دوست سے ہو یا کسی مخالف سے، محبین میں سے کسی کی طرف سے ہو یا کسی عداوت رکھنے والے کی طرف سے، خواہ رتبے میں اس سے بڑا ہو یا چھوٹا حقیقت یہ ہے کہ یہ صفت مومن کا گمشدہ متاع ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کی زندگی کا یہ پہلو بھی نہایت درخشاں ہے، اس میں بھی آپ رحمہ اللہ نے اَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''ہم جب کسی راوی کو ثقہ وصدوق یا حسن الحدیث یا حدیث کو صحیح وحسن لذاتہٖ قرار دیتے ہیں تو اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے تناقض وتعارض سے ہمیشہ بچتے ہوئے غیر جانبداری سے اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے راوی کو ثقہ وصدوق حسن الحدیث اور حدیث کو صحیح وحسن قرار دیتے ہیں۔ ایک دن مر کر اللہ کے دربار میں ضرور بالضرور اور یقیناً پیش ہونا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی مرضی کی روایات کو صحیح وثابت کہہ دیں اور دوسری جگہ اسی کو ضعیف کہتے پھریں۔ یہ کام تو آلِ تقلید کا ہے۔ اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت میں تضاد وتعارض ثابت کردے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کرونگا۔ توبہ کرونگا اور جو بات حق ہے برملا اس کا اعلان کروں گا۔ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں۔ بس اگر اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے تو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اے اللہ میری ساری خطائیں معاف کردے۔ آمین

صحیح بخاری وصحیح مسلم اور مسلک حق مسلک اہلحدیث کے لئے میری جان بھی حاضر ہے۔ یہ باتیں جذباتی نہیں بلکہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔ (مقالات/۲ ۲۵۹۔۲۶۰)

قارئین کرام! ذکر کردہ عبارت کو بار بار پڑھیں، پھر اندازہ لگائیں کہ آپ رحمہ اللہ کس قدر للہیت وایمانی غیرت سے پُر تھے کہ رجوع الی الحق کو اپنے لئے راہِ نجات سمجھتے تھے اور اس کی عملی مثالوں سے شیخ رحمہ اللہ کی تصانیف بھری پڑی ہیں۔

اس بحث کے تحت دلچسپ بات یہ ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کے اندر یہ خوبی اس قدر پیوست تھی کہ اس عمل کے لئے کسی بڑے عالم ومحدث کی بات یا گواہی کی ضرورت نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ رحمہ اللہ تو ادنیٰ درجے کے طالب علم کی بات کے اندر بھی اگر حق کے قرائن پاتے تو فوراً اس کی بات کی طرف رجوع فرما لیتے، مثلاً:

ایک مرتبہ کلاس کے اختتام پر شیخ رحمہ اللہ طلبا کے ہمراہ تھے کہ ایک طالب علم نے عرض کیا: استاد جی! آپ نے ابو داود کی اس روایت کو حسن قرار دیا ہے: ''عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ: كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ، قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هَذِهِ الْكَلِمَاتِ'' (سنن ابی داود: ۵۱۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۹۳ ۷ ح ۱۹۹۵)

اس سے اکثر مبتدعین اذان سے قبل درود وسلام ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ آپ کے علاوہ بعض دیگر اہل علم نے اس کی تضعیف کی ہے۔ مثلاً علامہ علائی رحمہ اللہ المتوفی (۷۶۱) فرماتے ہیں: '' و ذكره ابن مديني لم يثبت له لقاء زيد بن ثابت''

(جامع التحصیل للعلائی ص ۲۳۶، عالم الکتب بیروت)

یعنی امام ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب بات سے علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ عروہ کی زید بن ثابت سے ملاقات ثابت نہیں، جبکہ زیر بحث روایت تو عروۃ رحمۃ اللہ علیہ "امرأة من بني نجار" سے نقل کرتے ہیں۔

اور وہ زید بن ثابت کی ماں نوار بنت مالک ہیں۔

(الاصابہ ۱/۴۹۱، دار الکتب العالمیۃ)

جب بیٹے سے ملاقات ثابت نہیں تو ماں سے بالاولیٰ مشکل ہے۔

اور اس علت کے بارے میں السنن الکبریٰ للبیہقی کے محقق اسلام منصور عبدالحمید لکھتے ہیں: "و هذه علة خفية"

(التعلیق علی السنن الکبریٰ ۱/۶۹۴)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ طالب علم کی یہ بات بڑے غور سے سنتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ کی بات تو مجھے بھی وزنی معلوم ہو رہی ہے۔ میں ان شاء اللہ اس روایت پر غور و فکر کروں گا۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کس قدر حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ آپ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ قائل کون ہے، بلکہ حق کو پہچاننے کے بعد فوراً "الرجوع الی الحق" کر لیتے تھے۔

خوش مزاجی اور مزاج میں سادگی

مزاج میں سادگی بھی اللہ پاک کی ایک انمول عطا ہے۔ عوام الناس کو اپنے قریب کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ انسانیت کے عظیم خیر خواہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر سادہ مزاج تھے کہ لوگوں میں بالکل گھل مل کر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ کوئی آنے والا آتا تو اسے بعض اوقات پوچھنا پڑتا: "أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم" کہ تمھارے درمیان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ (صحیح البخاری: ۶۳، ابوداود: ۴۸۶)

بلکہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، سائل نے سوال کیا کہ "أَفِيكُمُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟" تمھارے درمیان ابن عبدالمطلب (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟

(مسند ابی داود الطیالسی ۲/۶۷۰، دار الکتب العلمیہ)

یہ نبوی سادگی بحیثیت میراث نبوی امت کی طرف منتقل ہوتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچی، پھر ان سے تابعین تک، پھر آگے علمائے امت کو میراث نبوی ملی، لیکن افسوس کہ دور حاضر میں یہ صفت بھی مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ بہت ہی کم علماء ہیں جن کے حصے میں یہ نعمت آئی ہوگی۔ وگرنہ آج امت کے علماء کا مزاج بھی کچھ اس طرح کا ہے کہ عام بندگانِ خدا تو ان سے میل جول رکھنے کا سوچ بھی نہیں سکتے، بلکہ قوم کے وڈیروں، چودھریوں اور سیاسی علمبرداروں کی طرح علمائے وقت کی ملاقات کے لئے بھی کئی روز تک منتیں کرنی پڑتی ہیں جس کی وجہ سے اس امت کے علماء جو کہ حقیقی طور پر اس امت کے اطباء ہیں عامۃ الناس سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ نتیجتاً امت کے اندر گمراہی کا دور دورا ہے۔ ان کم یاب علماء میں حضرو کی جامع مسجد اہلحدیث میں ایک مرد فقیر نظر آتے تھے جس کی ہر ادا سے فقیری اور سادگی ہی ٹپکتی تھی۔ جس کے آس پاس بھی مصنوعی رعب اور بناوٹی گھمنڈ نہ تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا علمی رعب کچھ ایسا تھا کہ بڑے بڑے بھی ان کے سامنے اپنے ارادوں کو سکیڑتے نظر آتے۔

علماء، طلباء اور عام عوام سے میل جول تو اور بات ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو بچوں کے ساتھ جس انداز سادگی سے پیش آتے

تھے وہ بھی یقیناً مثالی ہے، کیونکہ کئی بار دیکھا گیا کہ وقت کا محدث حضرو کی جامع مسجد کے صحن میں برادر حافظ ابوالعباس کی ننھی بچی کے ساتھ کھیلتے اور توتلی زبان میں باتیں کرتے رہتے تھے۔

مزاج میں محبت والفت

محبت والفت بھی انسانیت کا ایک زیور ہے۔اگر یہ مفقود ہو جائے تو ہر رشتہ بے جان سا رہتا ہے اور اگر یہ کہیں مہک اٹھے تو ایسے رشتے جوڑ دے کہ صُلبی ونسبی رشتے بھی ماند پڑ جائیں۔

شیخ رحمہ اللہ تو یقیناً ایک مجسمۂ محبت تھے۔ وہ آخری ملاقات جو شیخ رحمہ اللہ سے وقتِ عشاء حضرو کی جامع مسجد میں ہوئی۔جس میں شیخ رحمہ اللہ ہم سندھی طلباء کو اپنے علاقوں کی طرف رخصت فرما رہے تھے، واللہ! وہ رخصتی کا انداز ہم کبھی نہیں بھلا سکتے۔ پدرانہ شفقت سے بڑھ کر اظہار فرمایا، اس کا مثالی انداز یہ تھا کہ آپ رحمہ اللہ ہمیں تادیر سینے سے لگاتے جاتے اس کے ساتھ ہمارے ماتھے چومتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ اللہ تم لوگوں کو خیر وعافیت سے اپنے گھروں کو پہنچائے۔

شیخ رحمہ اللہ طلباء کے لئے بے حد محبت کرنے والے شفیق باپ کی مانند تھے۔ایک بار ہم حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کے برادر (ان کا نام غالبًا امیر محمد ہے) کے گھر بعد از مغرب شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔آپ رحمہ اللہ سے ایک طالب وخادم نے سوال کیا: استاد جی آپ کے کتنے بیٹے ہیں؟ فرمانے لگے: میرے سارے طلبہ میرے بیٹے ہیں۔تم لوگ میرے بیٹے ہو۔میں تم لوگوں سے اولاد سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ بس حقیقت یہ ہے کہ تم طلباء ہی میری اولاد ہو۔

جذبہ اطاعت کتاب وسنت

شیخ رحمہ اللہ کے علم میں جو چیز آ جاتی اس پر عمل پیرا ہونے کی حتی المقدور کوشش کرتے تھے، گویا عہد اسلاف کی یادگار تھے۔صوم، صلوٰۃ، زہد، ورع کے ساتھ انھوں نے ہر اس عمل کا اہتمام کر رکھا تھا جو عنداللہ مطلوب وماجور تھا اور ہر اس کام سے کنارہ کش تھے جو عنداللہ مکروہ ونا پسند تھا۔

اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب سے میں نے یہ حدیث پڑھی ہے: ((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ .))
''جس نے بدعتی کی تعظیم کی تحقیق اس نے اسلام کی عمارت گرادی۔''

(الشریعۃ للآجری ۲۵۴۲/۵، دارالوطن، وقال الشیخ رحمہ اللہ: حسن)

اس کے بعد میں بدعتیوں کو قطعاً سلام نہیں کرتا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی بدعتی کے سلام کا جواب نہیں دیتے تھے۔(دیکھئے سنن الترمذی: ۲۱۵۲)

نیز فرمانے لگے: ایک دفعہ میں نے کسی تقلیدی مولوی سے فون پر بات کی اور اس کو سلام نہ کیا۔ اس پر وہ اصرار کرنے لگا کہ پہلے سلام کرو پھر گفتگو کرو۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اسے کہا: کچھ بھی ہو جائے میں کسی بدعتی کو سلام نہیں کروں گا حتیٰ کہ اس تقلیدی نے فون کاٹ دیا، لیکن میں نے اسے سلام نہیں کیا۔

اسی طرح ایک بار شیخ رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ تقلیدیوں کا ایک رسالہ حضرو میں آنا بند کر دیا گیا ہے، وہ تقلیدیوں نے اس لیے بند کیا ہے کہ میں اس کا رد لکھتا ہوں۔ایک طالب علم

نے عرض کیا: استاد جی! کیا میں یہ رسالہ اس طریقے سے منگوا سکتا ہوں کہ آلِ تقلید کے مذکورہ رسالے کے دفتر پر فون کر کے کہوں کہ میں تقلیدی ہوں مجھے یہاں رسالہ چاہیے؟ آپ رحمہ اللہ فرمانے لگے: خبردار! بیٹے ایسا کام ہرگز نہ کرنا، کیونکہ اسلام میں جھوٹ حرام ہے۔ یہ رسالہ ہم تک پہنچے یا نہ پہنچے، لیکن ہم قطعاً جھوٹ بول کر اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

قیمتی اور انمول نصائح

شیخ رحمہ اللہ جہاں طلباء کی علمی تشنگی کو اپنے تبحر سے سیراب فرماتے وہاں انھیں قیمتی نصیحتوں سے بھی بہرہ مند فرماتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طلبائے حدیث کو تو یہ عزم کر لینا چاہیے کہ تمام کتبِ احادیث کا مکمل مطالعہ کرنا ہے۔ اس کے ساتھ علوم حدیث کی مستند کتابوں کا مطالعہ بھی بے حد ضروری ہے۔ ایک طالب علم نے عرض کیا: استاد جی! ویسے تو اصول حدیث کی کتابیں بہت ہیں بھلا ان میں سے بھی کچھ خاص ہیں؟ فرمایا: ہاں، حاکم رحمہ اللہ کی معرفہ، خطیب رحمہ اللہ کی کفایہ کو مکمل پڑھنا چاہیے۔ ''الجامع لاخلاق الراوی'' تو ایسی کتاب ہے کہ اس کا تو بار بار مطالعہ کرنا چاہیے، متأخرین کی تصانیف میں سے معلّمی رحمہ اللہ کی ''التنکیل'' بے حد مفید ہے۔

اور آپ رحمہ اللہ نے طلباء کو وصیت فرمائی کہ وہ سلفی اہل حدیث بنیں۔ شخصیت پرست و تقلیدی اہلحدیث ہرگز نہ بنیں، قرآن وسنت کو فہم سلف صالحین کے مطابق سمجھنے کی کوشش کریں۔ قرآن وسنت کی بقا و بلندی کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہیں۔ دامنِ اعتدال زندگی بھر چھوٹنے نہ پائے۔

ان نصائح کے ساتھ ساتھ شیخ رحمہ اللہ بار بار طلباء کو اصولوں کی پاسداری کی وصیت فرماتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اصولوں کی جوڑ توڑ اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے ہیں۔ اصول، مقاصد و مفادات کے مطابق ہو تو سرِ تسلیم خم اور ان ہی اصولوں سے جب مفادات پر زد پڑتی ہے تو ان کے ازلی دشمن دکھائی دیتے ہیں۔

قارئین کرام! شیخ رحمہ اللہ جہاں ایک محدث العصر و محقق العصر تھے وہاں ایک مثالی مربی، مدرس، محسن اور شفیق باپ کی مانند محبّ بھی تھے۔ ایک کامل استاذ بھی تھے تو ایک وفادار دوست بھی۔ اہل حق کے لئے سایہ دار درخت بھی تھے۔ تو اہل باطل کے لئے ننگی تلوار بھی۔ جہاں وہ بے لوث بے لچک مبلغ بھی تھے تو وہاں جرأت، جسارت اور بے باکی کے والے بھی تھے۔

لیکن افسوس کہ اتنے اوصاف وخصائص کے مالک ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء بمطابق ۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بروز اتوار کو ہمیں داغ جدائی دے کر ہم سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے۔ اس روشن ضمیر محسن و مربی کا بچھڑ جانا یقیناً ایک ایسا پرسوز امر ہے کہ عموماً جماعت اہل حدیث خصوصاً طلبائے حدیث اس درد و الم کو تا حیات اپنے سینوں میں محسوس کرتے رہیں گے۔

اب حال تو یہ ہے کہ طلبائے حدیث کے سینے شیخ رحمہ اللہ کی یادوں کے سفینے بن چکے ہیں، لیکن ان سب چیزوں کے باوجود ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔

((إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ لَمَحْزُونُونَ.))

اب ہمیں چاہیے کہ اپنے محبوب و مربی رحمہ اللہ کے عزم و استقلال کی آبیاری کی کوشش کریں۔ ان کے اس منہج سلیم کو عام کرنے

کی کوشش کریں جس منہج سلیم کی برتری کے لئے انھوں نے زندگی وقف کر رکھی تھی۔ ع

میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن
ہے مگر دریائے دل تیرے کشش سے موجزن

استاد جی رحمہ اللہ

مولانا عبدالرحمان الاثری حفظہ اللہ*

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ رب العالمین کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت کر تو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آواز دیتے ہیں آسمان والوں میں کہ اللہ رب العالمین فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، پس تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، پھر اس بندے کی مقبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔'' (صحیح البخاری: 3209)

محقق العصر ذہبی زماں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت کو اللہ رب العالمین نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی، ان سے والہانہ محبت کرنے والے اور انھیں چاہنے والے بڑی تعداد میں ملک و بیرون ملک موجود ہیں، ان میں کافی تعداد ان کی ہے جنہوں نے صرف استاد محترم رحمہ اللہ کی تصانیف پڑھی ہیں ان کو استاد محترم کی زیارت اور پاس بیٹھنے کا موقع نہیں ملا، لیکن اس کے باوجود استاد جی رحمہ اللہ سے وہ والہانہ محبت رکھتے ہیں۔ شیخ رحمہ اللہ کو چاہنے والوں میں علماء، طلبا، اور عوام الناس کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ استاد جی کی وفات کی خبر سن کر ان میں سے ہر کوئی یوں محسوس کر رہا تھا جیسے اسکے خاندان کے ساتھ یہ مسئلہ پیش آیا ہو یہ خبر سن کر سکتہ طاری ہوگیا، غم سے نڈھال زاروقطار آنسو گرے، بے شمار دل افسردہ ہوئے، لیکن سب نے تقدیر کو غالب سمجھتے ہوئے استاد جی کی مغفرت، درجات کی بلندی کی دعائیں کرنا شروع کر دیں اور یہی وہ مقبولیت ہے جو اللہ رب العالمین اپنے خاص بندے کو عطا فرماتا ہے۔

استاد جی رحمہ اللہ کو اللہ رب العالمین نے اسماء الرجال جیسے عظیم فن میں معرفت تامہ بھی دی اور عظیم کام بھی لیا، اس مشکل فن کو استاد جی رحمہ اللہ نے کما حقہ سمجھا، پھر طلبا کو احسن انداز سے سمجھایا، حدیث کی صحت اور ضعف کے حوالے سے علماء تو علماء عوام الناس کا ذہن بھی بنایا اور اسماء الرجال کے مشکل فن کو انتہائی آسان کر کے پیش کیا، آج الحمد للہ! اہل حدیث کے عوام استاد جی رحمہ اللہ کی کتب سے استفادہ کر کے اہل باطل کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں انکے سامنے کوئی

* مدرس جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدرآباد سندھ

روایت پیش کی جاتی ہے فوراً اس کی صحت معلوم کرتے ہیں اس سے اگر چہ قصہ گو لوگوں کے لیے بڑی مشکلات ہوگئی ہیں، لیکن استاد جی رحمہ اللہ کی محنت سے کھرا اور صاف ستھرا دین لینے کا عوام کا ذہن بن چکا ہے۔

آپ نے حدیث پر حکم لگانے کے متعلق سلف سے جو اصول لیے کما حقہ بڑی سختی سے ان کی پابندی کی اور اپنے تلامذہ کو بھی اسی کی تلقین کرتے رہے، انتہائی غیر جانبدار ہو کر حدیث پر حکم لگاتے تھے، ذرہ برابر بھی آپکا مسلک حدیث پر حکم لگانے میں اثر انداز نہ ہوا، ان لوگوں کا بھرپور رَد فرماتے تھے جنہوں نے وضع کردہ اصولوں کو تار عنکبوت تصور کرتے ہوئے انکے پرخچے اڑائے، میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو کے مصداق بن گئے۔ اپنی مایہ ناز تصنیف نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین میں ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں:

'' غیر جانبدارانہ تحقیق

قارئین کرام! اس کتاب میں ''اصول'' کو سختی کے ساتھ مدنظر رکھا گیا ہے۔ راویوں کی توثیق و تضعیف اور کسی حدیث کی تصحیح و تضعیف میں جمہور محدثین کی تحقیقات کو لازمی ترجیح دی گئی ہے جو روایت جمہور علمائے مسلمین کی تحقیق کے مطابق صحیح یا حسن ہے اسے صحیح و حسن تسلیم کر کے استدلال کیا گیا ہے اور جو روایت علمائے مسلمین کے نزدیک ضعیف و منکر وغیرہ ہے اسے ضعیف و منکر قرار دے کر رد کر دیا ہے۔ اسماء الرجال کے میدان میں خواہشات نفسانیہ کو مدنظر بالکل نہیں رکھا گیا۔''

(نور العینین طبع اول صفحہ 49)

اس عبارت سے استاد محترم رحمہ اللہ کا حدیث پر حکم لگانے کے حوالے سے غیر جانبدارانہ منہج بالکل کھل کر سامنے آ چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ استاد جی رحمہ اللہ اپنی تصانیف میں جا بجا ان نام نہاد محققین کی خوب خبر لیتے نظر آتے ہیں جنہوں نے راویانِ حدیث پر حکم لگاتے وقت انصاف کا خون کرتے ہوئے ایک ہی راوی کو اپنی دلیل میں ثقہ، جبکہ مخالف کی دلیل میں ضعیف قرار دے دیا، دوسرے لفظوں میں اس راوی کی تدلیس اپنی دلیل میں مقبول مخالف کی دلیل میں مضر قرار دے دی۔

اسی مقبول عام کتاب نور العینین میں فرماتے ہیں:

''ابو قلابہ جو کہ مدلس نہیں تھے ان کے عنعنہ کو رد کرنا اور ثوری جو کہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے کے عنعنہ کو قبول کرنا انصاف کا خون کرنے کے برابر ہے اللہ تعالیٰ ظالموں سے ضرور حساب لے گا اس دن اس کی پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ اعاذنا اللّٰه من شر ذلك اليوم!''

(نور العینین طبع اول صفحہ 125)

حیدر آباد دو مرتبہ آنے کی وجہ سے استاد محترم کو قریب سے دیکھنے، پاس بیٹھنے، ان سے کچھ سیکھنے اور حاصل کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ الحمد للہ! انتہائی مشفق، محبت کرنے والے اور شاگردوں کو بھرپور فائدہ دینے والے محسوس ہوئے، کبھی طبیعت میں ناگواری کے آثار نہیں آنے دیے، سوالات کے جوابات دل کھول کر دیتے رہے، حالانکہ جب حیدر آباد آئے تھے تو ان کی طبیعت خراب تھی۔ امیر محترم ڈاکٹر عبد الرقیب صاحب حفظہ اللہ نے چیک اپ کروا کر میڈیسن تجویز کی تھی، اسکے باوجود استاد جی نے طلبا کو بھرپور مستفید کیا۔ جزاہ اللہ خیرا

راقم کا استاد جی رحمہ اللہ سے تقریباً چھ سات سال سے فون پر رابطہ تھا، اس سے قبل مجلّہ شھادت میں باب الفتاوی

میں استاد جی کے فتاویٰ پڑھتا تھا۔ راقم کو سب سے زیادہ جس چیز نے متاثر کیا، وہ تھی استادمحترم کا برجستہ جواب دینا راویوں کے حوالے سے استاد جی کوفون کرتا تو فوراً اسکا ترجمہ بتادیتے تھے۔

مالک الدار کی مندرجہ ذیل روایت نظر سے گذری:

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مَالِكِ الدَّارِ قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اسْتَسْقِ لأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلامَ ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لاَ آلُو إِلاَّ مَا عَجَزْتُ عَنْهُ. مصنف ابن ابی شیبهكتاب الْفَضَائِلِ مَا ذُكِرَ فِي فَضْلِ عمر بنِ الخطّابِ رضي الله عنه .

اس کی صحت وضعف معلوم کرنے کی کوشش کی تو ضعف کی عجیب وغریب علّتیں پڑھنے کوملیں کسی نے کیا کہا تو کسی نے کیا۔ دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ آخر استادمحترم رحمہ اللہ کی تحریر پڑھی۔

الاعمش سلیمان بن مہران مدلس ہیں، یہ روایت عن سے بیان کی ہے جس کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن مشکلات ان کو پیش آئی جنہوں امام ذہبی رحمہ اللہ کی وجہ سے درج ذیل بات کوحرف آخر سمجھ لیا: قُلْتُ: وَهُوَ يُدَلِّسُ، وَرُبَّمَا دَلَّسَ عَنْ ضَعِيفٍ، وَلَا يَدْرِي بِهِ، فَمَتَى قَالَ حَدَّثَنَا فَلاَ كَلام، ومتى قَالَ "عَنْ" تطرُق إلى احْتِمَالِ التَّدلِيْسِ إلاَّ فِيْ شُيُوخٍ لَهُ أَكْثَر عَنْهُم: كَإِبْرَاهِيْم، وَابْنِ أَبِي وَائِلٍ، وَأَبِي صَالِحِ السَّمَانِ، فَإِنَّ رِوَايَتَهُ عَن هَذَا الصَّنفِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى الاتِّصَالِ. (ميزان الاعتدال 2/224)

تفصیل کا یہ موقع نہیں استاد جی رحمہ اللہ نے بڑا زبردست جواب دیا جس پر دل مطمئن ہوا، کچھ ہی عرصہ قبل ایک ''فیس بکی'' محقق سے بات ہورہی تھی، وہ مجھے سلف صالحین کا منہج اپنانے کی ''نصیحت'' کررہے تھے، دوران گفتگو میں محقق صاحب نے نکتہ بتایا کہ ایک ہی محدث کے کسی ایک راوی کے بارے میں دومختلف حکم ثقہ وضعیف آجائیں تو دونوں کوساقط نہیں کریں گے۔

یہاں بھی یہ مسئلہ آسانی سے شیخ نے سمجھایا کہ اگر کسی راوی کے بارے میں ایک ہی محدث کے دومتضاد اقوال ہوں تو وہ دونوں ہی ساقط ہوں گے۔

بعد میں میری استادمحترم سے بات ہوئی تو ان سے معلوم کیا، انھوں نے فرمایا: یہ بات تو امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی لکھی ہے۔ عبدالرحمان بن ثابت بن صامت کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ کے دومتضاد قول پائے جاتے ہیں تو امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وَقَالَ ابنُ حِبان: فَحُشَ خِلافُه للاثْبَاتِ فَاسْتَحقَّ التَّرْك، قُلْتُ: وَرَوى عَنْهُ ابْنُه عَبْدِاللّٰه، وَذَكَرَهُ أَيْضًا ابنُ حِبَانَ فِي الثّقَاتِ فَتَسَاقَطَ قَولَاه.

(میزان الاعتدال 2/552 رقم ت:4829)

ایک مرتبہ میرے استاد شیخ بشیر عسکری صاحب حفظہ اللہ اور راقم نے تاریخ بغداد کے راوی کے حوالے سے رابطہ کیا تو شیخ

محترم نے بتایا میں بازار میں ہوں، ہم نے جب راوی کا نام لیا تو فوراً استاد جی نے اسکی معلومات دے دیں، واللہ! ہم حیران ہوکر رہ گئے۔ جب دورے کی کلاس چل رہی تھی امام مسدد کا ذکر آیا استاد جی رحمہ اللہ نے برجستہ انکا پورا نام لیا ''مسدد بن مُسَرهد بن مُسَربَل بن مُغرْبَل بن مُرَعْبل بن أَرْمك بن ماهك''

نوابشاہ سے کسی نے مجھ سے فون پر پوچھا صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث کو بنیاد بنا کر ایک رافضی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر نعوذ باللہ من ذلک نفاق کا الزام لگا رہا ہے، بھائی وکیل ولی قاضی کے توسط سے شیخ محترم سے فون پر رابطہ کیا، اللہ رب العالمین استاد جی کی قبر پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اسے جنت کا باغیچہ بنائے آمین۔ آپ نے بہت ہی خوب جواب دیا۔

قَتَادَةَ عَنْ أَبِى نَضْرَةَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمَّارٍ أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا الَّذِى صَنَعْتُمْ فِى أَمْرِ عَلِىٍّ أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَلَكِنْ حُذَيْفَةُ أَخْبَرَنِى عَنِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ قَالَ النَّبِىُّ -صلى الله عليه وسلم- **((فِى أَصْحَابِى اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا فِيهِمْ ثَمَانِيَةٌ لاَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِى سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ وَأَرْبَعَةٌ .لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ.))**

(صحيح مسلم: 7212)

استاد محترم کا جواب:

''اولاً تو حدیث کے دوسرے طرق میں اصحابی کی جگہ امتی آیا ہے دوسری بات حدیث کے اندر مذکور دبیلہ بیماری معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کو لگی؟ ہرگز نہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس بیماری کا ذکر آتا ہے اسکے راوی واقدی کذاب ہیں۔

قارئین کرام! یہ تھی وہ چیز جس نے راقم کو شیخ کا گرویدہ بنایا ان ہی باتوں کی وجہ سے راقم کے دل میں شیخ محترم کے لیے والہانہ محبت پیدا ہوئی۔

اور استاد محترم نے ثقہ ساتھیوں کے سامنے راقم کے بارے میں یہ جملے فرمائے: ''عبدالرحمان میری اولاد کی طرح ہے'' ایک محدث اسما والرجال کے امام کی زبان سے اس خاکسار کے لیے اس طرح کے جملوں کا ادا ہونا بڑا اعزاز ہے۔ الحمدللہ

بھائی وکیل ولی قاضی کے ساتھ استاد جی رحمہ اللہ سے استفادہ کرنے فیکٹری میں مدرسے کے اساتذہ کے ساتھ جانے کا موقع ملا، راقم نے شیخ رحمہ اللہ سے کچھ سوالات کیے:

1: آپ کی علامہ البانی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تھی؟

استاد جی نے فرمایا: بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی۔

2: شیخین شیخ محبّ اللہ شاہ اور شیخ بدیع الدین رحمہما اللہ میں سے اسماء الرجال میں بڑا عالم کون تھا؟

استاد جی رحمہ اللہ نے فرمایا: شیخ محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ، لیکن شیخ بدیع الدین رحمہ اللہ اس طرف توجہ دیتے تو شاید اسماء الرجال میں بھی آگے نکل جاتے وہ تبلیغ میں مصروف رہے۔

3: اس وقت پاکستان میں کون سے بڑے عالم ہیں جن کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہو؟

استاد جی رحمہ اللہ کا جواب تھا: الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ اور الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ۔

4: آپ نے کس استاد سے زیادہ علم حاصل کیا ،یعنی زیادہ سیکھا؟

آپ نے فرمایا: الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ

بعض الناس نے استادمحترم کی مخالفت میں ان کی بہترین خوبی: رجوع الی الحق کو بھی بطورِعیب پیش کرنے کی نامرادکوشش کی......

ان سے یہ پوچھا جائے کہ کیا حق بات معلوم ہونے کے بعدا سے اپنانا عیب ہے؟ کیا سلف میں اس طرح نہیں ہوتا آیا کہ انہوں نے کئی مسائل میں اپنے پہلے موقف سے رجوع کیا؟

دور نہ جایئے علامہ البانی رحمہ اللہ کو لے لیجئے کیا انہوں نے کئی راویوں اوراحادیث پر اپنے پہلے حکم سے رجوع نہیں کیا؟

میرے سامنے تراجع العلامۃ الالبانی فیمانص علیہ تصحیحاً وتضعیفاً پڑی ہے،اسے جمع کرنے والے ابوالحسن محمد حسن الشیخ ہیں یہ کتاب 352 صفحات پر اور222 ایسی احادیث پر مشتمل ہے جن کو امام البانی رحمہ اللہ نے پہلے صحیح کہا تھا، پھر رجوع کیا،یعنی ضعیف قرار دیا اوراگر پہلے ضعیف کہا تھا، بعدمیں رجوع کرکے صحیح قرار دے دیا۔

بتائیں اس پر کیا کہا جائے گا؟ جو چیز شیخ زبیر رحمہ اللہ کریں تو خامی،لیکن وہی امام ناصرالدین البانی رحمہ اللہ کریں توخوبی بنے۔ واللّٰہ المستعان

یاد رکھیں حق معلوم ہونے کے بعد اسکی طرف علی الاعلان رجوع کرنا استادمحترم کی انفرادی خوبی تھی تراجع الالبانی کے مرتب نے کتاب کے مقدمے میں اسی بات کو بطورخوبی بیان کیا: ''قـول عمر رضي الله عنه لأبي موسیٰ رضي الله عنه

لا يـمنعنك قضاء قضيت فيه اليوم فراجعت فيه رأيك فهـديـت فيـه لرشدك أن تراجع فيه الحق فـإن الـحـق قديم لا يبطله شيء ومراجعة الحق خير من التمادى فى الباطل .''(اعلام الموقعین 1/86)

ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ علامہ البانی رحمہ اللہ سے رجوع صادرہونے کی وجوہات:

1: اخـلاص الشيـخ رحمه الله و اداء للامانة العلمية: ﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ ﴾......

2: ان تـراجع الإمام الباني عنها لايخفض من مـنزلته ويقلل من شأنه ويوهن من قدره بل هذا لا يـزده إلا مـحبة فـي قـلوب طالبى الحق ولا يـزيـده إلا رفـعًا أمام القادر جل وعلا ولا يزيد طلبة العلم إلا حرصًا على اقتناء كتبه وهذا يدل عـلى انصافه رحمه الله . (تراجع العلامة الالباني فيما نص عليه تصحيحا وتضعيفا 13)

علامہ البانی رحمہ اللہ کا مختلف احادیث پرلگائے گئے حکم سے رجوع کرنے سے آپکی قدر ومنزلت اورمقام میں کسی طرح کی کمی یا کمزوری واقع نہیں ہوئی، بلکہ اس سے توحق کی جستجو رکھنے والوں کے دلوں میں آپ کے لیے محبت کے جذبات مزید پختہ ہوئے اوراللہ تعالیٰ قادرمطلق کے نزدیک آپ کی رفعتوں میں اضافہ ہوا، آپ کے اس عمل کی بنا پر طلابِ علم نے آپ کی کتب پراعتنا کیا ہے، درحقیقت علامہ البانی رحمہ اللہ کی یہ خوبی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ایک منصف اورغیر جانبدار محقق عالم دین تھے۔

قارئین کرام! ہم بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع کے حوالے سے یہ دونوں باتیں پیش کرتے ہیں:

﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾ (الرعد:17)

راقم الحروف کی امام اسماء الرجال، ذہبی زماں اس عظیم محدث سے آخری ملاقات بدین میں محترم ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں صاحب کی لائبریری میں ہوئی، راقم نے عرض کیا: شیخ محترم ہمیں حیدرآباد واپس جانا ہے، شیخ سے گلے ملا پیشانی پر بوسہ دیا: "احبك في الله" کہا تو استاد جی نے بھی نے احبك الله کی دعا فرمائی، اس طرح ایک عظیم محدث اسماء الرجال کے امام سے آخری ملاقات کا اختتام ہوا۔ (یہ عبارت لکھتے ہوئے آنسو جاری ہیں۔)

استاد محترم رحمۃ اللہ علیہ تو ہم سے جا چکے اب ان کا عظیم الشان منہج، راسخ عقیدہ اور علم سے بھرپور تصانیف موجود ہیں جن کو پڑھ کر بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسماء الرجال کے حوالے سے نور العینین کو پڑھنا بہت مفید ثابت ہوگا۔ یہ تھیں باتیں جنہیں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں قارئین کے سامنے بے ربط ٹوٹے پھوٹے جملوں میں بیان کر دیا۔ آخر میں اللہ رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ اے رب کریم! استاد محترم کی بشری لغزشیں معاف فرما کر انہیں جنت الفردوس عطا فرما اور ہمیں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کی جو درحقیقت منہج اسلاف ہے کی کما حقہ ترویج کی توفیق فرما۔ آمین یا رب العالمین

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

میرے شیخ، میرے محسن، میرے مربی
فضیلۃ الاستاذ محدث العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

بروز اتوار بتاریخ ۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۰/نومبر ۲۰۱۳ء تقریباً ساڑھے ۹ بجے میرے بیٹے جابر نے مجھے دامان (ضلع اٹک) سے فون کیا کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے ہیں۔ إنا لله و إنا إليه راجعون. اللهم أجرني في مصيبتي و أخلف لي خيرًا منها.

یہ خبر مجھے ریل گاڑی میں اس وقت ملی جب میں شیخ صاحب کی عیادت کے بعد کراچی واپس آ رہا تھا۔ اس خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔ والدین کی وفات پر غم و الم ایک فطری بات ہے، لیکن محترم شیخ کے بچھڑنے کا جو غم تھا وہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

موصوف کی وفات کے بعد ایسا لگا جیسے ہم یتیم ہو گئے۔ علم و عرفان اور عمل کا یہ آفتاب بہت جلد غروب ہو گیا، حالانکہ ابھی ہم نے ان سے بہت کچھ حاصل کرنا تھا۔ شیخ صاحب ہمارا بڑا سرمایہ تھے اور ہم گھر بیٹھے ہی ان سے علم کے موتی و جواہرات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ افسوس اب ہمارا وہ سہارا ختم ہو گیا اور معلومات حاصل کرنے کا ایک عظیم الشان دروازہ بھی بند ہو چکا ہے۔

علمائے کرام کا اس طرح دنیا سے اٹھ جانا ہمارا بہت بڑا نقصان ہے کہ جس کی تلافی ممکن نہیں۔ قیامت کی علامات

میں سے ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ علم اور علمائے کرام دنیا سے اٹھتے چلے جائیں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوا .))

''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے، بلکہ وہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ (حق پرست) علماء کو اٹھا لے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا بڑا (رہبر و رہنما) بنالیں گے، تو لوگ ان سے (دینی معلومات میں) سوالات کریں گے اور وہ بغیر علم کے (اپنی رائے) سے جواب دیں گے، چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

(صحیح بخاری:۱۰۰، ۷۳۰۷، صحیح مسلم:۶۷۹۶)

ع اب ڈھونڈا سے چراغ رخ زیبا لے کر

نیز شاعر کی یہ بات بھی صادق آتی ہے کہ

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

محترم شیخ صاحب کی عادت تھی کہ وہ رمضان المبارک کے روزے گزارنے کے لئے اپنے دستِ راست حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کے علاقہ دیر میں جایا کرتے تھے، کیونکہ وہ ٹھنڈا علاقہ ہے، لیکن گزشتہ رمضان میں شیخ صاحب وہاں بیمار ہو گئے تو انھیں اپنے علاقے پیرداد حضرو واپس آنا پڑا اور اس دوران میں علاج معالجہ سے شیخ صاحب کی طبیعت سنبھلنے لگی۔ میں ۱۵ روزہ تبلیغی دورے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فیصل آباد، مرکز تبلیغ ادارۃ الاصلاح، پھول نگر بونگا بلوچاں، حافظ آباد اور لاہور وغیرہم کا دورہ کر کے اپنے آبائی گاؤں دامان بتاریخ ۱۰/ستمبر ۲۰۱۳ء کو پہنچا تو دوسرے دن میں نے موبائل پر شیخ صاحب سے گفتگو کی اور انھیں بتایا کہ میں آج آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ شیخ محترم نے مجھے بتایا کہ میں اس وقت سرگودھا میں ہوں اور میرا قیام وہاں ۲۰ دن تک رہے گا۔ میرا قیام چونکہ ایک ہفتے کا تھا، پھر مجھے کراچی واپس آنا تھا، لہٰذا شیخ صاحب سے ملاقات کی آرزو لیے کراچی روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن جب ہم کراچی سے تھوڑے فاصلے پر تھے تو مجھے ایک میسج آیا جس نے مجھے سخت حیران و پریشان کر دیا۔ اس میسج میں تھا کہ شیخ صاحب پر فالج کا اٹیک ہو گیا ہے اور انھیں سرگودھا کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اس خبر سے مجھے دھچکا لگا اور ہم نے شیخ صاحب کے لئے دعائیں مانگنا شروع کر دیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کو اسلام آباد کے الشفاء ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا ہے اور وہاں ان کا آپریشن بھی ہوا۔ اس دوران میں ملک کے طول و عرض میں دعاؤں کا سلسلہ جاری و ساری ہو گیا۔ خطبات جمعہ میں اور نمازوں میں بھی دعائیں ہوتی رہیں۔ میرا دل بے تاب تھا کہ کب شیخ صاحب سے ملاقات ہوگی؟ چنانچہ میں ۳۱/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو خیبر میل کے ذریعے سے راولپنڈی پہنچ گیا اور وہاں سے اسلامک ریسرچ سینٹر میں کچھ دیر قیام کیا، پھر حافظ شیر محمد صاحب کے ساتھ جنرل ہسپتال راولپنڈی پہنچا اور اس وقت شیخ صاحب آئی سی یو میں داخل تھے، اگرچہ شیخ صاحب کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن وہ ہوش و حواس میں نہ تھے۔ میں نے شیخ صاحب سے بات

کرنے کی کوشش کی اور انھیں چھوا، آواز دی لیکن بے سود، پھر انھیں دم کرنے لگا۔ اس سلسلے میں سنن ابو داود کی ایک روایت (۳۱۰۶) بھی میرے پیشِ نظر تھی جس میں آتا ہے کہ اگر ان کلمات کو مریض کے سرہانے ۷ بار پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو ضرور شفا دیتا ہے، سوائے موت کے (کہ موت کو کوئی نہیں روک سکتا) وہ کلمات یہ ہیں: ((أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيَكَ)) "میں اللہ العظیم سے سوال کرتا ہوں جو عرش عظیم کا رب ہے کہ وہ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔"

رات کو میں دوبارہ شیخ صاحب کے پاس آیا اور ان کا دیدار کرتا رہا اور اس امید پر انھیں دوبارہ دم کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عطا فرما دے۔ یہ دعا بھی کرتا رہا کہ اے اللہ! ہمارے شیخ کو صحت و تندرستی عطا فرما دے۔ اے اللہ! شیخ ہمارے لئے بہت بڑا سہارا ہیں۔ ان کے بغیر ہم بالکل بے سہارا ہو جائیں گے۔ اے اللہ! انھیں جلد صحت و عافیت عطا فرما۔

شیخ صاحب کے استاد، استاذ العلماء الشیخ محترم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ پر بھی اسی طرح فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ وہ بھی کئی دنوں تک ہسپتال میں داخل رہے اور بے ہوش تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہ دونوں علماء جو آپس میں استاد و شاگرد کے رشتے میں منسلک تھے ایک ہی طرح کی بیماری میں مبتلا ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

دوسرے دن میں حافظ شیر محمد صاحب کے ہمراہ پیر داد حضرو پہنچا، جو شیخ صاحب کا آبائی گاؤں ہے۔ وہاں شیخ صاحب کے والد محترم حاجی مجدد خان صاحب سے ملاقات ہوئی، ان کی عمر اس وقت تقریباً ۱۰۰ سال ہے۔ حافظ شیر محمد صاحب نے مجھے خطبہ جمعہ کا کہا، چنانچہ میں نے وہاں خطبہ جمعہ دیا اور وہاں آئے ہوئے دوستوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔ شیخ صاحب کے لیے خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ میں قنوت نازلہ میں بھی دعائیں کی گئیں۔ اس کے بعد میں اپنے گاؤں چلا گیا اور بدھ کے دن دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ محترم بدستور بے ہوش تھے۔ لگتا تھا کہ وادی چھچھ کا یہ شیر گہری نیند سو رہا ہے۔ میں نے پہلے کی طرح دم و دعا کا سلسلہ جاری رکھا۔ کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ سرگودھا سے فضیلۃ الشیخ سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے ہیں، چنانچہ ان علمائے کرام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ دوسرے دن بروز جمعرات کو میں گوجرانوالہ روانہ ہو گیا جہاں مجھے فضیلۃ الشیخ صفدر عثمانی حفظہ اللہ کی مسجد میں جمعہ پڑھانا تھا۔ جمعہ کی رات کو بعد نماز عشاء فضیلۃ الشیخ محترم ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا خطاب تھا۔ شیخ صاحب کے خطاب سے پہلے میں نے عذاب قبر کے موضوع پر مختصر بیان کیا۔ شیخ موصوف نے رافضیت پر اپنا علمی مقالہ پیش کیا۔ نماز جمعہ کے بعد میں لاہور روانہ ہو گیا اور رات کو فضیلۃ الشیخ ارشد کمال حفظہ اللہ کے ہاں قیام کیا۔ انھوں نے بروز ہفتہ ۹/ نومبر کا ٹکٹ لے رکھا تھا، چنانچہ بروز ہفتہ میں کراچی روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن مجھے تقریباً ساڑھے ۹ بجے یہ خبر ملی کہ محترم شیخ وفات پا گئے ہیں۔ میں ۱۱ بجے اپنے گھر پہنچا اور ہوائی جہاز کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے معلومات کیں لیکن اتوار کی وجہ سے تمام ٹکٹ بک ہو چکے تھے میں افسوس ہی کرتا رہ گیا کہ کاش میں وہیں ہوتا اور شیخ صاحب کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیتا۔ ان کو کفن پہناتا، لیکن یہ سعادت تو دوسروں کے لیے لکھ دی گئی تھی۔ بہر حال مسجد سعد بن معاذ عمر خان روڈ بھٹہ ویلیج کیماڑی میں ہم نے محترم شیخ صاحب کا غائبانہ نماز

جنازہ ادا کیا اور اس سے قبل مسجد ابراہیم کیماڑی میں نماز ظہر کے بعد غائبانہ نماز جنازہ ادا کیا گیا تھا، اور معلوم نہیں کہ محترم شیخ سے محبت رکھنے والوں نے کہاں کہاں ان کے لئے نماز جنازہ غائبانہ کا اہتمام کیا ہوگا؟

احادیث رسول ﷺ سے شیخ کی والہانہ محبت والفت

ہمارے شیخ حق وصداقت کی علامت تھے۔ جس مسئلے کا حق ہونا ان پر واضح ہو جاتا اس پر مضبوطی سے ڈٹ جاتے اور دنیا کی کوئی طاقت انھیں اپنے موقف سے نہیں ہٹا سکتی تھی اور وہ اس معاملہ میں کسی قسم کی ملامت کی بالکل پروا نہیں کرتے تھے۔ ع

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بے گانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

احادیث کی صحت وسقم کے بارے میں شیخ صاحب کی تحقیقات بہت ہی وسیع تھیں اور ان کی عادت تھی کہ حدیث پر حکم لگانے سے پہلے اس حدیث کی پوری تندہی سے تحقیق کرتے اور اس سلسلے میں اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو معلوم ہونے پر علانیہ اپنی غلطی سے رجوع فرماتے اور یہ ان کی بہت بڑی خوبی تھی جو خال خال لوگوں میں نظر آتی ہے۔ موصوف کا صحیحین (بخاری ومسلم) کے بارے میں یہ موقف تھا کہ ان کی تمام مرفوع روایات بالکل صحیح ہیں۔ اگر کسی نے بخاری یا مسلم کی روایت پر اعتراض کیا تو شیخ صاحب فوراً اس کا جواب لکھ دیا کرتے تھے۔ سنن اربعہ اور دیگر کتب احادیث میں صحیح کے ساتھ ساتھ ضعیف روایات بھی موجود ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں موصوف نے سنن اربعہ پر تحقیق وتخریج کا کام بھی کیا ہے جن میں سے ابوداود، ابن ماجہ اور نسائی کو دارالسلام نے شائع کر دیا ہے لیکن سنن ترمذی ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں مشکوٰۃ المصابیح، تفسیر ابن کثیر کو بھی مکتبہ اسلامیہ نے شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج کے ساتھ شائع کر دیا ہے، نیز شمائل ترمذی شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج اور عمدہ فوائد کے ساتھ شائع ہو گئی ہے، علاوہ ازیں مسند حمیدی بھی شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج اور عمدہ فوائد کے ساتھ عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے۔

شیخ موصوف نے سنن اربعہ کی ضعیف و موضوع روایات کو بھی ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے جس کا نام ''انوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ من السنن الاربعۃ'' ہے جس میں روایات کے اطراف، راویانِ حدیث، وجہِ ضعف اور مختصر تخریج درج کی گئی ہے۔

شیخ موصوف جب کسی روایت پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں تو اس کی وجہ ضعف بھی بیان کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث کس وجہ سے ضعیف ہے، جبکہ بعض لوگ کسی روایت پر حکم لگاتے ہیں تو اس کی وجہ ضعف بیان نہیں کرتے، نیز شیخ موصوف جب کسی ایسے راوی پر تحقیق کرتے ہیں جس پر بعض محدثین نے جرح بھی کر رکھی ہوتی ہے تو موصوف جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے اسے ثقہ قرار دیتے ہیں اور ایک مقالہ میں انھوں نے اس کے دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں۔ موجودہ دور میں باطل فرقے ثقہ و ثبت محدثین کرام کو اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے ضعیف باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے باطل فرقوں کے خلاف موصوف کا قلم فوراً حرکت میں آ جایا کرتا تھا، بعض محدثین ایسے بھی گزرے ہیں کہ جنھیں عموماً ضعیف سمجھا جاتا ہے لیکن جب شیخ موصوف نے ان پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہیں، جیسے:

مومل بن اسماعیل، نعیم بن حماد الخزاعی المروزی، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ اور شہر بن حوشب، وغیرہم۔

اور بعض محدثین پر بلاوجہ بھی کلام کیا گیا ہے اور موجودہ دور میں ان کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں شیخ موصوف کے مقالات کی طرف رجوع ضروری ہے۔ احادیث کی تصحیح و تضعیف میں فن تدلیس کا بھی بہت اہم کردار ہے۔ محترم شیخ نے اس سلسلہ میں بہت سے مقالات تحریر فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی راوی اگر مدلس ہے اور وہ کسی روایت کو عن سے بیان کر رہا ہے تو جب تک کسی دوسری روایت میں اس راوی کے سماع کی تصریح نہیں مل جاتی تو صحیحین کے علاوہ دوسری کتب میں نقل کردہ ایسی روایات ضعیف مانی جائیں گی۔ اس بات کی وضاحت اصول حدیث کی کتب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی نے ایک ہی مرتبہ تدلیس کی ہوگی تو اس راوی کی روایت بھی سماع کی تصریح کے بغیر قبول نہیں کی جائے گی۔ اس روایت کو ضعیف ہی مانا جائے گا۔ صحیحین کی روایات میں مدلسین کا عنعنہ قابل قبول ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے وہ معنعن روایات ذکر کی ہیں جن کے سماع کی تصریح دوسرے مقام پر موجود ہوتی ہے اور اس فن پر جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں انھوں نے وہاں پر اس کے ثبوت پیش کر دیے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے بڑی عجیب غلطیاں بھی کی ہیں اور کسی جگہ بعض رواۃ کی روایات کو تو ضعیف قرار دیا ہے لیکن بعض راویوں کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے، حالانکہ وہ رواۃ بھی مدلسین میں شامل ہیں۔

محترم شیخ نے احادیث کی تصحیح و تضعیف میں اصولوں کی زبردست پابندی کی ہے اور اس سلسلہ میں انھوں نے خوب مطالعہ کرنے کے بعد ہی احادیث کی تصحیح و تضعیف کا کام کیا ہے۔ بعض لوگوں نے دو چار ضعیف احادیث کو ذکر کر کے اور ضعیف + ضعیف ذکر کر کے اس حدیث کو صحیح قرار دے ڈالا۔ شیخ موصوف کا اصول یہ ہے کہ کسی ضعیف روایت کے کتنے ہی ضعیف شواہد کیوں نہ ہوں وہ حدیث اصلاً ضعیف ہی مانی جائے گی اور اس وقت تک صحیح تسلیم نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس کا کوئی صحیح شاہد نہ مل جائے اور اس بحث کو آپ کے مقالات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

موصوف کے مقالات ۶ جلدوں میں اور فتاویٰ علمیہ ۳ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر موصوف کی کتب موجود ہیں ۔ جن میں موصوف نے دلائل کے ساتھ صحیح موقف کو واضح کیا ہے اور لوگوں کی قرآن و حدیث کی طرف راہنمائی کی ہے۔

موصوف نے منکرین حدیث کے رد میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔ مقلدین میں دیوبندیوں اور بریلویوں کے رد میں بھی آپ نے بہت کچھ لکھا ہے اور قرآن و حدیث کے خلاف ان کے عقائد و نظریات پر کھل کر لکھا ہے اور قرآن و حدیث کی طرف ان کی راہنمائی فرمائی ہے تاکہ وہ غلط عقائد و نظریات کو ترک کر کے قرآن و حدیث کی شاہراہ پر آ جائیں۔

شیخ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص بھرا دل عطا فرمایا تھا اور آپ کی کوشش تھی کہ جس طرح موصوف نے خود حق و صداقت کو سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے دوسرے لوگ بھی اس سچائی کی پیروی کر لیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ

تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔

شیخ صاحب کو قرآن کریم سے بھی والہانہ محبت تھی یہی وجہ ہے کہ موصوف نے بہت مختصر وقت میں قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا۔

مسلک حق سے وابستگی کی وجہ موصوف یوں بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے انھیں ایک مرتبہ صحیح بخاری عنایت کی اور کہا کہ بیٹا حدیث کی یہ کتاب صحیح ترین کتاب ہے آپ اس کا مطالعہ کریں لیکن اس پر عمل نہ کرنا۔ میں حیران رہ گیا کہ جب بخاری شریف حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے تو پھر اس پر عمل سے کیوں روکا جا رہا ہے، چنانچہ میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا اور اس پر عمل کرنا بھی شروع کر دیا اور جہاں رفع یدین کا ذکر آیا میں نے اپنے طور پر رفع یدین بھی کرنا شروع کر دیا۔ شیخ موصوف پڑھے لکھے انسان تھے۔ انھوں نے عربی اور اسلامیات میں ایم اے کیا تھا اور فرماتے ہیں: میں نے پشتو زبان بھی پڑھی اور اس میں مہارت حاصل کرنے کے لئے پشتو کی گرامر بھی پڑھی۔

موصوف تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔

موصوف انتہائی ذہین انسان تھے، اسی لئے انھوں نے چند سالوں میں دینی علوم میں دسترس حاصل کر لی تھی، پھر انھوں نے دینی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا جس سے ان کے علم میں نکھار پیدا ہو گیا۔ میں نے ۱۹۸۴ء میں عذاب قبر کے منکر ڈاکٹر عثمانی کے رد میں ایک کتاب: الدین الخالص لکھی تھی جس کا مطالعہ موصوف نے بھی کیا اور اس وقت تک میری شیخ صاحب سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ شیخ صاحب نے مجھے خط لکھا اور اس میں میری ایک غلطی کی نشاندہی کی۔ میں نے ایک محدث شیخ ابو احمد الحاکم کے متعلق لکھا کہ وہ متساہل ہیں۔ شیخ صاحب نے بتایا کہ ابو احمد الحاکم متساہل نہیں، بلکہ وہ ابو عبداللہ الحاکم صاحب مستدرک ہیں جو متساہل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محترم شیخ صاحب کے علاوہ کوئی دوسرا شخص میری اس غلطی کی نشاندہی نہیں کر سکا تھا۔ شیخ صاحب ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تھے۔ کمال عثمانی صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نماز جمعہ کے بعد ڈاکٹر عثمانی سے بات کرنے کے لئے تشریف لے جائیں اور ان سے سوال کریں کہ انھوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کس دلیل کی بنیاد پر کافر قرار دیا ہے؟ (نعوذ باللہ من ذلک)

ڈاکٹر عثمانی کا دعویٰ تھا کہ امام احمد بن حنبل کا یہ عقیدہ ہے کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت روح لوٹائی جاتی ہے اور دلیل کے طور پر ڈاکٹر موصوف نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کتاب الصلوٰۃ کا حوالہ دیا تھا اور حوالہ کے طور پر اس نے دیوبندی عالم مولانا سرفراز خان صاحب کی کتاب تسکین الصدور کا عکس دیا تھا، جبکہ کتاب الصلوٰۃ میں یہ مسئلہ موجود ہی نہیں، نیز کتاب الصلوٰۃ کا انتساب بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف درست نہیں۔ یہ کتاب ان کی طرف منسوب ہے لیکن ان سے یہ کتاب ثابت نہیں، البتہ طبقات حنابلہ میں اعادۂ روح کی بات موجود ہے لیکن اس کی سند میں کئی رواۃ مجہول ہیں۔ دیکھئے میری کتاب: الدین الخالص دوسری قسط (ص۲۲۔۲۳)

جب موصوف وہاں تشریف لے گئے اور ڈاکٹر عثمانی سے سوال کیا کہ آپ نے کس دلیل کی بنیاد پر امام احمد بن حنبل کو کافر کہا ہے؟ اس کا ثبوت پیش کریں۔ ڈاکٹر عثمانی نے

شیخ صاحب کو ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن شیخ صاحب نے ان سے مطالبہ کیا کہ آپ طبقات حنابلہ لائیں تا کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اس سند میں کیا خامی ہے۔ ڈاکٹر عثمانی کہنے لگا تم الف ب تو جانتے نہیں کل کے بچے ہو (اس کا خیال تھا کہ شیخ صاحب کو عربی نہیں آتی ہوگی) تو اس نے کہا مجھ سے عربی زبان میں بات چیت کرو، چنانچہ شیخ صاحب نے ڈاکٹر عثمانی سے عربی میں گفتگو شروع کر دی۔ شیخ صاحب عربی روانی سے بول رہے تھے جبکہ ڈاکٹر عثمانی اٹک اٹک کر گفتگو کر رہا تھا۔ جب ڈاکٹر عثمانی زچ ہو گیا تو کہنے لگا کہ اردو میں بولو ورنہ میں بات چیت ختم کر دوں گا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا وہی مطالبہ تھا کہ کتاب پیش کرو کیونکہ آپ نے اتنا بڑا فتویٰ لگایا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی نے پینترا بدل کر کہا کہ میاں تم کتاب کیوں نہیں لائے؟ شیخ صاحب نے کہا کہ دعویٰ آپ کا ہے، کتاب میں لے کر آؤں؟ اور آخر میں ڈاکٹر عثمانی نے جان چھڑائی کہ جب تم کتاب لاؤ گے تو پھر گفتگو ہوگی۔ اس گفتگو میں ڈاکٹر عثمانی نے عیاری و مکاری کی حد کر دی لیکن وہ اپنا دعویٰ ایک عالم دین کے سامنے ثابت نہ کر سکا۔ شیخ صاحب اپنے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر بھی لے گئے تھے لیکن اس میں صحیح ریکارڈنگ نہ ہو سکی تھی۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ انہی کے ایک آدمی سے صاف کیسٹ مل گئی اور یہ کیسٹ کئی لوگوں نے سنی۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۸۵ء کا ہے۔ اس وقت شیخ صاحب کی عمر ۲۷ سال کے لگ بھگ تھی۔

شیخ صاحب کو سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بڑے بھائی سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بہت محبت تھی اور ان دونوں شیخین سے انھوں نے اجازت حدیث کی سند بھی حاصل کی تھی، پھر مجھے بھی کہا کہ آپ بھی اجازت حدیث کی سند حاصل کر لیں، چنانچہ میں نے بھی ان دونوں بزرگوں سے اجازت حدیث کی سند حاصل کر لی۔ شیخ موصوف نے اپنے رسالہ الحدیث میں ان دونوں بزرگوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور اپنے مقالات میں بھی ان کے تذکروں کو نقل کیا ہے۔ دیکھئے مقالات حصہ اول (ص ۴۸۴۔۴۹۳ اور ص ۴۹۴۔۵۰۶)

میں نے ۱۹۸۹ء میں کتاب الفرقۃ الجدیدۃ لکھی جو فرقہ مسعودیہ کے رد میں تھی۔ اور اس کتاب میں شیخ صاحب کے ایک مضمون کو میں نے بطور مقدمہ کے شاملِ کتاب کر لیا تھا۔ شیخ صاحب نے میری اس کتاب کو بے حد پسند کیا، پھر شیخ صاحب جو مضمون فرقہ مسعودیہ کے رد میں لکھتے، اس میں میری کتاب الفرقۃ الجدیدۃ کو پڑھنے کی بھی تاکید فرماتے تھے۔ اس کتاب میں ذکر کردہ احادیث کی تحقیق و تخریج کا کام بھی شیخ صاحب نے کیا تھا۔ شیخ صاحب نے میرا ایک مضمون ''بے اختیار خلیفہ کی حقیقت'' بھی الحدیث کے شمارہ نمبر ۲۲ میں شائع کیا تھا اور اس مضمون کو انھوں نے بہت زیادہ پسند فرمایا تھا اور اس کا پروف بھی مجھے تصحیح کے لئے بھیجا تھا۔

موصوف نے ماہنامہ الحدیث کا آغاز ۲۰۰۴ سے فرمایا تھا اور اب نومبر ۲۰۱۳ء میں شمارہ ۱۱۱ آ چکا ہے۔ جب رسالہ سو کے عدد کو پہنچا تو موصوف نے خود ہی اسے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کا نام دے دیا تھا۔

۹ سال کے اس عرصہ میں موصوف کے قلم سے ایسے علمی و تحقیقی مضامین منظر عام پر آئے کہ جس نے علمی دنیا کو حیران کر کے رکھ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اپنے آپ کو دین کے اس کام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ موصوف نے یہ علمی و تحقیقی کام قرآن کریم اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

اس فرمان کے مطابق شروع کیا تھا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو (اور تحقیق کے بعد ہی اسے لوگوں کے سامنے پیش کرو۔'' (الحجرات: ٤)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ))

''کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق) آگے بیان کر دے۔''

(صحیح مسلم: ٥)

شیخ صاحب نے اس عرصہ میں بے شمار علمی و تحقیقی مضامین لکھے جن میں سے بہت سے مضامین انھوں نے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث میں شائع کر دیے، پھر یہ تمام مضامین کتابی شکل میں شائع ہوئے اور دین حق کے پروانے ان مضامین سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہتے ہیں۔

ان کتابوں سے شرک و کفر و بدعات اور تقلید جامد کے اندھیرے اب چھٹنے لگے ہیں اور لوگوں کے قافلے اب قرآن و سنت اور توحید و سنت کی طرف رواں دواں ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نور ایمان اور نور قرآن و حدیث سے ان لوگوں کے سینوں کو منور کرنا شروع کر دیا ہے اور لوگوں نے تقلید جامد اور جہالت کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر نور ایمان کی طرف دوڑنا شروع کر دیا ہے۔

امید واثق ہے کہ شیخ صاحب کی یہ تمام تر کاوشیں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے بنیاد کا کام کریں گی (ان شاء اللہ) اور شیخ صاحب تو دنیا سے روانہ ہو چکے لیکن اب ان کا مشن سنبھالنے کے لئے ان کے شاگرد میدان عمل میں مصروف کار ہیں۔ شیخ صاحب کی جدائی کا صدمہ یقیناً ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اور اس نے ہمارے دلوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے، لیکن شیخ صاحب جو دینی اثاثہ چھوڑ گئے ہیں وہ ہمارے دلوں کی تقویت کا زبردست سہارا ہے۔ گویا شیخ محترم ہم سے جدا ہونے کے باوجود علمی طور پر ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ان کے ورثے کی حفاظت اللہ کی مدد سے ان کے شاگرد اور ساتھی کریں گے اور کتاب و سنت کی جس راہ پر موصوف گامزن رہے ہیں، اللہ کی توفیق سے ہم اس راہ سے انحراف نہیں کریں گے، بلکہ یقین محکم کے ساتھ قرآن و حدیث کی راہ پر رواں دواں رہیں گے۔ شیخ محترم نے جو کچھ محنت فرمائی ہے اسے وہ اپنے پیچھے صدقہ جاریہ بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔ (ان شاء اللہ)

محترم شیخ نے طلباء و طالبات کے لئے اپنے ہاں مدارس کی بنیاد بھی رکھ دی تھی اور یہ قافلہ بھی اب اپنی منزلیں طے کر رہا ہے اور یہ ننھے ننھے پودے بھی ان شاء اللہ بارآور درخت بن جائیں گے اور محترم شیخ صاحب کے لئے صدقہ جاریہ کا کام کرتے رہیں گے۔

ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ محترم شیخ ہمیں اتنے جلدی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ان کی رفاقت کے لمحات یقینی طور پر یاد آتے رہیں گے۔ ان کا حسین و تروتازہ چہرہ نظروں کے سامنے جب آتا ہے تو دل کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ ان کی گفتار و رفتار اور نشست و برخاست ہر لمحہ یاد آتی رہے گی۔

ع جانے والے تم ہمیں بہت یاد آؤ گے

شیخ محترم کو جو مقام اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا، اسے کسی شاعر نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ایسے علمائے کرام جو راسخون فی العلم کے درجہ پر فائز ہیں۔ دنیا ان کے وجود سے خالی ہوتی جا رہی ہے، شیخ صاحب کا شمار ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہے کہ ایسے علماء صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ ع

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کے شاگردان باوفا آپ کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے جان نثار ساتھی سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی موت پر جو دعا مانگی تھی ہم بھی محترم شیخ صاحب کے لئے وہی دعا مانگتے ہیں:

اللّٰھم اغفر لحافظ زبیر علیزئي وارفع درجته في المھدیّین و اخلفه في عقبه في الغابرین واغفرلنا وله یارب العالمین وافسح له في قبره ونوّرله فیه.

''اے اللہ! حافظ زبیر علی زئی کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما۔ اس کے پیچھے باقی رہ جانے والوں میں تو اس کا خلیفہ بن جا، تمام جہانوں کے پروردگار! ہمیں اور اسے بخش دے، اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اسے (نور سے) منور فرما۔'' (آمین)

نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا تھا:

((اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَ الْقَلْبُ یَحْزُنُ وَ لَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَ اِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ))

''بے شک آنکھیں اشک بار ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم صرف وہی بات کہیں گے کہ جس سے ہمارا پروردگار راضی ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر یقیناً غمگین ہیں۔''

(صحیح البخاری:۱۳۰۳، صحیح مسلم:۶۰۲۵)

محترم شیخ صاحب کے لئے بھی ہمارے یہی جذبات ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک نواسے کی وفات پر اپنی بیٹی سے ان الفاظ میں تعزیت فرمائی: ((اِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰی وَكُلٌّ عِنْدَ بِأَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ.)) ''یقیناً اللہ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے عطا کیا اور ہر چیز کا اس کے ہاں وقت مقرر ہے، پس (میری بیٹی) آپ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔''

(صحیح بخاری:۱۲۸۴، صحیح مسلم:۲۱۳۵، مسند احمد:۴/۲۱۷۷)

شیخ صاحب کے اہل وعیال اور عزیز واقارب سے ہم مذکورہ الفاظ سے تعزیت کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اے اللہ! ہمارے شیخ حافظ زبیر علی زئی کی مغفرت فرما۔ ان کی لغزشوں سے صرف نظر فرما اور انھیں جنت الفردوس عطا فرما۔ (آمین)

الشيخ زبير علي زئي وجهوده في الحديث النبوي

أحمد عبد الله ثاقب
بنغلاديشى*

ملخص البحث

حافظ زبير علي زئي الباكستاني هو علم من أعلام العصر الراهن فى ميدان الحديث النبوي الذي قام بخدمة السنة النبوية روايةً ودرايةً وتفوّق في علم تخريج الأحاديث ودراسة الأسانيد حتّى ذاع صيته وشهرته سواء في داخل باكستان وخارجها . وقد كتب رحمه الله كتبًا عديدة فى الحديث والفقه والدعوة وساهم في ميدان العلم مساهمة عظيمة -وقد لعب دورا هاما فى الدفاع عن السنة النبوية والحفاظ عليها في أرض باكستان . وفى العصر الحاضر قلما يوجد شخصية فى بقعة القارة الهندية خدم في ميدان الحديث الشريف خدمة شاملة كمثله هو ولا سيما في خصوص تخريج الحديث ودراسة الأسانيد . فقد ترك رحمه الله تراثًا علميًا نفيسًا خلال مؤلفاته ورسائله وكتيباته التى ساهم بها فى نشر الحق والدين الخالص فى المجتمع الباكستاني عامة والمجتمع العلمي العالمي خاصة -فموضوع البحث عبارة عن محاولة متواضعة في تعريف هذا الشيخ الفذ بأهم جوانب سيرته وعلمه ، مع ذكر إسهاماته فى الحديث النبوي مختصرا)

المقدمة

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وبعد :

فقد كان تاريخ العلوم والفنون في شبه القارة الهندية قديم جدًا حيث يمتد من عصور قديمة إلى يومنا هذا متعاقبًا ، وبعد دخول المسلمين في هذا الأرض ظل يجري هذا الجريان العلمى من بين المد والجزر ، ومن ناحية العلوم الدينية بدأ النشاطات العبقرية فيها بالخصوص بعد ظهور العلامة الشاه ولى الله الدهلوى في هذا الميدان المبارك ، وكان ذلك في وسط القرن السابع عشر

* (طالب الماجستير ، قسم الحديث ، كلية أصول الدين بالجامعة الإسلامية العالمية بإسلام آباد ، باكستان)

الـميـلادي، ومـنـذ ذاك الـعهد بدأت ثروة العلوم الإسلامية تتطور يومًا فيومًا حتى تصل إلى حد مـرمـوق وطـود شـامـخ تجتذب إليها رغبة العالم الإسلامى قاطبة، وهذا الحقل المبارك العلمي أنـجـب عـديـدا من العلماء العظام والزعماء الفضلاء بكثرة مبهورة، ومن هؤلاء النبلاء الأفاضلة أحـد أبرزهم فى زماننا الحاضر هو الشيخ حافظ زبير علي زئي ولا شك أنه كان من أخلص علماء الـحـديث فى شبه القارة الهندية من المتأخرين ومن أشدهم محافظة على السنة النبوية والإعتصام بهـا. ولـه جهـود جبارة في تحقيق كتب التراث الإسلامي وخاصة فى تخريج كتب السنة النبوية، وقـد رزقـه الـلّٰه سبحانه وتعالى نبوغًا وتميزًا على العلوم الشرعية بنوعيها النقلية والعقلية ومن ثم كـان رحـمـه الـلّٰـه مـع انشـغـالـه بعلم الحديث لعب دورا فعالا في نقد الاتجاهات المنحرفة فى مجالات علمية واجتماعية، فلذلك أصبح شوكة حادة فى حلوق أهل البدعة.

وفـي هـذه الـعـجـالة سـوف نقدم نبذة من حياته وجهوده العلمية ولا سيما خدمته في ميدان العلوم الحديثية إن شاء اللّٰه وما توفيقي إلا باللّٰه.

المبحث الأول: سيرة الشيخ زبير علي زئي رحمه الله

المبحث الأول: سيرته الذاتية

اسمه: مـحـمـد زبيـر بن مجدد خان، الملقّب ب"على زئى" نسبة إلى قبيلته "على زئى"، من جـنسية البشتـون. وقد لقّب نفسه فى بعض كتبه ب"الحافظ "لـكونه حافظًا للقرآن وأيضًا ب"أبو طاهر"طاهر اسم ولده.

نسبه: نسبـه كما ورد هو محمد زبير بن مجدد خان بن دوست محمد بن جهانغير خان بن أمير خـان بـن شهبـاز خان بن كرم خان بن غل محمد خان بن بير محمد خان بن آزاد خان بن عبد اللّٰه داد خـان بن عمر خان بن خواجه محمد خان بن ضحى بن أخغر بن هنغش بن بير داد خان. "على زئـى" هـى قبيلة أفغانية. فكان جدّه الأول بير داد خان قدم مهاجرا إلى باكستان من "غزني"، إقليم من أقاليم أفغانستان الشمالي.

مولده ونشأته: ولد الشيخ فى "حضرو" منطقة من محافظة "أتك" تحت إقليم "بنجاب" بباكستان سنة 1957م بتاريخ 25يـنـونـو، وكـان من بيت علم ودين، ووالده المحترم حاجى مجدد خان (1926م) هـو مشهـور لانشـغـالـه بـالأنشطة الدينية والسياسية والإجتماعية في مستوى المحلية والـقـومية فـى بـاكستان، وكان عضوًا لمجلس الشورى لـ"جماعة إسلامى باكستان" وقد سُجن

مرتين بتهمة العلاقة مع تحريك "ختم النبوة "والتصرفات ضد "حكومة ذو الفقار علي بهوتو".

طلبه للعلم : درس الشيخ من المراحل الإبتدائية إلى الليسانس فى مراكز العلوم العامة، ثم بدأ ينتمى إلى العلوم الشرعية حينما وصل من عمره الثالث وعشرين.

فحصل الماجستير فى الدراسات الإسلامية من جامعة بنجاب بلاهور سنة 1983م، ثم التحق بالجامعة المحمدية بجرانوالا سنة 1990م وتخرج منها بتقدير الامتياز، ثم حصل شهادة وفاق المدارس السلفية بفيصل آباد أيضًا وحصل منها التخصص فى علم الحديث، وقد رحل إلى المحدث الجليل بديع الدين شاه الراشدي السندي واستفاد منه كثيرًا، ثم بعده حصل الماجستير مرة أخرى فى اللغة العربية من جامعة بنجاب سنة 1994م. وقد تفوق الشيخ في مختلف اللغات كالبشتوية والأردية والعربية والإنكليزية واليونانية (التى تعلمها عندما كان يعمل فى سفينة تجارية إفريقية) وكان يفهم لا بأس به من اللغة الفارسية أيضًا.

كان حريصًا على طلب العلوم الدينية منذ مقتبل شبابه حتى إذا كان عمره لم يبلغ الخامس عشر بدأ يقرأ صحيح البخارى بنفسه وتحول ميلانه إلى دراسة الحديث وعلومه. وفى نفس الوقت صار ملتزمًا خالصًا بمنهج أهل الحديث فى العقيدة والفقه ومدافعًا حماسًا عنه.

وكان رجلاً ذهينًا جدًا حتى حفظ القرآن في ثلاثة أو أربعة أشهر فقط.

أساتذته : لقد تلقى العلم على أيدي بعض مشائخ كبار فى الباكستان ونهل من علمهم واستفاد منهم وأبرزهم كما يلي:

1- الشيخ أبو الفضل فيض الرحمن الثورى (1996م)

2- الشيخ أبو محمد بديع الدين شاه الراشدي السندي(1926م1996 -م)

[هو بديع الدِّين شاه بن إحسان اللّه شاه بن رشد اللّه شاه الراشدي السِّندي الحُسيني الباكستاني، عالم مُحدِّث، فقيه، من أعلام النهضة العلمية الحديثة فى الباكستان ,ولد بقرية بيرجندة من قرى السِّند سنة 1926م، لأسرة علمية، وانتقل والده بأسرته منها إلى قرية درغاه شريف، وأقام بها مدرسة التحق فيها بعد وتلقى فيها مبادئ العلوم العربية والشرعية، وحفظ القرآن الكريم، واعتنى بتجويد خطه عناية خاصة .وانطلق من بعد للأخذ عن شيوخ العلم، علوم الحديث، رواية ودراية، وعلوم الفقة أيضاً على طريقة القدامى، ثم انصرف لتدريس طلبة العلم من المبتدئين والمتوسطين، فأخذ عنه عدد كبير من أهل بلاده، ثم قصد مكة المكرمة سنة 1975م فجاور البيت الحرام واشتغل بالتدريس فى المسجد الحرام أربع سنوات، أخذ فيها عنه من أدركه من

طـلبة الـعلم هناك ، عاد بعدها إلى بلاده ليواصل رسالة العلم والتعليم ، فكان يقرأ على الطلبة من الـكتـب الستة فى الحديث النبوي ، ومن كتاب "المحلى"، لابن حزم ، وقصد الكويت في أواخر حياته ، فاستقبل بها أحسن استقبال ، والتف حوله فيها عدد كبير من طلبة العلم فأخذوا عنه ماقدَّر الـلّـه لهـم أن يـأخذوه من فنون الحديث ومايتصل به ، وامتلك مكتبة عظيمة احتوت على نفائس الـمطبوعات ونوادر المخطوطات .وصـنّف مصنفات كثيرة زادت على السبعين وجميعها ذوات صبغة تـراثية صـرفة . مـنهـا:"أحسـن الـجـواب عما كتبه بعض الأحباب فى مسألة أم الكتاب"، و"التـحـقيـق الـمقطوع فى إثبات وضع اليمين على الشمال بعد الركوع"، و"تراجم شيوخ الإمام البيهـقـى"، و" التبـويب لأحاديث تاريخ الخطيب"، وغيرها...... ولم يقدّر الطبع والنشر إلا القليل مـنها . مات سنة 1996م ، فـى قـريتـه بـعـد مـرض أقعده فى فراشه فترة طويلة ودفن فيها . انظر : الـراشـدي ، بـديـع الـديـن شـاه ، تـحـقيـق : صـلاح الدين مقبول أحمد ، نقض قواعد فى علوم الحديث ، صفحة 54م .]

3- الشيخ أبو القاسم محب الله شاه الراشدي السندي (1995م)

[أخ الشيخ بـديـع الـديـن الأكبر هو محب اللّه شاه الراشدى و كنيته أبو القاسم وكان فى العلم و الـفـضـل مثـل الشيـخ بـديـع بـل لـعله يفوقه في معرفة الرجال و الجرح والتعديل كما قال بعض المشايخ .ولـه كتـب فى الحديث كالتعليق التنقيح على جامع الصحيح و ثقات الرجال من تاريخ جرجان والتعليقات على ابن حبان وغير ذلك .

4- الشيخ عطاء الله حنيف بهوجيانى (1909م-1987م)

[هـو ناصر السنة ، المحدث ، الفقيه ، الزاهد ، الورع ، القدوة ، الإمام ، العلامة أبو الطيب محمد عطاء اللّه حنيف بن ميان صدر الدين حسين ، ولد فى قرية "بهوجيان "الواقعة فى منطقة "أمرتسر" بـالهند عام 1909/ 1910م .كـان الشيـخ مـرجـعًـا كبيرًا للعلوم والفنون الشرعية في عصره ومن زعـمـاء أهل الحديث في باكستان ، وله يد طولى في نشر الدعوة السلفية فى أرض القارة الهندية . وقـد نشـر عـددًا كبيرًا من الكتب الهامة فى الحديث والعقيدة منها :التـعليقات السلفية على سنن الـنسائى ، تحقيق إتحاف النبيه فيما يحتاج اليه المحديث والفقيه لشاه ولى اللّه الدهلوى ، تحقيق تـنـقيـح الـرواة في تخريج أحاديث المشكاة وغير ذلك ، توفي رحمه اللّه عام 1987م في مدينة لاهـور بباكستان ودفن بها .وقـد ذكـر الشيـخ زبيـر علي زئي بأنه قد سمع من الشيخ محمد بديع الدين الراشدي عن الشيخ عطاء اللّه حنيف : كان ثقة حجة إمامًا ورعًا زاهدًا تقيًا فقيهًا . أنظر : عدد

خاص فى اللغة الأردية على تذكرة الشيخ عطاء الله حنيف .

5- الشيخ عبد المنان النوربوري (1941م-2012م).

6- الشيخ حافظ عبد السلام بن محمد بهوتوى حفظه الله.

7- الشيخ حافظ عبد الحميد أزهر رحمه الله(1948م-2015م).

8- الشيخ الله دتا سوهدروى رحمه الله.

9- الشيخ عبد الغفار حسن رحمه الله (2007م).

[هو عبد الغفار حسن الرحمانى بن العلامة الحافظ عبد الستار بن العلامة عبد الجبار العمر فورى ، كان مدرسًا بالجامعة الإسلامية بالمدينة النبوية ، وأحد العلماء المعروفين فى الأوساط العلمية والدينية فى الهند والباكستان .تخرج في دار الحديث الرحمانية بدهلى على أساتذتها أمثال المحدّث عبيد الله الرحماني ، والمحدث أحمد الله البرتاابكدهى ، واشتغل بالدرس والإفادة والدعوة والإرشاد من عنفوان شبابه ، درّس فى المدارس السلفية في دهلى وبنارس ولاهور ولائلفور ، وعمل فى الجامعة الإسلامية ستة عشر عامًا ، واحتل مناصب عظيمة فى جماعة أهل الحديث . له مقالات قيمة فى الدفاع عن السنة والرد على منكرى السنة والقاديانية ، وبحوث ومقالات فى الموضوعات العلمية والدينية منشورة فى مجلات الهند والباكستان .ومن مؤلفاته :انتخاب حديث ، عظمت حديث ، مذكرة فى دراسات السنة وغير ذلك . أنظر : الفريوائى ، عبد الرحمن عبد الجبار ، جهود مخلصة فى خدمة السنة المطهرة ، صفحة 117 .]

تلاميذه: أما عن التلاميذ فقد كان يدرّس غالبًا فى مكتبته فى "حضرو" مع أنه لم يجلس للتدريس كثيرًا لانشغاله بالتأليف ، فمن أبرز طلبته الشيخ نديم ظهير حفظه الله وكان يكتب فى مجلة الشيخ "الحديث" وقد لازم مع الشيخ مدة طويلة ، وكذلك الشيخ شير محمد و الشيخ محمدصديق رضا والشيخ غلام مصطفى ظهير أمن بورى وغيرهم كثر .

الأعمال التى تقلدها: بعد انتهاء الدراسة رجع إلى أرض ولادته وأنشأ فيها مكتبة ذخيرة سماها "مكتبة الزبيرية" وهى مكتبة عامرة حافلة بالكتب النادرة وكان الشيخ يقضى معظم وقته في هذه المكتبة دراسة وتأليفا . وقد اشتغل بعض السنوات فى المملكة العربية السعودية أيضًا كمحقق ومرتب لمشروع الكتب الستة تحت إشراف مكتبة دار السلام للنشر والتوزيع المشهور . ومن ناحية أخرى علاوة عن الدراسة والتصنيف انشغل الشيخ رحمه الله بنشر دعوة التوحيد والسنة في مدينته وضواحيها وفي جميع باكستان ، فكان يلقى الدروس على حفلات

الختام لصحيح البخارى فى الجامعات السلفية فى أنحاء البلاد، وكان شديد الوقار في اتباع السنة وقـوي الدفاع عن أهل التوحيد والسنة و شديد الرد على أهل الشرك والبدعة وكذا كان ينتقد تقليد مذهب معين من المذاهب الفقهية تنقيدًا شديدًا علميًا.

وقـد أودع الـلّٰه سبحانه وتعالٰى فى شخصيته صفاتا غريزة لعملية العقل والذكاء والفطنة التى كانت تظهر فى مناظراته ومناقشاته العلمية بوضوح، فكان رجلاً قوي الحجة سريع البداهة وعالى الهمة **مبنيا على الحقائق**. وقد شارك فى كثير من المناظرات العلمية واهتدى به كثير من الناس بإذن اللّٰه. ولم يزل مشغولاً في خدمة العلم والدين إلى أن أدركته المنية.

المجلة التى أصدرها: وقد قام بنشر مجلة شهرية "الحديث "من حضرو وتصدر هذه المجلة في كـل شهـر لتـنـويـر الناس أمور دينهم وأكثر ما كان ينشر فيه من تحقيقات الشيخ الحديثية والفقهية والـمقالات التحليلية والنقدية والإصلاحية والدعوية التى حصلت ثناء العلماء كثيرًا ولقيت قبولاً عامًا. وقد بلغ عددها أكثر من المئة قبل وفاته ولا تزال تصدر إلى الآن تحت إشراف تلاميذه.

وفاته: توفي رحمه اللّٰه فى تاريخ ٥ محرم سنة ١٤٣٥هـ الموافق 10نوفمبر سنة 2013م، بعد أن ابتـلـى بـمرض السكتة الدماغية وقضى مدة شهر فى المستشفى تحت معالجة طبية فى إسلام آباد وراوالبندى بباكستان ودفن بحضرو.

عقيدته: لـقد كان الشيخ مقلدًا لمذهب الحنفية في أول عمره حيث كان آباء ه وأجداده من مقلدي هـذا الـمـذهـب، فبـعد أن وصل إلى بلوغه من العمر خمس عشرة سنة، أتى بيده صحيح البخارى الذى هو أصح الكتب بعد كتاب اللّٰه عز وجل، فرأى فيه كثيرًا من أمور العبادات والعادات خلاف ما كان هو عليه آنذاك، مثلاً المسائل المختلفة فى الصلاة، فتحول يومًا فيومًا مما كان عليه من الأعمال لا دليـل فيها إلى ما فيه الدليل وصار عاملاً بالحديث ومتمسكا بالكتاب والسنة ومتبعًا لعقائد السلف الـصـالح متجردًا عن التلقيد الأعمى للمذاهب الفقهية والأراء المتفرقة، وأصبح دافعًا لمسلك أهل الحديث عقيدة وسلوكا حتى صارعلما من أعلام هذا المنهج، فللّٰه الحمد.

ثناء العلماء عليه: لـقـد حـظى الشيخ بمنزلة رفيعة عند العلماء وطلاب العلم وعامة الناس فى البـاكستـان، نـنـقـل هـنـا بعض أقوال أهل العلم والفضل فيه وثنائه على شخصيته وعلمه وفقهه ورجاحة عقله كما يلى:

1- **الشيخ محمد رفيق أثرى حفظه اللّٰه**

أرى فـي وفاته خسارة كبيرة ومأساة عظيمة لجماعة أهل الحديث، فإن له عناية فائقة في علم

الرجال ..الله يرحمه ..كـان أسـلـوبه فى الكتابة فريد في نوعه حول ردود مخالفيه من أهل ديوبند وغيـرهـم ، حتـى ولو كان كثير من الناس هاجموا عليه من وراء ه ، لكنه لم يبالهم ولم يخف لومة لائم من أجل إحقاق الحق وإبطال الباطل ، وكان يردّ عليهم بحجج لا جواب لها .

2- **الشيخ عبد الله ناصر رحمانى حفظه الله**

كـان عـالـمًـا كبيـرًا ، ولا سيما كان له ملكة متميزة في علم الرجال حتى كان في هذا المجال رجل لا مثيل له في أرض باكستان ، وكان رجلاً تقيًا زاهدًا متواضعًا ضابطًا قوى الذاكرة .

3- **الشيخ إرشاد الحق أثرى حفظه الله**

الشيـخ زبيـر على زئى فقد أعطاه الله سبحانه وتعالٰى صلاحية عظيمة وكان له عناية فائقة في علوم الحديث وعلم الرجال ، فقد منّ الله عليه قوة الحفظ والضبط .

4- **الشيخ محمد إسحاق بهتى رحمه الله**

هو رجل خبير بارع فى العلوم الشرعية ، مؤلف الكتب فى اللغة العربية والأردية ، ومدرس ، خـطيـب ، مـناظر وله مهارة متميزة فى علم الحديث وكان عارفا باللغة العبرانية التى تفرد بها بين العلماء المعاصرين .

5- **الشيخ مسعود عالم حفظه الله**

كـان رجلاً فـريدًا في عصره ، أعطاه الله معرفة كبيرة وذاكرة قوية ، وكان له دور عظيم وجهد مـخـلـص لنشر الدعوة السلفية فى أرض باكستان . فـكـلـما كان يسمع شيئًا خلاف السنة يدافعه بحجة قوية . فقد جاهد جهادًا علميًا جبارًا ضد المتعصبين للمذاهب والفرق المبتدعة طول حياته .

6- **الشيخ مبشر أحمد ربانى حفظه الله**

كـان الشيـخ يـمتـلك عـديدًا من الصلاحيات في ميادين شتى ، ومن العلماء المعاصرين في بـاكستـان كـان أكثر الناس براعة في علم الرجال ، وكان سريع الإجابة فيما يتعرض له من الأفكار المبتدعة المضلة مع الدلائل العقلية والنقلية ، فمجلة "الحديث "شاهد كبير لذلك . فضلا عن هذا تـعتبـر كتبـه ومـقـالاتـه خدمة أصولية في علم الحديث ، وكان الشيخ سرعان ما يسمع أحدا يقوم لـلمناظرة فـى الـمـجـالات الـديـنية ، يستـعد للقيام أمامه مع رفقائه وزملائه بالدلائل والبراهين القاطعة ، فالإنسان العبقرى مثله لا يأتي إلا بعد طول الزمان .

7- **الشيخ عبد الستار حماد حفظه الله**

كان له مهارة خاصة فى فن أسماء الرجال واستوعب على فقه الأحناف وتعمق فيه .

8- **الشيخ خليل الرحمن لكهوى حفظه الله**

كان له يد طولى في ميدان التحقيق، ووفاته خسارة كبيرة للجماعة.

9- **الشيخ رفيق الطاهر حفظه الله**

سئل عنه بأنه هل كان من العلماء المجتهدين فى التصحيح والتضعيف؟ "فقال: نعم لا شك أنه من علماء المجتهدين فى هذا الشأن".

صفاته: كان رجلاً تقيًا ورعًا زاهدًا مشغولاً فى التأليف والتصنيف دائمًا - كان يلتزم بالوقت كثيرًا وكل شيء كان يفعل مراعيًا للوقت والنظام كما حكى: أنه كان يستيقظ مبكرًا فى الصباح قبل الفجر ويؤدى صلاة التهجد، ثم يبدأ مطالعة الكتب ويستمر إلى أن حان وقت صلاة الفجر وبعد الصلاة يدخل مباشرة إلى مكتبته ولا يزال يطالع الكتب وينشغل بالكتابة والتحقيق حتى الساعة الحادية عشر، ثم يأخذ قيلولة نهارية لمدة نصف ساعة تقريبًا في غرفة ملتصقة بمكتبته ثم يشتغل بالكتابة مرة أخرى إلى صلاة الظهر، ثم من الظهر إلى صلاة العصر، وبعد العصر أيضًا يقوم بالمطالعة والكتابة حتى إلى المغرب إلا نصف ساعة، وفي ذاك الوقت كان يسير فى الخارج مع بعض طلبائه للحركات الترفيهية، ثم يرجع إلى المكتبة مرة أخرى بعد صلاة المغرب، وفي هذا الوقت كان فقط يطالع الكتب المختلفة، وكان له كراسات خاصة للمواد المختلفة يجمع فيه الفوائد المقتبسة من الكتب، وبعد صلاة العشاء كان ينام مباشرة. هكذا كانت حياته اليومية التى كانت متلازمة مع الكتب والدراسة والتحقيق، فقد أوقف حياته لخدمة الدين تمامًا ولم يلتفت إلى أى شيء آخر خاصة في آخر حياته حتى عزل عن مهمة التدريس أيضًا لصرف الوقت خاصة للدراسة والكتابة.

إنتاجه العلمي ومؤلفاته:

ألف رحمه الله أكثر من خمسين كتابًا ما بين التحقيق والتأليف سواء باللغة العربية والأردية ما يدل على رسوخه بحقائق الدين ومدى تضلعه من العلوم المختلفة وعبقريته فيها وإليكم هذه المؤلفات للشيخ رحمه الله مع التعريف الموجز بها.

فى تفسير القرآن:

1- صحيح التفاسير (غير كامل) (باللغة العربية)

فى الفقه ومسائله:

1- نور القمرين (هذا الكتاب جواب لكتاب أحد من العلماء الديوبندية "حديث أور أهل حديث")

2- الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة خلف الإمام فى الجهرية .

3- جنة كا راسته (طريق الجنة) .

4- هدية المسلمين (هذا الكتاب منتخب لأربعين حديثًا) .

5- تعداد الركعات (بيان وتحقيق لعدد ركعات قيام رمضان) .

6- نور العينين فى إثبات رفع اليدين (هذا من أفضل كتب الشيخ تحول بسببه كثير من الناس إلى مسلك السلفية أهل الحديث) .

7- القول المتين فى الجهر بالتأمين .

8- توضيح الأحكام (يحتوى على فتاوى مختلفة) .

9- الصلاة خلف الرجل من غلاة المبتدعين .

10- دين مين تقليد كا مسئله (قضية التقليد فى الدين) .

11- نور المصابيح (هذا الكتاب في مسئلة التراويح) .

فى العقيدة والآداب :

1- القول الصحيح فيما تواتر فى نزول المسيح .

2- السنن والمبتدعات (كتاب عربى للشيخ عمرو عبد المنعم سليم ترجمه الشيخ إلى الأردية) .

3- ترجمة الأنوار فى شمائل النبى المختار للبغوى (ترجمة من العربية) .

4- ترجمة شعار أصحاب الحديث للإمام الحاكم (ترجمة من العربية) .

5- عصر حاضر كے چند كذابين كا تذكرة (ذكر بعض الكذابين فى العصر الحديث)(مخطوط) .

6- القرآن كلام الخالق ليس مخلوقًا .

7- فضائل درود (فضائل الصلاة والسلام على النبى صلى الله عليه وسلم) .

8- ترجمة وتحقيق شرح "حديث جبريل" للشيخ عبد المحسن العباد (ترجمة من العربية) .

فى الرد على المبتدعين :

1- ماستر أمين أوكاروى كا تعاقب (ملحقات لإدعاء أمين أوكاروى) فقد أرسل الشيخ هذا الكتاب إلى هذا العالم الديوبندى "أمين أوكاروى" فى حياته ولكن لم يجب عنه .

2- أكاذيب آل ديوبند .

3- نصر المعبود فى الرد على "سلطان محمود" وفى هذا الكتاب رد الشيخ على سلطان محمود، رجل بريلوى المسلك في حضرو .

4- أنـوار الـطـريق في رد ظلمات ”فيصل“ الحليق (هذا الكتاب رد على جواب الرجل البريلوى ”فيصل“ على كتاب ”نور العينين“ للشيخ الذى كتبه ردًا عليه ، ثم جاء الشيخ بالجواب عنه .

5- سيف الجبار في جواب الظهور ونثار .

6- *آل دیوبند سے* 210 *سوالات* (210أسئلة إلى الديوبنديين)

وهـذه الـكتب كلها باللغة الأردية ، ومؤلفاته في تحقيق كتب التراث سيأتى بيانها فى الفصل التالى إن شاء اللّٰه .

آثاره في ميدان العلم :

كـان لـلشيـخ زبيـر علي زئى جهود مباركة في تحقيق النصوص القديمة والحديثة وأكثر كتبه يـحتـوى هـذا الـمـجـال . فهـذه الكتب بعضها في تخريج الحديث ودراسة الأسانيد وبعضها فى الأصول الحديثية وبعضها في أسماء الرجال .

كـان لـه رغبة خـاصة فـى الـمسـائل الفقهية أيضًا وكتب فيه لا بأس به من الكتب وفى خلال تـحـقيـق بـعـض الـكتب الحديثية ذكر تحت كل حديث فوائد فقهية التى تتضمن على تأييد السنة الـمـطهـرة وفقًا لمنهج السلف الصالح والرد على من خالفها فى العقائد والأعمال ، فالكتب التى كتبهـا رحـمـه الـلّٰه حصلت قبولاً حسنًا بين العلماء والعوام بحيث كانت موثقة بالبراهين القاطعة والحجج الـصامدة التـى لا جـواب لهـا عـنـد الـمخالفين . فعلى سبيل المثال كتابه ”نور العينين“ و”مسـئلة التقليد فى الدين“ وأمثـال هـذه الـكتب التى أثرت تأثيرًا عظيمًا لإرشاد الناس إلى ما هو الحق و التمييز بينه وبين الباطل وأصبح بذلك شوكة حادة في حلوق المخالفين من الفرق الضالة والـمـذاهـب التـقـليدية ، فكل كلام تكلم وكل لفظ كتب كان بالتحقيق الكامل لا لإثبات رأيه بل لإثبات ما هو المستدل وما هو الأقرب إلى الحق والحقيقة .

فـالتـراث الـعلمي الذى خلفه الشيخ للأجيال الآتية له قيمة بارزة وأثر بالغ لهداية الناس إلى طريق الحق والرشاد -وقـد ترجمت كتبه إلى لغات أخرى كالعربى والإنكليزى والبنغالى والبشتو وغير ذلك -

آثاره في ميدان الدعوة :

كـان داعيًا مخلصًا إلى التوحيد والسنة ومؤيدًا لمنهج السلف أهل الحديث في باكستان ، بدأ الشيـخ الدعوة السلفية عمليًا فى التسعينات عندما كان عمره قريبًا من الثلاثين ، وكان يخطب أمام الـعـوام والـخـواص فـي أنـحـاء باكستان ومنذ البداية كان له ذوق خاص للمناظرة مع المخالفين

وكانت له قدرة موهوبة في هذا المجال، نذكر هنا بعض نماذج مناظرته فيما يلى:

هناك مناظرة انعقدت سنة 1997م في منطقته أتك، فقام بعض العلماء بالمناظرة ضد العيساويين في مدرسة محلية، الشيخ زبير علي زئى كان أيضًا مع هؤلاء العلماء الأجلاء المخالفين للعيساويين، وفي أثناء المناظرة كانت هناك مناقشة حول نسب عيسى عليه السلام تحتاج للرجوع إلى المصدر الأصلى، فأخرج أحد القساوسة كتابهم باللغة العبرانية دعما لآراء هم المكذوبة، ثم كتم بعض الكلام منه زعما بأنه لا يفهم هؤلاء العلماء اللغة العبرانية، فقام الشيخ زبير علي زئى وكان عارفًا بهذه اللغة من حيث أنه قد تعلمه من الإفريقيين فى فترة التى كان فيها يعمل فى سفينة إفريقية، فاستغرب القسيسون عندما قرأ آيات الكتاب وترجمها وحل ما فيها من التناقض والتعارض، فانهزموا وهربوا من ميدان المناظرة.

كانت مناظرة مع القاديانيين ذات يوم في محافظة أتك، فلم يستطيعوا القيام بالأدلة أمام الشيخ زبير، فدخل أحدهم فى الإسلام وهرب الباقون-

كان هناك مناظرة فى منطقة كوهستان مرة التى قابل فيها الشيخ طالب الرحمن من أهل الحديث وماستر أمين أوكاروى من الأحناف الديوبنديين، فكان الشيخ زبير علي زئى مساعدًا للشيخ طالب الرحمن فى المناظرة، فالنتيجة جائت أنه بعدما انتهت المناظرة جاء الرجل الذى قام بترتيب هذه المناظرة وأعلن الرجوع من مذهب الحنفية إلى مسلك أهل الحديث.

"جماعة المسلمين" فرقة ضالة التى أسّسها: د. مسعود أحمد، فقد قرّر بأن جميع الناس الذين هم ليسوا من جماعته فهم من الكفار، فمرة هو قد جاء إلى إسلام آباد وجلس معه الشيخ زبير على زئى، وفي أثناء الحديث فيما بينهما حول هذا الموضوع قد سكت مسعود أحمد ولم يستطع أن يرد على حجة الشيخ، فأصحاب "جماعة المسلمين" في حضرو بعدما رأوا هذا قد تابوا عن هذه الفرقة الضالة وتحولوا إلى منهج أهل الحديث.

وكذا مرة جلس مع الدكتور مسعود الدين عثمانى من نفس الجماعة "جماعة المسلمين" في مسجده في مدينة كراتشى، فسريعًا أصبح الدكتور مترددًا ومتذبذبًا ولم يثبت قوله أمام حجج الشيخ زبير، فتاب عن هذه الفرقة الضالة كثير من أصحابه الحاضرين في ذاك المجلس فورًا.

هكذا يوجد كثير من وقائع وحوادث من مناظراته ومناقشاته مع الفرق المبتدعة التى برز فيها مكانة الشيخ وهمته وبراعته وشجاعته للدفاع عن الدين الحنيف وحمايته من دسائس الضالين المضلين، فاستمر رحمه الله على هذه الخطوات في ميدان الدعوة حتى وافاه الأجل.

المبحث الثانى :

جهوده في خدمة علم الحديث

خدمات الشيخ في علم الحديث بدأت حياة الشيخ زبير على زئى العلمية بالقيام على خدمة السنة النبوية وانتهت وهو في نفس الخط بالعناية لها عناية فائقة ، فقد أفدى حياته تمامًا للسنة النبوية وكتب فيها كتبا ورسائل ومقالات كثيرة متنوعة متوفرة . فكان فاتحًا حقيقيًا لنافذة جديدة في ساحة علم تخريج الحديث ودراسة الأسانيد فى القارة الهندية ، فلذا يلقّب حقا بين العلماء المعاصرين بـ"ألبانى الباكستان" -فالتراث العلمي الذى تركه الشيخ يدل على مهارته وبراعته فى هذا الميدان المبارك -نذكر فى التالية بيانا موجزا عن آثاره العلمية .

٧ مؤلفاته في تحقيق وتخريج كتب الحديث النبوى والتعريف الموجز بها:

مصنفاته المطبوعة:

1- أضواء المصابيح فى تحقيق مشكوة المصابيح (تحت التكميل)

هذا الكتاب تحقيق وتخريج للكتاب "مشكاة المصابيح" للخطيب التبريزى ، ألّفه باللغة الأردية ، وهذا كتاب مفيد جدا لطلاب العلم كما لعامة الناس بحيث ذكر فيه تخريج الحديث مع الحكم عليه بالصحة أو الضعف ، وبين فيه بيانا شافيا مفصّلا عن أسباب الضعف ، ثم تعقب عليه بذكر فقه الحديث مع الفوائد والنقطات المتضمّنة فى الحديث . وهذا الكتاب لم يستطع أن يكمله قبل وفاته ، فطبع منه مجلدًا واحدًا فقط .

ذكر فيه الشيخ التخريج والشروحات لـ 280حديث من كتاب الإيمان إلى كتاب العلم ، ومع ذلك لا يخلو هذا الحجم الصغير من النفع الكبير .

لم يشرح فيه الأحاديث التى لم تثبت صحته عنده .

ذكر في آخر الكتاب فهرسًا مفصلاً للأحاديث والموضوعات والأطراف وكذا أسماء الرجال حتى ينتفع منه العلماء وطلاب العلم كافة . طبع هذا الكتاب من المكتبة الإسلامية بلاهور ، باكستان سنة 2010م وعدد الصفحات :376 .

2- أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة

هذا كتاب لمجموع الأحاديث الضعيفة المقتبسة من السنن الأربعة المشهورة ، وهذا أبرز أعمال الشيخ فى خدمة السنة النبوية ، خرّج فيه أحاديث السنن الأربعة للمرة الثانية بعد تخريج الشيخ ناصر الدين الألبانى ، فهو قد خالف الشيخ الألبانى فى الحكم على الحديث كثيرًا فى هذا

الكتاب، حتى فقط في كتاب الصلاة من سنن أبى داود ضعّف أكثر من 150حديث الذى صحّحه الشيخ الألبانى فى تخريجه، ولذا اعترض عليه بعض العلماء ولم يقبل تحقيقه بقبول حسن بدعوى أنه متشدد فى الحكم على الحديث وخاصة فى قضية تدليس الثقات.

وقد ذكر الشيخ منهجه فى الحكم على الحديث تفصيلاً في مقدمة هذا الكتاب. ووضع فيه عشرة مقاييس الأساسية قاس عليها أسانيد الحديث وهى (1) علة الضعف، (2) الجرح والتعديل، (3) توثيق الجمهور، (4) توثيق المتساهل (5) أئمة الجرح والتعديل، (6) تصحيح الحديث يدل على التوثيق لرواته، (7) زيادة الثقة (8) المزيد فى متصل الأسانيد (9) التدليس (10) الشواهد والمتابعات، فقد سار في تخريج الحديث و تحقيقه مراعيًا لهذه النقاط العشر.

وأمّا طريقته في تأليف هذا الكتاب فإنه قد ذكر أولا بعض أطراف الحديث ثم تحته حكم عليه بالضعف مع ذكر الأسباب والأدلة الملتحقة به.

وقد طبعت الطباعة الثانية لهذا الكتاب عام 2011م من مكتبة الحديث حضرو، أتك، الباكستان وعدد الصفحات :738 .

3. **تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاري**

هذا الكتاب لم أقف عليه لعدم توفره فى السوق الآن.

4. **تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك رواية ابن القاسم**

هذا الكتاب تحقيق وتخريج وشرح لموطأ إمام مالك (رواية ابن القاسم) ألفه الشيخ باللغة الأردية.

ذكر الشيخ في بدايته التقديم على الكتاب وبيّن فيه مميّزات موطأ للإمام مالك بن أنس وتاريخ إشاعته في مستوى القارة الهندية وتراجمه باللغة الأردية.

بعد التقديم كتب الشيخ مقدمة خاصة تحت العنوان "مقدمة الاتحاف الباسم" وذكر فيه تاريخ تدوين الحديث وحجيته والرد على منكريه موجزا بل قيمًا جدًا، ما لا بد من قرائته لطلاب العلم.

وطريقته في تأليفه ذكر أولا ترجمة الحديث باللغة الأردية الفصحى، ثم الحكم على الإسناد ثم التخريج ثم فقه الحديث على وجه التفصيل المناسب.

مجموع عدد الحديث فيه 527 حديث والأحاديث كلها ثبت عنده إما صحيحا وإما حسنا ما عدا حديثًا واحدًا فقط.

وقد طبعت أولاً في سنة 2009م من مكتبة الحديث حضرو، أتك، الباكستان. وعدد

الصفحات :662 .

5- تحقيق و تخريج جزء على بن محمد الحميرى.

6- تحقيق و تخريج سنن الترمذى.

7- تسهيل الحاجة فى تحقيق و تخريج سنن ابن ماجه.

8- عمدة المساعى فى تحقيق و تخريج سنن النسائى.

9- تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبى شيبة (تحت الطبع).

مصنفاته المخطوطة :

1- نيل المقصود فى تحقيق و تخريج سنن أبى داود.

2- تحقيق و تخريج بلوغ المرام.

3- العقد التمام فى تحقيق السيرة لابن هشام.

4- أنوار السنن فى تخريج و تحقيق آثار السنن.

5- تحقيق و تخريخ أحاديث إثبات عذاب القبر للبيهقى.

6- تحقيق و تخريج كتاب الأربعين لابن تيمية.

7- تحقيق و تخريج مسند الحميدى (تحت الطبع).

8- تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك رواية يحيى بن يحيى.

9- تحقيق الأنوار من شمائل النبى المختار.

10- تخريج النهاية فى الفتن والملاحم.

11- تخريج كتاب الجهاد لابن تيمية.

12- تخريج شعار أهل الحديث لأبى أحمد الحاكم.

13- تحقيق و تخريج التقبيل والمعانقة لابن الأعرابى.

14- الأسانيد الصحيحة فى أخبار أبى حنيفة.

هذه الكتب المذكورة فوقه كلها ما زالت مخطوطة وبعضها تحت العمل للطباعة وسوف يصدر قريبا إن شاء الله -

v **مؤلفاته فى علوم الحديث وقواعده :**

فى مصطلح الحديث :

لم يكتب كتابًا في هذا الموضوع بالخصوص، ولكن ترجم كتابا للإمام ابن كثير فى علم

مصطلح الحديث المسمى **باختصار علوم الحديث** مع ذكر التحقيق والملاحظات الهامة .

فى علم الرجال :

1- **كلام الدارقطنى فى سننه فى أسماء الرجال.**

2- **تلخيص الكامل لابن عدى.**

3- **تلخيص تاريخ بغداد للخطيب.**

هـذه الـكتب المذكورة كلها ما زالت مخطوطة إلى الآن ولم يصل إلينا بعد ، ولكننا نرجو أنه سوف يطبع هذه الكتب المهمة فى المستقبل القريب إن شاء اللّٰه .

فى الجرح والتعديل :

1- **تلخيص الجرح و التعديل لابن أبى حاتم.**

2- **تلخيص الثقات لابن حبان.**

3- **تلخيص كتاب المجروحين لابن حبان.**

4- **أنوار السبيل في ميزان الجرح و التعديل.**

هذه الكتب المذكورة ما زالت مخطوطة .

5- **الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (مطبوعة).**

6- **التأسيس في مسئلة التدليس (مطبوعة).**

الأول مـنهـمـا قـد كتب باللغة العربية والثاني باللغة الأردية ، وتكلم فيهما الشيخ عن مسئلة التدليس والمدلسين من الرواة بصورة واضحة وطريقة حديثة .

v **جهوده في نقد الحديث :**

مناهج الشيخ العامة فى التعقيب على الحديث :

عند التحقيق أكثر ما اعتمد فيه على المخطوطات الأصلية أو الأقدم ما يوجد فيها على قدر الوسع .

(حافظ زبير على زئى، أضواء المصابيح فى تحقيق مشكاة المصابيح، لاهور: مكتبة إسلامية ، ط 1 ، 2010م، ص 17)

عـنـد تضعيف الحديث بيّن أوجه الضعف مفصلا شافيا ولكن أكثر ما يرى أنه لم يذكر أقوال العلماء الآخرين فى الحكم على الحديث إلا نادرا .

وعند التصحيح لم يطل الكلام فيه إلا ما لا بد منه .

فـإن وجـدت الـمـتـابـعـات والشـواهـد من أقوال الصحابة أو التابعين أو أتباع التابعين ذكره للإستفادة .

شـدّد على المدلسين كثيرًا حتى لم يقبل أحيانًا من الإمامين الزهرى وأبى الزبير وغيرهما إلا بـعد أن ثبت بتصريح السماع عنهم أو بالمتابعات والشواهد . (حـافظ زبير على زئى، الاتحاف الباسم فى تحقيق موطأ الإمام مالك رواية عبد الرحمن القاسم، مكتبة الحديث حضرو : أتك/ باكستان، ط1، 2009م، ص 54)

طريقته في تصحيح الحديث وتضعيفها :

مـنهـج الشيـخ فـي تـصـحيح الحديث وتضعيفه يتبين من خلال أعماله التحقيقية الحديثية، وأجـمـل هذه المناهج مستقلاً فى كتابه "أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة" كما يلى :

1- **علة الضعف:** ذكـر عـقـب كـل حـديـث عـلة الضعف التى لأجلها ضعّف الحديث، مثلاً الحكم على حديث من "ضعيف سنن أبى داود" (الرقم :22) : "إسناده ضعيف، الأعمش مدلس وعنعن".

2- **الجرح والتعديل :** كـان يبـحـث عن أرجح الأقوال فى الجرح والتعديل من بطون أمهات كتـب الـرجال كما قال : "راجـعـت كتـب الـجـرح والتعديل لإبن أبي حاتم والثقات لابن حبان والتاريخ للعجلي والكامل لابن عدي، والضعفاء للبخاري وتهذيب الكمال وغيرها فاخترت من الأقـوال فـى كـل راو مـا هـو أعـدلـه أو أحيانًا سردت كلام المتأخرين فيما وافقت عليه كالحافظ الذهبي والحافظ ابن حجر العسقلاني وغيرهما". ولم يخالف هذا المنهج قط.

(المصدر السابق، ص18)

3- **توثيق الجمهور :** عند الإختلاف كان يقدم رأي الجمهور كما قال : "قدّمت رأي الجمهور فـى الـحكم على الرواة عند تعذر الجمع والتوفيق بين الأقوال المتعارضة وهذا منهجى في جميع تحقيقاتي".

4- **توثيق المتساهل :** إذا وثّـق الـمتساهل راويًا وانفرد بقوله فلا يحتج به، كما قال : "لا آخذ بتـوثيـق الـمتساهل فيما انفرد به كابن حبان والحاكم والترمذى وغيرهم ولكن إذا وثّقه متساهلان فـصاعدًا ولم يضعّفه أحد فهو حسن الحديث عندي ولا أبالي من جهّله بعد توثيق الإثنين فصاعدًا من أئمة الحديث".

5- **أئمة الجرح والتعديل :** وهم أقسام كما ذكر الشيخ :

(أ) الثقات ومن يحتج بهم وبآراء هم كالإمام البخاري ومسلم وأحمد والنسائي وغيرهم.

(ب) الضعفاء والمجروحون ومن لا يحتج بهم ولا يحتج بمروياتهم كالأزدي والدولابي ومسلمة

ابن القاسم وأبي عبد الرحمن الآجري وابن خراش وغيرهم .

(ت) الأئمة المعتدلون وهم كثيرون كالإمام البخاري ومسلم وأحمد والعجلي وغيرهم .

(ث) الأئمة المتساهلون كابن حبان في توثيق المجاهيل والبيهقي والحاكم وغيرهم .

6- **تصحيح الحديث يدل على توثيق رواته :** يعنى إذا صحّح أحد من الأئمة حديثاً لراو منفرد فمعنى هذا أنه وثّق هذا الراوي ولو لم يصرح بكلامه ، كما قال بنفسه : "تصحيح الحديث وتحسينه توثيق لرواته فيما انفردوا فيه إلا ما خصص بالدليل"

7- **زيادة الثقات :** أقر بما اتفق عليه المحدثون في قولهم بأن إذا وقع الإختلاف فى الموقوف والمرفوع والمرسل والمتصل وغير ذلك فزيادة الثقة مقبولة .

8- **المزيد في متصل الأسانيد :** إذا زيد راوى في بعض الأسانيد الثابتة فهذه الزيادة تعتبر إلا إذا جاء تصريح سماع تلميذه من شيخ الراوي الزائد .

9- **التدليس :** لم يقبل تدليس الراوي في أية حال ولم يحتج برواية المدلس الذي قام بتدليس التسوية إلا فيما صرح بالسماع المسلسل إلى آخر السند كالوليد بن مسلم ، كما قال "إذا ثبت عندي تدليس الراوي فلا أحتج بعنعنته في غير الصحيحين"-

10- **الشواهد والمتابعات :**

اعتبر بالشواهد والمتابعات حسب ضوابط المحدثين كما قال: "إذا كان الحديث ضعيفاً ووجدت له شواهد قوية أو متابعات مقبولة فحسّنت الحديث أو صحّحته بعد التتبع مراعيا أصول المحدثين . (أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة ، ص9-5)

11- **المناهج الأخرى :** مثلاً :

١: أحاديث الصحيحين المتصلة كلّها صحيحة يقينًا .

٢: إن وجد الاختلاف بين المحدثين فى راو والجمهور وثّقه فالراوى يصل إلى مرتبة الصدوق وحسن الحديث وروايته (غير المعلولة فى حد ذاته) ترتقى إلى درجة الحسن لذاته وتعتبر حجة شرعية .

٣: الحديث الحسن لغيره ليس صالحًا للاحتجاج به بل هو نوع من أنواع الضعيف .

٤: الراوي المجهول إن وثّقه أحد من الأئمة صريحًا أو إشارةً (أى بتصحيح روايته) مثلًا: الدارقطني وابن خزيمة وغيرهما ، فيعتبر صدوقا أو حسن الحديث . فلا يسمى مستورا أو مجهولا وإن لم يعرفه أحد من الأئمة الآخرين .

٥: الـراوى الـمجهول إن وثّقه اثنا من المحدثين المتساهلين كابن حبان والترمذى صريحاً أو إشارةً فهو أيضا حسن الحديث وتعتبر روايته .

٦: إن ثبت الراوى مدلسًا من قبل المحدث الذى يعرف التفريق بين الإرسال والتدليس فلا تقبل روايته مطلقا في غير الصحيحين إلا أن يصرح بالسماع .

٧: زيادة الثـقة والصدوق دائمًا تستحق للترجيح ، مثلاً: كما قد أضاف فى سند الحديث أو متـنـه شيـئًـا زائدًا ، فالزيادة هذه تقبل وإن لم يزده أحد من الرواة ولو ألوفاً . فإن قيل: إنه قد خالف الجمهور ، فلا عبرة به .

٨: إن كـانـت الـرواية صـحيحًا أو حسنًا بظاهرها ولكن لم يقبله أحد فالرواية هذه تضعّف لكونها معلولة . (الاتحاف الباسم فى تحقيق موطأ الإمام مالك رواية عبد الرحمن القاسم ، ص 55)

نماذج من أحكامه على الحديث صحة وحسنا وضعفا :

نموذج الضعيف :

كـالحديث فى ضعيف سنن أبى داود : "مـن تفل تجاه القبلة . . " فـقال فى حكمه : "إسناده ضـعيف ، جرير بن عبد الحميد شك فى رفع الحديث فالسند معلل وللحديث طريق موقوف عند ابن أبى شيبة وسنده صحيح". هذا الحديث صححه الألبانى . (أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة ، رقم الحديث 3828 : ، ص 136)

نموذج الحسن :

الحديث من مشكاة المصابيح رواه أبوداود وابن ماجه : "من تعلم علما مما يبتغى به . . "
فقد حكم عليه بقوله : "إسناده حسن لذاته ، وصححه ابن حبان والحاكم".

(أضواء المصابيح فى تحقيق مشكاة المصابيح ، رقم الحديث 227 : ، ص 291)

نموذج الصحيح :

الحديث في مشكاة المصابيح ما رواه الدارمي : "هل تعرف ما يهدم الإسلام".

فحكم عليه هكذا :

"إسناده صحيح ، وفي إسناده أبو إسحاق الذي هو سليمان بن أبي سليمان الشيباني ، فهو ثقة مشهـور عـند الأئمة والبواقي كلهم أيضًا ثقات ، أنظر أسانيده الأخرى في كتاب الزهد لإبن المبارك (1475) والفقيه والمتفقه للخطيب (1/ 234)أو جامع بيان العلم وفضله لإبن عبد البر (2/ 221)

(المصدر السابق ، رقم الحديث: 269، ص 325)

٧ جهوده في فقه الحديث :

براعته في الفقه :

كـان لـه مهارة خاصة في استنباط فقه الأحاديث أيضًا، ودوره في هذا الميدان لم يكن قاصرًا بـالـنسبة لعلوم الحديث الأخرى، وهذه الدراية والتفقه في علم الشريعة كانت موهوبة له من عند الـلّـه سبحانه، فألف كتبا كثيرة فى المسائل الفقهية معتمدًا على الكتاب والسنة الصحيحة متجردًا عـن التقليد الأعمى، فكتب مثلاً في رفع اليدين (نور العينين فى مسئلة رفع اليدين) والتقليد (دين مين تقليد كا مسئله -قضية التقليد فى الدين) (مسئلة التقليد فى الدين) كان على رأس القمة ومفيد جـدًا والـفـارق بيـن الحق والباطل، وكذا صنف كتبا كثيرة للدفاع عن مسلك أهل الحديث والرد عـلى الديوبندية والبريلوية والعيسائية والقاديانية وغيرها من الفرق مع حجة قوية وبرهان قاطع لا جواب له.

الشيخ زبير والدليل الشرعي :

كـمـا مـرّ بـنـا أن الشيـخ زبيـر عـلى زئى كان مخالفًا شديدًا للتقليد الأعمى لأي مذهب من الـمـذاهـب، بل كان متمسكًا بالكتاب والسنة على فهم السلف الصالحين، ومؤيدًا لمسلك أهل الحديث وهو التمسك بالحجة والترجيح للنصوص الشرعية دائمًا فوق كل شيء عند الإستدلال، لا للرأي والقياس، وبرز منهجه في جميع أعماله الحديثية وحواشيه وتعاليقه، كما ذكر هو بنفسه:

2ـ الإستـدلال يـكـون بالنصوص الشرعية أي الكتاب والأحاديث الصحيحة والإجماع وإن لم توجد نصوص شرعية في أي مسئلة فالعبرة إذن بالإجتهاد، فالإجتهاد له أقسام :

١: الإستدلال بآثار السلف الصالح.

٢: الإستدلال باختيار ما هو الأرجح من آثار السلف المتضادة.

٣: الإستدلال من الأدلة العامة.

٤: القياس الصحيح والمصالح المرسلة وقواعد الأوليات وغيرها من الأدلة الأصولية المعتبرة.

3ـ كـل رأي أو اجتهـاد معارض للكتاب والسنة مردود، مثلاً القول بالنكاح المتعة فإن قال أحد من العلماء بأنه حلال، لن يقبل أبدًا بل يبقى مردودًا إلى يوم القيامة. (ترجمة من النص الأردية، أنظر: الاتحاف الباسم فى تحقيق موطأ الإمام مالك رواية عبد الرحمن القاسم، ص 54)

مصنفاته في فقه الحديث :

الكتب التى برز فيها باعه في فقه الحديث كما يلي :

1- أضواء المصابيح في تحقيق مشكاة المصابيح

2- ترجمة وتحقيق وحواشى لموطأ إمام مالك (رواية ابن القاسم)

وقد سبق البيان عن هذين الكتابين في موضعهما، فاشتمل هذان الكتابان على الفوائد الحديثية كثيرة، وتظهر فيه تضلّع الشيخ من تحقيق النصوص الشرعية واستنباط الفوائد الدقيقة المتضمنة في ظاهر الحديث وباطنه، فلا شك يستفيد منه طلاب العلم وعامة الناس سواء، وعلاوة عن هذين الكتابين كتب مقالات كثيرة أيضًا في مجلته "مجلة الحديث"وشرح فيه كثيرًا من النصوص الحديثية على وجه متميز واستدل به على المسائل المختلفة على وجه متفرد.

منهجه في شرح نصوص الحديث :

كما لاحظنا بعد الوقوف على شروحاته أنه :

1- ذكر الفوائد والمفاهيم من الحديث عقب كل حديث.

2- لم يطل فيه الكلام إلا ما يطلب السياق والحقائق.

3- لم يذكر فيه آراء الأئمة والعلماء وأسماء هم إلا نادرًا.

4- استفاد من شروحات العلماء فى الحديث وعبّره بطريقة نفسه.

5- فى المسائل الإجتهادية التزم بأوسط الأمور غالبًا.

6- التزم دائمًا بفهم السلف الصالحين من الكتاب والسنة وبما اتفقوا عليه من الأمر.

v **جهوده فى الدفاع عن السنة :**

دفاعه عن السنة النبوية والجامع الصحيح للإمام البخارى :

10- كتب الشيخ فى الدفاع عن السنة عمومًا كما نرى في مقدمة كتابه " تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك رواية ابن القاسم" وكذا الّف كتبا متخصصة فى الدفاع عن أصح الكتب بعد كتاب اللّٰه سبحانه وتعالى وهو الجامع الصحيح للإمام البخارى كما فى التالي:

1- **رد الاعتراضات على البخاري** (صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزۃ (اردو) مكتبة اسلامية، ط 1، 2010م، عدد الصفحات 125)

أجمع الأمة على صحة صحيح البخاري ولم يعترض عليه أحد سوى الإمام الدارقطني ولكن أجاب عليه الإمام ابن حجر العسقلاني في فتح الباري وكشف الغبار عنه تماما - ومع ذلك

القرآنيون وكذا منكرو الحديث فى الزمان الحاضر يهجمون على كتب الحديث خاصة على صحيح البخاري بدعوى أنه لا يستحق أن يسمى صحيحاً لأن فيه خللاًكثيرًا وتناقضًا ظاهرًا، فأجاب الشيخ عليهم في هذا الكتاب وفنّد دعواهم الفاسد.

2- **هجوم منكرى الحديث على صحيح البخارى والرد عليه**

هذا الكتاب رد صارم على دعاوى منكرى الحديث الذين يعترضون على صحيح البخاري من نواحى شتى، وقد ظهرت ديانته وأمانته ومؤهلاته العلمية على وجه ممتاز فى هذا الكتاب.

3- **توفيق البارى فى تطبيق القرآن وصحيح البخارى** (توفيق البارى فى تطبيق القرآن وصحيح البخارى (اردو)، دار النعمان للنشر والطباعة، ط1، 2010م، عدد الصفحات 98)

هذا الكتاب جواب عن كتاب "قرآن مقدس اور بخارى محدث" (باللغة الأردوية) الذى كتبه أحمد سعيد الملتانى واعترض على صحة 54 حديثا من صحيح البخارى، فردّ الشيخ على اعتراضاته ردًا قاطعًا مسكتًا.

٧ **دوره فى الميادين الأخرى الحديثية:**

لم يكتف الشيخ بتخريج الأحاديث وتحقيقه فحسب، بل تكلم في علم رجال الحديث وعلم الجرح والتعديل وتراجم علماء الحديث كثيرًا، فالمقالات القيّمة التى كانت تصدر من آن لآخر فى مجلته "مجلة الحديث" (مجلة الحديث الشهرية، مدير :حافظ زبير علي زئى، الناشر: مكتبة الحديث حضرو :أتك/ باكستان، التأسيس: 2004 م) تطرق على أذهان العلماء وطلاب العلم وتعجبهم بدقّتها وتعمّقها من حيث الفكر والنظر -فهذه المقالات الحديثية والفقهية صدرت في مؤلفة مستقلة على مجلدات مثل "مقالات الحديث" (مقالات الحديث، مكتبة الحديث حضرو :أتك/ باكستان، ط 1، 2011م، صفحة الكتاب: 687) و"تحقيقى وإصلاحى وعلمى مقالات" (ستة مجلدات، طبعت مرتين من باكستان[تحقيقی و اصلاحی وعلمی مقالات، مكتبة إسلامية: لاهور/ باكستان، ط1، 2010م] والهند [تحقيقى وإصلاحى وعلمى مقالات، الكتاب انترنيشنال: دلهى/ الهند، ط1، 2013م]).

الشيخ زبير في ميزان النقد :

1- دعوى التشدد فى الحكم على الحديث :

حسبما وقفنا على أعماله الحديثية نقول أن هذا الدعوى فيه شيء من الحق لا ينكر، حيث نرى أنه قد خالف العلماء المتأخرين كالشيخ الألبانى والعلماء المحققين المعاصرين فى الحكم على الحديث فى كثير من الأحيان، فنحلل هذه القضية بأمور :

أولا : وضّح الشيخ طريقته ومنهجه فى التخريج والتحقيق والحكم على الحديث توضيحًا صريحًا في كتبه المختلفة لا غبار فيه، فإذا نظر أحد إلى منهجه وبالتالي نظر إلى تطبيقاته في تخريج الكتب، لم يستطع أن يردّ عليه ولم ينكر هذه الحقيقة بأنه كان ملتزما بمناهج وضوابط المحدثين المثبوتة ولم يخرج منه شيئًا، فمعنى ذلك أن هذا الدعوى لا يقوم على أساس علمي .

وثانيا : لا شك أن كل بني آدم خطّاء ولا يخلو أحد من جنس البشر من الخطأ والنسيان، فالشيخ زبير علي زئي يحتمل أن يكون مخطئًا أحيانًا، فأخطائه في بعض المواضع لا تعني أنه كان متشدّدًا أو خرج من مناهج المحدثين .

وثالثا : أعمال الشيخ زبير قائمة على منهج واضح جدًا مثل ضوء النهار، فمن أراد أن يحقّق مناهجه النظرية وتطبيقاته العملية فليفعل، ولكن الاعتراض عليه إطلاقا بدون حجة أمر غير مقبول، والله أعلم .

2- دعوى الهجوم على المخالفين بألفاظ قاسية :

نقول : نعم كان له لسان صارم ضد المبتدعين المخالفين للسنة لا شك، وهذا كان أسلوبه الشخصى الذى قد انتهج به متأثرا ببيئته المجاورة المملوئة بالبدع والشركيات، فالرد على المخالفين من قبله كان بالنسبة لما قد تعرض عناء ومشقات من مخالفيهم، فهذا أمر طبيعى وكل ذلك كان لإحقاق الحق وإبطال الباطل على أسس متينة وقواعد سليمة ولم يخش فيه لومة لائم .

الخاتمة :

وفى الأخير نقول أن الشيخ زبير علي زئي كان من العلماء المجتهدين في علم الحديث فى

العصر الراهن، قلما يوجد شخصية مثله في باكستان ولا فى القارة الهندية في عصرنا الحاضر الذي قام بخدمة الحديث رواية ودراية إلى هذا الحد. فكان من أبرز دعاة السلفية وعقيدته كانت صافية مستقيمة على مذهب أهل السنة والجماعة أهل الحديث وكان متمسكًا بالكتاب والسنة وقامعًا للشرك والبدع طول حياته. وقدكتب كتبا متنوعة في تخريج الأحاديث وتحقيقها وتشريحها وعلم أصول الحديث وعلم رجال الحديث وعلم الجرح التعديل وفقه الحديث، ولكن مع الأسف الشديد أكثر مصنفاته ما زالت مخطوطة لم تطبع حتى الآن. وكان مع انشغاله بالأعمال العلمية ساهم في ميدان الدعوة وإصلاح الناس مساهمة ملموسة حتى أصبح صوتًا عاليًا لجماعة أهل الحديث في باكستان. فلا شك أنه يعتبر من العلماء الكبار في علم الحديث في هذا العصر.

فاللّٰهم اغفر له وارحمه واحشره مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقًا.

وصلى اللّٰه وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليمًا كثيرًا.

استاد محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خدمات پر خراج تحسین

مولانا ابن بشیر الحسینوی الاثری حفظہ اللہ

راقم جامعہ رحمانیہ لاہور کی چوتھی کلاس میں تھا، تو میرے محسن و مربی شیخ عبدالرشید راشد رحمہ اللہ ہمیں سنن النسائی پڑھاتے تھے اور راقم نے سنن النسائی کے ضعیف راویوں پر کام شروع کر دیا، روزانہ رحمانیہ لائبریری میں جاتا اور کتب رجال کی مدد سے سنن النسائی کے ضعیف راوی جمع کرنے شروع کیے، اسی دوران میں اکثر شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کے پاس بھی جایا کرتا تھا جو سکیم موڑ ابوبکر صدیق مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ ایک دن میں ان سے سنن النسائی کے ضعیف رواۃ پر مشورہ کیا کہ کام کس طرح ہونا چاہیے تو شیخ ربانی صاحب شفاہ اللہ نے مجھے کہا: آپ شیخ زبیر علی زئی صاحب سے رابطہ کریں وہ دارالسلام لاہور میں ہوتے ہیں، اور مبشر صاحب نے مجھے شیخ محترم کا نمبر بھی دیا۔

پھر راقم نے شیخ محترم کو فون کیا اور مشورہ لیا تو شیخ صاحب نے بتایا کہ یہ بہت اچھا کام ہے اس میں ایک اضافہ بھی کریں کہ ضعیف راوی کے استاد اور شاگرد کا نام بھی لکھ دیں یہ بہت مفید رہے گا۔

شیخ محترم کا پہلی مرتبہ نام سنا اور پہلی مرتبہ شیخ سے میری بات ہوئی تھی، اس کے بعد گاہے گاہے فون پر رابطہ رہا۔

راقم ہر اس شخص کو استاد محترم کہتا ہے جس سے تھوڑا استفادہ کیا ہو یا زیادہ۔

مَیں استاد محترم کے پاس حضرو اٹک میں 2003ء کو چار دن کے لیے گیا تھا اور فون پر استفادے کی انتہا نہیں۔ والحمدللہ

راقم نے شیخ محترم سے بہت کچھ سیکھا اور انھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مجھے ہر طرح کے علمی استفادے کا موقع فراہم کیا۔ فجزاہ اللہ خیرا

میں اس وقت مرکز التربیۃ فیصل آباد میں تخصص کے آخری سال میں تھا اور حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی کتاب الاصلاح کی تحقیق و تخریج کر کے مقالہ پیش کرنا تھا، جس بنا پر میں نے شیخ صاحب کی طرف سفر کیا کیوں کہ چند کتب مل نہیں رہی تھیں، شیخ صاحب سے فون پر رابطہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس وہ کتب ہیں، چنانچہ میں حاضرِ خدمت ہو گیا۔

اس وقت شیخ صاحب کے پاس شیخ ندیم ظہیر، فضل اکبر کاشمیری اور سید تنویر حسین شاہ ہزاروی حفظہم اللہ بھی تھے۔

اور شیخ محترم سے یہ میری پہلی ملاقات تھی لیکن انھوں نے اس طرح محبت کی گویا کئی سالوں سے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ فجزاہ اللہ خیراً

شیخ محترم کے وہ اوصاف و معمولات جو میں نے ملاحظہ کیے

راقم نے دیکھا کہ شیخ محترم وقت کے بہت پابند ہیں وقت پر سوتے ہیں، وقت پر لکھتے ہیں اور وقت پر ہی مطالعہ کرتے ہیں، میں نے دیکھا تھا کہ شیخ محترم تہجد کے وقت

بیدار ہو جاتے تھے، راقم تہجد کے وقت لائبریری میں آتا تو شیخ محترم مطالعہ میں مصروف ہوتے۔ ایک دفعہ پوچھا کہ شیخ صاحب کیا کر رہے ہیں تو فرمانے لگے کہ کوئی اچھی سی عربی کتاب تلاش کر رہا ہوں جس کا ترجمہ کیا جائے۔

نمازِ فجر خود پڑھاتے تھے اور جمعہ بھی خود پڑھاتے تھے، نمازِ فجر کے بعد لائبریری میں آ جاتے تو مسلسل لکھتے رہتے اور کھانے کے وقت گھر تشریف لے جاتے، پھر دوبارہ لائبریری میں آ جاتے اور تقریباً گیارہ بجے تک لکھنے اور تحقیق کرنے میں مصروف رہتے، پھر قیلولہ کرتے اور یہ قیلولہ بھی بہت ہی مختصر ہوتا جو لائبریری سے متصل ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوتا تھا۔

پھر ظہر تک مسلسل تحقیق اور کتب لکھنے میں مصروف رہتے، نمازِ ظہر سے فارغ ہو کر نمازِ عصر تک مسلسل لکھنے میں مصروف رہتے اور نمازِ عصر کے بعد بھی یہی مصروفیات ہوتیں لیکن نمازِ مغرب سے تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے ہم اکٹھے باہر چلتے مختصر سی سیر و تفریح کرتے اس میں علمی بحوث جاری رہتیں۔

اسی طرح نمازِ مغرب کے بعد شیخ محترم صرف مطالعہ کرتے اور وہ اپنی وفات تک اسی ترتیب سے کتب کا مطالعہ کرتے رہے ہیں، اس میں شیخ محترم نے ہزاروں کتب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور شیخ محترم نے فوائد جمع کرنے کی غرض سے مختلف رجسٹر بنائے تھے جن میں وہ فوائد لکھتے رہتے تھے۔ نمازِ عشا کے فوراً بعد سو جاتے تھے، یعنی شیخ محترم کا اوڑھنا بچھونا علم اور لکھنا تھا۔

شیخ محترم کی خدمات ایک نظر میں:

شیخ محترم نے فرقِ باطلہ دیوبندیت، بریلویت، حنفیت اور انکارِ حدیث وغیرہ کے تعاقب میں بہت کچھ لکھا، جسے اگر مستقل الگ جمع کیا جائے تو کئی جلدوں پر محیط زبردست کتاب تیار ہو جائے۔

ہر بات کی تحقیق کرنا شیخ محترم نے اس کی بنیاد ڈالی اگرچہ حدیث کی تحقیق کرنے والے تو بے شمار لوگ تھے لیکن رُواۃ کی تحقیق میں بھی شیخ نے اسانید کی تحقیق کی۔ بہت سی کتب کے ترجمے کئے اور انھیں قبولِ عام حاصل ہے۔

ماہنامہ الحدیث کا اجرا: ایک قیمتی رسالہ جس میں مسلسل تحقیقی مضامین شایع ہو رہے ہیں۔

رہنمائی کرنا: شیخ محترم میں یہ خوبی بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی کہ وہ طلبا کی رہنمائی بہت زیادہ کرتے تھے۔

تحقیق حدیث و آثار: شیخ محترم کا خاص مشغلہ ہے اور بہت سی قیمتی کتب کی تحقیق و تخریج کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شیخ محترم کی تمام دینی خدمات قبول فرمائے۔ (آمین)

شیخ محترم کا ایک قیمتی قول:

شیخ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے کلام کا ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے، چنانچہ شیخ محترم لکھتے ہیں:

''ہم جب کسی راوی کو ثقہ وصدوق یا حدیث کو صحیح و حسن لذاتہ قرار دیتے ہیں تو اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے، تناقض و تعارض سے بچتے ہوئے، غیر جانبداری سے اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے کسی راوی کو ثقہ وصدوق حسن الحدیث اور حدیث کو صحیح و حسن قرار دیتے ہیں۔ ایک دن مر کر اللہ کے دربار میں ضرور بالضرور اور یقیناً پیش ہونا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی مرضی کی روایت کو صحیح و ثابت کہہ دیں اور دوسری جگہ اسی کو

ضعیف کہتے پھریں۔ یہ کام تو آلِ تقلید کا ہے!

اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت سے تضاد و تعارض ثابت کر دے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کروں گا، توبہ کروں گا اور جو بات حق ہے برملا اس کا اعلان کروں گا۔ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، بس اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اے اللہ! میری ساری خطائیں معاف کر دے۔ آمین

صحیح بخاری و صحیح مسلم اور مسلکِ حق: مسلکِ اہلِ حدیث کے لئے میری جان بھی حاضر ہے۔ یہ باتیں جذباتی نہیں بلکہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات ج 2 ص259۔260)

شیخ محترم کی ساری زندگی کتب کی تالیف، ترجمہ اور تحقیق میں صرف ہوئی ہے، تمام کتب ہی قیمتی ہیں لیکن ''نور العینین'' بلا مبالغہ اپنے موضوع پر انسائیکلوپیڈیا ہے، اسی طرح ماہنامہ الحدیث ایک جدید طرز کا خالص تحقیقی رسالہ ہے جو شاید اپنے انداز میں برصغیر میں پہلا رسالہ ہے اور شیخ محترم کی بے شمار کتب و تحقیقات پہلے اس رسالے میں شایع ہوئی ہیں، لیکن بعد میں کتابی شکل میں بھی شایع کی گئی ہیں، اور انوار الصحیفہ بھی قیمتی کتاب ہے کہ مختصر انداز میں روایات کی تحقیق کر دی گئی ہے، فجزاہ اللہ خیراً۔

استاد محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے دفاع میں:

آل دیوبند کی یاوہ گوئی سے کون ناواقف ہے جو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کو بھی معاف نہیں دیتے، تعصب پر مبنی رویہ رکھتے ہیں اور گالی گلوچ سے کام لیتے ہیں۔ یہ عادت انھیں اپنے آباء اجداد سے ورثے میں ملی ہے، دیوبندیوں کو جب اہل حق اہل حدیث کی کامیابی چار سو نظر آتی ہے اور دلائل و براہین کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے پاس ایک ہی ہتھیار رہے اور وہ ہے گالیاں دینا خواہ مدمقابل قرآن ہو یا حدیث و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں یا علمائے حق اہلحدیث بس گالیوں کے سوا ان کے پاس ہے بھی کچھ نہیں۔

یہی صورت انھوں نے استاد محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنائی، کسی میں یہ تو ہمت نہ رہی کہ محترم شیخ صاحب کی کتب کا دلائل کی روشنی میں رد کریں، چنانچہ اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر گالیاں دینی شروع کر دیں۔

اے آل دیوبند! تم کو گالیاں مبارک اور ہمیں قرآن و حدیث کا دفاع مبارک۔

شیخ محترم کے چند اہم اوصاف:

۱: رہنمائی کرنا: جو بھی شیخ محترم سے رابطہ کرتا اس کی مکمل رہنمائی فرماتے، اور موبائل پر گھنٹوں بات کرتے رہتے۔ سبحان اللہ، اور ان کی شفقت کا ہی نتیجہ تھا کہ علمی پیاس بجھانے والے ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔

۲: حوصلہ افزائی: شیخ محترم طلباء کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کرتے تھے، راقم کے سب سے پہلے علمی و تحقیقی و فقہی مضامین شیخ محترم نے ہی اپنے رسالے میں شایع کرنے شروع کیے تھے، مثلاً بالوں کے احکام، چہرے کے احکام رات کے احکام، عدت کے احکام وغیرہ۔

۳: مفید مشورے اور کام کرنے کی ترغیب: شیخ محترم اپنے پاس آنے والے طلبا کو بہت زیادہ مفید مشورے دیتے تھے کہ

فلاں کام بھی کرنا ہے، فلاں بھی کرنا ہے، تم فلاں کام کرو، اس طرح کام کرو اور فلاں کام نہ کرو وغیرہ، ان کے مشوروں میں بڑی خیر ہوتی تھی۔

۴: مخالفین سے حسن سلوک: منہجی اختلاف برحق ہے جو قیامت تک ختم نہیں ہوسکتا، ہر مجتہد کو حق بات دلائل کی روشنی میں کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور اہل علم کا رد کرنا اسی اجتہادی قبیل سے ہوتا ہے، اس پر راقم نے بعض ردود لکھے جن کا شیخ محترم نے جواب بھی لکھا، لیکن جب ملاقات کا موقع ملا تو بہت ہی اچھے اخلاق سے ملے اور اپنے ساتھ والوں کو بھی اچھے لفظوں میں تعارف کروایا۔

مثلاً جب شیخ نورپوری رحمہ اللہ وفات پا گئے تو شیخ محترم بھی جنازہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ بہت خوشی سے ملے اور اپنے ساتھ بعض ساتھیوں کو راقم کا تعارف کروایا۔

مجھے محمد خبیب احمد حفظہ اللہ نے بتایا کہ مجھے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے نصیحت کی کہ تم شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا ساتھ نہیں چھوڑنا ان سے چمٹے رہنا ہے۔

۵: مسلسل لکھتے رہنا: شاید شیخ محترم کی زندگی کا کوئی ایسا دن نہیں گزرا ہوگا جس دن آپ نے نہ لکھا ہو۔

۶: اختلاف کرنے والوں سے متعلق اپنے دل کو صاف رکھنا۔

اللہ تعالیٰ استاد محترم کی تمام خامیوں کو معاف فرمائے اور حسنات کو قبول فرمائے، آمین۔

نَضْرُ النَّجِيِّ فِي سِيرَةِ المحدث زبير علي زئي

مولانا ابومعاذ احمد یحییٰ محمد بلال ریاض*

ہر نفس نے موت سے ہمکنار ہونا ہے اور اس سے کسی کو راہ فرار نہیں، لیکن بعض شخصیات اور ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی وفات سے گویا پوری قوم یا جماعت ہی بے جان ہوتی نظر آتی ہے۔ ہمارے ممدوح محدث العصر رحمہ اللہ بھی ان شخصیات میں سے ایک تھے۔ قارئین کرام! اپنے علم کے مطابق شیخ رحمہ اللہ سے متعلق بعض معلومات صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ (ان شاء اللہ)

استاذ محترم محدث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا حضرو میں ایک عظیم الشان مکتبہ ہے جس میں بہت زیادہ کتب موجود ہیں، ان میں کئی نایاب کتب کے قلمی مخطوط بھی موجود ہیں۔ انھیں کتب خریدنے کا بے انتہا شوق تھا۔ مجھے میرے والد محترم محمد ازرم بن اللہ یار بن محمد علی عفا اللہ عنہم نے بتایا کہ انھیں استاذ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بتایا کہ وہ ایک دفعہ حج کرنے گئے تو حج کے موقع پر بیمار ہو گئے۔ اب استاذ محترم رحمہ اللہ فرمانے لگے: اگر دوا لیتا ہوں تو کتاب نہیں خرید سکتا، کیوں کہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ خریدنا تھا اور اگر کتاب خریدتا ہوں تو بیماری کے لیے دوائی نہیں خرید سکتا تھا، لہٰذا میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ خرید لیا اور دوائی لینے کا ارادہ ترک کر دیا۔

استاذ محترم رحمہ اللہ کے والد محترم کی عمر تقریباً 100 سال

* مدرس جامعہ تعلیم القرآن، جھنگ

سے زائد ہو چکی ہے، لیکن ابھی تک اللہ کے فضل سے بالکل صحیح چلتے پھرتے ہیں۔ایک دن استاذ محترم رحمہ اللہ مجھے بتا رہے تھے کہ ضروریات بڑھنے کی وجہ سے مجھے کچھ رقم کی ضرورت محسوس ہونے لگی تو میرا دل چاہا کہ میں تدریس وغیرہ شروع کردوں تا کہ کچھ ضروریات پوری ہو سکیں، ان کے والد محترم کو معلوم ہوا تو انھوں نے استاذ محترم رحمہ اللہ سے کہا: میں آپ کو رقم دیتا رہوں گا، بس آپ مکتبے میں بیٹھ کر تصنیف کا کام کرتے رہیں۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اپنے والد محترم کے ساتھ ہمیشہ احترام والا پہلو مدنظر رکھتے تھے لیکن ((لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق)) والا پہلو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ نے مجھے خود بتایا کہ ایک دفعہ میرے والد محترم حاجی مجدد خان بن دوست محمد خان ایم این اے کے الیکشن میں کھڑے ہو گئے، تو چونکہ استاذ محترم رحمہ اللہ اس کام کو صحیح نہ جانتے تھے، بلکہ اس موجودہ سیاسی و جمہوری نظام کو غیر شرعی کہتے تھے تو آپ نے نہ صرف اپنے والد محترم کو ووٹ ڈالنے سے انکار کر دیا، بلکہ پوری مہم کا مکمل طور پر بائیکاٹ کر دیا۔

عقیدہ و منہج: محدث العصر الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (ثقة ثقة) توحید پرست تھے اور اہل السنۃ والجماعۃ سلف صالحین کے منہج پر گامزن تھے۔کتاب وسنت پر عمل کرنا آپ رحمہ اللہ کا نصب العین تھا۔قرآن وحدیث کے تحت ہی آنے والی دلیل ''اجماع'' (صحیح العقیدہ مسلمانوں کا) کو شرعی دلیل اور حجت مانتے تھے۔''اجماع امت حجت ہے'' کے نام سے آپ نے ایک شاندار مضمون بھی رقم کیا ہے۔دیکھئے تحقیقی و اصلاحی مقالات (74/5) اور ''چالیس مسائل جو صراحتاً اجماع سے ثابت ہیں۔'' (تحقیقی مقالات 111/8)

صحیح منہج کو استاذ محترم رحمہ اللہ بہت زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے۔پہلی بار جب استاذ محترم سے میری ملاقات ہوئی تو مجھ سے بھی پہلے منہج ہی کے بارے میں سوال کیا کہ آپ کا منہج کیا ہے؟

اس کے علاوہ صریح نصوص شرعیہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کو جائز سمجھتے تھے، لیکن قرآن وسنت کے مقابلے میں ہر قول اور اجتہاد کو مردود کہتے تھے۔اسی طرح تقلید شخصی کو ناجائز کہتے تھے۔جس دلدل میں موجودہ دور کے جہلاء مقلدین ومبتدعین پھنسے ہوئے ہیں کہ قرآن وحدیث کی صریح اور روشن دلیل آنے کے باوجود بھی اپنے امام ابو حنیفہ (غیر مقلد) رحمہ اللہ کی تقلید میں اندھا دھند دوڑے جا رہے ہیں اور خود بھی گمراہ ہو کر ان پڑھ عوام کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔آمین

استاذ محترم رحمہ اللہ کتاب وسنت کا وہی مفہوم معتبر سمجھتے تھے جو سلف صالحین سے بلا اختلاف ثابت ہو، اگر کسی بات میں ان کے مابین اختلاف ہوتا تو راجح کو ترجیح دیتے تھے۔سلف صالحین کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی 728ھ) اپنے عظیم الشان فتاویٰ میں رقمطراز ہیں:

''وَمِنَ المعلوم بالضرورة لِمَنْ تَدبَّر الكتابَ والسنَّةَ، وَمَا اتفق عليه أهل السنة و الجماعة من جميع الطوائفِ أَنَّ خَيْرَ قُرون هٰذِهِ الأمَّةِ فِي الأعمالِ وَ الأقْوَالِ وَ الإعتقاد وَغَيْرها مِن كلِّ فَضِيلَةٍ . أَنَّ خَيرَها القَرنُ الأوَّلُ ثُمَّ الَّذِين يَلُونَهُم ثُمَّ الَّذين يَلُونَهُم كمَا ثَبَتَ ذَالك عَن النَّبِيِّ ﷺ مِن غَير وَجهٍ، وَ أَنَّهم أَفضَل مِن الخَلَفِ من كُلِّ

فضِيلةٍ، مِن علمٍ وَ عَمَلٍ وَ إيمانٍ وَ عَقلٍ وَ دِينٍ وَبيانٍ وَ عِبَادَةٍ وَ أَنَّهم أولٰى بالبيان لِكلِّ مشكل......"إلخ . (مجموع الفتاوٰى 157,158/4)

''یعنی جو شخص کتاب وسنت اور اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام گروہوں پر غور وفکر کرے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں سے اعمال، اقوال، اعتقاد اور ہر قسم کی فضیلت میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا زمانہ سب سے بہتر تھا، پھر تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ بہتر تھا۔ جس طرح نبی کریم ﷺ سے یہ بات کئی سندوں سے ثابت ہے (اور یہ بھی معلوم ہے) کہ سلف صالحین پر فضیلت مثلاً: علم، ایمان، عقل، دین، بیان اور عبادت میں خلف سے افضل ہیں اور یقیناً وہ ہر مشکل (علمی مسئلے) کو سلجھانے کے زیادہ لائق ہیں۔''

علاوہ ازیں استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنے رسالے ''الحدیث'' میں جو اصول وضوابط مدنظر رکھے تھے۔ میں یہاں بہتر سمجھوں گا کہ شیخ مکرم رحمہ اللہ کے اپنے قلم کے الفاظ ہی قلمبند کر دوں چنانچہ استاذ محترم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''ہم (ماہنامہ) ''الحدیث حضرو'' کا یہ سلسلہ جاری کر رہے ہیں جس میں درج ذیل اصول ومقاصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

۱: قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
۲: سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
۳: صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
۴: صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
۵: اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
۶: علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
۷: مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
۸: اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
۹: دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
۱۰: قرآن وحدیث کے ذریعے سے اتحاد امت کی طرف دعوت'' (تحقیقی مقالات 114/2، 115)

استاذ محترم رحمہ اللہ نے ہمیشہ اپنے رسالے میں مذکورہ اصولوں کو مدنظر رکھا۔ اسی وجہ سے آپ کا رسالہ ''الحدیث'' کتاب وسنت کی اشاعت میں بہت معاون ثابت ہوا اور ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

اب رہے وہ اصول جن کو محدثِ دوراں استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے احادیث کی تحقیق کے دوران میں مدنظر رکھا۔ یہ اصول بھی میں استاذ محترم رحمہ اللہ کے الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں، جو چند ایک درج ذیل ہیں:

۱) ہر وہ راوی جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہو، اور جمہور (مثلاً تین بمقابلہ دو) اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کر دیں تو یہ راوی صدوق حسن الحدیث ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ غیر معلول روایت فی نفسہ حسن لذاتہ اور حجت ہوتی ہے۔

۲) جس راوی کو مجہول یا مستور کہا گیا ہے، اگر اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کسی ایک معتبر محدث مثلاً: دارقطنی وابن خزیمہ وغیرہما سے ثابت ہو جائے تو یہ راوی صدوق، حسن الحدیث ہوتا ہے اور اسے مجہول ومستور کہنا غلط ہے، اگرچہ ایک ہزار امام بھی اسے مجہول ومستور کہتے ہوں۔

۳) جس راوی کا مدلس ہونا ان محدثین سے ثابت ہو

جائے جو ارسال اور تدلیس کو ایک نہیں سمجھتے تو ایسے راوی کی عن والی روایت کو غیر صحیحین میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔

۴) ثقہ وصدوق راوی کی زیادت کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے۔

۵) جس شخص کا جو قول بھی پیش کیا جائے اس کا صحیح و ثابت ہونا ضروری ہے۔ صرف یہ کافی نہیں کہ یہ فلاں کتاب، مثلاً: تہذیب الکمال، میزان الاعتدال یا تہذیب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے بلکہ اس کے ثبوت کے بعد ہی اسے بطور جزم پیش کرنا چاہیے۔

۶) عین ممکن ہے ایک راویت کی سند بظاہر صحیح وحسن معلوم ہوتی ہو لیکن محدثین کرام نے بالاتفاق اسے ضعیف قرار دیا ہو تو یہ روایت معلول ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود سمجھی جاتی ہے۔

۷) صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کی تمام متصل مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔

یہ وہ چند اصول ہیں جن کو استاذ محترم رحمہ اللہ نے تحقیق میدان میں زیرِ نظر رکھا۔

مزید تفصیل کے خواہشمند حضرات استاذ محترم رحمہ اللہ کے تحقیقی، اصلاحی، علمی مقالات کا مطالعہ فرمائیں۔

(مقالات 110/2 تا 115)

سادگی: استاذ محترم رحمہ اللہ کے اندر انتہا درجے کی سادگی پائی جاتی تھی۔ علم کی کثیر دولت ہونے کے باوجود کبھی کسی دوسرے کو محسوس نہ ہونے دیا کہ میں بہت بڑا عالم ہوں۔

پہلی بار جب میں استاذ محترم کو ملنے کے لیے گیا تو جانے سے ایک دن پہلے میں نے آپ کو فون کیا کہ میں ملنا چاہتا ہوں اور آپ کا مکتبہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ فون کرنے سے پہلے میرے ذہن میں تھا کہ شیخ محترم رحمہ اللہ تو بہت بڑے عالم ہیں، شاید مجھے وقت نہ دے پائیں، لیکن جب فون پر بات کی تو کچھ اور ہی محسوس ہونے لگا جیسے میں اپنے کسی دوست سے بات کر رہا ہوں۔ بات کرنے میں کسی قسم کا کوئی تکبر نہ تھا بلکہ انتہائی خوشی سے آنے کا کہا۔ جب میں شیخ محترم رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو فون کیا کہ میں آپ کی مسجد میں پہنچ گیا ہوں تو شیخ محترم اپنے مکتبے سے مسجد میں آئے آپ کے ساتھ ان کا ایک شاگرد بھی تھا۔ جب شیخ محترم رحمہ اللہ مجھے ملے تو میں نے ان کے شاگرد سے پوچھا: کیا یہ ''شیخ زبیر علی زئی'' رحمہ اللہ ہیں؟ تو ان کے شاگرد نے ہاں میں جواب دیا، پھر تو میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں کہ میں نے کیا سوچ رکھا تھا اور شیخ محترم رحمہ اللہ کو کیسا پایا؟

واللہ العظیم! آپ رحمہ اللہ ایک بہت ہی سادہ لباس میں تھے جیسے عام دیہاتی لوگ پہنتے ہیں۔ چہرے پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے جیسے کسی اپنے قریبی رشتے دار کو مل رہے ہوں۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

استاذ محترم کا اخلاق: محدث العصر رحمہ اللہ عظیم اخلاق کے حامل تھے، ہر آنے والے کو خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ جب میں استاذ محترم رحمہ اللہ کے پاس گیا تو آپ میرے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: بیٹے! آپ جو باتیں کرنا چاہتے ہیں کریں اور مجھے بالکل محسوس نہ ہونے دیا کہ میرا کام رُک رہا ہے، حالانکہ آپ رحمہ اللہ کا وقت کافی قیمتی تھا۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ لکھنے یا پڑھنے میں مصروف رہتے اور میرے سامنے اور بھی کئی لوگ شیخ محترم رحمہ اللہ کو ملنے آئے تو ان کے ساتھ اپنا کام چھوڑ کر بات چیت کرنے لگے اور انھیں ان کے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔

مہمان نوازی: استاذ محترم رحمہ اللہ میں مہمان نوازی کی صفت بھی نمایاں تھی جو بھی مہمان آپ رحمہ اللہ کے پاس آتا تو

ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اسے کچھ کھلا پلا دیا جائے، پھر اپنے شاگردوں کو کوئی چیز لانے کا کہہ دیتے۔ اگر کھانے کا وقت ہو جاتا تو کھانا کھلاتے۔ جس دن میں ان کے پاس گیا ہوا تھا تو جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو فرمانے لگے: کھانا کھا کر جانا تو مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔

یہ شیخ محترم رحمہ اللہ کا اخلاقِ عظیم تھا جس نے میری زندگی کو بہت تبدیل کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ واقعتاً علم والی شخصیات ایسی عادات مبارکہ کی حامل ہوا کرتی ہیں۔

تحفہ تحائف کا تبادلہ: استاذ محترم رحمہ اللہ میں ایک عظیم خصوصیت یہ بھی تھی کہ تحفہ تحائف کا تبادلہ کرتے رہتے تھے۔ بندہ ناچیز نے واپسی کے وقت استاذ محترم رحمہ اللہ کو خوشبو کا تحفہ دیا تو خوشی سے قبول فرمایا اور فرمانے لگے: ''آپ کا تحفہ ردّ نہ کیا جائے گا۔''

اور مجھے استاذ محترم نے ہمیشہ کتابوں کی صورت میں تحفے کا بدلہ دیا اور تحفہ دیتے وقت فرمانے لگے: ''تحفے کا بدلہ بھی ہونا چاہیے۔'' اس لیے آپ یہ کتابیں لے لیں۔

جزاھم اللّٰہ خیرًا فی الآخرۃ

میرے ساتھ میرے والد جیسی شفقت: استاذ مکرم نے طلبا کو ہمیشہ اپنے بیٹے جیسا سمجھا اور انتہائی شفقت سے پیش آتے۔ یہی وجہ تھی کہ میرے دن استاذ محترم کے ساتھ بہت ہی اچھے گزرے اور آپ کی وفات کا غم اتنا پہنچا کہ یقیناً مجھے اپنی زندگی میں اتنا غم کسی اور وجہ سے نہ پہنچا۔ اگرچہ آپ کی دین اسلام کے لیے کی گئی مساعی جمیلہ کو یاد کر کے آپ کی وفات کا غم تو تھا ہی، لیکن وہ محبت بھری ملاقاتیں اور باتیں بہت ہی یاد آتی ہیں۔ جب بھی آپ رحمہ اللہ کو مل کر واپس آنے لگتا تو استاذ محترم رحمہ اللہ مجھے (پیشانی پر) بوسہ دے کر روانہ کرتے، بلکہ جب میں سرگودھا ''جامعہ امام محمد بن اسماعیل البخاری'' میں ان سے ملنے گیا تو واپسی پر مجھ سے پوچھنے لگے: ''کیا آپ کے پاس واپس جانے کے لیے کرایہ ہے؟'' تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسی شفقت والد ہی اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔

طلبا کے ساتھ حسن سلوک اور تدریس: استاذ محترم رحمہ اللہ نے تصنیف کے ساتھ کئی بار تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ آپ رحمہ اللہ کے علمی مقام کو دیکھ کر میرے دل میں بھی خواہش پیدا ہوتی تھی کہ آپ سے شرف تلمذ بھی حاصل کیا جائے اور کچھ نہ کچھ سیکھا جائے، چنانچہ گاہے گاہے میں ان کے پاس ان کے مکتبہ میں بھی جاتا رہا۔

میں اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنے والد محترم (محمد ازرم بن اللہ یار بن محمد علی عفا اللہ عنہ) کا بھی بہت ممنون ہوں جنھوں نے مجھے شیخ محترم رحمہ اللہ جیسی شخصیات کے پاس جانے اور حصول علم کا ذوق بیدار کیا اور ہمیشہ مجھے اجازت مانگنے پر اجازت عنایت فرمائی۔ میری اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ میرے والدین کو صحت و برکت والی زندگی عطا فرمائے۔ (آمین)

تو پھر وہ وقت آیا کہ شیخ محترم رحمہ اللہ نے سرگودھا ''جامعہ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ'' میں سنن ابی داود پڑھانا شروع کر دی۔ تب بندہ ناچیز نے بھی استاذ محترم رحمہ اللہ کے پاس سنن ابی داود کا کچھ حصہ پڑھا۔ آپ رحمہ اللہ کا طلبا کے ساتھ سلوک دوستوں والا تھا۔ ہمیشہ کلاس میں طلبا کے ساتھ نرم رویہ ہی اپنایا، ہنسی مذاق بھی کر لیتے تھے۔

ایک دفعہ کلاس میں ایک بات سنانے لگے کہ میں حضرو (اٹک) میں اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ دو چھوٹے بچے

دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے تو ایک نے روتے ہوئے مجھ سے شکایت کی کہ فلاں نے مجھے مارا ہے۔ میں نے کہا: جلدی جلدی اس بات پر کوئی گواہ پیش کرو۔ اب وہ چھوٹا بچہ تھا تو اسے کیا سمجھ آنی تھی بات کی۔ شیخ محترم رحمہ اللہ فرمانے لگے اسی کش مکش میں اس نے رونا بند کر دیا اور چلا گیا۔ طلبا کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں قباحت محسوس نہ کرتے تھے۔

پھر پڑھانے کا انداز بھی محدثانہ تھا۔ حدیث کی سند پر سیر حاصل بحث کرتے تھے اور رواۃ حدیث کے بارے میں اس طرح تسلسل سے بتاتے جس طرح آبشار بہہ رہی ہو، پھر حدیث سے مسائل اخذ کرنے میں بھی اللہ عزوجل نے استاذ محترم رحمہ اللہ کو کمال استطاعت دی تھی۔ احادیث کے ذریعے سے مبتدعین کا رد بھی کرتے رہتے تھے۔ میرے خیال میں ایسے معلمین شاید کم ہی ہوتے ہیں جو احادیث کی کتب پڑھاتے وقت حدیث کی سند اور مسائل پر مکمل بحث کرتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اللہ عزوجل ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اللّٰهم أدخلهم الجنّة الفردوس

مجھے شیخ محترم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد عثمان محمدی بن اکرم محمد (سانگلہ ہل) نے بتایا کہ استاذ محترم ایک دفعہ لاہور کسی درس پر جانے لگے تو پہلے مجھ سے فرمایا: آپ بھی ساتھ چلنا، لیکن بعد میں کسی وجہ سے ساتھ نہ لے جا سکے تو واپسی پر ایک کتاب لیتے آئے اور اپنے شاگرد عثمان محمدی بھائی کو دی اور فرمانے لگے کہ میں آپ کو ساتھ نہیں لے جا سکا تو یہ کتاب میری طرف سے تحفہ ہے تاکہ آپ کا دل نہ ٹوٹے۔

رحمه الله تعالى رحمةً واسعةً

حافظہ اور مطالعہ: اللہ رب العالمین نے استاذ محترم رحمہ اللہ کو حافظہ بھی کمال کا عطا فرمایا تھا۔ کئی کئی احادیث کے صحت و ضعف کے بارے میں جب پوچھا جاتا تھا تو فوراً صحت و ضعف کے ساتھ اگر وہ حدیث ثابت نہ ہوتی تو وجہ ضعف بھی زبانی بتا دیا کرتے تھے۔ اس طرح رواۃ احادیث کے درجات بھی اکثر زبانی یاد ہوتے تھے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ کا مطالعہ بھی وسیع تھا۔ کئی بار لوگ کوئی مسئلہ دریافت کرتے تو فوراً مکتبہ سے وہ کتاب نکال کر اور وہ صفحہ نکال کر دکھا دیتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے مطالعہ کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ مطالعہ کرنے اور تصنیف کا ذوق بھی بہت زیادہ تھا، لہٰذا نصف رات کو اٹھ کر بھی مطالعہ کرتے۔ شیخ محترم رحمہ اللہ مجھے بتا رہے تھے کہ مجھے رات اگر اٹھنا ہوتا تو کبھی بھی گھڑی پر الارم لگانے کی ضرورت نہیں پڑی جس وقت اٹھنے کی نیت کی ہوتی تھی جاگ آ جاتی تھی۔ اس کا مشاہدہ خود میں نے اپنی آنکھوں سے کیا جب سرگودھا میں شیخ محترم رحمہ اللہ سنن ابی داود پڑھاتے تھے تو کلاس شروع ہونے سے پہلے میں شیخ محترم رحمہ اللہ کے پاس ان کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ تو فرمانے لگے میں تھوڑی دیر سوتا ہوں تو اتنے وقت کے بعد جگا دینا، لیکن جب سوئے تو خود بخود ہی اپنے وقت پر اٹھ گئے۔

کتاب و سنت کی ترویج اور شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے کے لیے استاذ محترم کی جدوجہد:

شیخ رحمہ اللہ نے ایک دفعہ اپنی بات سنائی کہ میں یونان کے سفر پر تھا تو یونان کے اندر ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ رب العزت کو اپنے ہاتھ اٹھا کر اور منہ آسمان کی طرف کر کے گالیاں دیتے ہیں۔ استاذ محترم رحمہ اللہ نے کہا: میں ایک کینٹین پر چائے پی رہا تھا تو ایک بندے نے اسی طرح کیا تو میں نے ادھر پڑی ایک کرسی اس کے سر پر دے ماری، چنانچہ مجھے

بھاری جرمانہ کیا گیا یونانی حکومت کی طرف سے۔

محدث العصر رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کتاب و سنت پھیلانے میں صَرف کی۔ قرآن اور احادیث رسول ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس شخص کے دل میں قرآن وسنت کا پیار اور محبت ہو وہ شخص کبھی قرآن وسنت کی مخالفت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہی وجہ تھی کہ شیخ محترم نے ہمیشہ بدعت اور مبتدعین کا قلع قمع کیا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مقدس بھی ہے ((مَن وَقّر صاحبَ بِدعةٍ فقد أعانَ على هدم الإسلام.)) ''جس نے کسی بدعتی کی تکریم کی تو اس نے اسلام کو گرانے میں مدد دی۔''

(کتاب الشریعة للآجري : 2040 وقال شیخنا زبیر علي زئي رحمه الله:" إسناده صحیح")

تو آپ رحمہ اللہ اپنے ایام زندگی میں شرک و بدعت کو ختم کرنے کی کوشش میں رہے۔ آپ کی تصانیف اس چیز کی گواہ ہیں اور خاص طور پر آپ کا رسالہ ''الحدیث'' حضرو اسی چیز کا شاہد ہے اور کئی لوگ آپ کی تصانیف سے راہِ راست پر آئے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''بدعتیوں کے بارے میں کوئی رعایت نہیں۔''

کیونکہ مبتدعین نے دین کے اندر نئی بدعات نکال کر دین اسلام کی اصلی صورت کو مسخ کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے اور جب دین کے اندر بدعات شروع ہو جائیں تو اس وقت لوگوں سے اصلی دین یعنی قرآن اور امام الانبیاء محمد ﷺ کی عظیم الشان سنتوں پر عمل کرنا ترک ہو جاتا ہے، جیسا کہ جلیل القدر تابعی حسان بن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

''مَا ابْتَدَعَ قَومٌ بِدْعَةً فِي دِيْنِهِمْ إِلاَّ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا، ثُمَّ لاَ يُعِيْدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ''

جب کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کر لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مثل ان کی سنت چھین لیتا ہے، پھر وہ اسے قیامت کے دن تک ان کی طرف نہیں لوٹاتا۔

(سنن الدارمي : 99 سنده صحیح)

تو حقیقت بھی یہی ہے کہ جو لوگ بدعتوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنتوں سے کوسوں دور ہیں۔

اہل الحدیث کے ساتھ محبت:

استاذ محترم رحمہ اللہ اہل الحدیث کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے تھے اور جو بندہ بھی کتاب وسنت کا متبع ہوتا اس کے لیے شیخ محترم کے دل میں بہت ہی محبت ہوتی۔ استاذ محترم کی دلی خواہش تھی کہ تمام اہل الحدیث متفق ہو کر ایک جماعت بن جائیں۔ علماء میں جو بھی کتاب وسنت کی ترویج کے لیے کام کرتا تو اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔

ایک دن جب میں ان سے ملنے گیا تو ان کے پاس استاذ محترم شیخ عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ کا تذکرہ خیر کیا تو آپ فرمانے لگے: ''وہ تو میرے نزدیک ثقہ سے اوپر کا درجہ رکھتے ہیں۔'' پھر اچھے الفاظ میں تعریف کرنے لگے۔ مطلب یہ کہ آپ اپنے سینے میں کسی علم والے کے بارے میں حسد و بغض نہیں رکھتے تھے۔

مجھے ایک دوست عثمان محمدی نے خبر دی کہ جب مدرسہ امام بخاری (سرگودھا) کے شیخ الحدیث مولانا عبدالشکور شاہ رحمہ اللہ فوت ہوئے تو استاذ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کسی وجہ سے ان کے جنازے میں نہ پہنچ سکے۔ بعد میں ایک دن شیخ

محترم رحمہ اللہ آئے اور طلبا سے فرمانے لگے کہ مجھے ان کی قبر پر لے چلو، پھر وہاں جا کر شاہ صاحب رحمہ اللہ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ بعدازاں فرمانے لگے: اب میرے دل کو کچھ سکون ملا ہے ان کی نماز جنازہ پڑھ کر۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اپنے مقالات میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ''صحیح بخاری و صحیح مسلم اور مسلک حق مسلک اہل حدیث کے لیے میری جان بھی حاضر ہے۔ یہ باتیں جذباتی نہیں بلکہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔''

(تحقیقی و اصلاحی مقالات 2/259، 260)

رجوع الی الحق کا جذبہ اور تصنیف میں مہارت:

استاذ محترم رحمہ اللہ ایک عظیم مصنف تھے اور تصنیف میں کمال مہارت بھی رکھتے تھے جس کا اندازہ ان کی تصانیف بلکہ ان کے ماہنامہ رسالہ ''الحدیث'' سے ہی لگایا جا سکتا ہے جو تحقیق کا شاہکار تھا اور کئی لوگ اس رسالے کے ذریعے سے راہ راست پر آئے۔ (والحمد للّٰہ)

اس رسالہ کے متعلق حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں جو انھوں نے ایک روایت کی تحقیق طلب کرنے کے سلسلے میں استاذ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی طرف بھیجا تھا، اس میں لکھا: ''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

از عبدالمنان نور پوری بطرف جناب محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہما اللہ سبحانہ و تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امابعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔ آپ کا ماہنامہ موقر جریدہ ''الحدیث'' باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ رسالہ کیا ہے؟ تحقیق و تخریج کے لآلی و جواہر کا گنجینہ، معارف و علوم کے دراہم و دنانیر کا خزینہ اور بحرِ حقائق و دقائق میں شناوری کے لیے ایک سفینۂ ثمینہ۔ حالیہ شمارہ میں کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے متعلق تحقیق و تخریج اس فقیر الی اللہ الغنی کی نظر سے گزری۔ دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے علم، عمل اور رزق میں برکت فرمائے۔ نیز آپ کو دین حنیف کی مزید خدمت کی توفیق سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین'' ......ابن عبدالحق بقلم خود ۱۹/۳/ ۱۴۲۸ھ سرفراز کالونی گوجرانوالہ۔

(دیکھئے الحدیث شمارہ نمبر 38 ص 13، 14)

استاذ محترم مسائل کا جواب وضاحت سے دیتے تھے اور جو بھی اثر یا حدیث تحریر کرتے تو اسے مکمل تحقیق کے بعد ہی درج کرتے اور حدیث کی سند میں موجود کسی راوی کے بارے میں اگر اختلاف ہوتا تو اس کی بھی مکمل جرح و تعدیل کتب رجال سے نقل کر دیتے۔

ایک بات یہ بھی قابل تعریف ہے کہ عام طور پر کسی راوی کی جرح و تعدیل کے متعلق لکھتے وقت لوگ اسماء الرجال کی کتابوں سے کسی محدث کی جرح یا تعدیل نقل کرتے وقت اس قول کی سند کے بارے میں تحقیق نہیں کرتے، لیکن استاذ محترم رحمہ اللہ ان اقوال کی سندوں کی بھی تحقیق کیا کرتے تھے۔ یہ کمال ذوق و شوق ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے استاذ محترم رحمہ اللہ کو فنِ رجال میں کمال مہارت سے نوازا تھا۔

فرقہ باطلہ کا رد بڑے اچھے اور مدلل طریقے سے کرتے تھے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اپنی تصنیف میں بازاری اور فحش زبان کبھی استعمال نہیں کرتے تھے، جیسا کہ مبتدعین حضرات عام طور پر اہل حق اہل الحدیث کو گالیاں دیتے رہتے ہیں جن کے بارے میں امام ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ (المتوفی

751ھ) نے لکھا:

يـا مُبـغِضًا أهلَ الحَديثِ وَ شَاتِمًا
أَبشِـر بِـعَـقـدِ وِلَايَةِ الشّيطـانِ
أَوَ مَـا عَـلِـمْـتَ بأَنَّهُم أَنصارُ دينِ
الـلّـٰـهِ وَ الإِيْـمَـانِ وَ الـقُرآنِ
أَوَ مَـا عَـلِمتَ بأنّ أنصارَ الرَّسُولِ
هُـــم بِـلا شَكٍّ وَ لَا نُـكـــرانِ
هـل يُبـغِـضُ الأنصارَ عبدٌ مُؤمِنٌ
أو مُـــدرِكٌ لِـــرَواءِ الإيـمـــانِ
شَهِدَ الرَّسُولُ بذاكَ وَ هي شَهادَةٌ
مِـنْ أَصـدَقِ الثَّـقَـلَيْنِ بالبُرهَانِ

''اے اہل الحدیث سے بغض رکھنے والے اور گالیاں دینے والے! تو شیطان کی ولایت کے منعقد ہونے کے ساتھ خوش ہو جا۔ کیا تُو نے جانا نہیں کہ یقیناً وہ اللہ کے دین، ایمان اور قرآن کے مددگار ہیں۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بلاشبہ وہ رسول کے مددگار ہیں بغیر شک اور انکار کے۔ مددگاروں سے کوئی مومن بندہ یا ایمان کی خوشبو پانیوالا نفرت نہیں کرتا۔ اس کی گواہی رسول اللہ ﷺ نے دی اور یہ گواہی اِنس و جن میں سے سب سے زیادہ سچے کی طرف سے دلیل کے ساتھ ہے۔

(الكافية الشافية ، المشهور بقصيدة النونية ص 237)

تو جس طرح استاذ محترم رحمہ اللہ کا زورِ قلم اچھا تھا۔ ساتھ ساتھ رجوع الی الحق کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کوئی بھی بندہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اگر آپ کی کتاب میں کوئی غلطی پاتا تو بتانے پر اگر واقعتاً غلطی ہوتی تو فوراً اپنی بات سے رجوع کر لیتے اور اگر آپ رحمہ اللہ اپنی کسی کتاب میں کوئی مسئلہ بیان کرتے یا کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر کرتے، پھر بعد میں واضح ہوتا کہ حق بات اس کے برخلاف ہے تو فوراً علانیہ طور پر رجوع کر لیتے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اپنے مقالات میں ایک جگہ رقمطراز ہیں: ''اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت میں سے تضاد و تعارض ثابت کر دے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کروں گا، توبہ کروں گا اور جو حق بات ہے برملا اس کا اعلان کروں گا۔ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں۔ بس اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اے اللہ! میری ساری خطائیں معاف کر دے۔ آمین''

(مقالات للشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ 2/259، 260)

میری دعا ہے کہ اللہ رب العالمین استاذ محترم محدث العصر حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی تمام خطائیں معاف فرما کر انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

استاذ محترم رحمہ اللہ کی یہ باتیں صرف لکھنے کی حد تک نہ تھیں بلکہ وہ اس پر عمل پیرا بھی تھے۔

ہمیں خود حافظ ابو یحییٰ نور پوری حفظہ اللہ نے جامعہ امام بخاری (سرگودھا) میں ایک درس کے دوران میں بتایا کہ میں نے ایک دفعہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو فون کیا اور کسی راوی کے بارے میں بتایا کہ آپ کی کتاب میں راوی کے بارے میں اس طرح لکھا ہے جبکہ حقیقت میں اس طرح ہے۔ تو استاذ محترم رحمہ اللہ نے فوراً اپنی بات سے رجوع کر لیا۔

بعض لوگ استاذ محترم رحمہ اللہ پر ایک عجیب اعتراض کرتے ہیں کہ جی شیخ محترم زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے رجوعات بہت زیادہ ہیں۔

یہاں ایک بات تو یہ ہے کہ استاذ محترم رحمہ اللہ کے اتنے

زیادہ رجوعات نہیں جتنے لوگوں نے سمجھ لیے ہیں اور دوسری بات کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی خطا پر رجوع فرما لیتے تھے تو اس کے جواب میں مَیں اتنا ہی کہنا کافی سمجھوں گا:

کَمْ مِن عَائِبٍ قَو لاً صَحِیحًا
وَ آفتُـهٗ مِـنَ الْـفَهْمِ السَّقِیْمِ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ عزوجل تمام علماء کو رجوع الی الحق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شیوہ تھا، جس کی زندہ مثال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے ملتی ہے۔ جب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اقرار نہ کر رہے تھے، لیکن جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی آیت پڑھ کر سنائی تو فوراً اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ رضی اللہ عنہم

ایک دفعہ میں استاذ محترم کے پاس ان کے مکتبے میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی ایک کتاب لے کر آیا جو کہ استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے جواب میں کسی نے لکھی تھی۔ استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے کہا: اَب آپ اس کا جواب لکھیں گے تو استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس کتاب کو پڑھیں گے اگر کوئی اپنی غلطی ہوئی تو اصلاح کریں گے اور جس کا جواب دینا ہوا تو جواب دے دیں گے۔''

فن رجال اور محدثانہ انداز:

استاذ محترم کو اللہ رب العزت نے اسماء الرجال کے فن میں بھی مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔ کوئی روایت بھی ہوتی تو اس کی مکمل تحقیق فرماتے تھے۔ غیر ثابت شدہ روایات کو بیان کرنے والے لوگوں پر سخت غصے کا اظہار فرماتے تھے۔ چونکہ یہ معاملہ واقعتاً حساس ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) ''جس نے مجھ پر ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔'' (صحيح البخاري:109)

اس طرح کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

''جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ آگ (جہنم) بنالے۔'' (صحيح البخاري: 110)

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ." سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو چاہتا جو مرضی کہہ دیتا۔ (مقدمة صحيح مسلم:12/1)

عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ دین اسلام میں سند کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے بھی اس چیز کا بہت خیال رکھا، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی روایت لینے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کا حکم دیا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴾

''اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر شرمندہ ہو جاؤ۔'' (الحجرات:6)

جلیل القدر صحابی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا، وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا، فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ،

وَالدَّلُولَ ، لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ . "
ایک وقت تھا کہ جب ہم کسی شخص سے یوں سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تو اسی وقت اس کی طرف ہماری نگاہیں جلدی کرتیں اور اس کی طرف اپنے کان لگا دیتے۔ پھر جب لوگ مشکل اور پھسلنے والی جگہ پر چلنے لگے تو ہم لوگوں سے صرف وہ (حدیث) ہی لیتے جس کو ہم پہچانتے۔

(مقدمۃ صحیح مسلم: 10/1)

لہٰذا آج بھی طلباء و علماء دین کو اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے اور مدارس دینیہ میں پڑھانے والے اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلبا میں اس چیز کا ذوق و شوق پیدا کریں اور اس فن کو جتنی استطاعت ہے سیکھیں ورنہ حدیث بیان کرنے سے پہلے اس فن کے علماء کی طرف رجوع ضرور کیا جائے۔

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"التَّفَقُّهُ فِي مَعَانِي الْحَدِيثِ نِصْفُ الْعِلْمِ ، وَمَعْرِفَةُ الرِّجَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ"

حدیث کے معانی میں سمجھ بوجھ آدھا علم ہے اور رجال کی معرفت آدھا علم ہے۔ (المحدّث الفاصل ص320)

طلباء کا ایک فریضہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص کوئی روایت پیش کرے اور آپ کو اس بارے میں شک و شبہ ہو تو اس سے پوچھیں کہ جو روایت اس نے بیان کی، کیا وہ صحیح سند سے ثابت ہے؟ تاکہ روایات بیان کرنے والے اشخاص بھی آیندہ چوکنے رہیں کہ ہمیں تحقیق کر کے روایات سنانی چاہئیں۔ میں یہاں اپنے استاذ محترم شیخ ابو سیف جمیل حفظہ اللہ کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل ان کو صحت و برکت والی زندگی عطا فرمائے اور ان کے علم و عمل میں برکت فرمائے، جنھوں نے ہمیں بھی اس کام میں ذوق و شوق پیدا کرنے کے لیے راغب فرمایا، اللہ کی توفیق سے اور کئی اور علماء و خطباء حضرات کی بھی اصلاح فرمائی۔ اللہ عزوجل ان کا یہ عمل قبول فرمائے۔ آمین

استاذ محترم رحمہ اللہ احادیث کے معاملے میں تو محتاط تھے ہی، یعنی روایات کو مکمل تحقیق کے بعد لکھتے یا بیان کرتے اور کئی کتب حدیث کی تحقیق بھی کی ہے۔ مثلاً: سنن أربعہ (ابو داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) مسند حمیدی، تفسیر ابن کثیر، موطأ امام مالک (روایۃ ابن القاسم)، جزء رفع الیدین للبخاری، جزء القراءۃ للامام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ۔

لیکن احادیث سے ہٹ کر عام گفتگو میں بھی استاذ محترم رحمہ اللہ کا انداز محدثانہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی بندہ کسی کی کوئی بات سناتا تو اس کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ سنن ابی داود پڑھنے کے دوران میں کئی بار طلبا اگر استاذ محترم رحمہ اللہ کو کوئی واقعہ یا کسی شخص کے بارے میں کوئی بات سناتے تو استاذ محترم رحمہ اللہ فوراً پہلا سوال یہی کرتے کہ آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے؟ اپنی تحریر میں بھی استاذ محترم رحمہ اللہ کا انداز محدثانہ تھا، مثلاً ایک جگہ ایک بات نقل کرتے وقت لکھتے ہیں: ''عصرِ حاضر کے مشہور ثقہ محدث مولانا رفیق اثری حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ الاستاذ العالی مولانا سلطان محمود صاحب محدث جلالپوری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مولانا اسماعیل (بن ابراہیم بن عبداللہ چکڑالوی) نے بتایا کہ ایک بار......'' الخ

(اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح 217/1)

ایک اور جگہ استاذ محترم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: '' زندگی گزارنے کا یہ اصول ہونا چاہیے کہ آدمی ہر وقت احتیاط اور تحقیق سے کام لے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ پنجابی زبان کے محاورے ''لائی لگ'' کی طرح ہر سنی سنائی بات کے پیچھے دوڑتا پھرے اور پھر ہلاکت کے گڑھے میں

جا گرے۔'' (اضواء المصابیح 211/1)

شیخ محترم نے ایک دفعہ بتایا کہ اخبار میں خبر چھپی کہ سعودیہ میں ایک آدمی نے جھوٹ بولا تو وہ سانپ بن گیا۔ میں نے جب تحقیق کی غرض سے سعودی سفارت خانے کو خط لکھا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔

محدث العصر الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنے شیخ ''حاجی اللہ دتہ'' رحمہ اللہ (المتوفی 2001ء) کے حالات لکھتے ہوئے اپنے مخصوص محدثانہ انداز میں لکھا:

''مجھے شیر باز صاحب خطیب مسجد اہل حدیث اٹک نے ایک خبر دی، اور کہا کہ مجھے میری بیوی نے بتایا، کہا (بیوی نے): مجھے حاجی اللہ دتہ صاحب کی بیوی نے بتایا کہ حاجی صاحب نے ساری زندگی......الخ'' (تحقیقی علمی مقالات 518/1)

یہ تھا استاذ محترم رحمہ اللہ کا تقریر و تحریر میں محققانہ انداز جس سے معلوم ہوتا ہے کہ استاذ محترم رحمہ اللہ احادیث سے ہٹ کر عام باتوں میں بھی تحقیق کے پہلو کو مدنظر رکھتے تھے۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا انداز اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

عوام الناس کو بھی چاہیے کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے نشر نہ کریں، جیسا کہ آج کل معاشرے میں رسالہ جات (میسجز) کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ جس کو جو بھی خبر میسج کے ذریعے سے موبائل پر پہنچی اسی طرح آگے بھیج دی۔ کوئی پتہ نہیں کہ یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی؟

استاذ محترم رحمہ اللہ جس بات کو حق سمجھتے اس پر عمل کرتے اور بلا خوف و خطر اس کو علانیہ بیان کرتے۔ یہی انداز احادیث کی تحقیق میں تھا کہ اگر محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیق میں کوئی روایت ثابت نہ ہوتی، خواہ وہ اپنے مسلک کے موافق بھی ہوتی تو حق بات لکھ دیتے، مثلاً: سینے پر ہاتھ باندھنے والی طاؤس رحمہ اللہ (تابعی) کی مرسل روایت وغیرہ۔

استاذ محترم رحمہ اللہ کی اس قابلِ تعریف صفت پر میں یہ شعر سپردِ قلم کرتا ہوں:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نہ آبلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اللہ تعالیٰ استاذ محترم رحمہ اللہ کی قبر پر اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرمائے۔آمین

محدث العصر الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات:

اپنے اس مضمون کا یہ آخری حصہ لکھنا شاید میرے لیے نہایت مشکل ہے، کیونکہ کبھی ایسا نہ سوچا تھا کہ یہ وقت بھی آئے گا کہ اپنے ہاتھوں سے استاذ محترم کی ''وفات'' کا تذکرہ سپردِ قرطاس کرنا پڑے گا، لیکن رب العالمین کے یہ فیصلے ہیں: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾

ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ دل کے کسی عارضے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ چونکہ ان دنوں آپ رحمہ اللہ سرگودھا ''جامعہ امام بخاری'' میں مقیم تھے، لہٰذا آپ رحمہ اللہ کو سرگودھا کے کسی ہسپتال میں منتقل کیا گیا۔ یہ خبر سن کر دل کانپ گیا۔ غم کی وجہ سے آنکھیں بھی نم ہو گئیں اور زبان سے دعا بھی جاری ہونے لگی کہ یا اللہ! استاذ محترم رحمہ اللہ کو جلد شفائے کاملہ عطا فرما۔ استاذ محترم رحمہ اللہ کا فون نمبر میرے موبائل میں تھا تو فوراً نمبر ملایا کہ شاید استاذ محترم رحمہ اللہ سے بات ہو جائے تو آپ کی طبیعت کا حال

دریافت ہو سکے، لیکن جب فون پر کسی نے سلام کیا تو آج وہ آواز نہیں آ رہی تھی جو پہلے آیا کرتی تھی اور وہ الفاظ بھی آج فون پر نہیں سنے جا رہے تھے جو کبھی سنا کرتا تھا کہ ''بلال بیٹے کیا حال ہے؟'' لیکن اس دن استاذ محترم رحمہ اللہ کے کسی شاگرد نے بات کی اور کہا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ کی طبیعت خراب ہے اور ان کو ہسپتال لے گئے ہیں، وقتاً فوقتاً رابطہ ہوتا رہا۔ دوسرے دن رابطہ ہوا تو پتہ چلا کہ استاذ محترم کو اسلام آباد ''الشفاء'' ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ پھر تو دل روز بروز زیادہ غمگین ہوتا گیا اور استاذ محترم رحمہ اللہ کے کہے گئے وہ الفاظ میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے آپ نے آخری ملاقات میں مجھ سے کہے تھے، کیونکہ جب میں آخری بار استاذ محترم رحمہ اللہ کو حضرو (اٹک) میں آپ کے مکتبے میں ملنے گیا تو عام طور پر پہلے میں جس دن ملنے جاتا اسی دن مل کر واپس آ جاتا تھا، لیکن اس دن استاذ محترم رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ آج ادھر ہی رات رہیں گے نا۔ تو میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس دن آپ رحمہ اللہ کے ساتھ کافی وقت گزرا، لیکن کیا پتہ تھا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ کے ساتھ یہ آخری ملاقات ہوگی۔

آتی رہیں گی یاد ہمیشہ وہ محبتیں
ڈھونڈا کریں گے ہم انھیں فصل بہار میں

اسی ملاقات کے دوران میں جب میں استاذ محترم رحمہ اللہ کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا تو آپ فرمانے لگے کہ ''لگتا ہے میرے دن قریب آ گئے ہیں۔'' یہ بات سن کر بہت اداسی ہوئی، پھر جانے سے پہلے جبکہ استاذ محترم رحمہ اللہ اپنی مسجد لیٹے ہوئے تھے اور میں آپ رحمہ اللہ کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا تو آپ وہی الفاظ دوبارہ دہرائے کہ ''لگتا ہے میرے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔'' خیر جب میں جانے لگا تو استاذ محترم رحمہ اللہ حسبِ معمول مسکراتے چہرے سے ملے۔ یہ شاید آخری ملاقات تھی کہ اس دن میں نے استاذ محترم رحمہ اللہ کو جاتے وقت پیشانی پہ بوسہ بھی دیا تھا، آپ رحمہ اللہ نے بھی مجھے پیشانی پہ بوسہ دے کر روانہ کر دیا۔ اللہ حافظ

ہمارے بعد ہمارے تذکرے ہوں گے
ہمارے بعد ہی محسوس ایک کمی ہو گی

تو استاذ محترم رحمہ اللہ کی بیماری کے دوران میں وہ الفاظ کہ ''میرے دن تھوڑے رہ گئے ہیں'' زیادہ غمی کا باعث بن رہے تھے۔ خیر دعاؤں کا سلسلہ تو جاری ہی رہا اور وہ دن بھی اداسی کی حالت میں گزرتے رہے، دل کرتا تھا کہ ہسپتال جا کر استاذ محترم رحمہ اللہ سے ملاقات کی جائے، لیکن ان کے ساتھ رہنے والے ساتھیوں نے بتایا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ سے ملنے کی اجازت ڈاکٹر کی طرف سے نہیں۔ المختصر یہ کہ وہ دن آ گیا کہ صبح کا وقت تھا اپنی کلاس میں بیٹھا تھا کہ موبائل پر رسالہ (میسج) آیا کہ محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وفات پا گئے ہیں۔ میں نے فوراً تصدیق کے لیے حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کو فون کیا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ طبیعت کیسی ہے؟ تو آج جواب کچھ اور ہی الفاظ میں تھا کہ شیخ صاحب تو وفات پا گئے ہیں۔

إنا للّٰہ وإنا إلیه راجعون

جسم پر کپکپی طاری ہوگئی۔ آنکھیں بہہ پڑیں، دل یقین نہ کر پا رہا تھا کہ کیا واقعتاً شیخ محترم رحمہ اللہ دنیا سے چلے گئے؟ کیا واقعتاً ہم سے محبت بھری باتیں کرنے والے داغِ مفارقت دے گئے؟ کیا فن رجال کے ماہر غمِ جدائی دے گئے ہیں؟

یقیناً آپ کی جدائی کا غم تو تھا ہی، لیکن اس چیز کا دکھ بھی تھا کہ سرزمین پاکستان سے ایک عظیم محدث اسماء رجال کا

عظیم فن اپنے سینے میں محفوظ کیے ہوئے اور کتب کی عظیم لائبریری چھوڑ کر دنیا فانی سے چل دیے ہیں۔

ادھر دل میں یہ خیال بھی پیدا ہوتا کہ اب احادیث کی تحقیق کا فریضہ کون سر انجام دے گا؟ مبتدعین کے اعتراضات کا مضبوط اور پائیدار جواب کون دے گا؟

ہمارے دوسرے شیخ محترم عبد الرحمٰن ضیاء صاحب حفظہ اللہ فرمانے لگے: ''آج بہت خلا پیدا ہو گیا ہے اور جب شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے تو بہت سارے علماء کی طرف سے کفایت کر جاتے تھے، مبتدعین کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے۔'' لیکن یہ تو اللہ عزوجل کے فیصلے تھے کیونکہ وہ سب سے بڑا حکیم ہے۔

المختصر یہ کہ اس غمناک خبر کے بعد نماز جنازہ کا پتا چلا کہ شام پانچ بجے ادا کی جائے گی۔ ادھر میں نے اپنے والد محترم (محمد ازرم بن اللہ یار بن محمد علی) کو فون کر کے بتایا کہ استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے جا چکے ہیں تو والد محترم نے فرمایا کہ میں جنازہ پر جاؤں گا۔ آپ اب مشکل سے پہنچ پاؤ گے کیونکہ میں اس دن جھنگ مدرسہ میں تھا، لیکن دل نہ چاہتا تھا کہ استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھنے سے رہ جاؤں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے رختِ سفر باندھا اور پھر حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کو فون کیا تو انھوں بتایا کہ جنازہ رات آٹھ بجے کر دیا گیا ہے تو کچھ دل کو تسلی ملی کہ ان شاء اللہ پہنچ جاؤں گا۔

آخر کار راولپنڈی سے آگے حضرو والی گاڑی پر بیٹھا تو سوچنے لگا کہ ایک وہ دن تھے کہ حضرو کی گاڑی پر بیٹھ کر خوشی ہوتی تھی کہ آج استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے جا رہا ہوں، لیکن آج کچھ اور ہی حالات ہیں۔ گاڑی کا کنڈیکٹر پوچھنے لگا کدھر جا رہے ہو؟ لیکن اس کو کیا معلوم تھا کہ آج حضرو کی سرزمین ایک روشن ستارے سے محروم ہو گئی ہے بلکہ سرزمین پاکستان سے محدث دوراں ہمیں داغ مفارقت دے کر چل بسے ہیں۔

خیر ہم جنازہ گاہ میں پہنچے تو لوگوں کا جم غفیر تھا کچھ دیر بعد محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ کو کفن میں لپیٹے ہوئے چارپائی پر لایا جا رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر رونے کی ہچکی بندھ گئی۔ آج استاد محترم رحمۃ اللہ علیہ مجھے اکیلا چھوڑ کر جا رہے تھے جو ہمیشہ ہمارے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھتے تھے۔

آخر استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشفق استاذ حافظ عبد الحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ نے آہوں اور سسکیوں میں پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد آخری بار استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مسکرانے والا روشن چہرہ دیکھا۔ بالآخر استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ کو اسی رات 10 نومبر 2013ء بروز اتوار دفن کر دیا گیا۔ (إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون)

رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃ کثیرۃ و نوّر اللّٰہ مرقدہٗ وَ اعاذہ اللّٰہ تعالیٰ من فتنۃ القبر وَ عذاب النّار . آمین

مولانا عبدالرحمن [illegible]*

میرے مشفق و مربی استاذِ گرامی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بہترین مدرس

محدث العصر، استاذ گرامی کا شمار اہلِ حدیث کی حالیہ تاریخ کے ان ممتاز علماء وفضلاء میں ہوتا ہے جنھیں آسمانِ شہرت کا درخشندہ ستارے کہا جا سکتا ہے۔ آپ کو علومِ قرآن کریم وعلوم حدیث اور عقائد وغیرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ فقہ الحدیث میں یک گونہ مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے، جیسا کہ علمی فتاویٰ توضیح الاحکام اور الاتحاف الباسم شرح موطأ امام مالک بروایۃ ابن القاسم سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ وضع و لباس میں سادگی شعار، مدلل اور سنجیدہ بحث وتحریر وتقریر، عقائدِ سلف صالحین میں چٹانِ ناقابلِ تسخیر تھے۔

فنِ تدریس کے شہسوار اُستاذِ شیریں گفتار تھے۔ آپ علوم نبوت کے پیاسوں کی سیرابی کرتے تھے اور تشنگانِ علومِ نبوت کی شمع بن کر رہے۔ زبان و بیان میں سلیقہ مندی اور بے حد مٹھاس تھی۔

غرض یہ کہ استاذِ محترم میں وہ ساری خوبیاں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں جن کا کسی اچھے استاد اور باکمال مدرس میں ہونا ناگزیر ہے۔ آپ کے علم میں گیرائی اور گہرائی تو تھی ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس کا عمدہ ملکہ بھی دیا تھا۔

اپنے مافی الضمیر کو مختصر، جامع اور دلچسپ انداز میں ادا کرنے کی انھیں خوب قدرت حاصل تھی۔ پورے وثوق و اعتماد کے ساتھ درس دیتے تھے۔ تحریر کی طرح تدریس بھی شگفتہ اور دل نشیں تھی۔ اپنے علمِ بے کراں سے طلبا کو ہمیشہ فیض پہنچانے کے حریص تھے۔

درسِ حدیث میں علومِ حدیث کی اصطلاحات کی تشریح، مواقع استعمال، ردِّ فرقِ باطلہ، احوالِ ائمہ حدیث اس قسم کے اہم موضوعات پر حسبِ ضرورت سیر حاصل بحث کرتے تھے۔ اپنے ذوق و وسعتِ مطالعہ اور مشاہدات کے پیشِ نظر تاریخی واقعات، اقتصادی ومعاشی مسائل، سائنسی ترقی پر گہری نظر اور تحقیق وتنقید کے ساتھ اسلام کی صداقت پر بھی روشنی ڈالتے تھے۔ دورانِ درس میں اہم علمی کتابوں اور مصنّفین کا تعارف کراتے تھے۔ مثلاً:

کتبِ حدیث میں کتب الستہ کے علاوہ سنن دارقطنی، السنن الکبریٰ للبیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی، مسند احمد بن حنبل بتحقیق احمد شاکر وغیرہ کتب کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور مستدرک حاکم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مستدرک کی جو احادیث السنن الکبریٰ للبیہقی میں مل جائیں تو وہ اعلیٰ درجے کی ہوں گے۔ بعض اوقات تو فرمایا کرتے کہ کتب حدیث کی (بعض مذکورہ) پچاس ساٹھ کتابوں میں کافی شافی علم موجود ہے۔

جہاں بھی کوئی نئی اور بالخصوص نادر کتاب مل جاتی تو خود بھی فوراً خرید لیتے اور اپنے شاگردوں اور دوسرے اہل علم کو بھی اس کے بارے میں مطلع فرما دیا کرتے تھے۔ اس

* مدرس جامعہ اہل الحدیث حضرو

بارے میں آپ کا ایک واقعہ بھی راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپ کو اطلاع ملی کہ فوائد الحنائی پشاور میں مکتبہ حقانیہ میں موجود ہے تو آپ نے پروگرام بنالیا اور دوسرے یا تیسرے دن پشاور تشریف لے گئے۔ مکتبہ حقانیہ والوں نے آپ کے لیے اپنی کتب کا گودام کھول دیا اور آپ رحمہ اللہ کو کہا کہ آپ یہاں سے تلاش کرلیں۔ آپ اُس ایک کتاب کو صبح سے لے کر شام تین بجے تک تلاش کرتے رہے، لیکن چونکہ کتاب وہاں سے ختم ہو چکی تھی، اس لیے نہیں مل سکی، البتہ اسے تلاش کرتے کرتے الاربعین امام حسن بن سفیان رحمہ اللہ مل گئی تو آپ رحمہ اللہ نے وہ کتاب لے لی اور مکتبہ حقانیہ والوں کی دُکان پر تشریف لا کر اس کی قیمت ادا کردی۔ جب وہ کتاب نظر آئی تو کہنے لگے کہ یہ بڑی نادر کتاب ہے۔ یہ کتاب ابھی فوراً خریدلو۔ کتاب کے چھ نسخے تھے۔ آپ نے مکتبہ حقانیہ والوں کو کتاب کی اہمیت بتائی اور کہا کہ اس کتاب کے نسخے اپنی دکان پر رکھو، یہ بڑی نادر کتابوں میں سے ہے اور اسی سفر میں تعلیم یوں دی کہ یہ وہ اصل کتاب ہے کہ جس میں اس حدیث: ((لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبِعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ)) (وسنده حسن) کا حوالہ بھی ہے۔

دورانِ درس میں اہم نکات بھی بیان کرتے تھے۔ مثلاً: اختصار علوم الحدیث پڑھاتے تو جب صحیح بخاری کا ذکر آیا تو وہاں شیخ رحمہ اللہ نے ایک نکتہ بیان کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جب اپنی کتاب کا آغاز کیا تو فرمایا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الْمَکِّيُّ . اشارہ اس طرف کیا کہ ساری کائنات کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے اور اَلْمَکِّيْ سے یہ اشارہ کیا کہ دین اسلام کی ابتدا مکہ سے ہوئی ہے اور اپنی کتاب کے آخر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ المدنی کی حدیث لا کر اشارہ کیا کہ مدینے میں دین اسلام مکمل ہو چکا ہے، یعنی دین مکے اور مدینے میں ہی مکمل ہوا۔

اسی طرح کتاب الحیل کی پہلی حدیث ابونعمان سے لاکر بتایا کہ ابونعمان بھی یہی کہتے ہیں کہ دین میں حیلے جائز نہیں۔

دورانِ درس میں شیخ رحمہ اللہ اسناد حدیث پر مستقل اور اہتمام سے بحث کرتے تھے اور صرف صحیح و مقبول احادیث ہی سے استدلال کرتے تھے اور سب کو اسی منہج کی دعوت دیتے تھے، جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت صرف صحیح اور مقبول احادیث کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔'' (دیکھئے صحیح بخاری کا دفاع ص 31)

بلکہ آثار صحابہ و تابعین وغیرہ کی اسانید پر بھی مستقل بحث کرتے اور جو قول ثابت نہ ہوتا اس کی با دلیل وضاحت کرتے تھے، مثلاً: اختصار علوم الحدیث لابن کثیر میں امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ایک قول مذکور ہے کہ چار حدیثیں لوگوں کے درمیان بازاروں میں زبان زدِ عام (مشہور) ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں۔ اس کے متعلق شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام احمد کی طرف منسوب یہ قول باسند صحیح ثابت نہیں۔''
دیکھئے تذکرة في الأحاديث المشتهرة للزركشي (ص32) التقييد والإيضاح (ص 263) اور الموضاعات لإبن الجوزي (236/2 فيه أحمد بن محمد الصيدلاني : لم نعرفه)'' (اختصار علوم الحدیث مترجم للشیخنا ص105)

اور علماء جرح و تعدیل کے اقوال بھی نقل کرتے تھے۔

احادیث میں ظاہری تعارض کی صورت میں آپ رفع

تعارض کی مدلل اور شاندار انداز سے توجیہات بیان کرتے تھے۔

بعض اساتذہ طلبا کے سوال کو الجھن سمجھتے ہوئے جواب دینا مناسب نہیں سمجھتے اور بعض طلبا کی زجر وتوبیخ بھی کردیتے ہیں، یہ طریقۂ تدریس انتہائی مضر ہے، لیکن محدث العصر شاگردوں کی بات پوری توجہ سے سنتے اور طالب علم کی تسلی کراتے اور شاگرد کے ذہن کے مطابق بڑی جامع و مانع گفتگو کرتے اور مزید مفید باتیں بھی بتا دیتے تھے۔ ضروری ہے کہ استاد کا مطالعہ وسیع ہو اور قادر الکلام ہو۔ کتب کے متعلق معلومات کا دائرہ وسیع ہو اور تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا شغف بھی ہو محدث العصر میں تمام خوبیاں جلوہ گر تھیں۔

شیخ محترم کی تدریس کا انداز منفرد تھا۔ عام مدرسین کی طرح نہیں تھے کہ دوران درس صرف صاحبِ کتاب کی باتوں میں ہی دھیان دیتے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ جو بھی بات یا اصول اگر سلف کے خلاف ہوتا تو صاحبِ کتاب کا بادلائل ردّ کردیتے اور سلف کے منہج کو اجاگر کردیتے تھے۔

اصول حدیث اور علم اسماء الرجال تو استاد محترم کا میدان تھا۔ انہی علوم کے متعلق شیخ رحمہ اللہ کی چند گزارشات پیش خدمت ہیں:

اصول حدیث و اسماء الرجال پڑھاتے وقت شیخ رحمہ اللہ کا انداز یہ تھا کہ اس علم کے مختصر دلائل بیان فرماتے، پھر حدیث اور سنت کی وضاحت فرماتے۔ پھر اس فن میں سب سے پہلے کام کرنے والوں کا ذکر کرتے تھے اور جہاں کہیں بھی متاخرین نے متقدمین کے منہج کے خلاف ٹھوکر کھائی ہوتی اس کا رد بھی کرتے تھے، مثلاً: اس بارے میں آپ کی تصنیف التأسيس في مسألة التدليس اور ضعیف + ضعیف = حسن لغیرہ میں مقالات واضح ثبوت ہیں۔

ا: علم اصول حدیث واسماء الرجال کے بارے میں استاد محترم آغازِ درس میں فرمایا کرتے تھے کہ اصول حدیث واسماء الرجال کا اصل مرجع قرآن وسنت ہے۔ مثلاً: آیت:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾

(سورۃ الحجرات:6)

اور حدیث: "مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((وَجَبَتْ)) ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: ((وَجَبَتْ)) فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ، قَالَ: ((**هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ**))"

(صحيح بخاري: 1367، صحيح مسلم: 949)

اور اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر مقدمہ صحیح مسلم سے: مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے، بشیر بن کعب عدوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کوئی توجہ نہیں دی اور نہ ان کی طرف دیکھا۔ بشیر کہنے لگے: اے ابن عباس! آپ کو کیا ہوا کہ میری بات نہیں سنتے۔ میں رسول اللہ ﷺ سے احادیث بیان کرتا ہوں اور آپ سنتے ہی نہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک وقت تھا جب ہم کسی شخص سے سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تو اس وقت اس کی طرف دیکھتے اور اپنے کان لگا کر سنتے، پھر جب لوگوں نے غلط

روایتیں بیان کرنا شروع کیں تو ہم نے سننا چھوڑ دیا مگر جس حدیث کو ہم پہچانتے ہیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم رقم : 21)

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے پتہ چلا کہ اصول حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے شروع ہو چکا تھا اور عبداللہ بن عباس مرسل کو حجت نہیں مانتے تھے۔

۲: ابتدائی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہوتی تھی کہ حدیث اور سنت ایک چیز ہے۔ الگ الگ نہیں۔ متقدمین میں سے کسی نے حدیث اور سنت میں فرق نہیں کیا۔ بطور دلیل امام شافعی رحمہ اللہ کا قول پیش کرتے: و إذا اتّصل الحديث عن رسول الله ﷺ وصحَّ الإسنادُ (به) فهو سنّةٌ" جب حدیث رسول اللہ ﷺ سے متصل سند کے ساتھ مروی ہو اور اسناد صحیح ہو تو وہ سنت ہے۔ دیکھئے: آداب الشافعي و مناقبه (ص 177، دوسرا نسخہ ص 232-231)

امام مالک رحمہ اللہ کا قول: ابن وہب کہتے ہیں: میں نے اپنے چچا کو سنا: وہ فرماتے کہ امام مالک سے وضو کے دوران میں پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس پر لوگوں کا عمل نہیں۔ انھوں نے کہا: جب مجلس میں لوگ کم رہ گئے تو میں نے امام مالک سے عرض کی: ہمارے پاس اس کے متعلق ایک سنت ہے تو امام مالک نے پوچھا: وہ کیا؟ تو میں نے کہا: حدثنا الليث بن سعد و ابن لهيعة و عمرو بن الحارث عن يزيد بن عمرو المعافري عن أبي عبد الرحمٰن الحبلى عن المستورد بن شداد القرشي قال: رأيت رسول الله ﷺ : يدلك بخنصره ما بين اصابع رجليه . فقال : ان هذا الحديث حسنٌ و ما سمعت به قط إلا الساعة ثم سمعته بعد ذلك يسأل فيأمر بتخليل الاصابع .

(تقدمة الجرح والتعديل 32/1-31)

اس کے بارے میں اور بھی دلائل ہیں۔

اور پھر ان علوم میں سب سے پہلے باقاعدہ طور پر کام کرنے والوں کا ذکر کرتے تھے۔ شیخ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بارے میں سب سے پہلے باقاعدہ طور پر کام کرنے والے امام شعبہ بن الحجاج ہیں۔ میزان الاعتدال کا مقدمہ پڑھاتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ نے یہ بات فرمائی: امام ذہبی رحمہ اللہ نے مقدمہ میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جرح و تعدیل میں سب سے پہلے یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے کام کیا، لیکن شیخ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے امام شعبہ بن الحجاج نے اس کام کا بیڑا اٹھایا تھا، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر عراق میں شعبہ بن الحجاج نہ ہوتے تو وہاں حدیث کی معرفت بھی نہ ہوتی۔

(سير أعلام النبلاء 206/7، معرفة السنن والآثار 151/1 ح202 وسنده صحيح)

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ذوالفقار ابراہیم الاثری حفظہ اللہ *

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے راقم کا تعارف 1998ء میں بذریعہ فون ہوا۔ میں نے لندن سے فون پر سوال کیا کہ کیا نیموی (حنفی) نے عیسیٰ بن جاریہ کی آثار السنن میں توثیق کی ہے؟

شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ ایک مقام پر جرح اور دوسرے پر توثیق کی ہے۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ آپ کے علم کے مطابق اس دور میں دیوبندیت پر زیادہ علم کون سی شخصیت رکھتی ہے؟

تو شیخ رحمہ اللہ نے جواب میں علامہ محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ اور ان کی کتاب ضمیر کا بحران کا تعارف کروایا۔ یوں میری مولانا ندوی سے تعارف کی ابتدا ہوئی۔ گویا اس وقت شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ "اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات" کا مطالعہ کر رہے تھے۔ (یہ کتاب تاریخی حوالے سے زبردست ہے) پھر یہ تعلقات دن بدن بڑھتے رہے۔

الحمد للہ! ہم نے بذریعہ فون لندن کی ایک مسجد میں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ایک تقریر بھی کروائی جس کا عنوان تھا: ''اہل حدیث کون ہیں؟''

اس تقریر کا راقم نے خود انگریزی میں ترجمہ بھی کیا اور یہ ترجمہ لندن میں شائع شدہ ہے۔

شیخ سے پہلی باقاعدہ بالمشافہ ملاقات تقریباً 2002ء میں ہوئی۔ جب میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھ رہا تھا اور شیخ صاحب عمرے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس وقت شیخ نے تین ہفتے قیام کیا۔ اس دوران میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تمام مشائخ مدینہ سے ملاقات کی کوشش کی۔

اس پہلے سفر میں راقم نے شیخ سے زیادہ تر استفادہ التمسک بالمنہج السلف اور اہل بدعت سے الولاء والبراء کے مسئلہ میں کیا۔

الحمد للہ! اسی عرصے میں مَیں نے شیخ کی کتاب ''نور المصابیح'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طباعت کی توفیق دے۔ شیخ کو جب ترجمہ دکھایا تو بہت خوش ہوئے اور خصوصی طور پر یہ کہا کہ میری کسی بھی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی اجازت صرف آپ کو ہے، کیونکہ شیخ سے تعارف آثار السنن کے حوالے سے ہوا تھا تو شیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''انوار السنن فی تحقیق آثار السنن'' کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ مجھے مرحمت فرما دیا۔ ساتھ ہی نیموی کی آثار السنن بھی تھی۔

علاوہ ازیں شیخ نے اپنی چند غیر مطبوعہ کتب بھی فراہم کیں جو درج ذیل ہیں:

۱: الأسانيد الصحيحة في أخبار أبي حنيفة .

اس کے بارے میں شیخ نے بتایا کہ جب میں نے یہ کتاب اپنے استاد شیخ بدیع الدین سندھی رحمہ اللہ کو دکھائی تو

* فاضل مدینہ یونیورسٹی، رئیس مرکز السنۃ لیسٹر، برطانیہ

انھوں نے بڑی تشجیع فرمائی کہ یہ کتاب ضرور مکمل کرو۔

۲: التفسير الصحيح (جزء عمّ)

۳: اثبات عذاب القبر (للبیہقی) تحقیق

۴: انوار السنن في تحقيق آثار السنن

۵: سیرۃ ابن ہشام ۔تحقیق

۶: انوار الصحيفة

شیخ صاحب کا معمول میرے گھر میں یہ رہا کہ آپ ناشتہ نہیں کرتے تھے اور فجر کے بعد سے لے کر جاگتے اور مسلسل کتب کا مطالعہ کرتے رہتے۔ شیخ رئیس ندوی رحمہ اللہ کی کتاب" ابطال شاهد الشاهد "انھوں نے میرے گھر میں مکمل پڑھی اور اس پر کچھ تعلیقات بھی لگائیں، اس حوالے سے جب شیخ رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا: یہ تو میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہوگی۔

میں نے دیکھا کہ آپ فجر سے پہلے اضطجاع (سنتوں کی ادائیگی کے بعد دائیں پہلو پر لیٹ جانے) کی سنت پر عمل کرتے اور مسجد جانے سے قبل لیٹ جاتے۔ اس سے مجھے علم ہوا کہ شیخ رحمہ اللہ اضطجاع کی سنت کے قائل تھے۔

لباس میں بڑے سادگی پسند تھے۔ کھانے میں کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ جب بھی پوچھا جاتا تو کہتے جو ملے کھا لوں گا۔

اس سفر کا اہم واقعہ جو مجھے یاد ہے کہ ہم مدینہ منورہ کے ایک بڑے سلفی عالم الشیخ عبید جابری سے ملنے کے لئے گئے۔ موعد (ٹائم) ہم نے پہلے ہی لے لیا تھا۔ اس ملاقات میں ہمارے رہبر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مدینہ کے ایک خاص سعودی شاگرد الشیخ فیصل التمیمی (متخرج كلية الحديث الجامعة الاسلامية) تھے۔ جب ہم شیخ جابری کے ہاں پہنچے تو طلبہ کا ایک جم غفیر وہاں موجود تھا اور سوال جواب کی نشست جاری تھی۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بڑے متواضع انداز میں وہاں بیٹھ گئے۔ شیخ جابری کو اسماء الرجال اور اسانید کے حوالے سے کچھ سوالات کیے گئے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ سند میں اگر سفیان آ جائے تو اس سے کون مراد ہے، عیینہ یا ثوری، اور اس حوالے سے ایک سند بھی پیش کی گئی۔ شیخ عبید نے معذرت کی کہ اس سوال کا جواب وہ مراجعت کر کے دیں گے۔ شیخ زبیر رحمہ اللہ نے شیخ جابری سے اجازت طلب کی کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ کہنے کی اجازت دی جائے تو شیخ عبید نے شیخ زبیر کی بات سے خوش ہو کر اجازت مرحمت فرما دی۔ اس کے بعد شیخ زبیر نے اسانید پر تفصیلی روشنی ڈالی، کچھ ضوابط بھی بیان کیے اور یہ بھی بتایا کہ یہ کیسے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ سفیان سے کون مراد ہے؟

عرب طلبہ حیران رہ گئے کہ یہ شخص کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ تو شیخ فیصل التمیمی نے شیخ زبیر رحمہ اللہ کا مختصر تعارف کروایا کہ یہ پاکستان کے ایک بڑے محدث ہیں، پھر شیخ عبید جابری چونکہ بڑی عمر کے تھے تو انھوں نے مجلس برخاست کرنے کی اجازت چاہی۔ شیخ جابری کے تشریف لے جانے کے بعد دیگر حاضرین بیٹھے رہے۔ بعد ازاں طلبہ نے شیخ زبیر رحمہ اللہ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ طلبہ نے کہا: آپ نے اسانید کے حوالے سے جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں وہ دوبارہ دوہرا دیں اور طلبہ نے وہ گفتگو ریکارڈ کر لی، پھر سوالات کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ جتنے بھی سوال کیے گئے شیخ نے بھرپور انداز میں جوابات دیے۔ خصوصاً جرح و تعدیل اور اسانید کے باب میں، جبکہ ان میں مراجعت کی ضرورت ہوتی ہے۔

عرب طلبہ پوچھتے تھے کہ شیخ واپس کب تشریف لے

جائیں گے، کیونکہ ہم شیخ کے ساتھ ایک مجلس کرنا چاہتے ہیں اور ہم آپ سے سندِ اجازہ بھی لینا چاہتے ہیں۔

طلبہ کو بتایا گیا کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے انتہائی سینئر شاگردوں میں سے ہیں۔

پھر ہم شیخ حماد الانصاری رحمہ اللہ کے مکتبے کی زیارت کے لیے گئے اور مذکورہ تمام طلبہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ شیخ حماد کے صاحبزادۂ گرامی قدر شیخ عبد الباری بن حماد الانصاری نے مجھے اور شیخ زبیر رحمہ اللہ کو شیخ حماد کے ''المجموع'' کے نام سے مطبوع ملفوظات جو دو جلدوں میں ہیں کا ایک ایک نسخہ دیا۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ کے دوسرے سفر میں راقم کو یہ شرف حاصل ہوا کہ دوسری مرتبہ بھی شیخ کا قیام مدینہ طیبہ میں میرے گھر میں ہوا۔

اس مرتبہ میں اپنے پرانے گھر سے نئے گھر میں منتقل ہو چکا تھا اور نئے گھر میں مکتبے کی تأسیس جاری تھی۔ یہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی شفقت تھی کہ انھوں نے بیٹھ کر علوم الحدیث کے خاص اسباق بتائے اور یہ بھی بتایا کہ مکتبے کو کس طرح ترتیب دیا جائے۔ اس سفر میں مَیں نے شیخ رحمہ اللہ کو امام طحاوی (حنفی) کی احکام القرآن کا نسخہ دیا اور یہ کتاب شیخ کو ہمیشہ یاد رہی۔ یہ کتاب عرصہ سے مفقود تھی اور حال ہی میں ترکی سے دو جلدوں میں طبع ہوئی تھی۔ میں نے جب شیخ کو اس کتاب کے بارے میں بتایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھے یہ کتاب مطلوب ہے۔ میں نے اپنا ذاتی نسخہ شیخ رحمہ اللہ کو پیش کر دیا۔ پاکستان سے ایک دفعہ شیخ نے فون کیا کہ اس کتاب نے کمال کر دیا۔ ہم اس کتاب سے جب حنفیوں کو حوالے دیتے ہیں تو وہ بھاگ جاتے ہیں۔ خصوصاً ''فصل لربك وانحر'' کی تفسیر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سینے پر ہاتھ رکھنے کی جو روایت مروی ہے اور فقہ حنفی کی دیگر باتیں جس میں طحاوی نے حنفی مسلک سے اختلاف کیا ہے۔ اس دوران میں الشیخ فیصل التمیمی نے ایک مجلس خاصہ کے اندر (جس میں راقم، شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور شیخ فیصل ہی موجود تھے۔) شیخ صاحب کے سامنے نجدی لہجہ میں کافی حدیثیں پڑھیں اور شیخ صاحب سے اجازت حاصل کی۔ چند دن شیخ نے میری ساتھ شیخ عبد المحسن العباد کے درسِ حدیث میں بھی حاضری دی۔ شیخ عبد المحسن رواۃ پر مختصر انداز میں توثیق یا تجریح کرتے تو شیخ زبیر رحمہ اللہ اپنے قوی حافظہ سے بالکل ہلکی آواز میں اس بات کی وضاحت کرتے کہ کن کن آئمہ نے ان کی توثیق یا تجریح کی ہے۔

اپنے اس سفر میں بھی شیخ صاحب نے مجھے انوار الصحیفہ کا ایک نسخہ مرحمت فرمایا جس کی انھوں نے کچھ مراجعت کی ہوئی تھی اور اپنی بعض دیگر کتب بھی عنایت کیں۔ اُن میں سے اہم کتاب ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' تھی۔ اس کتاب کی تالیف کا باعث بھی راقم ہی بنا تھا اور اس کتاب کے شروع میں سوال بھی میرے نام سے ذکر ہے۔ سوال یہ تھا کہ ''کیا دیوبندیوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟'' اس مسئلے پر کئی راتوں تک تفصیلی گفتگو ہوئی۔ دیگر کئی مسائل پر مناقشے ہوئے۔ المنہج السلفی کے ضوابط تفصیلی طور پر بیان ہوئے۔ الحمدللہ! کچھ نکات تحریری طور پر محفوظ ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ان کو مرتب کر کے منظر عام پر لایا جائے گا۔ اس سفر میں راقم نے شیخ رحمہ اللہ سے کہا کہ اس کتاب یعنی ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کا انگریزی ترجمہ بھی ضرور ہوگا۔

مذکورہ سفر میں شیخ رحمہ اللہ کی ملاقات کئی مشائخ سے ہوئی۔ اس سفر کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ شیخ رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ "كتاب الضعفاء الصغير للبخاري" کی تحقیق مکمل کر لی گئی ہے۔ تو ایک نیک سلفی خاتون کے نفقہ سے کتاب کا اولین ایڈیشن بہت آب و تاب سے مکتبہ اسلامیہ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ کے تیسرے سفر کی اطلاع حماد فاروقی (بن مولانا احسن فاروقی) نے دی کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ عمرے کے لیے تشریف لا رہے ہیں، راقم نے استفسار کیا کہ شیخ کی رہائش کہاں ہوگی۔ حماد فاروقی نے بتایا کہ عمرے پر آرہے ہیں، لہٰذا رہائش کا بندوبست ہو گیا ہے۔

میں شیخ صاحب کا نمبر ڈھونڈ رہا تھا کہ انھوں نے مدینہ آنے سے قبل مجھے خود ہی فون کر کے بتایا کہ میں مدینہ آرہا ہوں اور وہاں جتنے پروگرام بھی ہوں گے اس کے مُنسّق آپ ہوں گے۔ آپ جس طرح چاہیں ویسے ہی پروگرام ترتیب دیں۔ اس دوران میں میرا ماجستیر (ایم اے) کا امتحان ہو چکا تھا۔ جب شیخ رحمہ اللہ مدینہ پہنچ گئے تو ہم شیخ صاحب کو ملنے ہوٹل گئے۔ (میرے ساتھ میرے عزیز عمران جو کلیۃ الدعوۃ میں پڑھ رہے تھے، بھی گئے) بڑی محبت اور شفقت سے انھوں نے گلے لگایا اور کافی دیر تک معانقہ کیا، پھر شیخ کے پاس بیٹھ کر حال احوال پوچھا۔ عمران بھائی کی شیخ صاحب کے لیے عقیدت اور محبت سے میں واقف تھا۔ میں نے کہا: آپ کو سب سے پہلے عمران بھائی کی دعوت قبول کرنی چاہیے۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔

اگلے دن جمعہ کی نماز کے بعد عمران بھائی کے گھر کھانے پر گئے وہاں امام الالکائی کی شرح اعتقاد السنۃ کی سند پر تفصیلی گفتگو ہوئی کہ کیا یہ کتاب سنداً ثابت ہے، لیکن شیخ اس کے ثبوت کے قائل نہیں تھے۔

دوسرا مسئلہ جس پر میری شیخ رحمہ اللہ سے تفصیلی گفتگو ہوئی وہ یہ تھا کہ کیا تدفین کے بعد قبر پر اجتماعی دعا ثابت ہے؟ میں نے رائے پیش کی کہ میں اس کے بدعت ہونے کا قائل ہوں۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ اس کو جائز سمجھتے ہیں: ((استغفروا لأخيكم)) (الحدیث) سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

میں نے کہا: اس حدیث سے اجتماعی دعا کا ثبوت تو نہیں ملتا، بلکہ اس مسئلہ پر تو متقدمین احناف نے بھی بدعت کا حکم لگایا ہے۔ بہر حال بات اس جگہ ختم ہوئی کہ ہر دو فریق اپنی بات پر قائم رہے۔

اسی مجلس میں شیخ کو بتایا کہ شیخ معلّمی یمانی رحمہ اللہ کا مجموعہ رسائل شائع ہو چکا ہے، لیکن مارکیٹ میں کم یاب ہے۔ عمران بھائی نے شیخ کو اپنا ذاتی نسخہ پیش کر دیا۔ شیخ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دینے لگے اور فرمانے لگے کہ میرے اس سفر کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ مجھے یہ قیمتی کتاب مل گئی۔ کھانے کے بعد ہم حرم نبوی آئے۔ مغرب کی نماز کے بعد جامعہ اسلامیہ کے پاکستانی طلبہ شیخ کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے اور شیخ سے مختلف سوال کرتے رہے۔ شیخ صاحب ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیتے رہے۔ کچھ سوالات یہ تھے:

کیا دیوبندی اہل سنت والجماعت میں سے ہیں اور کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

شیخ نے کہا کہ وہ فرق ضالہ میں سے ہیں اور اُن کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز نہیں۔

یہاں ہمارے دوست کلیم حسین شاہ نے مداخلت کی

کہ ہم نے اس موضوع پر مولانا عبد الغفار حسن رحمہ اللہ کا مضمون بنام ''ہر مسلمان کی اقتدا میں نماز کا جواز'' الاعتصام میں شائع کروایا تھا جس کے دو جواب الجواب ایک تفصیلی اور دوسرا مختصر، آپ نے لکھے۔ ایک ماہنامہ ''دعوت اہل حدیث کراچی'' اور دوسرا ''الحدیث حضرو'' میں شائع ہوا۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ان کی بات کی تائید کی، پھر یہ پوچھا گیا کہ اہل حدیث کی مختلف جمعیات یا مؤسسات ہیں، ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

شیخ نے جواب دیا: ''جہاں تک غلطیوں کا تعلق ہے تو صاحبِ علم پر واجب ہے کہ اس کا رد ایک محدود دائرے میں رہتے ہوئے کرے اور جہاں تک مسلکی اصول کا تعلق ہے تو ایسا رد نہ ہو کہ جس سے اہل حدیث مسلک کو نقصان پہنچے۔'' اور اس موضوع پر سب سے اہم کتاب شیخ عبد المحسن العباد حفظہ اللہ کی ''رفق أهل السنة بأهل السنة'' کی طرف شیخ زبیر نے اشارہ کیا کہ اس کتاب کا مطالعہ کریں۔

اگلا سوال ہوا کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

تو شیخ صاحب نے جواب میں کہا کہ مجھے اُن کے بارے میں صرف یہ معلوم ہے کہ وہ متعارفۃ الادیان کے بارے میں تخصص رکھتے ہیں۔

پھر ہم عشاء کی نماز کے بعد شیخ کو کھانے کے لیے لے گئے۔ بار بار اپنے دائیں پہلو میں درد کی شکایت کر رہے تھے۔ میں نے شیخ کو تربوز کا فریش جوس پلایا تو شیخ نے فرمایا کہ مجھے یہ درد کافی عرصے سے ہے۔ آج یہ جوس پی کر کافی اطمینان اور راحت محسوس ہوئی ہے۔ جتنے دن میں یہاں رہوں آپ مجھے یہاں لے کر آئیں۔

میں نے شیخ سے درخواست کی کہ میں ماجستیر کے لیے امتحان دے چکا ہوں، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کامیاب فرمائے۔ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا دونوں میں کامیاب فرمائے۔ (آمین)

اگلے دن میں ایک امتحان کی وجہ سے شیخ سے نہ مل سکا۔ میں نے سنا کہ حرم میں بعض عرب طلبہ نے شیخ کے پاس کچھ پڑھا لیکن جب مجمع زیادہ ہو گیا تو حرم کی خصوصی سکیورٹی والے پوچھنے کے لیے آ گئے تو انھیں کو بتایا گیا کہ یہ پاکستان کے ایک بڑے شیخ اور محدث ہیں اور یہاں عمرہ کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ سکیورٹی والوں نے احترام سے بتایا کہ قانوناً یہاں مجلس ممنوع ہے تو شیخ نے مجلس برخاست کر دی اور ہوٹل چلے گئے۔

اگلے دن پھر شیخ سے عصر کے بعد ملاقات ہوئی اور میں نے شیخ کو خوشخبری دی کہ میرا ماجستیر میں داخلہ ہو گیا ہے۔ شیخ نے بڑی دعائیں دیں۔ میں نے شیخ سے کہا: میرا انگریزی میں بریلوی (احمد رضا خان) دیوبندی (محمود حسن، اشرف علی تھانوی اور مودودی) کے تراجم قرآن میں اسماء وصفات کے معاملے میں اُن کی جو غلطیاں، تاویلات، تفویضات بالمعانی اور تجہم کا رد اور مسلک سلف صالحین کی تائید کے موضوع پر مقالہ لکھنے کا ارادہ ہے۔

شیخ نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگے کہ یہ بہت عمدہ موضوع ہے، اس پر ضرور لکھا جانا چاہیے۔ میرے علم کے مطابق ابھی تک کسی نے اس موضوع پر نہیں لکھا۔ یہ مسلک اہل حدیث کے لیے انگریزی زبان میں بڑی خدمت ہوگی۔

پھر ہم مغرب کے لیے حرم چلے گئے اور بعد از مغرب طلبہ کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ بعض عرب طلبہ بھی موجود تھے جو شیخ

سے مصطلح الحدیث پڑھنا چاہ رہے تھے۔ شیخ صاحب ان کو مسجد سے باہر لے گئے اور عشاء تک اسباق پڑھاتے رہے۔ عشاء کے بعد میرے گھر آئے۔ کھانے کے بعد جامعہ اسلامیہ کے برطانوی طلبہ (جن کی اصل ہندوستان و پاکستان ہے) کے لیے مجلس خاص کا اہتمام کیا گیا تھا۔

میں نے شیخ سے ذکر کیا تھا کہ آپ کی تمام اجازات لینی ہیں خصوصاً ثلاثیات بخاری کی اجازت۔

طلبہ آ گئے اور میں نے شیخ پر ثلاثیات بخاری کی قراءت کی۔ اکثر احادیث میں نے پڑھیں، پھر چند احادیث میں میرے ساتھ عمران بھائی شریک تھے۔ کچھ انھوں نے پڑھیں، پھر چند احادیث پر شیخ رحمہ اللہ نے بسیط شرح کی۔ اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے مجھے اپنی تمام مرویات کی اجازت دے دی اور اپنی جملہ مؤلفات کے انگریزی ترجمہ کے لیے رسمی طور پر اجازت دی اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی دوسرا شخص ترجمہ کرے تو میں مراجعت کروں۔ شیخ سے میں نے پوچھا کہ اگر میں اُن کی کتب پر کچھ تعلیقات بھی لگاؤں تو شیخ نے کہا: کہ آپ محنتی طالبعلم ہیں اور میں آپ کے منہج سے مطمئن ہوں، آپ کو اجازت ہے۔

اس کے بعد سوال جواب کی نشست شروع ہوئی۔

سب سے پہلا سوال یہ کیا گیا کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ شیخ نے کہا: جن کی بدعت مکفرہ تک پہنچتی ہے اُن کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اور دیوبندیوں اور بریلویوں کی بدعت مکفرۃ ہے، لہٰذا اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس سلسلے میں میرے شیخ بدیع الدین شاہ رحمہ اللہ نے ایک رسالہ ''امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے'' لکھا ہے، اس کی طرف رجوع کریں۔ میں نے بھی ایک رسالہ ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' لکھا ہے۔ جس کے سائل میرے میزبان (ذوالفقار) ہیں۔ (اسی موضوع پر مولانا عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا بھی ایک رسالہ ''اہلحدیث کی نماز غیر اہلحدیث کے پیچھے'' مطبوع ہے۔) اور چند اساسی وجوہات کی بنا پر اُن کے پیچھے نماز نہیں ہوتی:

۱: توحید اسماء و صفات میں تاویل، تفویض بالمعنی اور تعطیل کے قائل ہیں۔

۲: توحید الوہیت میں اُن کے اندر شرک پایا جاتا ہے۔

۳: نماز کے ارکان اور واجبات کو صحیح طرح ادا نہیں کرتے۔

۴: سنت کو عملاً تعصب کی بنا پر ترک کرتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ مسلک اہل حدیث ایک فقہی مذہب شمار ہوتا ہے، یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو اہلحدیث فقہ کی کوئی کتاب بتائیں؟

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: نگارشات از مولانا اسماعیل سلفی (ص ۴۱۰)

شیخ نے دو کتابوں کا نام لیا کہ اہلحدیث فقہ کی عمدہ کتب میں ان کا شمار ہوتا ہے:

۱۔ جامع ترمذی ۲: سنن ابی داود

شیخ نے کہا: ان کتب کو عامی بھی پڑھ سکتے ہیں اور جو مسائل اُن کو سمجھ نہ آئیں اُن کے حل کے لیے علماء کی طرف رجوع کریں۔

اصول الفقہ میں اہلحدیث کی مشہور کتاب الرسالۃ (للشافعی) ہے۔ (جس کو شیخ نے خود درساً پڑھایا بھی ہے) اور اصول فقہ کے توسع کے لیے مشہور اہل حدیث عالم اصولی شیخ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ کی کتب کی طرف رجوع کریں۔

تیسرا سوال یہ کیا گیا تھا کہ آپ کا اجماع کے بارے میں کیا مؤقف ہے؟

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: اجماع حجت ہے اور اس کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تفصیلی گفتگو کی ہے اور جن علماء کا یہ مؤقف ہے کہ اجماع نہیں ہوسکتا، میں اسے صحیح نہیں سمجھتا۔

پھر راقم نے شیخ رحمہ اللہ کو اپنے ایک شاگرد سے ملوایا کہ یہ ایک بڑے کٹر دیوبندی گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا والد اسعد مدنی (دیوبندی) کا خلیفہ ہے اور ہمارے شہر لیسٹر (برطانیہ) سے تعلق رکھتا ہے، لیکن اللہ نے اس لڑکے کو راہِ راست دکھلائی۔ اب الحمدللہ یہ کٹر سلفی ہے اور جامعہ اسلامیہ میں پڑھ رہا ہے۔ آپ اس کے لیے استقامت کی دعا کریں۔ شیخ بڑی خوشی سے اسے ملے اور اسے نصیحت کی کہ منہج سلف پر گامزن رہے۔

اس کے بعد مجلس برخاست ہوگئی اور ہم شیخ کو ہوٹل چھوڑ آئے۔ اگلے دن عصر کے بعد ملاقات ہوئی، بعض طلبہ بھی آ گئے اور مصطلح الحدیث اور رواۃ حدیث اور اہل بدعت کے بارے میں سوال و جواب ہوتے رہے۔ عشاء کے بعد کچھ مکتبات سے شیخ رحمہ اللہ نے کتب خریدیں اور ہم نے شیخ رحمہ اللہ کو ہوٹل چھوڑ دیا۔

آخری دن ظہر کے بعد شیخ رحمہ اللہ سے ملے اور آپ کو الوداع کیا اور شیخ سے اس بات پر اتفاق ہوا کہ مرکز السنۃ (لیسٹر) برطانیہ اُن کی عربی کتب کی طباعت کی ذمہ داری لیتا ہے اور اُن سے تعاون کرے گا۔ شیخ کے پاکستان چلے جانے کے بعد آپ کی بیماری کے بارے میں معلوم ہوا۔ وقتاً فوقتاً اطلاعات ملتی رہیں کہ شیخ ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ گاہے گاہے ساتھیوں سے شیخ کی خیریت معلوم کرتا رہا۔

ایک دن فجر کے بعد کلیم بھائی نے اطلاع دی کہ رات کو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وفات پا گئے ہیں۔ یہ سن کر ایک دھچکا لگا اور زبان سے إنا للہ و إنا إلیه راجعون کے الفاظ جاری ہو گئے۔ کافی دیر تک خبر کی تصدیق کے لیے کلیم بھائی سے کنفرم کرتا رہا۔ انھوں نے بتایا کہ مولانا وقاص زبیر نے پاکستان سے میسج کر کے یہ خبر دی ہے۔

مولانا ابو عبداللہ عبید اواب حفظہ اللہ*

شیخ الحدیث، محقق العصر، امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ''ہر نفس نے موت سے ہمکنار ہونا ہے۔'' (آل عمران:185)

یہ بات ہر ذی شعور اور صاحب عقل کو معلوم ہے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے اس حقیقت سے نہ کسی کو انکار ہے اور نہ فرار! موت نے ایک دن آنا ہی ہے، لیکن کچھ اموات ایسی ہیں جن پر صرف ایک گھر غمزدہ ہوتا ہے اور کچھ ایسی اموات ہوتی ہیں جن پر صرف ایک خاندان دکھی ہوتا ہے اور کچھ اموات ایسی ہیں جن پر عالم اسلام کو غم ہوتا ہے۔

شیخ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات بھی کچھ ایسا ہی حادثہ ہے کہ جس پر عرب وعجم افسردہ ہے لیکن جب تقدیر الٰہی اور حکم ربانی آ جاتا ہے تو ﴿لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ کا ورد زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔

العین تدمع والقلب یحزن
وانا بفراقك لمحزونون

آپ کا اوڑھنا بچھونا، اٹھنا بیٹھنا، ہر لمحہ و ہر لحظہ خدمتِ حدیث کے لیے وقف تھا اور وقت کو انتہائی قیمتی سمجھتے تھے، گویا اس جملہ کا مصداق ہی شیخ رحمہ اللہ تھے: ''زندگی ایک امانت ہے دیانت کے ساتھ گزارو'

آپ رحمہ اللہ نے تن تنہا حضرو میں تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کیا تھا، لیکن اب الحمدللہ آپ کا لگایا ہوا پودا ایک پھل دار درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے اور دور دراز سے تشنگان علم نبوی حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔

معمولات زندگی: شیخ رحمہ اللہ اکثر وقت لائبریری میں گزارتے تھے اور عصر سے لے کر مغرب تک باہر سے آئے ہوئے وفود سے ملاقات اور لوگوں کے مسائل سنتے تھے، پھر قرآن و حدیث کے مطابق ان کو جوابات ارشاد فرماتے تھے۔ جب بھی کسی سے گفتگو کرتے تو انتہائی اخلاق اور دیانتداری کے ساتھ اور باحوالہ کرتے۔ یہی اہل حق کا امتیاز اور طریقہ کار ہوتا ہے۔ بعد از نماز عشاء بات چیت کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی عشاء کے فوراً بعد سو جانے کی وصیت کرتے تھے، تاکہ تہجد کے لیے بیدار ہونا آسان ہو اور یہ حدیث پر عمل کا ایک انداز ہے۔

مشاہدہ حال اس بات پر گواہ ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے کبھی تکبیر اولیٰ کے بغیر نماز نہیں پڑھی۔

اخلاقیات: ہر آنے والے مہمان کو اهلًا و سهلًا مرحبا کہتے تھے۔ مہمان نوازی ان کی پہچان تھی اور بچوں پر شفقت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

اجنبی آدمی جب بھی ملتا تو یہی سمجھتا کہ شیخ رحمہ اللہ کا سب سے قریبی دوست میں ہی ہوں۔ آپ رحمہ اللہ اہل حق کے لیے

* مدرس جامعہ امام بخاری، سرگودھا

گفتار میں نرمی اور اہل باطل کے لیے گرمی رکھتے تھے اور جو بھی صاحب تحقیق آتے تھے شیخ رحمۃ اللہ علیہ انھیں وافر وقت دیا کرتے تھے۔

آپ کی وساطت سے حضرو اور مضافات میں کافی مساجد بن چکی ہیں، الحمد للہ! یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ علمی تشخص کے باوجود عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ کبھی اپنے نام کے ساتھ وسیع وعریض القابات لگانا پسند نہیں فرماتے تھے۔

مختلف زبانوں پر عبور

۱: عربی زبان میں 40 سے زیادہ تصانیف لکھی ہیں۔
۲: اردو زبان میں تصانیف کا انبار لگا دیا اور خصوصاً ماہنامہ الحدیث اس لڑی میں ایک اہم کردار ادا کر چکا ہے۔
۳: یونانی زبان پر عبور تھا۔
۴: انگلش پر دسترس تھی۔
۵: فارسی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔
۶: پنجابی۔
۷: پشتو بڑی مہارت سے بولتے تھے۔
۸: سندھی زبان پڑھنے اور سمجھنے کی حد تک۔
۹: ہندکو زبان مادری تھی۔

جامعہ امام بخاری سرگودھا میں تدریس

جامعہ امام بخاری کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ 2002ء میں جب جامعہ امام بخاری کا افتتاح ہوا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا سبق پڑھا کر جامعہ کا آغاز کیا۔ 2011ء میں باقاعدہ جامعہ امام بخاری میں تدریس کے لیے تشریف لائے اور تا وفات جامعہ میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

اولاً مجھے ذکر کرنے میں اس بات کا حق حاصل ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ امام بخاری کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ شیخ کو مختلف مدارس سے آفریں آتی تھیں لیکن آپ معذرت فرما لیتے تھے۔

البتہ جامعہ امام بخاری کے ساتھ اپنی محبت کو قائم رکھا اور جامعہ کے اساتذہ اور طلباء سے بے حد محبت کرتے تھے اور اس محبت کا اندازہ آپ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے لگا سکتے ہیں کہ میں مناظر اسلام سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ کے لیے ہر وقت خصوصاً نماز تہجد میں دعا مانگتا ہوں، کیونکہ شاہ صاحب میں مسلکی حمیت اور غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور الحمد للہ! جامعہ امام بخاری نے بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمیشہ وفا کا مظاہرہ کیا ہے۔

علالت: 19 ستمبر بروز جمعرات 7 بجے شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب صحیح بخاری کا سبق پڑھانے کے لیے اٹھے تو اچانک آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور فوراً سرگودھا کے الرشید ہسپتال میں پہنچایا گیا، پھر اسی دن شام کو الشفاء انٹرنیشنل ہسپتال راولپنڈی میں منتقل کر دیا گیا۔ اس دوران میں جامعہ کے اساتذہ اور طلباء وفود کی صورت میں گاہے گاہے ہسپتال میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے جاتے رہے۔

وفات: 10 نومبر 2013ء کو صبح کے وقت بینظیر ہسپتال راولپنڈی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں ملک بھر سے کثیر تعداد میں جید اور ممتاز علماء کرام تشریف لائے جن میں

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالعزیز نورستانی صاحب، فضیلۃ الشیخ غلام اللہ رحمتی صاحب، حافظ مسعود عالم صاحب، حافظ محمد شریف صاحب، شیخ الحدیث مولانا عبد العزیز علوی صاحب، مولانا محمد یونس بٹ صاحب، سید عتیق الرحمٰن شاہ کاشمیری صاحب، مناظر اسلام حافظ عمر صدیق صاحب، سید محمد سبطین شاہ نقوی صاحب، مولانا عبد العزیز حنیف صاحب، مناظر اسلام عبدالرحمٰن شاہین صاحب، میاں محمد جمیل صاحب، مناظرِ اسلام مبشر احمد ربانی صاحب، رانا شمشاد سلفی صاحب اوران کے علاوہ بے شمار شیوخ الحدیث، علماء اور طلباء کرام نے شرکت کی۔

علاوہ ازیں جامعہ امام بخاری اہل حدیث مقام حیات سرگودھا سے بھی دو بسوں پر مشتمل ایک قافلہ شریک ہوا جو اساتذہ وطلباء اور احباب جماعت پر مشتمل تھا۔ اس قافلے کے علاوہ کئی علماء اور جماعتی ذمہ داران نے سرگودھا سے اپنی اپنی گاڑیوں پر سفر کر کے شیخ رحمہ اللہ کے جنازے میں شرکت کی۔ اتنی طویل علالت کے باوجود بھی شیخ رحمہ اللہ کا آخری دیدار کر کے یوں لگ رہا تھا کہ بیماری شیخ محترم کو چھو کر بھی نہیں گزری۔ آپ اس دنیا سے جاتے ہوئے بھی اس حدیث کا مصداق معلوم ہوتے تھے:((نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ))

وصیت: آپ رحمہ اللہ کی وصیت تھی کہ اگر میں سرگودھا میں فوت ہو جاؤں تو مجھے سرگودھا میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ یا ابو السلام مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کے ساتھ دفن کر دینا اور شیخ رحمہ اللہ جب سے رمضان کے بعد جامعہ میں آئے تو اپنی بیماری سے قبل موت کا اکثر ذکر کرتے رہتے تھے۔ (ماہنامہ ضرب حق سرگودھا:44ص8-2)

اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ دَرَجَاتَهٗ فِيْ عِلِّيِّيْنَ . آمین

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شیخ سارے ملک کو ویران کر گیا

— [illegible] جاوید*

راقم الحروف شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ادنیٰ سا شاگرد ہے، جسے یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے تقریباً ایک سال موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا ہے۔

سات ساتھیوں نے دورہ تخصص (۲۰۰۸ء) کیا، اس دروان میں ہم نے شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ سے درج ذیل کتب پڑھیں: سنن ابی داود کے چند ابواب (کتاب الطہارۃ) تحقیق وتخریج کے اصول وضوابط کے ساتھ۔ الباعث الحثیث، مقدمہ ابن الصلاح، آثار السنن (نیموی) اور اسماء الرجال وجرح وتعدیل کے بہت سے نکات وفوائد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھے۔

اخلاق: آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ چھوٹے، بڑے ہر ایک سے اچھے اخلاق سے پیش آتے اور سب کو بھائی کہہ کر پکارتے۔ یٰسین بھائی، فاروق بھائی، حیدر بھائی، اعظم بھائی وغیرہ۔

سلام میں پہل: جب بھی کسی سے ملتے یا فون پر رابطہ کے وقت سلام میں پہل کرتے اور مسکرا کر خندہ پیشانی سے ملتے۔

مہمان نوازی: آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔ جب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی مہمان آتا تو فوراً اپنے گھر سے کھانا، چائے وغیرہ منگواتے اور مہمان کو پیش کرتے۔

لباس: آپ کا لباس بالکل سادہ تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ عاجزی وانکساری کا مجسمہ تھے۔

مشفق ومہربان: آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ شفیق ومہربان تھے۔ خصوصاً بچوں سے بہت زیادہ شفقت ومحبت فرماتے تھے۔ جب آپ کی مسجد میں نمازِ عصر کے بعد وہاں (حضرو) کے مقامی بچے ناظرہ قرآن پڑھنے آتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت لاڈ پیار کرتے اور ان سے حال چال پوچھتے۔

خوش طبعی: آپ رحمۃ اللہ علیہ خوش طبع انسان تھے اور اپنے شاگردوں سے کبھی کبھار مزاح کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مادری زبان ہندکو تھی۔ ہندکو اور پنجابی کے کچھ الفاظ کے مختلف معانی ہیں۔ ان الفاظ میں سے ایک لفظ ''منڈا'' بھی ہے، جبکہ ہماری ہندکو زبان میں منڈا ''لنگڑے'' کو کہتے ہیں اور پنجابی زبان میں ''منڈا'' لڑکے یا بچے کو کہتے ہیں۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی پنجابی بولنے والا گفتگو کرتا اور کہتا کہ فلا ''منڈا'' آپ نے دیکھا یا آپ کا شاگرد ہے تو آپ فرماتے کہ یہاں کوئی ''منڈا'' نہیں سب صحیح سلامت ہیں اور پھر مسکراتے۔

حافظہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ عطا کیا تھا، جس کی بدولت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید بہت ہی مختصر وقت میں حفظ کر لیا تھا۔ آپ کی لائبریری میں سوال وجواب کی نشست ہوتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سائل کو مدلل جواب دیتے اور اسی طرح جہاں پروگرام پر جاتے تو جو کوئی فرمائش کرتا اس کے مطابق درس دیتے اور کئی دفعہ ہم نے پوچھا کہ آج جمعہ کا کیا موضوع ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بتاتے کہ یہ عنوان ہے، لیکن

---

* مدرس جامعہ اسلامیہ سلفیہ، ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

جب خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تو موضوع کچھ اور ہوتا، بعد ازاں ہم عرض کرتے: آپ نے تو یہ موضوع بتایا تھا اور آپ نے یہ موضوع بیان کیا، تو جواب دیتے کہ فلاں بھائی نے کہا کہ آج یہ موضوع بیان کرو تو میں نے یہ بیان کر دیا۔

مطالعہ: آپ رحمہ اللہ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا اور آپ رحمہ اللہ زیادہ وقت لائبریری میں گزارتے تھے اور ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتے، ہر کتاب پڑھ کر اس کے شروع میں حوالے لکھ دیتے تھے۔ آپ کم سوتے تھے، تھوڑی دیر سونے کے بعد فوراً بیدار ہو جاتے اور مطالعہ شروع کر دیتے۔

داعیِ حق: آپ رحمہ اللہ قرآن و حدیث، مسلک حق اہل حدیث کے پکے و سچے داعی تھے۔ جب بھی کسی نے اہل حدیث پر اعتراض کیا تو فوراً اس کا مسکت جواب دیا اور آپ رحمہ اللہ نے آلِ تقلید کے گڑھ میں رہ کر تقلید کا قلع قمع کیا اور ہمیشہ قرآن و صحیح حدیث کو اوڑھنا و بچھونا بنایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کے عین مصداق بنے: ((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ......))

آپ رحمہ اللہ تقریباً پچاس دن سے زائد بیمار رہے، لیکن آپ کا چہرہ مبارک اسی طرح تر و تازہ رہا۔

آخری ملاقات: جب میں رمضان المبارک کی تعطیلات کے بعد ۲۴/ اگست بروز جمعہ جامعہ واپس جا رہا تھا تو میں آپ رحمہ اللہ کی ملاقات کے لئے آپ رحمہ اللہ کے پاس (حضرو) عصر کے وقت حاضر ہوا تو آپ رحمہ اللہ نماز عصر پڑھ کر اپنی جگہ اذکار میں مصروف تھے۔ آپ رحمہ اللہ مسکرا کر خندہ پیشانی سے مجھے ملے اور حال وغیرہ دریافت کیا اور کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے اور اپنی بیماری کا ذکر کیا کہ میں رمضان میں ''دیر'' گیا تو وہاں بیمار ہو گیا، میں وہاں سے جلد ہی واپس آ گیا تو یہاں آ کر علاج معالجہ کروایا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ کا دل کچھ بڑھ گیا ہے، پھر فرمانے لگے کہ کسی ٹائم بھی اٹیک ہو سکتا ہے۔ ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے آپ پریشان نہ ہوں، بعد ازاں آپ بازار کام چلے گئے اور مغرب کے قریب واپس آئے، مغرب کی نماز میرے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھی۔ نماز کے فوراً بعد آپ رحمہ اللہ نے میرے لئے اپنے گھر سے کھانا منگوایا اور مسجد میں ہی بیٹھ کر میرے ساتھ کھانا کھایا اور کھانے کے بعد میں نے اجازت لی تو آپ رحمہ اللہ مجھ سے گلے ملے اور دعائیہ کلمات کے ساتھ الوداع کیا۔ میں واپس جامعہ (گوجرانوالہ) آ گیا۔ ابھی پچیس دن ہی گزرے تھے کہ ۱۹/ستمبر بروز جمعرات ایک میسج موصول ہوا کہ شیخ محترم بیمار ہیں۔ دعا کریں اللہ ان کو صحت عطا فرمائے۔ میں نے فوراً رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ آپ کو فالج کا اٹیک ہوا ہے اور آپ اسلام آباد ''شفا انٹرنیشنل ہسپتال'' میں داخل ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے لئے ہر طرف دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا، پھر عید الاضحیٰ کی تعطیلات پر شیخ محترم کی عیادت کے لئے دو دفعہ اسلام آباد گیا ایک دفعہ میں نے بالکل قریب سے دیکھا تو آپ رحمہ اللہ بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ بس تھوڑی دیر کے لیے آنکھ کھولتے، پھر بند کر لیتے تھے۔ ہم نے وہاں کھڑے ہو کر دعا کی اور آپ کے بیٹے کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو جلد صحت عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد بھی دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا، لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آ گئی، لہٰذا ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار تقریباً صبح سات بجے آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور اسی وقت سے میسج آنے لگے کہ آج جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم معروف محقق العصر علامہ حافظ زبیر

علی زئی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔خبر سنتے ہی دل زخموں سے چور ہوگیا۔" إنا للّٰه و إنا إليه راجعون."

اور زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ ان کی جدائی کے بعد ان جیسا راسخ العلم، ماہر اسماء الرجال،تقویٰ اور حق گوئی و اخلاص والا نظر نہیں آ رہا، جیسا کہ اس بات کا اعتراف اکثر اہل علم نے کیا ہے۔جس کا ڈر تھا بالآخر وہ گھڑی آ گئی،خبر وہ آئی کہ بزم زندگی تھرا گئی۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ان کی بشری لغزشیں معاف فرمائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔اللہ تعالیٰ ہمارے دیگر شیخ و اساتذہ کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

اللّٰهم اغفر لنا و لهم يا رب العالمين . (آمین)

تحریر میں کہاں سمٹتے ہیں دلوں کے درد
یونہی دل کو بہلا رہے ہیں ذرا کاغذوں کے ساتھ

لِـفَـقْـدِكَ طُلَّابُ الْـعُـلُـوْمِ تَـأَسَّـفُـوْا
وَجَـادُوْا بِـدَمْـعٍ لَا يَبِيْـدُ غَـزِيْـرِ
وَلَـوْ مَـزَجُـوْا مَـاءَ الْـمَـدَامِعِ بِـالدِّمَا
لَكَانَ قَلِيْلاً فيكَ يَا حَافِظ زُبَيْر عَلِيْزَئي

آپ کے چلے جانے سے شائقین علوم ملال خاطر و متأسف ہیں ،اس کثرت سے آنسو بہار ہے ہیں کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے ،اگر وہ آنسوؤں کے ساتھ خون بھی ملا دیتے تب بھی حافظ زبیر علی زئی! کے لئے تھوڑے ہی تھے۔

اسماء الرجال کا عظیم شہسوار ہم سے جدا ہوگیا

قاری لیاقت علی باجوہ (سیالکوٹ)

اس کائنات کے اندر خالق کائنات نے کچھ ایسی باوقار اور باصلاحیت ہستیاں پیدا کی ہیں جن کے تذکرے سے دل و دماغ کو تازگی ملتی ہے، کیونکہ ان کی زندگی توحید وسنت کی شمع جلاتے ہوئے گزری ہوتی ہے، ان کی شخصیت تعریف و توصیف سے بالاتر ہوتی ہے،ان کی شرافت و بزرگی سے تحریر و تقاریر کو زیب و زینت بخشی جاتی ہے،لوگوں کے لیے ان کے افعال و اقوال مشعل راہ ہوتے ہیں اور جن کے علم وعمل سے ہزاروں تشنگان علوم نبویہ سیراب ہوتے ہیں۔جانا تو اس دنیا سے ہر ایک کو ہے۔کوئی ایسا نہیں جو یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے آیا ہو،لیکن بعض شخصیات ایسی ہر دلعزیز ہوتی ہیں کہ ان کی زندگی میں ان کے دنیا سے جانے کا تصور مشکل ہی سے آتا ہے اور جب وہ جاتی ہیں تو ان کی یادیں ساری زندگی ستاتی رہتی ہیں۔ ع

اب کتنی یاد رفتگاں کی بھی ہمت نہیں رہی
یاروں نے دور بسائی ہیں بستیاں

ایسی ہی مایہ ناز شخصیات میں سے فخر علمائے اہل حدیث، زینت العلماء، عالم باعمل، یادگار اسلاف، معتدل مزاج، اسماء الرجال کے عظیم شہسوار الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جن کو آج مدظلہ تعالیٰ کی بجائے مرحوم لکھتے ہوئے دل کی کیفیت کو بیان کرنا مشکل ہے۔ شیخ حافظ زبیر علی زئی

رحمہ اللہ کے ساتھ غائبانہ تعارف تو کافی دیر سے تھا، کیونکہ ان کی کتابیں، مقالات، فتاویٰ وغیرہ اور مجلّہ ''الحدیث'' تو کافی دیر سے پڑھنے کو ملتے رہے، لیکن بالمشافہ نہ ان سے ملاقات ہوئی اور نہ ان کی تقاریر ہی سنی تھیں۔ اللہ بھلا کرے الشیخ جاوید اقبال سیالکوٹی حفظہ اللہ کا کہ انھوں نے آسمان علم وعمل کے درخشندہ ستارے حافظ القرآن والحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اپنے جامعہ (جامعہ محمدیہ ملکے کلاں سیالکوٹ) میں دو تین دفعہ دعوت دی اور شیخ صاحب رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ میں آتے رہے اور ہم جیسے ہزاروں لوگ ان کے درس سے فیض یاب ہوتے رہے اور پہلی مرتبہ جب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے خطاب کیا تو علم کے فائدے اور اس کے حصول پر روشنی ڈالی اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی بتایا کہ جس کا مفہوم یہ ہے: ''اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے کھینچ کر نہیں ختم کرتا بلکہ علماء کے اٹھ جانے سے علم اٹھتا ہے۔ ''(صحیح بخاری: 100) اور بعد میں یہ فرمایا: ''علمائے اہل حدیث کے مایہ ناز علماء شیوخ الحدیث اس دنیا سے ہو گزرے ہیں، لیکن ہم نے ان کے حالات زندگی میں دو لفظ بھی نہیں لکھے اور دوسری طرف دیکھیں کہ جن کو حدیث تک پڑھنی نہیں آتی ان کے حالات زندگی پر کتابیں شائع ہوتی ہیں۔''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا کسی تنظیم و جماعت کی رکنیت سے کوئی تعلق نہیں تھا وہ صرف اور صرف مسلک اہل حدیث کی خدمت کرتے تھے۔ علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے حالات زندگی میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اہل حدیث کی جتنی جماعتیں و تنظیمیں موجود ہیں ان کی حیثیت تبلیغی، اجتہادی اور اشتہاری ہے۔ ان میں دخول کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں۔ ان جماعتوں کی رکنیت اور بیعت تصوف میں کوئی خاص فرق نہیں۔ سب سے بہتر اور افضل یہی ہے کہ ان تمام جماعتوں اور حزبیت (پارٹی بازی) سے علیحدہ رہ کر کتاب وسنت کی دعوت عام کی جائے اور مسلک اہل حدیث کی غیر جانبدار بھرپور خدمت کی جائے۔ سلف صالحین سے ایسی کاغذی جماعتوں اور احزاب (پارٹیوں) میں شمولیت ثابت نہیں۔'' (مقالات الحدیث ص385)

محترم جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ بھی گلستان حدیث میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں: ''حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے والد کا اسم گرامی حاجی مجدد خان ہے۔ وہ اس علاقے کی مذہبی اور سماجی شخصیت ہیں۔ جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔ کافی عرصہ ضلع اٹک کی جماعت اسلامی کے امیر رہے۔ انھوں نے تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھی حصہ لیا اور 1977ء میں بعض سیاسی اور نیم سیاسی جماعتوں نے امریکہ کے کہنے پر پاکستان کے منتخب اور اس خطہ ارض کو ایٹمی ملک بنانے والے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف جو تحریک چلائی تھی اس میں بھی حصہ لیا۔ دو دفعہ جیل گئے، لیکن ان کے فرزند ارجمند حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا جماعت اسلامی یا کسی اور جماعت سے کوئی تعلق رکنیت نہیں۔ اس سلسلے میں ہم دونوں برابر ہیں۔ میں بھی کسی جماعت یا تنظیم سے باقاعدہ طور پر منسلک نہیں ہوں۔ میرا اصل کام مسلک اہلحدیث اور رجال کی خدمت ہے۔'' (گلستان حدیث ص534)

اہل باطل اور مبتدعین کا رد ان کی فطرت میں شامل تھا۔ ماہنامہ الحدیث تحقیقی و اصلاحی اور علمی مقالات 6 جلدیں، فتاویٰ علمیہ 3 جلدیں، مقالات الحدیث 1 جلد اور آپ

رحمہ اللہ کی دوسری ساری کتابیں اس بات پر شاہد ہیں۔

اصول حدیث و تحقیق الروایات بھی آپ رحمہ اللہ کا پسندیدہ شعبہ تھا۔ دارالسلام کی سنن اربعہ کی تحقیق وتخریج اس بات پر شاہد ہے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ تہجد گزار تھے اور رات کو جس وقت وہ چاہتے بغیر الارم کے اٹھ جاتے تھے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ سوتے وقت جس ٹائم اٹھنے کا ارادہ ہوتو اسی وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔''

(مقالات 496/2)

تقلید سے بیزاری

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو تقلید سے سخت نفرت تھی، جیسا کہ ان کی کتابوں سے بھی واضح ہوتا ہے، مثلاً: اپنی زندگی کا ایک واقعہ لکھتے ہیں: میں نے شیخ ربیع بن ہادی المدخلی سے ان کے مکتبے میں یہ کہتے ہوا سنا: ''إِنَّ التَّـقْـلِـيْـدَ وَاجِب'' بے شک تقلید واجب ہے۔ میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا: آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ شیخ ربیع المدخلی نے دوبارہ کہا: إِنَّ التَّـقْلِيْدَ وَاجِب'' یہ سن کر میں نے (کچھ کہا......اور) اپنا سامان (بیگ) اٹھایا اور عوالی کو خیر باد کہہ کر حرم (بیت اللہ) چلا آیا۔'' (مقالات 499/2، 500)

ایسے غیرت مند کہاں ہوں گے کہاں سے لاؤ گے
ڈھونڈنے نکلو گے لیکن ڈھونڈ نہ پاؤ گے

طالب علموں کو نصیحت

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ شیخ محمد بن عبداللہ الامام کے طالب علموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نماز کے بعد شیخ صاحب نے تفسیر اور حدیث کا درس دیا، سوال جواب بھی ہوئے۔ اس کے بعد طالب علموں سے سابقہ درس حدیث کی سند اور متن کے بارے میں پوچھا۔ طالب علموں نے اچھے طریقے سے سند ومتن سنا دیا۔ معلوم ہوا کہ طالب علم خوب محنت کرتے ہیں۔ شاگرد اگر سبق اچھے طریقے سے یاد رکھے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کا استاد محنت اور شوق سے پڑھاتا ہے اور شاگرد بھی اِدھر اُدھر کی سرگرمیوں میں مصروف نہیں رہتا بلکہ اپنے آپ کو سبق تک ہی محدود رکھتا ہے۔

نالائق لڑکے فضول کاموں اور سیاسی وحزبی (گروہی) سرگرمیوں میں اندھا دھند لگے رہتے ہیں۔ اسباق یاد کرنے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ مگر اساتذہ، نظام مدرسہ اور کھانے پینے کے بارے میں ان کی تنقیدی زبانیں بہت تیز چلتی ہیں۔ ایسے طالب علموں کے لیے سوائے ناکامی کے اور کوئی راستہ نہیں۔'' (مقالات 511/2)

وقت کی پابندی

شیخ صاحب وقت کے بہت پابند تھے اور کہا کرتے تھے: ''وقت کی پابندی انسان کے سچا اور صاحب اصول ہونے کی دلیل ہے۔ بہت سے لوگ وقت کی پابندی نہیں کرتے، مثلاً: بعض نمازی ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز شام کے وقت پڑھتے ہیں۔ بعض علماء، قراء اور واعظین حضرات شرعی عذر کے بغیر ان مجالس وجلسہ گاہوں میں نہیں پہنچتے جن میں حاضری کے بارے میں وہ پکا وعدہ کر چکے ہوتے ہیں۔ امکان غالب یہی ہے کہ وعدہ خلافی کے وقت وہ ((وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ)) والی حدیث بھول جاتے ہیں۔''

(مقالات 512/2)

حافظ صاحب رحمہ اللہ جیل میں

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یمن کا سفر بھی کیا ہے اور وہاں کچھ دن جیل میں بھی رہے، لکھتے ہیں:

''اب ہم پانچوں بشمول ننھے ہشام جیل میں بند ہو چکے تھے۔ ہمارے موبائل ہم سے چھین لیے گئے تھے، آزاد دنیا سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ ہمارے رشتہ داروں، دوستوں اور متعلقین میں سے کسی کو بھی ہماری اس حالت کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ ایسے کنویں میں ہمیں پھینک دیا گیا تھا جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں سلاخوں کے پار دوسرے قیدیوں کے پاس پہنچا دیا گیا...... میں نے انھیں کہا: آپ لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے؟ جس کا قیامت کے دن آپ کو حساب دینا پڑے گا۔'' شیخ صاحب لکھتے ہیں: ''آزادی کی قدر و قیمت کا احساس جیل جا کر ہوا۔''

(مقالات 514/2)

شیخ رحمہ اللہ کا یہ یمن کا سفر بڑا ہی دلچسپ ہے۔ یہ آپ کی کتاب مقالات (جلد 2 ص 489 تا 527) میں موجود ہے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ توحید، سنت اور مسلک اہلحدیث کے دفاع کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے۔ حق بات کہہ دیتے تھے، ناراضی کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے۔ قرآن سے اتنا زیادہ لگاؤ تھا کہ سفر و حضر میں بھی اسے پڑھتے رہتے تھے حتیٰ کہ جیل میں بھی دو دن کے دوران میں 12 پارے پڑھ لیے تھے۔ (مقالات 523/2)

شیخ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ کتاب و سنت کا وہی متفقہ مفہوم معتبر ہے جو سلف صالحین سے بلا اختلاف ثابت ہے۔

اگر کوئی قول صراحتاً اللہ اور رسول (قرآن و حدیث) کے خلاف ہو تو ایسا ہر قول مردود ہے۔ چاہے جس کا بھی قول ہو اور ہمیشہ قرآن و حدیث اور اجماع کو ہر قول پر مقدم کرنا چاہیے۔

اپنے استاد محترم حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کی تحقیق سے بہت زیادہ مطمئن تھے اور ان کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہتے تھے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ دو ماہ بیمار رہے امید ہے کہ آپ رحمہ اللہ کے گناہ اس بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے ہوں گے (ان شاء اللہ) چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔'' (صحیح بخاری: 5647)

آخر کار یہ آسمانِ علم و عمل کا درخشندہ ستارہ 10 نومبر 2013ء کو ہم سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

شخصیّت

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

محدث العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ ٭

ماضی قریب میں سرزمین پاکستان میں ذخیرہ احادیث کی تعلیق اور رجال واسانید کی تنقیح میں جن اعاظم رجال نے خدمات سرانجام دی ہیں ان میں ایک نمایاں نام فضیلۃ الشیخ الاخ الحافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ہے جنھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نواز رکھا تھا۔ عربی، فارسی، اردو، پشتو، ہندکو، انگریزی اور عبرانی زبانوں کو سمجھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ وہ بہترین مصنف، مترجم، مدرس اور مناظر تھے، ان کی تصانیف کا دائرہ نہایت وسیع ہے جن کتب احادیث کی تحقیق وتخریج کی یا اسماء الرجال سے متعلق مختلف کتابوں کی تصحیح ومراجعت تو عربی زبان میں ان کی تعداد تیس سے زیادہ ہے۔ اردو میں بھی ان کی تصانیف ہیں جن کی تعداد چوبیس سے زیادہ ہے۔ انھوں نے ''الحدیث'' کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا جس میں ان کے تحقیقی مسائل شامل ہوتے تھے اور تشنگان علم کو اس کا انتظار رہتا تھا۔ دینی تعلیم کے علاوہ عصری تعلیم بھی حاصل کی۔ وہ ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی بھی تھے۔ اس فقیر کو یاد نہیں کہ ان سے پہلی ملاقات کب ہوئی؟ بس یہ بات لوحِ حفظ میں بار بار ابھر رہی ہے کہ وہ دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور میں ٹھہرے ہوئے تھے، ان کے والد گرامی جماعت اسلامی کے رکن تھے اور ضلع اٹک میں اپنی اس جماعت کے امیر بھی رہے۔ مولانا زبیر مرحوم سے دینی مسائل میں ان کا اختلاف ہوا تو انھوں نے انھیں گھر سے نکال دیا۔ جماعت اسلامی کے حضرات گو مولانا مودودی کے فرمان کے مطابق ''بیج کی راس'' کی فکر کا اظہار کرتے ہیں مگر اپنے حنفی مسلک پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ یہی کچھ مولانا زبیر سے ہوا تو وہ لاہور دار الدعوۃ السّلفیہ میں آ گئے۔ یہاں انھوں نے قرآن مجید (کا کچھ حصہ) حفظ کرنے کی سعادت پائی۔ کچھ عرصہ بعد والد صاحب کی ناراضی دور ہوئی تو واپس گھر چلے گئے۔

مجھے دو تین مرتبہ ان کے ہاں حاضری کا موقع ملا ہے، بلکہ ان کے والد صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ موصوف نہایت خندہ پیشانی سے ملے اور میزبانی کا حق ادا کیا۔ ان کی لائبریری میں تفسیر، حدیث، تاریخ و رجال، علوم القرآن، شروح واحادیث، لغت وغیرہ کا وافر ذخیرہ تھا۔ کمپیوٹر سے استفادے کا بھی انھیں ڈھب تھا۔ حافظ نہایت مضبوط و بڑا ذکی تھا۔ نتیجہ پر جلد پہنچ جاتے تھے اور اگر کبھی تحقیق میں کوئی غلطی ہوتی تو اس سے رجوع کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ اہل حق کا یہی وتیرا ہے، البتہ اپنے مدمقابل اور اپنے سے اختلاف کرنے والے کو نامناسب القاب سے ذکر کرتے تھے۔ میں نے ایک بار اس کا شکوہ براہ راست ان سے کیا کہ یہ انداز اہل علم کی شایان شان نہیں اگر آپ اسے عالم نہیں سمجھتے تو اس سے الجھنے کی ضرورت نہیں، جواب جاہلاں باشد خاموشی، اس کا جواب ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فرمان ہے: ﴿إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا﴾ مگر وہ فرماتے کہ اہل بدعت تکریم کے لائق نہیں۔

٭ رئیس ومدیر ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد۔

اس ناکارہ اور ادارۃ العلوم الاثریہ سے ان کا ہمیشہ محبت کا رشتہ رہا۔ جب انھوں نے ”الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین“ مرتب کی تو اس کی مراجعت کے لیے ایک نسخہ ارسال کیا اور لکھا: ”الفتح المبین برائے مراجعت سریعہ پیش خدمت ہے“ جس ”سرعت“ کا تقاضا تھا اس کی بنا پر اس کی مراجعت کما حقہ تو نہ ہوئی۔ بادی النظر میں جو چیزیں محسوس ہوئیں وہ ان کی خدمت میں ارسال کر دی گئیں۔ بس اتنی سی مراجعت پر بھی انھوں نے جب اسے مکتبہ اسلامیہ سے شائع کروایا تو اس پر ”مراجعة الشیخ ارشاد الحق الاثری“ لکھوا دیا۔

ایک دفعہ فیصل آباد تشریف لائے۔ رات یہیں ادارۃ العلوم الاثریہ میں گزاری اور سیر اعلام النبلاء پر جو اس ناکارہ کے نوٹس تھے انھیں انھوں نے فوٹو کروایا۔ ادارہ کی لائبریری میں امام ابن حبان کی کتاب الثقات تھی۔ مگر اس سے استفادہ نہایت مشکل تھا، کیونکہ ہمارے ہاں اس کی فہرست نہیں تھی۔ انھوں نے ”الثقات“ کی فہرست کا فوٹو کروا کر بھجوا دیا۔ اسی طرح جب اس فقیر کی کتاب ”آفات نظر اور ان کا علاج“ چھپی اور ان کی خدمت میں ارسال کی تو انھوں نے فرمایا: کیا آپ کے پاس امام ابن القطان فاسی کی ”النظر فی أحکام النظر“ نہیں؟ تو میں نے اس کا نفی میں جواب دیا۔ انھوں نے شفقت یہ فرمائی کہ اس کا فوٹو بھی بھیج دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

شیخ زبیر صحت مند اور بڑے تنومند تھے۔ انھوں نے بڑی جفاکشی کی زندگی گزاری۔ تحریری ہی نہیں بلکہ ان کی تقریری خدمات کا دائرہ بھی بڑا وسیع ہے، وہ بڑے حاضر جواب اور مناظر تھے اور ان کے یہ مناظرے علمائے احناف سے ہی نہیں بلکہ عیسائیوں، قادیانیوں سے بھی ہوئے اور کراچی کی ”جماعت المسلمین“ اور مسعود عثمانی سے بھی پنجہ آزمائی رہی۔

زندگی کے آخری ایام میں بیمار ہوئے اسلام آباد کے شفا ہسپتال میں داخل ہونے کی خبر ملی تو نہایت صدمہ ہوا۔ اپنے دوست لالہ افتخار صاحب کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے ہسپتال حاضر ہوا۔ انھیں دیکھ کر دل دہل گیا کہ **اللہ کا یہ شیر** بستر پر بے ہوش پڑا ہے۔ ان کے رفیق مولانا حافظ شیر محمد صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوئی اور بڑے بوجھل دلی سے واپسی ہوئی۔ چند ایام بعد ہی وہ اس دنیا سے کوچ فرما گئے اور ہزاروں معتقدین اور دوست واحباب کو سوگوار کر گئے۔ سچ کہا کسی نے ع

جدائی پر ہی قائم ہے نظام زندگانی بھی
بچھڑ جاتا ہے ساحل سے گلے مل مل کے پانی بھی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی دینی خدمات قبول فرمائے اور اس خادم حدیث وسنت کو نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور محدثین عظام رحمہم اللہ کی رفاقت نصیب کرے۔ آمین یا رب العالمین

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس حفظہ اللہ*

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلٰوۃ والسّلام علٰی خیر خلقه محمد وعلٰی آله وصحبه أجمعین، وبعد:

مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر سے دل بہت متاثر ہوا، افسوس کی حد نہ رہی، کیونکہ مولانا ایک مخلص اہل حدیث عالم، نیز بڑے پائے کے محقق تھے، حدیث اور علم حدیث میں اچھا درک اور عالی مقام رکھتے تھے...... علامۂ زماں محدث کبیر شیخنا بدیع الدین الراشدی، علامۂ وقت شیخ الحدیث محمد گوندلوی اور مولانا عبد الغفار حسن رحمہم اللہ جیسے اساطین حدیث وسنت کے فیض یافتہ تھے۔ دین خالص یعنی مسلک سلف کے دفاع، مختلف فیہ مسائل، نیز اختلافی اجتماعی مسائل سے متعلق آپ کی تالیفات دین خالص کے متبعین کے لیے بڑا ذخیرہ ہیں، نیز آپ کے بعد آپ کی یہ تالیفات صدقہ جاریہ ہوں گی، ان شاء اللہ۔

اردو اور عربی زبان میں آپ کی علمی تالیفات اہل علم کے یہاں مقبول ہیں اور آپ کے لیے دعاؤں کا ذریعہ ہیں۔

آپ سے میرا تعارف غائبانہ طور پر بذریعہ فون ہوا تھا، کچھ علم حدیث کے مسائل سے متعلق آپ سے بات ہوئی تھی، پھر جب مکہ مکرمہ میں آپ کی آمد ہوئی تو گھر پر تشریف لائے اور ہماری خصوصی مجلسیں بھی رہیں۔ ہمارے درمیان حدیث سے متعلق تبادلۂ خیال بھی ہوتا رہا۔

تصحیح حدیث میں آپ متشدد علماء کی رائے پر رہے۔

ہر زمانے میں آپ جیسے محققین کی ضرورت رہی ہے، خصوصاً اس زمانے میں جب کہ بعض اسلامی فرقے دین خالص کے چہرے کو دغدار کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ آپ جیسی باہمت قد آور شخصیت کی بڑی ضرورت تھی، لیکن اللہ رب العزت حکیم وخبیر مصلحتوں کو جانتا ہے۔

مولانا نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کے معزز والد نے آپ کو علم اور تعلیم وتعلم کے لیے متفرغ کر رکھا تھا، اس وجہ سے آپ نے اپنے اوقات کو مطالعہ وتالیف ہی میں گذارا، آپ نے حدیث وعلم حدیث وفقہ مذاہب سے متعلق بڑا قیمتی مکتبہ بھی جمع کیا ہے، اللہ رب العزت مکتبہ کو حوادث الزمان سے محفوظ رکھ کر اس سے استفادے کو جاری رکھنے کے اسباب مہیا فرمائے۔ (آمین)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بھی اس لائق بنائے کہ دین خالص پر چل کر والد محترم کی طرح دین کی خدمت کریں اور مکتبہ سے استفادہ کریں۔ آمین

---

* مدرس المسجد الحرام وام القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت

تحریر: الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ*

الحمد للّٰہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وبعد:

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بلاشبہ اس دور کے اعلام میں شمار ہوتے تھے اور چند گنتی کے وہ محدثین جنھیں علم حدیث، متون حدیث، اسانید حدیث اور رجال پر بڑا عبور حاصل تھا، تو ان چند علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی بھر پور انداز سے (ان میں) موجود تھا۔

ان کی گفتگو سے اور جو اِن کے تصرفات تھے، ان سے اخلاق حسنہ مترشح ہوتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک جامع الصفات شخصیت تھے، جن کے جانے سے ایک بڑا اخلاء واقع ہوا، جیسا کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے:

"إذا مات العالم وقع فی الاسلام ثَلْمة لا يسُدّها شئٌ ......".

جب عالم فوت ہوتا ہے تو اسلام میں ایک دراڑ سی پڑ جاتی ہے، جسے کوئی چیز پُر نہیں کر پاتی، تو یہ یقیناً ایک بہت بڑا المیہ تھا اور ایک خلا پڑ گیا جس کا جماعت کو سامنا کرنا پڑا۔ تاہم ان کے کچھ تلامذہ اور شاگرد جو اِن کے متعلقین تھے، اُسی نہج پر بحمد للہ کام کر رہے ہیں اور اچھی اُمیدیں ان سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں استقامت دے اور ان سے دین کا اور سلفی منہج کا اور اہل حدیثیت کا بھر پور کام لے۔ اس پُرفتن اور قحط الرجال کے دور میں یقیناً ایسی ایک عبقری شخصیت کی کمی کثرت سے محسوس ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت ان کی ساری منزلیں آسان کر دے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

س: شیخ رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات

ج: پہلی ملاقات سمجھیں کہ غائبانہ ہوئی تھی اور یہ 1980ء کی جو دھائی ہے، 80 کا جو عشرہ ہے اس کے آغاز میں جب میں جامعۃ الامام سے فارغ ہو کر آیا تھا اور سندھ میں کام شروع کر چکے تھے۔ اس وقت ایک فتنہ کھڑا ہوا جو آج بھی موجود ہے اور یہ مسعود عثمانی جو عذاب قبر وغیرہ کا منکر اور بڑے بڑے اعلام ائمہ کی تکفیر کرتا ہے، وہ اور اس کے گروہ کے لوگ تو ان دنوں یہ (فتنہ) اپنے عروج پر تھا۔ اس وقت میں نے یہ سنا بعض ساتھیوں سے کہ حضرو سے ایک نوجوان ساتھی یہاں آئے ہیں جن کا نام زبیر ہے اور انھوں نے مناظرہ کیا ہے اور اس (مسعود عثمانی) کو لاجواب کر دیا ہے۔ چونکہ ان سے کوئی تعارف نہیں تھا تو ملنے کی خواہش تھی، لیکن وہ کراچی سے چلے گئے۔ اس طرح ان سے ایک غائبانہ تعارف ہوا۔ یہ ہمارا پہلا غائبانہ تعارف تھا۔

اس کے بعد میرے پروگرام ہوتے تھے۔ آرمی اور Airforce وغیرہ کے بیس میں، ان دنوں بڑی آزادی سے

---

* رئیس ومدیر المعہد السلفی، کراچی

بیسوں کے اندر پروگرام ہو جاتے تھے، ہمارے ایک ساتھی تھے جو پاکستان ائیر فورس سے منسلک تھے۔ تقریباً یہ ہر جگہ پروگرام کرواتے تھے۔ ان کا تبادلہ اٹک میں ہو گیا تو ہر مہینے اٹک میں مجھے دروس کے لیے دعوت دیتے تھے۔ اٹک کی ایک پرانی مسجد تھی، جو مسجد کی شکل میں نہیں تھی لیکن ایک بڑا وسیع کمرے اور حال کی شکل میں تھی۔ اس میں ہر دفعہ پروگرام ہوتے تھے۔ ایک پروگرام میں مجھ سے قبل شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا درس تھا۔ یہ ہماری پہلی ملاقات تھی۔ یہ بھی 1980، 1982 یا اس کے آس پاس کا ذکر ہے۔ ان کا درس میں نے سنا اور بڑا محظوظ ہوا۔ ان کے ایک علمی انداز سے یعنی ایسا انداز پنجاب وغیرہ میں نظر نہیں آتا تھا تو میں بڑا متاثر ہوا۔ اور اس درس کے موقع پر یہ اعلان ہوا کہ رات کو کسی گاؤں میں پروگرام ہے، یعنی میرا بھی اور ان کا بھی۔ میرے حوالے سے تھا کہ میں درس دوں گا اور ان کے حوالے سے تھا کہ سوالات کے جوابات دیں گے۔ خیر وہاں میں نے درس دیا۔ اکٹھے وہاں چلے گئے اور سوال جواب دینے شروع ہو گئے۔ اس وقت میرا یہ پہلا تجربہ تھا جو ان کے علمی انداز، ان کے استحضار اور رجال پر ان کا عبور اور اسانید پر ان کا عبور میں نے پہلی بار دیکھا۔ بڑی حیرت ہوئی اور بڑا متاثر بھی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اتنا قوی حافظہ دیا ہے، مدلل بات کرنا اور وہ بھی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ اور اسانید رجال پر اللہ نے ایک بڑا ملکہ دیا تھا۔ یہ پہلی ملاقات تھی پھر چونکہ ایک تعارف ہوا تعلق بڑھا۔ میں نے پوچھا: آپ کی مصروفیت کیا ہے اور کہاں ہوتے ہیں؟ اس وقت وہ کپڑے کی دکان پر بیٹھتے تھے جو ان کے والد صاحب کی تھی، تو کہا: میں دکان پر بیٹھتا ہوں۔ میں نے تھوڑا سا برہمی کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا علم دیا اور آپ کپڑے کی دکان پر بیٹھ کر اس علم کو ضائع کر رہے ہیں۔ اس سے تو عوام کو اور طلاب علم کو آپ کی ذات سے فائدہ ہونا چاہیے۔ کپڑے کے کام ہوتے رہیں گے، آپ اپنے آپ کو علم کے لیے اور طلاب کے لیے فارغ کر لیں اور تصنیف و تالیف کے لیے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اس کے کچھ عرصے بعد ہی مجھے اطلاع ملی کہ وہ بحمد للہ اس کام میں پوری طرح آ گئے ہیں اور وہ جو ان کا کاروباری سلسلہ تھا اس سے انھوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ بہر حال میں ان کی علمی خدمات کو اپنے ان متواضع سے کلمات کی بنا پر اپنے لیے بھی ایک اجر کا باعث قرار دیتا ہوں (ان شاء اللہ) تو یہ ایک شروع شروع کی ملاقات کے احوال ہیں۔ شیخ زبیر رحمہ اللہ کی گفتگو اور تحریروں سے شیخ بدیع اور شیخ محبّ اللہ رحمہما اللہ کے لیے بڑا ادب و اکرام ظاہر ہوتا ہے۔

اور اپنی سند بھی خاص طور پر شیخ بدیع رحمہ اللہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی سند میں خاص طور پر شیخ بدیع رحمہ اللہ کا نام آتا ہے اور باقاعدہ اپنے شیخ کے طور پر ان کا ذکر کیا کرتے تھے، کیونکہ آپ ہمارے شیخ، شیخ العرب والعجم کے تلامذہ میں سے تھے۔

مسلک کے دفاع میں شیخ کی خدمات:

میں کہتا ہوں کہ شیخ زبیر بڑے باغیرت اہل حدیث

تھے اور خاص طور پر وہ فرق یا گروہ جو حدیث پر حملہ کرتے ہیں یا ان کی سازشیں حدیث کے خلاف ہوتی ہیں، انہیں بڑی شد ومد سے شیخ رحمہ اللہ نے بے نقاب کیا، ان کا ان علماء میں شمار ہوتا ہے کہ جو ذرا سا بھی کوئی تحریری یا تقریری انحراف دیکھتے ہیں تو ان کا قلم فوراً حرکت میں آتا اور فوراً ہی بڑے علمی انداز سے اس کا رد کرتے تھے یہ وصف بھی مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور پھر ان کے بعد مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ میں بڑا نمایاں تھا۔ ان کی حیاتی میں کوئی باطل گروہ اسلام پر حملہ آور ہوتا تو ان کا قلم ہمیشہ متحرک ہوتا اور وہ ان گروہوں کی سرکوبی کرتے اور یہ بات ان کے مقالات اور ان کی جو کتب وغیرہ شائع ہوتی ہیں اور پھر ان کا مجلّہ الحدیث جو میرے پاس باقاعدہ آتا تھا، اس میں ان کا اردو کا مستقل ایک باب ہوتا تھا۔ اور جو بھی کوئی گمراہ عناصر اسلام پر اٹھتے، سلفیت پر اہل حدیثیت پر یا حدیث پر کسی قسم کا وہ کوئی کلام کرتے یا اپنے الحاد کا اظہار کرتے تو الحمد للہ ان کی کمر توڑ کر رکھ دیتے۔ بڑے دلائل اور بڑے حوالوں کے ساتھ۔ یہ وصف ان کا مجھے بڑا پسند تھا اور خاص طور پر ان کا اردو کے حوالے سے کردار بڑا نمایاں ہے اور ان شاء اللہ قیامت کے دن ان کے میزان کا ایک بڑا حصہ ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

کتب کی حرص اور علم کی تڑپ:

حضرو میں ایک دفعہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اٹک میں میرا پروگرام تھا پھر حضرو بھی جانے کا شوق تھا مجھے لائبریری بھی دیکھنی تھی اور شیخ نے بھی دعوت دی کہ مسجد میں درس دیں تو مسجد میں درس بھی دیا اور لائبریری میں کچھ وقت گزارا اور اس وقت تھوڑی سی ان کے والد سے بات چیت ہوگئی وہ جماعت اسلامی کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ درس میں میں نے کچھ ایسی بات کی جس سے وہ ناخوش ہوئے اور انہوں نے مجھ سے علیحدگی میں بات کی میں نے ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ لائبریری واقعتاً بڑی عظیم الشان تھی، یعنی ایک دور دراز کے علاقے میں کتب کو جمع کرنا اور ان کی فراہمی کو ممکن بنانا اور اس کے لیے پیسہ خرچ کرنا یہ چیز یقیناً ان کا ایک نمایاں وصف ہے اور ایک بڑی وسیع ان کی لائبریری تھی اور یہ بات بھی تقریباً کوئی 86/85 کی بات ہے اور اب تو مکتبہ الحدیث اور بھی بہت وسیع ہو چکا ہے۔ ساتھی جاتے ہیں اور وہاں سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کے ذریعے جو اطلاع ہمیں ملتی ہے کہ کتب کا بڑا ذخیرہ الحمد للہ وہاں موجود ہے اور ایک منفرد لائبریری ہے۔

ملاقاتیں بہت کم ہوئیں۔ 1، 2 شروع کی ملاقاتیں جو میں نے بتائیں وہ اور ایک دفعہ سعودی عرب کے دورے پر تھے اور میں بھی وہاں موجود تھا تو بعض جگہوں پر ہماری اکٹھی دعوتیں ہوئیں تو وہاں کچھ رفاقت کا موقع ملا اور ایک بار مجھے یاد پڑتا ہے کہ غالباً کشمیر میں وہ آئے ہوئے تھے اور میں بھی وہیں تھا وہاں پر وقت ساتھ گزرا تو اس طرح کوئی 5 سے 7 ملاقاتیں مجھے یاد آ رہی ہیں اور ملاقاتوں میں ہمیشہ علمی باتیں ہوتیں اور ان کی تواضع اور انکساری جو اللہ نے ان کی طبیعت میں بھری ہوئی تھی وہ بڑی متاثر کن تھی اور بڑا وہ اخلاق حسنہ کا ہمیشہ برتاؤ کرتے تھے اور ان کے مزاج میں سیاسی لوگوں جیسا رویہ کہ کچھ لو کچھ دو اس طرح کا اندازہ بالکل نہیں تھا۔

بڑی کھری بات کرتے تھے اور بڑے صریح انسان تھے اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میرا سرگودھا کے گردونواح میں دورہ تھا وہاں ایک ساتھی ہیں غالبًا غلام محمد صاحب ان کے گاؤں میں تھا تو انہوں نے ٹیلی فون ملایا شیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کو اور انھیں خبر دی، میری بات بھی کرائی بڑا خوش ہوئے اور کہا: ساتھیوں کو فون دیں ذرا، میں ان سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، گرمی بہت شدید تھی تو ساتھیوں سے پوچھا بجلی ہے، انہوں نے کہا بجلی نہیں ہے تو کہا کہ شیخ جب تک یہاں بیٹھے ہیں انہیں ہاتھ والا پنکھا جھلتے رہو مجھے بڑی خوشی ہوگی، اس سے بھی ان کے اخلاق اور ان کی محبت کا میرے سامنے ایک اظہار ہوا، واقعتاً ان کا اچھا اخلاق اور ان کی طبیعت کی تواضع وسادگی تو یہ ان کا ایک نمایاں وصف تھا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان کا جو مجلّہ میرے پاس آتا تھا، ان کا انداز اور مجلّے کی ایک علمی حیثیت پر بھی میں نے ایک خط لکھا تھا، اس قسم کے خط وہ مجلّے میں شائع کیا کرتے تھے۔ اگر کسی کی طرف سے خط آتا جو مجلّے کے محاسن سے متعلق ہوتا تو وہ شائع کرتے لیکن میں نے یہ خط کسی اشاعت میں دیکھا نہیں۔ اب مجھے یہ بھی نہیں پتا، وہ ان تک پہنچا بھی یا نہیں، ملا بھی یا نہیں۔

طلباء کو نصیحت:

یقیناً دین کا مکمل فہم حدیث پر قائم ہے، یعنی قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا جامع کلام اور بڑے اصول وقواعد پر مشتمل ہے جس کا پڑھنا یقیناً باعث اجر ہے مگر دین فہمی میں حدیث کے بغیر تشنگی ہے تو جس طرح شیخ نے خاص طور پر حدیث پر محنت کی اور اسے اپنا ایک مستقل مضمون بنا کر چلے، حفظاً، فہماً اور عملاً تو یقیناً اسی توجہ کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بڑی گہرائی دی تھی۔

پچھلے مہینے میرا ایک دورہ تھا سعودی عرب کا تو حرم مدینۃ المنورہ میں شیخ عبدالحمید سے ملاقات ہوئی تو باتیں ہوتی رہیں باتوں باتوں میں شیخ زبیر کا بھی ذکر آ گیا تو وہ بھی ان کی علمی حیثیت پر بڑے متعجب تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نشانی پیدا کی ہوئی تھی۔

وہ کہتے ہیں کہ میں (مسند عبد بن حمید کی غالبًا) اس کی تحقیق کر رہے تھے تو مسند کے ایک راوی کا ترجمہ نہیں مل رہا تھا۔ کہتے ہیں: میں نے اسے بڑا تلاش کیا، لیکن اس کا ترجمہ نہیں ملا تو میں نے لکھ دیا: لم اجد ترجمة ۔ انہی دنوں میرے پاس شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ آئے تو وہ لائبریری میں بیٹھے تھے۔ میں نے اپنا مسودہ نکال کر ان کو دکھایا تو اچانک ان کی نظر اس پر پڑ گئی "لم اجد ترجمة" تو شیخ زبیر نے برملا کہا: یہ امام ابوعبداللہ الحاکم ہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی سند انہوں نے ذکر کی تھی اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے بارے میں جیسے امام عراقی نے کہا: وہ راویوں کے نام بدل بدل کر ذکر کرتے تھے جس سے وہ کثرت اسانید کا وہم پیدا کرتے تھے کہ میری اسانید بہت ہیں، یہاں انہوں نے امام حاکم کے اجداد میں سے ایک جد جن کا نام نعیم تھا اس کی طرف منسوب کر کے ان کو ذکر کیا تو عام بندے کو تو نہیں مل سکتا تھا، یقیناً یہ ان کے علمی رسوخ اور پختگی کی دلیل ہے کہ انہوں نے فوراً اسے پہچان لیا اور بتایا

کہ امام ابوعبداللہ الحاکم ہیں تو جب ان کا نسب دیکھا تو نسب میں وہ مکمل نہیں مل سکی۔ چنانچہ وہ (الشیخ عبدالحمید) بھی ان کے علمی مقام کے معترف تھے۔ میں اپنے آپ کو اور طلباء کو بھی یہ نصیحت کروں گا کہ یہ جو ایک خلا پڑ گیا ہے، اسے پُر کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور ان کا جو ایک سنہرا دور تھا، علمی اور قوی دور تھا یعنی ہم مطمئن تھے کہ کوئی حملہ ہوگا تو ایسی شخصیت موجود ہے جو بھرپور تعاقب کی صلاحیت رکھتی ہے اور بحمد للہ چاروں طرف سے جو تابڑ توڑ حملے ہوئے، انہوں نے بھرپور طور پر اسلام کا دفاع کیا، باطل کا رد کیا بڑے علمی انداز سے اور وہ مقالات اور کتب کی شکل میں مضامین کی شکل میں الحمد للہ مطبوع ہیں۔ اس سے ایک عرصہ تک استفادہ ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور اللہ اس نہج پر چلنے کی ہم طلباء کو توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

فہم سلف:

کچھ تفردات شیخ کے جن سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ یہ وہ سلفی اصول ہے جس کو مقدم ہونا چاہیے اور اسی کو شیخ نے مقدم رکھا اور اس کا بھرپور دفاع کیا، یعنی جو متاخرین (بعد میں آنے والے لوگ) ہیں وہ سلف کے علم وفہم کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں، جتنا دور نبیِ کریم ﷺ کے قریب ہوگا اتنی علمی برکت بھی ہوگی اور فہم کی وسعت بھی ہوگی۔ اسی زریں اصول پر شیخ البانی بھی ہیں، یعنی کتاب وسنت علی فہم السلف اور اسی معنی میں ہم سلفی ہیں۔ ہم سلفی اس لیے نہیں کہ ہم سلف کے مقلد یا ان کے پیروکار ہیں۔ ہم سلفی اس لیے ہیں کہ ہم کتاب وسنت کو اساس بناتے ہیں علی فہم السلف، شتر بے محار نہیں، فہم السلف کا تقید بحمد للہ ہمارے اصول میں موجود ہے اور یہ بڑا زریں قاعدہ ہے۔

محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

خدمات، حالات، واقعات

فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی *

فضیلة الشيخ ، محدث العصر ، زبدة المحققين ، عمدة الباحثين ، نجم المدققين ، قمر المحدثين ، ماهر اسماء الرجال ، عارف علل الحديث ، أخي في الله و حبي الله وثلج صدري الحافظ زبير علي زئي رحمه الله رحمة ألف ألف مرة بعدد كل ذرة إلى يوم القيامة .

اپنے دور کے عظیم محدث اور محقق حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ میرے دیرینہ دوست، ہر دلعزیز، نہایت واجب الاحترام اور معزز ساتھی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں فن حدیث میں کمال مہارت عطا فرمائی تھی۔ اس دور میں علم رجال کے فن سے واقفیت ناپید ہے، بہت کم علماء کرام اس فن میں ماہر نظر آتے ہیں۔

اکثر اوقات کوئی روایت جو سند کے ساتھ ذکر کی جاتی تو وہ اس کی سند دیکھ کر ہی پہچان جاتے تھے کہ اس میں کیا سقم اور کمزوری ہے اور کون سا راوی اس میں ضعیف، مجروح، مدلس یا مختلط وغیرہ ہے، راوی مجروح ہے تو کس درجے کا ہے، اسی طرح باقی علل بھی وہ الحمدللہ آسانی سے جانچ لیتے تھے۔

میرے زمانۂ طالب علمی (۱۹۸۷ء) سے لے کر جبکہ میں جامعہ اثریہ جہلم پڑھتا تھا، ان کی وفات حسرت آیات تک میرے ان کے ساتھ گہرے مراسم رہے ہیں، میں دوران تعلیم میں ان سے رجال کے معاملے میں رجوع کرتا اور کافی دفعہ حضر و بھی گیا اور جب بھی ان کے پاس جاتا تو بڑی وسعت اور اعلیٰ ظرفی سے پیش آتے، اسی طرح وہ جب بھی لاہور آتے تو راقم کے مکتبہ میں جلوہ افروز ہوتے اور علم حدیث میں اپنی تحقیقات کے شہ پارے قلمبند کرتے رہتے تھے، کتاب الضعفاء للبخاری پر اکثر کام اس فقیر کے مکتبہ میں ہی کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں جس قدر علمی وسعت اور تبحر عطا کیا تھا اس پر لکھنے کے لیے طویل دفتر درکار ہیں۔ اس عدیم الفرصتی میں یہی کہوں گا کہ آج ایسے علماء خال خال ہوں گے خصوصاً ہمارے ملک پاکستان میں ان جیسا ماہر رجال اور علل الحدیث سے واقف نہیں دیکھا، وہ میرے محبّ بھی تھے اور محبوب بھی۔

رجال حدیث میں مہارت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ایک دفعہ مجھے کہنے لگے: حاکم اور بیہقی کے رجال مجھے ازبر ہو چکے ہیں، پھر السنن الکبریٰ للبیہقی نکال کر فرمانے لگے کہ کسی راوی پر ہاتھ رکھیں، یہ فلاں ہے اور یہ فلاں راوی ہے اسے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور ذہبی نے اسے سیر اعلام النبلاء میں ذکر کیا ہے اور اس پر یہ حکم لگایا ہے۔

رجال میں ان کی اس قدر مہارت کی وجہ ان کا دوران طالب علمی ہی سے اس فن کے ساتھ گہرا شغف اور وسعت مطالعہ تھی۔ مجھے ایک دفعہ بتانے لگے کہ میں نے مسند احمد تین

---

* مفتی جماعت، مناظر اسلام، مصنف کتب کثیرہ۔

مرتبہ مکمل پڑھی ہے اور یہی معاملہ آپ کا رجال کی کتب کے ساتھ بھی تھا، جیسا کہ سیر اعلام النبلاء، تاریخ بغداد، الکامل لابن عدی وغیرہ آپ نے کئی کئی مرتبہ پڑھیں۔

ایک مرتبہ ''غامدی'' نے صحیح بخاری کی ایک روایت پر اعتراض کیا تو اس کے کچھ لوگ شیخ صاحب کے پاس آئے تو آپ کہنے لگے کہ غامدی سے میری گفتگو رکھیں، وہ بخاری کے کسی راوی پر بھی اعتراض کرے میں اس کا جواب دوں گا، لیکن وہ تیار نہ ہوئے۔

شیخ رحمہ اللہ کی اسی مہارت کے باعث میری خواہش ہوتی تھی کہ مناظروں میں بطور معاون شیخ ہمارے ساتھ ہوں کیونکہ اگر فریق مخالف کوئی ایسی روایت پیش کردے جو ہم نے مطالعہ نہ کی ہو تو شیخ اس کے رجال کے احوال فوراً نکال دیں گے، جیسا کہ ۱۹۹۶ء میں ہمارے گاؤں میں ''رفع الیدین'' پر بریلویوں سے ان کے مدرسہ میں مناظرہ طے ہوا تو میں نے دلی چاہت سے اپنے ساتھ معاون شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو رکھا، مناظرے کے دوران میں بریلویوں نے کچھ نہایت کمزور روایات پیش کیں جن کے بارے میں ہمارا گمان یہی تھا کہ وہ پیش نہیں کی جائیں گی، لیکن جوں ہی انہوں نے ایسی روایات پیش کرنا شروع کیں تو شیخ رحمہ اللہ فوراً اور نہایت آسانی کے ساتھ مجھے بتاتے گئے کہ اس میں فلاں راوی ہے اور اس میں فلاں راوی ہے اور ساتھ ہی کتب رجال نکال کر ان کے متعلق جو جروح تھیں وہ پیش کرتے چلے گئے۔

اسی طرح لاہور ٹاؤن شپ میں ایک مناظرہ اسماعیل محمدی دیوبندی کے ساتھ ہوا تو وہاں بھی شیخ صاحب میرے ساتھ معاون تھے وہ کوئی بھی روایت پیش کرتا تو شیخ فوراً کتب نکال کر پوری تفصیل بیان کر دیتے۔

تو اللہ رب العالمین نے رواں صدی میں ہمارے اس بھائی کو بڑی ہی عظیم معرفت سے نوازا تھا۔ وہ ہمارے پاس علم حدیث کا ایسا سمندر تھے جیسا امام ذہبی رحمہ اللہ اپنے دور میں تھے۔ یوں سمجھ لیں کہ الحمد للہ پاکستان میں وہ اس دور کے ذہبی تھے۔ چند گنے چنے لوگ ہی رجال حدیث اور ان پر تحقیقات کے حوالے سے مشہور و معروف ہیں جیسے ہمارے شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ ہیں۔

شیخ صاحب نے اپنی بعض کتب کے قلمی نسخوں کی فوٹو کاپی مجھے عنایت فرمائیں۔ خاص طور پر جب میں سنن ابی داؤد پڑھاتا تھا تو میں نے شیخ رحمہ اللہ کا ابوداؤد پر کام نیل المقصود کی فوٹو کاپی طلب کی تو شیخ رحمہ اللہ نے مجھے بخوشی دے دی، پھر دوران تدریس میں اس سے بہت استفادہ کیا، اسی دوران احادیث پر چند احکامات میں اختلاف دکھائی دیا تو میں نے ان تمام مقامات کو جمع کر کے شیخ صاحب کے نام ایک خط تحریر کیا جس کا عنوان تھا:''النقد الظاھر علی تناقضات أبی الطاھر''

شیخ صاحب میں ایک وسعت ظرفی یہ بھی تھی کہ ان کے نکتۂ نظر کے خلاف اگر کوئی بات دلیل پر مبنی ہوتی تو آپ اس کی پیروی کرتے اور رجوع کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ بڑے علماء کا ہمیشہ یہی رویہ ہوتا ہے، اسی وسعت ظرفی کے پیش نظر شیخ رحمہ اللہ نے میرے خط کو پڑھا اور مجھے جوابی خط تحریر فرمایا جس میں انہوں نے ۸۹ روایات پر اپنا حکم تبدیل کیا۔

اسی طرح شیخ کو اگر کوئی علمی فائدہ بتایا جاتا تو تب بھی اسے بخوشی قبول فرمالیتے، مثلاً علامہ ہیثمی ''مجمع

الــزوائد" میں کئی روایات پر حکم لگاتے ہوئے راوی کا نام ذکر کیے بغیر اس کو ضعیف کہہ دیتے ہیں مثلاً: "فیــه رجــل ضــعیف" تو میں نے حضرو شیخ کے مکتبہ میں اس کے اصلی مصادر کو نکالا تو وہ امام ابوحنیفہ تھے۔ میں نے شیخ سے کہا: ایک نیا عجوبہ ہے، آپ نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ پر جرح کرنے والوں میں علامہ ہیثمی کو شمار کیا ہے؟ تو کہنے لگے: نہیں، میں نے شیخ کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فوراً اسے نوٹ کرلیا۔

ایک دفعہ میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: جیسے پرانے محدثین کی کتب کے قلمی نسخے جس مکتبہ میں پڑے ہوں تو تذکرہ کیا جاتا ہے کہ فلاں مکتبہ میں فلاں محدث کی فلاں کتب کا قلمی نسخہ موجود ہے، اسی طرح میری بھی خواہش ہے کہ آپ اپنی کسی کتاب کا قلمی نسخہ دیں تاکہ بعد میں یادگار رہے کہ شیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ فلاں مکتبہ میں موجود ہے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو میری یہ بات بہت پسند آئی۔ بعدازاں انہوں نے مجھے مزید اپنی دو کتابوں کے قلمی نسخے عنایت فرمائے، ایک رجال الدارقطنی اور دوسری "تحقیق مسند الحمیدی" یہ شیخ صاحب کی میرے ساتھ نہایت محبت کی بھی دلیل ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ طبیعت کے انتہائی سادہ اور معاشرے کی چلاکیوں سے کوسوں دور اور تکلّفات سے بے بہرہ تھے مگر کام کے دھنی اور ان تھک محنت کرنے والے تھے۔

شیخ صاحب کی بڑی یادیں ہیں۔ وہ زہد وتقویٰ میں ایک انمول ہیرا تھے۔ عزت نفس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ خوددار انسان تھے، اگر کبھی قرض لیتے تو وعدے کے مطابق ادا کردیتے تھے، کھانے پینے میں بھی کوئی ذوق نہیں تھا، جیسے اکثر لوگوں کو ہوتا ہے کہ فلاں چیز ہو یا فلاں نہ ہو، یہاں لاہور میں اور نہ گھر میں ہی، کبھی مطالبہ نہیں کیا کہ فلاں چیز کھانی ہے جو بھی گھر میں موجود ہوتا خوشی سے کھالیتے، زیادہ وقت لکھنے پڑھنے میں صرف کرتے۔

باطل فرقوں کے رد میں شیخ کی مساعی ناقابل فراموش ہیں۔ میں ہر طالب علم کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ شیخ رحمہ اللہ کی تمام کتب کا جی بھر کر مطالعہ کریں۔ اگر انہوں نے باطل گروہوں سے بحث ومناظرہ کرنا ہے تو شیخ کی کتب انتہائی مفید ہیں، یہ کتب صرف مناظرے کی حد تک نہیں بلکہ آپ کو حدیث کا ذوق پیدا ہوگا، رجال کی معرفت، اصول حدیث کی مباحث اور کثیر دلائل میسر آئیں گے۔

جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سفر وفات کی خبر ملی تو ہم چند ساتھی جنازے میں شامل ہونے کے لیے لاہور سے روانہ ہوئے، جب ہم جنازے میں پہنچے تو انتہائی غم کے عالم میں مشکل سے جنازہ پڑھ پایا، جنازہ پڑھ کر میں ایک جانب بیٹھ گیا۔ وہ حقیقتاً ایک بڑی شخصیت، اہل حق کا سرمایہ اور محدثین عظام رحمہم اللہ کا تسلسل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائے اور اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے، جنت الفردوس ان کا مسکن و ماویٰ بنائے اور آخرت میں محدثین کے زمرے میں اٹھائے اور ہمیں ان کے علمی ورثے سے بھرپور استفادے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی پریشان ہو کے بھاگے آئے.. مگر ....

ابوبکر قدوسی *

میری تب تک ان سے ایک آدھ ملاقات ہی رہی ہوگی۔کوئی ایسی بے تکلفی نہ تھی۔

لیکن تب تو ان سے کوئی ایسا گہرا تعلق بھی نہ تھا جب پہلی بار ان کا فون آیا کہ:

’’میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں، کسی کام سے۔‘‘

میں کچھ حیران سا ہوا کہ مجھ سے ایسا کیا کام ہوگا کہ اتنی دور سے سفر کر کے آئیں گے۔میں نے کہا:

’’تشریف لے آیئے، میں حاضر ہوں۔‘‘

شاید اگلے روز ہی چلے آئے۔ان کے ساتھ ایک اور دوست تھے جن سے میرا نیا نیا مگر اچھا تعلق تھا... بیٹھے اور اِدھر اُدھر کی باتیں شروع ہو گئیں... کچھ ہی دیر میں اپنی آمد کا مقصد بتانے لگے۔

اِدھر پنجاب کے ایک صاحب نے، جو خود بھی خاصے معروف عالم دین تھے، ان صاحب سے حدیث کی ایک کتاب کے ترجمے کا کام کروایا تھا۔اب جب یہ کام کو نپٹا چکے تو وہ صاحب لینے سے انکاری تھے۔میں نے عرض کی:

’’جن صاحب نے ان سے اتنا لمبا چوڑا کام کروا لیا، ان کا اب کیا موقف ہے؟‘‘

تو زبیر صاحب نے بتایا:

’’ان کے مالی حالات خراب ہو گئے، ورنہ وہ کسی طے شدہ بات سے انکار نہیں کرتے ،لیکن کہتے ہیں کہ میرے پاس جب پیسے ہی نہیں تو میں کہاں سے دوں..؟‘‘

میں نے پوچھا:’’اس سلسلے میں میرے لیے کیا حکم ہے، میں کس طرح آپ کے کام آ سکتا ہوں؟‘‘

. کمال سادگی سے کہنے لگے:’’میں نے اتنی دور سفر اس لیے کیا ہے کہ ان صاحب کو میں نے پہلے سے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ غم نہ کریں میں ابوبکر کو آپ کا مسودہ بیچ دوں گا۔‘‘

میں زبیر صاحب کی سادگی اور صاف گوئی پر ہنس دیا اور سوال کیا:’’کتنے روپے ہوں گے اس کام کے؟‘‘

انہوں نے جو دام بتائے سن کر میں حیران سا ہو گیا۔بس اتنا کہے دیتا ہوں کہ اس وقت جہاں میں رہتا ہوں، وہاں تب اتنے میں ایک پلاٹ آ جاتا تھا میں نے انکار کیا کہ ’’حضرت اتنے کا کام نہیں، میں نہیں لینے کا۔زبیر صاحب بولے:’’میں جانتا ہوں کہ کئی گنا مہنگا معاملہ ہوا ہے۔میں نے خوشدلی سے ہنستے ہوئے عرض کی:

’’حضرت معاملہ ان کا طے ہوا ہے، جو بازار کی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہے، اب سزا کے لیے میرا انتخاب کیوں؟‘‘

ان کے لہجے میں اس قدر خلوص تھا کہ میں اندر ہی اندر ہار گیا بولے:

’’آپ نہ لیں گے تو فریقین آپس میں الجھیں گے... علم بدنام ہوگا، دین داروں کا مذاق بنے گا.. میں نے اتنا لمبا سفر اسی لیے کیا.. اور سنیے! آپ کی طرف سے میں ہاں بھی کر چکا ہوں، اب بولیے۔؟‘‘

میں نے قہقہہ بلند کیا اور کہا:’’جو مزاج یار میں آئے، مجھے منظور ہے۔‘‘اور مسودہ ان کے ہاتھ سے لے لیا....

---

* مدیر مکتبہ قدوسیہ، لاہور

بس میں حیران ہو رہا تھا، زبیر صاحب نے اس بات کے لیے کہ دین داروں کا مذاق نہ بنے، کتنا لمبا سفر کیا اور ان کو مجھ پر کیونکر ایسا اعتماد تھا کہ گھر سے ہی میری طرف سے اقرار بھی کر کے چلے آئے۔ بس اسی کے بعد ان سے محبت کا رشتہ شروع ہوا جو دمِ آخر تک قائم رہا۔

ایک صدی پرانا قصہ ہے کہ افغانستان سے ایک خاندان ہجرت کر کے اٹک کی نواحی بستی حضرو کے ایک گاؤں ''پیرداد'' میں آ کر آباد ہوا۔ ''پیرداد'' جس کو تب گاؤں بھی نہیں کہا جا سکتا تھا، محض چند گھرانوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا ڈیرہ تھا اور اس میں یہ خاندان آن بسا۔ اسی خاندان کے ایک صاحب حاجی مجدد خاں کے ہاں ۲۵ جون ۱۹۵۹ء کو ہمارے یہ ممدوح حافظ زبیر علی زئی پیدا ہوئے اور محض ستاون برس کی عمر میں اس حیات ناپائیدار کا سفر مکمل کر کے ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء کو واپس ہو لیے۔ اپنی زندگی کے آخری بیس بائیس سال آپ نے علمی طور پر بھرپور زندگی گزاری۔ آپ کا امتیاز تھا کہ آپ نے اپنی محنت اور مسلسل تحقیق سے عام لوگوں میں بھی درست اور نادرست کی طلب اور جستجو پیدا کر دی۔

حضرو شہر اب بہت پھیل چکا ہے اور پیرداد کو اپنے دامن میں سمیٹ چکا ہے۔ اس پیرداد میں آپ کے والد کی کپڑے کی دکان تھی، جب کہ کاروبار کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب مذہبی سیاست میں بھی حصہ لیتے۔ حاجی مجدد خان کا تنظیمی تعلق جماعت اسلامی سے تھا اور حافظ زبیر علی زئی کا تمام علاقہ و خاندان مسلکاً حنفی المشرب تھا۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ کب اور کس طرح آپ تقلیدی جمود سے نکل کر عمل بالحدیث کی وادی ذی شان میں داخل ہوئے، لیکن یہ خبر ہے کہ اس راہ عشق میں جو جو کٹھن مقام آتے ہیں وہ سب آپ کو طے کرنے پڑے۔ مقامی علمائے کرام سے تحصیل علم کے بعد جب آپ نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا تو آپ کے وہی اساتذہ کرام آپ کے شدید مخالف اور ناقد ہو گئے جو کبھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور پھر ع

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے وہ گزری
تنہا پس زنداں، کبھی رسوا سر بازار

قصہ مختصر آپ کو خاصے مشکل حالات سے گزرنا پڑا اور وہ مشکلیں تب سوا ہو گئیں جب ایک روز والد مکرم بھی ناراض ہو گئے۔

ہوا کچھ یوں کہ والد کو جماعت اسلامی نے ملکی انتخابات میں بطور امیدوار کھڑا کر دیا۔ لامحالہ والد کی خواہش تھی اور تقاضا بھی کہ آپ ان کی انتخابی مہم کا حصہ بنتے۔ سو انہوں نے آپ کو حکم دیا کہ آپ انتخابی مہم کی نگرانی کریں۔ شیخ زبیر علی زئی نے تمام تر احترام کے ساتھ جواب دے دیا کہ ''میں اس کام کو جائز نہیں سمجھتا تو کیونکر اس کا حصہ بنوں گا۔''

اس وقت تو والد چپ رہے، لیکن الیکشن کے نتائج آنے پر سارا غصہ زبیر صاحب پر ہی نکل گیا۔ حاجی صاحب جماعت اسلامی کے ''معمول'' کے مطابق انتخابات ہار چکے تھے اور آپ تو جانتے ہیں انتخاب ہارنے والا امیدوار سب سے خطرناک اپنے گھر والوں کے لیے ہوتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے جماعت اسلامی کے دوست جب کہیں سے ہزیمت اٹھا کے واپس پلٹتے ہیں تو ان کا غصہ بھی سلفیوں پر نکلتا ہے۔ حاجی صاحب نے بھی اپنا غصہ ہمارے نئے نئے سلفی محقق پر نکال دیا اور شیخ زبیر علی زئی کو گھر چھوڑنا پڑا۔ جی ہاں! حاجی صاحب نے آپ کو ''گھر بدر'' کر دیا۔ آسمان جیسے سر پر آن

پڑا ہو، لیکن یہ مشکل دن ہم سب اور آپ کے لیے اچھے ثابت ہوئے اور ہمارے شیخ لاہور چلے آئے۔ ہمارے ایک دوست اسلام آباد میں ہوتے ہیں اور ایک اخبار چلاتے ہیں، میرے ہم نام ابوبکر صدیق۔ وہ شیخ زبیر کو لے کر دارالسلام چلے آئے اور یوں ایک بڑے شہر میں، کہ جو صدیوں سے علم وادب کا گہوارہ تھا، آپ کے زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔

ادھر پیچھے جب حاجی صاحب کا غمِ الیکشن کچھ کم ہوا تو شفقت پدری نے آن ستایا اور بیٹے کی یاد آنے لگی۔ اب بیٹے کو گھر سے خود نکالا تھا اور پٹھان کی غیرت واپس کیسے بلاتی۔ لیکن بیٹا تو بیٹا ہوتا ہے۔ ہمارے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ نے ایک بار کہا تھا:

''بیٹے کی محبت باپ سے پوچھو یا اس سے کہ جس کو دے کر واپس لے لیا ہو۔''

واقعی بیٹے سے باپ کی محبت بہت عجیب ہوتی ہے۔ بلاشبہ ماں کی محبت کی مثالیں دی جاتی ہیں، لیکن باپ کی محبت میں عجیب سورج جیسی تپش ہوتی ہے کہ یہ محبت زندگی میں آ کر ہر شے روشن کر دیتی ہے اس کے بنا زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ماں کی محبت کو چاندنی کی نرم روشنی سے تشبیہ دے سکتے ہیں، لیکن باپ کی محبت کو میں نے سورج کی مثال اس لیے دی کہ زندگی کی نمو اس سے ہے۔ جب کبھی بیٹے دور ہو جاتے ہیں یا رخصت تو ایسے ہی ہوتا جیسے اس زندگی دیتے سورج کو گرہن لگ گیا ہو۔ حاجی مجدد خان بھی بیمار ہو گئے، بیٹے کی جدائی نے بستر پر ڈال دیا۔

حافظ زبیر علی زئی کو خبر ہوئی تو بھاگے ہوئے واپس گئے۔ ناراض والد سب ناراضیاں بھول چکے تھے۔ بستر پر بیمار لیٹے تھے، لیکن یوسف کی قمیص کا آنا ماحول کو بدل دیتا ہے آنکھوں میں بینائی آ جاتی ہے، یہاں تو بیٹا خود آ گیا تھا۔ اٹھ بیٹھے، بیماری رخصت ہوئی۔ بیٹے کو گلے لگایا اور حکم دیا کہ اب کہیں نہیں جانا لیکن حافظ زبیر علی زئی دارالسلام کے ساتھ ساتھ معاہدہ کر چکے تھے اور بہت سے علمی کام شروع تھے۔ انہوں نے والد سے لاہور میں رہنے کی اجازت طلب کی جو بادل نخواستہ انہوں نے دے دی۔

اس کے بعد آپ سال بھر سے کچھ زیادہ لاہور میں رہے اور کچھ عرصے بعد باقاعدہ ملازمت ترک کر کے درالسلام سے رخصت ہوئے، البتہ انہوں نے دارالسلام کے ساتھ ایک معاہدے کے تحت کام جاری رکھا اور یوں آپ کی تحقیق کے ساتھ دارالسلام کی بہت سی کتب شائع ہوئیں۔

حافظ زبیر علی زئی دارالسلام سے منسلک ہو گئے۔ اب ان کا مکتبہ قدوسیہ آنا جانا بھی خاصا بڑھ گیا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے آتے اور بیٹھ جاتے۔ ظاہر ہے مکتبے پر کتابوں کی باتیں ہی ہوتیں یا اہل علم کے تذکرے ہوتے، لیکن ہمارے مزاج کے سبب محفل خشک نہ رہتی۔ خشک مزاج تو وہ بھی نہ تھے، لیکن نسبتاً سنجیدہ ضرور تھے۔ بہت زیادہ مذاق پسند نہ کرتے، جبکہ ہماری محفل اس کے برعکس رہتی۔ سوان کے آنے کا ہم اتنا احترام ضرور کرتے کہ اس پر مزاح مجلس کو کچھ سنجیدہ کر لیتے، لیکن ایسا بالکل نہ تھا کہ اب بالکل ہی خشک ماحول ہو جاتا۔ آخر انھیں بھی ہمارے مزاج کے آگے ہتھیار ڈالنا پڑتے۔

یہاں ایک دلچسپ واقعہ یاد آ رہا ہے جو اسی مجلّے میں آپ عمر فاروق قدوسی کے مضمون میں تفصیل سے پڑھ سکیں

گے کہ کس طرح وہ رات کو ہمارے گھر ٹھہرے اور ساتھ میں مولانا محمد حسین ظاہری بھی تھے، مجلس اپنے رنگ پر تھی۔ ظاہری صاحب ہمارے مزاج آشنا اور ہم ان کے۔ حافظ زبیر علی زئی پریشان ہوئے اور صبح بتائے بغیر نکل لیے۔ بعد میں انہیں احساس ہوا کہ کچھ غلط ہوگیا، لیکن اس کے بعد یہ ضرور ہے کہ انھیں اندازہ ہوگیا کہ ہماری مجلس میں ضرورت سے زیادہ سنجیدگی ایک ممنوعہ شے ہے اور پھر آپ بھی اس رنگ میں رنگ گئے اب وہ مکتبہ قدوسیہ آتے اور کھل کر ہنستے بولتے۔

ایک روز مکتبہ قدوسیہ تشریف لائے۔ کچھ دیر نشست ہوئی، پھر میں ان کو لے کر اپنے دفتر کی طرف چل پڑا۔ میں ان کے ساتھ ساتھ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا اور بولے جا رہا تھا۔ وہ تھے کہ ہمیشہ کی مسکان لبوں پر لیے میری باتوں کا جواب دے رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا: مکتبہ قدوسیہ نے اردو زبان میں پہلی بار تفسیر ابن کثیر کمپیوٹر کی کمپوزنگ کے ساتھ شائع کی تھی۔ اب یہ جی چاہ رہا ہے کہ اس تفسیر کو ازسرِنو اس طرح شائع کیا جائے کہ اس میں تحقیق اور تخریج بھی شامل کردی جائے۔

حافظ زبیر علی زئی اس کی تائید کر رہے تھے، لیکن اس حوصلہ افزائی کے ساتھ انہوں نے کمال مہربانی یہ فرمائی کہ اپنے ساتھ آنے والے نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''ان کو جانتے ہیں؟ یہ نصیر احمد کاشف ہیں اور آپ کے کام کے بندے ہیں۔''

میری نگاہوں میں سوال دیکھ کر بولے کہ

''نصیر احمد کاشف نے آپ کے طبع شدہ نسخے پر بہت کام کر رکھا ہے۔''

میں نے نصیر احمد کاشف سے کام کی تفصیل پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ''تفسیر ابن کثیر میں تفسیر کے دوران میں امام ابن کثیر جہاں بھی کوئی قرآنی آیت ذکر کرتے ہیں، میں نے اس کا حوالہ لکھ دیا ہے اور یوں قرآنی آیات کی مکمل تخریج ہوچکی ہے۔''

یقیناً یہ ایک اچھا آغاز اور ایک اچھا شگون تھا۔ میں نصیر احمد کاشف کے سر ہوگیا۔ ان کی رہائش راول پنڈی میں تھی۔ میرا اصرار تھا کہ ابھی سفر کو نکل جائیں اور تفسیر ابن کثیر کا وہ نسخہ لے کر آئیں۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تائید اور میرے اصرار کے سبب وہ راولپنڈی کو روانہ ہوگئے اور شاید اگلے روز ہی تفسیر ابن کثیر کا اپنا نسخہ لے کر آ گئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب اردو دان حلقے میں تخریج و تحقیق کے کام کا ابھی مطالبہ کم ہی تھا، بلکہ ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ شاید تفسیر ابن کثیر کے عربی نسخوں میں بھی تخریج و تحقیق کا کام شاید نہیں آیا تھا۔ صرف ایک نسخہ جو غالباً ترکی سے شائع ہوا تھا اس میں قرآنی آیات کی تخریج کا کچھ اہتمام تھا۔ میں نے وہ حاصل کیا، لیکن برادر نصیر احمد کاشف کا کام زیادہ بہتر اور جامع تھا۔

اب میں شیخ زبیر علی زئی کے سر ہولیا کہ نصیر احمد کاشف سے کہیں کہ مجھے تفسیر میں موجود احادیث کی تخریج بھی کر کے دیں۔ یہ نسبتاً مشکل بلکہ خاصا مشکل کام تھا، لیکن شیخ زبیر علی زئی کی دلچسپی سے یہ کام ممکن ہوگیا۔ انہوں نے نصیر احمد کاشف کو یہ کام کرنے کا کہا اور یوں یہ تحقیق و تخریج شروع ہوگئی۔

یہ تمام کام ہم نے عربی نسخے پر کیا اور بعد میں اس کو اردو ترجے پر منتقل کروالیا۔ مقصد یہ تھا کہ عربی نسخہ بھی بعد

ازاں شائع کیا جائے۔ محنت شاقہ کے بعد تفسیر ابن کثیر کی تخریج مکمل ہو چکی تھی۔ اگلے مرحلے میں، مَیں نے محترم شیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ سے درخواست کی کہ آپ اپنی نگرانی میں ان تخریج شدہ احادیث پر حکم لگوادیں، یعنی صحیح اور ضعیف کی نشاندہی کروادی جائے۔ انہوں نے برادر عزیز مبشر حسین لاہوری کے ذمے یہ کام لگا دیا اور اپنی نگرانی میں اپنے ادارے میں یہ کام مکمل کروایا۔

یہ کام بظاہر بہت آسان لگتا ہے، لیکن ایسا آسان نہیں تھا، مشکل ترین کام خشت اول کا رکھنا ہی ہوتا ہے۔ اس کے لیے مضبوط ارادہ مطلوبہ وسائل اور ہمت مردانہ چاہیے ہوتی ہے۔

اب تو اس طرح کے کام بہت آسان ہوگئے ہیں۔ کمپیوٹر اور مکتبہ شاملہ کی مدد شامل حال رہتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بہت سی کتب جواب عربی میں تخریج اور تحقیق کے ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ بس ان کو نقل کرنا اور اردو قالب میں ڈھالنا ہوتا ہے جو ظاہر ہے بہت آسان کام ہے اور اس میں دماغ سوزی ہوتی ہے اور نہ بہت زیادہ محنت۔

تفسیر ابن کثیر میں بیشتر احادیث کے معاملے میں شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق پر اکتفا کیا گیا، البتہ مسند احمد بن حنبل پر شیخ البانی رحمہ اللہ کا کام موجود نہ تھا تو الشیخ شعیب ارناؤط کے کام کو پیش نگاہ رکھا گیا، لیکن بعض روایات ایسی تھیں کہ جن میں ان بزرگوں کے کام پر نظر ثانی کی ضرورت تھی۔ اس لیے ہم نے پھر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے رابطہ کیا۔

ان کی پیار بھری مسکراہٹ ان کے مزاج کا حصہ بن چکی تھی۔ کم از کم میرے لیے تو ان کا معاملہ ہمیشہ بڑے بھائی والا رہا۔ شفقتوں کا سلسلہ، محبتوں کی نرم نرم رم جھم پھوار مجھے ہمیشہ سیراب کرتی رہی۔ سو اس بار بھی ایسا ہی تھا۔ انہوں نے اس کام میں مکمل تعاون کیا۔ جن جن احادیث پر ہمیں ان کی رائے اور تحقیق کی ضرورت تھی انہوں نے وہ کام کر دیا۔ سو کسی بھی زبان میں تفسیر ابن کثیر کا تحقیق و تخریج کے ساتھ پہلا نسخہ تیار تھا۔

اصل میں کچھ معاملے بندے کے مقدر میں ہوتے ہیں، ان کا ہونا طے ہو چکا ہوتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ کب اور کیسے ہونا ہے۔ مکتبہ قدوسیہ سے نکل کے ساتھ والی عمارت کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے میں مسلسل باتیں کر رہا تھا۔ میرا ان سے عجیب سا رشتہ تھا کہ لفظوں میں لکھنا ایسا آسان نہیں ہے، اور نہیں معلوم کب یہ رشتہ طے ہوا، کب اسے محبت کی کھیتی ملی، بلند ہو گیا، لیکن کچھ ایسا ضرور تھا کہ جو ہٹ کے تھا۔ وہ جب میرے پاس آتے تو میں بولتا ہی چلا جاتا بہت سی باتیں ہوتیں اور کہے جاتا اور وہ بیشتر وقت مسکراتے اور میری باتوں پر ہنستے رہتے۔ خیر مسکراہٹ تو ان کی ذات کا حصہ تھی۔ ممکن ہے کہ کوئی اس بات کو مبالغے پر محمول کرے کیوں کہ ان کا ظاہری تاثر بہت سنجیدہ اور شاید تھوڑا تھوڑا غصے والے آدمی کا رہا ہوگا۔ ہوگا...... ایسا ہوگا لوگوں کی نظر میں، ہم نے تو انھیں بہت مہربان، مسکرانے والا پایا۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندے کا عمومی تاثر اس کی ذات سے مختلف ہوتا ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی ذات کا تاثر ان کے رعب کے سبب اور دبدبے کی وجہ سے ایسا ہی تھا کہ جیسے بہت غصے والے ہوں گے، لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ مزاج کے اتنے ہی نرم بہت محبت کرنے

والے، اپنے کارکنان کے لیے بے انتہا شفقت اپنے دل میں رکھے ہوئے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا معاملہ بھی یہی تھا۔اصل میں ہوتا یہ ہے کہ انسان اپنے عقائد کے دفاع کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ ہوتا ہے۔ باطل بات اور غلط دلیل کو برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی یہ مستعدی بسا اوقات تاثر چھوڑ دیتی ہے کہ شاید مزاج میں تلخی ہوگی حالانکہ:

''یہ بندہ دوعالم سے خفا تیرے لیے ہے۔''

ویسے حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ مزاج کی تلخی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کے دین کی غیرت ہوتی ہے اور حافظ زبیر علی زئی میں یہ غیرت بہت زیادہ تھی۔ جب علم، فہم اور شعور حاصل ہوجاتا ہے تب یہ غیرت مزید بڑھ جاتی ہے۔ لیکن جب وہ علم کی وادیوں کے شناور نہ بنے تھے تب بھی ان کا معاملہ ایسا ہی تھا۔ان کے علاقے حضرو اور اٹک کے بہت سے لوگ بحری جہازوں پر ملازمت کو جاتے تھے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک علاقے کے لوگ کوئی ذریعہ معاش اختیار کرتے ہیں تو ''دیکھا دیکھی''اس علاقے کے دیگر لوگ بھی اس راہ پر چل پڑتے ہیں۔

ابتدائی جوانی میں حافظ زبیر علی زئی تلاش معاش کے لیے اس راہ نکل گئے اور ایک بحری جہاز پر ملازم ہوگئے۔اس طرح کی ملازمت کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بندے کو دنیا دیکھنے کا موقع مل جاتا اور دیگر تہذیبوں سے بھی آشنائی ہوتی ہے۔انسان کے معاشرتی علم میں اضافہ اور شعور کی نگاہ میں وسعت آتی ہے۔ان سفروں میں ہمارے محترم شیخ نے یونانی زبان بھی سیکھ لی۔ان کی ذہانت کے سبب یہ بات تو سمجھ آتی ہے کہ انہوں نے یہ زبان بہت کم مدت میں سیکھی ہوگی۔

ایک روز جہاز کے عرشے پر بیٹھے تھے کہ کسی اطالوی ملاح نے اپنی زبان میں خدا کو برا کہا۔ حافظ زبیر علی زئی کا موقف تھا کہ اللہ کہا جائے، گاڈ (God) یا خدا۔ جب مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو تکریم بھی ہر لفظ کے ساتھ کرنا ہوگی۔ آپ کی غیرت اللہ تعالیٰ سے متعلق یونانی زبان میں بھی توہین برداشت نہ کرسکی اور آپ اس ملاح سے الجھ پڑے۔ بات زبانی تکرار سے نکل کر دو بدو لڑائی تک جا پہنچی۔ اس دوران میں جہاز کے کپتان کو خبر ہوئی تو وہ بھاگا اور آ کر اس لڑائی کو ختم کروایا۔اس واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ابتداء سے ہی بہت دینی غیرت کے حامل تھے۔ سو یہی غیرت حصول تعلیم کے بعد بھی آپ کے شامل حال رہی۔ غیرت کے اس مظاہرے کو عموماً لوگ مزاج کی تلخی پر محمول کرتے ہیں جو کہ درست نہیں ؏

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا ''میرے'' لیے ہے

مزاج کہاں کا تلخ تھا ذاتی زندگی میں انتہائی بااخلاق آدمی تھے۔کوئی مہمان آتا یا سوال کرنے والا تو اس سے انتہائی عزت سے پیش آتے۔ حافظ ندیم ظہیر نے یہ واقعہ بیان کیا کہ معروف دیوبندی عالم حبیب اللہ ڈیروی ان کی لائبریری کو دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔ حبیب اللہ ڈیروی مولانا سرفراز صفدر کے شاگرد تھے اور اہل حدیث کے باب میں ان کے ہاں خاصی سختی پائی جاتی تھی۔ ان کی آمد کی خبر ملتے ہی حافظ زبیر علی زئی ان کے استقبال کو نکلے۔ بہت اچھے طریقے سے پیش آئے۔ مہمان کا جو اکرام ہوتا ہے اس کا مکمل اہتمام کیا اور اپنی لائبریری کے دروازے کھول دیے۔ باہم گفت وشنید ہوئی۔ حبیب اللہ ڈیروی بتانے لگے کہ وہ حافظ زبیر علی زئی کی کتاب ''نور العینین'' کا جواب لکھ رہے

ہیں۔اس پر حافظ زبیر علی زئی نے ان سے کہا: جواب لکھنے میں ان کی اس کتاب کا تازہ نسخہ پیشِ نگاہ رکھا جائے۔کیونکہ انہوں نے اپنی بعض تحقیقات سے رجوع کیا ہے مگر یہ دلچسپ بات ہے کہ جب ڈیروی صاحب نے جواب لکھا تو حافظ زبیر صاحب کی اس بات کا احترام نہ کیا، حالانکہ یہ حافظ زبیر علی زئی کا حق تھا اور علمی دیانت کا تقاضا بھی۔

اصل میں لوگ رواداری کا غلط مفہوم لیتے ہیں اور جو اس خود ساختہ معیار پر پورا نہ اترے اس پر عدم رواداری کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔تسلیم! کہ حافظ زبیر علی زئی اپنی تحریر اور تقریر میں اس درجہ نرمی کا مظاہرہ نہ کر سکے جس کی لوگ ان سے توقع کرتے تھے، لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ انہوں نے دوسرے مسالک کے بزرگوں پر تنقید میں ان پر بے جا الزامات عائد کیے ہوں یا ان کے بارے میں بدزبانی کی ہو؟؟ حافظ زبیر علی زئی کی تنقید بلاشبہ سخت ہوتی تھی، لیکن کبھی اخلاق کی حدود و قیود سے باہر نہ ہوتی تھی۔

ویسے بھی وہ میدان مناظرہ کے آدمی تھے اور مناظر ایک حد سے زیادہ نرمی پر اتر آئے تو کم از کم مناظرہ کبھی نہیں جیت سکتا۔ ذاتی زندگی میں وہ اپنے ہم مسلک افراد، شاگردوں اور غیر مسلک کے عوام وخواص کے لیے انتہائی بااخلاق آدمی تھے۔

اپنے شاگردوں سے ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے کھانے اور ذاتی ضروریات تک کا خیال رکھتے۔اگر کبھی ان کے ادارے میں کھانا بننے میں تاخیر ہو جاتی تو گھر کو بھاگے جاتے اور گھر میں جو کھانا موجود ہوتا لے کر آجاتے اور سب کے سامنے رکھ کر انہیں کھانے کی دعوت دیتے۔ طوالتِ مضمون کا خوف ہے، لیکن مختصراً اس سے متعلقہ کچھ باتیں عرض کرتا ہوں۔

حافظ زبیر علی زئی کا یہ عمل شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے عین نقش قدم پہ رکھا ہوا قدم تھا کہ حضرت میاں صاحب مدرسے کے طالب علموں کے لیے خود گھر سے کھانا اٹھائے چلے آرہے ہوتے اور انھیں اس بات کی کوئی پروا نہ ہوتی کہ ان کا منصب اس سے بلند تر ہے۔ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی زندگی کے آخری برس علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے نماز عید میں قربانی کی کھالیں اکٹھی کرنے کا اعلان کیا، چونکہ اس کے لیے کوئی باضابطہ پلاننگ نہیں کی گئی تھی تو کھڑے کھڑے انہوں نے پوچھا کہ مرکز لارنس روڈ پر آج عید کے دن کون اس کام کے لیے بیٹھے گا۔اب عید کا دن اور لڑکپن کی عمر، لیکن میں نے اور دو دوستوں نے عرض کی: ''علامہ صاحب ہم بیٹھیں گے۔'' ہم کھالیں جمع کرنے کے لیے ادھر جا کر بیٹھ گئے۔آج اس واقعے کو بتیس برس گزر گئے تب عید کے دن لارنس روڈ سنسان پڑا تھا۔ اس کے پاس کوئی ہوٹل تک نہ تھا اور بھوک کے مارے برا حال۔ابھی ہم سوچ رہے تھے کہ اس کا کیا علاج کیا جائے کہ علامہ صاحب اپنی گاڑی میں کھانے کا برتن لیے مسکراتے ہوئے اترے۔خود گاڑی چلا کر آئے، اترے تو ہاتھ میں کھانا پکڑا ہوا...... یہ ہوتے ہیں دلوں کے سوداگر۔

میری آنکھوں میں تب بھی پانی تھا اور آج لکھتے ہوئے بھی آنکھوں میں قوس قزح کے رنگ بکھر بکھر جا رہے ہیں اور اپنے کھانے کا قصہ سناتے ہوئے حافظ ندیم ظہیر کی بھیگی بھیگی آنکھیں مجھے نظر آرہی تھیں کہ جب شیخ زبیر علی زئی ان کے لیے کھانے اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔

شاگردوں کے لیے شیخ زبیر علی زئی بہت نرم گوشہ رکھتے، نہایت محبت سے پیش آتے ان کی ضروریات کا دھیان رکھتے، ان کی خوشی، غمی میں شریک ہوتے۔ دکھ درد بانٹتے، علمی اختلاف کو حوصلے کے ساتھ برداشت کرتے۔ ایک بار حافظ ندیم ظہیر کے ساتھ ایصال ثواب کے مسئلے پر بحث ہوگئی۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ایک قول کا حوالہ دے کر شیخ زبیر علی زئی نے ایصال ثواب کی اس بیان کردہ صورت کو جائز قرار دے دیا۔ حافظ ندیم ظہیر نے آپ سے اختلاف کیا۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک پروگرام میں جانا ہوا۔ حافظ ندیم ظہیر ساتھ تھے۔ شیخ زبیر علی زئی کسی جگہ بھی جاتے تو لوگ ان کے گرد اکٹھے ہوجاتے یا درس ہوتا تو بعد از درس سوال جواب کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ اب اتفاق دیکھئے کہ ایک سوال ایصال ثواب کے بارے میں آ گیا تو آپ نے اپنا موقف بیان کردیا۔ دیکھا جائے تو یہ کافی تھا لیکن آپ نے اپنے شاگرد کی عزت افزائی کی، اس کو اہمیت دی اور جواب کے آخر میں کہا:

''بھائی! میرا تو یہ موقف ہے، لیکن حافظ ندیم ظہیر اس سے اختلاف کرتے ہیں اور یہ اس صورت کو جائز نہیں سمجھتے۔''

شاگرد کے ذکر سے یاد آیا کہ جب شروع شروع میں وہ مکتبہ قدوسیہ آتے تو بارہا ان کے منہ سے ایک جملہ سنا: ''فلاں نے فلاں کو پھکی دی'' شروع شروع میں تو مجھے یہ بات سمجھ نہ آئی۔ ایک روز ایک مشترکہ دوست سے یا شاید ان سے بھی پوچھا کہ آخر یہ پھکی کیا ہوتی ہے؟ جو آپ ہر وقت کھلاتے رہتے ہیں۔ وضاحت پر لطف تھی، یعنی فلاں بندہ کسی سبب شرمندہ ہوا، لیکن دلچسپ قصہ اس روز ہوا کہ کسی واقعے کے سبب نصیر احمد کاشف نے کچھ شوخ ہوکر کہہ دیا کہ

''شیخ صاحب یہ تو پھر آپ کے لیے پھکی ہوگئی''

بندے کا مزاج ہمیشہ یکساں نہیں رہتا اور نہ تحمل ہر وقت ایک سا۔ حافظ زبیر علی زئی اس روز ناراض ہوگئے اور بہت دن تک کیفیت یہ رہی کہ نصیر احمد سے بس کام کی بات کرتے اور قدرے گھٹے گھٹے رہتے۔ ایک روز ایک درخت کے نیچے چارپائی ڈالے آرام کر رہے تھے، پاس بہت سے شاگرد موجود۔ آپ موت کی باتیں کرنے لگے۔ نصیر احمد کاشف نے پاس سے کہا:

''شیخ صاحب ہماری تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری عمر بھی آپ کو لگا دے۔''

بس دل کا موسم بدل گیا، چارپائی سے اٹھے اور نصیر احمد کو گلے سے لگالیا۔

حافظ زبیر علی زئی اپنے شاگردوں کی ضروریات کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ اگر وہ چھٹی پر گھر جاتے تو جاتے وقت ان کی جیب میں پیسے ڈال دیتے کہ خرچ کے لیے رکھ لینا۔ حافظ ندیم ظہیر کی والدہ بیمار ہوئیں تو حضرو سے اسلام آباد ہسپتال میں تیمارداری کے لیے آ گئے اور چلتے وقت ان کی جیب میں پانچ ہزار روپے ڈال دیے کہ ہسپتال میں بہت خرچ ہوتا ہے۔ ایک ہفتے بعد ہی حافظ ندیم ظہیر کی والدہ کی وفات ہوگئی تو دوبارہ دوسرے شاگردوں سے گاڑی بھر کے جنازے کے لیے گوجرانوالہ آئے۔

مجھے نابینا محدث وزیر آبادی شیخ پنجاب مولانا عبدالمنان وزیر آبادی یاد آ گئے کہ نابینا تھے اور دلی میں حبش خان کے پھاٹک میں قائم مدرسے میں جا کر میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کے ہاں داخل ہوگئے۔ ایک روز بارش تھی اور بیت الخلاء جانا تھا۔ نابینا طالب علم برستی برسات میں دیواروں کو ٹٹولتا اور راستہ

کھوجتا بیت الخلاء کو چلا۔ نابینا ہیں اور بارش بھی لیکن یہی دو مصیبتیں تو نہ تھیں کہ سدِراہ ہوتیں۔ آگے ایک بیل بھی راہ روکے بیٹھا تھا۔عبدالمنان پریشان کھڑے ہیں کہ اتنے میں ایک مہربان ہاتھ آگے بڑھااور تھام لیا۔دل میں کلمۂ شکر کہہ کر بیت الخلاء کو چل دیے۔راہبر تب تک باہر کھڑا رہا جب تک فارغ نہ ہولیے۔واپسی پر وہی مہربان ہاتھ تھااور سہولت سے حافظ عبد المنان اپنے بستر آن پہنچے۔ ساتھی نے پوچھا: ''عبدالمنان! جانتے ہو یہ مہربان ہاتھ کس کا تھا؟''

''میں کیا جانوں؟ عبدالمنان نے سادگی سے جواب دیا۔

''عبد المنان یہ شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی تھے۔ جو آپ کو بیت الخلاء تک لے کر گئے اور واپس چھوڑنے آئے۔مہربان اور شفیق استاد بھلا باپ سے کم ہوتے ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی سے جو برسوں پہلے ملاقات ہوئی تھی اس نے ہمارے مابین ایک گہرا اور دلی تعلق قائم کردیا۔وہ ہم سے محبت کرتے اور ہم ان کا احترام کرتے۔ان کی محبت کا ایک سبب تو ان کی ہمارے والدِ محترم سے محبت تھی جس کا وہ کھلا اظہار کرتے اور دوسرا سبب شاید وہ واقعہ جو آپ اس مضمون کے شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ ان کا خیال تھا کہ میں نے کتاب کے ترجمے کے جھگڑے میں ان کی بہت عزت کی تھی جب وہ قضیّہ لے کر میرے پاس آئے تھے۔

بہت زیادہ محبت میں بھی کبھی ایسے موڑ آجاتے ہیں کہ راستہ کٹھن اور پُرصعوبت ہوجاتا ہے۔ ایک روز مجلّہ ''الحدیث'' ملا تو اس میں ان کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا۔اس کو پڑھ کر مجھے بہت غصہ آیا۔اعلان کا مفہوم کچھ اس طرح تھا کہ ان کی طرف سے صرف وہی کتب معتبر ہیں جسے مکتبہ الحدیث حضرو شائع کرے گا یا مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے شائع کی جائیں گی یا یہ کہ صرف وہ کتب جن کے آخر میں ان کے دستخط ثبت ہوں گے۔بات صرف یہاں تک رہ جاتی تو گوارا تھی،لیکن اس اعلان کے بعد کچھ کتب کی فہرست بھی دی گئی تھی جس میں مکتبہ قدوسیہ کی دو کتابیں بھی شامل تھیں۔ ایک تفسیر ابن کثیر اور دوسری ''عبادات میں بدعات''۔ اعلان پڑھ کر مجھے بہت غصہ آیا۔غصے میں زیادہ تاثر افسوس کا تھا کہ لوگ کیا جانیں گے کہ میں نے حافظ زبیر علی زئی کا نام غلط طور پر شامل کرلیا تھا!! یعنی مجھے کاروباری معاملے کی ایسی پروا نہ تھی،لیکن اپنی ساکھ کی بہت پروا تھی۔ممکن تھا غصے میں ان کو فون کرتا مگر ناراضی کے سبب رک گیا۔

محبت کے رشتوں میں ناراضی ایسی ہی ہوتی ہے کہ انسان کچھ کہہ بھی نہیں پاتا۔ بہت دن رکا رہا، پھر ایک دن بیٹھے بیٹھے دل میں غبار اٹھا تو انھیں فون ملا دیا۔ان کے اعلان کو کئی ماہ گزر چکے تھے، میں بات کرنے سے رکا رہا۔ آج جب بات کی تو میں نے ادب و احترام کے دائرے میں رہتے ہوئے سب کچھ کہہ دیا۔جو اعلان میں نے پڑھا وہ ان کے گوش گزار کیا اور اس کے بعد اپنا بھرپور احتجاج۔ممکن ہے وہ کچھ حیران بھی ہوئے کہ اتنے ماہ خاموش بیٹھا رہا اور آج ناراض ہو رہا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے ارادے کے تحت ان کو فون کیا بھی نہ تھا،بس ایک دم دل میں غبار اٹھا اور فون ملا دیا۔ میں جب سب کچھ کہہ چکا تو جواب میں ان کی آواز میں بھی شاید وہ ابدی اور ملکوتی حسن بھری مسکراہٹ اتر آئی۔ ہاں مجھے یقین ہے کہ میرے بولنے کے دوران میں وہ مسکراتے رہے ہوں گے وہ سفر میں تھے، ہنستے ہوئے کہنے لگے:

”مجھے لاہور آنے دیں۔ بیٹھ کر ساری بات بتاؤں گا کہ اس اعلان کے اسباب کیا ہوئے؟ اور ہاں آپ تفسیر ابن کثیر پر میرا نام لکھے رکھیں۔ سفر میں ہوں تفصیلی بات آ کر کروں گا، ناراض نہ ہوا کریں۔“

اک طلوع آفتاب دشت و چمن سحر سحر

یعنی عجیب بات تھی کہ میں غصے میں فون کر رہا تھا اور وہ ہنستے جا رہے تھے۔ ویسے ہے نا زیادتی کی بات کہ بندہ غصہ بھی نہیں کر سکتا۔ میرے دل میں بھی بھلا ان کے لیے کیا شکوہ رہ جانا تھا؟ بس ایسے لگا جیسے کوئی گلے لگے ہوئے ہو میرے کان میں کچھ کہہ رہا ہے۔

”آپ میری تنہائی کی دعاؤں میں نام کے ساتھ شریک ہو۔“

ہاں یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ دارالسلام لاہور میں ہوتے تھے۔ ان دنوں ان کا اردو بازار آنا جانا خاصا تھا۔

میں نہیں جانتا اس وقت ان کے دل کی کیا کیفیت تھی۔ عصر کی گھڑی تھی ہم مکتبہ قدوسیہ پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ دنیا جہان کی باتیں۔ وقت کم ہوتا اور باتیں بہت زیادہ اس روز بھی ایسا ہی تھا۔ کچھ یہ بھی تھا کہ بہت دن بعد آئے تھے۔ رخصت ہونے لگے تو میرے گلے سے لگ گئے، پھر ہولے سے کان میں بولے:

”آپ میری تنہائی کی دعاؤں میں نام کے ساتھ شریک ہو۔“

آج جب بھیگی برسات آنکھوں سے یہ لکھ رہا ہوں اور آنسوؤں کے سبب لفظ قوسِ قزاح میں ڈھل رہے ہیں تو بار بار جانے کوئی کانوں میں سرگوشیاں کر رہا ہے کہ میں اس کی دعاؤں کا شریک ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں ان کی نظر میں ایسا معتبر اور اہم کیوں کر ہو گیا تھا، لیکن مجھے جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے۔

بس کبھی کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کے دل و دماغ میں وہ پہلی باضابطہ ملاقات کوئی ایسا تاثر ضرور چھوڑ گئی تھی کہ وہ یوں شفقت کرتے تھے اور بھول بھی کیسے پاتے کہ ان کا حافظہ تھا بھی تو بہت کمال کا۔

بہر حال مجھے جو شکوہ ان سے پیدا ہوا تحقیق احوال کے بعد وہ جاتا رہا۔ اصل میں وہ مناظرے کے میدان کے آدمی تھے اور ناقدین کی ہمہ وقت ان پر نظر رہتی تھی۔ دوسری طرف تحقیق ان کا میدان تھا اور بہت بار ایسا ہوتا کہ آپ اپنی تحقیق سے رجوع کر چکے ہوتے، لیکن مخالفین ان کی پرانی تحاریر کو پیش کر کے ہنگامہ بپا کیے رکھتے حتیٰ کہ ایک کتاب بھی شائع ہوئی ”زبیر علی زئی اپنی تحریر کے آئینے میں“ حافظ زبیر علی زئی کوئی پچھلے کمرے میں چھپ کر اپنی سابقہ تحریر سے رجوع نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنے رسالے میں اس کی وضاحت کیا کرتے، لیکن مجرمانہ طور پر اس بات کو نظر انداز کیا جاتا۔ علمی دنیا میں اپنی سابقہ تحریر یا تحقیق کو ترک کرنا کسی طور پر باعثِ آزار و شرمندگی نہیں بلکہ یہ تو صاحبان علم کی عظمت کی نشانی ہے، لیکن ان کے ناقدین اس بظاہر ”تناقض“ کو ان کے خلاف بطور دلیل پیش کرتے اس پر آپ نے مجلّہ الحدیث میں مذکورہ اعلان شائع کروایا۔

حافظ زبیر علی زئی کس کمال کا حافظہ رکھتے تھے کہ آپ کو یہ بات سن کر حیرت ہوگی کہ قریب آٹھ سو صفحات کی آکسفورڈ انگریزی لغت ان کو زبانی یاد تھی۔ لغت یاد کرنا تو ایسا ضروری نہیں ہوتا، لیکن لڑکپن کے شوق ہوتے ہیں شاید

اس شوق کے سبب ہی وہ یہ کام کر گزرے۔ حافظے کی اس مضبوطی کا انہوں نے بہترین استعمال تب کیا جب وہ قرآن کریم حفظ کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ دل چاہا کہ قرآن حفظ کرلیا جائے تو قرآن پکڑا اور گھر میں گھس گئے۔ اب بس قرآن تھا اور حافظ صاحب۔ صبح و شام قرآن یاد کیا جا رہا ہے۔ یوں زبیر علی زئی اب حافظ زبیر علی زئی تھے۔ آپ حیران ہوں گے انہوں نے محض چار ماہ کی مدت میں یہ قرآن یاد کیا۔

حافظے کی مضبوطی کی ایسی مثالیں ہمیں اسلاف میں تو جا بجا ملتی ہیں، لیکن اس دورِ پرفتن میں اب کم کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ حافظے کی مضبوطی کے لیے کہا کرتے تھے کہ ''گناہ ترک کردیے جائیں۔'' ہم نے ماضی قریب میں ایسی بعض شخصیات کا مشاہدہ کیا یا ذکر سنا اور پڑھا کہ جن کے حافظے بہت کمال ہوتے ہیں۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کا محض ایک ماہ میں قرآن یاد کرنا معروف ہے۔ محدث زماں حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے حافظے کی بابت بھی محیر العقول واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ میرے والد محترم جامعہ سلفیہ سے فارغ ہو کر مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے کہنے پر جب تدریس کے لیے گوجرانوالہ آئے تب انہوں نے ایک رمضان میں بائیس پارے یاد کر کے سنائے تھے۔ یہ بات انہوں نے مجھے خود بتائی کہ میں تمام دن لگا کے پارہ یاد کرتا اور رات تراویح میں سناتا۔ بائیس پارے یاد کر کے چھوڑ دیا۔ چند برس پہلے میرے تایازاد عبدالمجید شاکر نے بھی اس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے بتایا کہ وہ ان دنوں ان کے ساتھ ہی گوجرانوالہ میں قیام پذیر تھے اور جب بائیس روز گزر گئے تو کہنے لگے: ''میں بہت تھک گیا ہوں۔''

میرے والد محترم اسماء الرجال اور حدیث کی تحقیق و تخریج میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ انتہائی متقی انسان تھے، بلکہ ان کے نام کے ساتھ قدوسی کے لاحقے کا سبب بھی یہی بنا کہ میاں محمد باقر رحمہ اللہ کے مدرسے میں ان کے استاد محترم مولانا محمد یعقوب ان کی نیکی اور تقویٰ کے سبب انھیں محبت سے قدوسی کہا کرتے تھے جسے آپ نے بعد ازاں اپنے نام کا حصہ بنالیا۔ ہمیں یہ لفظ ''قدوسی'' وراثت میں مل گیا اور بنا کوئی نیک عمل اب ہم بھی ''قدوسی'' ہیں۔ والد محترم کی شہادت کے بعد ایک بار مولانا محمد یعقوب کی دختر محترمہ ہمارے گھر تشریف لائیں تو انہوں نے بتایا کہ مولانا قدوسی کی جوانی کا یہ عالم تھا کہ غیر محرم خواتین کو آتے دیکھ کر منہ پر رومال رکھ لیا کرتے تھے۔ اس سبب مولانا یعقوب ان کو قدوسی کہنے لگے۔

ایک روز مجلس میں ان کے منہ سے گوجرانوالہ کے ایک مولانا کے بارے میں نکل گیا کہ وہ غیر ثقہ ہیں۔ میرا قہقہہ بلند ہو گیا اور کہا:

''حضرت! آپ کے حوالے سے یہ بات روایت کی جاسکتی ہے؟''

اس پر جلدی سے بولے: ''نہیں نہیں، بالکل بھی ایسا نہیں کرنا۔'' الحمد للہ! وہ دن اور آج کا دن میری زبان سے ان مولوی صاحب کا نام اس حوالے سے نہیں نکلا۔ اس مجلس میں ہی میں نے انھیں مزید ''چھیڑتے'' ہوئے پوچھا: مولانا عبدالخالق قدوسی آپ کے نزدیک ثقات میں سے ہیں؟ اس پر اپنی مخصوص ملکوتی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بولے:

''وہ تو بہت متقی انسان تھے میری ان سے ایک ملاقات ہے اور ان کے تذکرے سنے ہیں، بہت ثقہ

آدمی تھے۔‘‘

ایک دلچسپ قصہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے حوالے سے بھی سنتے جایئے۔ بعض افراد کا خیال تھا کہ علامہ شہید کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی شاید کوئی مثبت نکتہ نظر نہ رکھتے ہوں اوران کے خیال کا سبب یہ تھا کہ علامہ رحمہ اللہ کی داڑھی چھوٹی تھی لیکن وہاں تو منظر ہی الگ تھا کہ

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
سب ہی اس کی زلف کے اسیر ہوئے

ایک روز حافظ زبیر علی زئی کلاس میں پڑھا رہے تھے کہ ایک طالب علم نے، کہ جو علامہ رحمہ اللہ کا کچھ ناقد تھا، سوال پوچھا:

’’آپ کا علامہ احسان الٰہی ظہیر کے بارے میں کیا خیال ہے؟‘‘

اس طالب علم کا خیال تھا کہ حافظ صاحب علامہ صاحب کے بارے میں کوئی منفی بات کریں گے اور مقصود اس کا اس سوال سے کلاس میں موجود دوسرے ساتھی حافظ ندیم ظہیر کو زچ کرنا تھا۔ حافظ ندیم ظہیر علامہ سے بہت محبت کرتے تھے اور جن کو علامہ سے محبت ہوتی ہے ان کا یہ مسئلہ بہرحال ہوتا ہے کہ پھر ان کا ذکر بھی کرتے رہتے ہیں اور کچھ ’’مجبورِ محض‘‘ اس بات سے بہت جلتے ہیں۔ اب حافظ زبیر علی زئی بولے: ’’علامہ رحمہ اللہ ثقہ آدمی تھے، حافظ تھے۔‘‘

اور اس کے بعد علامہ شہید کی بہت تعریف کی، اور ساتھ اپنا چشم دید واقعہ سنایا۔ حافظ زبیر علی زئی بتاتے ہیں اور ان سے حافظ ندیم ظہیر روایت کرتے ہیں:

’’امام حرم مکی شیخ عبداللہ بن سبیّل پاکستان تشریف لائے تھے اورانہوں نے جامعہ اثریہ جہلم بھی آنا تھا۔ شیخ ابن سبیّل تقریر کر رہے تھے جبکہ علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ علامہ سٹیج پر مسلسل مصروف تھے۔ کبھی کسی سے بات کر رہے تھے اور کبھی کسی سے یعنی وہ مسلسل مصروف رہے۔ شیخ کی تقریر ختم ہوئی تو سٹیج سے اعلان ہوا کہ اب علامہ احسان الٰہی ظہیر امام کعبہ کی تقریر کا ترجمہ کریں گے۔‘‘ حافظ زبیر علی زئی کہتے ہیں:

’’میں بہت حیران تھا کہ یہ کس طرح ترجمہ کر پائیں گے کہ تقریر تو یہ سن ہی نہیں رہے تھے۔ میرے لیے مگر حیرت کی بات تھی کہ علامہ رحمہ اللہ نے بغیر کوئی نکات لکھے زبانی شیخ کی تقریر کا ترجمہ کیا اور چونکہ میں نے بہت توجہ سے تقریر سنی تھی سو حیرت اس بات کی تھی کہ علامہ رحمہ اللہ نے شیخ کی تقریر کا من وعن ترجمہ کیا۔‘‘

حافظ زبیر علی زئی کی علامہ احسان الٰہی ظہیر سے محبت کا ایک اور واقعہ یہ تھا کہ آپ نے ایک بار اپنی بستی میں تبلیغی جلسہ کروایا۔ اس جلسے میں آپ نے علامہ شہید کے فرزند حافظ ابتسام الٰہی ظہیر کو مدعو کیا۔

بات حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے حافظے کی چل رہی تھی اور بہت دور نکل گئی۔ شیخ زبیر علی زئی کی ذہانت اور حافظے کے بارے میں تو کوئی دوسری رائے نہیں تھی، البتہ ایک واقعہ بہت دلچسپ ہے کہ جب آپ نے باقاعدہ درس نظامی کی سند حاصل کرنے کے لیے امتحان دینا چاہا تو مدرسے کی انتظامیہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہوا یوں کہ آپ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں آخری سال کے آخر میں شامل ہوئے۔ سالانہ امتحان کو ابھی تین ماہ باقی تھے۔ مدرسے کے منتظم تب شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ رحمہ اللہ تھے اور مولانا اپنے مزاج کے آدمی تھے۔ بہت صائب الرائے اور صاحب

الرائے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی آپ کی رائے کا احترام کرتے۔ انہوں نے آپ کو درس نظامی کے امتحان میں بٹھانے سے صاف انکار کر دیا۔ جب کہ آپ کی صلاحیتوں اور ذہانت کے پیش نظر آپ کے استاد حضرت حافظ عبد المنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ نے آپ کو امتحان میں شامل کرنے پر اصرار کیا۔ اس انکار و اصرار میں آپ کے استادانِ محترم کو کامیابی ہوئی اور مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مطالبے کو تسلیم کر لیا۔ جب امتحان کا نتیجہ آیا تو شیخ زبیر علی زئی نے اول پوزیشن حاصل کی۔

شیخ زبیر علی زئی نے اپنے استادوں کا صرف امتحانی نتیجے میں ہی مان نہیں رکھا آپ ان کا احترام بھی بہت کرتے تھے۔ افسوس استاد کے احترام کا یہ رواج یا کلچر اب کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی کا عالم یہ ہوتا تھا کہ حضرت حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کسی مسئلے میں اختلاف بھی ہوتا تو احترام سے سر جھکائے رکھتے۔ حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ بھی مسکراتے ہوئے کہتے: ''تحقیق کی بابت تو آپ زیادہ جانتے ہیں لیکن مسئلہ اس طرح ہے۔'' اس پر حافظ زبیر علی زئی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا لیتے اور اختلاف نہ کرتے۔

خود حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے استادوں کا اس طرح احترام کرتے۔ مولانا عبدالحمید ہزاروی آپ کے استاد تھے۔ اب عام لوگ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کے زیادہ چہرہ شناس تھے۔ اگر کسی مجلس میں استاد شاگرد اکٹھے ہو جاتے تو لوگ حافظ نور پوری کی طرف سوال جواب کے لیے لپکتے، لیکن حافظ صاحب کسی سوال کا جواب نہ دیتے اور اشارہ سے اپنے استاد محترم کی طرف توجہ مبذول کراتے کہ ''ان سے پوچھیے۔'' یہ بھی ایک طرح کا اکرام و احترام تھا کہ استاد کی موجودگی میں جواب نہیں دینا۔

بہت برس گزرے میں شیخ مبشر احمد ربانی کے ہمراہ شیخ الحدیث مفتی عبیداللہ خان عفیف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دنوں ہم مکتبہ قدوسیہ کے زیر اہتمام قرآن کریم کے حواشی ''توضیح القرآن'' پر کام کروانا چاہ رہے تھے۔ اس کی نظر ثانی کروانا مطلوب تھی۔ ہم دونوں مفتیِ مکرم کے پاس گئے۔ اب مفتی صاحب صرف خاندانی طور پر بلوچ نہیں ہیں، بلکہ اپنی مجلس میں گاہے اس کا عملی مظاہرہ بھی کر جاتے کہ آپ کسی بلوچ کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ اپنے فتاویٰ کے مسودے کا اس روز ان کو یاد آ گیا جو مبشر احمد ربانی صاحب کے تساہل کا شکار تھا۔ اب مفتی صاحب غصے میں آ گئے اور حسب مزاج ''چھوٹے مفتی'' یعنی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی مزاج پرسی کر دی۔ مجھے یاد ہے کہ مفتی صاحب بہت غصے میں بول رہے تھے اور مبشر احمد ربانی سر جھکائے سن رہے تھے کہ جیسے منہ میں زبان نہیں اور بدن میں دم نہیں۔

اہل علم کا اپنے اساتذہ کرام اور صاحبانِ علم کا احترام کرنا ہمیشہ سے ہی شیوہ رہا ہے۔ ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ کہ تقویٰ میں ان کی کوئی مثال نہیں اور علم کے پہاڑ ہیں۔ آپ اپنے برادر بزرگ علامہ احسان الٰہی ظہیر کی جوتیاں اٹھایا کرتے تھے۔ ایک بار علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ محترمہ سے آ کے کہا بھی کہ ''جب فضل الٰہی میری جوتیاں اٹھاتا ہے تو مجھے بہت شرم آتی ہے۔''

اور میں نے خود مرکز اہل حدیث لارنس روڈ پر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ کو بھاگ کر مولانا اسحاق بھٹی کی جوتیاں اٹھاتے دیکھا ہے، لیکن مولانا اسحاق بھٹی نے ڈاکٹر صاحب کی یہ

کوشش کامیاب نہ ہونے دی اور اپنے جوتے جلدی سے خود سنبھال لیے۔

ایک بار حافظ زبیر علی زئی سیالکوٹ مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کی ضخیم عربی شرح "انجاز الحاجه" کے نام سے لکھی ہے جو الحمدللہ! ان کی زندگی میں مکتبہ قدوسیہ نے شائع کی تھی اور بارہ جلدوں میں مکمل ہوئی۔ حافظ زبیر علی زئی کا قد نسبتاً چھوٹا تھا جبکہ مولانا محمد علی جانباز قدرے دراز قامت تھے تو ملاقات کے وقت حافظ زبیر علی زئی نے مولانا کا ماتھا چومنے کی کوشش کی۔ اب اپنے پنجوں کے بل پہ کھڑے ہو کر بھی ان کے ماتھے تک نہ پہنچ سکے تو اس پر مولانا نے ان کی مشکل آسان کی اور خود جھک گئے، یوں یہ ''مشکل مرحلہ'' طے ہوا۔ اس طرح جب آپ اپنے استادِ محترم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ سے ملتے تو ان کا بھی یوں ہی اکرام واحترام کرتے اور محبت سے ان کا ماتھا چومتے۔

یہ مضمون میں اوپر درج کردہ سطور تک لکھ چکا تھا کہ آج ابھی نماز مغرب کے بعد ایک دعوت پر حافظ ندیم ظہیر سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے تذکرہ کیا کہ یہ مضمون لکھ چکا ہوں اور کل آپ کے حوالے کردوں گا اور گفتگو کا رخ حافظ زبیر علی زئی کی طرف چل نکلا۔ بتانے لگے کہ حافظ زبیر علی زئی آپ دونوں بھائیوں سے بہت محبت رکھتے تھے۔ کہا کرتے کہ ''یہ قدوسی برادران صحیح معنوں میں غیور اہل حدیث ہیں'' اور ساتھ برادر عمر فاروق قدوسی کی کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی کی رائے بتانے لگے۔ شیخ زبیر علی زئی کا مزاج تھا کہ کسی کی کتاب پسند آتی تو ایک آدھ بار فون کر دیتے۔ پسند کرتے تعریف کرتے اور بات ختم۔ لیکن برادر عمر فاروق قدوسی کی کتاب ''کچھ مزید کرم فرمائیاں'' آپ کو بہت زیادہ پسند آئی تھی۔ کتنی ہی بار ایسا ہوا کہ کتاب پڑھی اور عمر فاروق قدوسی کو فون کر دیا کہ کمال کتاب لکھی ہے آپ نے۔ حافظ ندیم ظہیر تو یہ بھی بتا رہے تھے کہ انھیں عمر فاروق قدوسی کا سفرنامہ ''عروس البلاد بغداد میں'' بہت پسند تھا اور اس کی بہت تعریف کرتے تھے۔

ایک دلچسپ واقعہ یاد آ گیا ایک روز شام ڈھلے شیخ زبیر علی زئی مکتبہ قدوسیہ آئے۔ شام ڈھل رہی تھی اور ہمارے شیخ محترم کا چہرہ بھی کچھ اترا ہوا اور کچھ ناراض سے۔ کچھ دیر میں ذرا بہتر ہوئے تو غم کی وجہ بتانے لگے۔ آج ان سے دارالسلام کی انتظامیہ نے کہا تھا کہ آپ نے سنن اربعہ پر جو تحقیقی کام کیا ہے اس پر صرف آپ کا نام نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کام پر نظرثانی کر کے اور مزید اضافے کر کے ایک لجنه علميه یعنی علماء کی کمیٹی کو تحقیق کے طور پر شائع کیا جائے گا۔ ادارے کا مقصود تھا کہ چند معروف نام بھی ساتھ شامل کر دیے جائیں تاکہ کتاب کچھ ''بارعب'' ہو جائے اور مارکیٹنگ آسان ہو جائے۔ میں چونکہ خود بھی ایک ناشر ہوں، اس لیے دارالسلام کی مجبوری کو آسانی سے سمجھ سکتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ دارالسلام کے مدیر عبدالمالک مجاہد صاحب کو جہاں اللہ تعالیٰ نے بہت سے وسائل سے نوازا ہے وہیں اس سے بڑے دل سے بھی نوازا ہے۔ کتاب کی تیاری سے لے کر طباعت تک بہت کھلے دل سے پیسے خرچ کرتے ہیں اور بہت محنت سے مطلوبہ معیار حاصل کرتے ہیں اور یوں دارالسلام کے ماتھے پر بہت سے درخشندہ ستارے جھومر بن کر سجے ہیں۔ یوں زرِ کثیر خرچ کرنے

والے کچھ نہ کچھ تحفظات اگر رکھ بھی لیں تو اس میں کوئی اتنی عیب کی بات نہیں، لیکن جس نے تحقیق وتخلیق کی محنت کی ہوتی ہے اس کے لیے یہ بہت تکلیف دہ بات ہے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ تب تک شیخ زبیر علی زئی علما میں تو معروف ہونا شروع ہو چکے تھے، لیکن عوام الناس ابھی ان کے مقام ومرتبہ اور علم کی گہرائی سے آگاہ نہیں ہوئے تھے۔ قصہ مختصر معمولی ردوکد کے بعد شیخ زبیر کی تحقیق کے ساتھ ہی یہ کتابیں شائع ہونا شروع ہوئی تھیں۔ اب تک سنن اربعہ کی طباعت کا کام مکمل ہوگیا۔ حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق کے ساتھ ساتھ محترم عبد المالک مجاہد کے عمدہ ذوقِ طباعت کے سبب بہترین کتب لوگوں کے لیے منظر عام پر آئیں۔ مجھے اس شام حافظ زبیر علی زئی کا بجھا بجھا چہرہ یاد آ رہا ہے اور ساتھ ان کے الفاظ تو ابھی بھی بے ساختہ ہنسی آ رہی ہے، انہوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں: ''ابھی تمہیں کوئی جانتا نہیں'' اور اللہ کے فیصلے ہیں کہ پھر بہت جلد یہ عالم ہوا کہ برصغیر کے اردو دان حلقے میں بہت سے لوگ ان کی تحقیق شدہ کتب کو شیخ البانی کی کتب پر ترجیح دینے لگے۔

یہاں مجھے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ جب انہوں نے الشیعہ والسنہ لکھی اور طباعت کا ارادہ کیا تو اس کے لیے دوصفحات کراچی کے ایک دیوبندی عالم دین سے لکھوانے کا ارادہ کیا۔ علامہ یہ ارادہ کر چکے تو ان کے ایک برادر اصغر نے پاس سے مشورہ دیا کہ آپ کی کتاب کو ان دوصفحات کی احتیاج نہیں۔ اس رائے کے سبب علامہ نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ علامہ شہید کا نام چار دانگ عالم گونجا اور وہ ان ''ضرورتوں'' سے بہت آگے نکل گئے۔ مجھے احساس ہورہا ہے کہ یہ داستان عشق بہت طولانی ہورہی ہے۔

عبارت مختصر! قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے۔

گرمیاں رخصت ہورہی تھیں اور موسم میں خنکی اتر رہی تھیں۔ راتیں ٹھنڈی ہورہی تھیں اور سردیاں ہمیشہ اداس کر دینے والی ہوتی ہیں مگر یہ اداسی جیسے ٹھہر جانے کے لیے آئی تھی۔ سردیوں کی راتوں کے اداس تذکرے سے مجھے وہ دن یاد آ گئے کہ جب میرے والد محترم کو دنیا سے رخصت ہوئے کچھ ماہ ہوگئے تھے اور پہلی پہلی سردیاں آ رہی تھیں کہ ایک روز نہ جانے عثمان قدوسی اور ابوالحسن نے کہاں سے یہ پنجابی کے اشعار سن لیے اور مل کر پڑھنے لگے۔ بچے تھے انھیں معلوم ہی نہ تھا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں:

باغاں چا لگیاں امبیاں
دن ہوگئے چھوٹے چھوٹے
راتاں ہوگیاں لمبیاں
اسی رہ گئے کلم کلے

میرے دوست باغوں میں آموں پر بُور آ گیا ہے۔ دن چھوٹے ہوگئے ہیں اور راتیں لمبی اور تمہارے رخصت ہونے سے ہم اکیلے رہ گئے ہیں۔

ایسے ہی اداس کرنے والی سردیوں کا آغاز تھا۔ یہ ۱۹ ستمبر ۲۰۱۳ء کا دن تھا۔ ہمارے حافظ زبیر علی زئی بھلے چنگے تھے کہ بلڈ پریشر بڑھ گیا، ان دنوں آپ سرگودھا میں تھے۔ برین ہیمرج اور فالج کا حملہ تھا۔ آپ کی طبیعت کی خرابی کے پیش نظر فیصلہ ہوا کہ آپ کو کسی بڑے ہسپتال منتقل کیا جائے۔ دو تجاویز سامنے آئیں۔ ایک لاہور اور دوسری اسلام آباد کے بارے میں تھی۔ حضرو، اٹک کی قربت کے پیش نظر اسلام آباد جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسلام آباد کے ہسپتال میں آپ کو

داخل کروادیا گیا۔ اس دوران کبھی آپ ہوش میں آجاتے اور کبھی بے ہوش ہوتے۔

اس حالت میں بھی آپ کی دین کے لیے محبت اور غیرت کا یہ عالم تھا کہ ایک صاحب آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ وہ صاحب پولیس میں ملازم تھے اور داڑھی نہیں رکھی ہوئی تھی۔ آپ نے آنکھیں کھولیں ان کی طرف شناسا نظروں سے دیکھا اور اشارے سے کہا کہ داڑھی کیوں کٹوائی ہے اس کو بڑھالیں۔ ان صاحب نے احترام وتسلیم سے سر جھکا لیا۔ جانے کس دل سے آپ نے ان کو یہ نصیحت کی تھی کہ چند روز بعد وہ صاحب دوبارہ آئے تو داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ ان صاحب نے آپ کو بتایا کہ داڑھی رکھ لی ہے۔ اس پر اس فالج زدہ حالت میں بھی آپ کے چہرے پر خوشی کے تاثرات نمایاں ہوگئے۔

اچھا آپ نے وہ واقعہ تو سن رکھا ہوگا جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو قاتل نے خنجر مارے اور آپ کا پیٹ کٹ گیا۔ اس کٹے جسم کے ساتھ آپ بمشکل ایک آدھ روز زندہ رہے اور اس حالت میں آپ کے پاس ایک نوجوان تیمارداری کو آیا۔ اس کا لباس ٹخنوں سے نیچے اتر رہا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس تکلیف کے عالم میں بھی اس غلطی کو نظر انداز نہیں کیا۔ ہمارے حافظ زبیر علی زئی نے بھی اپنی اس بیماری میں اس سنت فاروقی کو تازہ کیا اور ایمانی غیرت کا ثبوت دیا۔

حافظ زبیر علی زئی تقریباً پچاس دن ''امید وبیم'' کی کیفیت میں رہ کر ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء کو رخصت ہوئے۔ مومن کے لیے دنیا قید خانہ ہوتا ہے۔ بندہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے گویا دکھوں کے دن کٹ جاتے ہیں۔ ساری تکلیفیں دور ہوجاتی ہیں، پچاس دن آپ نے بہت تکلیف کے کاٹے۔ فیض احمد فیض نے لکھا تھا:

درد اتنا تھا کہ اس رات دل وحشی نے
ہر رگ جاں سے الجھنا چاہا
ہر بن مو سے ٹپکنا چاہا
اور کہیں دور ترے صحن میں گویا
پتا پتا مرے افسردہ لہو میں ڈھل کر
حسن مہتاب سے آزردہ نظر آنے لگا
میرے ویرانۂ تن میں گویا
سارے دکھتے ہوئے ریشوں کی طنابیں کھل کر
سلسلہ وار پتا دینے لگیں
رخصت قافلۂ شوق کی تیاری کا
اور جب یاد کی بجھتی ہوئی شمعوں میں نظر آیا کہیں
ایک پل آخری لمحہ تری دل داری کا
درد اتنا تھا کہ اس سے بھی گزرنا چاہا
ہم نے چاہا بھی مگر دل نہ ٹھہرنا چاہا

البانی وعلیمزئی رحمہما اللہ

مولانا عبدالصمد رفیقی حفظہ اللہ*

بچپن میں سنا کرتے تھے کہ فلاں آدمی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے بیرون ملک چلا گیا ہے، بعد میں پتا چلا کہ سب سے اعلیٰ تعلیم تو قرآن وحدیث کی تعلیم ہے جو نہ صرف دین و دنیا میں کام آتی ہے، بلکہ قبر و قیامت میں بھی کام آتی ہے، لیکن کیا اس تعلیم میں بھی عام اور اعلیٰ معیار پایا جاتا ہے؟ اس کا احساس اس وقت ہوا جب 1986ء میں جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) کی طرف سے مجھے اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ میں داخلہ مل گیا۔ وللہ الحمد

وہاں جا کر معلوم ہوا کہ دینی نصاب کی جو خوبیاں پاکستان میں ہیں وہ سعودی عرب میں نہیں اور جو خوبیاں سعودی عرب میں ہیں وہ پاکستان میں نہیں، لیکن الحمدللہ رفتہ رفتہ اس تفاوت پر ایک حد تک قابو پا لیا گیا ہے، کیونکہ متعدد پاکستانی تعلیمی اداروں نے اپنے ہاں درس نظامی، عصری نصاب اور سعودی یونیورسٹیوں کے اندازِ تعلیم میں مطابقت یا قربت پیدا کر لی ہے۔

بہر حال جب مدینہ یونیورسٹی میں راقم کو کلیۃ الحدیث الشریف (حدیث کالج) میں داخلہ ملا تو وہاں پتا چلا کہ تخریج الحدیث کیا ہوتی ہے؟ اس کے مراحل اور تقاضے کیا ہیں، یعنی: (ا) کسی حدیث شریف کی جملہ روایات کے بارے میں تحقیق کرنا کہ وہ حدیث کی کن کن کتابوں میں پائی جاتی ہے؟ (ب) اس کی سندیں کون سی ہیں؟ (ج) اگر ایک سے زیادہ سندیں ہیں تو کیا وہ مکمل طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں یا جزوی طور پر؟ (د) ان سندوں کے راوی کیسے ہیں؟ (ہ) اسی طرح ہر روایت کا متن ہو بہو ایک ہی ہے یا ان میں فرق ہے؟ (و) پھر یہ فرق معمولی ہے یا غیر معمولی؟ (ز) اور کیا اس حدیث شریف کی تمام روایات مقبول ہیں یا کوئی روایت مردود بھی ہے؟ (ح) کسی روایت کے تمام الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں یا کوئی لفظ یا جملہ ایسا بھی ہے جو آپ کا نہیں، بلکہ کسی امتی کا فرمایا ہوا ہے؟ (ط) محدثین نے کس روایت پر کیا حکم لگایا ہے؟ (ی) تم کس نتیجے پر پہنچے ہو یہ حدیث شریف مجموعی طور پر کس درجے (حکم) کی مستحق ہے وغیرہ، غرضیکہ ہمیں ممتاز اساتذہ کرام اپنی نگرانی میں خوب پریکٹس کراتے، ہماری راہنمائی اور تصحیح کرتے۔ ہم تخریج کی کلاس میں ہوتے تو کتابیں کھولتے، پڑھتے اور اپنی کاپیوں پر اقتباسات اور حوالے نقل کرتے۔ چھٹی ہوتی تو علامہ البانی رحمہ اللہ کی تالیفات کا مطالعہ کرتے۔

یونیورسٹی میں کتابوں کی سالانہ نمائش لگتی تو ہمیں اس کا انتظار رہتا۔ ماہانہ وظیفہ ملتا تو اس میں سے جو کچھ بچا کر رکھا ہوتا، پھر اس سے مختلف کتابیں خرید لیتے۔ ایک دفعہ ایک ہندی دوست سے پوچھا: آپ نے آج کیا کچھ خریدا ہے؟ کہنے لگے: میں نے البانیات (البانی رحمہ اللہ کی کتب) خریدی ہیں۔

البانی صاحب کے علاوہ بھی وہاں بڑے معروف و ممتاز علمائے کرام تھے۔ خصوصاً فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن

---

* فاضل مدینہ یونیورسٹی وریسرچ فیلو دارالسلام لاہور

عبداللہ بن باز اور فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہما اللہ کے علم و فضل کا ہر طرف چرچا تھا۔ یونیورسٹی میں بھی ماشاء اللہ قابل ترین اساتذہ کرام تھے۔ تاہم ان تینوں میں سے فضیلۃ الشیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ انھوں نے اپنی علمی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ حدیث شریف کی تحقیق و تخریج میں گزارا تھا، اگرچہ قدیم محدثین نے بھی احادیث کی تحقیق و تخریج پر بڑا کام کیا، لیکن علامہ البانی رحمہ اللہ نے نہ صرف اس کام کو وسعت دی بلکہ اسے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید انداز میں پیش کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے حاسدین اور ناقدین پیدا ہو گئے اور یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں ایسا ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ بہر حال تنقید اگر تعمیری ہو تو کوئی مضائقہ بھی نہیں اور بڑے آدمی بڑے حوصلے کے ساتھ اپنے خلاف ہونے والی تعمیری تنقید کو سنتے بھی ہیں اور قبول بھی کرتے ہیں۔ مگر ان کے ناقدین میں کچھ پی ایچ ڈی قسم کے سطحی محققین بھی شامل تھے جو تنقید تو کر لیتے مگر خود ہی پھنس جاتے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ اپنی کتابوں کے مقدمات میں مدلل انداز میں ان کی خوب خبر لیتے۔ میرے پیارے چچا جان ابو محمد عبدالسلام کیلانی رحمہ اللہ بھی امام البانی رحمہ اللہ کے فیض یافتگان میں سے تھے۔ شاگرد ہونے کے باوجود کہنے لگے: حدیثوں کی تحقیق و تخریج تو ٹھیک ہے مگر سنن اربعہ میں سے ہر کتاب کو صحیح اور ضعیف حصوں میں تقسیم کرنا صحیح نہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیوں؟ کہنے لگے: تحقیق و تخریج کے نتیجے میں جب بندہ کسی حدیث پر حکم لگاتا ہے تو وہ عموماً اجتہادی ہوتا ہے جس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے، لیکن جب آپ (مثلاً) سنن ابوداود کی صحیح حدیثوں کو الگ اور ضعیف حدیثوں کو الگ کریں گے تو گویا یہ بالواسطہ طور پر اس بات پر اصرار ہے کہ جن حدیثوں کو میں نے صحیح کہہ دیا ہے یہ ضعیف ثابت نہیں ہو سکتیں اور جن کو ضعیف کہہ دیا ہے وہ اب ہمیشہ کے لیے ضعیف ہیں۔

بعد میں پتا چلا کہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق و تخریج کو صحیح اور ضعیف الگ الگ حصوں میں شائع کرنا ان کی ڈیمانڈ نہیں تھی، بلکہ ناشرانِ کرام کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے۔ ورنہ البانی رحمہ اللہ کی تخریج اصل کتاب کی ترتیب کے مطابق مسلسل ہی تھی اور پھر البانی رحمہ اللہ اپنی غلطی واضح ہو جانے پر رجوع بھی کر لیتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں کسی گھر میں ان کا درس تھا، درس کے بعد سوال جواب ہوئے، لوگ مختلف احادیث کی تحقیق کے بارے میں ان سے سوالات پوچھ رہے تھے۔ کسی نے مسند احمد کی ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا تو فرمانے لگے: یہ حدیث فلاں سند سے مروی ہے اور مسند احمد میں اس سند سے مروی، ہر حدیث حسن ہے۔ ایک اور موقع پر رمضان المبارک میں مسجد نبوی کے اندر علامہ البانی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ میرے شیخ عبدالرحمٰن ضیاء (جو بعد میں جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے تھے) انھوں نے البانی رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ آپ نے سنن نسائی کے حوالے سے ایک حدیث شریف ذکر کی ہے جو مجھے سنن نسائی میں نہیں ملی۔ فرمانے لگے: آپ نے فلاں نسخہ دیکھا ہے؟ عرض کی: دیکھا ہے، لیکن نہیں ملی، فرمایا: پھر تمھیں یہ کرنا چاہیے کہ ''جب تک وہ کسی معتبر کتاب میں مل نہ جائے اسے بیان نہ کرو۔'' (مفہوم)

بہر حال 1989ء کو جب میں مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہوا تو میرے محترم والدین صاحبین کریمین

شفیقین رحمہ اللہ مظفر آباد، آزاد کشمیر میں مقیم تھے۔ مظفر آباد پہنچتے ہی پہلی صبح ہوئی تو میرے والد محترم مجھے مولانا محمد یونس اثری رحمہ اللہ (امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث آزاد کشمیر) کے گھر لے گئے۔ وہاں ہم ناشتے کے دستر خوان پر اکٹھے تھے۔ اسی دن یا اگلے دن میں ان کے زیرانتظام جامعہ محمدیہ مدینہ مارکیٹ مظفر آباد میں مسند تدریس پر بیٹھ گیا۔ خیر جب تک اللہ نے چاہا میں وہاں پڑھاتا رہا۔ وہاں سے لاہور میں واقع جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ آیا اور کچھ عرصہ یہاں پڑھانے کے بعد دوبارہ مظفر آباد چلا گیا، لیکن اب کی بار تحریک المجاہدین جموں و کشمیر کے زیرانتظام چلنے والے مختلف اداروں میں تعلیم وتدریس کی ڈیوٹی پر فائز تھا۔ اس کے علاوہ مظفر آباد سے جاری ہونے والے ماہنامہ شہادت میں ذمہ داری سونپی گئی۔ خیر یہ سلسلہ غالباً 1994 تک چلتا رہا۔ 1994ء کو میں جامعہ مرآۃ القرآن والحدیث للبنات منڈی واربرٹن ضلع ننکانہ میں تعینات ہوگیا اور تاحال (2014ء) ادھر ہی ہوں۔

مظفر آباد میں قیام کے دوران میں متعدد بار پشاور جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ بعض ساتھیوں کے ہمراہ جب پشاور پہنچا تو وہاں ہم ایک عرب عالم دین کے گھر گئے۔ پشاور ان دنوں افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کے لیے جہادی میقات بنا ہوا تھا، خیر ایک کشادہ اور لمبے کمرے میں داخل ہوئے جس کی چاروں دیواروں پر لکڑی کی خوبصورت شلفیں لگی ہوئی تھیں۔ تمام شلفیں مختلف دینی کتب سے بھری تھیں۔ درمیان میں (کمرے کی چاردیواری سے مناسب فاصلہ رکھ کر) میزوں کی لائن تھی، ہم دروازے والی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ دور سامنے دائیں طرف کی میز پر کچھ کتابیں پڑی ہیں اور ایک عالم دین کھڑے ہوکر کام کر رہے ہیں، کبھی پیچھے شلفوں کی طرف مڑتے ہیں، کوئی کتاب نکالتے ہیں اور کبھی میز پر قدرے جھک کر کچھ لکھتے ہیں۔ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں مگن تھے، میزبانوں میں سے کسی نے کہا: یہ شیخ زبیر علیزئی ہیں۔ جو فلاں شیخ کے اس مکتبے (عرب عالم دین کی اس لائبریری) میں احادیث کی تحقیق وتخریج کا کام کررہے ہیں۔

تخریج کا نام سن کر میں چونکا۔ وہی تخریج جس کی ہم مدینہ یونیورسٹی میں مشق کرتے تھے؟ اسی لمحے شیخ زبیر علیزئی نے ہماری طرف دیکھا اور میں سوچ رہا تھا کہ جو شخص اس انہماک کے ساتھ تخریج الاحادیث کا کام کررہا ہے یا تو بہت بڑا عالم دین ہے یا بن جائے گا اور پھر ایسے ہی ہوا زبیر صاحب یکے بعد دیگر بڑے بڑے مراحل عبور کرتے گئے اور آج دنیا انھیں محدث العصر کہتی ہے۔ ان سے ایک ملاقات حضرو میں ہوئی تھی، وہاں چند احباب کے ساتھ جانا نصیب ہوا، مسجد کے پاس گھر اور گھر میں لائبریری۔ سبحان اللہ پشاور والی لائبریری کی یاد تازہ ہوگئی۔ میں ان کی کتابوں میں کھو گیا، کون کون سی کتاب ہے کس سلیقے سے سجی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا معمول مشن کی صورت اختیار کر چکا تھا اور وہ مشنری جذبے سے کام کرتے تھے۔ لاہور میں جب دارالسلام شروع ہوا تو وہاں ان کی کبھی اقامت اور کبھی آمدورفت ہوتی، مجھے واربرٹن جامعہ مراۃ القرآن سے چھٹی ہوتی تو دارالسلام آجاتا۔ زیادہ چھٹیاں ہوتیں تو بھی دارالسلام لاہور میں گزرتیں۔

جن دنوں چھٹیوں میں دارالسلام میں رہ کر نماز نبوی پر

کام کر رہا تھا شیخ زبیر علیزئی رحمہ اللہ بھی ادھر ہی تھے۔ میں نے غور کیا اکثر فارغ اوقات میں وہ جیبی قرآن مجید لے کر کبھی زبانی کبھی ناظرہ پڑھ رہے ہوتے، خصوصاً صبح کی سیر میں باہر نکل جاتے سڑک پار کر کے پارک میں چلے جاتے اور چلتے پھرتے تلاوت کر رہے ہوتے، غالباً وہ انھی دنوں حفظ القرآن الکریم میں مصروف تھے۔ عشاء کے بعد جلدی سو جاتے، لائٹیں جلتی رہتیں افراد اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے اور شیخ زبیر رحمہ اللہ آنکھوں پر رومال لپیٹے نیند کی وادی میں پہنچ چکے ہوتے۔

ایک دفعہ غالباً شام کے بعد کہنے لگے: ''رفیق بھائی! آؤ آپ کو دودھ پلائیں۔'' اور اصرار کر کے مجھے پرانی انارکلی کے قریب ایک دکان پر لے گئے۔ آرڈر دیا، دودھ آ گیا، ایسا دودھ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ پیا تھا۔ پتا چلا کہ یہ ربڑی والا دودھ ہے اور اس کے بعد کئی بار اس دکان پر پہنچا اور دودھ سے لطف اندوز ہوا، کبھی اکیلے کبھی کسی ساتھی کے ساتھ۔

متعدد بار وہ ہمارے آبائی گاؤں چاندی کوٹ اور وار برٹن بھی آئے، جب بھی آتے خوب محفل جمتی۔ کبھی والد صاحب (محمد مسلم کیلانی) کے ساتھ، کبھی چچا جان محمد سلیم کیلانی کے ساتھ اور کبھی چچا جان عبدالسلام کیلانی رحمہ اللہ کے ساتھ۔ ان دنوں نماز نبوی پر کام ہو رہا تھا، انھوں نے نماز نبوی کی احادیث کی تخریج و تحقیق کی، جبکہ میں نے حاشیہ آرائی کی، گویا ان حواشی میں کچھ سقم تھے، تاہم مجموعی طور پر یہ حواشی کسی بھی مسلک کے حامل مسلمان کو دعوتِ فکر دیتے تھے۔ شیخ حافظ ابوالطاہر زبیر علیزئی رحمہ اللہ نے کتاب کے حواشی پڑھے، کسی نکتے پر میری اصلاح کرتے تو پہلے فرماتے: ''رفیق صاحب! آپ کے لیے ایک پھکی ہے، دیکھیں'' پھکی، ان کا ایک قسم کا تکیہ کلام تھا اور پھر اصلاح فرماتے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ میں نے اپنا دفاع کیا اور وہ مان گئے اور بعض مقامات پر میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

بعد میں کئی بار ایسے ہوا کہ میں نے ان سے ٹیلی فون پر بعض احادیث کی تحقیق پوچھی، ایک بار انھوں نے فون پر ہی فن مناظرہ کی بعض باریکیوں کو واضح کیا اور جب انھوں نے مجلّہ ''اشاعت الحدیث'' شروع کیا تو ایک دفعہ خیال آیا کہ آخر اس مجلّے کے اجرا کی کیا ضرورت پڑ گئی۔ اُن کی تو کتب ہی وافر ہیں، لیکن جلد ہی معلوم ہو گیا کہ خود انھیں بھی اور جماعت کو بھی اس مجلّے کی بہر حال ضرورت ہے، اگرچہ بسا اوقات کسی نہ کسی مضمون سے اختلاف بھی ہو جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مجموعی طور پر علمی لحاظ سے مجھے اس مجلّے سے بڑا فائدہ ہوا ہے۔

کبھی سوچتا ہوں کہ عصر حاضر میں احادیث نبویہ کی جدید انداز میں تحقیق و تخریج کے لیے البانی صاحب بھی کافی تھے، پھر حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ کے اس میدان میں آنے کی کیا حکمت ہے، پھر خیال آتا ہے کہ اس میں دو بڑی حکمتیں تھیں:

① اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جو وحی ہدایت کا علم عطا فرمایا تھا، وہ آج تک امت کے پاس موجود و میسر ہے اور یہ نبی کریم ﷺ کا ایسا معجزہ ہے جو پہلے کسی نبی کو نصیب نہیں ہوا۔ اس علم کی حفاظت کا تقاضا یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اس علم شریف کی خدمت کے لیے تحقیق و تخریج اور توضیح و تعلیق کا راستہ اپناتا ہے تو ضروری ہے کہ اس پر چیک اینڈ بیلنس موجود ہو اور اس امت میں تو شروع ہی سے اللہ تعالیٰ کی سنت یہ چلی آ رہی ہے کہ جس کسی نے بھی کوئی غیر معمولی کام کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر تعمیری تنقید کرنے والے بھی پیدا کر

دیے تا کہ واضح ہو جائے کہ کمال مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، پھر اگر کسی سے اجتہادی غلطی سرزد ہو تو وہ بھی سامنے آ جائے تا کہ لوگ اس سے بچیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مجتہد کو اجر و ثواب بہر صورت مل جاتا ہے۔ کتب ستہ کے مؤلفین نے بھی پہلے اپنا اپنا معیار مقرر کیا، پھر اس کے مطابق تدوین حدیث کا کام کیا، مگر ناقدین نے بھی تعمیری تنقید کا حق ادا کر دیا۔ جہاں خوبیوں کا برملا اعتراف کیا وہاں کمزوریوں کی بھی نشاندہی کی۔ یہ اسی تنقید ہی کے ثمرات ہیں کہ آج صحیح البخاری کو تمام کتب احادیث میں پہلا درجہ حاصل ہے، پھر صحیح مسلم کا نمبر آتا ہے۔ امام حاکم، امام ابن حبان اور امام ترمذی کا منہج قبول ورد کیا ہے؟ مستدرک حاکم کتنے فیصد علی شرط الشیخین ہے؟ ناقدین نے ان تمام باتوں کی وضاحت کی ہے۔ یہ اسی سنت الٰہیہ کا تسلسل ہے کہ اگر آج کے دور میں البانی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے منتخب کیا تو ساتھ ہی حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ کو بھی توفیق دے دی، پھر آپ کو ایسے محققین بھی مل جائیں گے جو حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ سے بھی اختلاف کرتے ہیں اور اگر ایسا اختلاف تعمیری مدلل اور نیک نیتی پر مشتمل ہو تو یہ من وجہ خوبی ہے عیب نہیں، بشرطیکہ تنقید کرنے والا خود بھی ہر لحاظ سے صاحب فن ہو۔

② عربوں میں فتنوں کی نوعیت اور طرح کی ہے اور پاک و ہند میں فتنوں کی نوعیت ذرا مختلف ہے، گویا دونوں مقامات پر کتاب و سنت ہی منبع رشد و ہدایت ہیں، مگر مزاج اور استدلال کے پیچ و خم الگ الگ ہیں۔ ضروری تھا کہ تجدید کا کام دونوں علاقوں میں مقامی مزاج کے مطابق ہو تا کہ دونوں جگہوں پر خوب اچھی طرح پیغام ہدایت کی وضاحت اور فتنوں کی سرکوبی ہو۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے یہ کام دونوں سے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

ایک عوامی شبہے کا ازالہ

باقی یہ کہ جب کسی ایک حدیث شریف کی بابت یہ دونوں بزرگ مختلف فیصلہ صادر فرماتے ہیں تو عام قاری کو بڑی الجھن ہوتی ہے، بلکہ کئی لوگ برملا کہتے ہیں کہ کیا پہلے لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں، صرف انھیں پتہ چلا ہے؟

عرض یہ ہے کہ فقہی میدان میں بھی تو یہی کچھ ہے، اس وقت امت محمدیہ کے پاس کئی فقہی ذخیرے ہیں، مثلاً: فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، ظاہری، زیدی، جعفری اور سب سے بڑھ کر فقہ المحدثین۔ کیا یہ سب حضرات ہر مسئلے پر متفق ہوتے ہیں؟ کیا ہر فقہ دوسری فقہ پر چیک اینڈ بیلنس کی حیثیت نہیں رکھتی؟ کیا ہر فقہ کا الگ الگ طرۂ امتیاز نہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ بڑے علماء کے کچھ اصول ہوتے ہیں، وہ ان کی پابندی کرتے ہیں اور باقی علماء یہ چیک کرتے ہیں کہ اولاً اس عالم دین نے جو اصول اپنائے ہیں وہ کیسے ہیں؟ ثانیاً اس نے اپنے کام کے اندر اپنے ہی مقرر کیے ہوئے اصولوں اور ضابطوں کی پابندی کی ہے یا نہیں۔ اگر کی ہے تو کس حد تک اور اگر نہیں کر سکا تو کس حد تک۔

البانی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق و تخریج کے جو اصول و ضوابط طے کیے وہ انھوں نے اپنی تالیفات کے مقدمات میں بیان کیے ہیں۔ اسی طرح حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ نے بھی اپنی تحقیق و تخریج کے لیے چند اصول مقرر کر کے ان کی پاسداری کی ہے، اگرچہ مجموعی طور پر محققین علمائے اصول کے مسلمہ اصولوں ہی کی پابندی اور پاسداری کرتے ہیں، لیکن اگر

ایک آدھ اصول بھی مختلف ہوگیا تو اسی حساب سے تحقیق کے نتائج بھی مختلف ہوں گے۔ فقہ میں بھی یہی کچھ ہے اور ادھر بھی یہی صورت حال ہے، البتہ عام آدمی کو الجھن سے بچانے کے لیے مناسب ہے کہ اختلافی باتیں تخریج کے ساتھ ہی (صرف) عربی زبان میں ہوں۔ اس سلسلے میں چند موٹی موٹی باتیں حاضر خدمت ہیں:

① اجتہاد کا مطلب ہے کہ ظن غالب کے ساتھ حق بات تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔ یہ اجتہاد جس طرح فقہ کے مسائل میں ہوتا ہے اسی طرح احادیث کی تحقیق میں بھی ہوتا ہے۔ فقہ میں آپ کو تین قسم کے مسائل ملیں گے:

- وہ کام جو بالاتفاق کرنے چاہئیں۔
- وہ کام جو بالاتفاق نہیں کرنے چاہئیں۔
- وہ کام جنھیں کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں فقہائے امت کا اختلاف ہے۔ تاہم جو شخص اخلاص کے ساتھ تحقیق کرتا ہے وہ جلد کسی نتیجے تک پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح احادیث بھی آپ کو تین طرح کی ملیں گی۔

- وہ احادیث جو تمام محدثین کے نزدیک مقبول ہیں۔
- وہ احادیث جو تمام محدثین کے نزدیک مردود ہیں۔
- اور وہ احادیث جن کے قبول ورد (مقبول یا مردود ہونے) میں محدثین کرام کا اختلاف ہے اور جو شخص اخلاص کے ساتھ تحقیق کرتا ہے وہ جلد کسی نتیجے تک پہنچ جاتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ ایک حدیث شریف ایسی ہے جسے البانی اور علیزئی ﷫ دونوں مقبول قرار دیں تو یقیناً آپ کو اس حدیث کی صحت کے بارے میں کافی اطمینان حاصل ہوگا۔ دوسری حدیث ایسی ہے جسے یہ دونوں بزرگ ضعیف اور مردود قرار دیتے ہیں تو یقیناً آپ اسے مردود ہی سمجھیں گے اور تیسری وہ حدیث ہے جس کی بابت ان دونوں کا اختلاف ہے، لیکن وہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہرگز نہیں ہوگی بلکہ مخلصانہ طور پر تحقیق کرنے سے آپ جلد کسی راجح رائے تک پہنچ جائیں گے۔

② یاد رہے کہ محدثین سے مراد وہی محدثین ہیں جو اہل علم کے ہاں تسلیم شدہ ہیں، ان میں تین خوبیاں لازماً ہوتی ہیں:

- فن پر مکمل عبور ہو۔
- احادیث نبوی سے دلی محبت ہو۔
- تقلید کے ہاتھوں مجبور نہ ہو، بلکہ حق واضح ہو جانے پر اسے کھلے دل سے تسلیم کرے۔ اگر ان میں سے ایک خوبی بھی ختم ہو جائے تو ایسا شخص احادیث نبویہ کے ساتھ صحیح انصاف نہیں کر سکتا، تب بہتر ہے کہ وہ محدثین کرام کی صف سے پرے کسی اور علمی حلقے میں بیٹھ جائے، کیونکہ یہ چار خوبیاں تمام ائمہ حدیث میں پائی جاتی ہیں۔ اگر اُن میں یہ خوبیاں نہ ہوتیں تو آج ان کی کتب احادیث متنازعہ فیہ ہو چکی ہوتیں۔ آج اہل سنت کا ہر گروہ انھی کتب سے استدلال کرتا ہے کیوں؟ ان کی امانتداری اور دیانتداری کی وجہ سے، نیز ان کے اخلاص کا نتیجہ ہے کہ مرور زمانہ کے باوجود ان کا صدقہ جاریہ جاری و ساری ہے۔ زہے نصیب!

صحیح بات ہے کہ اخلاص چیز ہی ایسی ہے کہ جو شخص بھی اس کے ساتھ کوئی تقریر کرتا یا تحریر لکھتا ہے، اللہ اسے کبھی ضائع نہیں کرتا، آج اگرچہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، شیخ محمد بن صالح العثیمین، شیخ ناصر الدین البانی، حافظ محمد گوندلوی، حافظ عبداللہ محدث روپڑی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی، شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری اور دیگر بہت سے اکابر علماء اس دنیا میں موجود نہیں، مگر ان کی

تبلیغی خدمات آج بھی محفوظ و مفید ہیں۔ اگر کسی کی تحریر محفوظ نہیں تو اس کے شاگردان رشید ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

③ عام آدمی کے سمجھنے کے لیے تیسری اہم بات یہ ہے کہ ضعیف حدیث کے تین درجے ہیں:

- سو فیصد من گھڑت حدیث۔
- شدید ضعیف حدیث۔
- اور معمولی ضعیف حدیث۔ پہلی دو قسموں سے تو ہر محدث بچتا اور بچنے کی تلقین کرتا ہے، البتہ تیسری قسم کی ضعیف حدیث کے بارے میں اختلاف ہے:

(ا) جنھوں نے اسے قبول نہیں کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس سے پرہیز کرنے کی تلقین کرتے ہیں ان کے پیش نظر دراصل سدّ ذریعہ ہے، یعنی ان کا موقف یہ ہے کہ ضعیف حدیث کی اگر ایک دفعہ اجازت دے دی گئی تو لوگ شدید ضعیف حدیثیں بھی بیان کرنا شروع کر دیں گے اور بالآخر نوبت من گھڑت حدیثوں تک پہنچ جائے گی، بلکہ پہنچی ہوئی ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ ضعیف حدیث کا دروازہ کھولا ہی نہ جائے۔ خصوصاً جبکہ بعض پڑھے لکھے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ یا تو مقبول حدیثوں کا مفہوم مسخ کرتے ہیں یا ان کے مقابلے میں مردود حدیثوں کو پیش کرتے ہیں۔

(ب) اور جن لوگوں نے ضعیف حدیث کو قبول کیا ہے تو انھوں نے اسے آنکھیں بند کر کے علی الاطلاق قبول نہیں کیا بلکہ کڑی شرطیں لگائی ہیں، مثلاً: پہلی شرط یہ ہے کہ وہ حدیث شدید ضعیف نہ ہو۔ اگر اس کا ضعف شدید ہوا تو وہ قابل قبول نہیں ہوگی، چونکہ موضوع، متروک اور معضل وغیرہ شدید قسم کی ضعیف حدیثیں شمار ہوتی ہیں، لہٰذا اصولی طور پر سب کے نزدیک ناقابل قبول ہیں۔

- دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا مفہوم کسی صحیح شرعی دلیل کے تابع ہو اگر کسی ضعیف حدیث کو کسی شرعی دلیل سے کوئی معمولی سی تائید بھی نہ ملتی ہو تو وہ ناقابل قبول ہوگی، لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں اُن ضعیف حدیثوں کو بھی خوب بیان کیا جاتا ہے جو واضح طور پر صحیح حدیثوں کے خلاف ہوتی ہیں۔
- جب کسی مسئلے میں کوئی مقبول حدیث موجود نہ ہو تو پھر بندے کو ضعیف حدیث پر عمل کرنا چاہیے، کیونکہ اس پر عمل کرنا کسی کی ذاتی رائے پر عمل کرنے سے بہتر ہے، مگر اس پر عمل کرنے والا اس کے ثابت یا سنت ہونے کا عقیدہ نہ رکھے تاکہ نبی کریم ﷺ کی طرف کوئی مشکوک بات منسوب نہ ہونے پائے۔

④ فقہ میں جب کسی مسئلے کے حکم کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے تو اس کا حل یہ نکالا جاتا ہے کہ وہ مسئلہ واجب یا سنت ہو یا نہ ہو، سنت مؤکدہ ضرور ہے، اگرچہ ہر مسئلے میں ایسا نہیں ہوتا مگر عموماً ایسے ہوتا ہے وہ مسئلہ واقعتاً سنت مؤکدہ ہوتا ہے جو واجب اور سنت کے بین بین ایک درمیانہ درجہ ہے۔ اسی طرح جب کسی حدیث شریف کو بعض محدثین مقبول اور بعض مردود (ضعیف) کہتے ہیں تو اس کا مطلب عموماً یہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث کم از کم من گھڑت نہیں، اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہے، اگرچہ ہر حدیث کے بارے میں ایسا نہیں کہا جا سکتا مگر عموماً ایسے ہوتا ہے۔

بہر حال ہمارے ممدوح، محدث العصر حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ کے کچھ علمی فوائد ایسے ہیں جن کا شعور انھوں نے اپنے مجلّہ اشاعت الحدیث کے ذریعے سے عام کیا ہے، مثلاً:

- جس راویِ حدیث کی بابت محدثین کرام کا اختلاف ہوا

اس میں اکثر محدثین کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔

- خاص دلیل کو عام دلیل پر فوقیت دی جائے گی اسی طرح مفصل کو مجمل پر ترجیح دی جائے گی، نیز مقید، مطلق کے مقابلے میں راجح ہوگی وغیرہ۔
- سلف صالحین کے مفہوم میں صحابہ کرام یقیناً شامل ہیں، پھر ان کے بعد ہر وہ راوی حدیث بھی شامل ہے جو بدعتی نہ ہو، بلکہ سب محدثین کے نزدیک یا اکثر محدثین کے نزدیک صدوق وثقہ ہو۔
- ان کے ذریعے سے معاشرے میں مشہور بہت سی بے اصل حدیثوں کی اصلیت کا علم ہوا۔
- البتہ کچھ مسائل میں ان سے اختلاف بھی ممکن ہے، مثلاً: (ا) حسن لغیرہ کی بحث۔ (ب) چوتھے دن کی قربانی (ج) اور یزید۔ پہلے دو مسائل کے بارے میں تو علمائے عصر نے کافی کچھ لکھا ہے، جبکہ یزید کے بارے میں میرا موقف یہ ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے کہ اس کا اس قدر اہتمام کیا جائے۔ اگر وہ برا تھا تو غیبت اور چغلی کر کے ہم اس کے گناہ اپنے سر کیوں لیں یا اپنی نیکیاں اسے کیوں دیں اور اگر وہ اللہ کے علم کے مطابق اچھا تھا تو پھر آپ خود سوچیں کہ تقوے کا تقاضا کیا ہے؟ خوامخواہ کسی کو زبردستی جنتی یا جہنمی بنانا دانشمندی نہیں، وہ اللہ کے پاس پہنچ گیا 'لَا نُحِبُّهُ وَلَا نَسُبُّهُ' ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیے اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ تاریخ وتفسیر اور فقہ و سیرت کے اندر جو روایات ملتی ہیں، حدیث شریف کے مقابلے میں ان کی علمی اور استنادی حیثیت کس قدر ہوتی ہے، پھر ان کی بنیاد پر فرقہ وارانہ کشیدگی کیوں پیدا کی جائے؟!!!

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا محمد رفیق اثری*

استاد محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حیدرآباد میں شرف تلمذ حاصل کرتے ہوئے ہوئی۔ وہ برصغیر کی عظیم علمی شخصیت تھے۔ دینی علوم کے ماہر، مصنف، مفسر اور محقق بھی تھے۔ ماہر علم حدیث اور اصول پرست تھے۔ جنھوں نے حدیث کی عظیم الشان خدمت سرانجام دیں اور تحقیق اسماء الرجال میں امام ذہبی کی تصویر تھے۔ شیخ مرحوم کو اپنی گونا گو صلاحیتوں کی وجہ سے عظیم مقام حاصل تھا۔ ان کے علمی و عملی کارناموں کو شمار کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب بھی کم پڑ جائے۔ میں نے چار دن کی ملاقات میں ان کے اندازِ تدریس کو ایسا پایا کہ آپ بڑی روانی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے تھے۔ جملے کے نکھار اور اسلوب کی صفائی کا عالم یہ تھا کہ ہر بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی اور دل میں اپنی جگہ بناتی جاتی۔ بس میں یہی کہوں گا کہ چمن میں ہر طرف بکھری پڑی ہے داستان تیری...... آپ کی مسلک اہل حدیث کے ساتھ محبت آپ کے ایمان کا حصہ تھی۔ ان کے ثبوت کے لئے ان کی بے مثال و عظیم تصنیفات و مقالات ہیں جنھیں مکتبہ اسلامیہ نے شائع کیا۔

* مدرس جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدرآباد سندھ

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی چند یادیں اور چند باتیں

حافظ شیر محمد الاثری*

اس دار فانی میں جو بھی آتا ہے بالآخر یہاں سے جانا اس کا مقدر ہے، لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا خلا صدیوں میں پُر نہیں ہوتا۔ ان کی وفات سے بہار خزاں میں بدل جاتی ہے اور ان کا چلے جانا علم اٹھنے کے مترادف ہے۔ محبی ومکرمی واستاذی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے جو دور حاضر کے عظیم محدث، مجتہد مفتی اور غیور ناقد تھے۔

راقم الحروف کو شیخ محترم کے ساتھ ایک طویل عرصہ رفاقت کا شرف حاصل رہا، اس دوران میں بہت سے واقعات رونما ہوئے اُن میں سے بعض صفحۂ قرطاس پر منتقل کیے دیتا ہوں۔

ایک دفعہ شیخ رحمہ اللہ میرے ساتھ دیر بالا تحصیل کلکوٹ گاؤں بیاڑ گئے تھے اور 25 دن کے بعد واپسی ہوئی تو اس وقت گاؤں بیاڑ میں موبائل فون کام نہیں کر رہا تھا اور 60 کلو میٹر سفر کے بعد موبائل کے سگنل آ گئے تو ایک دوست کا فون آیا اور شیخ محترم سے کہا: آپ کہاں ہیں؟ شیخ صاحب نے جواب دیا کے میں شمالی پاکستان اور علاقہ دیر بالا میں ہوں، لیکن واپس آ رہا ہوں، راستے میں ہوں۔ دوست نے کہا: آپ گھر نہ آئیں بلکہ کسی دوست کے ہاں رُک جائیں، کیونکہ دیوبندیوں نے آپ کے خلاف درخواست دی ہے اور پولیس والے بار بار آ رہے ہیں۔ شیخ محترم نے گھر فون کیا، گھر والوں کی طرف سے جواب ملا کہ پولیس آتی ہے، لیکن ہم نے کہا: شیخ صاحب گھر میں موجود نہیں۔ وہ دیر بالا گئے ہوئے ہیں۔ شیخ محترم نے کہا: کوئی بات نہیں چلو چلتے ہیں گھر کیا ہوگا۔

میں نے کہا: شیخ صاحب دیوبندیوں کا مقصد تو پورا ہو جائے گا، کیوں کہ وہ آپ کو گرفتار کروانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو پولیس نے گرفتار کر لیا تو ان کا مقصد پورا ہو گیا، لیکن یہ بات ٹھیک نہیں۔ میں آپ کو کسی دوست کے ہاں چھوڑ کر جاتا ہوں اور خود معلومات لیتا ہوں کہ کیا وجہ ہے؟ جب میں شیخ محترم کو راولپنڈی دوستوں کے پاس چھوڑ کر آیا اور وکیل صاحبان سے ملاقات کی تو انھوں نے ہماری بات سن کر کہا: اس میں پریشانی والی کوئی بات نہیں آپ مطمئن رہیں، بہر حال ہم نے عبوری ضمانت کرائی اور شیخ رحمہ اللہ کو تاریخ دی کہ آپ فلاں تاریخ کو آئیں۔ جب ہم عدالت میں گئے تو ہمارے ساتھ محترم ڈاکٹر رحمت الٰہی صاحب، ڈاکٹر خالد محمود بھٹی صاحب اور حاجی ممتاز صاحب بھی تھے۔ میں نے عدالت میں اس شخص کو دیکھا جس کا نام مولوی جان دیوبندی ہے، اس کے چہرے پر جھوٹ کی لعنت برس رہی تھی۔ شرمندہ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا، یہ تو دنیا کی عدالت ہے، یہاں پر وہ اتنا شرمندہ کھڑا تھا، آخرت کی عدالت میں کیا ہوگا، بہر حال شیخ رحمہ اللہ عدالت سے بری ہو کر واپس اپنے گھر آ گئے اور وہ ذلیل ہو کر رہ گیا، لیکن اس میں مولوی جان اکیلا نہیں تھا پورے علاقہ چھچھ کے دیوبندی اس کے ساتھ کھڑے تھے

* مدیر جامعہ اہل الحدیث، حضرو اٹک

لیکن جھوٹ جھوٹ ہے۔ اللہ نے ان سب کو ذلیل کیا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بری کر دیا۔

یہ بے چارے کرتے بھی کیا، ان کے اکابر کا بھی یہی حال تھا جس طرح اشرفعلی تھانوی صاحب نے کہا: ''خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خان صاحب بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحب پکے غیر مقلد، ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوئے تھے ایک مرتبہ کسی جلسے میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے پڑ جائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جائے میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خان صاحب تک بھی پہنچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی۔ مولوی نذیر حسین تو سن کر ناراض ہوئے مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں تشریف لائے اور فرمایا بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے تم مجھے بتلا دو...... میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ میں جھوٹ بولوں لہٰذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا اور کہا حضرت آپ میرے بزرگ میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا آپ سے کسی نے غلط کہا ہے غرض میں نے بمشکل تمام ان کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا......''

(ارواح ثلاثۃ المعروف حکایات اولیاء ص 391-390 حکایت نمبر 391، و معارف الاکابر ص 259، 260)

لہٰذا مولوی جان دیوبندی اور علاقہ چھچھ کے سارے دیوبندیوں نے بھی مل کر سخت کالا جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ بولا کیوں کہ ان دنوں شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ اور میں دونوں دیر بالا میں موجود تھے لیکن مولوی جان دیوبندی نے کہا تھا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ زبیر علی زئی اپنے ہاتھ سے اشتہار تقسیم کر رہا تھا جس طرح ماضی میں دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے ذاتی مفاد کے لیے صریح جھوٹ بولا اور اس کا اعتراف بھی کیا، اسی طرح علاقہ چھچھ کے دیوبندیوں نے بھی صریح جھوٹ بولا اور عدالت میں اشتہار دونوں وکیلوں کے مطالبہ پر پیش نہ کر سکے۔ میرے شیخ محترم رحمہ اللہ سچے اور سُچے موتی کی طرح صاف ستھرے گھر آ گئے اور مولوی جان دیوبندی اور اس کے چیلے جھوٹ کی گرد و غبار میں اَٹ گئے، دراصل یہ لوگ اپنے اکابر ہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، چنانچہ اپنے اکابر سے مجبور جناب رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا:

''یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے کہ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔'' (مکاتیب رشیدیہ ص 10 مکتوب نمبر 13، فضائل صدقات حصہ دوم ص 556-555، دوسرا نسخہ ص 558-557)

اس خط میں گنگوہی صاحب کا یہ کہنا کہ ''وہ جو میں ہوں وہ تو ہے'' کائنات کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ دوسرے یہ کہ گنگوہی صاحب نے بذاتِ خود اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف بھی کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا'' اور اس کے برعکس یہ لوگ اپنے جھوٹ پر اس طرح دلیر ہیں جس طرح مومن اپنے ایمان پر دلیر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بہر حال شیخ رحمہ اللہ بہت زیادہ حساس طبیعت کے مالک تھے۔ میرا اکتوبر

1992 سے لے کر 10 نومبر 2013 تک کا عرصہ شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرا ہے۔ بعض الناس کا یہی خیال تھا کہ وہ اس قسم کی حرکات سے شیخ رحمہ اللہ کو خوفزدہ کرلیں گے، لیکن شیخ محترم رحمہ اللہ دلائل و براہین کی وجہ سے اپنے خیالات و افکار میں اس قدر مضبوط تھے کہ اس میں ادنیٰ لچک بھی گوارہ نہ تھی اور ہمیشہ دین حنیف کی خدمت میں اپنے لیل ونہار بسر کیے، ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اپنی ساری زندگی کتاب و سنت کی ترجمانی، دین اسلام کی برتری اور اہل حق کی علمبرداری میں گزاری ہے۔ تدریس، تقریر اور تحریر کے ذریعے سے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ خوب سرانجام دیا۔ پوری تندہی اور جذبے سے اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھے کہ اچانک بیماری نے آ لیا۔ شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر پہلو شاندار اور مثالی ہے اور ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔

1993ء کی بات ہے کہ شیخ محترم اپنی لائبریری میں مصروف تھے اور ہم مسجد کے برآمدے میں پڑھ رہے تھے کہ ایک سفید داڑھی والا بزرگ آ گیا۔ شیخ صاحب کے ساتھ ملاقات کی خواہش کی، ایک طالب علم نے شیخ صاحب رحمہ اللہ کو بلایا کہ مہمان آیا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ لائبریری سے باہر آئے تو بزرگ کھڑے تھے۔ ملاقات ہوئی اور مسجد کے صحن والے حصے کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ آپس میں مختلف باتیں جاری تھیں، وہ آدمی کہنے لگا آپ بیمار لگتے ہیں، تو شیخ صاحب نے جواب دیا: جی ہاں، نزلہ زکام ہے۔ وہ کہنے لگا میں آپ کو ایک دوائی دیتا ہوں، آپ اس کو کھائیں، پھر کبھی نزلہ وزکام نہیں ہوگا۔ شیخ صاحب نے دوائی اپنے ہاتھ میں لے لی اور پھر باتوں میں مصروف ہو گئے۔ وہ شخص بار بار اصرار کرنے لگا کہ آپ کھا لیں، کیوں نہیں کھا رہے۔ شیخ محترم جس طرح دین کے بارے میں تحقیق اور باریک بینی سے کام لیتے تھے اسی طرح دنیاوی امور میں بھی خوب سوچ بچار کرتے، چنانچہ جب تک آدمی کے بارے میں پوری معلومات نہ لے لیتے اس وقت تک اس پر قطعاً اعتماد نہیں کرتے تھے۔ اس کے اصرار پر شیخ اٹھ کر گھر کی طرف چلے تو اچانک وہ شخص بھی فوراً دوسرے دروازے سے چلا گیا۔ ہم نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی، اتنے میں شیخ واپس آئے اور کہا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ طلبہ نے کہا: شیخ صاحب ایک طرف آپ چلے گئے تو دوسری طرف وہ چلا گیا۔ شیخ فرمانے لگے کہ اس دوائی میں اس نے کوئی چیز ڈالی ہے اور اس کو پکڑو۔ ہم تو چھوٹے تھے۔ اتنا شعور نہیں تھا، 12 سے 13 سال کی عمر تھی۔ شیخ صاحب کے دوستوں نے بڑی دوڑ لگائی آگے پیچھے لیکن وہ آدمی غائب ہو گیا دوبارہ نہیں ملا۔

1999ء کی بات ہے شیخ صاحب دارالسلام لاہور میں تھے جب واپس آنے کا پروگرام بنایا تو گھر فون کیا کہ میں آج رات کو آ رہا ہوں۔ فرق باطلہ میں سے کسی شخص نے شیخ کے گھر فون کیا کہ شیخ صاحب کہاں ہیں؟ تو گھر سے جواب ملا کہ وہ لاہور گئے ہیں، لیکن آج واپس آ رہے ہیں، دارالسلام سے فون کیا کہ میں آ رہا ہوں اور باہر نکلے اور روڈ کو پار کر رہے تھے کہ مولانا ابو انس سرور گوہر صاحب آ گئے اور شیخ رحمہ اللہ کو بتایا کہ آپ میرے ساتھ اوکاڑہ چلیں وہاں کوئی ضروری کام ہے۔ شیخ نے بتایا کہ میں گھر جا رہا ہوں، لیکن ابو انس صاحب شیخ رحمہ اللہ کو اپنے ساتھ اوکاڑہ لے گئے۔

مخالفین ہی میں سے پھر کسی نے فون کیا کہ شیخ آئے ہیں، تو جواب ملا: نہیں، لیکن وہ رات کو آ جائیں گے۔ کوئی بد بخت رات کو تقریباً ایک بجے آیا اور دروازے پر دستک دی

اور میں (راقم) نے دروازہ کھولا تو فوراً گولی چلی۔ وہ یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ شیخ صاحب دیر سے آنے کی بنا پر گھر کی بجائے لائبریری میں ہوں گے لیکن شیخ تو آئے ہی نہیں تھے اور اللہ نے مجھے بھی محفوظ رکھا۔ والحمدللہ

اس قسم کی جتنی بھی فرقہ باطلہ نے کارروائیاں کی ہیں شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کے فضل سے محفوظ رہے اور دن رات دعوت وتبلیغ میں مصروفِ عمل رہے، یہاں تک کہ آپ سخت بیمار تھے ایک دوست شیخ کی بیمار پرسی کے لیے آیا، ہسپتال میں شیخ نے جب آگے پیچھے دیکھا تو سارے داڑھی والے کھڑے تھے لیکن ایک آدمی کی داڑھی نہیں تھی۔ شیخ نے اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا کہ داڑھی چھوڑ دو معاف کر دو۔ سبحان اللہ! بیماری کے وقت وہ بات نہیں کر سکتے تھے لیکن محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اتنی تھی کہ جب بغیر داڑھی والا چہرہ دیکھا تو فوراً اشارے کے ساتھ بتایا کہ اسے معاف کر دو۔

آخری وقت تک اللہ تعالیٰ نے شیخ محترم سے دین کا کام لیا۔

اصل میں جن کا تعلق قرآن وحدیث کے ساتھ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ آدمی سے اس طرح بھی دین کا کام لے لیتا ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے متعلق صحیح بخاری میں آتا ہے کہ جب ان پر حملہ ہوا اور وہ شدید زخمی ہو گئے تھے، یہاں تک کہ جب ان کو دودھ پلایا جاتا تو ان کے انتڑیوں سے باہر نکل آتا، لیکن اس کے باوجود محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ہے کہ ایک نوجوان آیا اور اس کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو فرمایا: اس نوجوان کو میرے قریب لاؤ جب وہ آیا تو فرمایا: اے غلام! اپنی شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھ کیونکہ اس سے کپڑے پائیدار رہتے ہیں اور یہ عمل تقویٰ والا ہے۔

میرے شیخ محترم رحمہ اللہ ہسپتال میں بیماری کی شدید تکلیف میں تھے بول چال نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود جب بغیر داڑھی والے کو دیکھا تو برداشت نہ ہو سکا اور اشارے کے ساتھ سمجھانے لگے تو مجھے فوراً سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ مذکورہ واقعہ یاد آیا۔ اللہ تعالیٰ میرے شیخ کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنائے۔ آمین

ایک دفعہ میں شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں جا رہا تھا کہ راستے میں کسی جاننے والے کے پاس رُک گئے اور ان کے ساتھ مختلف موضوع پر گفتگو جاری تھی کہ ان میں سے ایک بولا: آج ہم زیادہ مصروف تھے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا وجہ ہے، کام زیادہ ہے؟

تو کہنے لگا: صرف آج ہی کام تھا، شیخ نے پوچھا کیا کام تھا؟ اس نے جواب دیا کہ آج سیلاب والوں کے لئے سامان آیا تھا اور ہم رُک گئے تھے۔ شیخ نے پوچھا: کیا آپ لوگوں کا نقصان ہوا ہے؟ تو جواب ملا کہ نہیں تھوڑا سا ہوا ہے۔ تو شیخ نے پوچھا: آپ لوگوں نے کیا وصول کیا ہے؟ کہنے لگے: تقریباً 50000 سے 60000 روپے تک وصول کیا ہے۔ سارا سامان وغیرہ۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ آپ کے گاؤں میں تو زیادہ لوگوں کا نقصان ہوا ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کیا اُدھر بھی لوگوں کو اس طرح سامان مل گیا ہوگا۔ میں نے کہا: نہیں۔ کیوں کہ میرا خیال ہے کہ یہ ایک گھر سے بہت سارے گئے ہوں گے۔ تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا اسی طرح ہے تو انھوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ ہم ایک گھر کے آٹھ یا نو آدمی گئے تھے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے

پوچھا: سامان کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ برتن اور بستر وغیرہ۔ بہت سارا سامان۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ سامان تو ان لوگوں کے لئے ہے جن کا گھر سارا تباہ ہو گیا ہو اور آپ لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ یہ سامان استعمال کریں۔ آپ لوگ ایسا کریں جن جن کا گھر تباہ ہوا ہے یہ سامان ان کے گھروں میں دے آئیں۔ وہ خاموش ہوئے اور چہرے سے محسوس ہو رہا تھا کہ ان کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ جب ہم ان کے گھر سے نکلے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کے بعد اس گھر میں نہ چائے پینی ہے اور نہ کچھ کھانا ہے کیوں کہ یہ لوگ مشکوک ہیں۔ حلال اور حرام کی تمیز نہیں کرتے۔ بعد ازاں جب بھی ہم ادھر سے گزرتے تو شیخ فرماتے گاڑی تیز کرو، پھر انھیں نظر انداز کر کے گزر جاتے تھے۔

میری شیخ رحمہ اللہ سے اکتوبر 1992ء میں پہلی ملاقات ہوئی، شیخ حبیب اللہ رحمہ اللہ کے ساتھ اتفاق ہوا حضرو آنے کا۔

شیخ حبیب اللہ نے اس وقت مختصر یہ تعارف کرایا تھا کہ یہ بہت بڑے عالم ہیں۔ خاص طور پر اسماء الرجال کے امام ہیں۔ ہم چھوٹے تھے، اس وقت اتنا شعور بھی نہیں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے شیخ رحمہ اللہ کی رفاقت میں میری زندگی کا یہ مختصر وقت لکھ دیا تھا کہ میں یہاں آیا اور ان کے ساتھ دین کے مختلف شعبوں میں مصروف رہا۔

1997ء میں میری شادی ہوئی 1998ء میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر میں بچوں کے ساتھ یہاں شفٹ ہوا، 1998ء کے بعد پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ گاؤں بیاڑ جاتے۔ 20 دن سے لے کر ایک مہینہ تک وہاں قیام کرتے اور پھر مجھے وہاں بھی خدمت کا موقع ملتا۔ دیر کے بلند و بالا پہاڑوں سے دوست احباب آتے اور اس دین کے چشمے سے سیراب ہو کر واپس جاتے، پھر دوستوں کی کثرت کی وجہ سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں بھی اپنا ٹائم دوستوں کے لیے خاص کر دیا تا کہ میری تصنیف کا وقت بھی ضائع نہ ہو۔ اکثر لوگ یہ سوال کرتے کہ شیخ صاحب جب بھی ہم آتے ہیں آپ کو عصر تک اسی طرح مشغول دیکھتے ہیں کیا آپ تھکتے نہیں؟ شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ میں دنیاوی امور کی نسبت یہ کام کرنے میں زیادہ خوش ہوتا ہوں کیوں کہ میرا رابطہ اللہ کے ساتھ رہتا ہے اور جب حدیث پر کام کرتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میرے سامنے آجاتی ہے اور جب میں حدیث سے کوئی استنباط اور کوئی مسئلہ اخذ کرتا ہوں تو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور محدثین کی زندگی میرے سامنے آجاتی ہے۔ اس لیے میں تنگ نہیں ہوتا اور نہ تھکتا ہوں، بلکہ خوش ہوتا ہوں۔ اسی لیے پنجاب حضرو میں بھی مہمانوں کو ایک خاص وقت دے رکھا ہے۔ مثلاً اتوار والا دن خاص مہمانوں کے لیے ہے۔ صبح 8 بجے سے لے کر 11 بجے تک، لیکن مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے مغرب ہو جاتی ہے اور یہاں میں چونکہ سال میں ایک مہینہ کے لیے آتا ہوں اور پھر اس علاقے کے ساتھ میری محبت ہے۔ میں اس لیے آپ لوگوں کو روزانہ عصر تا مغرب ٹائم دیتا ہوں اور شیخ رحمہ اللہ کے الفاظ یہ تھے کہ میں نے حافظ شیر محمد کو کئی دفعہ بتایا ہے کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو مجھے یہاں دفن کرنا۔ شیخ رحمہ اللہ نے دیر کے بلند پہاڑوں کے دامن میں کئی کتابوں پر کام کیا۔

چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱: شرح حدیث جبریل 27 جولائی 2005ء

۲: اختصار علوم الحدیث 3 جولائی 2006ء

۳: موطأ امام مالک 17 جولائی 2007ء

۴: فضائل درود وسلام 24 ستمبر 2009ء

۵: شمائل ترمذی 12 جون 2011ء

اوراس کے علاوہ بھی کئی کتابوں پر کام وہاں کیا، لیکن تکمیل حضرو میں ہوئی۔

2013ء کو شیخ رحمہ اللہ کا سفرِ دیر بالا آخری تھا اور یہ کون جانتا تھا کہ اب کبھی دوبارہ شیخ رحمہ اللہ نہیں آئیں گے، لیکن اللہ کو یہی منظور تھا، ہم بھی اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔

2013ء میں شیخ رحمہ اللہ نے تصنیف کا کام نہیں کیا آپ نے صرف اختصار علوم الحدیث طلباء کو پڑھائی، ان طلباء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حافظ شبیر احمد جمالی، حافظ محسن حیدر آبادی، حافظ ابو دجانہ حیدر آبادی، مولانا شکیل احمد سرگودھا، ارسلان سرگودھا اور خلیل الرحمٰن گندف۔

الحافظ زبير علي زئي رحمه الله كما عرفته

فضيلة الشيخ عبد الحميد رحمتي حفظه الله *

هـو أبـو طـاهـر زبيـر بـن مـجـدد خـان العلي زئي الإمام الحافظ الناقد شيخ المحدثين الـحـضروي الغزنوي الأصل كان من بحور العلم طرف البلاد و برع فى المتن والإسناد و جمع و صنف و جرح و عدّل و صحح و علّل .

عـرف بـعلي زئي لأنه كان من قبيلة علي زئي من القبائل المشهورة ببلاد الأفغان و كان يسكن في حضرو اتك فنسب إليها و كانت قريته تسمى بير داد نسبة إلى أحد أجداده .

ولد الحافظ رحمه اللّٰه: سنة ١٣٧٨هـ الموافق ٢٥/ جون ١٩٥٧م .

و أول شـغـفـه بالحديث كان سنة ١٩٧٢م حيث قرأ صحيح البخاري بنفسه و تحول سلفيًا في تلك الفترة و ترك التقليد و نبذ البدع وراء ظهره .

سـمـع السيـد بديع الدين شاه الراشدي رحمه اللّٰه و أخاه محب اللّٰه شاه الراشدي و عطاء اللّٰه الـفـوجيـانـي الـحـنيف و عبـد الـمنان النور فوري و فيض الرحمٰن الثوري و عبد الغفار حسن و عبـدالسـلام بـن مـحمد و عبد الحميد أظهر و محمد أيوب شينكوي و أبا عائشة صابر بن أشرف نفارجوي و عبد الحميد الهزاروي .

لـما ذكر لي مشائخه و جاء ذكر الثوري فيض الرحمٰن فضحك و قال لم يكن عربيًا من بني ثور و لكن كان من قبيلة إسمها يوافق معناه الثور بالفنجابية فكان يعبر عنه بالعربية و يقول أنا ثوري .

وكـان حاصلاً على شهادة الماجستير الأولى فى الشريعة والثانية فى اللغة العربية و تخرج عام ١٩٩٥م من الجامعة المحمدية بكجرانوالة مع المرتبة الأولى .

وكـان رحـمــه الـلّٰــه يـجيـد الـلغة الـعربية والأردية والهندكية والبشتو و العبريّة والسريانية والإنجلزية .

و لما زرناه مرة فـي مـكتبـه العامرة رأينا التوراة والإنجيل بعدة لغات فأخبرنا أنه تعلم هذه اللغات و عند المناظرة مع أهل الكتاب آخذ النسخة العبريّة للتوراة أو الإنجيل فيتحير الخصم .

كان رحمه اللّٰه أفغاني الأصل لكنه تعلم الأفغانية و يومًا عند ما زرناه أشار إلى والده حفظه اللّٰه

* دارالقرآن والحديث السلفية، بشاور .

و قال: هذا والدي قد قارب مئة سنة ولا ينطق بلفظة من البشتو .

و أول مـا الـتـقـيـنـابـه تـقريبًا قبل عشرين عامًا فى التسعينات من القرن الماضى في إجتماع لأهل الـحـديـث بـمريدكے قرب لاهور و قد شارك فيها عدة من كبار أهل العلم أمثال الشيخ عبد السلام الـرستمي رحمه الله و الشيخ المحدث والدي حفظه الله، كنا جلوسًا في غرفة و قد اجتمع العلماء إلـى الشيخين حفظهما الله فدخل شاب آدم إلى حمرة ما واسع الجبين طويل شق العين كث اللحية و كان وجهه مثل القمر و على رأسه غترة = رومال = ضليع الفم و كان ربعة من الرجال صافح مع الشيـخيـن و جـلـس مـعهـما على السرير فسمعت أحد من جاء معه أن هذا هو الحافظ زبير عليزئي يـحـفـظ أحاديث كثيرة وهو من تلاميذ الشيخ بديع الدين شاه الراشدي و سأل الوالد حفظه الله عن أشيـاء مـن الـمسائل الرواية والدراية فأعجب بالوالد فقال ما رأيت مثله و كان يصف الوالد بالبحر و كان الوالد حفظه الله يزوره في حضرو كلما يرجع من إسلام آباد و كذا الحافظ رحمه الله .

و كـان رحـمه الله داعيًا بارعًا ماهرًا لم يكن في منطقته قبل دعوته مسجد لأهل الحديث و بعد دعوته الآن الحمد لله زاد عدد المساجد والمدارس على عشرة و في كل منها دروس متنوعة و يزداد عدد أهل الحديث فى المنطقة كل يوم و يكون هذا في ميزان حسانته إن شاء الله .

و كـان رحـمـه الـلّـه ولـعـا بجمع الكتب النادرة محبًا لها و خاصة كتب الحديث، مجمع آلاف الـكتب المعتبرة في مكتبته كلما يأتي بشاور يزور مركز الكتب بمحلة جنكى و يومًا كنا بمعية الوالد بـمكتبة الشيخ أمين الله رحمه الله (وهو صاحب المكتبة نشر القرآن والسنة) فمر الشيخ أمام المكتبة و رأى الوالد فدخل و صافح و جلس مع الوالد و سأله فورًا عن حديث فهاجم عليه صاحب المكتبة و مـنعه من السؤال و قال هذه مكتبتي و أنا أكون من يسأل لا غير و كانت في أخلاق صاحب المكتبة شـدة فـأخـرج الـحافظ من المكتبة فساء ذلك الوالد و قلل من زيارة مكتبته بعد ذلك فكان الحافظ رحـمـه الله بعد ذلك إذا رأني في مكتبة الشيخ امين رحمه الله يشير إلي فأخرج إليه و ذات مرة أشار إلـي فـخـرجت إليه وهو واقف أمام دار الكتب العلمي فسلمت عليه و صافحته فبعد السلام مباشرة سـألني ما تقول فى الحديث الحسن لغيره فهبته و فكرت في نفسي بم أجيبه فقلت له العلماء يقولون في تعريفه و حكمه كذا و كذا فقال: دعني من أقوالهم ما هو رأيك أنت؟ فصرحت له و قلت أما أنا فلا أراه حـجة فـي شـئ مـن الـمسائل فقال: و أنا كذالك لا أراه حجة و ترك يدي و قال السلام عليكم و مشى رحمه الله .

و كان رحمه الله لا يقبل حديث سفيان الثوري المعنعن فمرة عندما زرناه في بيته سألته عن

القنوت في الوتر و هل ثبت عن رسول الله ﷺ أو الصحابة فقال لي: أنت تأخذ بمعنعن الثوري قلت: نعم هو عندي حجة فقال: في روايته لحديث أُبي رضي الله عنه ذكر القنوت فقلت أُبي رضي الله عنه مخالف للقنوت المعهود فلم يجبني و قد سأله آخر فاشتغل في جوابه رحمه الله .

ومرة سألته يا شيخ لم لا تضع يديك بعد الركوع و قد ثبت الحديث الذي في النسائي فقال كنت أضعهما و لكن رأيت حديث ابن الزبير أنه كان يرسل يديه في الصلاة، فقلت: في جميع الصلاة كان يفعل هذا و قد ثبت عنه خلاف ذلك، فقال نجعل عمله هذا في القيام بعد الركوع وما ناقشته من أجل وجود العوام حين ذلك .

و كان يجتهد أن يعمل بكل حديث ثبت عنده و مرة صلينا خلفه أنا و الوالد والشيخ حسين الظاهري فلما ختم السورة و قف ساكتا قبل الركوع و أطال السكوت ثم ركع فبعد ما سلم ذكرت مسئلة السكوت فذكر الحديث الذي فيه السكوت بعد القراءة و أقره الوالد والشيخ حسين حفظهما الله .

و زرناه مرة في مكتبته فلما صلى العشاء أراد أن يودعنا فقلت: لا يا شيخ نجلس معكم و نستفيد قال: من عادتي أني لا أجلس مع الضيوف بعد العشاء و هذا شير محمد يكون معكم فقلت: هذا خلاف السنة و نحن جئنا من أجلك فقال: إني أكره السهر بعد العشاء فقلت: نحن لا نتكلم معك إلا في العلم و قد عقد البخاري باب بأن السهر بالعلم جائز و ذكر في صحيحه أحاديث تدل على ذلك فضحك و ذهب معنا بمعية الشيخ شير محمد إلى المطعم بجواربيته فكنا معه إلى نصف الليل .

وكان الحافظ رحمه الله يعد من كبار العلماء بباكستان فمرة انعقد مجلس بلاهور و دعي إليه كبار العلماء من سائر باكستان منهم الوالد و الشيخ ثناء الله المدني والمفتي عبيد الله عفيف و عبد الله أمجد جهتوي و إرشاد الحق الأثري و عبد الرشيد الأظهر و صبغت الله شيراني وغيرهم و كان الحافظ من ضمنهم و كان موضوع المجلس توحيد فتوى أهل الحديث و كان ناظم المجلس الشيخ حسين الظاهري و قد شرط في الحاضرين أن يكون كل واحد من أهل الفتوى منذ عشرين سنة أو شيخًا للحديث منذ عشرين سنة أوله فتاوى مطبوعة منشورة و جعل الحافظ ثناء الله خان المدني رئيسًا لهذا المجلس و كنت هناك بمعية الوالد فرأيت هؤلاء الكبار يكرمون و يعظمون الحافظ رحمه الله كثيرًا .

وكانت للحافظ رحمه الله دورات علمية في الجرح والتعديل و سائر علوم الحديث بعد شهر رمضان مباشرة بمكتبته و يشارك فيها كثير من الطلاب الخريجين من المدارس و كذلك تنعقد

فى الأماكن المختلفة كما أتذكر دورة الجرح والتعديل بكويتة قبل سنتين أو ثلاثة . و كان فردًا في هـذا الفن و كان لا يحب أن يكون مدرسًا راتبًا في إحدى المدارس ، قال لي قبل السنة الماضية أنه قبـل تدريس سنن أبي داود في إحدى مدارس سركودها و كان يفرغ جهده فيه ولـم يبلغ إلى نصف السنن إلى آخر السنة و قال لا أدرس كما يدرس الآخرون حيث يكون درسهم مجرد سرد بل لا بد من إيضاح المعنى و التعرف بالرواة جرحًا و تعديلاً و بيان صحة الحديث و ضعفه و كأنى سمعت منه أن المدرسة وافقت على أن يختم السنن فى السنة المقبلة .

ولـكـنـه كـان مؤلفًا بارعًا و محققًا فائقًا يعلم قدره من خلال تأليفاته و تخريجاته و تحقيقاته و مـقـالاته التي تنشر خلال جريدته الشهرية التي سماها= مجلة الحديث = و أكثر المضامين تكون مـن قـلـمـه فيها و كتاباته يغلب عليها اللون الجدلي و إفحام الخصم و إبداء عوراه و يستعمل كل قوته في إثبات المسئله و هذه قائمة ببعض ما سطرته يداه و جادت به قريحته رحمه اللّٰه .

أولاً ما كتبه بالعربية :

١: تحقيق و تخريج أحاديث مسند الحميدي = استفاد فيه من نسختين خطيتين و أظهر فيها أربع مئة ٤٠٠ من أخطاء حبيب الرحمٰن الأعظمي في تحقيقه لنفس الكتاب .

٢: نيل المقصود فى التعليق على سنن أبي داود و تخريج أحاديثه ـ حكم فيه على جميع أحاديثه حسب اجتهاده .

٣: تسهيل الحاجة في تخريج أحاديث سنن ابن ماجه .

٤: تخريج المجتبٰى للنسائي و مقارنته مع السنن الكبرى له .

٥: تـخـريـج سـنـن الترمذي ـ أخرج الأحاديث التي يشير إليها الترمذي بقوله و فى الباب = قد حكم على أحاديث السنن كلها .

٦: تخريج النهاية فى الفتن والملاحم .

٧: تخريج كتاب الجهاد لابن تيمية .

٨: تخريج سيرة ابن هشام .

٩: تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاري .

١٠: تخريج أحاديث منهاج المسلم للجزائري .

١١: السراج المنير في تخريج أحاديث و آثار تفسير ابن كثير .

١٢: الأسانيد الصحيحة في أخبار أبي حنيفة .

١٣: تحقيق و تخريج إثبات عذاب القبر للبيهقي .

١٤: تلخيص الكامل فى الضعفاء لابن عدي .

١٥: كلام الدارقطني في أسماء الرجال في سننه .

١٦: تحقيق و تخريج جزء علي بن محمد الحميري

١٧: تخريج و تحقيق المؤطا للإمام مالك

١٨: تخريج و تحقيق بلوغ المرام

١٩: تخريج و تحقيق مشكاة المصابيح

٢٠: في ظلال السنة سلسلة في سياحة الأمة إسلام آباد

٢١: أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة ـ من سنن السنن الأربعة مع بيان وجه الضعف .

٢٢: تخريج الأنوار في شمائل النبي المختار .

٢٣: تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبي شيبة .

٢٤: أنوار السنن في تحقيق آثار السنن

٢٥: تخريج الأربعين لشيخ الإسلام ابن تيمية .

٢٦: تخريج شعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم

و هذه قائمة ببعض تصانيفه الأردية:

١: نور العينن في إثبات رفع اليدين

٢: القول الصحيح في ما تواتر في نزول المسيح

٣: جنت كا راسته

٤: تسهيل الوصول إلى تخريج و تعليق صلاة الرسول

٥: نور القمرين ـ رد على حديث و أهل الحديث للديوبندية .

٦: الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة خلف الإمام فى الجهرية

٧: هدية المسلمين = أربعون

٨: نور المصابيح = التراويح

٩: القول المتين فى الجهر بالتأمين

١٠: أكاذيب آل ديوبند

١١: التأسيس في مسئلة التدليس

١٢: ترجمة السنن والمبتدعات

و سـألته يومًا عن إسناده فى الحديث و ذكرت له أن كل إسناد للحديث لا بد و أن يمر على المبتدعة مـن الـمـاتـريـدية والأشاعرة فقال هناك إسناد ذكره الشيخ بديع في منجده خال عن المبتدعة فقلت له هو منقطع فأقر و سكت و بعد أيام إتصل بي و قال وجدت الواسطة و ذكر رواية الفخر بن البخاري و أنها عن أبـي مـكتـوم عيسى بن أبي ذر الهروي . و لكن تبين لي فيما بعد أن الفخر ولد بعد موت أبي مكتوم بمئة سنة تقريبًا و كذلك في هذا السند إنقطاع بين أحمد العسكري و الحافظ ابن رجب و لكن بحمد الله تعالى قد وجدت الوسائط و ذكرت الإسناد الصحيح السلفي وهو في آخر الورقة .

و كـان رحمه الله على جانب من الورع والتواضع قل من رأيت مثله فى التواضع كل من يراه لأول و هلة لا يظن أنه عالم بهذا القدر و لا سيما حين يرى . . . . معلقًا عليه تحت صدريته .

لـه مـن الأولاد ثـلاثة بـنيـن و أربـع بنات و لا أعلم فيهم عالمًا و نُقِل إليّ من قوله أنه قال مكتبتي بعدي للحافظ شير محمد لأنه ليس في ولدي من يعرف قدرها . والله أعلم

و بعد حياة علمية حافلة بالخيرات و تلألأ في سماء العرفان انتقل إلى جوار ربه يوم الأحد الرابع أو الخامس من محرم الموافق ١٠/ ١١/ ٢٠١٣ بعد صلاة الصبح فى المستشفى و قد أصابه الفالج و مـكث فى المستشفى بعد عملية الجراحة في رأسه و قد زرته فى المستشفى مع الوالد حفظه الله و قد عرف الوالد و قرب يده منه و دعا له الوالد بالدعوات . رحمه الله و أسكنه فصيح جنانه .

والـحـافـظ رحمه الله جدير بأن تذكر مناقبه و جهوده العلمية و خاصة في علم الحديث و أن تبرز أعـماله الفنّية فقد أثرى المكتبة الإسلامية بتأليفه و تحقيقاته أيما إثراء تقبلها الله في ميزان حسناته . و قد كان سدا منيعًا و سورًا مرتفعًا أمام كل بدعة و صاحبها .

سند الشيخ: بديع الدين شاه الراشدي عن عبد الحق بن عبد الواحد الهاشمي عن أحمد بن عبد الـلّـه بـن سـالـم البـغـدادي عـن عبد الرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبد الوهاب عن جدّه شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب النجدي الدّرعي عن عبد الله بن إبراهيم بن سيف المدني عن عبد القادر بن عمر التَّغْلُبي الحنبلي عن عبد الباقي بن عبد الباقي الدمشقي عن أحمد الوفائي المُفلحي الحنبلي عن موسى بن أحمد الحَجَّاوي الحنبلي عن أحمد بن محمد الشُوَيكي النابلسي الدمشقي الحنبلي عن الشهاب أحمد العسكري عن أبي بكر بن قندس عن العلاء بن اللحّام عن الحافظ عبد الـرحـمٰـن بن رجب الحنبلي عن الحافظ ابن القيم عن الحافظ ابن تيمية عن أحمد بن عبد الدائم عـن الـحسيـن بـن المبارك الزبيدي عن أبي الوقت عبد الأول بن عيسى السِّجزي عن أبي الحسن

عبد الرحمٰن بن محمد بن المظفر الداوُودي عن أبي محمد عبد الله بن أحمد بن حموية السرخسي عن أبي عبد الله محمد بن يوسف الفربري عن الإمام محمد بن إسماعيل البخاري .
و عن شيخ الإسلام ابن تيمية عن الفخر علي بن أحمد البخاري عن حنبل بن عبد الله المُكبِّر الرصافي عن هبة اللّٰه بن الحصين عن الحسن بن علي بن المذهِب عن أبي بكر أحمد بن جعفر بن حمدان القطيعي عن أبي عبد الرحمٰن عبد الله بن أحمد بن حنبل عن أبيه الإمام أحمد بن حنبل رحمهم الله .

أيّ ركن وهٰى من العلماء أيّ نجم هوٰى من العلياء
إن رُزْءَ الإسلام بالحافظ العا لم أمسي من أعظم الأرزاء
أقفرت بعده ربوع الأحادى ث و أقوت معالم الأنباء
كان ناديه كالرياضى إذا ما ضحك النور من بكاء الأنداء
كان بحرًا من عام فيه حباه باللآلئ الأنيقة الألاء
يالها من مصيبة لهي صمّا لم يجد سهمها عن الأصماء
هدمت ثروة المعالي و دارت حبل المجد في ثرى الغبراء
فلقد قرت الأعادى عيونا طالما أغضيت علا الأقذاء
كم به جرّع العدوّ زعافًا من أفاويق البؤس والبأساء
من يكن شامتًا فللموت بأس ليس يثنٰى بالعزة القعساء
من يمت فليمت ممات أبى القا سم[1] عن عفة و طيب ثناء
يا أباعذر كلّ معنى دقيق جلّ كالدّرّة العزراء
صبرنا يا ابن نجدة العلم أمسٰى عنك مستصعبا شديد الإباء
علماء البلاد حلت حباها لك يا من عم الورى بالحباء
فعليك السلام مالاح وجه الصبح من تحت الطرّة السوداء
و على التربة التي غيت فيها كل جون و ديمة هطلاء

....

هذه القصيدة قيلت في مرثية الحافظ ابن عساكر رحمه اللّٰه (الوافي بالوفيات ٢٠/ ٢٢٢)
و نقلتها في تعزية الحافظ زبير علي زئي رحمه اللّٰه .

---

[1] أبى الطاهر

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

از ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں*

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے میرا تعلق تقریباً ۲۱ سال پرانا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں راقم الحروف کے جماعۃ المسلمین (بی ایس سی گروپ) اور برزخی فرقہ (مسعود الدین عثمانی) سے لگا تار تحریری مناظرے ہوتے رہے۔ جب بھی ان کی طرف سے کوئی ایسی روایت پیش ہوتی جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود نہ ہوتی تو فوراً بذریعہ خط شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے رابطہ کرتا، ان سے حدیث کی سند پر معلومات حاصل کرتا اور وہ اپنی بے انتہا مصروفیات کے باوجود جواب دیتے۔ اُن سے میرا پہلا رابطہ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کے توسط سے ہوا، بعد میں ان کی وفات تک یہ تعلق بحمد اللہ قائم رہا۔ وفات سے تقریباً دو ماہ پیشتر انھوں نے مجھے فون کیا اور شکایت کی ان کا بلڈ پریشر کنٹرول نہیں ہو رہا۔ انھوں نے اٹک میں کسی اسپیشلسٹ سے معائنہ کروایا تھا، لیکن وہ دوائیں بھی انھیں کوئی زیادہ فائدہ نہیں دے رہی تھیں۔ انھوں نے اُس ڈاکٹر کا پرچہ اسکین کروا کر مجھے میل بھی کیا۔ شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یہ بھی بتایا کہ مسلسل ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے ان کے دل کا سائز بھی بڑھ چکا ہے۔ راقم الحروف نے انھیں کچھ دوائیاں ان کی وفات سے تقریباً دو سال پہلے تجویز کی تھیں جن کے استعمال سے بقول ان کے انھیں کافی آرام ملا تھا۔ غالباً یہی ان کی آخری فون کال تھی۔ دماغ میں کہیں یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ گفتگو، ان سے آخری گفتگو ثابت ہوگی۔

دماغ کی رگ پھٹنے کی وجہ سے وہ مسلسل بے ہوش رہے اور اسی حالت میں اس دارِفانی سے روانہ ہو گئے۔ وفات کی خبر سن کر، ان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحے آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ فروری ۲۰۱۳ء میں وہ سندھ کے دورے پر آئے تھے اور ان کا یہی دورہ سندھ کا آخری دورہ ثابت ہوا۔

الحمد للہ! اس دورے میں تین مقامات پر ان کے ساتھ تقریر کرنے کا موقع ملا۔ قاسم آباد (حیدر آباد) کی مسجد خالد بن ولید میں ان کے ساتھ میرا پروگرام ہوا۔ بعد نمازِ عصر میری تقریر تھی اور بعد نماز مغرب ان کا درس قرآن و حدیث تھا۔ پروگرام کے بعد ان کے ساتھ کھانا کھانے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس پروگرام کے چند دن بعد ضلع سانگھڑ کے شہر شہداد پور میں ایک شادی ہال کے اندر بڑے پیانے کا پروگرام ہوا، جس میں بڑی تعداد کے اندر جماعتی اور غیر جماعتی ساتھیوں نے شرکت کی، پھر فروری کے مہینے میں ہی میرے آبائی شہر بدین میں ان کا پروگرام ہوا۔ اس پروگرام میں راقم الحروف کی لائبریری پر ان کے لیے پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ گھر والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہمارے گھر پر تشریف لا رہے ہیں تو صبح سے سب گھر والے طعام کی تیاری میں لگ گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی میں کئی بار دنیادار لوگوں کی دعوت کی ہے، لیکن اس دعوت میں دلی خوشی کا پہلو نہیں ہوتا مگر جب ایک عالم دین، متقی اور پرہیزگار انسان، آپ کا کھانا کھائے تو یہ ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ اللہ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: ((لَا تُصَاحِبْ

* ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث سندھ

إِلَّا مُؤْمِنًا وَ لَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ)) ''تیری دوستی صرف مومن کے ساتھ ہو اور تیرا کھانا متقی انسان ہی کھائے۔'' (أبو داود: ٤٨٣٢ وسنده صحيح)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جب بدین سے روانہ ہوئے تو یہ ان کے ساتھ آخری ملاقات تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

میں نے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اندر کچھ ایسی خوبیاں دیکھیں جو اکثر لوگوں میں مفقود ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو علم سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے بعد شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وہ حقانی عالم تھے جو کہ باطل فرقوں کے لیے ایک تلوار بے نیام تھے۔ لگی لپٹی رکھے بغیر بات کرنے کے قائل تھے۔ ڈپلومیسی ان کے قریب سے بھی نہیں گزری تھی۔ یہی عادت کافی لوگوں کو ناپسند ہوتی ہے، جو بالخصوص سب کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہی ان کا منتہا و مقصد تھا۔ میں اپنی تقاریر اور تحریر میں یہ بات، بار بار کہتا ہوں کہ کھری تبلیغ و دعوت ہی وہ چیز ہے جس سے مخلص اور کھرے لوگ پیدا ہوتے ہیں، جو لوگ سب کو راضی کرنا چاہتے ہوں، ان کی تبلیغ و دعوت سے کبھی کھرے افراد پیدا نہیں ہو سکتے۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ایک اور خصلت جو کہ قابل رشک ولائق اتباع ہے وہ ہے فون پر جماعتی ساتھیوں کو جوابات دینا۔ شیخ زبیر رحمہ اللہ نے سوال و جواب کے لیے ٹائم مخصوص کر دیا تھا جس دوران میں آپ ان سے سوالات کر سکتے تھے۔ یہ چیز بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اکثر تو وہ ہیں کہ کال اٹینڈ نہیں کرتے اور فوراً جواب دینے سے بھی ہچکچاتے ہیں، لیکن شیخ محترم فوراً جواب دیتے تھے بصورت دیگر تحقیق کے لیے وقت طلب کرتے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت کے حوالے سے ایک اور خوبی بھی قابل بیان ہے، اور وہ تھی ان کی سادگی، وہ نہایت سادہ انسان تھے، کوئی مصنوعی رعب اور ٹھاٹ باٹ نہیں۔ سر پر رومال، سادہ کپڑے اور سادہ سی عینک، یہ ان کی شخصیت تھی، لیکن جب احادیث کی سند پر بحث کرتے تو وہ ایک سمندر دکھائی دیتے۔ کافی مرتبہ ایسا ہوا کہ راقم الحروف نے ان سے کسی کتاب کے حوالہ سے بات کی اور انھوں نے چند لمحات میں اس کتاب کو اٹھا لیا۔ یہ چیز ان علماء کے اندر ہوتی ہے جو لائبریری میں لگاتار علمی و تحقیقی امور میں اور مطالعہ میں مصروف ہوں، ورنہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کی لائبریری میں ہزاروں کتب ہیں، لیکن انھیں اہم کتابوں کے متعلق بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں رکھی ہیں۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تو اس دنیا کو چھوڑ کر جا چکے ہیں لیکن اپنے پیچھے ایسے نوجوانوں کی کھیپ تیار کر کے گئے ہیں جو اسی منہج پر چلنے والے ہیں۔ عقیدے کے حوالے سے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک پہاڑ کی مانند تھے، ٹھوس اور سخت۔ آج کتنے لوگ ہیں جو دنیاوی مفادات کی وجہ سے عقیدے کو داؤ پر لگا چکے ہیں۔ قبر پرست اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بُرا بھلا کہنے والوں کے ساتھ، ان کی محبتیں ہیں۔ ان کے نزدیک ''اتحاد امت'' سب سے اہم ہے، خواہ اس کے لیے توحید و سنت کی قربانی دینی پڑے۔ (والعیاذ باللہ)

آج ضرورت ہے اہل حدیث میں ایسے لوگ اُٹھیں جو عقیدۂ توحید کو کھول کر بیان کریں، کسی کی پروانہ کریں۔ ووٹ اور نوٹ ان کا مقصد نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ ان کی بشری کمزوریوں کو معاف فرمائے۔ ان کی کتب و تحریرات کو صدقہ جاریہ بنائے اور ہمیں ان کا حقیقی جانشین عطا فرمائے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت

ابو صہیب محمد داود ارشد*

آج سے تقریباً اٹھارہ برس قبل کی بات ہے کہ خاکسار اپنے دوست الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی معیت میں ننگل ساہداں کے اجتماع میں گیا، جب مرکز میں داخل ہوئے تو بائیں جانب کی بلڈنگ کے سامنے والے لان میں علمائے کرام کھانا کھا رہے تھے، کئی ایک شیوخ سے علیک سلیک ہوئی، ایک نوجوان کے سامنے شیخ ٹھہر گئے۔ مجھے تعارف کرواتے ہوئے مبشر صاحب کہنے لگے: داود صاحب یہ ہیں ''حافظ زبیر علی زئی'' اس وقت جو سراپا ذہن میں آیا وہ حسب ذیل ہے: درمیانہ قد، سرخ گندمی رنگ، کھلی پیشانی، موٹی چمک دار آنکھیں، گھنی داڑھی، چوڑا چہرہ، شلوار قمیص میں ملبوس، تقریباً ۳۵ برس کے لگ بھگ جوانی کی عمر، پروقار گفتگو، کلام میں ٹھہراؤ، بات کو قرینے سے کرنے کی صلاحیت، تھوڑی دیر ہم ان کے پاس رُکے، پھر آگے چل دیے۔ میری ان سے یہ پہلی ملاقات تھی، جو بتدریج دوستی میں بدل گئی۔ ہم آہنگی نے اس پر دو آتشہ کا کام کیا۔ راقم نے انھیں ثقہ عالم دین پایا اور ابتدائی ملاقات سے لے کر شیخ محترم کی وفات تک تعلق میں کوئی دراڑ نہ آئی۔ افسوس کہ میں ان کی عیادت نہ کر سکا، کیونکہ انھیں ایام میں میری والدہ ماجدہ سخت بیمار ہونے کی وجہ سے گوجرانوالہ کے سی ایم ایچ میں زیر علاج تھیں، بھرپور کوشش کے باوجود ۲۴/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو بوقت ۹ بجے شب ان کی وفات ہوگئی، ابھی ماںتا کا غم تازہ ہی تھا کہ ہمارے دیرینہ ساتھی ہم سے بچھڑ گئے۔

إنا لله و إنا إليه راجعون.

خاکسار نے انھیں صاف دل اور حق کی طرف رجوع کرنے والا پایا۔ اگر بوجہ غلطی ہوئی تو علی الاعلان اس کا اعتراف کیا۔ اگر محترم حافظ صاحب کے رجوع جمع کیے جائیں تو ایک مفصل مضمون تیار ہوسکتا ہے۔

ضد و ہٹ دھرمی نام کی کوئی چیز ان میں نہ تھی۔ ایک دفعہ فون پر بات ہو رہی تھی کہنے لگے داود صاحب ہم اہل حق ہیں۔ حق کو قبول کرنے میں تامل نہیں کرنا چاہیے نہ یہ ہی دیکھنا چاہیے کہ مبتدعین کی اس سے تائید ہوتی ہے یا اس سے وہ فائدہ اٹھائیں گے، بلکہ جو حق ہے اس کے ہم وارث ہیں اسے خندہ پیشانی سے قبول کر لینا ہی ہمارا طرۂ امتیاز ہے۔

انوار الصحیفہ جب چھپ کر آئی تو خاکسار نے بتایا کہ سنن ابی داود (۲۹۰۴) کی حدیث کو جو آپ نے بوجہ محاربی کی تدلیس کے ضعیف بتایا ہے، یہ ٹھیک نہیں کیونکہ ابن ابی شیبہ (المصنف ۱۱/۴۱۳) میں اس کی سند صحیح ہے۔ فون پر بات کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ٹھہریں میں کتاب لے کر آتا ہوں۔ مراجعت کر کے کہنے لگے: ہاں، میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔ میرا شکریہ ادا کیا بلکہ مجھ سے وعدہ لیا کہ آیندہ بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو مجھے ضرور بتائیے گا۔ سچی بات ہے کہ یہ بہت بڑی خوبی ہے، حالانکہ علم بہت بڑا حجاب

---

* مناظر اسلام، مصنف کتب کثیرۃ

ہوتا ہے۔لسّی میں پانی ڈال کر اسے زیادہ کرنے کی طرح علمی باتوں کو لمبا کر لینا کوئی کمال نہیں، کمال تو یہ ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا جائے ، حافظ صاحب وقت کی بڑی قدر کرتے ، بھرپور کوشش کرتے کہ کوئی گھڑی ضائع نہ ہو۔کسی مسئلہ میں راہنمائی کے لیے جب رجوع کیا جاتا اور آپ لائبریری میں موجود ہوتے تو یوں لگتا جیسے مطلوبہ کتاب ہاتھ میں پکڑے بس فون کا انتظار کر رہے تھے۔جتنی بات ضروری ہوتی، وہ کہہ کر خود ہی السلام علیکم کہہ کر فون بند کر دیتے۔ایسا بوجہ تکبر نہ کرتے بلکہ اپنا وقت بھی بچاتے اور سائلین کا پیسہ بھی۔

جھنگ کے قریب ایک گاؤں بدوآنہ ہے جہاں کسی دور میں اہل حدیث کا مدرسہ تھا جہاں دور دور سے طالب علم حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتے۔وہاں شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید مولانا عبد الحمید درس دیا کرتے تھے۔ اسی گاؤں میں دیوبندی مکتبہ فکر سے فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ کی ٹھن گئی۔ وہاں کی مقامی جماعت نے کئی ایک اہل علم کو مناظرہ کے لیے دعوت دے دی، جو تمام کے تمام بروقت پہنچ گئے۔

جن میں شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ امجد چھتوی ، شیخ الحدیث محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ، مفتی جماعت مولانا مبشر احمد ربانی، مناظر اسلام قاضی عبد الرشید ارشد، الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور سید طالب الرحمٰن شاہ جیسے علماء تھے۔خاکسار کو ان شیوخ کی معیت کا شرف حاصل تھا، مناظرہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔فریق مخالف نے پولیس سے ساز باز کر لی، جب گاؤں میں پولیس آئی تب تک مقامی جماعت نے ہمیں ایک ڈیرے پر منتقل کر دیا جس کے چاروں اطراف کماد کی فصل تھی۔ایک نوجوان نے ہمیں کماد کا ایک بڑا گٹھا توڑ کر لا دیا کہ آپ سب اس سے دل کو بہلائیں، ہم جانیں اور پولیس، اس دوران میں وہاں ادھر اُدھر کی باتیں شروع ہو گئی۔شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ڈاکٹر شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کی کتاب لے کر ایک طرف ہٹ کر پڑھنے لگے، ہم جب تک وہاں بیٹھے رہے حافظ صاحب اس کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہے۔

آپ کو قرآن حکیم سے دلی لگاؤ تھا۔رمضانی حافظ نہ تھے بلکہ ہر روز پڑھتے اور سناتے تھے۔رمضان میں تمام مصروفیات کو ترک کر کے قرآن کو یاد کرتے۔نماز باجماعت کا اہتمام تو تھا ہی تکبیر اولیٰ کا بھی خاص خیال رکھتے۔اپنے ساتھیوں کو نصیحت بھی کر دیا کرتے تھے مگر نرم و ملائم الفاظ کا چناؤ کرتے ،نہایت تلخ نصیحت کو بھی اچھے پیرائے میں کرتے کہ دوسرا محسوس کرتا کہ مجھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں یہ بات کہی ہے۔ بہرحال ایک انسان تھے جہاں خوبیاں تھی وہاں کوتاہیاں بھی ضرور ہوں گی۔اللہ ان پر اپنی رحمت سے پردہ ڈال دے اور معاف کر دے۔مزاج کے نہایت نازک تھے، ناراض جلدی ہو جاتے ،لیکن جتنی جلدی ناراض ہوتے اتنی جلدی ہی ناراضی کو ختم بھی کر دیا کرتے تھے۔

محترم حافظ صاحب کا حلقہ احباب وسیع تھا،اس لیے مہمان کثرت سے آتے ،بیس تیس مہمانوں کا آنا تو معمول تھا، بسا اوقات پچاس تک بھی نوبت پہنچ جاتی۔سب کی حسب توفیق ضیافت کرتے ، ان کو وقت دیتے ، ان کے مسائل سن کر جواب دیتے ، بہانا بنا کر مجلس سے نہ اٹھتے جب تک آنے والا بیٹھا رہتا اس کے پاس رہتے۔مصافحہ کے وقت اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے ،ایک دفعہ کہنے لگے: داود صاحب! اتنی کثرت سے ملاقاتی آتے ہیں کہ بعض دفعہ ان کی ضیافت کا انتظام میرے لیے مسئلہ بن جاتا ہے، زندگی کے آخری دور میں آپ کو

مالی پریشانیاں بھی تھیں، سرگودھا آنے کا غالب سبب یہی تھا۔

شیخ محترم رحمۃ اللہ نے اہل الرائے کے بالمقابل اسلاف کی ترجمانی کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ جس میں وہ خاصے کامیاب رہے، کلمہ حق کہنے میں وہ کسی کو بھی مخاطب کرنے میں عار نہ سمجھتے تھے، میں نے خود ان کو کئی بار کہا کہ ایسے ویسے لوگوں کو مخاطب نہ کیا کریں، کم از کم مد مقابل کا معیار دیکھ لیا کریں۔ مگر میری ایسی کسی بات پر انہوں نے کبھی توجہ نہ دی، اہل الرائے کی طرف سے جب بھی کوئی اعتراض حدیث اور اس کی امین جماعت پر ہوا، تو آپ اس کا جواب دینے میں اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے۔ اور جواب بھی محض دفع الوقتی نہ ہوتا بلکہ تحقیق کا حق ادا کر دیا کرتے۔ حدیث اور اس سے متعلقہ مباحث اور مبتدعین کی کتب کو جمع کرنے میں انہوں نے اپنی پوری زندگی صَرف کر دی، ذاتی کتب خانوں میں ان کی لائبریری ایک منفرد سٹائل کی ہے، پھر محض کتابوں کو جمع کرنے کا ہی شوق نہ تھا بلکہ ان کو پڑھتے بھی تھے، دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی لائبریری میں شاید ہی کوئی کتاب ملے جس پر حافظ صاحب رحمۃ اللہ کے نوٹ وحواشی نہ ہوں۔ اگر ان حواشی کو قرینے سے ترتیب دے کر شائع کیا جائے تو علمی دستاویز تیار ہو سکتی ہے۔

حدیث اور اس سے متعلقہ مباحث پر اچھی نظر تھی، بلاشبہ وہ اپنے معاصرین میں ایک بلند درجے پر فائز تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجہ کی محبت تھی، اسی محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ انہوں نے اپنی پوری علمی زندگی سنت نبوی کے احیاء اور اس پر شکوک وشبہات کے ازالے میں صرف کی۔

حدیث نبوی اور اس کی انواع واقسام پر ایک مجتہدانہ نظر تھی۔

اللہ تعالیٰ نے کمال حافظہ عطا کیا تھا۔ قوت حافظہ سے مطبوع کتب میں اغلاط نکال لیا کرتے تھے۔ بتوفیق الٰہی اسناد ومتون کی اغلاط کو درست کر دیتے تھے، پھر اکثر دیکھا کہ ان کا مؤقف درست ثابت ہوا۔ عربی ادب سے بھی لگاؤ تھا، عربی زبان میں بلا تامل کلام کرتے تھے۔ آپ نے درجن سے زائد عربی کتب یادگار چھوڑیں۔

مرحوم کی بعض کتب غیر مطبوع ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں ضائع ہونے سے بچایا جائے اور انہیں علمی امانت سمجھ کر ان کے نام پر شائع کرنے کا التزام کیا جائے۔ ادھوری ابحاث کو مکمل کرنا اور مخطوط کے نقائص کو دور کرنا مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں۔

آپ کی بعض کتب مفقود ہیں۔ ان کا کھوج لگانا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی طباعت و اشاعت کا کوئی مؤثر ذریعہ پیدا ہو جائے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ میں دینی معاملات میں مداہنت نہ تھی جس کو حق سمجھتے اس کا علی الاعلان اظہار فرماتے، اس کے دلائل دیتے اور مخالف دلیل کو مردود وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے تھے۔

اگر ان کو کسی علمی کام کی طرف متوجہ کیا جاتا تو اسے سعادت جان کر کرتے تھے۔ بریلوی مکتب فکر کی طرف سے ''الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف'' کے نام سے جب ایک جعلی کتاب شائع ہوئی تو خاکسار نے لاہور سے خرید کر انہیں بھیجی اور اس پر کچھ لکھنے کو کہا تو انھوں نے اس پر بھرپور لکھا، بعد میں دیگر اہل علم کے مضامین کے ساتھ اس کو شائع کرنے کا التزام بھی کیا۔ ماہنامہ الحدیث جب سے جاری ہے تب سے اب تک میرے نام اعزازی آتا ہے، کبھی اس پر اشارہ و کنایہ سے بھی کوئی مطالبہ نہ کیا۔ کبھی کبھار احباب کو فون کر کے ان کی دل جوئی کے لیے ہمت بڑھاتے۔ ان سے بھرپور

اظہار محبت فرماتے اور صبر کی تلقین کرتے۔

کبھی یہ دعا بھی دیتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت دے اور مجھے آپ کا جنت میں ہمسایہ بنادے۔

مالی معاملات مرحوم کے بہت صاف شفاف تھے۔ مجھے زندگی میں ان کے ساتھ سفر کرنے کا صرف ایک بار موقع ملا ہے۔ لاہور سے بدین اور واپسی لاہور تک کا سفر۔ دوران سفر میں کسی پر بوجھ نہ بنتے تھے۔ میزبان نے حسب توفیق جیسی بھی ضیافت کی اس کو سیر ہو کر کھالیا، کھانے میں نقائص نکالنے کی عادت نہ تھی۔ دستر خوان پر بیٹھ کر بعض حضرات کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے کو کچھ نہ ملے، مرحوم کی یہ عادت نہ تھی۔ سفر بدین میں صادق آباد ریلوے اسٹیشن پر زبیر صادق آبادی حفظہ اللہ نے ہماری بھرپور ضیافت کی اور اگلے اسٹیشن تک ہمارے ساتھ رہے۔ مرحوم سب کو کہہ رہے تھے: یہ لیں، وہ لیں۔ مجھے ان کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ بعض لوگ سفر کو گپیں مار کر طے کرنے کی عادی ہوتے ہیں مگر مرحوم نے تمام سفر ذکر و اذکار یا کسی علمی مسئلہ پر گفتگو کرنے میں گزارا۔ میری ان سے دوستی تھی، بلا تکلف دوستی۔ میں نے ان کی زبان سے کبھی کسی کی غیبت و چغلی نہ سنی، کبھی ان کی بات کو جھوٹ نہ پایا، البتہ وہ کسی بھی بدعتی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان کی ذرہ برائی کو بھی نوٹ فرماتے اور اس کا اظہار بھی کر دیا کرتے۔

اللّٰھم اغفرله وارحمه و عافه واعف عنه و اکرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطایا کما نقیت الثوب الأبیض من الدنس ، وابدله دارًا خیرًا من داره واهلًا خیرًا من اهله و زوجا خیرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر و من عذاب النار . آمین یا رب العالمین .

شیخ الحدیث مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ محمد یاسین ظفر حفظہ اللہ*

غالباً اگست 2002ء کی بات ہے کہ جامعہ سلفیہ میں علمائے کرام اور اساتذہ کا ماہانہ اجلاس تھا جس کی تیاری اور انتظامات میں مصروف تھا کہ اچانک چند نوجوان اوران کے ساتھ ایک وجیہ چہرے والے بزرگ بھی تھے۔ درمیانہ قد گول چمکتی آنکھیں گھنی مہندی میں گوندی ڈاڑھی سادگی کا مرقع باوقار چال چلتے دفتر میں وارد ہوئے۔ بڑھ کر سلام کیا، ساتھ آنے والوں نے تعارف کرایا کہ شیخ الحدیث مولانا زبیر علی زئی صاحب ہیں۔ انھیں بالمشافہ دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا، اگرچہ ان کا نام پہلے سے بارہا سن چکا تھا اور غائبانہ تعارف میں یہ بات معلوم تھی کہ آپ فن حدیث میں یکتا ہیں اور خاص کر علم الرجال کے ماہر ہیں۔ 25 جون 1957ء کو پیدا ہوئے۔ دین کی گہری چھاپ تھی۔ علوم اسلامیہ حاصل کرنے کا شوق جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ لے آیا۔ جہاں وقت کے مردمومن علامہ شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نور پوری کی آغوش محبت میں کسب فیض کیا۔ تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے وفاق المدارس السّلفیہ سے الشہادۃ العالمیۃ اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی اور اسلامیات کی ڈگریاں حاصل کیں۔ وقت کے نامور محدثین حضرت العلام مولانا محبّ اللہ شاہ راشدی اور محقق العصر شیخ العرب والعجم علامہ بدیع الدین شاہ راشدی سے حدیث اور علوم حدیث میں باقاعدہ سند کا درجہ حاصل کیا۔ مولانا فیض الرحمٰن الثوری، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے اور مولانا حافظ عبدالحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں علمی معراج پر پہنچایا۔ خود داری اور دینی حمیت نے پاؤں پکڑ لیے اور اپنے ہی علاقے میں علم کا چشمہ جاری کیا۔ حضرو اور اس کے گردونواح کو قرآن وحدیث کی روشنی سے منور کیا۔ علمی مقام ومرتبہ کی بدولت بہت جلد ان طلبہ کے لیے کشش کا باعث بن گئے جنہیں محدثین کے منہج سے خاص لگاؤ تھا۔ یہ ان کے ہاں ایسے جمع ہوئے جیسے شمع کے گرد پروانے۔ ان میں بطور خاص مولانا حافظ ندیم ظہیر، مولانا صدیق رضا اور مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری شامل ہیں جو آج بھی ان کے نقش قدم پر منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

مولانا عالم باعمل تھے اور ”ولا یخافون لومة لائم“ کی عملی تصویر تھے۔ ”الحدیث“ کے نام سے ایک تحقیقی اور علمی مجلّہ شائع کرتے جس میں علمی مباحث، مضامین پر تعاقب اور اسماء الرجال پر بحثیں شامل ہوتیں۔ کتابوں سے خاص شغف تھا اور اہل علم کی مجالس کے دلدادہ تھے۔ اپنی حیات مستعار میں خدمت حدیث میں مصروف رہے۔ آپ نے بہت سادہ مگر باوقار زندگی گزاری۔ علم وعرفان کا یہ ماہتاب 10 نومبر 2013ء کو غروب ہوگیا۔ نماز جنازہ میں جامعہ سلفیہ سے ایک وفد نے مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی کی قیادت میں شرکت کی اور شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالحمید ازہر نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اللهم اغفرله وارحمه وادخله في الجنة الفردوس

---

* ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السّلفیہ، مدیر الجامعۃ السلفیۃ، فیصل آباد۔

ہمارے محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

از قلم: مولانا عبداللہ دانش *

اللہ عزوجل کے علاوہ کائنات میں کوئی بھی ایسی ہستی نہیں جسے ہمیشگی نصیب ہو۔ اگر انبیاء ورسل دنیا میں ہمیشہ نہیں رہے تو کوئی دوسرا کیا رہے گا، لیکن کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی وفات ان کے عزیز اقارب کے علاوہ امت کے اہل علم اور ذی شعور لوگوں کے دلوں میں بھی دکھ اور تکلیف کا احساس چھوڑ جاتی ہے۔

ہمارے محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔

''بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدا ور پیدا''

شیخ صاحب سے میرا تعارف کیسے ہوا؟

غالباً ۱۹۸۶ء کی بات ہے، میں نے کورٹ روڈ کراچی پر واقع مسجد اہل حدیث میں محترم شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی، نماز کے بعد لوگ شیخ ناصر صاحب کے گرد جمع ہو گئے، میں بھی ان کے قریب بیٹھ گیا دوران گفتگو محترم شیخ صاحب نے ایک شخصیت کا تذکرہ شروع کیا اور انھیں علمی لحاظ سے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بڑی محبت کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا: محترم شیخ صاحب آپ زبیر ظہیر صاحب کا تذکرہ کر رہے ہیں تو محترم شیخ عبداللہ ناصر رحمانی صاحب فرمانے لگے نہیں بھائی! میں زبیر علی زئی صاحب کی بات کر رہا ہوں جو ہماری جماعت کے بڑے محقق عالم دین ہیں۔

مجھے محترم شیخ عبداللہ ناصر رحمانی صاحب سے شدید دلی لگاؤ ہے، ان کی زبان سے محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی حیثیت سنی تو میرے دل میں زبیر صاحب سے ملاقات کی چاہت پیدا ہوئی، لیکن ایک عرصہ گزر گیا اور محترم شیخ زبیر صاحب سے ملاقات نہ ہوسکی اسی اثنا میں سید طالب الرحمٰن شاہ صاحب دنیا پور آئے ان کا مناظرہ ماسٹر امین اوکاڑوی سے طے تھا۔

اس مناظرہ میں شاہ صاحب کے ساتھ میں بھی موجود تھا میں نے شاہ صاحب کے پاس رفع الیدین کے موضوع پر ایک کتاب فوٹوسٹیٹ کی صورت میں دیکھی میں نے کئی مقامات سے اسے پڑھا تو حیران رہ گیا کہ اس موضوع پر بڑی شاندار کتاب ہے اور دور حاضر میں اس موضوع پر سب سے بہتریں عادلانہ تحقیق کا شہکار ہے جو علماء اور عوام دونوں کے مطالعہ کے لئے انتہائی مفید ہے۔ میں نے سرورق دیکھے بغیر محترم شاہ صاحب سے پوچھا: یہ کن کی تصنیف ہے تو شاہ صاحب نے بتایا کہ یہ محترم شیخ زبیر صاحب کی نور العینین ہے جو عنقریب طبع ہو کر مارکیٹ میں آجائے گی۔ شیخ ناصر صاحب کے بعد طالب الرحمٰن شاہ صاحب سے بھی شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا علمی مقام اور حیثیت سن کر ملاقات کا پختہ ارادہ کر لیا، پھر جلد ہی محترم شاہ صاحب کے گھر راولپنڈی میں ان سے ملاقات ہوئی، وللہ الحمد۔ یہ غالباً ۱۹۹۰ کی بات ہے۔ بعد ازاں جب تک محترم شیخ زبیر رحمہ اللہ زندہ رہے میں

* امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث وخطیب میلسی۔

ان سے ملاقاتوں اور ٹیلیفونک رابطے کے ذریعے سے مسلسل علمی استفادہ کرتا رہا۔

وہ علم کا ایک خزانہ تھے

اکتوبر ۱۹۹۶ء میں، اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مَیں ملاقات کے لیے حضرو ان کی خدمت میں حاضر ہوا ان کی وسیع لائبریری دیکھی بہت دیر تک محترم شیخ صاحب سے مختلف موضوعات پر علمی استفادہ کیا۔حوالہ جات کے لئے وہ کتابیں لائبریری سے نکال کر دکھاتے رہے اور جو کتابیں میں نے دیکھیں مجھے یوں محسوس ہوا کہ اتنی بڑی لائبریری میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی موجود ہو جو محترم شیخ صاحب کے مطالعہ میں نہ رہی ہو۔

الحب للہ والبغض للہ کا صحیح مصداق تھے

اسی دوران جبکہ میں ان کی لائبریری میں موجود تھا تو پاکستان کی ایک جماعت کے معروف خطیب اور کئی کتابوں کے مصنف کے بارے میں شدید علمی ناراضی کا اظہار کیا اور کہنے لگے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی صفت اپنی تحریر میں بیان کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں۔ جب میں نے اس ساتھی کا دفاع کیا تو محترم شیخ صاحب اٹھے تو اپنی لائبریری میں سے کچھ عرصہ پہلے کا مجلّہ اٹھایا اور ان کے مضمون سے ایک عبارت نکالی جس میں اس ساتھی نے ایک دربار کے مجاور کے جواب میں لکھا: ''بھائی ہمیشہ بھوکا اور پیاسا رہنا اللہ کی صفت ہے اور تم اس کو صاحب دربار کی کرامت بتا رہے ہو'' سچی بات یہ ہے مجھے بھی پہلی مرتبہ پڑھ کر اس عبارت کی سنگینی کا احساس نہ ہوا، پھر محترم شیخ صاحب نے بتایا کہ بھوک اور پیاس ایک نقص (عیب) ہے اور میرا اللہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے۔قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کی ایسی کوئی صفت مذکور نہیں۔اس سے مجھے احساس ہوا کہ محترم زبیر علی زئی صاحب عقیدۂ توحید کے بارے میں علمی گہرائی وگیرائی رکھتے ہیں۔کسی بھی کتاب کا مطالعہ انتہائی تدبر اور غور وفکر سے کرتے ہیں۔

ایک بہترین محقق، اپنے وقت کے محدث اور پیارے مربی تھے

۱۹۹۰ء سے میں میلسی شہر میں اہلحدیث کی تحریک کا باقاعدہ آغاز ہوا۔اس سے پہلے میلسی شہر میں جماعت کا کوئی قابل ذکر کام نہیں تھا۔اب اللہ کے فضل وکرم سے دس کے قریب اہلحدیث مساجد شہر میں کتاب وسنت کی دعوت کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔اس تحریک میں جن علماء نے میلسی جماعت کی سرپرستی فرمائی اس میں بھی محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا وافر حصہ موجود رہا ہے۔کئی مرتبہ میری درخواست پر حضرو کے علاقے سے دور دراز کا سفر طے کر کے دروس اور خطبہ جمعہ کے لئے میلسی تشریف لاتے رہے۔میلسی میں چونکہ اکثر و بیشتر دیوبندی وبریلویوں سے مناظرے کا ماحول بنتا رہتا ہے۔ ایسے موقع پر جب بھی میں نے شیخ رحمہ اللہ سے فریق مخالف کی پیش کردہ کسی روایت یا دلیل کے بارے میں فون کیا تو بغیر کسی تاخیر کے فون پر ہی ان کی دلیل کا ایسا رد بیان کرتے اور روایت کی اسنادی حیثیت پر ایسا محدثانہ کلام پیش کرتے تھے کہ فریق مخالف کے پاس جواب نہ بن پاتا۔ مضمون کی طوالت سے بچنے کے لئے ایسی کئی مثالیں حذف کر دی ہیں۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ کی محدثانہ حیثیت تو عرب علماء میں بھی

معروف ہے۔ میرے ایک عزیز دوست شفقت الرحمٰن مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں، بتا رہے تھے کہ ہمارے عرب شیوخ بعض اوقات اپنی گفتگو میں محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی محدثانہ حیثیت کی تعریف کرتے ہیں۔

محدثین سے شدید محبت کرتے تھے

میں نے ایک مرتبہ گزارش کی کہ آپ کا ایک خط ایک دوست کے پاس میں نے پڑھا ہے جس میں آپ نے مولوی شاہد معاویہ فیصل آبادی کے خط کا جواب دیا ہے۔ میں نے آپ کی تحریر میں سختی محسوس کی ہے تو کہنے لگے میری تحریر میں سختی نہیں ہوتی، اس خط میں سختی کی وجہ یہ بنی ہے کہ مولوی شاہد معاویہ نے اپنے خط میں محدثین اور امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کے لئے گستاخانہ لہجہ استعمال کیا تھا اور جس شخص کے دل میں محدثین کے لیے خیر نہ ہو اس شخص کے لئے میرے دل میں کوئی نرمی نہیں۔

بہرحال شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنے وقت کے محقق عالم دین اور عظیم محدث تھے ان کی وفات سے ایسا علمی خلاء پیدا ہوا ہے جو شاید کئی سالوں تک پُر نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ محترم شیخ زبیر رحمہ اللہ صاحب کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ان کے عزیز و اقارب اور جماعتی احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(آمین)

میں محترم شیخ صاحب کے شاگردوں بالخصوص حافظ ندیم ظہیر صاحب کے لئے دعا گو بھی ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مشن کو آگے بڑھانے میں اپنی پوری کوشش کرتے رہیں گے۔ (ان شاء اللہ)

نامور مفکر، محقق اور محدث

محمد ادریس ظفر *

صاحبِ تحقیق، راسخ فی العلم، نامور مفکر، محقق ومفسر، علم حدیث کے ماہر اورفن اسماء الرجال کے شاہسوار...... میری مراد حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہیں۔ جن کی وفات سے علمی دنیا میں ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جو شاید صدیوں بعد پُر ہو۔ ایسی شخصیات کا دنیا سے چلے جانا قرب قیامت کی نشانی ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَ لٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا .))

''اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھالے گا، حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ ان سے سوالات کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' (صحيح البخاري: ١٠٠)

شیخ موصوف رحمہ اللہ کی تحریر وتقریر میں بصیرت اور متانت جلوہ گر تھی۔ فرق ہائے باطلہ پر عبور حاصل تھا جو ان کی تصانیف میں نمایاں نظر آتا ہے۔ مخالف کے سوالات کا جب تک جواب نہ دے دیتے سکون سے نہ بیٹھتے، کیونکہ دینی و ایمانی غیرت وحمیت میں بھی اپنی مثال آپ تھے یہ خوبی بھی آجکل نہایت کم یاب ہے۔ تصنیف وتالیف کے لئے مطالعہ کتب اوراخذ واقتباس کا جانکاہ کام بھی سرانجام دیتے۔ شیخ موصوف نے مختصر وقت میں تصانیف مطبوع اور غیر مطبوع (عربی تصانیف ۳۷ اور اردو تصانیف ۴۲) کے قریب ہیں۔ بلاشبہ ایسی بے پناہ صلاحیتوں اور گوناگوں اوصاف کی حامل شخصیتیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ ع

روئے گل سیر نہ دیدم وبہار آخر شد

مسلک اہل حدیث چونکہ خالص اور بے آمیز اسلام کا نام ہے جو قرآن واحادیث صحیحہ میں محفوظ ہے۔ اس مسلک کی حقانیت پر ان کا یقین غیر متزلزل رہا اور اس کی حمیت و عصبیت میں ایک فولادی چٹان اور اس کی حمایت و مدافعت میں ہر محاذ پر سینہ سپر رہے۔ افسوس جوانی کے عالم میں ہی علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ إنا لله و إنا إليه راجعون

شیخ محترم رحمہ اللہ سے میری بالمشافہ ملاقات تو نہیں ہو سکی، البتہ خط کتابت تھی۔ ان کی فراخدلی کا یہ عالم تھا کہ میں نے ایک دفعہ ایک مضمون ''سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور تشہد میں اشارے'' لکھ کر بھیجا، انہوں نے تصحیح فرما کر پہلے تو ماہنامہ الحدیث میں شائع کیا، پھر میرے ہی نام سے اپنے مقالات میں جگہ دی، اسی پر بس نہیں بلکہ رفع الیدین پر اپنی علمی وتحقیقی کتاب نور العینین فی اثبات رفع الیدین کی آخری اشاعت کی زینت بھی میرے نام سے بنایا۔ مجھے فرماتے تھے آپ مضمون بھیجا کریں ہم آپ کے

* مبلغ اسلام، چوک اعظم لیہ۔

مضامین ضرور شائع کریں گے مگر...... بسا آرزو کہ خاک شد

میں نے ایک کتاب ''آٹھ رکعات تراویح احناف کی نظر میں'' لکھی تو تقریظ کے لیے زحمت دی۔ آپ نے بالاستیعاب پڑھ کر اس سرخی کے ساتھ تقریظ لکھی: ''آیئے آئینہ دیکھیں'' پوری کتاب کے مفہوم کو مذکورہ الفاظ میں سمو دیا۔ ان کی مجھ سے والہانہ محبت اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ ان کے شاگرد خاص حافظ ندیم ظہیر، حافظ شیر محمد اور دیگر معاونین کو توفیق دے کہ وہ حافظ صاحب کے مشن (قرآن وحدیث کی اشاعت) کو جاری رکھیں اور اسے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ (آمین)

تیرا رنگِ محفل یاد آتا ہے

ڈاکٹر رحمت الٰہی*

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾

(البقرۃ:207)

''اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنی جانوں کا سودا کر لیتے ہیں۔''

یقیناً میرے استاذ محترم، محقق دوراں، ذہبی زماں محدث العصر الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایسے ہی لوگوں میں سے تھے جنھوں نے رب ارض وسماء کے دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ ساری زندگی حدیث رسول ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر ریت کے ذروں سے بڑھ کر رحمتیں نازل ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

پہلی ملاقات: ۱۹۸۶ء میں میرا رجحان تحقیق کی طرف ہوا تو جنوری ۱۹۸۷ء میں پھوپھی زاد بھائی محمد ممتاز صاحب نے دعوت دی اور ان کے ہاں ہی بخاری کے چند ابواب کا مطالعہ کرنے کے بعد اہل حدیث ہو گیا۔ ممتاز صاحب نے شیخ رحمہ اللہ کا غائبانہ تعارف کروایا کہ کراچی میں حضرو کے ایک عالم دین سے میری ملاقات ہوئی ہے وہ کراچی مسعود الدین عثمانی سے امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں بات کرنے گئے تھے۔

یاد رہے کہ عثمانی گھر سے کتاب لانے کے بہانے مناظرے سے فرار ہو گیا تھا۔ فروری ۱۹۸۷ء میں ہم چار ساتھی ممتاز صاحب، بخشش الٰہی، عاشق حسین اور راقم شیخ صاحب رحمہ اللہ سے ملنے گئے، کپڑا بازار حضرو میں ان کی دکان پر ملاقات ہوئی۔ ان کی سادگی، جذبۂ اصلاح اور خلوص کو دیکھ کر ہم بہت متاثر ہوئے۔ ع

تیرا پیکر تیری خوشبو تیرا لہجہ تیری بات
بس دل کو تیری سادگی کا انداز اچھا لگا

اور اسی ملاقات میں شیخ صاحب نے ہمیں نماز جمعہ کی دعوت دے دی، پہلا جمعہ ان کے ہاں پڑھا تو پھر کسی اور جگہ خطبہ سننے کا مزہ ہی نہ آتا، کیونکہ شیخ رحمہ اللہ کا خطبہ بادلائل ہوتا تھا کوئی بات بے دلیل نہ ہوتی۔

اس کے بعد راقم ان کے مدرسہ میں ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۳ء

---

* خطیب ومدرس اعوان آباد، گوندل ضلع اٹک۔

تک مدرس رہا اس دوران میں ان سے کچھ کتابیں پڑھنے کا موقع بھی ملا اور مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میں ان کا پہلا شاگرد ہوں، پھر میں نے اعوان آباد نزد گوندل خطابت شروع کر دی، لیکن ہفتے میں ایک دو بار ملاقات کے لیے حاضر ہوتا اور جب وہاں سے واپسی ہوتی تو بقول شاعر ؎

اٹھ کر تو آگئے ہیں تیری بزم سے مگر
کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کس دل سے آئے ہیں

شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی مسجد میں جب ۱۹۸۲ء میں نماز جمعہ کا آغاز کیا تو پہلے جمعہ میں صرف پانچ آدمی تھے۔ محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ، حاجی اللہ دتہ صاحب رحمہ اللہ، نذیر صاحب گوجرانوالہ، بابا شریف صاحب گوجرانوالہ اور شیخ صاحب کی برادری کا ایک آدمی اور اب یہ مسجد نماز جمعہ میں بھری ہوتی ہے، بلکہ یہ مسجد دعوت اہل حدیث کا مرکز بن چکی ہے اور اس مسجد سے اٹھنے والی دعوت حق کی وجہ سے حضرو کے اردگرد تقریباً اہل حق اہل حدیث کی چودہ مسجدیں مزید بن چکی ہیں جن میں نماز جمعہ و پنجگانہ کے علاوہ درس و تدریس اور دعوت حق کا سلسلہ جاری ہے۔ ع

دیکھی نہ گئی ہم سے اندھیروں کی سرکشی
پھر آفتاب بن کر نکلنا پڑا ہمیں

شیخ صاحب بہترین مبلغ بھی تھے اور مناظر بھی۔ خطبہ و تقریر سادہ اور سلیس ہوتی اور سننے والوں کے دل میں اتر جاتی۔ بیان قرآنی آیات اور صحیح احادیث پر مبنی ہوتا۔ ضعیف روایات اور من گھڑت قصے نہ خود بیان کرتے اور نہ دوسروں کو بیان کرنے دیتے تھے۔ بیان میں اصلاح کا پہلو نمایاں ہوتا۔ ع

تیرے انداز بیان میں بے پناہ تاثیر تھی
تھا یہ کڑوا اور کسیلا وعظ مثل انگبین

آپ نے غیر مسلموں سے بھی مناظرے کیے۔ اٹک شہر میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ ہوا جس میں راقم آپ کا معاون تھا۔ اس مناظرے کا اثر یہ ہوا کہ مناظرہ کروانے والے مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ اٹک ہی میں عیسائیوں کے ایک سکول میں ان سے مناظرہ ہوا جس میں عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اسی طرح مختلف موضوعات پر باطل فرقوں سے بھی مناظرے کیے اور فرمایا کرتے تھے کہ دوران مناظرہ میں میرا مقصد فریق مخالف کو شکست دینا نہیں بلکہ اصلاح ہوتا ہے۔

جبکہ آج کل مناظرے کا مقصد صرف مدمقابل کو چت کرنا رہ گیا ہے۔ والعیاذ باللّٰہ

تو مجاہد تو مناظر تو تھا تنہا انجمن
ہو گئے مبہوت تیرے سامنے اعداء دین

شیخ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ قوت حافظہ عطا کی تھی۔ مختصر عرصے میں قرآن کریم حفظ کرنا تو جماعت کے خاص و عام کو معلوم ہے، لیکن آپ جیسے حافظہ کا مالک میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ ایک سے زیادہ بار ایسا ہوا کہ میں اور شیخ رحمہ اللہ مکتبہ میں موجود تھے اور شیخ صاحب فرماتے میری آنکھیں باندھ دو میں باندھ دیتا اور کہتے کہ مجھ سے کوئی کتاب طلب کرو۔ میں جس کتاب کی جو جلد کہتا وہ نکال لاتے اور میں حیران ہوتا بلکہ یہاں تک یاد ہوتا ہمارے مکتبہ میں فلاں کتاب جس کا سائز یہ ہے رنگ اور ضخامت اتنی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ شیخ صاحب کو اپنی لائبریری زبانی یاد تھی۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ انتہائی شریف انسان اور شرم وحیا کے پیکر تھے۔ اگر آپ کسی تنگ راستے سے گزر رہے ہوتے اور سامنے سے عورتیں آ جائیں تو دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور جب خواتین گزر جاتیں تو آپ دوبارہ چلنا شروع کر دیتے۔ راستے پر چلتے ہوئے ہمیشہ نظریں نیچے ہوتیں اور اگر گاڑی میں سفر کر رہے ہوتے تو مطالعہ میں ہی نظر آتے۔

بامقصد گفتگو کرتے اور آپ تواضع و عاجزی کے پیکر، منکسر المزاج، شرافت کے خوگر، ہنس مکھ، خوش مزاج، ملنسار اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھے۔ تکبر، حسد، حرص اور دیگر اخلاق رذیلہ سے کوسوں دور تھے۔ اگر کسی کے ساتھ ناراضی ہو جاتی تو پھر راہ چلتے بھی سلام دعا ہو جاتی تو آپ فرماتے دل سے سب کچھ نکل گیا۔

آپ جس طرح ممتاز عالم تھے اسی طرح دین کے عامل بھی تھے۔ قرآن و حدیث کا عملی نمونہ تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ان کے سگے بھائی زاہد اور ان کے پھوپھی زاد بھائی کا نرتوپہ (گاؤں جو کہ حضرو کے قریب ہے) کے رہائشی کسی شخص سے تنازعہ ہو گیا۔ حق پر وہی شخص تھا، لہٰذا آپ اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور اپنے بھائیوں کی مخالفت کی۔

آپ بڑوں کا بے حد ادب کرتے تھے اور چھوٹے بچوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ بچوں کے پیار کے دو واقعے ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ محترم شیخ صاحب کی وفات کے بعد بھی وہ بچوں کو یاد ہیں۔ اصل میں یہ ان کا پیار ہے۔ محترم حافظ شیر محمد صاحب حفظہ اللہ کی بیٹی عائشہ جو کہ تقریباً اڑھائی تین سال کی ہے جب آپ فوت ہوئے تو چارپائی کے پاس ہاتھ اٹھائے کھڑی تھی جب پوچھا گیا کیا کر رہی ہو تو کہنے لگی استاد جی کے لیے دعا کر رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں جلدی شفا دے اور میرا بچہ جو کہ دو سال اور تین ماہ کا ہے جب شیخ صاحب کی وفات کے بعد میرے ساتھ ایک دفعہ مکتبہ میں گیا تو کہنے لگا شیخ صاحب کہاں ہیں۔

آپ بہترین استاد بھی تھے۔ جو سبق پڑھاتے ذہن نشین ہو جاتا، بلکہ جو شخص آپ سے کچھ پڑھ لیتا یا آپ کے دروس میں شریک ہو جاتا تو اس کے ثمرات سمیٹے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اللہ کے فیصلے کے مطابق بالآخر علم و عمل کا یہ آفتاب علم کی کرنیں بکھیرتا ہوا غروب ہو گیا۔

إنا لله و إنا إليه راجعون.

اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

تحریر میں کہاں سمٹتے ہیں دلوں کے درد
بہلا رہا ہوں خود کو ذرا کاغذوں کے ساتھ

از: ابراہیم قمر امتیاز محمدی *

محقق العصر، محدث العصر، ذہبی زماں
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یاد میں

موتُ العَالِمُ موتُ العَالَمْ

عالم کی موت جہاں کی موت ہے

اِک دیا اَور بُجھا اَور بڑھی تاریکی
بچھڑا کچھ اس اَدا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

الغرض ہر ایک جملے اور مقولے کے مصداق فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی تھے۔ یہ ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء کی صبح کی بات ہے کہ فیس بک (Face Book) کو کھولا تو یہ خبر پڑھنے کو ملی: محدث العصر حافظ زبیر علی زئی وفات پا گئے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون

جونہی یہ خبر پڑھی تو تصدیق کے لئے فضیلۃ الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر اَمن پوری کو فون کیا، پھر فہیم نثار سلفی اسلامک ریسرچ سنٹر راولپنڈی کو فون کیا تو اس خبر کی تصدیق ہوگئی کہ واقعی فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی فوت ہو گئے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور زبان سے شیخ محترم کے لئے دعائیں نکلنا شروع ہوگئیں کہ یا اللہ! حافظ صاحب کی لغزشوں وخطاؤں سے درگزر فرما، جنت الفردوس عطا فرما۔ آپ کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنا دے۔ ان کی آخرت کی منزلوں کو آسان فرما دے۔ آمین

الشیخ حافظ زبیر علی زئی سے میری پہلی ملاقات ہمارے گاؤں دولت نگر ضلع گجرات میں ہوئی۔ جب آپ اپنے ایک شاگرد محمد ساجد دیروی جو کہ دیر کے علاقہ کے رہنے والے تھے، کی دعوت پر ہمارے گاؤں میں درس دینے کے لئے تشریف لائے۔ گرمیوں کا موسم تھا، میں شیخ محترم کی مہمان نوازی کے لئے دوپہر کے وقت آم کا مِلک شیک بنا کر آپ کی خدمت میں جا پہنچا۔ اس وقت میرے پاس مناظر اہلحدیث سرمایہ اہلحدیث فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی کتاب ''آپ کے مسائل اوران کا حل'' کی تین جلدیں تھیں۔

میں نے شیخ محترم سے چند سوالات کیے، آپ نے مجھے تسلی بخش جوابات دیے۔ (جزاہم اللہ خیراً) جس سے مجھے سکون مل گیا۔

جب شیخ محترم واپس حضرو گئے تو آپ نے ماہنامہ الحدیث کا شمارہ نمبر ا مجھے پڑھنے کے لئے بھیجا، میں نے ماہنامہ الحدیث پڑھا تو مجھے آپ کا رسالہ بہت پسند آیا میں نے آپ کو رسالے کے لئے رقم بھیج دی اور کہا کہ میرے نام رسالہ جاری فرما دیں۔

اول ماہنامہ الحدیث سے لے کر آج شمارہ نمبر ۱۱۲ تک خریداری نمبر ا میرے ہی نام سے جاری وساری ہے اور یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے کہ پاکستان کا مشہور ومعروف محقق رسالہ اس کا پہلا قاری میں ہوں۔ (وللہ الحمد) اور

---

* خطیب ومدرس دولت نگر، ضلع گجرات۔

خریداری نمبر ۲ دولت نگر کی جماعت کے امیر ماسٹر مظفر اقبال صاحب کے نام ہے۔

ماہنامہ الحدیث کا اب تک کا سفر تقریباً نو (۹) یا ساڑھے نو سال پر مشتمل ہے۔

ایک دن بانی و مدیر ماہنامہ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فون پر مجھ سے فرمانے لگے: خرم بھائی ماہنامہ الحدیث کے حوالے سے مجھے آپ کی طرف سے ایک دن بھی کوئی تکلیف اور پریشانی نہیں ہوئی۔ آپ سے میں مطمئن ہوں۔

ماہنامہ الحدیث کے ذریعے سے آپ رحمہ اللہ سے خط کتابت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میرے کئی سوالات ماہنامہ الحدیث کے کئی شمارہ جات میں شائع ہو چکے ہیں۔

ایک دن شیخ محترم رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ خرم بھائی آپ کے سوالات بہت دلچسپ اور مفید ہوتے ہیں۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ انھیں ماہنامہ الحدیث میں شائع کریں، اور بعض اوقات آپ رحمہ اللہ جوابی لفافے میں پرنٹ کروا کر میرے سوالات کے جوابات مجھے بھیج دیا کرتے تھے۔

(جزاھم اللہ خیراً)

ماہنامہ الحدیث کے شمارہ ۵ میں میرے ایک سوال کا جواب شائع ہوا جو میں نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تھا۔ وہ روایت علمائے بریلویہ مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ''اے جابر (رضی اللہ عنہ) اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا....''

اس روایت کو بریلویوں نے اپنے ماہنامہ رسالے ''اھلسنت'' میں شائع کیا جو ہمارے ضلع گجرات سے شائع ہوتا ہے۔

علمائے بریلویہ نے یہ دعویٰ کیا کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ افغانستان کے ایک نسخے میں مل گئی ہے، میرے علم کے مطابق اس مسئلہ پر سب سے پہلے پاکستان میں قلم اٹھانے والے فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تھے اور سائل مَیں تھا۔ بریلویوں کا وہ رسالہ ''اھلسنت'' بھی میں نے آپ رحمہ اللہ کو بھیجا تھا۔

پھر بعد میں کتابی شکل میں مکتبہ اسلامیہ نے ''جعلی جز کی کہانی اور علمائے ربانی'' کے نام سے شائع کیا جس میں دیگر علمائے کرام کے مضامین بھی شامل کر دیے گئے۔

اس حوالے سے یہ کتاب بہت مفید ہے۔

ایک دفعہ ہم نے اپنے گاؤں دولت نگر میں توحید و سنت کانفرنس کروائی جو کہ ۱۰/ دسمبر ۲۰۰۶ء کو ہوئی۔ اس میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور شیر پنجاب مولانا منظور احمد حفظہ اللہ تشریف لائے۔ اس کانفرنس کے اشتہار پر ہم نے چند دعوتی کلمات لکھے۔ دائیں سائیڈ پر لکھا کہ ہم مانتے ہیں! ہم اللہ کی وحدانیت کو مانتے ہیں، ہم رسولوں کی رسالت کو مانتے ہیں، ہم صحابہ کی عدالت کو مانتے ہیں۔

ہم ائمہ کی امامت کو مانتے ہیں، ہم فقہا کی فقاہت کو مانتے ہیں، ہم اولیاء کی ولایت کو مانتے ہیں۔ اشتہار کی بائیں سائیڈ پر لکھا: ''ہم کون ہیں؟''

کافر کے مقابل ہم مسلم ہیں، اہل شرک کے مقابل ہم اہل توحید ہیں، اہل بدعت کے مقابل ہم اہل سنت ہیں، اہل الرائے کے مقابل ہم اہل حدیث ہیں، منکرین صحابہ کے مقابل ہم غلامان (سپاہ) صحابہ ہیں۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ کو وہ اشتہار پر لکھے ہوئے دعوتی کلمات اتنے پسند آئے کہ آپ رحمہ اللہ نے الحدیث شمارہ نمبر ۳۲ صفحہ ۶۰ پر ان کو شائع کر دیا اور فرمایا: مجھے یہ کلمات بڑے

پسند آئے ہیں۔

راقم الحروف اکثر شیخ صاحب رحمہ اللہ سے ابو داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی روایات کے بارے میں آپ رحمہ اللہ کا حکم پوچھتا رہتا تھا۔ ایک دن آپ رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ خرم بھائی ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کا ایک ایک جلد والا نسخہ عربی میں جو دارالسلام نے شائع کیا ہے، وہ نسخے لے کر حضرو میرے پاس آجائیں۔

میں نے دارالسلام کے یہ نسخے منگوائے اور یہ نسخے لے کر شیخ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جا پہنچا۔ میرے ساتھ دولت نگر کی جماعت کے امیر ماسٹر مظفر اقبال صاحب اور بھائی اسد ندیم اسدؔ صاحب تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے ہمیں خوش آمدید کہا، دوپہر کا کھانا کھلایا اور رات بھی ہم نے حضرو میں آپ کے پاس گزاری۔ رات کا کھانا اور صبح کا ناشتہ بھی آپ رحمہ اللہ کے پاس ہی کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے اپنے قلمی نسخے مجھے دیے اور کہا کہ خرم بھائی ضعیف روایات پر نشان لگالیں اور فرمایا کہ یہ نسخے میں صرف اپنے خاص دوستوں کو ہی دیتا ہوں۔ آپ رحمہ اللہ نے مجھے اپنے خاص دوستوں میں شمار کیا۔ (جزاھم اللہ خیراً)

دوسری دفعہ حضرو آپ رحمہ اللہ کے پاس جانے کا اتفاق اس وقت ہوا جب دولت نگر ہمارے اپنے گاؤں کے دیوبندیوں سے ہماری گفتگو سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت پر ہوئی تو ہم نے آپ رحمہ اللہ کا مضمون ''نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب'' پیش کیا تو دیوبندیوں نے کہا کہ ہمیں اصل کتابیں دکھائیں اس وقت دولت نگر کی لائبریری میں وہ کتب موجود نہ تھیں، ہم آپ رحمہ اللہ کے پاس ہنڈی کیم کیمرہ لے کر گئے۔ سماک بن حرب کی توثیق پر آپ رحمہ اللہ نے جن کتابوں کے حوالے دیے تھے، اُن کی ویڈیو فلم آپ رحمہ اللہ نے بنوائی اور کہا کہ یہ ویڈیو فلم دیوبندیوں کو دکھا دیں مگر اس کے بعد بات مزید آگے نہ چل سکی اور گفتگو کا سلسلہ یہیں ختم ہو گیا۔

آپ رحمہ اللہ کے پاس جا کر مختلف موضوعات پر بات چیت ہوئی، مجھے چونکہ مناظرہ دیکھنے وسننے کا بہت زیادہ شوق تھا میں نے آپ رحمہ اللہ سے مناظروں کے حوالے سے گفتگو کی تو آپ رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ مناظر اسلام پروفیسر ڈاکٹر سید طالب الرحمٰن شاہ حفظہ اللہ کا مناظرے میں کوئی ثانی نہیں، اگر شاہ صاحب تیاری کرلیں تو پاکستان میں طالب الرحمٰن شاہ صاحب کو کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ طالب الرحمٰن شاہ صاحب فن مناظرہ کے امام ہیں اور اپنے بارے میں فرمایا کہ میں معاونت کرسکتا ہوں۔

آپ رحمہ اللہ نے فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کو سرمایۂ اہلحدیث قرار دیا۔ مجھے آپ رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ خرم بھائی مولانا ارشاد الحق اثریؔ حفظہ اللہ کی کتابیں، مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی کتابیں اور میری کتابیں آپ کے پاس ضرور ہونی چاہیں۔

الحمدللہ ان علمائے کرام کی تمام کتابیں جو مارکیٹ میں موجود ہیں وہ ساری میرے پاس موجود ہیں۔

ہم اپنے گاؤں میں سالانہ کلمہ طیبہ کانفرنس کرواتے ہیں اس سال ۳/ نومبر ۲۰۱۳ء کو یہ گیارویں (۱۱) سالانہ کلمۂ طیبہ کانفرنس تھی۔ اس سال بھی کانفرنس میں سید سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ تشریف لائے۔ اس کانفرنس سے قبل بھی ہم سید سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ کو کئی بار اس کانفرنس میں شرکت کے لئے دعوت دے چکے ہیں۔ شاہ صاحب ہر بار ہماری کانفرنس میں تشریف لاتے ہیں۔ ایک بار میں نے فضیلۃ الشیخ حافظ

زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو فون کیا کہ آپ شاہ صاحب کو تاکید کریں کہ وہ ہماری کانفرنس میں ضرور تشریف لائیں تو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرمانے لگے: وہ آپ کی کانفرنس میں ان شاء اللہ ضرور آئیں گے۔(جزاھم اللہ خیراً)

اس وقت آپ رحمہ اللہ سرگودھا میں تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے اور سید سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ کی عمر اور علم میں برکت عطا فرمائے۔(آمین)

ایک دفعہ دولت نگر کے دیوبندیوں کے ساتھ ہماری مناظرے کی بات چلی، مناظرے کا موضوع ''عقائد علمائے دیوبند'' تھا۔شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے آپ رحمہ اللہ نے مناظر اسلام حافظ محمد عمر صدیق حفظہ اللہ کو اور مولانا محمد اکرم زاہد حفظہ اللہ آف سیالکوٹ کو بھیجا اور دیوبندیوں کی طرف سے مناظر الیاس گھمن صاحب تھے۔ یہ گفتگو شرائط پر ہی ختم ہوگئی۔

ایک دفعہ ہم نے دولت نگر کی لائبریری کے لئے شیخ صاحب رحمہ اللہ کو کچھ رقم بھیجی کہ آپ ہمیں احادیث اور اسماء الرجال کی کتابیں خرید کردے دیں تو آپ رحمہ اللہ نے پشاور سے کتابیں خرید کر ہمیں بھیجیں۔ (جزاھم اللہ خیراً)

چند سال قبل آپ رحمہ اللہ نے آل دیوبند پر ایک خاص مضمون لکھا جو آپ رحمہ اللہ نے مجھے بھیجا وہ مضمون ابھی تک عام عوام کے سامنے چھپ کر نہیں آیا وہ مضمون آپ نے صرف خاص لوگوں کو دیا، مسجد کی تعمیر کے دوران میں لائبریری شفٹ کرتے ہوئے وہ مضمون کہیں گم ہوگیا۔آپ کی بیماری سے قبل ایک دن میں نے آپ کو فون کیا اور اس مضمون کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا کہ کہیں پڑا ہوا ہوگا، میں بعد میں آپ کو فارغ ہو کر بھیج دوں گا مگر وہ مضمون بھیجنے سے پہلے ہی آپ رحمہ اللہ فوت ہوگئے۔

ایک دن فون پر کہنے لگے کہ خرم بھائی آپ کوئی مضمون ہمارے رسالے کے لئے لکھیں ہم اسے شائع کریں گے۔ مضمون باحوالہ ہو تو میں نے آپ رحمہ اللہ سے کہا کہ زکوٰۃ کے بارے میں ایک مضمون میں نے لکھ رکھا ہے، آپ فرمانے لگے کہ اس میں اضافے کریں کہ آیا بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں۔خاوند بیوی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں۔ اس طرح کے مسائل اس میں اضافے کریں۔مگر اپنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے وہ مضمون میں آپ کو نہ بھیج سکا۔

ایک دن فون پر کہنے لگے خرم بھائی ضعیف+ضعیف= والے فارمولے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہ کہ شیخ صاحب اس فارمولے سے ساری بریلویت ثابت ہو جاتی ہے تو آپ رحمہ اللہ فرمانے لگے: خرم بھائی آپ نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔

ایک صبح نماز فجر کے بعد میں نے آپ رحمہ اللہ سے کوئی سوال پوچھا تو آپ رحمہ اللہ نے مجھے میرے سوال کا جواب دیا اور فرمایا کہ خرم بھائی گھر سے نکلنے والی مشہور دعا ہے جس کو پہلے میں نے ضعیف قرار دیا تھا اب المختارۃ للمقدسی (۱۵۴۰) میں اس کی صحیح سند مل گئی ہے، لہٰذا یہ روایت صحیح ہے: ((بِسمِ اللّٰہ توکلت علی اللّٰہ لا حول ولا قوۃ اِلا باللّٰہ))

تفصیل کے لئے دیکھئے ''حصن المسلم'' نظر ثانی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تحقیق وتخریج وتصحیح حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ یہ کتاب مکتبہ اسلامیہ نے شائع کی ہے۔

اسی طرح بیمار پرسی کی فضیلت والی روایت کہ ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں، اس روایت پر سابقہ حکم ضعیف کا تھا

مگر اب یہ روایت بھی صحیح سند کے ساتھ مل گئی ہے۔

(ابن حبان الموارد: ۱۰۷ وسندہ حسن)

اس کی تفصیل کے لئے بھی حصن المسلم محقق نسخے کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک دفعہ فون پر میں نے آپ رحمہ اللہ سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سوال کا جواب الحدیث میں دیا جا چکا ہے، پھر فرمانے لگے: خرم بھائی آپ رسالے کو دو مرتبہ پڑھا کریں اس سے فائدہ ہوگا۔ واقعی دوہرے مطالعے کے بہت زیادہ فوائد ہیں۔

بہرحال باتیں تو بہت زیادہ ہیں۔ ہم نے یہ سوچا ہی نہ تھا کہ شیخ صاحب رحمہ اللہ ہمیں اتنی جلدی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ کل تک جن کو حفظہ اللہ لکھ رہے تھے آج ان کو رحمہ اللہ لکھ رہے ہیں۔ بہرحال تقدیر کے سامنے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ع

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے

آپ کی بیماری اور وفات کے حوالے سے علمائے کرام کے تاثرات

۱: آپ کی وفات پر فضیلۃ الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ محترم رحمہ اللہ باطل فرقے کے سامنے بہت بڑا بند تھے اور وہ بند آج ٹوٹ گیا ہے۔

۲: آپ کی بیماری کے دنوں میں فون پر میری فضیلۃ الشیخ حافظ طیب الرحمٰن زیدی حفظہ اللہ کے ساتھ بات ہوئی تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وجہ سے جماعت کا بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اللہ ان کو مکمل صحت عطا فرمائے۔

۳: ۳/ نومبر ۲۰۱۳ء کو سید سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ نے کہا کہ شیخ زبیر رحمہ اللہ کی بیماری کی وجہ سے پریشانی ہے جب وہ سالانہ کلمۂ طیبہ کانفرنس میں دولت نگر تشریف لائے ہوئے تھے۔

۴: شیر پنجاب مولانا منظور حفظہ اللہ آپ کی بیماری کے دنوں میں اپنی تقریر میں دعا کرتے اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ رحمہ اللہ کے لئے دعا کرتے تھے۔

یہ چند علماء ہیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے، آپ رحمہ اللہ کی وفات پر ساری جماعت غمگین ہے۔

آخر میں آپ کی کتاب علمی و اصلاحی مقالات کی جلد دوم سے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے:

''ہم جب کسی راوی کو ثقہ وصدوق، حسن الحدیث یا حدیث کو صحیح وحسن لذاتہ قرار دیتے ہیں تو اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے، تناقض وتعارض سے ہمیشہ بچتے ہوئے غیر جانبداری سے اور صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے راوی کو ثقہ و صدوق حسن الحدیث اور حدیث کو صحیح وحسن قرار دیتے ہیں۔ ایک دن مَر کر اللہ کے دربار میں ضرور بالضرور اور یقیناً پیش ہونا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی مرضی کی روایت کو صحیح ثابت کہہ دیں اور دوسری جگہ اسی کو ضعیف کہتے پھریں۔ یہ کام تو آلِ تقلید کا ہے!

اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت میں سے تضاد و تعارض ثابت کر دے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کروں گا، توبہ کروں گا اور جو بات حق ہے برملا اس کا اعلان کروں گا۔ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، بس اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو اسی میں دو جہانوں کی کامیابی ہے۔ اے اللہ! میری ساری خطائیں معاف کر دے (آمین)

صحیح بخاری وصحیح مسلم اور مسلک حق (مسلک اہل حدیث) کے لئے میری جان بھی حاضر ہے۔ یہ باتیں جذباتی نہیں بلکہ میری ایمان کا مسئلہ ہے۔'' (مقالات جلد دوم صفحہ ۲۵۹۔۲۶۰)

جو بات آپ نے لکھی ہے میں اسے اپنے دعائیہ کلمات بناتے ہوئے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! میرے شیخ رحمہ اللہ سے راضی ہو جا، انھیں دو جہانوں کی کامیابی عطا فرما دے۔ اے اللہ! ان کی ساری خطائیں معاف فرما دے۔ مسلک حق مسلک اہل حدیث کے لئے ان کا جان محبّ اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ دینا اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے۔ ان کے ایمان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے۔ آمین یارب العالمین

اَللّٰھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله .... (آمین)

آخر میں مجھے اپنے بھائی اور دوست ابوعلی اسد ندیم اسدؔ کا ایک شعر یاد آرہا ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

؎ چل دیا ہے اسدؔ تن تنہا
ایک بستی بسا کے رستے میں

ایک عہد ساز شخصیت

پروفیسر مولا بخش محمدی ﷾ *

لَوْكَانَ فِي الدُّنْيَا بَقَاءُ
لَمَا مَاتَ خَيْرُ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدُ

بلاشبہ علمی حلقوں میں یہ خبر انتہائی رنج وحزن سے پہنچی کہ بلند پایہ محقق، مناظر لاجواب، محدث، فقیہ اور فن رجال کے ماہر شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ 10 نومبر 2013ء علی الصبح ستاون برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

إنا لله و إنا إليه راجعون.

آپ ضلع اٹک کی تحصیل حضرو میں پیدا ہوئے، آپ نے علوم اسلامیہ کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی بھی کیا، سب سے اہم بات کہ آپ نے جن اساتذۂ کرام سے اکتساب علم کیا تھا، اُن میں دیگر علمائے کرام کے ساتھ محقق شہیر فنِ رجال کے امام محدث العصر علامہ ابوالقاسم راشدی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیات بھی شامل تھیں۔

آپ کو کئی زبانوں پر دسترس حاصل تھی، آپ مصنف کتب کثیرہ تھے۔ آپ اتنی باوقار علمی شخصیت ہونے کے باوجود انتہائی سادہ مزاج کے حامل تھے، عالم عقبیٰ کی طرف روانہ تو ہر شاہ وگدا ہوتا ہے، مگر کیا خوب ہے وہ سفر زندگی جو تاریکی میں ایک شمع کی طرح مینارۂ نور بن کر راہِ حق پر گامزن کارواں کے لیے زادِ راہ کا موجب بنے۔ بلاشبہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل کے پیکر، گفتار وکردار کے غازی، حلقہ یاراں میں ابریشم کی طرح اور معرکۂ حق وباطل میں فولاد کی تصویر تھے۔

ع ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

یقیناً جماعت ایک عظیم محدث، فقیہ، مدبر اعلیٰ، مدرس

* مصنف، ادیب ومؤرخ۔

اور مفسر سے محروم ہو گئی۔ مولانا کے سانحۂ ارتحال سے جہاں پورے ملک میں غم کی فضا چھا گئی وہاں وطن عزیز کے علمی افق پر اندھیرے چھا گئے......جن کی تاریکی تا دیر محسوس کی جاتی رہے گی۔ آپ نے فنِ رجال میں جو کام کیا وہ ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو توشۂ آخرت بنا دے۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ﴾

(یٰسٓ: 12)

حافظ صاحب ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے، آپ اسماء الرجال کی معلومات کے تو سمندر تھے اور بلا شبہ آپ کی اور منہج سلف صالحین کی خدمت میں گزاری جس کی شہادت زندگی اور موت دونوں قابل رشک ہیں۔

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الانعام:162) کی عملی تصویر تھے، حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں اور باتیں ہمیشہ دلوں اور ذہنوں کو معطر رکھیں گی اور ہم انھیں ہمیشہ اپنے درمیان محسوس کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

جو میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے دل نے یاد رکھا

مولانا ابوزبیر تنویر بلتی*

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله الأمين، أما بعد:

تمام تعریفات اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾

(الملك:2)

آیت مبارکہ میں زندگی سے پہلے موت کا ذکر ہے تاکہ انسان اپنی موت سے غافل نہ ہو اور دنیا میں رہ کر اچھے عمل کرے تاکہ اس کی آخرت بہتر ہو جائے۔ میرے مربی اور شیخ امام العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کو خوب سمجھا اور اسے عملی زندگی میں لاتے ہوئے اس جہان فانی کو خیر باد کہا۔

میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی ہر پہلو سے قرآن وحدیث آپ کا قلمی اور عملی ذوق بڑے واضح انداز میں پیش کرتا ہے، سطور ذیل میں ان کے ایسے اوصاف کا ذکر کروں گا جنھیں میری آنکھوں نے دیکھا۔ میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا، ان اوصاف سے آپ کی حدیث نبوی سے والہانہ محبت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ا: غصے پر کنٹرول

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.))

(موطأ إمام مالك، رواية ابن القاسم:17)

''طاقتور وہ نہیں جو کشتی لڑتے ہوئے غالب آجائے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پائے۔''

* شیخ الحدیث مرکز صدر العلوم، بہاولنگر

دسمبر کا مہینہ سخت جاڑے اور سردی کے حوالے سے بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ ماہ دسمبر میں مرکزی جامع مسجد اہل حدیث ضلع بہاول نگر میں میرے شیخ رحمہ اللہ کا بعد از نماز عشاء درس قرآن تھا اور سرزمین بہاول نگر میں شیخ صاحب پہلی مرتبہ تشریف لائے تھے۔ درس کے اختتام پر سوال جواب کی ایک لمبی نشست تھی جس کے اختتام پر ہم نے قیام مرکز صدر العلوم حافظ والا بہاول نگر میں کرنا تھا۔ پروگرام کے بعد جب ہم باہر نکلے تو ہمارا ڈرائیور مع گاڑی غائب تھا۔ ہم نے فون کیا تو اس نے کہا: میں آ رہا ہوں۔ روڈ کے کنارے پر کھڑے ہو کر میرے شیخ نے سخت سردی میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گاڑی کا انتظار کیا، لیکن وہ نہ آیا اس کے باوجود میں نے شیخ رحمہ اللہ کے چہرے پر کوئی غصے کا اثر نہ پایا اور اس کے بعد رکشہ میں بیٹھ کر حافظ والا پہنچے۔ اس طرح الحمد للہ میں نے اپنے شیخ کا اس حدیث پر عمل دیکھا۔

۲: مہمان نوازی

فرمان نبوی ﷺ ہے: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ)) (صحيح البخاري: 6019)

''جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' گرمی کے موسم میں جون، جولائی کے مہینے میں اور میرے ساتھ میرے مدرسہ کے استاد، شیخ محترم کو ملنے کے لیے حضرو پہنچے۔ فجر کی نماز ادا کی اور اس کے بعد ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی صاحب کا درس قرآن سنا اور تقریباً سات بجے کے قریب ہم شیخ صاحب کی لائبریری میں ناشتے کے لیے اکٹھے ہوئے تو شیخ محترم اپنے ہاتھ سے ہمیں پراٹھے نکال کر دے رہے تھے۔ میں نے عرض کی: ہم خود لے لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کوئی بات نہیں، آپ ناشتہ کریں۔ اس کے بعد اپنے ہاتھ سے ہمیں چائے ڈال کر دی۔ اس طریقے سے آپ نے اس حدیث پر اپنا عملی نمونہ پیش کیا۔ (فللّٰه الحمد)

۳: بچوں پر شفقت

''جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ؟ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((أَوَأَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ.))

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا اس نے کہا: آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ ہم تو نہیں دیتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تیرے دل سے اللہ نے رحمت چھین لی ہے تو میرا کیا اختیار ہے۔'' (صحيح البخاري: 5998)

میرا بیٹا زہیر جس کا نام بھی میرے شیخ کا ہی تجویز کردہ ہے، جب آپ تقریب بخاری کے موقع پر حافظ والا میں تشریف لائے تو اسے گود میں بٹھا کر اس سے پیار بھی کیا اور بوسہ بھی دیا۔

۴: بیمار پرسی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ)) ......((......وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ.)) ''مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں (ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ) جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری کر۔'' (صحيح مسلم: 2162/623)

میرا تعلق بہاولنگر کی مضافاتی بستی کاٹ گنگا سنگھ سے ہے جہاں دیوبندی مقلدین کی سات مسجدیں ہیں وہاں

ایک مسجد بھی اہلحدیث کی نہ تھی۔ جب میں نے وہاں مسجد کی بنیاد رکھی اور ان مقلدین کو بڑی تکلیف ہوئی، اتفاق یہ ہوا کہ مسجد کی بنیاد رکھنے کے بعد میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور مجھے کافی چوٹیں آئیں۔ مقلدین کو موقع ملا تو انھوں نے طرح طرح کی باتیں کیں میں نے اس کا ذکر اپنے شیخ محترم سے کیا، انھوں نے دعا کی اور فرمایا: اللہ بڑی جلدی تجھے صحت دے گا۔ اس موقع پر میرے شیخ نے جو الفاظ فرمائے مجھے آج تک یاد ہیں کہ ''اگر میں چڑیا ہوتا تو اُڑ کر تیرے پاس آجاتا'' اور ایک دن میں دو، دوتین، تین بار فون پر میری بیمار پرسی کرتے رہے۔ اس طرح الحمد للہ انھوں نے اس حدیث پر عمل کیا۔

۵: بڑوں کا احترام

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔''

(سنن أبي داود: 4943، صحيح)

ایک دفعہ شیخ صاحب سے پوچھا: کیا کبھی آپ سے عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نے سوال کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''سوال کیا ہے۔'' اور ساتھ ہی عاجزی کا اظہار فرمایا کہ اصول حدیث کی روشنی میں اس کو کہتے ہیں اکبر کا اصغر سے سوال کرنا، یعنی اس طرح آپ اپنے سے بڑوں کا احترام کرتے تھے۔

٦: شیخ رحمہ اللہ کی فقاہت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ...... إلخ))

''جس شخص سے اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔'' (صحيح البخاري:3161)

اور اسی طرح (صحیح مسلم:1995) میں سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، وَيُذَكِّرُ النَّاسَ)) نبی کریم ﷺ دو خطبے ارشاد فرماتے، دونوں کے درمیان میں بیٹھتے اور قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے۔ آپ ﷺ کی نماز اور خطبہ معتدل ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرو میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا، آپ کا معمول تھا کہ تقریباً 30 منٹ کا خطبہ دیتے، خطبے کے دوران میں آپ کی طرف ایک شخص نے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تین منٹ باقی ہیں۔ ٹائم مکمل ہوتے ہی خطبہ ختم کر دیا، یعنی اس طرح مختصر خطبہ ارشاد فرماتے اور معتدل نماز پڑھاتے تھے۔

۷: شیخ رحمہ اللہ کا تبلیغی جذبہ

فرمان نبوی ﷺ ہے: ((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً...... إلخ))

''مجھ سے آگے بیان کرو، اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔''

(صحيح البخاري:3461)

اسی فرمانِ رسول پر عمل کا جذبہ ہی آپ کو دو دفعہ بہاول نگر بھی لایا، ایک مرتبہ 2008ء کے ماہ دسمبر کی سخت سردی میں درسِ قرآن کے لیے اور دوسری مرتبہ 2013ء کے جون کے مہینے کی سخت گرمی میں مرکز صدر العلوم حافظ والا میں درسِ بخاری کے لیے۔ تبلیغ دین میں موسم کی سختیاں ان کے آڑے نہ آسکیں۔

۸: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

(البقرة: 258)

ایک دفعہ استاد جی نے مجھے بتایا کہ عیسائی کے ساتھ مناظرہ ہوا، عیسائی سکول میں ماسٹر تھا اور جو اس کے پاس انجیل تھی وہ عبرانی میں تھی۔ اس نے عبارت پڑھی اور لوگوں کے سامنے غلط ترجمہ کیا تو میں نے انجیل کو پکڑا، عبارت پڑھی اور ترجمہ کیا اور اس کو بتایا کہ تو نے غلط ترجمہ کیا تھا، صحیح ترجمہ یہ ہے۔ وہاں پر موجود ایک عیسائی نے جب میری بات سنی تو الحمدللہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ قرآن کی آیت کے اس حصے کی رُو سے شیخ نے اہل کتاب کو حیران کر دیا۔

۹: میرے شیخ کے چہرے کی تروتازگی اللہ کی رحمت سے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا، فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ))

(سنن أبي داود: 3660، وسنده صحيح)

میرے شیخ رحمہ اللہ کا حدیث کو حفظ کرنا، پھر اسے لوگوں تک پہنچانا کسی سے پوشیدہ نہیں اور آخر میں اتنی لمبی بیماری کے باوجود ان کے چہرے کی تروتازگی اس حدیث پر عمل کی واضح دلیل ہے۔

۱۰: ﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

(اٰل عمران:140)

آج سے تقریباً دس گیارہ سال قبل کی بات ہے کہ میرے ہاتھ میں میرے شیخ کا ماہنامہ الحدیث آیا، جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو میرے دل میں شوق پیدا ہوا، کیوں نہ شیخ محترم کی زیارت کی جائے، اتفاقاً کچھ ہی دنوں بعد کسی دوست نے بتایا کہ آج شیخ محترم حافظ زبیر علی زئی کا درس ہے، بھاٹی دروازے پر، دل میں بڑی خوشی ہوئی کہ آج شیخ صاحب کی زیارت کریں گے۔ شام کے وقت جب شیخ صاحب کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ علم کے پیاسے لوگ شیخ محترم کے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں اور باری باری سوال کرتے جا رہے ہیں۔ میرے دل میں بھی سوال آیا، میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آپ شیخ صاحب سے سوال کریں کہ قبر پر سورۂ بقرہ کا پہلا اور آخری رکوع پڑھنا حدیث سے ثابت ہے تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حدیث ضعیف ہے، لیکن اس کے راوی کا نام اس وقت میرے ذہن میں نہیں، دوسری طرف سے آواز آئی کے خالد بن عجلان تو ساتھ ہی شیخ صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا شاگرد ہے، تنویر، جب یہ نام سنا تو دل میں خواہش ہوئی کہ یا اللہ نام تو میرا بھی تنویر ہی ہے۔ اگر تیری رحمت ہو جائے اور میری نسبت بھی شیخ محترم کی طرف ہو جائے تو کیا بات ہو گی۔ یہ پہلی ملاقات تھی، پھر رابطوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور جب آپ آخری بار بہاول نگر تشریف لائے تو اس کے چند ماہ بعد ہی ایک دن اچانک خبر ملی کہ شیخ محترم پہ فالج کا اٹیک ہوا ہے۔ جب یہ خبر ملی تو میں نے اسی وقت اپنے شیخ کو فون کیا Bell جا رہی ہے تھی، لیکن جواب نہیں آ رہا تھا، پھر میں نے میسج کیا کہ استاد جی میرا فون رسیو کریں، تب بھی کوئی جواب نہ آیا۔ میری آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے کہ جو خبر ملی ہے وہ حقیقت ہے۔ اس کے بعد آپ کو الشفاء انٹرنیشنل اسلام آباد ایڈمٹ کروایا گیا اور میرا کسی ذریعے سے رابطہ ہوا، ہفتہ کے دن میں الشفاء انٹرنیشنل میں پہنچا، حافظ شیر محمد صاحب اور تنویر بھائی سے ملاقات ہوئی اور ان کے چہرے

غم کی وجہ سے مرجھائے ہوئے تھے۔ میں نے حافظ صاحب سے عرض کی: میں نے شیخ صاحب کی زیارت کرنی ہے تو حافظ شیر محمد صاحب کہنے لگے کہ تنویر بھائی بڑی مشکل ہے، کیونکہ اندر جانے پر پابندی ہے۔ میں نے کہا: میں اتنا لمبا سفر کر کے صرف استاد محترم کی زیارت کرنے آیا ہوں تو حافظ صاحب نے کہا: کوشش کر لیتے ہیں۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ اللہ میری مدد کرے گا تو انھوں نے تنویر بھائی سے کہا کہ آپ ان کے ساتھ جائیں تنویر بھائی میرے ساتھ چل پڑے جب دوسری منزل پر پہنچے تو تنویر بھائی نے مجھ سے کہا: آپ سامنے کاؤنٹر پر چلے جائیں اور ان سے کہیں کہ میں اتنا سفر کر کے آیا ہوں، صرف پانچ منٹ کے لیے مجھے اجازت دے دیں۔ امید ہے ان شاء اللہ آپ کو اجازت مل جائے گی۔ جب میں کاؤنٹر پر پہنچا ان سے میں نے کہا کہ بھائی جان میں بڑا لمبا سفر کر کے آیا ہوں، صرف پانچ منٹ کے لیے مجھے مریض کی زیارت وعیادت کر لینے دو۔ الحمد اللہ! انھوں نے اجازت دے دی، جب میں شیخ صاحب کے کمرے میں پہنچا تو انھیں دیکھتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ لبوں پہ دعا تھی: اے اللہ! میرے شیخ کو صحت والی ایمان والی لمبی زندگی عطا فرما۔ جیب سے موبائل نکالا کہ تصویر بناؤں، لیکن ان کی محبت پر ان کا قول غالب آ گیا کہ تبلیغ کے علاوہ عام تصویر بنانا جائز نہیں۔ میں نے موبائل کو اپنی جیب میں ڈالا اور واپس پلٹا اور یہ میری آخری ملاقات ہی ثابت ہوئی۔

١١: ﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (الضحى:11)

استاد جی کے شاگرد تو اس دنیا میں لاتعداد ہیں جو مجھ سے بہت زیادہ علم و عمل میں آگے ہیں مگر کچھ باتیں جو میرے نصیب میں ہیں شاید ہی کسی کو میسر آئی ہوں:

١۔ شیخ محترم کے شاگردوں میں سے سب سے پہلے اگر کسی نے (باقاعدہ چھپی ہوئی) سند اجازہ لی تو وہ بندہ ناچیز ہے، یہ مجھ پر استاد جی کی شفقت تھی۔

٢۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا کیا ہے جس کا نام ''زہیر'' میرے شیخ محترم نے تجویز کیا تھا۔

٣۔ حافظ شیر محمد صاحب اور تنویر بھائی اس بات کے گواہ ہیں کہ شیخ محترم نے فرمایا: تنویر! تیرے اس بیٹے کو بھی میری طرف سے سند اجازہ ہے۔ الحمد للہ

١٢: اوصاف حمیدہ

حدیث رسول ﷺ کے مطابق:

((إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا))

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہے۔''

(صحیح البخاري:3559)

ایک دفعہ جب ہمارے ہاں تشریف لائے تو بارڈر پر گئے وہاں پر ایک صاحب ملے انھوں نے پوچھا کہ آپ نے فقہ الحدیث پڑھی ہے میں نے غصے سے کہا: کس طرح کے سوال کر رہے ہو؟ لیکن شیخ صاحب نے سن کر فرمایا: ہاں، الحمد للہ پڑھی ہے۔

(اللهم اغفر له و أدخله الجنة الفردوس)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت میری نظر میں

شاہد نذیر ربانی

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا شمار ان نابغہ روزگار، پُر اثر اور متاثر کن شخصیات میں ہوتا ہے جنھوں نے راقم کو اہل حدیث ہونے کے بعد سب سے زیادہ متاثر کیا۔ اصولوں پر کبھی سودا نہ کرنے والے اور جسے حق سمجھا اس پر ملامتوں کی پروا کیے بغیر ڈٹ جانے والے ہی بجا طور پر اس لائق ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے اللہ کے لیے محبت کریں اور انھیں اپنا آئیڈیل بنائیں۔ اس کے برعکس وہ علماء جو مصلحتوں کی بدولت اپنے افکار تبدیل کرتے رہتے ہیں، بہت جلد عوام میں اپنی قدر اور عزت کھو دیتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنی بے پناہ خوبیوں کی بدولت معاصرین علمائے اہل حدیث میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

میں نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحریریں پڑھ کر، ان کی تقریریں سن کر اور ان سے گفتگو کر کے اپنے ذہن میں ان کی شخصیت کا جو خاکہ بنایا ہے اور اپنی محبوب شخصیت کے حوالے سے میرے ذہن میں جو خوبصورت یادیں موجود ہیں اس سے پہلے کہ ان یادوں کے حسین نقش ذہن سے محو ہو جائیں سوچا انھیں صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے محفوظ کرلوں۔

بطور تنبیہ عرض ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے متعلق میرے جو بھی نظریات اور تصورات ہیں چونکہ وہ میرے ذاتی نقطہ نظر کا نتیجہ ہیں جو میں نے ان کی تحریر و تقریر سے اخذ کیے ہیں اس لیے عین ممکن ہے کہ میں ان کے بارے میں کوئی دعویٰ کروں اور وہ تصویر کا صرف ایک رُخ ہو اور میں اس دعویٰ میں غلطی پر ہوں، لہٰذا تمام احباب کا میری تحریر کے کل مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ میں نے حتیٰ الوسع کوشش کی ہے کہ میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے متعلق جو بھی رائے قائم کروں اس رائے کی بنیاد اور مآخذ بطور حوالہ درج کر دوں تاکہ میرے نقطہ نظر سے اختلاف کم سے کم ہو۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے چونکہ مقلد جاہل ہوتا ہے اسے تقلیدی جکڑ بندیوں کی وجہ سے جان بوجھ کر علم سے دور رکھا جاتا ہے، چنانچہ اپنے دور تقلید میں راقم الحروف بھی علم اور تحقیق سے ناواقف تھا، بس مفتی صاحب نے صحیح یا غلط جو بھی فرما دیا وہی دوسرے مقلدین کی طرح ہمارے لیے بھی کافی اور حجت ہوتا تھا۔ اہل حدیث ہونے کے بعد حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحریریں پڑھ کر معلوم ہوا کہ علم کیا ہے اور تحقیق کس چیز کا نام ہے۔ بعد میں جب کثرت مطالعہ کی وجہ سے رد باطل پر مضامین لکھنے کے قابل ہوا اور باقاعدہ اس کام کا آغاز کیا تو محسوس اور غیر محسوس طریقے سے حافظ رحمہ اللہ کے انداز تحریر کو ہی نقل کیا، کیونکہ رد باطل پر تحریر کیسے لکھی جاتی ہے حوالہ کیسے دیا جاتا ہے، اہل باطل پر حجت کیسے قائم کی جاتی ہے؟ سب کچھ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحریریں پڑھ پڑھ کر ہی سیکھا تھا۔ اسی بنا پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اپنا استاد تسلیم کرتا ہوں۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے میری بے پناہ محبت اور والہانہ لگاؤ کا نتیجہ ہے کہ جب کوئی شخص علمائے اہل حدیث پر بالعموم اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر بالخصوص تنقید یا

اعتراض کرتا ہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے اور فوراً دفاع کی فکر لاحق ہو جاتی ہے بلکہ اس وقت تک چین ہی نہیں آتا جب تک ان پر کیے گئے غلط اعتراض اور ناجائز تنقید کا حسب استطاعت جواب نہ دے دیا جائے۔ اس کی وجہ مسلکی تعصب نہیں بلکہ حدیث رسول ﷺ پر عمل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جو شخص اپنے بھائی کی عزت سے اس چیز کو دور کرے گا جو اسے عیب دار کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ دور کر دے گا۔'' (سنن ترمذی: 1931 وسندہ حسن)

اہل حدیث میں سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل حدیث کے خلاف جاہلانہ اعتراضات و پروپیگنڈہ کو نظر انداز کر کے باطل کو اپنی موت آپ مرنے دینا چاہیے اور اپنے قیمتی وقت کو ایسی غیر صحت مندانہ سرگرمیوں میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ بعض الناس کا یہ خیال اس وجہ سے غلط ہے کہ جہالت کو نظر انداز کرنے سے جہالت گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں بریلویت کے موضوع پر قلم نہیں اٹھانا چاہتا تھا، کیونکہ میں سمجھتا تھا، بریلویت چونکہ جہالت کی پیداوار ہے، اس لیے جوں جوں جہالت کا دور ختم ہوتا چلا جائے گا، توں توں بریلویت کے افکار بھی ختم ہو جائیں گے۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ بریلوی حضرات بدعات اور شرکیہ امور کی نشر و اشاعت میں متحد ہو کر جدو جہد میں مصروف ہیں اور اس سلسلے میں انھوں نے حال ہی میں ''حجاز کانفرنس'' کے نام سے بہت سے اجتماعات بھی منعقد کرنا شروع کر دیے ہیں، جن میں وہ کتاب وسنت کے متبعین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہے ہیں اور انہیں ''گستاخانہ رسالت'' دوسرے القاب سے نواز رہے ہیں، تو مختلف غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے اور جدید طبقہ کو یہ باور کروانے کے لیے کہ اسلام توہم پرستی اور دوسرے جاہلانہ افکار سے بری ہے، اور کتاب وسنت کی تعلیمات عقل وفطرت کے عین مطابق ہیں۔ عوام کو اس حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے میں نے ضروری سمجھا کہ ایک ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو ''بریلویت'' اور ''اسلامی تعلیمات'' کے درمیان فرق کو واضح کرے، تاکہ شریعت اسلامیہ کو ان عقائد سے پاک کیا جا سکے جو اسلام کے نام پر اس میں داخل ہو گئے ہیں۔'' (بریلویت، تاریخ وعقائد صفحہ 23,24)

الحمد للہ! حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک ذہین اور زیرک انسان تھے، انھوں نے دین کے نام پر پھیلائی گئی جہالت کو نظر انداز نہ کرتے ہوئے بروقت باطل کی رگ پر ہاتھ رکھا اور دیوبند مکتب فکر میں بہت بڑا مقام رکھنے والے مغالطہ باز امین اوکاڑوی کی تلبیسات اور مکروفریب کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا۔ اس سے پہلے امین اوکاڑوی کی انتہائی جاہلانہ باتوں اور غیر علمی اعتراضات کو علمائے اہل حدیث کی جانب سے ناقابل التفات قرار دے کر کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا۔

امین اوکاڑوی باقاعدہ عالم نہیں تھا بلکہ ایک عام پرائمری ماسٹر تھا، لیکن اس جاہل کو دیوبندیت میں جو مقام و مرتبہ حاصل ہوا وہ کسی باقاعدہ اور مستند دیوبندی عالم کے حصے میں بھی نہیں آیا۔ دیوبندیت میں یہ حیران کن مقام پانے کا سبب امین اوکاڑوی کا اہل حدیث سے شدید بغض تھا اور اسی بغض ونفرت کے نتیجہ میں امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے خلاف تحریروں کی صورت میں جہالت کے جو انبار لگائے دیوبندی آج بھی اس جہالت کے ڈھیر پر نازاں ہیں اور اس

سے مستفید ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ امین اوکاڑوی کی جہالت کو پوری طرح بے نقاب کیا جائے، اگرچہ امین اوکاڑوی کی تحریروں اور بھونڈے اعتراضات کی علمی سطح پر ٹکے کی بھی حیثیت نہیں تھی لیکن یہی جاہلانہ مغالطات سادہ لوح عوام کی گمراہی کا سبب بن رہے تھے۔ کتنے ہی لوگ ایسے تھے جو مسلک اہل حدیث کی جانب مائل ہوئے، لیکن امین اوکاڑوی کی کتابیں اور تحریریں پڑھنے کے بعد وہیں سے لوٹ گئے۔ اس لیے وقت کا اہم ترین تقاضا تھا کہ اس مسئلہ کو حل کیا جائے تا کہ متلاشیان حق کے سامنے اوکاڑوی اعتراضات، مغالطات کی دیوار باقی نہ رہے اور وہ بغیر کسی رکاوٹ کے حق تک رسائی پا سکیں۔

الحمد للہ! حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس ضرورت اور تقاضے کو محسوس کیا اور علمائے اہل حدیث کی جواب نہ دینے کی پالیسی اور حکمت عملی کے خلاف انھوں نے باقاعدہ اس شاطر شخص کے اہل حدیث کے خلاف پھیلائے گئے مغالطات اور زہر آلود پروپیگنڈہ کا جواب دیا اور اس کا اور اس جیسے باطل پرستوں کا باقاعدہ تعاقب کیا اور اس کے ساتھ ساتھ نئے لکھنے والوں اور اہل حدیث کے متعلق پھیلائی گئیں غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے والوں کے لیے ماہنامہ ''الحدیث'' کا عظیم پلیٹ فارم مہیا کیا تا کہ یہ انتہائی اہم اور عظیم کام سرانجام پا سکے اور ان کے بعد بھی ان کی فکر آگے بڑھ سکے۔ اللہ کے فضل و کرم سے ''الحدیث'' کے پلیٹ فارم سے مسلسل باطل افکار و نظریات کی بیخ کنی کا کام جاری و ساری ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے پہلی مرتبہ اپنے مجلّے کے ذریعے سے احادیث اور راویوں کی تحقیق کا علمی کام دلچسپ اور دلنشین انداز میں عوام و خواص کو متعارف کروایا۔ ورنہ اس سے پہلے تو جب کتب عوام کے لیے چھاپی جاتی تھیں ان میں راویوں کے متعلق کلام اور احادیث کی تحقیق کے کام کو عوام کے لیے کار آمد نہ جان کر حذف کر دیا جاتا تھا۔ حافظ موصوف کا یہ علمی انداز عوام و خواص میں اس قدر مقبول ہوا کہ دیوبندی اور بریلوی بھی علم حدیث سے کوئی نسبت نہ رکھنے کے باوجود یہ انداز اپنانے پر مجبور ہو گئے، لیکن ان میں اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ میں بنیادی اور جوہری فرق یہ رہا کہ حافظ صاحب خدمت حدیث اور احقاق حق میں یہ انداز اپناتے تھے اور بریلوی و دیوبندی خود کو اپنے مذہب کے خلاف آنے والی صحیح احادیث کے رد و جواب کے لیے یہ علمی انداز اختیار کرنے پر مجبور پاتے تھے۔ جب حافظ رحمہ اللہ کی کاوشوں کی بدولت عام عوام تحقیقی اور علمی ذائقے کی مٹھاس پانے لگی تو انھیں تقلیدیوں کے پرانے اور گھسے پٹے تقلیدی حربوں سے بہلانا ممکن نہ رہا، کیونکہ جب کسی انسان کو تحقیقی ذائقہ لگ جائے تو اسے تقلیدی میں مزہ نہیں آتا اس لیے مجبوراً آل تقلید کو بھی اپنا اندازِ فریب بدلنا پڑا، چنانچہ اس کا سہرا بھی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے سر جاتا ہے کہ ان کی بدولت پہلی مرتبہ اہل حدیث اور آل تقلید کی عوامی سطح پر تحقیق حدیث کا شور سنا گیا۔

حافظ صاحب کے تحقیقی اور علمی کام سے عوام کی اصلاح ہونے کا احساس خود حافظ صاحب رحمہ اللہ کو بھی تھا، چنانچہ جب ایک رضا خانی فیصل خان بریلوی نے اعتراض کیا: ''زبیر علیزئی کی یہ عادت ہے کہ کسی بحث پر اتنے غیر متعلقہ حوالے پیش کرتے ہیں کہ عوام الناس اس سے مرغوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔'' تو اس اعتراض کے جواب میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے لکھا: ''یہ جھوٹا الزام ہے، تاہم اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ میرے تحقیقی مضامین اور کتابوں

سے عوام الناس کی اصلاح ہو رہی ہے۔ والحمدللہ''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد چہارم صفحہ 207)

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض دیگر اہل علم کی طرح خالص علمی تحقیق کی بنیاد پر بعض معروف لیکن مختلف فیہ مسائل پر واضح اور دوٹوک موقف اپنایا جو موجودہ دور میں منفرد کاوش ہے، مثلاً:

۱) قربانی کے مسئلے میں اکثر علماء اہل حدیث کا موقف 4 دن کا ہے جبکہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ تحقیق 3 دن کی قربانی کو راجح قرار دیا۔ اس سلسلے میں حافظ صاحب کے اخلاص کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ موصوف اہل حدیث میں انتشار کو ناپسند فرماتے تھے، لیکن تحقیق کے بعد جو مسئلہ حق ثابت ہوا اس سے پیچھے ہٹنا بھی گوارانہ تھا۔ اس کے لیے انھوں نے ایک انتہائی مناسب اور پسندیدہ طریقہ اختیار فرمایا، چنانچہ مضمون لکھ کر مستند علمائے اہل حدیث کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ جب کئی ماہ تک کسی بھی اہل حدیث عالم کی جانب سے کوئی جواب یا اعتراض موصول نہیں ہوا تو پھر انھوں نے باقاعدہ اس مسئلے کو سپرد رسالہ کر دیا، جیسا کہ خود اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''خرم صاحب نے مجھے ایک مفصل خط لکھ کر قربانی کے دنوں کی تحقیق کا مطالبہ کیا تھا لہٰذا میں نے اس خط کے جواب میں ایک تحقیقی مضمون لکھا جسے بعد میں کئی علمائے اہل حدیث (حفظہم اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں بھی دیا۔ جب کئی مہینوں تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تو ۲ مئی ۲۰۰۷ء والے مضمون ''قربانی کے تین دن ہیں'' کو خرم صاحب کے مسلسل مطالبہ اشاعت کے بعد ماہنامہ الحدیث حضرو عدد ۴۴ جنوری ۲۰۰۸ء میں شائع کر دیا۔'' (تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد سوم صفحہ 261)

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا تحقیقی میدان میں یہ طرزِ عمل ان کے خلوص، احتیاط اور امانت داری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اگر چاہتے تو دوسرے لوگوں کی طرح کسی سے مشورہ کیے بغیر بھی اپنا مضمون منظر عام پر لا سکتے تھے جس سے ایک انتشار کی کیفیت پیدا ہو جاتی، لیکن شیخ نے چاہا کہ معتبر علمائے اہل حدیث کی اس مسئلے پر رائے لے لی جائے تاکہ اگر اس مسئلہ پر کسی کے پاس کوئی معقول اعتراض ہو تو اس کی روشنی میں پہلے ہی اپنے موقف کی اصلاح کر لی جائے۔ یہ بہت بڑی خوبی تھی جو زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں پائی جاتی تھی۔ ایسے علماء جو اپنی اصلاح کی اس قدر فکر میں رہتے ہوں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ اختلاف کرتے وقت مخالف کا احترام ہی بھول جاتے ہیں اور اگر مسئلے میں گنجائش کا کوئی پہلو بھی نکلتا ہو تو اسے یکسر نظر انداز کر کے اپنے موقف کو بالکل صحیح اور مخالف کے موقف کو بالکل غلط قرار دے دیتے ہیں۔ الا ماشاءاللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ بہت انصاف پسند انسان تھے۔ ان کی دیانتداری کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اگرچہ انھوں نے چار دن کی قربانی کے موقف سے اختلاف کیا، لیکن مخالفین کے موقف کو یکسر غلط اور باطل قرار نہیں دیا بلکہ انھیں اجتہادی غلطی کا مرتکب قرار دے کر ان کے خلوص اور دین داری کا اعتراف کیا، چنانچہ ایک دیوبندی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: ''مذکورہ علماء نے روایات و آثار کو مدنظر رکھتے ہوئے جو موقف اختیار کیا ہے وہ ہمارے نزدیک مرجوح ہے اور یہ ان کی اجتہادی خطا ہے۔ دوسرے انھوں نے روایت مذکورہ کو صحیح سمجھ کر اس سے استدلال کیا

ہے اور اسے کسی صحیح صریح دلیل کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ دوغلی پالیسی کا ارتکاب کیا ہے۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات جلد 6 صفحہ 455)

۲) نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اہل حدیث کی مسلمہ اور مستند شخصیات میں ہوتا ہے، لیکن حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے نواب صاحب کے بیٹے سید محمد علی حسن خان کی اپنے والد سے متعلق گواہی پر اعتماد کر کے نواب صاحب کے اہل حدیث ہونے کا انکار کیا اور انھیں تقلید نہ کرنے والا حنفی کہا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد علی حسن خان کی جس کتاب یعنی ماثر صدیقی (موسوم بہ سیرت والا جاہی) میں درج کردہ بیان پر بھروسا کیا ہے۔ یہ کتاب ہی غیر معتبر اور مشکوک ہے، کیوں کہ اس کتاب کو کوئی اہل حدیث مکتبہ شائع نہیں کرتا بلکہ اس کتاب کی اشاعت کا بیڑہ دیوبندیوں نے ہی عرصہ دراز سے اٹھا رکھا ہے۔ جو دال میں کچھ کالا ہونے کا بین ثبوت ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ نواب صدیق حسن خان کو اہل حدیث تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ انھیں غیر مقلد حنفی کہتے تھے۔ اس پر ان کی متعدد تحریریں اور ایک ویڈیو بیان بھی گواہ ہے۔ مثلاً حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: نواب صدیق حسن خان صاحب (تقلید نہ کرنے والے) حنفی تھے۔

(ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر 42 صفحہ 13)

اور اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں صدیق حسن خان کے نام کے ساتھ دعائیہ کلمات جیسے رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کبھی استعمال نہیں کیے تھے اور نہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں نواب صدیق حسن خان سے متعلق اپنے اس مشہور موقف سے رجوع کیا تھا، لیکن ماہنامہ الحدیث میں نواب صدیق حسن خان کے بارے میں شائع ہونے والے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتویٰ میں صدیق حسن خان کا دفاع کیا گیا اور ان کے نام کے ساتھ بار بار رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ کلمات استعمال کیے گئے ہیں۔

دیکھیے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث شمارہ نمبر 115 صفحہ 17 ''علامہ نواب صدیق حسن خان کے بارے میں ایک جھوٹا قصہ''۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس رسالے کے مدیر اور حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید حافظ ندیم ظہیر نے اپنے استاد کی تحریر میں ان کی وفات کے بعد یہ تصرف کیا ہے اور صدیق حسن خان کے نام کے ساتھ دعائیہ کلمات کا اضافہ کر دیا ہے۔ اس کی ممکنہ وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں اپنے استاد کے مخالف ہوں اور ان کی تحقیق حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سے مختلف ہو۔ واللہ اعلم

اصل صورتحال سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے راقم الحروف نے حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ سے رابطہ قائم کیا تو انھوں نے بتایا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں انھوں (ندیم ظہیر) نے صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصنیفات کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کے استاد یعنی حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف غلط فہمی پر مبنی ہے، لہٰذا انھوں نے حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کو مشورہ دیا کہ صدیق حسن خان کے بیٹے کی گواہی پر اعتماد نہ کریں، کیونکہ وہ مشکوک ہے اور براہِ راست صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا مطالعہ کر کے ان کے بارے میں کوئی رائے قائم کریں، چنانچہ حافظ زبیر علی

زئی رحمۃ اللہ نے صدیق حسن خان کی خودنوشت کا بعض مقامات سے سرسری مطالعہ کرنے کے بعد مذکورہ بالا فتویٰ میں جوان کی وفات کے بعد شائع ہوا، نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ کا دفاع کیا اور خود ہی ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ کے دعائیہ کلمات استعمال کیے ہیں۔

حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی اس گواہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ صدیق حسن خان کی بعض کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کر لیتے تو یقیناً صدیق حسن خان کے بارے میں اپنے اس مشہور موقف سے علانیہ رجوع کر لیتے، لیکن زندگی نے باقاعدہ رجوع کی مہلت نہیں دی اور نہ ہی انھوں نے اس بارے میں کوئی وصیت وغیرہ کی۔

۳) یزید سے متعلق اکثر اہل حدیث میں یہ مشہور چلا آرہا ہے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے پہلے لشکر کے سپاہ سالار ہونے کی وجہ سے وہ بخاری کی اس حدیث کا صحیح مصداق ہیں جس میں قسطنطنیہ پر حملہ آور پہلے لشکر کی بخشش اور مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ نے اس عمومی موقف سے اختلاف کرتے ہوئے اس کی تردید کی اور اپنے دلائل کی بنیاد پر دعویٰ کیا کہ یہ موقف خلاف واقع ہے اور یزید کے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے بھی چونکہ وہاں دوسرے صحابہ کی سپاہ سالاری میں کئی حملے ہو چکے تھے اس لیے یزید کو صحیح بخاری کی حدیث میں موجود بشارت کا مصداق قرار دینا درست نہیں۔

٤) حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ داڑھی کے بارے میں اپنی تحقیق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے آثار کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ داڑھی کو بالکل چھوڑ دینا اور قینچی نہ لگانا افضل ہے، تاہم ایک مشت سے زیادہ کو کاٹنا جائز ہے۔ واللہ اعلم'' (موطأ امام مالک صفحہ 605)

علمائے اہل حدیث کی اکثریت کی رائے اس کے برعکس ہے۔

محدث دیار سندھ بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

''اس کے علاوہ بعض صحابہ سے حج کے موقع پر داڑھی سے کچھ بال کاٹنے کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن اولاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم عام ہے اور مطلقاً چھوڑ دینے کا حکم ہے اس کے خلاف کسی کا قول یا عمل قابل قبول نہیں ہوسکتا۔''

(اسلام میں داڑھی کا مقام، صفحہ 31)

صاحب تحفۃ الاحوذی عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ''بعض لوگ ابن عمر، عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے استدلال کرتے ہیں کہ قبضہ سے اوپر کاٹ دینی چاہیے۔ یہ استدلال ضعیف اور کمزور ہے، چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل شدہ مرفوع احادیث اس کی نفی کرتی ہیں، ان میں مطلق چھوڑنے کا حکم ہے۔ پس ان احادیث کے مقابلہ میں ان آثار اور اقوال سے دلیل اخذ کرنا صحیح نہیں۔''

(تحفۃ الاحوذی، جلد 4، صفحہ 11)

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ کے موقف کے برعکس بعض علماء کا منہج یہ ہے کہ وہ احادیث صحیحہ کے بالمقابل موقوفات صحابہ کو ناقابل حجت قرار دے کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جب اثر صحابی مرفوع حدیث کے بظاہر خلاف نظر آتا ہو، لیکن شیخ محترم حتی الامکان تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ اہل حدیث کے نزدیک ایک مستند اصول ہے کہ قرآن و حدیث کو سلف صالحین کے فہم سے سمجھنا چاہیے۔ یہ قیمتی اور بنیادی اصول اہل حدیث مسلک میں

کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس اصول کی بابت فرماتے ہیں: ''سلف صالحین کا فہم وہ مشعل ہے جس کی وجہ سے آدمی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر 40، صفحہ 8)

فہم سلف کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ اگر کوئی شخص نصوص شرعیہ سے کوئی نیا اور انوکھا استدلال کرتا ہے تو اس استدلال کی صحت کے لیے ضروری اور لازمی ہے کہ سلف میں سے کسی نے اس کی موافقت وتائید کی ہو وگرنہ وہ استدلال ناقابل التفات ہے۔ اہل بدعت کے ایک ایسے ہی انوکھے استدلال کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''اس حسن حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ روزانہ اذان سے پہلے کچھ کلمات کہتے تھے، اس سے بعض اہل بدعت یہ استدلال کرتے ہیں کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے، حالانکہ کتاب وسنت سے استدلال کے لیے سلف صالحین کے فہم کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، اگر اس حدیث کا یہ مطلب ہوتا تو سلف صالحین میں سے کوئی تو اس کا قائل یا فاعل ہوتا۔!!''

(ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ نمبر 121، صفحہ 60)

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

''خوش قسمت ہے وہ شخص جو کتاب وسنت یعنی قرآن و حدیث پر سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں عمل کرے۔''

(اختصار علوم الحدیث، صفحہ 8)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے دین براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اس لیے قرآن وسنت کے مفاہیم کو ان مبارک ہستیوں سے زیادہ کوئی جاننے اور سمجھنے والا نہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم کسی صحابی کے ایسے فعل کو بھی جس پر دیگر صحابہ نے کوئی نقد یا اعتراض نہ کیا ہو صرف احادیث کے (بظاہر) مخالف ہونے کی بنیاد پر رد کردیں اور فہم صحابی کو یہ کہہ کر کوئی اہمیت نہ دیں کہ موقوفات صحابہ حجت نہیں؟!!

اس سلسلے میں قابل غور بات یہ بھی ہے کہ جب اہل بدعت اپنے مشرکانہ عقائد اور بدعی افعال کے لیے قرآن و حدیث کی نصوص سے نت نئے اور انوکھے استدلالات کرتے ہیں تو انھیں لگام دینے کے لیے ہمارے پاس فہم سلف صالحین ہی ایک ذریعہ ہے۔ اسی حقیقت کا اعتراف فرماتے ہوئے حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''منافقین اور اہل بدعت بھی کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں، لہٰذا کتاب وسنت کا صرف وہی فہم معتبر ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر 84 صفحہ 4)

تو اس بنا پر کم از کم آثار اور موقوف روایات کو اتنی اہمیت تو دی جانی چاہیے کہ اگر صحابہ میں اس بات کا کوئی مخالف موجود نہ ہو تو اسے تسلیم کرتے ہوئے مسائل میں کچھ گنجائش ہی دے دی جائے اور کم از کم اس عمل کا جواز ہی تسلیم کرلیا جائے۔

تنبیہ: یاد رہے کہ اگر صحابہ کرام کے اقوال وافعال غلط فہمی اور لاعلمی کی بدولت ہوں، جیسا کہ یہ ایک معلوم اور ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض اوقات صحابہ سے بھی دلائل مخفی رہ جاتے تھے یا بعض اوقات وہ دلائل بھول بھی جاتے تھے اور اسی بھول اور لاعلمی میں ان سے ایسے افعال واقوال سرزد ہو جاتے تھے جو نصوص کے خلاف ہوتے تھے تو ایسی صورت میں ان کے افعال واقوال حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے یقیناً قابل حجت نہیں، لیکن اگر لاعلمی کا امکان نہ ہو اور

دلائل کی معرفت اور مکمل علم ہونے کے باوجود کسی صحابی کا کوئی عمل بظاہر حدیث کے خلاف نظر آتا ہو تو اس فعل صحابی اور حدیث رسول ﷺ میں تطبیق وتوفیق دینا ہی حق وصواب ہے وگرنہ دوسری صورت میں ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ صحابی نے جان بوجھ کر احادیث رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے، جبکہ ہمارا ایمان اور عقیدہ ان نفوس قدسیہ کے بارے میں یہ ہے کہ کوئی صحابی بھی جان بوجھ کر حدیث کے خلاف عمل نہیں کرسکتا۔ ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں فہم سلف کی روشنی میں اپنے عمل اور عقیدے کی بنیاد استوار کرنی چاہیے، اسی میں نجات ہے وگرنہ گمراہی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تمام صحیح وثابت روایت کو جمع کر کے ان کا مفہوم سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں سمجھنا چاہیے ورنہ گمراہی کی گہری کھائیوں میں جا گریں گے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 45، صفحہ 43)

پس معلوم ہوا کہ کتاب وسنت کو ذاتی فہم سے سمجھنے اور اس میں عقلی گھوڑے دوڑانے کے بجائے بذریعہ فہم سلف صالحین سمجھنا ہی محفوظ ترین راستہ ہے۔ شرعی دلائل کو آپس میں ٹکرانے کے بجائے ان کے درمیان تطبیق دینے کا راستہ اور طریقہ ہی حافظ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا، چنانچہ لکھتے ہیں: ''اس تطبیق وتوفیق سے تمام دلائل پر عمل ہو جاتا ہے اور کوئی تعارض باقی نہیں رہتا اور یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ راستہ پسندیدہ راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے قرآن وحدیث واجماع وآثار سلف سب پر عمل ہو جائے اور کسی قسم کا تعارض اور ٹکراؤ باقی نہ رہے۔ جو لوگ دلائل شرعیہ کو آپس میں ٹکرا دیتے ہیں ان کی یہ حرکت انتہائی قابل مذمت ہے۔'' (نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری صفحہ 32)

اسی لیے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ احادیث سے ثابت کسی عمل کے بالمقابل کسی ثابت شدہ اثر کے سامنے آنے کی صورت میں سلف صالحین کے فہم، قول اور فعل کا اعتبار کرتے ہوئے، انہیں آپس میں ٹکرا کر رد کرنے کے بجائے حدیث رسول اور اثر صحابی میں حتی الامکان توفیق وتطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض اوقات آثار سلف خصوصاً موقوف صحابی کے ذریعے سے حدیث کی تخصیص اور حد بندی کرتے ہیں۔ اس کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں:

۱: ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے جبکہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا کوئی ثبوت احادیث صحیحہ سے نہیں ملتا اس کے برعکس کچھ آثار میں دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا ثبوت پایا گیا ہے جس کا اعتبار کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ افضل ہے۔ اسی طرح بعض آثار کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ دو ہاتھوں سے مصافحہ بھی جائز ہے۔ (مثلاً دیکھئے صحیح بخاری قبل ح 6265)'' (موطأ امام مالک، صفحہ 374)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اسی بات کو اپنے مجلّے میں بھی فقہ الحدیث کے تحت درج کیا ہے، ملاحظہ ہو: ''صحیح بخاری میں ہے کہ " وصافح حماد بن زيد ابن المبارك بيديه" اور حماد بن زید نے ابن المبارک سے دونوں ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا۔

(کتاب الاستئذان باب الاخذ بالیدین قبل ح 6265)

لہٰذا اگر کوئی شخص دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ عام مرفوع احادیث سے استنباط کرتے ہوئے صرف ایک (دائیں) ہاتھ سے ہی

مصافحہ کیا جائے۔ واللہ اعلم ......اس مسئلہ میں تشدد کرنا صحیح نہیں ہے۔ جس کی جو تحقیق ہے وہ اس پر عمل کر لے، ان شاء اللہ عنداللہ ماجور ہوگا۔" (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 18، صفحہ 4)

۲: پانی پینے کے بعد کسی مخصوص دعا کے پڑھنے کا کوئی ثبوت نبی کریم ﷺ سے نہیں ملتا، لیکن صرف حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ ایک مشہور تابعی تھے، سے ثابت ہے کہ وہ پانی پینے کے بعد ایک مخصوص دعا: "الحمد لله سقاناه عذبًا فراتًا برحمته ولم يجعله ملحًا أجاجًا بذنوبنا" پڑھتے تھے۔ خیر القرون کے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح اثر سے ثابت اس عمل کا اعتبار کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے پانی پینے کے بعد مذکورہ مخصوص دعا کو جائز و صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ اپنے قلم سے لکھتے ہیں:

"پانی پینے کے بعد یہ (مذکورہ) دعا پڑھنا امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے، لہٰذا پانی پینے کے بعد آثار سلف صالحین کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھنا جائز ہے۔"

(ماہنامہ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر 55، صفحہ 12)

۳: اسی طرح خطیب کا منبر پر بیٹھ کر السلام علیکم کہنا احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں، لیکن سلف صالحین میں سے ایک تابعی سے یہ عمل ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو، حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بقلم خود لکھتے ہیں: "کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ خطیب منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو السلام علیکم کہے......میرے علم کے مطابق ثقہ تابعی امام عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے کہ وہ جب منبر پر چڑھ جاتے تو لوگوں کو سلام کہتے اور لوگ ان کا جواب دیتے تھے...... خیر القرون کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ خطبہ سے پہلے خطیب کا لوگوں کو سلام کہنا جائز ہے، لہٰذا اسے بدعت کہنا غلط ہے اور اگر اس حالت میں سلام نہ کہے تو بھی بالکل صحیح ہے۔" (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 84، صفحہ 10,11)

۴: نبی کریم ﷺ کی قولی احادیث سے ثابت ہے کہ داڑھی سے کسی قسم کا تعارض نہ کیا جائے اور نبی کریم ﷺ کے فعل مبارک سے بھی داڑھی کٹوانا ثابت نہیں، لیکن اس کے باوجود صحابہ کے کچھ آثار ایسے ہیں جن سے صحابہ کا حج کے موقع پر ایک مشت سے زائد داڑھی کے بال کٹوانے کا عمل پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ اب صحابہ کے اس عمل کو احادیث کے مخالف قرار دینے کے بجائے یہ کہنا بہتر ہے کہ صحابہ نے احادیث سے یہی سمجھا کہ ایک مشت سے زائد داڑھی کٹوائی جاسکتی ہے، یعنی صحابہ کا فہم داڑھی کی احادیث کے متعلق یہی ہے جو ان کے ذاتی عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے انھی آثار کی رعایت کرتے ہوئے مشت سے زائد داڑھی کے بال کٹوانے کو جائز قرار دیا۔ آپ لکھتے ہیں:

"ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنا اور رخساروں کے بال لینا جائز ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ داڑھی کو بالکل قینچی نہ لگائی جائے۔ واللہ اعلم"

(الحدیث حضرو، شمارہ نمبر 27، صفحہ 57)

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں تفصیل سے اپنا موقف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "جن احادیث میں داڑھیاں چھوڑنے، معاف کرنے اور بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے، ان کے راویوں میں ایک راوی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں......سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ حج اور عمرے کے وقت اپنی داڑھی کا کچھ حصہ (ایک مشت سے زیادہ) کاٹ دیتے تھے......کسی صحابی سے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر اس سلسلے میں انکار ثابت نہیں ہے۔ یہ ہو ہی نہیں

سکتا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے متبع سنت صحابی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنیں اور پھر خود ہی اس کی مخالفت بھی کریں...... مسئلہ یہ نہیں کہ صحابی کا عمل دلیل ہے یا نہیں؟ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کا کون سا فہم معتبر ہے۔ وہ فہم جو چودھویں صدی ہجری کا ایک عالم پیش کر رہا ہے یا وہ فہم جو صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور محدثین کرام سے ثابت ہے؟!

ہم تو وہی فہم مانتے ہیں جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین و محدثین اور قابل اعتماد علمائے امت سے ثابت ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کسی ایک صحابی، تابعی، تبع تابعی، محدث یا معتبر عالم نے ایک مٹھی سے زیادہ داڑھی کا کاٹنا حرام یا ناجائز نہیں قرار دیا۔ حافظ عبد اللہ روپڑی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں وہ یہ کہ سلف کا خلاف جائز نہیں کیونکہ وہ لغت اور اصطلاحات سے غافل نہ تھے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 27، صفحہ 56، 57)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے پہلے حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ نے صحابہ کے عمل اور احادیث پر ان کے فہم پر اعتماد کرتے ہوئے داڑھی کی کم از کم جائز مقدار ایک مشت تسلیم کی ہے۔ فرماتے ہیں: ''مذکورہ بالا عبارات اور احادیث میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم ایک قبضہ کی مقدار رکھنا لازم ہے۔'' (مقالات محدث گوندلوی، صفحہ 374)

اس بحث سے کوئی شخص اس غلط فہمی میں ہرگز مبتلا نہ ہو کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور اس موقف کے حاملین ہر ثابت شدہ اثر کو اگرچہ وہ خلاف حدیث ہی کیوں نہ ہو، مطلقاً قبول کر لیتے ہیں بلکہ اس کے قبول کی کچھ شرائط ہیں، سابقہ سطور میں جن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ صحابی کو اپنے فعل و قول کے خلاف وارد شدہ احادیث کا بخوبی علم ہو، یعنی صحابی کے اس فعل یا قول کا سبب متعلقہ احادیث سے لاعلمی نہ ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ صحابہ میں سے کوئی اس فعل و قول کا مخالف نہ ہو، یعنی وہ فعل اور قول شاذ نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ فعل یا قول صحابی کے ذاتی فہم کا نتیجہ نہ ہو، یعنی ان کا تفرد نہ ہو۔

اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اس قول و فعل کی قرآن و حدیث سے توفیق و تطبیق ممکن ہو۔

اگر مذکورہ شرائط نہ پائی جاتی ہوں تو صحابی کا قول یا فعل احادیث صحیحہ کے مقابلے میں کسی کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا اثر مرفوع حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 47، صفحہ 45)

ایک جگہ مزید لکھتے ہیں: ''یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلے میں صحابی وغیرہ کا قول رد ہو جاتا ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 46، صفحہ 42)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک اصول پرست شخص ہونے کی وجہ سے دوسروں کو قدرے سخت محسوس ہوتے تھے، کیونکہ اظہار رائے کرتے ہوئے کسی بھی مصلحت و حکمت کا شکار نہیں ہوتے تھے اور دوٹوک انداز میں جس بات کو حق اور صحیح سمجھتے تھے کسی کی ناراضی کی پروا کیے بغیر بیان کر دیتے تھے۔

اپنی تحریروں کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی احتیاط کمال درجے کو پہنچی ہوئی تھی۔ جہاں مخالفین ٹکٹکی باندھ کر ان کی جانب متوجہ ہوں اور ہر وقت اس فکر اور ٹوہ میں رہیں کہ یہاں حافظ زبیر علی زئی کوئی غلطی کریں اور وہاں وہ

اعتراضات کا پہاڑ کھڑا کرکے طعن وتشنیع کی صورت میں بدلہ لینے کی اپنی دیرینہ خواہش کو پورا کریں وہاں انتہائی احتیاط ہی مطلوب ہوتی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر مضامین کے ذریعے سے دیوبندی اکابر واصاغر کے جھوٹ بے نقاب کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جس سے دیوبندی بُری طرح خائف تھے اور حافظ صاحب کی کسی کمزوری کی تلاش میں سرگرداں تھے، تاکہ لوگوں کی توجہ کا رخ پھیر کر اپنے خلاف ہونے والے کام کی شدت اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بدنامی کے اثرات کو کچھ کم کرسکیں۔ لیکن جب دیوبندیوں کو حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی ایسی کمزوری نہیں ملی تو انھوں نے خود کو پستی میں گراتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی اور دیگر اہل حدیث علماء کی کتابوں میں نادانستہ ہونے والی ٹائپنگ و کتابت کی غلطیوں کو حافظ صاحب اور دیگر اہل حدیث کے جھوٹ اور تحریفات بنا کر پیش کرنا شروع کردیا تاکہ ان کے اور ان کے اکابر کے اکاذیب سے لوگوں کا دھیان ہٹ جائے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندیوں کی اس گھٹیا حرکت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تحریر لکھتے وقت مصنف سے بعض اوقات سہواً غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں اور کاتب، کمپوزر اور ناسخ سے بھی بہت سی اخطاء واوہام کا صدور ہوتا ہے اور اس طرح جتنی بھی کوشش کریں، کتاب اور تحریر میں کچھ نہ کچھ غلطیاں باقی رہ جاتی ہیں۔ بعض دیوبندی حضرات ایسی غلطیوں کو جھوٹ، اکاذیب اور افتراء کا نام دیتے ہیں۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد سوم، صفحہ 548)

ایک اور مقام پر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ غلطی اور جھوٹ کا فرق واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''یاد رہے کہ حافظ قرآن کا تلاوت میں بھول جانا، نادانستہ زبان وقلم سے کسی خلاف واقعہ یا غلط بات کا وقوع، بھول چوک، کتابت یا کمپوزنگ کی غلطیاں جھوٹ کے زمرے میں نہیں آتیں بلکہ جھوٹ اسے کہتے ہیں جو جان بوجھ کر، کسی مقصد کے لیے خلاف واقعہ وخلاف حقیقت بولا جائے۔''

(قرآن وحدیث میں تحریف، صفحہ 10)

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندیوں کی کتاب سے تقریباً پچاس عدد غلطیاں پیش کرکے ان دغاباز دیوبندیوں کو دعوت فکر دی ہے کہ اگر علمائے اہل حدیث کی کتابوں میں کتابت کی غلطیاں جھوٹ ہیں تو تم سب سے بڑے جھوٹے ہو جن کی کتابیں ایسی ہی غلطیوں سے بھری پڑی ہیں، چنانچہ حافظ صاحب نے لکھا: ''یہ پچاس حوالے اس لیے پیش کیے ہیں تاکہ دیوبندیوں کو آئینہ دکھایا جائے کہ کمپوزنگ، کتابت اور تحریر کی نادانستہ غلطیاں جھوٹ نہیں ہوتیں۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد سوم، صفحہ 559)

لیکن جھوٹ کی گاڑی پر اپنا مذہبی کاروبار چلانے والے ان دیوبندیوں کا تعلق اس بے انصاف گروہ سے ہے جو اپنے اکابر کی ''دفاع مذہب'' میں کی گئی تحریفات اور اپنے من سے عبارات گھڑ کر ان کے کلام اللہ اور فرمان رسول ہونے کا دعویٰ کرنے کی انتہائی ناپاک جسارت کو بھی بڑی معصومیت سے کتابت کی غلطی کہہ کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن دوسری جانب مخالفین کی نادانستہ ٹائپنگ کی غلطیوں کو بھی تحریف اور جھوٹ بنا کر پیش کرتے ہوئے بالکل بھی شرم و حیا محسوس نہیں کرتے۔

جھوٹ بولنا، مغالطہ دینا اور فریب کاری ایک ایسا فن ہے جسے مقلدین خصوصاً دیوبندی نقطۂ عروج پر لیجانے کے لیے مسلسل کوشاں ہیں اور کافی حد تک اپنی کوششوں میں کامیاب بھی ہیں۔ امین اوکاڑوی نے مغالطہ کے فن میں وہ کمال پیدا کیا کہ اسے بجا طور پر اس فن کا ''امام'' کہا جا سکتا ہے۔ اب اس کی ذریت امین اوکاڑوی کی تلبیسات اور مغالطات سے استفادہ کرتے ہوئے فریب کاری، دھوکا بازی اور کذب بیانی میں نئے نئے طریقے ایجاد کر کے ترقی کی نئی شاہراہوں پر گامزن ہے۔

الیاس گھمن کی زیرادارت شائع ہونے والے سہ ماہی مجلّہ ''قافلہ حق'' کے ایک دیوبندی لکھاری ''عبدالغفار ذہبی'' نے اس رسالہ میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے خلاف ایک مضمون لکھا جس میں جھوٹ کی تعداد بڑھانے کا ایک انوکھا مگر شرمناک اور گھٹیا طریقہ ایجاد کیا جو نہ صرف ان دیوبندیوں کے تحقیقی میدان میں تہی دامن ہونے اور علمی طور پر یتیم ہونے کا پول کھول رہا ہے بلکہ یہ ترکیب خود انہی کو جھوٹا بھی ثابت کر رہی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے رسالے ''الحدیث'' میں اکثر کبھی کسی دیوبندی اکابر و عالم کے پچاس جھوٹ اور کبھی سو جھوٹ کبھی دس جھوٹ شائع ہوتے تھے، اس طرح یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہا، پھر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے الگ سے ایک کتاب بنام ''آل تقلید کے تین سو جھوٹ'' بھی لکھی۔ اس کے جواب میں اتنی بڑی تعداد میں اہل حدیث کے جھوٹ جمع کرنا دیوبندیوں کے لیے ''مشن امپوسبل'' تھا، لہٰذا اس کے حل کے لیے دیوبندیوں کے ''ذہبی'' نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مضامین سے دو چار جملوں کا انتخاب کیا اور اپنے تئیں انھیں جھوٹ باور کروا کے ایک جملے کو 47 (سینتالیس) مرتبہ من وعن نقل کیا اور ایک ہی جملے کو سینتالیس مرتبہ دہرا کر اسے سینتالیس جھوٹ کہہ دیا، اس طرح انھوں نے دو چار جملوں کی بار بار تکرار کو 100 (سو) کی تعداد تک پہنچا کر خوب بغلیں بجائیں کہ ہم نے اہل حدیث کے سو جھوٹ گھڑ لیے۔ دیوبندیوں کے ان ''علامہ'' کے اپنے مضمون میں کی گئی یہ حرکت اس قدر مضحکہ خیز ہے کہ قاری کو پڑھتے ہوئے غصے کے بجائے ہنسی آجاتی ہے، لیکن یہ طے ہے کہ علم، اخلاق اور سچائی کے قحط سے دو چار دیوبندیت اپنے ''علامہ'' کی اس نئی ایجاد سے مستقبل میں خوب استفادہ کرے گی۔

دیوبندیوں کے اس نئے طریقۂ واردات کے مطابق اگر اہل حدیث ان کے جھوٹ جمع کرنے اور گننے پر آئیں تو گنتی ختم ہو جائے گی، لیکن آل دیوبند کے قرآن وحدیث پر بولے گئے جھوٹ ختم نہیں ہوں گے، لیکن اہل حدیث کو ایسا شرمناک طریقہ اختیار کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں، کیونکہ دیوبندی اکابر ویسے بھی اپنی تصانیف میں جھوٹ کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑ کر گئے ہیں جو ان کی رسوائی اور بدنامی کے لیے ہمیشہ کافی رہے گا۔ ان شاء اللہ

شیخ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مستقل بنیادوں پر مستقل مزاجی کے ساتھ رد باطل کا جو سلسلہ شروع کر رکھا تھا اس پر دیوبندیوں کو سخت تشویش اور تکلیف تھی۔ جب ہر قسم کی کوشش کے باوجود دیوبندی اس کا توڑ نہیں کر سکے اور نہ کوئی ایسی بات یا خامی تلاش کر سکے جس پر رائی کا پہاڑ بناتے تو انھوں نے گھٹیا پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے نادانستگی میں ہونے والی کتابت کی غلطیوں کو کذب سے تعبیر کرنے اور اس کی بنیاد پر علمائے اہل حدیث بشمول حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر

سب وشتم اور طعن وتشنیع کا بہانہ ڈھونڈ ہی لیا اور کتابت کی غلطیوں کو جھوٹ اور تحریف بنا کر حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے ایک ضخیم کتاب ''تنبیہ الضالین علی تحریف الضالین'' لکھ ماری۔ کذب و افتراء کی دنیا میں یہ بھی دیوبندیوں کی نئی پیشکش و ایجاد ہے، کیونکہ کتابت کی غلطیوں کو نہ تو کوئی کذبات میں شمار کرتا ہے اور نہ ان کی بنیاد پر کسی کو جھوٹا کہا جاتا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اسی طرح کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ سے رہ جانے والی غلطیوں کو کوئی بھی جھوٹ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ان سے محفوظ رہنا بہت مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ جھوٹ تو وہ ہے جو ذاتی مفاد کے لیے جان بوجھ کر بطور استدلال بولا جائے جیسے انوار خورشید دیوبندی نے صف بندی کا مذاق اڑاتے ہوئے گردن سے گردن ملانے والی ''حدیث'' گھڑ لی ہے اور اپنی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' کو جھوٹی اور مردود روایات سے استدلال کرتے ہوئے بھر دیا ہے۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات جلد 3، صفحہ 527)

یہی وجہ ہے کہ ہر مصنف اکثر و بیشتر اپنی تصانیف میں اس بات کا اقرار واعتراف کرتا نظر آتا ہے کہ کوئی بھی انسان غلطی اور خطاء سے مکمل طور پر بچ نہیں سکتا، لہٰذا اس کی تصنیف میں کتابت وغیرہ کی غلطی رہ جانے کا امکان ہے، اس لیے قارئین سے گزارش کی جاتی ہے کہ دوران مطالعہ میں نظر آنے والی غلطی کی نشاندہی کر دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

دیوبندی عالم ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری رقمطراز ہیں: ''میں نے اپنی ناچیز استعداد کے مطابق کوشش کی ہے کہ واقعات کو ان کے صحیح رنگ میں پیش کروں۔ تاہم میرا گمان ہے کہ کتاب غلطیوں سے پاک نہیں۔ اس لیے اہل نظر سے ملتمس ہوں کہ جو جو اغلاط دیکھیں از راہ عنایت مجھے مطلع کر دیں۔ تاکہ اگر اشاعت ثانی کی نوبت آئے تو ان کی اصلاح کر دوں۔'' (ائمہ تلبیس، صفحہ 14)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیق وحواشی کے ساتھ شائع ہونے والی موطأ کے ''حرف اول'' میں ان کے شاگرد رشید حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''آخر میں عرض ہے کہ ہر قسم کی احتیاطی تدابیر کے باوجود غلطی کا احتمال بہر صورت رہتا ہے لہٰذا دوران مطالعہ میں کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔'' (موطأ امام مالک روایۃ ابن القاسم، صفحہ 34)

خود حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام کی جلد اول کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں: ''مصنف، کمپوزر اور مراجعت کرنے والے جتنی بھی محنت کریں، کوئی نہ کوئی خطا اور لغزش رہ ہی جاتی ہے لہٰذا اگر کسی شخص نے اس کتاب میں کسی غلطی کی نشاندہی کی اور اپنے موقف کو دلیل سے ثابت کر دیا تو میرا اعلان ہے کہ علانیہ اپنی غلطی سے رجوع کروں گا، کیونکہ باطل میں ضد اور جھگڑے سے حق کی طرف رجوع کرنے میں ہی خیر ہے۔''

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام، جلد اول، صفحہ 26)

کسی ایسی خامی اور کمزوری کی بنیاد پر مخالفین کو نشانہ پر رکھ لینا جس سے خود معترض کا بچنا بھی ممکن نہ ہو بلکہ وہ خود اس غلطی اور کمزوری کا شکار ہو۔ معترض کی اخلاقی پستی اور مزاج کی کمینگی کا آئینہ دار ہے۔ اس لیے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے دیوبندیوں کی پچاس عدد غلطیاں یا سہو جمع کر کے آل دیوبند کو دعوت فکر دی ہے کہ اگر علمائے اہل حدیث کی کتابوں

میں رہ جانے والی نادانستہ غلطیاں تمھارے نزدیک اکاذیب ہیں تو اپنی ایسی ہی غلطیوں پر تم کیا کہتے ہو؟ آلِ تقلید کا یہ دیوبندی فرقہ اس قدر ظالم اور ناانصاف گروہ ہے جو دوسروں کی آنکھوں کے تنکوں پر نظر رکھتے ہیں، اپنی آنکھ کے شہتیر کی جانب نظر کرنے سے نہ تو انھیں کوئی غرض ہے اور نہ دلچسپی۔ دوسروں کی ٹائپنگ اور پروف ریڈنگ کی غلطیوں پر کذب کذب کا شور مچانے والے اپنے اکابر کی قرآن وحدیث میں کی گئی واضح تحریفات کو بھی بڑی آسانی سے سہو یا سبقتِ قلم کا نتیجہ قرار دے کر دوسروں سے امید رکھتے ہیں کہ مخالفین ان کی تلبیسات، تاویلات، دجل وفریب کو آنکھ بند کر کے بلا دلیل تسلیم کر لیں، جبکہ یہ خود دوسروں کے سہو اور مراجعت میں رہ جانے والی غلطیوں کو بھی بخشنے کے لئے تیار نہیں۔ سعید احمد پالن پوری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں: ایضاح الادلہ کے تمام ایڈیشنوں میں بجز آخری ایڈیشن کے، ایک آیت کریمہ کی طباعت میں افسوسناک غلطی ہو گئی تھی۔ بے لگام غیر مقلدین سے کتاب کا جواب نہ بن سکا تو اسی کو ہوّا بنا کر کھڑا کیا کہ مصنف نے قرآن کریم میں تحریف کی ہے، حالانکہ وہ سبقتِ قلم تھی یا سہو کتابت تھا۔ (ایضاح الادلہ، صفحہ 44)

دیکھیں سعید احمد پالن پوری دیوبندی اپنے اکابر محمود حسن دیوبندی کی دانستہ اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قرآنی آیت میں کی گئی تحریف کو کتابت کی غلطی نہ ماننے پر کس طرح اہلِ حدیث پر گرج برس رہے ہیں، حالانکہ جان بوجھ کر دفاعِ مذہب میں کی گئی اس قرآنی تحریف کا طباعت کی غلطی ہونا مقلدین کا بدترین اور سیاہ ترین جھوٹ ہے، کیونکہ خود محمود حسن دیوبندی اپنے ہاتھوں سے اس گھڑی ہوئی آیت کو ''مسئلہ تقلید'' میں دلیل کے طور پر پیش کر کے اہلِ حدیث کو دعوتِ غور وفکر دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ یہ آیت بھی تو قرآن میں موجود ہے، پھر تمھیں قرآن میں یہ آیت کیوں نظر نہیں آتی؟! چنانچہ محمود حسن دیوبندی قرآن کی آیت گھڑنے کے بعد فرماتے ہیں: ''آپ نے آیت '' فَـرُدُّوْهُ اِلَـى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ '' تو دیکھ لی۔ اور یہ آپ حضرات کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا بالا معروضہ احقر بھی ہے۔''

(ادلہ کاملہ، صفحہ 18، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد محمود حسن دیوبندی تقریباً چالیس سال زندہ رہے اور ان کی چالیس سالہ حیات میں یہ کتاب تین مرتبہ اسی طرح شائع ہوئی، لیکن نہ تو خود مصنف کو اور نہ ان کے ہم مذہبوں کو اس غلطی کا احساس اور ادراک ہوا۔ ستم تو یہ ہے کہ اس تحریف کو قریب قریب سو سال کا طویل ترین عرصہ گزر جانے کے بعد جب اہلِ حدیث نے زور شور سے اس تحریف کے خلاف آواز بلند کی تو بدنامی اور رسوائی کے خوف سے دیوبندیوں نے چار وناچار اس تحریف کو کتابت کی غلطی کہہ کر جان چھڑانے کی ناکام کوشش کی ورنہ ایک صدی بہت لمبا عرصہ ہوتا ہے جس میں ہزاروں لوگ پیدا ہو کر مرکھپ جاتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ سو سال تک دیوبندی گونگے، بہرے اور اندھے بنے رہے نہ تو انھیں اپنے اکابر کی قرآنی تحریف نظر آئی، نہ ان کی سماعت سے اس شیطانی حرکت کی بابت کوئی آواز ٹکرائی اور نہ انھوں نے اس اعتراف کرنے اور نہ اس ''دانستہ غلطی'' کو سدھارنے کی کوئی ضرورت محسوس کی؟! ان باتوں کا ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ دیوبندی وحنفی مذہب میں

جھوٹی حدیثیں گھڑنا اور خود ساختہ قرآنی آیات تیار کرنا معمول کی بات ہے اور حمایت مذہب ان مقلدین سے یہ سنگین جرم کرواتی آئی ہے اور ان کے اکابرین اور فقہاء یہودیوں کی عملی تصویر بنے ہوئے سماوی کتب میں تحریف، حک واضافہ کی بیماری کا ہمیشہ سے شکار چلے آئے ہیں۔

پس حقیقت یہ ہے کہ محمود الحسن دیوبندی کی تحریفِ قرآن کوئی غلطی یا سہو نہیں تھا بلکہ تقلید کو سند جواز عطا کرنے کے لیے یہ انکا سوچا سمجھا کارنامہ تھا، لہٰذا آج دیوبندیوں کا اسے کتابت کی غلطی قرار دینا ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' ہے۔ عامر عثمانی دیوبندی نے بھی اس کا ان الفاظ سے پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ چنانچہ موصوف اپنے ''شیخ الہند'' کی اس حرکت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کتابت کی غلطی اس لیے نہیں کہی جاسکتی کہ حضرت شیخ الہند کا استدلال ہی اس ٹکڑے پر قائم ہے جو اضافہ شدہ ہے اور آیت کا اسی اضافہ شدہ کا قرآن میں موجود ہونا وہ شدومد سے بیان فرما رہے ہیں۔ اولی الامر کے واجب الاتباع ہونے کا استنباط بھی اسی سے کر رہے ہیں اور حیرت در حیرت ہے جس مقصد کے لیے یہ اصل آیت نازل ہوئی تھی ان کے اضافہ کردہ فقرے اور اس کے استدلال نے بالکل الٹ دیا ہے۔'' (تجلی دیوبند، نومبر 1962ء، صفحہ 61,62)

حیرت ہے! اس کے بعد بھی آل دیوبند اپنے اکابر کی قرآن میں تحریف کی اس جرأت اور بے باکی کو غلطی اور سہو تسلیم کروانا چاہتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود بھی چونکہ یہ ہٹ دھرم قسم کے دیوبندی کسی صورت اپنی نامعقول حرکتوں سے باز آنے والے نہیں تھے، لہٰذا حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندیوں کے اس منافقانہ، متعصّبانہ اور دوغلے رویے کی وجہ سے اپنی تحریروں میں بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ ماہنامہ ''الحدیث'' کا مسودہ اپنی اشاعت سے تقریباً تین ماہ قبل ہی حافظ صاحب کے پاس موجود ہوتا تھا جس کی حتمی اشاعت تک بار بار جانچ پڑتال اور مراجعت کی جاتی تھی تاکہ رسالے میں طباعت کی کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ مجلّہ الحدیث کی انتظامیہ کی طرف سے ایک اعلان شائع کیا گیا جس کے آغاز میں لکھا گیا: ''قارئین کرام! رسالہ ''الحدیث'' میں علمی و تحقیقی معیار کے ساتھ ساتھ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ (مراجعت) پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 22، صفحہ 2)

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی اسی احتیاط اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ رسالہ ''الحدیث'' میں طباعت کی غلطیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔

رسالے کے علاوہ اپنی کتب کی پروف ریڈنگ کا بھی حافظ زبیر علی زئی صاحب خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے مجلّے کے ساتھ ساتھ کتابیں بھی کافی حد تک طباعت کی غلطیوں اور خطاؤں سے پاک و مبرا ہیں۔ یہ ساری محنتیں، جتن اور کوششیں صرف اس لیے تھیں کہ مخالفین کے ہاتھ کوئی ایسی بات و غلطی نہ لگے جسے بنیاد بنا کر وہ اہل حدیث خصوصاً زبیر علی زئی کے خلاف فضول اور زہریلا پروپیگنڈا کرسکیں۔ بے پناہ علمی مصروفیات کے باوجود اپنی کتابوں، فتاوؤں اور تحریروں وغیرہ میں اتنی اعلیٰ درجے کی احتیاط اور اہتمام ہمیں کسی اور عالم کے ہاں نہیں ملتا۔ یہ حافظ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا ہی خاصا تھا۔

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریری کام کی کثرت اور تحقیقی کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے اکثر پروف ریڈنگ،

مراجعت، غلطیوں کی درستی اور مفید اضافہ جات کا یہ اہم کام حافظ صاحب کے خاص اور قابل اعتماد شاگرد جناب حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے ہاتھوں ہی سرانجام پاتا تھا جن پر انھیں پورا اعتماد تھا اور جن کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ایک جگہ بیان کیا تھا: ''میرا اور حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کا منہج ایک ہی ہے۔'' (اسلامی وظائف، صفحہ 21 طبع مکتبہ اسلامیہ)

خود حافظ ندیم ظہیر نے بھی اس کا اعتراف یوں کیا ہے: ''ممکن ہے کوئی یہ اعتراض کرے کہ مبارک بن حسان کو محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی سنن ابن ماجہ کی تحقیق میں ضعیف قرار دیا ہے تو عرض ہے کہ راقم الحروف استاذ محترم رحمہ اللہ ہی کے علم وفنون سے خوشہ چیں ہے اور انہی کے منہج کے مطابق یہ تحقیق پیش کی ہے۔''

(اشاعۃ الحدیث، شمارہ نمبر 129 تا 132، صفحہ 26)

الغرض استاد اور شاگرد کا منہج ایک ہونے کی وجہ سے اور استاد کے شاگرد پر حد درجہ اعتماد کی وجہ سے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شکل میں جو علمی اور تحقیقی کام کے عظیم سلسلہ کا آغاز کیا تھا، اب حافظ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اس کی ادارت کی اہم ترین ذمہ داری بھی حافظ ندیم ظہیر کے کندھوں پر ہے جسے وہ خوش اسلوبی سے نبھا رہے ہیں۔ والحمدللہ

جناب وکیل ولی قاضی صاحب اپنے مضمون ''دورہ سندھ کی چند یادیں'' میں حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی بابت لکھتے ہیں: ''آپ شیخ رحمہ اللہ کے حقیقی معنوں میں علمی وارث ہیں اور شیخ رحمہ اللہ کی روایات کے بنیادی راوی بھی ہیں، نیز شیخ رحمہ اللہ کا جتنا بھی کام ہے آپ کی نظر ثانی کے بعد ہی منصۂ شہود پر آیا ہے۔ راقم کو شیخ رحمہ اللہ نے بتایا تھا کہ میرا جو بھی علمی کام ہے وہ حافظ ندیم ظہیر چیک کرتے ہیں اور میں نے انہیں مکمل اختیار دیا ہوا ہے کہ وہ جو چاہیں تبدیلی کریں...... یعنی آپ شیخ رحمہ اللہ کے منہج کو سب سے بہتر جاننے اور سمجھنے والے ہیں...... نیز شیخ رحمہ اللہ کی عظیم الشان نشانی ماہنامہ الحدیث کے مدیر بھی ہیں۔''

(ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ نمبر 119، صفحہ 37,38)

جب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے امین اوکاڑوی کی زندگی میں اس کے خلاف ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' لکھ کر اس کی دھوکا دہیوں کو عوام الناس کے سامنے آشکار کیا تو دیانت وامانت سے کوسوں دور امین اوکاڑوی نے اپنی کتاب میں بہت سی ایسی عبارات کو چپ چاپ بغیر کسی وضاحت کے تبدیل اور حذف کر دیا جن پر اعتراض کیا گیا تھا۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اندازہ تھا کہ امین اوکاڑوی کی ذریت بھی اسی رستے پر چلے گی اس لیے اس کے سدباب کے لیے انھوں نے مخالفین کا حوالہ دیتے وقت ان کی کتابوں کی طبع کی تاریخ بھی شامل کرنا شروع کر دی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ دیوبندیوں نے اپنے علماء کی متنازعہ عبارتوں کو تحریف وحذف کا نشانہ بنانا شروع کیا پھر ان تحریف شدہ عبارتوں کو اصل قرار دے کر اہل حدیث پر کذب کا الزام لگانا شروع کر دیا کہ دیکھو ہمارے عالم کی کتاب میں تو سرے سے وہ عبارت ہی موجود نہیں جس کا حوالہ زبیر علی زئی نے اپنی کتاب میں دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ حافظ زبیر علی زئی نے دیوبند علماء پر جھوٹ بولا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر اللہ اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے کہ ان کے حوالوں میں کتاب کے طبع کے سن وتاریخ کی موجودگی نے اس گھٹیا حربے پر پانی پھیر کر رکھ دیا ہے، بلکہ ان کا محرف اور جھوٹا ہونا ثابت کر دیا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے رد باطل کے کام کو ایک نیا اسلوب اور ڈھنگ دیا جو ان کے کام کو باقی علمائے اہل

حدیث کی علمی کوششوں سے ایک الگ، منفرد اور ممتاز درجہ عطا کرتا ہے۔ اسی سلسلے میں ان کا ایک علمی کارنامہ یہ بھی ہے کہ صدیوں سے حنفیوں اور اہل حدیث کے مابین اختلاف کا باعث بننے والے بعض معرکۃ آراء فروعی مسائل جیسے تقلید، رفع الیدین، آمین بالجہر، قراءت خلف الامام اور تراویح وغیرہ پر ایسی کتابیں تصنیف کیں جو مکمل اور جامع ہیں اور ہر کتاب اپنے موضوع پر ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یہ تصنیفات قاری کو اس موضوع پر دیگر کتب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتی ہیں خاص طور پر باطل پرستوں کے پھیلائے گئے شکوک شبہات کے ازالے کے لیے یہ تصنیفات لاجواب ہیں۔ حافظ صاحب نے ایک موضوع پر باطل پرستوں کے تمام دلائل یکجا کر کے ان سب کے جوابات دے دیے ہیں۔ اس طرح قاری جب ان کتب کا مطالعہ کرتا ہے تو بخوبی جان لیتا ہے کہ اس موضوع پر اہل باطل کے پاس کون کون سے اور کتنے خودساختہ دلائل ہیں اور ان سب کے معقول جوابات کیا ہیں، چنانچہ قاری کو ایک ہی موضوع پر دیگر کتابوں کی طرف رجوع اور ان کی ورق گردانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مسئلہ تراویح سے متعلق اپنی ایک تصنیف میں لکھتے ہیں: ''تراویح' کے موضوع پر اس کتاب کو آپ ان شاء اللہ ان تمام کتابوں کے رد کے لیے کافی پائیں گے جنھیں تقلید پرستوں نے اپنے اپنے نظریات کی تائید کے لیے لکھ اور پھیلا رکھا ہے۔''

(تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ، صفحہ 14)

اسی طرح مرد و زن کے طریقۂ نماز کے فرق پر لکھے گئے اپنے ایک مختصر مگر جامع مضمون بنام ''مرد و عورت کی نماز میں فرق اور آل تقلید'' کی بابت حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''اس مضمون میں آل تقلید کے تمام دریافت شدہ شبہات کا جواب آ گیا ہے۔ والحمدللہ''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 13، صفحہ 31)

تقلید کے موضوع پر اپنی ایک جامع تصنیف کے بارے میں حافظ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: '' قارئین کرام! مسئلہ تقلید میں رب نواز دیوبندی کے اعتراضات و بیت العنکبوت کا مسکت و مدلل جواب ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' میں موجود ہے، لہٰذا اصل کتاب کا مکمل مطالعہ کریں۔ آپ پر آل دیوبند کے اکاذیب، افتراءات اور مغالطات کا باطل ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 90، صفحہ 33)

ہر موضوع پر حافظ صاحب رحمہ اللہ کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ باطل پرستوں کے ماضی سے لے کر اب تک تمام دریافت شدہ مغالطات و شبہات کا ازالہ کر کے ایک ایسی کتاب لکھی جائے جو قاری کی تسلی و تشفی کے لیے کافی ہو اور اس موضوع پر قاری کو کسی اور کتاب کی تلاش کی مشقت نہ اٹھانی پڑے۔ اپنے ایک مضمون کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ راقم الحروف کے تحقیقی مضمون ''التاسیس فی مسئلۃ التدلیس'' کا بالاستیعاب مطالعہ کریں یا اگر مطالعہ کیا تھا تو دوبارہ مطالعہ کریں، آپ ان شاء اللہ منکرین تدلیس کے تمام شبہات اور وساوس کے مسکت جوابات پائیں گے۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد 3 صفحہ 228)

ایک ہی موضوع پر تمام متعلقہ مسائل اور اہل باطل کے شکوک و شبہات کا احاطہ کر لینا اور موضوع کو جامعیت عطا کرنا، حق بات تو یہ ہے کہ یہ کوئی چھوٹا کارنامہ نہیں، بلکہ ایک

عظیم کام و دینی خدمت ہے جو حافظ موصوف رحمہ اللہ کے حصے میں آئی۔ یہاں رفع الیدین کے موضوع پر شیخ کی مایہ ناز تصنیف ''نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین'' کا ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ شیخ نے اس موضوع کا حق ادا کرتے ہوئے منکرین رفع الیدین کے ادنیٰ سے ادنیٰ اعتراض کا بھی ٹھوس اور مدلل جواب دے کر اس موضوع پر بحث و تحقیق سے اہل حدیث کو بے فکر کر دیا ہے۔ انھوں نے اس موضوع کا کوئی ایسا پہلو نہیں چھوڑا جس میں ذرا سی بھی تشنگی باقی رہنے دی ہو اور نہ ہی مخالفین کے پاس ایسا کوئی مغالطہ اور فریب باقی رہنے دیا جس کے ذریعے سے وہ کسی مسلمان کو اپنے دامن فریب میں لا سکیں۔ والحمدللہ

شیخ محترم نے یہ لا جواب اور شاہکار کتاب اس وقت تصنیف کی جب آپ ابھی صرف طالب علم تھے، چنانچہ خود ہی لکھتے ہیں: ''میری زمانہ طالب علمی سے لکھی ہوئی کتاب ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' میں غلطی سے درج ذیل عبارت چھپ گئی ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 23، صفحہ 57)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ''اکاذیب آل دیوبند'' کے نام سے ایک منفرد کتاب تصنیف کی ہے جو کہ اب تک غیر مطبوع ہے۔ اس میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جو اسلوب اپنایا ہے وہ یہ ہے کہ پہلے دیوبندی اکابر کا نام اور اس کا واضح اور صریح جھوٹ لکھا ہے۔ اس سلسلے میں بعض حوالے تو ایسے درج کیے ہیں جن میں دیوبندی اکابر نے خود اپنے منہ سے اپنا جھوٹا ہونا تسلیم کیا ہے۔ پھر دیوبندیوں کی زبانی اس اکابر کا تعارف اور دیوبندیت میں اس کا مقام و مرتبہ درج کیا ہے، پھر اس دیوبندی اکابر کی بعض اہم اور مشہور تصانیف کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی کتابوں سے اس اکابر کے بعض اہم عقائد و نظریات پیش کیے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کتاب کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

''ان وعیدوں کے باوجود بہت سے لوگ مسلسل دن رات اکاذیب و افتراءات گھڑتے اور سیاہ کو سفید، سفید کو سیاہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے دیوبندی حضرات نے کذب و افترا کو اپنا شیوہ و شعار بنا رکھا ہے۔ راقم الحروف نے اس کتاب میں بعض دیوبندی ''علماء'' اور مصنفین کے بعض اکاذیب (جھوٹ) اور افتراءات باحوالہ جمع کر کے عوام و خواص کی عدالت میں پیش کر دیئے ہیں تاکہ کذابین کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے، نیز کذابین کا تعارف اور ان سے متعلقہ بعض ضروری معلومات بھی لکھ دی ہیں جن سے مفتریوں کی سیرت اور عقائد ظاہر ہو جاتے ہیں۔'' (اکاذیب آل دیوبند، صفحہ 5)

راقم الحروف نے اس کتاب کا 160 صفحات پر مشتمل جو ناقص نسخہ دیکھا ہے اس میں تقریباً دس دیوبندی اکابر علماء کا تعارف اور ان کے جھوٹ بیان کیے گئے ہیں جبکہ اصل کتاب اس سے کہیں ضخیم ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''ظفر احمد تھانوی دیوبندی کے اکاذیب اور علمی مقام سمجھنے کے لیے دیکھئے میری کتاب ''اکاذیب آل دیوبند'' (قلمی ص 180 تا 187)''

(ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر 16 صفحہ 36)

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب 180 صفحات سے بھی متجاوز ہے۔ اپنی نوعیت کی یہ ایک انتہائی منفرد اور قیمتی کتاب ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک خطرناک بھی، چنانچہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو مشورہ دیا گیا کہ اسے اپنے نام کے بجائے فرضی نام سے شائع کروا دیں لیکن انھوں نے اس

مشورے کو قبول نہیں کیا اور نہ کوئی اشاعتی ادارہ اس کتاب کی اشاعت پر تیار ہوا۔ نہ جانے یہ کتاب کب شائع ہوگی؟

اہل حدیث علماء عرصہ دراز سے مسلسل دیوبندیوں کے ہر طرح کے سوالوں کے جوابات دیتے چلے آرہے ہیں لیکن ان سے پلٹ کر سوال نہیں کرتے جس کی وجہ سے دیوبندیوں کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں اور وہ سوال کرتے نہیں تھکتے۔ دیوبندیوں کی کثرت سے سوالات کرنے کی یہ بری عادت چھڑوانے کے لیے حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ نے یہ حل پیش کیا کہ ان کے سوال کا جواب دینے کے بعد پلٹ کر ان سے بھی سوال کیا جائے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ اہل حدیث کو مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اگر یہ لوگ آپ سے سوال کریں تو صاف کہہ دیں کہ ایک سوال کرو، ایک سوال ہم کریں گے۔ تم جواب دو اور ہم جواب دیں گے۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 23، صفحہ 46)

حافظ صاحب نے دیوبندیوں کا دماغ درست کرنے کے لیے اور یہ بتانے کے لیے کہ اہل حدیث کا کام صرف تمہارے سوالوں کا جواب دینا ہی نہیں، بلکہ اہل حدیث بھی سوال کر سکتے ہیں، امین اوکاڑوی کے اہل حدیث سے دو سو سوالات کے جواب میں دیوبندیوں سے دو سو دس سوالات کیے ہیں۔ اس کتاب کے آغاز میں حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے: ''بعض آل دیوبند کی طرف سے اہل حدیث کے سامنے سوالات ہی سوالات پیش کیے جاتے ہیں اور یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان کے جوابات دو۔ ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی (حیاتی) نے دو سو سوالات کا ایک کتابچہ لکھا تھا، لہٰذا اہل حدیث کے طرف سے تمام تقلیدی دیوبندیوں کی ''جناب'' میں دو سو دس (۲۱۰) سوالات پیش خدمت ہیں اور یہ وہ سوالات ہیں جن کا تعلق ایمان اور عقیدے سے ہے۔ ہر اہل حدیث بھائی کو چاہیے کہ اگر تقلیدی حضرات اس سے سوالات کریں تو وہ بھی اتنے ہی سوالات پیش کرے جتنے وہ حضرات پیش کرتے ہیں۔''

(آل دیوبند سے دو سو دس (۲۱۰) سوالات، صفحہ 1)

۱: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ صبح یا نماز فجر میں اٹھنے کے لیے الارم وغیرہ کا استعمال کبھی نہیں کرتے تھے بلکہ بغیر کسی الارم کے خود ہی مطلوبہ وقت پر جاگ جاتے تھے۔ یمن کے سفر میں اپنے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے حافظ صاحب اپنی اس صلاحیت کے بارے میں لکھتے ہیں: ''ابو ھشام منصور اپنے موبائل پر صبح پانچ بجے کا الارم لگانا چاہتے تھے۔ میں نے انہیں یاد دلایا کہ میں ان شاء اللہ انھیں پانچ بجے بغیر الارم کے اٹھا دوں گا، جیسا کہ گذشتہ رات میں نے انھیں مقرر شدہ وقت پر اٹھا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ سوتے وقت جس ٹائم اٹھنے کا ارادہ ہو تو اسی وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔ شدید بیماری وغیرہ کی بعض حالتیں کبھی کبھار مستثنیٰ ہیں۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 11، صفحہ 39)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ اپنے ساتھ دوسروں کی بھی فکر کرتے تھے اور اپنے مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی اور بھلائی میں پیش پیش رہتے تھے۔ وہ جس طرح خود دین پر عمل کرتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ دوسرے بھی اس طرح دین پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اس طرح کا ایک واقعہ خود ان ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں: ''ابو ھشام اور ابو عقیل عمرانیوں سے مہمان خانے میں باتیں کرتے رہے۔ رات تین بجے کے قریب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ابو ھشام اور ابو عقیل کمرے میں اپنے اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے باتیں کر

رہے ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہہ کر انہیں بتایا کہ تین بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔ وہ یہ سن کر بھی ایک دوسرے سے باتیں ہی کرتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا: ''کیا آپ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے؟'' میری یہ بات سن کر وہ سمجھ گئے اور چپ ہو کر سو گئے۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 12، صفحہ 45)

۲۔ اہل حدیث کو نصیحت کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''اہل حدیث کو چاہیے کہ تحقیقی راستہ اختیار کرتے ہوئے ہمیشہ سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ، اجماع ثابت اور اجتہاد، مثلاً: آثار سلف صالحین پر عمل کرتے رہیں، ضعیف اور مردود روایات کو دور پھینک دیں۔ ادلہ اربعہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر بات باتحقیق و باحوالہ پیش کریں تو دیوبندی ہوں یا غیر دیوبندی، آل تقلیدی ہوں یا کوئی بھی غیر اہل حدیث ہو وہ اہل سنت یعنی اہل حدیث، اہل حق کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا اور یہ دعوت دن رات پھیلتی جا رہی ہے اور پھیلتی ہی چلی جائے گی۔ ان شاء اللہ العزیز'' (تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد 3، صفحہ 527)

۳۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شدید خواہش اور کوشش تھی کہ مختلف دھڑوں میں تقسیم شدہ اہل حدیث کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے اور انھیں الگ الگ تنظیموں، پارٹیوں اور جماعتوں کی رکنیت اور چنگل سے آزاد کروایا جائے کیونکہ وہ اہل حق کی ان تنظیموں اور جماعتوں کے وجود کو قرآن کی آیت کی رو سے غلط سمجھتے تھے، لہٰذا لکھتے ہیں: ''پارٹیوں، مروجہ تنظیموں اور کاغذی جماعتوں کا وجود (ولا تفرقوا) اور (ولا تختلفوا) کی رو سے غلط ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 55، صفحہ 10)

اور اسی عظیم مقصد کے لیے حافظ صاحب مسلسل کوشاں تھے۔ اسی مقصد کو بیان کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''تمام پارٹیوں اور تنظیموں سے علیحدہ رہ کر اہل حق کو متحد کر کے ایک جماعت بنانا وہ عظیم مقصد ہے جس کے لیے ہم دن رات کوشاں ہیں۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 34، صفحہ 3)

۴۔ راقم الحروف دینی مسائل جاننے کے لیے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو جوابی لفافے کے ساتھ خط لکھتا تھا جس میں ہمیشہ ''السلام علیکم'' کو ''سلام علیکم'' لکھتا تھا۔ اور حافظ صاحب رحمہ اللہ جواب دیتے وقت اپنے قلم سے اس کی تصحیح کر کے اسے ''السلام علیکم'' لکھ دیتے تھے اور اس کے علاوہ بھی الفاظ کی دیگر غلطیوں کو درست کر کے بھیج دیتے تھے۔

۵۔ اپنے اہل سنت بھائیوں سے درخواست کرتے ہوئے حافظ صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''آخر میں اہل سنت بھائیوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ ضعیف اور مردود روایات کو کلیتاً چھوڑ دیں بلکہ صحیح اور ثابت روایات کو اپنا منہج اور نصب العین بنائیں۔ اگر آپ نے یہ منہج اختیار کر لیا تو یاد رکھیں کہ آپ کے مقابلے میں تمام فرقے، مثلاً: خوارج، شیعہ، جہمیہ، مرجیہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ، نواصب اور منکرین حدیث وغیرہ ہمیشہ ناکام رہیں گے۔ ان شاء اللہ''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 87، صفحہ 29)

۶۔ اہل حدیث کے نزدیک قرآن و حدیث کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے۔ اہل حدیث کے اس بنیادی اصول کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے نئے نئے مسلک اہل حدیث سے جڑنے والے حضرات کے ساتھ عموماً یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو بذریعہ سلف صالحین سمجھنے کی

بجائے اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب ان کی عقل اور سلف صالحین کے فہم کا آپس میں ٹکراؤ ہو جائے تو اہل حدیث کے اس (مذکورہ) بنیادی اصول کا حوالہ دے کر فہم سلف کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ ایسے نوزائیدہ اہل حدیث کی تربیت کے لیے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کثرت سے اپنی تحریروں میں یہ بات لکھتے تھے کہ اہل حدیث کا منہج شریعت کو سلف صالحین کے فہم کے ذریعے سے سمجھنا ہے نا کہ اپنی ذاتی عقل وفہم سے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں: ''کتاب وسنت کا وہی مفہوم معتبر ہے جو راسخ فی العلم علماء یعنی ثقہ وصدوق سلف صالحین سے ثابت ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 51، صفحہ 5)

اور فرماتے ہیں: ''سلف صالحین کے فہم کے مقابلے میں ذاتی انفرادی فہم کو دیوار پر دے مارنا چاہیے۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 42، صفحہ 11)

اور اس کے ساتھ ساتھ بات کا فیصلہ کرنا کہ کس کا قول قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور کس کا نہیں یہ کام بھی عام اور جاہل عوام کا نہیں، بلکہ اس تصفیہ کا حل بھی سلف صالحین کے فہم اور فیصلہ کی روشنی ہی میں ہوگا۔ اس سلسلے میں حافظ صاحب تنبیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''یاد رہے کہ قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے چاہے کہنے والا کوئی بھی ہو لیکن ہرا یرے غیرے کو خلف قرار دینے کا حق نہیں بلکہ اس کے لیے سلف صالحین کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 53، صفحہ 8)

ان تمام واقعات وحوالہ جات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اپنے مسلمان بھائیوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کی کس قدر فکر تھی۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کچھ عرصہ یمن کی جیل میں بھی گزارا۔ جہاں شک کی بنیاد پر گرفتار کر کے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو ان کے میزبانوں کے ساتھ قید رکھا گیا۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں: ''فوجی ہمیں اندر ایک جگہ لے گئے جہاں بہت اونچی عمارت تھی اور دیواروں پر لوہے کی کانٹا نما تاریں لگی ہوئی تھیں۔ فوجیوں نے کہا: ''آپ پانچوں اب جیل میں ہیں۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 13، صفحہ 45)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وجہ حراست بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کاغذات پر انھوں (حکام سجن) نے وجہ حراست ''الاشتباہ'' (شبہ) لکھی۔ انھیں یہ شبہ تھا کہ شیخ ابو ہشام منصور چونکہ امیر تاجر ہیں، لہٰذا وہ سعودیہ سے یمن آکر مدرسوں کو رقم دیتے ہیں۔ اور تنظیموں کی مالی امداد کرتے ہیں۔ باہر کے لوگوں کا مدرسوں کی امداد کرنا، ان لوگوں کے نزدیک بڑا جرم تھا۔ ابو ہشام نے خوب قسمیں کھائیں اور بتایا کہ ''میں مدرسوں کی امدا نہیں کرتا۔ میں تو یمن اپنے رشتہ داروں سے ملاقات، سیر اور بڑے شیوخ کی زیارت کے لیے آیا ہوں'' لیکن یہ ساری گفتگو رائیگاں گئی۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 14، صفحہ 42)

سچ ہے کہ انسان جب تک کسی نعمت سے محروم نہیں ہوتا اس وقت تک اس نعمت کی صحیح قدر وقیمت کا اسے احساس نہیں ہوتا۔ جیل میں عبادت کے تجربہ کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: ''حقیقت ہے نماز پڑھنے اور اللہ کے سامنے گڑگڑانے کا مزہ اس جیل میں آیا اس کا تصور بھی آزادی کے عام دنوں میں محال ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 14، صفحہ 43)

جناب محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ نے علمائے اہل حدیث کی خدمات قرآن کے سلسلے میں کی جانے والی کوششوں کو منظر

عام پر لانے کے لیے ایک کتاب بنام ''برصغیر کے اہل حدیث خدام القرآن'' لکھی ہے اور ان علماء کی فہرست میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا اسم گرامی بھی شامل کیا ہے جنھوں نے قرآن کے تراجم یا تفاسیر کے ذریعے سے کسی نہ کسی طرح قرآن کی خدمت کی سعادت حاصل کی ہے، چنانچہ محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یہاں حافظ زبیر علی زئی کی صرف ان مساعی کا ذکر کرنا مقصود ہے جو وہ قرآن مجید کے سلسلے میں انجام دے رہے ہیں، اس لیے کہ اس کتاب کا اصل موضوع یہی ہے۔ حافظ صاحب ممدوح ''صحیح التفاسیر'' کے نام سے عربی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھ رہے ہیں۔ اس کا آغاز انھوں نے تیسویں پارے سے کیا ہے۔ یہ خدمت وہ تفصیل سے انجام دینا چاہتے ہیں۔ دعا ہے کہ یہ سلسلہ جلد تکمیل کی منزل کو پہنچ جائے۔ وہ تیز قلم اور صاحب مطالعہ عالم ہیں۔ امید ہے ان شاء اللہ تھوڑے عرصے میں اس اہم کام سے فارغ ہو جائیں گے۔ مجھے یا تو ان کے بعض اخباری مضامین پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے یا عربی میں ان کی آخری پارے کی تفسیر دیکھی ہے، جس کی فوٹو کاپی انھوں نے مولانا محمد سرور (مکتبہ اسلامیہ لاہور) کے ہاتھ بھجوائی تھی۔ ان کی اور کوئی تصنیف میری نظر سے نہیں گزری۔''

(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، صفحہ 186)

حالیہ دنوں میں حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ سے راقم الحروف کی کچھ اہم مسائل پر گفتگو ہوئی اور مندرجہ بالا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ حافظ ندیم ظہیر نے بتایا کہ یہ بات درست ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ عربی زبان میں قرآن کی تفسیر لکھ رہے تھے لیکن یہ تفسیر ادھوری ہے مکمل نہ ہوسکی۔

آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے کچھ اہم، مفید اور منفرد فتاویٰ ہدیہ قارئین ہیں:

۱) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تمام مچھلیوں کو حلال نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان میں سے درندہ مچھلیوں کو حرام قرار دیتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے لکھا ہے: ''شارک مچھلی بھی درندہ ہے، لہٰذا اس کا کھانا حلال نہیں۔'' (موطأ امام مالک، صفحہ 198)

مزید لکھتے ہیں: ''سمندر کی ساری مچھلیاں حلال ہیں، سوائے درندہ مچھلیوں کے مثلاً شارک وغیرہ۔''

(موطأ امام مالک، صحہ 357)

۲) ہمارے معاشرے میں مردوں کا گریبان کھلا رکھنا خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''قمیص کے بٹن کھلے رکھنا، یعنی بند نہ کرنا بھی جائز اور سنت ہے۔''

(شمائل ترمذی، صفحہ 105)

۳) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ویڈیو کو مطلقاً جائز کہتے تھے۔ حافظ صاحب اپنے موقف کی وضاحت میں رقمطراز ہیں: ''موجودہ دور میں ویڈیوں اور کمپیوٹر سی ڈی کی ایجادیں تصویر کے حکم میں نہیں ہیں کیونکہ ان پر کوئی تصویر نظر نہیں آتی۔ یہ سائنسی اور ٹیکنیکل کمال ہے جسے انسانوں نے دریافت کر لیا ہے، لہٰذا یہ ایجادات نیک مقاصد مثلاً تقریر، تعلیم، تربیت اور مناظرے وغیرہ کے لیے مباح کے حکم میں ہیں۔ رہے وہ امور جو شریعت کے خلاف ہیں تو ہر حالت میں ناجائز ہیں چاہے ان کے لیے ویڈیو یا سیڈیز استعمال کی جائیں یا نہ کی جائیں۔'' (موطأ امام مالک، صفحہ 213)

٤) چونکہ ایک عامی علم نہ ہونے کے سبب مذہبی معاملات میں اس طرح تحقیق نہیں کر سکتا جس طرح ایک اہل علم کرتا ہے، لہٰذا اس بنیاد پر بعض اہل علم بشمول بعض اہل حدیث علماء

نے بھی عامی کے لیے تحقیق کے بجائے تقلید کو ضروری قرار دیا، جبکہ دوسری جانب تمام اہل حدیث تقلید کے بدعت ہونے پر متفق ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اہل علم کے لیے تقلید کی بدعت ناجائز ہو اور یہی بدعت عامی کے لیے جائز ہو؟ اس سلسلے میں حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف صواب اور درست ہے کہ تقلید ہر صورت میں اور ہر کسی کے حق میں ناجائز ہے، چاہے وہ عامی ہو یا غیر عامی۔ تقلید کے برعکس ہر کوئی (بلا استثناء عامی و عالم) حسب استطاعت تحقیق کرے گا۔ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث سے استنباط کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''تقلید جائز نہیں بلکہ استطاعت کے مطابق تحقیق ضروری ہے۔'' (موطأ امام مالک، صفحہ 389)

جو اشخاص عامی کے لیے تقلید ہی کو واحد حل سمجھتے ہیں اور عامی کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ تحقیق و اجتہاد اس کے بس کی بات نہیں تو ایسے حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ مسئلہ پوچھنے کے لیے ایک صحیح عالم دین کی تلاش اور انتخاب ہی عامی کی تحقیق اور اجتہاد ہے۔ اس کے علاوہ اہل علم سے مسئلہ دریافت کرتے وقت عامی کا دلائل طلب کرنا بھی عامی کی تحقیق ہے۔ اس کے علاوہ عامی کا ایک ہی مسئلہ سے زائد اہل علم سے دریافت کرنا پھر دلائل کی مضبوطی کی بنیاد پر ان میں سے کسی ایک اہل علم کی رائے کو اختیار کر لینا بھی عامی کی تحقیق اور اجتہاد کا ثبوت ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ ایک بات کی وضاحت میں لکھتے ہیں: ''اگر کوئی کہے کہ فلاں امام مثلاً خطیب بغدادی وغیرہ نے تقلید کو جائز قرار دیا ہے۔! تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے لغوی تقلید (مثلاً جاہل کا عالم سے مسئلہ پوچھنا) جو کہ درحقیقت اصطلاحی تقلید نہیں، کو جائز قرار دیا ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 55، صفحہ 3)

حالانکہ یہاں ان علماء کو مغالطہ اور شبہ ہوا ہے، کیونکہ اہل علم سے سوال کرنا تقلید کے زمرے میں بالکل بھی نہیں آتا بلکہ تحقیق کے زمرے میں آتا ہے۔ اسی لیے حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس آدمی کو مسئلہ معلوم نہ ہو، اسے چاہیے کہ عالم سے مسئلہ پوچھ لے، یہ تقلید نہیں بلکہ تحقیق ہے۔'' (موطأ امام مالک، صفحہ 357)

پس جب عامی بھی حسب استطاعت تحقیق و اجتہاد کرتا ہے اور کر سکتا ہے تو پھر عامی کے لیے تقلید کے ضروری ہونے کی بات کرنا فضول اور غلط ہے۔

۵) ایک ویڈیو بیان میں حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ قرآن چومنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں حافظ صاحب نے فرمایا کہ قرآن چومنے کے بارے میں ایک روایت سنن دارمی میں آئی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ عکرمہ قرآن کریم کو لیتے تھے اور اپنے چہرے پر رکھتے تھے اور فرماتے تھے: "هذا كلام ربي ، هذا كلام ربي" اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں، لیکن مسئلہ حل نہیں ہوا کیونکہ یہ روایت متصل نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ ''جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یہ تقویٰ والی بات ہے۔'' (سورۃ الحج: 32)

تو ہم اس آیت کی رو سے یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ قرآن چومنا جائز ہے، کیونکہ یہ رب کا کلام ہے اور اس کی عزت کی جا رہی ہے۔ (یوٹیوب پر ویڈیو دیکھئے Questions 7:33,35 (Sheikh Zubair Ali Zai)

٦) حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک اہم اصول بیان کرتے

ہوئے لکھتے ہیں: ''صحابہ کے مقابلے میں تابعین، تابعین کے مقابلے میں تبع تابعین اور خیر القرون کے مقابلے میں بعدوالے لوگوں کے اجتہادات مردود ہیں۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 91، صفحہ 45)

۷) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''وہ حلال جانور جس کی خوراک ہی گندگی نجاست ہو (یعنی جلالہ جانور) اس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 90، صفحہ 15)

۸) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ باطل مسالک کا رد کرتے ہوئے سختی کے جواب میں سختی کو درست سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ باطل کے خلاف ان کی تحریروں میں جو شدت اور گرمی پائی جاتی ہے وہ دوسرے اہل حدیث علماء کی تحریروں میں کم نظر آتی ہے۔ اس بنیاد پر بعض اہل علم کی جانب سے انھیں شدت پسندی کا طعنہ بھی دیا جاتا تھا۔ ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''اگر کوئی شخص کسی کے خلاف سخت زبان استعمال کرے تو شرعی حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے سختی کے ساتھ اس کا جواب دیا جا سکتا ہے۔'' (موطأ امام مالک، صفحہ 372)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''اگر مناسب نتیجہ نکلنے کی امید ہو تو کتاب وسنت کے منافی امور کا سختی سے رد کرنا بھی جائز ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 76، صفحہ 3)

حافظ موصوف رحمہ اللہ کتاب وسنت کے دفاع اور اہل بدعت کے رد میں کسی نرمی اور مداہنت کے قائل نہیں تھے۔ ایک حدیث کی شرح وفوائد میں لکھتے ہیں: ''کتاب وسنت کے دفاع کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے اور اس میں کسی قسم کی نرمی نہیں کرنی چاہیے۔'' (شمائل ترمذی، صفحہ 355)

اسی طرح لکھتے ہیں: ''کتاب وسنت کے خلاف امور میں مداہنت اور نرمی ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 76، صفحہ 3)

ایک مقام پر رقمطراز ہیں: ''اہل بدعت کے ساتھ کوئی محبت اور نرمی نہیں بلکہ ان سے بغض اور نفرت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 55، صفحہ 8)

۹) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ نماز میں اپنے اجتہاد سے بھی ذکر کیا جا سکتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''ذکر کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ وہ ذکر اپنے اجتہاد سے کیا جائے بشرطیکہ یہ کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو۔''

(موطأ امام مالک، صفحہ 354)

۱۰) پانی پر دم کے مروجہ طریقہ کو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ حدیث کی رو سے جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں ان لوگوں کا زبردست رد ہے جو دم و درود کے لیے پانی وغیرہ کی بوتلوں اور برتنوں پر پھونکیں مارتے ہیں۔'' (موطأ امام مالک، صفحہ 219)

۱۱) حافظ صاحب رقمطراز ہیں: ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بسم اللہ پڑھ کر بندوق وغیرہ سے فائر کیا جائے تو شکار حلال ہے بشرطیکہ شکار کا خون بہہ چکا ہو۔''

(موطأ امام مالک، صفحہ 348)

۱۲) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بدعقیدہ لوگوں کے اعمال کو ضائع اور بے فائدہ سمجھتے تھے۔ ایک حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''ہر عمل کے لیے نیت کا خالص ہونا ضروری ہے ورنہ سارے اعمال باطل اور رائیگاں ہو جائیں گے۔ جہاد کے لیے عقیدے کا صحیح ہونا ضروری ہے جیسا کہ ''اس کے کلمے کی تصدیق کے لیے نکلتا ہے'' سے ثابت ہوتا

ہے۔" (موطأ امام مالک، صفحہ 423)

ظاہر ہے اعمال میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد سب کچھ شامل ہے، لہٰذا بدعقیدہ اور بدعتیوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ان کی دین کے نام پر محنتیں اور جہاد کے نام پر جانیں کہیں ضائع تو نہیں ہو رہیں؟

۱۳) اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ علم بڑھنے کے ساتھ وسعت نظر پیدا ہوتی ہے اور انسان کو اپنی غلطیاں سدھارنے کا موقع ملتا ہے اور اضافہ شدہ علم کی روشنی میں انسان اپنے ایسے سابقہ موقفوں سے رجوع کر لیتا ہے جو کم علمی کی بنیاد پر قائم ہوئے تھے۔ ایسا ہر طالب علم کے ساتھ ہوتا ہے اور محققین کے ساتھ یہ معاملہ نسبتاً زیادہ ہوتا ہے کہ انھیں جدید تحقیقات کی روشنی میں کئی مرتبہ اپنی سابقہ تحقیق سے رجوع کرنا پڑتا ہے، چونکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ محقق تھے اور فن اسماء الرجال ان کا خاص میدان تھا جہاں جیسے جیسے علم بڑھتا رہتا ہے ویسے ویسے سابقہ تحقیقات کا حکم بھی بدلتا رہتا ہے۔

ماہنامہ الحدیث میں ایک اعلان شائع کیا گیا جس میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "بعض کتابیں میری مراجعت اور دستخطوں کے بغیر شائع ہوئی ہیں، لہٰذا ان کتابوں کے اندر غلطیوں اور اوہام کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ میری صرف وہی کتاب معتبر ہے جسے مکتبہ الحدیث حضرو، مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد سے شائع کیا گیا ہے یا پھر کتاب کے آخری پروف کی مراجعت کے بعد، اس کے آخر میں میرے دستخط اور مہر مع تاریخ موجود ہیں۔"

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 27، صفحہ 59)

پھر ایک عرصہ کے بعد اس اعلان کی دوبارہ وضاحت کی گئی، چنانچہ حافظ صاحب نے "الحدیث" میں لکھا: "اس واضح اعلان کے بعد بعض الناس کا راقم الحروف کے خلاف نماز نبوی نامی کتاب یا صلوٰۃ الرسول کی تخریج کے حوالے پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟" (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 68، صفحہ 11)

حیرت ہے کہ بار بار کے اعلانات اور وضاحتوں کے باوجود تقلید پرست حضرات رجوع شدہ تحقیقات کو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ذمہ لگانے سے باز نہیں آتے۔ ابوالحسن انبالوی حفظہ اللہ ایک تقلیدی دیوبندی کے اسی طرح کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "صلوٰۃ الرسول کی تخریج و تحقیق کافی عرصہ پہلی شیخ محترم رحمہ اللہ نے کی تھی، لیکن بعد میں مراجعت کا موقع نہیں ملا اور نہ ناشر نے دوبارہ مراجعت کی زحمت گوارہ کی یہی وجہ ہے کہ شیخ محترم نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ میں صرف اسی کتاب کا ذمہ دار ہوں جس کے آخر میں میرے دستخط ہوں یا پھر مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے شائع ہو۔" (ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ نمبر 119، صفحہ 60)

تقلید پرست حضرات حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی سابقہ اور جدید تحقیق کو ان کا تضاد بنا کر پیش کر رہے تھے جس کی وجہ سے حافظ رحمہ اللہ کو اپنی سابقہ تحقیق سے بار بار علانیہ رجوع کرنا پڑا۔ یہ مصنف و محقق کا جائز حق ہے کہ اگر اس کی تحریر یا تحقیق میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے تو ناشرین متعلقہ کتابوں کی جدید اشاعتوں میں ان کی اصلاح کر لیں یا وضاحت کر دیں، لیکن روایتی ادارے و ناشرین ایک مرتبہ کسی کتاب کی تحقیق و تخریج کروانے کے بعد محقق کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مصنف کے اس حق کے بارے میں لکھتے ہیں: بطور وضاحت اور بطور تصریح عرض ہے کہ مصنف کے پاس یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی کتاب کے ہر ایڈیشن کی نظر ثانی کرے اور اگر مناسب سمجھے تو بعض

مقامات کی اصلاح بھی کرے۔ اسے ''حق التعدیل'' کہا جاتا ہے اور میری تمام کتابوں و جملہ تحریرات میں حق التعدیل کا اختیار صرف مجھے ہی حاصل ہے، لہٰذا میری اجازت، نظر ثانی اور اصلاح کے بغیر کتاب یا تحریر شائع کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 94، صفحہ 7)

حافظ صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے: ''میری ہر سابقہ، جدید اور مستقبل کی صرف وہی کتاب معتبر اور قابل اعتماد ہے جس کے ہر ایڈیشن کے آخر میں میرے دستخط مع تاریخ ہوں۔ میری موت کے بعد یہ حق میری اولاد اور ورثاء کو حاصل ہے۔ میں ایسی کسی کتاب کا ذمہ دار نہیں ہوں جس کے آخر میں میرے دستخط مطبوع نہیں۔''

(نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری، صفحہ 41)

۱۴) انتظامی اور تنظیمی بنیادوں پر قائم اہل حدیث کی مختلف جماعتوں میں سے کسی میں بھی شمولیت کو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ درست نہیں سمجھتے تھے بلکہ تمام جماعتوں سے علیحدہ رہ کر مسلک اہل حدیث کی خدمت کو ہی صحیح سمجھتے تھے۔ وہ خود بھی اسی پر عمل پیرا تھے اور دوسروں کو بھی اسی بات کی نصیحت فرماتے تھے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''موجودہ دور میں جتنے کاغذی گروہ اور تنظیمیں ہیں، ان سب سے علیحدگی ضروری ہے۔''

(موطأ امام مالک، صفحہ 465)

ایک سائل نے حافظ صاحب سے سوال کیا: جماعت اہل حدیث کے اندر مختلف گروہ ہیں۔ آپ کے خیال میں ان میں سے کون سا گروہ بہتر ہے؟ تاکہ اس میں شامل ہوا جائے یا نہ ہوا جائے؟

اس سوال کے جواب میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''تمام گروہوں سے علیحدہ رہ کر مسلک اہل حدیث پر عمل پیرا ہو کر اس کی دعوت دنیا میں پھیلائیں۔''

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام، جلد 2، صفحہ 48)

حافظ محترم رحمہ اللہ ایک اور مقام پر قدرے تفصیل سے اس بات کو بیان فرماتے ہیں: ''دیکھئے: اہل حدیث کی جتنی جماعتیں و تنظیمیں موجود ہیں ان کی حیثیت تبلیغی، اجتہادی اور اشتہاری ہے۔ ان میں دخول کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں، ان جماعتوں کی رکنیت اور بیعت تصوف میں کوئی خاص فرق نہیں۔ سب سے بہتر اور افضل یہی ہے کہ ان تمام جماعتوں اور حزبیت (پارٹی بازی) سے علیحدہ رہ کر کتاب و سنت کی دعوت عام کی جائے اور مسلک اہل حدیث کی غیر جانبدار بھر پور خدمت کی جائے۔ سلف صالحین سے ایسی کاغذی جماعتوں اور احزاب (پارٹیوں) میں شمولیت ثابت نہیں۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 19، صفحہ نمبر 43)

۱۵) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''تارک الصلوٰۃ کی تکفیر میں سلف صالحین میں اختلاف ہے، جمہور اس کی تکفیر کے قائل ہیں، نصوص شرعیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے صحیح تحقیق یہ ہے کہ جو شخص مطلقاً نماز ترک کر دے، بالکل نہ پڑھے وہ کافر ہے، اور جو شخص کبھی پڑھے اور کبھی نہ پڑھے تو ایسا شخص کافر نہیں، مگر سخت مجرم اور فاسق ہے، اس کا فعل کفریہ ہے، خلیفۃ المسلمین اس پر تعزیر نافذ کر سکتا ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 3، صفحہ 3)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک سائل کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ والی روایت میں ''فمن ترکھا متعمدًا فقد خرج من الملة'' کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مطلقاً نماز (الصلوٰۃ) پڑھنا چھوڑ دے، کبھی نہ پڑھے تو یہ شخص ملت سے خارج ہو

جاتا ہے، معلوم ہوا کہ جو شخص سستی وغیرہ کی وجہ سے کبھی کبھار بعض نمازیں نہیں پڑھتا تو ایسا شخص یہاں مراد نہیں۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 6، صفحہ 14)

دوران مطالعہ میں حافظ صاحب کی ایک اور عبارت نظر سے گزری جو اس سلسلے میں ان کے موقف کو مزید واضح کرتی ہے، چنانچہ ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے تفقہ کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''بعض نمازیں ترک کرنے والا کافر بمعنی امت مسلمہ سے خارج و مرتد نہیں۔ واللہ اعلم''

(موطأ امام مالک، صفحہ 581)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کبھی کبھی نماز ترک کرنے والے کا کفر ''حقیقی کفر'' نہیں بلکہ دون کفر کے باب میں سے ہے، لہٰذا ان کا ایسے کفر کے مرتکب شخص کے فعل کو کفر کہنا اور اس شخص کی تکفیر نہ کرنا درست ہے۔ واللہ اعلم

۱۶) حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا اہم ترین اور بنیادی اصول پیش خدمت ہے جو احادیث میں ان کے تحقیقی منہج و انداز کو سمجھنے میں کافی مدد کرتا ہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا دار و مدار محدثین کرام پر ہے۔ جس حدیث کی صحت یا راوی کی توثیق پر محدثین کا اتفاق ہے، تو وہ حدیث یقیناً و حتماً صحیح ہے اور راوی بھی یقیناً و حتماً ثقہ ہے۔ اور اسی طرح جس حدیث کی تضعیف یا راوی کی جرح پر محدثین کا اتفاق ہے، تو وہ حدیث یقیناً اور حتماً مجروح ہے۔ جس حدیث کی تصحیح یا تضعیف اور راوی کی توثیق و تجریح میں محدثین کا اختلاف ہو (اور تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو) تو ہمیشہ اور ہر حال میں ثقہ ماہر اہل فن مستند محدثین کی اکثریت کی تحقیق اور گواہی کو صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 3، صفحہ 6)

۱۷) آل تقلید کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''عرض ہے کہ بریلوی و دیوبندی دونوں گروہ، اہل سنت نہیں، ان کے اصول و عقائد اہل سنت سے مختلف ہیں۔

تنبیہ: بریلوی و دیوبندی حضرات حنفی بھی نہیں۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 5، صفحہ 18)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک کتاب میں اعلان کے تحت لکھتے ہیں: ''میری جس تحریر میں دیوبندیوں و بریلویوں کے ساتھ حنفی کا لفظ لکھا گیا ہے وہ عرف کے لحاظ سے لکھا گیا ہے ورنہ حقیقت میں یہ حضرات حنفی نہیں۔ لہٰذا اسے منسوخ سمجھا جائے۔''

(نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری، صفحہ 40)

۱۸) یزید کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے حافظ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یزید کے بارے میں سکوت کرنا چاہیے، حدیث کی روایت میں وہ مجروح راوی ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 6، صفحہ 8)

۱۹) حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کسی کلمہ گو کی تکفیر کے قائل نہیں تھے۔ مسلمانوں کے گمراہ فرقوں کے بارے میں اپنا موقف یوں لکھتے ہیں: ''یہود کے اکہتر اور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہوئے جنھیں اہل کتاب سے خارج نہیں کیا گیا اور اسی طرح امت مسلمہ کے تہتر فرقے ہوئے ہیں جن میں سے بہتر فرقوں کی تکفیر کرنا اور امت مسلمہ سے خارج قرار دینا غلط ہے۔ بس صرف یہ کہہ دیں کہ یہ فرقے گمراہ ہیں اور اہل بدعت میں سے ہیں یا ان کے عقائد کفریہ اور شرکیہ ہیں۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 33، صفحہ 13)

تمام مسلمانوں کے ذبیحہ کو حلال سمجھتے تھے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''اہل بدعت کلمہ گو فرقوں کا ذبیحہ حلال ہے۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 33، صفحہ 13)

جو لوگ بریلویوں اور دیوبندیوں میں تفریق کرتے ہوئے دیوبندیوں کا ذبیحہ کھا لیتے ہیں لیکن بریلویوں کے مشرک ہونے کی وجہ سے ان کا ذبیحہ نہیں کھاتے، ایسے لوگوں پر تنقید کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''موجودہ دور میں اہل سنت کی طرف منسوب دو بڑے فرقوں آل دیوبند اور آل بریلی کے عام عقائد ایک جیسے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقے کا ذبیحہ کھانا اور دوسرے کا ذبیحہ نہ کھانا کسی واضح دلیل سے ثابت نہیں۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 33، صفحہ 13)

۲۰) حافظ صاحب رحمہ اللہ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں: ''نیک آدمی سے دعا کرانا اور اس سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔'' (موطأ امام مالک، صفحہ 559)

اپنے جریدے ''الحدیث'' میں بھی فقہ الحدیث کے تحت رقمطراز ہیں: ''نیک آدمی اگر اجازت دے تو اس کی مسواک بطور تبرک استعمال کرنا جائز ہے۔''

(ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ نمبر 104، صفحہ 11)

۲۱) عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے نقل کیا: ''اگر دوران وضو کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جائے تو عطاء (بن ابی رباح رحمہ اللہ تابعی) نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔'' (تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد 3 صفحہ 605)

۲۲) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "الافطار مما دخل ولیس مما خرج" جسم میں اگر کوئی چیز (مرضی سے) داخل ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر کوئی چیز (مثلاً خون) باہر نکلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔'' (الاوسط لابن المنذر ج ا ص ۱۸۵ ث ۸۱)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کا ٹیکہ اور ڈرپ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا روزے کی حالت میں ہر قسم کے انجکشن لگانے سے اجتناب کریں۔

روزہ میں ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کے بارے میں حافظ صاحب لکھتے ہیں:

''روزے کی حالت میں خشک یا تر و تازہ مسواک اور سادہ برش کرنا جائز ہے لیکن ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا ٹوتھ پیسٹ یا دانتوں کی دوائی استعمال کرنے سے اجتناب کریں۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد 3 صفحہ 608)

۲۳) حافظ صاحب نے لکھا ہے: ''تکبیر (اقامت، دوسری اذان) کا جواب دینا صراحتاً ثابت نہیں۔ اگر کوئی شخص اذان پر قیاس کر کے اس کا جواب دیتا ہے تو اسی طرح جواب دے جس طرح وہ اذان کا جواب دیتا ہے۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد 3، صفحہ 47)

المختصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے جنھیں علم سے بہت محبت تھی اور انھوں نے عملاً اپنی زندگی کو علم نافع یعنی علم دین کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ حافظ رحمہ اللہ نے علم کی تقریباً تمام ہی اصناف پر طبع آزمائی فرمائی تھی وہ بیک وقت محدث بھی تھے، مدرس بھی، مناظر بھی تھے اور مصنف بھی، تذکرہ نویس بھی تھے اور سفر نامہ نگار بھی مترجم بھی تھے اور محقق بھی۔ اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بطور مناظر:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بہت سے مناظروں کا حصہ

رہے جن میں زیادہ تر مناظروں میں بطور معاون اپنی خدمات پیش کیں اور کچھ مناظرے خود بھی کئے۔ یہ مناظرے ہر قسم کے باطل پرستوں سے ہوئے جن میں دیوبندی، جماعت المسلمین، منکرین عذاب قبر اور عیسائی وغیرہ بھی شامل ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ عیسائیوں سے اپنے ایک مناظرے کا احوال لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''راقم الحروف کا پولس کو ماننے والے مسیحیوں کے اپنے مذہبی اسکول: زیڈ بی آئی اٹک (پاکستان) میں ایک مناظرہ ہوا تھا جس میں ان کے مناظر برکت مسیح نے دلائل سے مجبور ہو کر یہ تسلیم کر لیا تھا کہ بائبل میں تناقض و تعارض موجود ہے۔ اس کے بعد برکت مسیح صاحب نے مناظرے سے انکار کر دیا اور اپنے مذہبی اسکول میں ہمیں بیٹھا چھوڑ کر اپنے پیروکاروں کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔ والحمد للہ'' (مضمون: مسیحی مذہب میں خدا کا تصور، ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 7، صفحہ 36)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی مناظروں میں شرکت و شمولیت اکثر بطور معاون ہوتی تھی، حافظ موصوف رقمطراز ہیں: ''کوہاٹ والے مناظرے میں راقم الحروف نے وتعاونوا علی البر والتقویٰ کے اصول پر طالب الرحمٰن صاحب کی معاونت کی تھی، جبکہ مد مقابل ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب تھے اور مناظرے کے اختتام پر سلطان نامی دیوبندی نے اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔''

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 90، صفحہ 35)

مولانا مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جب بھی اہل بدعت کے خلاف کوئی بھی مناظرے کا محاذ گرم ہوا تو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنے رفقاء کے شانہ بشانہ چلے اور اپنے ساتھیوں سے بڑھ کر دلائل کی تیاری کے ساتھ میدان میں اترے۔'' (ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 114، صفحہ 48)

انھوں نے طالب علموں کو فن مناظرہ کی تعلیم بھی دی۔ چنانچہ مولانا ذوالفقار علی طاہر حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ''جامع مسجد صراط مستقیم تین ہٹی کراچی میں جب معہد السلفی کا آغاز ہوا تو کچھ ماہ بعد حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے وقت لیا گیا، آپ تشریف لائے اور تقریباً ایک ہفتہ قیام فرمایا اور طلبہ کو مناظرانہ گر سکھائے اور ان ہی ایام میں راقم کی حافظ صاحب رحمہ اللہ سے اچھی ملاقاتیں رہیں۔'' (ماہنامہ دعوت اہل حدیث)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بطورِ محدث و محقق:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بہت سی کتب احادیث کی تحقیق و تخریج کی اور کئی کتب احادیث کے فوائد بھی لکھے۔ جن میں کتب ستہ، موطأ امام مالک اور شمائل ترمذی وغیرہ شامل ہیں۔ بین الاقوامی اشاعتی ادارے ''دارالسلام'' نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے کتب اربعہ کی تحقیق و تخریج کروائی تھی۔

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ سنن ابو داود کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

''سنن اربعہ کی احادیث کی تحقیق کے لیے شیخ زبیر علی زئی (حضرو، اٹک) حفظہ اللہ کی خدمات حاصل کی گئی۔ شیخ زبیر علی زئی عظیم محقق، خدمت حدیث کے جذبے سے بہرہ ور، تحقیق حدیث کے ذوق سے آشنا اور فن اسماء الرجال کے ماہر ہیں۔ علوم حدیث پر بھی ان کی نظر گہری ہے اور فقہائے محدثین کی طرح صحیح حدیث کو ضعیف سے ممیّز کرنے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں اور اس کام کی اہلیت و صلاحیت بھی۔ چنانچہ دارالسلام کی درخواست پر مولانا موصوف نے سنن اربعہ کی مکمل تحقیق و

تخریج کی ہے۔''

(سنن ابوداود جلد 1 صفحہ 53، سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 31)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مقالات کی جب پہلی جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں پہنچی اس وقت سے راقم الحروف مقالات کی اگلی جلد کا شدت سے منتظر رہتا تھا، چونکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ابھی جوان ہی تھے اس لیے میری شدید خواہش تھی کہ اگر امین اوکاڑوی کے مقالات کی جلدیں چھ ہیں تو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مقالات کی جلدیں کم از کم بیس یا پچیس ہونی چاہئیں تاکہ امین اوکاڑوی اینڈ پارٹی کے پھیلائے ہوئے مغالطات کا اچھی طرح ازالہ ہو جائے، لیکن افسوس! حافظ رحمہ اللہ کی زندگی میں مقالات کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی تھیں۔ مقالات کی چھٹی جلد ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ جس طرح حافظ صاحب اپنے پیچھے غیر مطبوع کام چھوڑ کر گئے ہیں اس سے مجھے امید ہے کہ مقالات کی ابھی کم از کم ایک جلد مزید شائع ہو سکتی ہے۔ ان شاء اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی رفتار دیکھتے ہوئے صرف راقم ہی نہیں بلکہ قریب قریب سب اہل حدیث ہی ان سے بڑے اور عظیم کام کی توقع لگائے بیٹھے تھے۔ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ شیخ زبیر رحمہ اللہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ نے انھیں بڑی بڑی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، لیکن ہر آدمی کا وقت اللہ کے یہاں مقرر ہے، آنے کا وقت بھی جانے کا وقت بھی، لیکن آپ بہت جلد ہی چلے گئے، جتنی ان سے توقعات تھیں کہ وہ اللہ کے فضل و کرم سے بہت کچھ حدیث کی خدمت سرانجام دیں گے لیکن وہ ادھوری رہ گئی ہیں۔'' (ماہنامہ اشاعۃ الحدیث، شمارہ نمبر 114، صفحہ 48)

حافظ صاحب کے مقالات کی آخری جلد کے حرف اول میں جناب حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے غیر مطبوع تصنیفی کام کو منظر عام پر لانے کا مژدہ سنایا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''جس طرح محدث العصر رحمہ اللہ کی تحریروں کو علمی مقالات کی صورت میں یکجا کر دیا گیا ہے اسی طرح کا ایک سلسلہ ''فوائد علمیہ'' بھی ہے جس میں استاد محترم رحمہ اللہ کے شذرات و افادات اور ان بکھرے علمی و تحقیقی موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر منظر عام پر لایا جائے گا جو ابھی اوجھل ہیں۔ اس پروگرام کا میں نے شیخ محترم رحمہ اللہ کے سامنے اظہار کیا تھا جسے آپ نے نہ صرف پسند کیا بلکہ خوب سراہا بھی تھا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ بھی مقبول عام ہو گا اور استاذ محترم رحمہ اللہ کے لیے صدقہ جاریہ بنے گا۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات، جلد ششم صفحہ 7)

مولانا رحمت اللہ رحیق حفظہ اللہ ✲

محدث جلیل محقق شہیر علامہ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
غضب کا حافظہ بلا کی یادداشت

راقم کو 26 رمضان المبارک 1417ھ میں عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی، مسجد حرام باب بلال رضی اللہ عنہ پر بیٹھا "ذکر الأقران ورواياتهم عن بعضهم بعضًا" للحافظ أبو محمد ابن حيّان المعروف بأبی الشيخ المتوفی 369ھ بتحقيق مسعد عبدالحميد دار الكتب العلميه بيروت طبع اوّل 1417ھ بمطابق 1996ء کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک السلام علیکم کی آواز سنائی دی۔ کسی نے کتاب دکھانے کو کہا۔ نگاہ اٹھا کر دیکھا تو بظاہر اردو بولتا ہوا پاکستانی سادہ چادر اوڑھے درمیانہ قد گھنی سیاہ داڑھی روشن چمکدار آنکھیں شیریں زبان، لجاجت بھرا لہجہ، قدرے تیز تیز گفتگو کے ساتھ علم کی شدید پیاس کا اظہار لیے معصومانہ انداز کے ساتھ کتاب کی طرف ہاتھ بڑھائے کھڑا تھا۔ ان کی علم دوستی کے سامنے مجبور ہو کر کتاب ان کے سپرد کر دی۔ حیرت واستعجاب سے ان کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ اگلے ہی لمحے اس علم دوست نے اپنی اوپر کی جیب سے قلم نکالتے ہوئے اس کتاب پر لکھنا شروع کر دیا۔ پہلے پہل تو بڑا غصہ آیا کہ بلا اجازت یہ جسارت...... پھر برداشت کر کے ان کے لکھے ہوئے کی طرف دیکھنا شروع کیا تو انتہائی مسرت ہوئی کہ وہ قیمتی فوائد واستدراکات اور تعلیقات وحواشی درج فرما رہے تھے اور جس تیزی سے ورق پلٹتے اسی تیزی کے ساتھ ساتھ لکھتے بھی جا رہے تھے۔ انہیں قطعاً اس بات کی کوئی پروا نہ تھی کہ کتاب والا کیا سوچتا ہو گا۔ چند منٹوں بعد 123 صفحات پر کام مکمل کرتے ہوئے کتاب شکریہ کے ساتھ مجھے واپس لوٹا دی، انہوں نے کیا لکھا؟ چند مقامات ملاحظہ فرمائیں:

(1)۔ صفحہ 18 "يونس بن يزيد عن الأوزاعی" کے عنوان کے تحت حدیث نمبر 13 کی سند میں واقع اللیث راوی کی بابت محققِ کتاب نے حاشیہ نمبر 3 میں وضاحتی نوٹ دے رکھا تھا۔ "هو: ابن أبی سليم" اس پر آپ نے یہ تحریر فرمایا:

"الليث هذا أراه ليثًا أخرى ولعلّه ابن سعد أو غيره۔ وأمّا ابن أبی سليم فهو متقدم فی زمن التابعين والمستحيل أن يروی عن رجل عن رجل عن الأوزاعی المتأخر۔ والله أعلم"

(2)۔ صفحہ 42 پر "قتاده بن دعامة عن ايوب السختيانی" عنوان کے ذیل میں واقع حدیث نمبر 112 پر یہ فائدہ تحریر کیا۔

"هذا الحديث يدل على أن الإمام قتاده كان يدلس رحمه الله وأخرجه ابن أبی حاتم فی مقدمة الجرح والتعديل باسناد صحيح عن شعبة به / عن يحيىٰ عنه فيما أظن"

(3)۔ صفحہ 63 کے حاشیہ 2 میں واقع عبارت:

✲ فاضل مدینہ یونیورسٹی، مدرس قصور

”والحسن لم یلق سمرة بن جندب......“ پر لکھا:”لکنه یروی عن کتاب سمرة والروایة عن کتاب صحیحة لأنها إما مناولة أو إجازة أووجادة، راجع کتب أصول الحدیث ونیل المقصود بتحقیقی ابو طاهر زبیر علی زئی المحمدی“

(4)۔صفحہ 89 حدیث نمبر 309 پر محقق کتاب نے حکم لگارکھا تھا:”إسناده ضعیف:وذلك لأنه مرسل وعطیة نفسه ضعیف“،اس پر گرفت کرتے ہوئے تحریرفرمایا:”وهذا دلیل علی جهل مسعد عبدالحمید سامحه الله“

تعارف پر واضح ہوا کہ آپ تھے محدث جلیل محقق شہیر ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی المحمدی رحمہ اللہ۔

یہ اوّلین ملاقات کیا تھی آپ کی علمی نوازشات کی سفید گھٹائیں جو بعد میں برساتِ علم بن کرکئی دفع برسیں۔

فائدہ علمیہ:

مذکورہ کتاب کے مطالعہ کے دوران میں اہم مقامات کو انڈر لائن کرتے ہوئے میں نے لائنیں عبارت کے نیچے لگائی تھیں جس پر آپ نے فرمایا”یہ یہود کا طریقہ ہے ہمیں لائن عبارت یا تحریر کے اوپر لگانی چاہیے۔“ فجزاه الله خیرًا

مدینہ یونیورسٹی کے ہاسٹل میں

اسی سال آپ کا مدینہ یونیورسٹی آنا ہوا تو حسب وعدہ میرے ہاں ہاسٹل تشریف لائے جو میرے لیے علمی استفادے کا سنہری موقع تھا۔موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنے اس سال کے مقالہ بعنوان”نسخة عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده“ کے بارے آپ سے تفصیلی مشاورت ہوئی اور آپ نے تحریری طور پر کچھ لکھ کر بھیجنے کا وعدہ فرمایا اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مختصر عرصہ میں اس تفصیلی خطةُ البحث پر کما حقہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کے بعد محدث مدینہ فضیلة الشیخ ابو محمد عبدالقادر بن حبیب اللہ السندی رحمہ اللہ سے ملاقات کا پروگرام طے ہوا، جو آپ کے استاد و استاذ العلماء برصغیر پاک وہند میں بالاتفاق اسماء الرجال کے حافظ سید بدیع الدین شاہ راشدی السندی رحمہ اللہ کے طریقہ تخریج حدیث کے وارث سمجھے جاتے تھے جس کا شیخ مکرم تحدیث نعمت کے طور پر اظہار بھی فرمایا کرتے تھے یہ طریقہ تخریج امتیازی خصائص کے ساتھ میرے سامنے اس وقت آیا جب آپ رحمہ اللہ نے مجھے اپنا رسالہ”دفاع عن أبی هریرہ“ عنایت فرمایا: جو میرے مدینہ یونیورسٹی کے دو معزز اساتذہ ڈاکٹر ضیاء العمری اور ڈاکٹر ضیاء الرحمان الاعظمی حفظہما اللہ کے بعض علمی مؤاخذات پر مرتب کیا گیا تھا۔

﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾ (یوسف/۷۶)

جب ہم شیخ ابو محمد عبدالقادر السندھی رحمہ اللہ کو ملنے ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے تو عین اسی وقت تین افراد پر مشتمل ایک وفد آ پہنچا۔تعارف ہوا کہ یہ معزز مہمان محدث العصر علامہ البانی رحمہ اللہ کے تلمیذ فضیلة الشیخ علی حسن حلبی حفظہ اللہ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ آپ کے نام علامہ البانی رحمہ اللہ کا پیغام لائے ہیں۔طویل القامت بھاری بھرکم جسامت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی ابھری ہڈیوں پر حدیث عاجن پر عمل کے باعث نمایاں سیاہ دھبے خوبصورت انداز تخاطب میں واشگاف الفاظ کے ساتھ وہ سب مہمانوں کی موجودگی میں علامہ البانی رحمہ اللہ کا آپ کے رسالہ”تکحیل العینین فی ردّ طرق حدیث

اسماء فی کشف الوجہ والکفین" سے اطمینان پاکر آیندہ اس موضوع پر کچھ نہ لکھنے کا پیغام پہنچا رہے تھے۔جس پر شیخ السندھی رحمہ اللہ نے ان کی عظمت کا اعتراف اور خصوصی شکریہ ادا کیا۔

اب ہماری باری تھی شیخ محترم سے آپ کا تعارف کروایا اور علمِ حدیث سے آپ کی رغبت ولگن اور فن اسماء الرجال سے شوق وشغف کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا تو اب بقاعدہ آپ سے اس بارے میں پوچھا جانے لگا۔آپ سے تاریخ اسلام، سیر اعلام النبلاء اور تاریخ بغداد وغیرہ کے بارے میں دریافت ہوا تو آپ نے بتایا کہ میں نے ہر ایک کو بالاستیعاب دو دو تین تین بار پڑھ رکھا ہے اور اس کے بعد تصوف پر آپ سے تفصیلی بات ہوئی جس پر شیخ محترم نے آپ کے حافظہ اور یادداشت کی داد دیتے ہوئے آپ کو اپنی تازہ تألیفات بالخصوص تصوف پر اپنے دراسات کے سلسلے کی درج ذیل چار جلدیں عنایت فرمائیں۔

الجزءُ الاوّل......التصوف فی میزان البحث و التحقیق .

الجزءُ الثانی......کتاب ابن عربی الصوفی فی میزان البحث و التحقیق .

الجزءُ الثالث......فصل الخطاب فی رد مزاعم الغراب فی الدفاع عن شیخ الاسلام ابن تیمیة رحمه الله .

الجزءُ الرابع......الرد الأوفر علی فقه الشیخ الأکبر .

اور آخر میں خصوصی دعاؤں اور ہدایات سے نوازا۔

فجزاهم الله خیرًا فی الدارین .

فائدہ: واپسی پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے عصری تعلیم کے حوالہ سے بتایا کہ ایک مرتبہ انگلش ڈکشنری پڑھنے کا اتفاق ہوا جو آج تک اے ٹو زیڈ میرے حافظے میں موجود ہے، بھلانے کے باوجود بھولنے کا نام نہیں لیتی۔

اس ملاقات کے بعد آپ کے استاد محترم فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ مدینہ منورہ تشریف لائے آپ سے راقم 1992ء کو استاذی المکرّم حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ کے مکتوب گرامی کی وساطت سے ملاقات اور مکتب الدعوہ اسلام آباد کی طرف سے توزیعی کتب کا سیٹ اور دعائیں لے چکا تھا۔طلباء سے آپ کی شفقت ومحبت کے پیش نظر بلا جھجک آپ سے درخواست کر ڈالی کہ حافظ زبیر علی زئی صاحب سے نسخہ عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده کی بابت کچھ لکھوا دیجئے گا۔آپ نے کمال شفقت سے 27 رجب 1417ھ کو پاکستان سے میرے ایڈریس پر حافظ صاحب کا دوصفحات پر مشتمل مضمون ارسال فرمایا۔فجزاهم الله عنی خیر الجزاء۔جس کا عنوان تھا۔

"خلاصة التحقیق فی حدیث عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده"

جس کی آخری سطور ملاحظہ فرمائیں:

"قلت:فثبت بهذا التحقیق أنّ حدیث عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده صحیح أو حسن عند الأئمة الأربعة والجمهور ومن تکلم فیه فقوله مردود ولأخینا الأستاذ المحقق ارشاد الحق الأثری بحث قیم فی کتابه"توضیح الکلام فی وجوب القرأة (یعنی الفاتحة)خلف الإمام" (ج1ص438تا455بالأُردو)وانظر حاشیة

الأستاذ احمد محمد شاکر رحمه الله علی جامع الترمذی (ج2ص140تا144، إن شئت)"

جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں تشریف آوری

راقم الحروف مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے متصل بعد جامعہ سلفیہ میں تدریسی خدمات سرانجام دینے لگا۔

2000ء میں محدث العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی صاحب جامعہ سلفیہ تشریف لائے تو 1417ھ کا وہی مذکورہ مقالہ ''طرح الریب عن نسخة عمرو بن شعیب" آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ 100 صفحات پر مشتمل مقالہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا میری معلومات کے مطابق اس موضوع پر اس طرح مفصل بحث نہیں لکھی گئی، ہمیں اسے ضرور شائع کرانا چاہیے۔

اسی طرح کے خیالات و نیک جذبات کا اظہار میرے مقالہ کے مشرف استاذی المکرّم فضیلۃ الشیخ بدر محمد العماش حفظہ اللہ نے بھی فرمایا تھا جس کا تذکرہ میں نے اپنے'' ضوابط الجرح و التعدیل'' کے استاد محترم جناب ڈاکٹر عبدالعزیز بن محمد ابراہیم حفظہ اللہ سے کیا تو فرمانے لگے کہ میں خود عنقریب اس پر مستقل رسالہ تصنیف کر رہا ہوں، لہٰذا اس کے بعد سے میں نے سکوت ہی میں عافیت سمجھی اور اسی ہدایت کو مدنظر رکھتے ہوئے چپ سادھ لی۔ للہ الأمر من قبل ومن بعد۔

اس ملاقات کے بعد تا وفات آپ رحمہ اللہ سے بالمشافہ اور نہ خط کتابت کے ذریعے سے ملاقات کر سکا۔ آپ کے ماہنامہ ''الحدیث'' جو بعد میں ''اشاعة الحدیث" قرار پایا، اس کی وساطت سے آپ سے برابر استفادہ کرتا رہا۔ مگر شیخ محترم جنہیں خداداد حافظہ ملا ہوا تھا۔ کہاں بھولنے والے تھے!!

2011اور 2012 کے دو مختلف شمارے جو میرے ایڈریس پر پوسٹ ہوئے تھے اتفاقاً آپ کے سامنے آ گئے ہوں گے تو اپنے رسالہ کے خاکی لفافہ کو ذریعہ ملاقات بنا کر سلام و دعا سے بندہ ناچیز کو نوازا۔

گیارہ بارہ سال کے تعطل کے باوجود بھی نہ بھولنا اور جان پہچان رکھنا آپ کا بڑا پن اور اس حقیقت کا کھلا ثبوت تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ محترم رحمہ اللہ کو غضب کا حافظہ اور بلا کی یادداشت سے نواز رکھا تھا۔

اللّٰهم اغفرله ولنا یارب العالمین.

یادیں محدث زبیر رحمہ اللہ کی

تحریر: ابو ابراہیم محمد صفدر عثمانی حفظہ اللہ *

۵/محرم ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۰/نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار ۸ بجکر ۱۸ منٹ پر حافظ عمر صدیق حفظہ اللہ کا فون آیا کہ حافظ زبیر علی زئی فوت ہوگئے ہیں، سنتے ہی إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون پڑھا، جہاں جہاں ہوسکا فون بھی کیا۔ حافظ شیر محمد خان سے پوچھا کہ جنازہ کب ہوگا تو انھوں نے کہا کہ نماز مغرب کے بعد ہے۔ چنانچہ ہم ۵ آدمی حافظ مقصود احمد صاحب صدر اہلحدیث یوتھ فورس گوجرانوالہ، ناظم مالیات بھائی عبدالقیوم زم زم کولر والے، حافظ افتخار احمد ظہیر خطیب ناصر خاں مسجد، راقم الحروف ''محمد صفدر عثمانی'' اور ڈرائیور بذریعہ کار مغرب کے بعد حضرو پہنچ گئے، وہاں ملک بھر سے جید علماء، شیوخ الحدیث اور عقیدت مندوں کا جم غفیر موجود تھا۔ ہر آنکھ اشکبار نظر آرہی تھی۔ محترم حافظ محمد شریف صاحب فیصل آبادی کے ہاتھ میں راقم کا ہاتھ تھا اور جنازے کے ساتھ چلتے جارہے تھے۔ عوام کا رش دیکھا تو واضح ہوا کہ علماء اور دین والوں کی قدر ان کے جنازوں سے معلوم ہوتی ہے، نیز حافظ محمد شریف صاحب فرمانے لگے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے حدیث اور اہل حدیث کے دفاع میں بہت کام کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کندھا دینے والوں کو لمبے لمبے بانسوں کے باوجود بہت مشکل آرہی تھی۔ نماز جنازہ وسیع میدان کی چار دیواری میں حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ نے بڑے رقت آمیز لہجہ میں پڑھائی اور حافظ زبیر رحمہ اللہ کے موقف کے مطابق ایک طرف ہی سلام پھیرا، زائرین کا بے پناہ ہجوم تھا۔ راقم آگے بڑا تو بعض جاننے والوں نے کہا: شیخ صاحب اس طرف آجائیں، چنانچہ راقم آگے بڑا اور پیشانی کو بوسہ دیا۔ یہ آخری دیدار تھا، حافظ صاحب کا جسم بالکل تروتازہ تھا، ایسے محسوس ہوتا تھا کہ بیماری آئی ہی نہیں، طبعی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ پیچھے دیکھا تو شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ جلدی سے گلے ملے اور کافی دیر تک روتے رہے اور فرمانے لگے کہ ہمارا عظیم ساتھی چھن گیا ہے۔ وہاں شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز فیصل آبادی، شیخ الحدیث ومحدث مولانا عبدالعزیز نورستانی، مفسر قرآن محترم حافظ صلاح الدین یوسف لاہور، شیخ الحدیث مفتی امین اللہ پشاوری اور شیخ الحدیث مولانا مسعود عالم فیصل آبادی جیسی عظیم شخصیات غم میں ڈوبی نظر آرہی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موت اللہ تعالیٰ کا وہ قانون ہے جس سے صرف اس کی اپنی ہی ذات مستثنیٰ ہے۔

موت سے ہر کسی نے ہمکنار ہونا ہے، اس سے کوئی بھی انکاری نہیں، لیکن موت موت میں بہت بڑا فرق ہے۔ بعض کا تعلق صرف ایک ذات تک ہوتا ہے، بعض کا خاندان تک، بعض کا علاقے اور بعض کا مذہب تک اثر ہوتا ہے۔

جس طرح ہر ذات میں مراتب کا فرق ہے اسی طرح ان پر آنے والی موت کا بھی فرق ہے۔ ہمارے فاضل دوست محترم المقام محدث زبیر علی زئی رحمہ اللہ ان شخصیات میں سے ہیں جن کی موت کا صدمہ صرف خاندان یا پاکستان تک ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام تک پہنچ چکا ہے، کیونکہ وہ عالم

* مناظر اسلام، خطیب ومدرس گوجرانوالہ

اسلام کے عظیم محسن اور بے مثال راہنما تھے۔ دنیائے اسلام کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں ان کا علمی اور تحقیقی کام نہ پہنچا ہو۔

جس طرح ان کا کام تمام اہل اسلام کی خوشی کا سبب تھا اسی طرح ان کی موت بھی تمام اہل اسلام کے لیے غم والم اور صدمے کا سبب ہے۔ ابھی تو مناظر اسلام مولانا محمد رفیق سلفی گوجرانوالہ، امیر ادارہ افکار المحدثین اور مناظر اسلام مولانا عبد الغفور اثری رحمہ اللہ سیالکوٹی کا صدمہ نہیں بھولا تھا کہ ہم ایک نہایت علمی اور قیمتی اثاثے سے محروم ہو گئے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تمام لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

ذہانت: حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ احادیث اور رجال ان کو کمپیوٹر کی طرح حفظ اور یاد تھے۔ ساہیوال مناظرہ میں غلام مصطفیٰ نوری بریلوی سے اچانک ایک راوی کا مسئلہ بن گیا، حافظ عمر صدیق صاحب نے فون کیا تو اسی وقت مسئلہ حل ہو گیا۔ حافظ صاحب ضعیف اور من گھڑت روایات کو قطعاً برداشت نہیں کرتے تھے۔ مکرم مسجد ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں تقریب بخاری کے موقع پر تشریف لائے تو ایک عالم صاحب ضعیف روایت بیان کر رہے تھے۔ جوں ہی حافظ صاحب کے کان میں آواز پڑی تو فرمانے لگے۔ یہ غلط ہے۔ یہ واقعہ قطعاً ثابت نہیں۔

مسلک: حافظ صاحب کا پہلا مسلک حنفی تھا۔ ۱۹۷۲ء میں خود حدیث کا مطالعہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کی سمجھ عطا فرمائی اور اہل حدیث ہو گئے۔ آپ کے والد جناب حاجی مجدد خان صاحب جماعت اسلامی سے وابستہ ہیں، لیکن بقول حافظ شیر محمد خان حفظہ اللہ کے وہ تقلید بالکل نہیں کرتے ہیں۔

علمی کام: حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار خوبیوں سے نوازہ تھا وہ اکیلے ہی انجمن تھے۔ انھوں نے عربی اور اردو میں بہت کام کیا ہے، کئی ایک کتب حدیث کی تخریج اور تحقیق فرمائی ہے۔ ان کے علمی کام کا تعارف ایک مستقل موضوع ہے جو تفصیل طلب ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں، حافظ صاحب کے کسی شاگرد کو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب و مسودات کا مکمل تعارف شائع کرنا چاہیے۔

مسند حمیدی کے متعلق حافظ صاحب نے خود فرمایا تھا کہ میں نے جہاں متن حدیث اور رجال پر تحقیق کی ہے وہاں حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی سینکڑوں غلطیوں کی بھی نشاندہی اور اس کی علم حدیث سے بے خبری۔ نیز مسند حمیدی کی تعلیق میں کی گئی، خیانتوں اور بد دیانتیوں کی بھی خوب خبر لی ہے۔ موصوف نے عربی اردو میں بڑی بڑی کتب پر کام کیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں موجود مرفوع روایات کی تخریج و تحقیق بھی بہت مفید کام ہے۔ موقوفات پر ابھی کام جاری تھا۔ مجلّہ اشاعت الحدیث حضرو ان کی علمی و تحقیقی یادگار اور جماعت پر عظیم احسان ہے۔ اس کے ذریعے سے ہر فتنے کا منہ توڑ جواب دیا ہے، ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اس صدقہ جاریہ کو لکھنے والوں کو صحیح معنوں میں ان کی ترجمانی کرنے والے بنائے۔ آمین

بیماری: حافظ صاحب تدریس کے سلسلے میں سرگودھا تشریف فرما تھے کہ ۱۹/ستمبر ۲۰۱۳ء بروز جمعرات صبح ۷ بجے فالج کا حملہ ہوا۔ فوری طور پر مقامی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا لیکن دوسرے دن وہاں سے شفاء انٹرنیشنل ہسپتال راولپنڈی

میں داخل کروادیا گیا۔ راقم الحروف محمد صفدر عثمانی، شیخ الحدیث حافظ محمد امین محمدی، مولانا یامین خاں سلفی، مولانا امین گرجاکھی اور چوہدری محمد اسلم ڈوگر خبر لینے کے لئے گئے تو اس وقت وجود میں بالکل معمولی سی حرکت تھی۔ آنکھیں کھلی تھیں مگر ہوش اور پہچان نہ تھی۔ آخر قضاء قدر کے فیصلہ کے مطابق ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار صبح ۸ بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

سادہ اور منکسر مزاج تھے: حافظ صاحب نہایت ہی سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ اعلیٰ تعلیمی ڈگریوں اور بلند پایا محقق ہر شعبہ میں بے مثال و منفرد ہونے کے باوجود اپنے لئے کوئی بڑے بڑے القاب وغیرہ پسند نہ فرماتے، سادہ لباس اور کھانا بھی نہایت مختصر کھاتے تھے۔ عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ ساتھیوں کی مجلس میں اس طرح گھل مل جاتے کہ عام آدمی انھیں بھی عام ہی سمجھنے لگ جاتا۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنے علمی اور تحقیقی کام میں مصروفیات کی وجہ سے ٹائم ٹیبل بنائے ہوتے تھے۔ فلاں وقت سے فلاں وقت تک فلاں کا کام کرنا ہے، ایک وقت میں فون بھی نہیں اٹھاتے تھے کہ کام میں خلل پڑ جاتا، میں نے اچانک فون کیا تو اٹھا لیا، سلام کے بعد فرمانے لگے، میں اس وقت کسی کا فون نہیں اٹھاتا مگر آپ کا فون آیا تو مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ میں آپ کے تحقیقی کام پر بے حد خوش ہوتا ہوں۔ آپ جماعت کے مناظر اور ثقہ آدمی ہیں۔ میں آپ کی دلی قدر کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں بھی بس آپ کی آواز سننا چاہتا تھا، آپ کی آواز سے بہت حوصلہ اور سکون مل جاتا ہے۔ بس یہ آخری فون ہوا ہے۔

گھر تشریف لائے: ۱۵/ اگست ۲۰۰۴ء کی بات ہے، حافظ صاحب رحمہ اللہ گوجرانوالہ کے دورہ پر آئے تو راقم نے ناشتہ کی دعوت دی، جسے قبول فرما لیا۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ میں یہ خوبی بھی دیکھی گئی ہے کہ اگر کسی مسئلہ کی تحقیق اور حوالہ میں سہو ہو گیا تو علم ہونے پر فوراً رجوع فرما لیا، اور اس کا مجلّہ الحدیث میں اعلان بھی فرما دیا۔ اس میں انھوں نے کبھی اپنی توہین اور بے عزتی نہیں سمجھی کہ اب لوگ کیا کہیں گے۔

قارئین مجلّہ الحدیث سے یہ بات مخفی نہیں۔

حافظ عمر صدیق کے گھر: منڈی بہاؤالدین کے مناظرے کے سلسلے میں حافظ عمر صدیق صاحب حفظہ اللہ کے گھر تشریف لائے حافظ عمر صدیق صاحب نے مجھے بھی فون کیا کہ شیخ صاحب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ بھی آ جائیں، چنانچہ میں بھی چلا گیا۔ حافظ صاحب کتب احادیث میں سے احادیث کی تخریج فرما رہے تھے۔ حافظ عمر صدیق صاحب مجھے فرمانے لگے کہ شیخ صاحب آج میں نے ۱۶۰ احادیث پیش کرنی ہیں۔

میں نے کہا کہ شرائط دکھائیں جب شرائط دکھائیں تو میں نے کہا کہ ایک بھی پیش کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ انھوں نے خود یہ تسلیم کر لیا ہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے، جس کا مطلب ہے کہ یہ وہ بھی مانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع الیدین کیا ہے، لہٰذا اب مناظرہ رفع الیدین کرنے پر نہیں بلکہ منسوخ ہونے کے موضوع پر ہوگا۔ میں نے اور بھی کئی ایک باتیں کی تو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے۔ استاذی المکرّم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ، شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ وغیرہ سے بڑی خوشی کے ساتھ فرمانے لگے کہ عثمانی صاحب نے یہ نئے نقطے بتائے ہیں۔ آج کتنے لوگ ہیں جو تقریر اور مناظرہ کی مکمل تیاری کر جاتے ہیں مگر پوچھنے پر بھی

نہیں بتاتے کہ ہم نے فلاں سے یہ تیاری کی ہے۔

فقاہت: حافظ صاحب کو اللہ نے فقاہت اور بصیرت بھی بے مثال عطا فرمائی تھی۔ صرف ایک مثال پر بات ختم کرتا ہوں۔ مقلدین احناف اس بات پر بضد ہیں کہ ابو حنیفہ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے، لہٰذا وہ تابعی ہیں۔ اصل میں وہ ان کو ثقہ ثابت کرنے کے چکر میں ہیں، جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کا اندازہ لگائیں۔ انھوں نے احناف کے اس موقف کا رد ان کے امام کی بات سے ہی استدلال کر کے فرما دیا ہے۔ وہ یوں کہ امام ابو حنیفہ خود فرماتے ہیں: میں نے عطاء بن ابی رباح تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے افضل کوئی نہیں دیکھا، حالانکہ یہ پوری امت کا عقیدہ ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ تابعی سے افضل اور اعلیٰ ہوتا ہے، اگر امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہوتا تو یہ نہ فرماتے کہ میں نے عطاء بن ابی رباح تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے افضل کوئی نہیں دیکھا، لہٰذا معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ کے اپنے الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ انھوں نے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا، یہ تھیں مختصر یادیں محدث زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی باقی ان کے شاگرد اور عقیدت مند قیامت تک ان کی یادیں تازہ کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

مولانا محمد نعمان فاروقی *

حافظ القرآن والحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ
آسمانِ علم و عمل کے درخشندہ ستارے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے کھینچ کر نہیں ختم کرتا بلکہ علماء کے اٹھ جانے سے علم اٹھتا ہے۔“ (صحیح البخاري: 100) آسمان علم و عمل پر چمکنے والے بہت سے روشن ستارے اب نظر نہیں آتے۔ ع

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

اب مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ ہمیں نظر نہیں آتے، اگرچہ ان کے آثار اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔

بقول شاعر

خاک میں مل جائے گا جب میری ہستی کا نشاں
یادگارِ زیست زندہ ہوگی میری اس تحریر سے

مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات کے آئینے میں

مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ خوش اخلاق اور متقی انسان تھے۔ خوبصورت چہرہ، سرخ و سفید رنگ، سادہ لباس، کندھے پر پشتون لنگی، سر پر جالی والی ٹوپی، لہجے میں نرمی و سختی کی آمیزش اور چہرے پر شرافت کی حکمرانی لیے مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ اب کبھی نظر نہیں آئیں گے۔

مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ سے جب بھی ملاقات ہوتی وہ جلدی میں ہوتے، چلتے تو بھی جلدی سے، بات کرتے تو بھی جلدی سے۔ گویا وہ اپنی مستعار زندگی کے ایک ایک لمحے کو قیمتی بنانا چاہتے ہوں۔ میں نے انھیں کبھی بے مقصد کاموں میں مشغول

---

* ایڈیٹر ماہنامہ ”ضیائے حدیث“ لاہور، نائب مدیر ماہنامہ ”محدث“ لاہور۔

نہیں پایا۔ رضا مندی اور ناراضی میں سے یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ پہلے کیا ملے گا۔ ناراض ہوتے تو فوراً راضی بھی ہو جاتے جبکہ رضا مندی کی حالت میں ناراضی کا خطرہ بھی منڈلاتا رہتا۔ ان کے اس انداز میں قومی روایات کا بھی بڑا دخل تھا۔ یہ بات ضرور ہے کہ ان کی رنجش ذاتی نوعیت کی نہیں ہوتی تھی۔ وہ جسے دیکھتے کہ وہ دینی ذوق سے دور ہے، وہ اس سے دور ہو جاتے تھے۔

وہ بات کے پکے اور سچے تھے۔ جس کو انھوں نے حق سمجھا بلاخوف وخطر ڈنکے کی چوٹ اس کا اظہار کیا۔ تقریر میں رو رعایت رکھی نہ تحریر میں۔ وہ حکمتِ عملی کا مطلب حق پر پردے ڈالنا قطعاً نہیں لیتے تھے۔ انھیں اس بات کا خوف کبھی لاحق نہیں رہا کہ لوگ انھیں کیا کہیں گے یا کیا سوچیں گے۔

دارالسلام اور پھر مکتبہ اسلامیہ سے وابستگی

کتاب وسنت کی اشاعت کے دو اہم اداروں سے وہ وابستہ رہے۔ ایک ادارے سے ان کا تعلق عملی زندگی کے پہلے دور سے قائم ہوا اور یہ ادارہ ''دارالسلام'' تھا اور دوسرے ادارے سے ان کا تعلق زندگی کے آخری دور میں قائم ہوا اور یہ ادارہ ''مکتبہ اسلامیہ'' ہے۔ میرا تجزیہ غلط بھی ہوسکتا ہے مگر دارالسلام میں بھی ان کا اہم کردار تھا کہ انھوں نے سنن اربعہ کی مکمل تخریج وتحقیق کی۔ وہ آج کی طرح کے محقق نہیں تھے جو ارباب تحقیق کی کتب سے حکم لکھ یا بتا کر محققین کہلوانے کے آرزومند رہتے ہیں۔ دارالسلام سے ان کی وابستگی بڑی پرانی اور دیرینہ تھی۔ دارالسلام ہی مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے لیے وہ پہلا پلیٹ فارم تھا جس سے وہ علمی حلقوں میں پہچانے جانے لگے اور اپنے حلقہ ارادت میں وہ دارالسلام کی پہچان کا سبب بنے۔ ان کا تخصص تخریج وتحقیق میں تھا۔ اگر میں کہوں کہ وہ اس فن کے موجودہ پاکستانی علماء میں سے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے پائے کے تھے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔

دارالسلام کی سنن اربعہ کی تحقیق وتخریج کے بارے میں کوئی دوسری رائے آتی تو وہ اسے قبول نہ کرتے بلکہ اپنی بات یا مؤقف پر ازحد اعتماد کرتے۔ اسی وجہ سے سنن میں ان کی تحقیق سے خاصا اختلاف بھی سامنے آیا۔

دارالسلام کے بعد جب وہ مکتبہ اسلامیہ سے منسلک ہوئے تو مدیر مکتبہ مولانا محمد سرور عاصم صاحب نے ان کے مزاج کو اچھی طرح بھانپ کر اس کے مطابق ان سے تعلق رکھا۔ اس کا مکتبہ اسلامیہ کو خاصا فائدہ بھی ہوا۔ مولانا محمد سرور عاصم صاحب خود بھی عالم دین ہیں اس لیے انھیں علماء کی قدر شناسی ہے۔ اور وہ مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے جانشین حافظ ندیم ظہیر صاحب سے بڑی گہری وابستگی رکھتے ہیں۔

رفقائے دارالسلام کے تاثرات

دارالسلام میں ان کے رفقائے گرامی میں سے ابوعبداللہ مولانا عبدالجبار حفظہ اللہ سے راقم نے کوئی واقعہ پوچھا تو مولانا عبدالجبار کہنے لگے: ایک دفعہ انھوں نے یونان کے بحری سفر میں 18 گھنٹے کا روزہ رکھا تھا۔ بڑے متقی انسان تھے۔

انھیں ''کاما'' (Comma) اور فل سٹاپ نوعیت کی غلطیوں سے خاصی چڑ تھی۔ وہ اسے وقت کا ضیاع سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے وہ کامے کو ''ٹنڈا'' کے نام سے تعبیر کرتے تھے اور کہتے تھے: ان علماء کی روزیاں ''ٹنڈے'' پر لگی ہوئی

ہیں۔ایک ٹنڈا اکٹوادیتا ہے اور دوسرا الگوادیتا ہے۔

ان کا جو موقف ہوتا تھا اس پر سختی سے ڈٹ جاتے تھے۔ ایک دفعہ دارالسلام میں ایک شخص نے پچھلی صف میں اکیلے ہی نماز پڑھ لی۔شیخ نے سلام پھیرا اور اس سے کہا: تمھاری نماز نہیں ہوئی، نماز دہراؤ۔مولانا عبدالجبار نے دلائل دے کر کہا کہ دہرانے کی ضرورت نہیں۔مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ مولانا عبدالجبار کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز پڑھنے نہ آئے۔ کیونکہ ان کے نزدیک صف میں اکیلے نماز پڑھنا حدیث کی مخالفت تھی۔

مولانا مرحوم کی زندگی میں مزاح بھی شامل تھا۔ جیسے جسمانی امراض کے لیے ''پھکی'' دی جاتی ہے اسی طرح فکری یا علمی کمزوریاں کو دور کرنے کو مولانا ''پھکی دینے'' سے تعبیر کرتے تھے اور کہتے تھے: فلاں کو ''پھکی'' مل گئی ہے۔اب اس کا مزاج درست ہو جائے گا۔

دیگر رجحانات و مصروفیات کے باعث دارالسلام سے وابستگی میں خاصی کمی آ گئی تھی حتیٰ کہ یہ بات مشہور ہو گئی کہ مولانا زبیر دارالسلام کے مخالف ہیں۔ان کی وفات سے چند سال قبل دارالسلام کے سینئر ریسرچ سکالر مولانا عبدالولی سے مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی اور مرید کے سے لاہور کا اکٹھے سفر بھی کیا تو باتوں باتوں میں مولانا عبدالولی حفظہ اللہ نے ان سے پوچھا: آپ کے بارے میں سنا ہے کہ آپ دارالسلام کے مخالف ہیں۔ وہ کہنے لگے: نہیں نہیں۔ بس اب مجھے کتابوں کے حقوق وغیرہ سے کچھ نہ کچھ ملتا رہتا ہے اور میرا اچھا گزر بسر ہو رہا ہے۔ایسی تو کوئی بات نہیں، پھر اسی سفر میں وہ دارالسلام بھی آئے اور تمام رفقاء سے مل کر بھی گئے۔

دارالسلام کے بانی و مینجنگ ڈائریکٹر مولانا عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ سے راقم نے تأثرات کے اظہار کا کہا تو وہ کہنے لگے: ''بلاشبہ وہ اس دور کے عظیم صاحب علم تھے۔انھیں محدث دوراں بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔مولانا سے ہماری رفاقت خاصی دیر رہی۔ بڑے منکسر المزاج اور سیدھے سادے انسان تھے۔مجاہد صاحب کہنے لگے کہ میں نے دارالسلام ہیڈ آفس، ریاض میں انھیں اسی طریقے سے احادیث حفظ کرتے دیکھا جیسا کہ قرآن مجید یاد کرنے کے لیے رٹہ لگایا جاتا ہے۔مولانا زبیر علی زئی دارالسلام ہی سے وابستہ رہتے تو ان کی خدمات اور زیادہ نکھر کر سامنے آتیں۔''

جب مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ بیماری کے عالم میں زندگی کے آخری ایام گزار رہے تھے، ان دنوں راقم دارالسلام ہی سے وابستہ تھا۔مجاہد صاحب نے ان کی تیمارداری کے لیے وفد بھیجنے کا کہا اور کچھ خدمت کا بھی کہا۔مگر نہ جانے ایسا کیوں نہ ہو سکا اور ہم ان سے نہ مل سکے۔

جب مولانا نے تقلید و جمود کو خیر باد کہا

مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ حضرو (اٹک) کے رہنے والے تھے۔اپنی علاقائی اقدار و روایات کے مطابق انھوں نے تقلید و جمود کے آنگن میں آنکھ کھولی تھی۔ان کے والد جماعت اسلامی سے وابستہ تھے۔ ہوا یوں کہ حضرو میں جماعت اسلامی کے زیر اہتمام ایک ماہانہ درس قرآن ہوتا تھا۔یہ درس ابورجال مولانا اللہ دتہ رحمہ اللہ دیا کرتے تھے۔آگے بڑھنے سے قبل مولانا اللہ دتہ مرحوم کا تعارف بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

مولانا اللہ دتہ رحمہ اللہ سوہدرہ (ضلع گوجرانوالہ) کے رہائشی تھے۔سرزمین سوہدرہ نے اپنے اندر بہت سے لعل و یمن سیپ

کی طرح چھپا رکھے ہیں جن کا اظہار وقتاً فوقتاً ہوتا رہا۔
بہر حال مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ نے ہندو پاک میں سوہدرہ کا نام خاصا روشن کیا۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ (بانی ماہنامہ ضیائے حدیث، لاہور) کے والد گرامی مولانا حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ ایک عابدوزاہد عالم دین تھے اور قرآن مجید کی تعلیم سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ مولانا اللہ دتہ رحمہ اللہ، انھی حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ کی دعوت پر اہلحدیث ہوئے تھے۔

سچی بات کا بلا روک ٹوک اظہار ان کی طبیعت کا لازمہ تھا۔ میں ابھی چھوٹا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ فجر کے بعد درس ارشاد فرما رہے تھے۔ توحید پر انھوں نے بات کی اور بغیر کسی لگی لپٹی کے انھوں نے شرک کی موجودہ صورتوں کی تردید کی۔ اس درس میں میں اپنے طور پر سوچ رہا تھا کہ آج ہنگامہ بپا ہوگا۔ مگر شاید دلائل کی قوت نے مخالف گروپ کو چاروں شانے چت کر دیا تھا۔ یاد رہے! مولانا اللہ دتہ صاحب کے خاندان کے لوگ اب بھی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اور حجامت کے پیشے سے منسلک ہیں۔ مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ اگر اپنے موقف پر ڈٹنے والے تھے تو مولانا اللہ دتہ رحمہ اللہ بھی کم نہیں تھے۔ ہم عموماً سمجھتے ہیں کہ دعوت آہستہ آہستہ روح میں سرایت کرتی ہے مگر قدرت جب لالے کی حنا بندی کرتی ہے تو بعض اوقات چند ہی لمحوں میں کایا پلٹ جاتی ہے اور بڑے سخت گیر بھی موم بن جاتے ہیں۔ ایک دن مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنے چچا جان سے بخاری شریف لے کر پڑھی، تب ان کی آنکھیں کھلیں اور انھوں نے تقلید و جمود کی زنجیروں کو توڑا اور ایسا توڑا کہ زندگی کے آخری لمحات تک اہل تقلید کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔

مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ اس دوران میں جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہاں مولانا کسب فیض کرتے رہے۔

مولانا رحمہ اللہ کے تلامذہ

مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے براہ راست اور باقاعدہ تلامذہ کی تعداد شاید اتنی زیادہ نہ ہو، کیونکہ وہ تدریس کے شعبے سے باقاعدہ وابستہ نہیں تھے۔ ہاں بالواسطہ تلامذہ کی تعداد خاصی زیادہ ہے۔ ان سے بعض تلامذہ نے ذاتی طور پر بہت استفادہ کیا۔ ان فیض یافتگان میں حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور یہی ان کے صحیح جانشین ہونے کا حق رکھتے ہیں اور ان کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ 10 نومبر 2013ء کو 57 سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، لغزشوں کو معاف فرمائے اور ان کے جاری کردہ ماہنامہ ''الحدیث'' اور خیر کے دیگر کاموں کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ اور انھیں محدثین کرام کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین

ایک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

مولانا طارق جاوید عارفی حفظہ اللہ*

اہل حدیث رائٹرز فورم کا قیام عمل میں آئے چند ماہ ہو چکے تھے اس کی، ایگزیکٹو باڈی کے کئی اجلاس بھی منعقد ہو چکے تھے۔ راقم عاجز بھی اس انتظامی کمیٹی کا ایک ادنیٰ سارکن ہے۔ اس فورم کے چیئرمین مینیجنگ ڈائریکٹر جناب عبدالمالک مجاہد ہیں، اس دفعہ کا اجلاس انھوں نے اپنے گھر ''سکھ چین گارڈن'' طلب فرمایا۔ اجلاس میں شرکت کے لیے میں صبح نمازِ فجر کی ادائیگی کے فوراً بعد گھر سے سکھ چین کے لیے روانہ ہوگیا۔ راستے میں محترم نعمان فاروقی اور احمد درویش بھی میرے ہم سفر بن گئے، تقریباً ۸:۳۰ بجے ہم محترم مجاہد صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ ہمارے پہنچنے سے قبل اہل حدیث رائٹرز فورم کے صدر جناب ڈاکٹر حسن مدنی تشریف لا چکے تھے اور محترم مجاہد صاحب کے ساتھ محوِ گفتگو تھے۔ نو بجے باقاعدہ میٹنگ کا آغاز ہوا۔ ابھی آدھ پون گھنٹہ ہی گذرا تھا کہ محترم حسن مدنی صاحب کے موبائل پر کسی صاحب کا میسج آیا کہ محقق دوراں فضیلۃ الشیخ مولانا زبیر علی زئی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

یہ میسج سنتے ہی افسردگی چھا گئی اور طبیعت مرجھا سی گئی، میٹنگ کے ایجنڈے کی بجائے کچھ وقت کے لیے ''محقق دوراں'' کا تذکرۂ خیر میٹنگ کا موضوع بن گیا، محترم مجاہد صاحب نے ان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار فرمایا، میٹنگ کا اگرچہ مختصر سا حصہ باقی تھا، لیکن میرے دل کی بے قراری عروج پر تھی اور ایک ہی سوچ دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھی کہ فوراً یہاں سے نکلوں اور اپنے ممدوح کے آخری دیدار کے لیے عازم سفر ہو جاؤں، لیکن صد افسوس کے بسیار کوشش کے باوجود ایسا ممکن نہ ہوسکا اور میں جنازے میں شرکت کی سعادت سے محروم ہی رہا۔

اس سے قبل جب شیخ محترم ہسپتال میں زیر علاج تھے اور ان کے متعلق جھوٹی افواہیں گردش کرنے لگی تھیں کہ وہ عالمِ فانی سے رحلت فرما چکے ہیں، دارالسلام کے چند احباب کے ساتھ ہمارا پروگرام بنا کہ شیخ محترم کی عیادت کے لیے جائیں، ابھی ہم پروگرام کو حتمی شکل دے رہے کہ محترم مجاہد صاحب کی پاکستان آمد کی اطلاع موصول ہوگئی، جی ایم دارالسلام لاہور حافظ عبدالعظیم اسد فرمانے لگے کہ اب کچھ دن انتظار کرلیں۔ مجاہد صاحب تشریف لائیں گے تو ان کے ساتھ مل کر جلد ہی شیخ صاحب کی عیادت کا پروگرام بنائیں گے۔ چند ہی دنوں بعد محترم مجاہد صاحب آ گئے، لیکن اپنی بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے جلد وقت نہ نکال پائے اور اتنی دیر میں حکمِ الٰہی نے شیخ مکرم کے ہاں دستک دی اور ان کی مبارک روح اپنے قبضے میں کر لی، اس وجہ سے میں نہ محقق دوراں کی زندگی کے آخری لمحات میں ان سے ملاقات کا

* سینئر ریسرچ اسکالر دارالسلام، لاہور

شرف حاصل کر سکا اور نہ ان کی وفات کے بعد ان کے آخری دیدار سے متمتع ہو سکا۔ اس کا افسوس شاید ساری زندگی ختم نہ ہو سکے۔ میں دل سے ان سے محبت کرنے اور ان سے ملاقات کا شدید متمنی رہنے کی باوجود ان سے ملاقات نہ کر سکا، اس حوالے سے میرے ارمان میری توقع کے برعکس ہی نکلے،

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

شیخ محترم سے ملاقات کا شرف پانا یا ان کے جنازے میں شرکت کرنا یقیناً بڑے نصیب کی بات تھی جس سے ہم محروم رہے اور وارفتگی اسی طرح قائم ہے جیسے ان کی حیات میں تھی۔ زیرِ نظر مضمون میں اپنے مشاہدے اور معلومات کی روشنی میں اسی امر کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ ایک بہت بڑے محقق، بلند پایہ عالم، خادمِ کتاب وسنت اور وکیل مسلکِ اہل حدیث تھے اور اپنی ان خدمات جلیلہ کی وجہ سے وہ ہمارے محسن اور محبوب تھے۔ درس نظامی کی تعلیم کے دوران میں ان کا نام سن رکھا تھا، لیکن ان کی شخصیت اور تبحر علمی سے شناسائی نہ تھی۔ جب ہم پانچویں کلاس میں پہنچے تو محترم بھائی ندیم ظہیر (مدیر اشاعۃ الحدیث) بھی ہمارے ہم مکتب اور ہم جماعت بن گئے، شیخ مکرم کا تفصیلی تعارف پہلی بار انھی کی زبان سے سامنے آیا۔ محترم بھائی ندیم ظہیر صاحب، فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے خوشہ چینوں میں سے تھے اور باقاعدہ ان کے حضور زانوئے تلمذ تہ کر چکے تھے، اس لیے تحقیق وتنقیح کا ذوق اور جستجو بری طرح ان کے رگ وریشے میں سرایت کر چکی تھی، لہٰذا وہ اپنا فارغ وقت اکثر اوقات اصولِ حدیث کے مطالعے اور احادیث کی فنی تحقیق میں گذارا کرتے تھے۔ اس سے ہمیں شیخ زبیر رحمہ اللہ کے متعلق جاننے کا تجسس بڑھ جاتا اور ہم ان سے شیخ رحمہ اللہ کے بارے میں معلومات لیتے رہتے۔ دار العلوم المحمد یہ لاہور سے درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد محترم ندیم ظہیر صاحب اپنے شیخ سے کسبِ فیض اور استفادے کی غرض سے دوبارہ حضرو کے مرکزِ علمی میں گوشہ نشین ہو گئے اور میرا تقرر بسلسلۂ ریسرچ فیلو دار السلام لاہور ہو گیا۔ یہ 2003ء کے آغاز کی بات ہے۔ ان دنوں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ دار السلام کی طرف سے سنن اربعہ کی تحقیق پر کام مکمل کر چکے تھے اور نظرِ ثانی کا کام جاری تھا۔ اس سلسلے میں شیخ صاحب کی دار السلام آمد ہوتی رہتی اور ان سے ملاقات کا موقع میسر آتا رہتا۔ ہمارے بڑے اچھے دوست محترم عمران اقبال صاحب (ریسرچ فیلو دار المعارف لاہور) بھی استفادے کی غرض سے شیخ زبیر رحمہ اللہ کے ہاں گئے۔ عمران بھائی ذرا غصیلی طبیعت کے مالک ہیں، اس لیے کسی بات پر شیخ سے اختلاف رائے ہو گیا اور فوراً وہاں سے تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے لاہور چلے آئے۔ میری عمران صاحب سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے حضرو سے واپس آنے کی وجہ دریافت کی تو انھوں شیخ مکرم رحمہ اللہ کے متعلق بڑے غم وغصے کا اظہار فرمایا اور ان کی شخصیت پر کڑی تنقید کی۔ اس سے میرے دل کو دھچکا لگا اور میں نے فیصلہ کیا کہ جب شیخ صاحب سے ملاقات ہو گی تو خود اس قضیے کے متعلق ان سے دریافت کروں گا کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ اتفاق سے کچھ ہی دنوں بعد محترم شیخ زبیر رحمہ اللہ دار السلام تشریف لائے۔ یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی، میں نے ندیم بھائی کے حوالے سے انھیں اپنا تعارف کرایا تو وہ بڑے پرتپاک انداز سے مجھ سے ملے اور بڑی محبت کا اظہار فرمایا۔

پھر میں نے ان سے عمران صاحب کے حوالے سے گفتگو کی اور ان کے چند اعتراضات ان کے سامنے رکھے تو انھوں نے بڑی وضاحت سے ساری بات میرے سامنے رکھی اور اپنی بعض باتوں کی سچائی کی خاطر انھوں نے قسم بھی کھائی۔ میں اس قضیے کا منصف تو نہ تھا اور نہ ہی میرا یہ مقصود تھا، پھر بھی شیخ رحمہ اللہ کا یوں قسم کھا کر بات کرنا، ان کے تواضع اور تقویٰ کی دلیل تھا جس سے متاثر ہوئے بغیر میں نہ رہ سکا۔

حدیث اور سنتِ رسول کی ترویج و اشاعت سے انھیں والہانہ محبت تھی۔ وہ اسی مقدس فریضے کی ادائیگی میں ہمہ تن اور ہمہ جہت مصروف تھے۔ جب وہ زبان سے سنتِ رسول کی تعلیم و تدریس کا کام کر رہے ہوتے تو ان کے لفظ لفظ سے محبت رسول ٹپک رہی ہوتی تھی۔ اور سنتِ رسول سے وارفتگی کا عالم یہ ہوتا تھا کہ جیسا واقعہ وہ بیان کر رہے ہوتے، اسی قالب میں اپنی شخصیت کو ڈھال لیتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ وہ دارالسلام تشریف لائے اور نماز ظہر کی امامت فرمائی، پھر ان سے درس حدیث دینے کی استدعا کی گئی تو انھوں نے ابوسعید حسن بن احمد اصطخری رحمہ اللہ (متوفی 328ھ) کا ایمان افروز واقعہ سنایا کہ ان سے کسی نے پوچھا: کیا ہڈی سے استنجا جائز ہے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں، پوچھا: کیوں؟ جواب دیا: کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''یہ تمھارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔'' اس نے پوچھا: انسان افضل ہیں یا جن؟ جواب دیا: انسان۔ کہا: پھر پانی کے ساتھ استنجا کیوں جائز ہے، جبکہ وہ انسانوں کی خوراک ہے؟ اس واقعے کے راوی (ابوحسین) بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابو سعید اصطخری نے جھپٹ کر اس شخص کی گردن دبوچ لی اور اس کا گلہ گھونٹتے ہوئے فرمانے لگے: زندیق! تو رسول اللہ ﷺ کا رد کرتا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ اگر میں آگے بڑھ کر اسے نہ چھڑاتا تو وہ اسے قتل کر دیتے۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ نے بلند آواز اور جوشیلے انداز میں خوبصورت پیرائے میں اس واقعے کو بیان کیا، جیسے شیخ ابوسعید اصطخری کے ساتھ نہیں خود انھی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہو۔ اس سے آپ شیخ کی سنت و حدیث رسول سے متعلق غیرت و حمیت اور محبت و شغف کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

2004ء میں انھوں نے ماہنامہ الحدیث کا آغاز کیا، یہ یقیناً ایک خالص علمی جریدہ ہے۔ اس میں شیخ محترم کے قلم سے دفاعِ حدیث، احیائے سنت اور ابطالِ باطل کی صورت میں دلائل سے مزین مضامین مذکور ہوتے جو دل کی گہرائی میں اترتے چلے جاتے۔ میں اول شمارے سے لے کر اب تک الحمد للہ اشاعۃ الحدیث کا مستقل قاری ہوں۔ یہ تمام رسائل سوائے درمیان کی چند جلدوں کے میرے پاس جلدوں کی صورت میں محفوظ ہیں اور میں نے ان سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اور اس کا سارا کریڈٹ بھائی ندیم ظہیر کو جاتا ہے جنھوں نے اس علمی کہکشاں کا رخ میری طرف موڑا اور مسلسل اس کی ترسیل کا بیڑا اٹھائے رکھا۔ جزاہ اللہ عنی خیر الجزاء في الدنيا والآخرة.

شیخ زبیر رحمہ اللہ نے ''اشاعۃ الحدیث'' کے ذریعے سے جس طرح احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کیا، وہ ان کی زندگی کا عظیم کارنامہ ہے اور اسی وجہ سے ''اشاعۃ الحدیث'' کے انتظار میں بے تاب رہتے تھے۔ خصوصاً آلِ تقلید (آل دیوبند) کا جس خوبصورتی سے انھوں نے تعاقب اور رد کیا ہے اور ان کا اصل چہرہ عوام کے سامنے رکھا ہے اور آئینۂ حقیقت دکھایا ہے، انتہائی قابلِ تعریف ہے۔ اپنی تحریرات کے ذریعے سے

انھوں نے یہ حقیقت طشت از بام کر دی تھی کہ موجودہ حنفی حضرات، نام کے حنفی ہیں اور حقیقت میں یہ جمودی تقلیدی اور دیوبندی ہیں جو سنتِ رسول کے احیاء کے بجائے اس کی جڑیں کاٹنے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس موضوع پر خامہ فرسائی فرماتے ہوئے ان لوگوں کو احناف کہنے کی بجائے آلِ تقلید یا آلِ دیوبند سے خطاب کیا کرتے تھے تاکہ حقیقتِ حال سے عوام کو آگہی ہو۔

عصرِ حاضر کے باطل فرق کے ردود میں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مضامین یقیناً بڑے وقیع اور مدلل ہیں۔ اس لحاظ سے وہ بڑے خاصے کی چیز ہیں۔ ان کے اکثر مضامین ''مقالات'' کی صورت میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ایک مدلل علمی دستاویز ہونے کے لحاظ سے یہ مقالات لائبریری اور ہر ذی مطالعہ شخص کی اہم ضرورت ہیں۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ پاکستان کے البانی تھے۔ ہمارے ہاں شیخ البانی رحمہ اللہ کی وجہ سے احادیث کی تحقیق اور چھان پھٹک کا کام نمایاں اور متعارف ہوا اور انھوں نے اس سلسلے میں لازوال خدمات انجام دیں۔ جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین.

پاکستان میں اس بابرکت کام کو بطورِ فن صحیح معنوں میں متعارف کرانے اور پھیلانے والے بجا طور پر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہیں۔ محدثانہ اصول کی روشنی میں انھوں نے احادیث کی تحقیق و تنقیح کا کام شروع کیا اور ساری زندگی اسی کو مشن بنائے رکھا۔

وہ بجا طور پر یہ سمجھتے تھے کہ ضعیف اور موضوع روایات گمراہی کی بہت بڑی بنیاد ہیں اور گمراہ فرقے اپنے باطل مزعومات کے اثبات پر خوفِ الٰہی سے بے نیاز ہو کر انھی سے استدلال کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی نشاندہی کرنا اور ان سے اجتناب کرنا از حد ضروری ہے۔ اس طرح شیخ البانی رحمہ اللہ کی طرح شیخ زبیر رحمہ اللہ کی مساعیِ حسنہ کی بدولت تحقیقِ حدیث کا یہ کام نئے آہنگ اور نئے عزم کے ساتھ شروع ہوا اور متعدد کتبِ احادیث ان کی تحقیق کے ساتھ منظرِ عام پر آئیں۔ ان میں دارالسلام کی طبع شدہ سنن ثلاثہ (سنن ابو داود، سنن ابن ماجہ اور سنن النسائی) بھی شامل ہیں۔

ضعیف حدیث کی تردید میں جہاں ان کا قلم ہر وقت متحرک رہتا وہاں ان کی زبان بھی ہر دم متکلم رہتی تھی۔ وہ کسی مجلس میں موجود ہوتے اور ضعیف روایت کو بیان کیا جاتا تو فوراً احسن انداز سے اس کی تردید فرماتے اور اس کے سقم و ضعف کو واضح فرماتے۔ میرے ایک دوست نے اپنے ایک خطیب دوست کا واقعہ بیان کیا کہ انھوں نے ایک حدیث پر بڑا طویل اور پر مغز درس دیا۔ انھیں شاید اس حدیث کے ضعف کا علم نہ تھا، اتفاق سے شیخ زبیر رحمہ اللہ بھی اس مجلس میں موجود تھے، درس کے اختتام پر وہ خطیب صاحب سے فرمانے لگے:

''یاشیخ اتعبت نفسك والحدیث ضعیف. شیخ! آپ نے ایک ضعیف حدیث کی خاطر خود کو کھپا دیا ہے۔'' اس سے وہ صاحب محتاط ہو گئے بلکہ صرف وہی صاحب نہیں دیگر واعظین بھی چوکنا ہو گئے اور تحقیق حدیث کا اہتمام کرنے لگے۔ ہمارے ہاں کا واعظ طبقہ اکثر ضعیف و بے سند روایات کا شیدائی ہے اور اسے گناہ سمجھنے کی بجائے حصولِ ثواب کا ذریعہ کہتا ہے۔ اگر شیخ زبیر رحمہ اللہ کی طرح ان کی اصلاح کی جائے تو عوام کو جہالت کی گمراہی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے بچایا جا سکتا ہے۔

مجھے یہاں سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا واقعہ یاد آ گیا۔ سیاق کی مناسبت سے اس کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سید صاحب نے دوران خطابت میں ایک روایت کا ترجمہ اپنے مخصوص انداز میں کیا تو مجلس میں بہاولپور کے نامور عالم دین مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے۔ یہ مولانا عبدالحق ملتانی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے اسی وقت شاہ صاحب کو توجہ دلائی کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمائی۔ مولانا عبدالقادر نے یہ بات اخلاص سے کہی تھی، اس لیے ان کے خلوص نے اثر دکھایا۔ شاہ صاحب بہت خوش ہوئے ، اللہ کے حضور معذرت کی اور مولانا کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے میری رہنمائی کی۔ کئی مقامی احباب نے بتایا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری جب بھی اس علاقے میں تشریف لاتے تو اپنے مخصوص لہجے میں بلند آواز سے فرماتے:

"هل فيكم عبد القادر ، کیا تم میں عبدالقادر ہے۔" میں کوئی غلط بات نہ کہہ بیٹھوں۔ ادھر ہمارے زمانے کے واعظین کا حال ہے کہ اگر انھیں اس طرف توجہ دلائی جائے تو بجائے ممنون ہونے کے الٹا انھیں طعنے دینے لگتے ہیں کہ ان کے بس میں ہو تو قرآن کی کسی آیت کو بھی ضعیف قرار دے دیں۔! فيا للعجب ، والله المستعان على ما يصفون.

حدیث کی حجیت و اسناد کے اثبات اور جذبۂ عمل بالحدیث کے احیا و فروغ کے ساتھ ساتھ شیخ زبیر رحمہ اللہ نے قدیم و جدید منکرین حدیث کی بھی خوب خبر لی۔ جس سے شبہات کا ازالہ ہوا، فقہی جمود ٹوٹا اور تقلیدی جکڑ بندیاں ڈھیلی ہوئیں۔ یہ اہم فریضہ اگرچہ دیگر اہل علم بھی اپنے تئیں ادا کر رہے تھے، لیکن شیخ زبیر رحمہ اللہ نے اس تحریک میں ایک نئی روح پھونکی اور اسے تحقیقی جہتوں سے ہم کنار کر کے پاکستان کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ اس کے علاوہ بھی انھوں نے اللہ کی توفیق سے بہت سے ذیشان کام کیے مثلاً: تعلیم و تدریس، تبلیغ و دعوت، مناظرہ و مباحثہ، تردید شرک و بدعت، عام وعظ و نصیحت، فقہی تقلید و جمود کے مقابلے میں اتباع سنت اور اطاعتِ رسول کی تلقین اور راہ حق میں عزیمت و استقامت وغیرہ، ایسا صاحبِ کمالات اور مجمع صفات کسی قوم اور علاقے کے حصے میں ایک بار ہی آتا ہے۔ روز روز ایسے نابغہ روزگار پیدا نہیں ہوتے۔

قیس سا پھر کوئی اٹھا نہ بنی عامر میں
فخر ہوتا ہے گھرانے کا سدا ایک ہی شخص

تواضع و انکسار شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ایک بڑی خوبی تھی۔ یہی خوبی انسان کو خودسری، کبر اور انانیت سے بچاتی ہے اور قبول حق پر آمادہ کرتی ہے۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے حق کو دلیل کے ساتھ قبول کرنے اور اپنی غلطی سے رجوع کرنے کی، جبکہ وہ واضح ہو، بڑی عمدہ مثالیں قائم کی ہیں۔ انھوں نے اپنے شاگردوں ، بھائیوں ، دوستوں اور عام لوگوں کے لیے راہِ راست اجاگر کر دی ہے۔ اظہار حق اور درست وضاحت، چاہے کسی ایسے فرد سے ہوتی جو آپ سے علمی لحاظ سے بہت نچلے درجے کا ہوتا، چاہے وہ آپ کا شاگرد ہوتا، آپ اس کی صحیح بات قبول کر لیتے تھے۔ ان کی وفات سے چند ماہ قبل کے "اشاعۃ الحدیث" کے ایک شمارے میں مَیں نے پڑھا کہ انھوں نے ایک حدیث کی تضعیف سے رجوع کر لیا۔ اس حدیث کو انھوں نے ایک مدلس کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا تھا۔ اس حدیث کی تصحیح کرتے

ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے مدلس کی عنعنہ کی وجہ سے اسے ضعیف کہا تھا، اس کے سماع کی صراحت مجھے نہیں ملی تھی۔ پھر میرے ایک شاگرد (تنویر الحق ہزاروی) کو دوران مطالعہ میں اس راوی کے سماع کی صراحت مل گئی۔ انھوں نے مجھے دکھائی تو الحمد للہ اب یہ حدیث صحیح ہے۔ اسی طرح اپنی تحقیقات پر ان کا استدراک جاری رہتا تھا اور عوام الناس کی آگہی کے لیے اس کی تفصیل وہ ماہنامہ ''اشاعۃ الحدیث'' میں دیتے رہتے تھے جو ان کے رجوع الی الحق اور اس کے تمسک کی بین دلیلیں ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا یہ اعلان عام تھا: ''اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت سے تضاد و تعارض ثابت کر دے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کروں گا، توبہ کروں گا اور جو بات حق ہے، برملا اس کا اعلان کروں گا، لوگ ناراض ہوتے ہیں ہو جائیں، بس اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری تمام خطائیں معاف فرمائے۔ آمین''

شیخ زبیر رحمہ اللہ کو مسلک اہل حدیث سے والہانہ محبت تھی، کیونکہ اس بنا کی قرآن وسنت پر استوار ہے۔ اس لیے وہ تادمِ زیست اس کا دفاع کرتے رہے۔ یہ تحریریں اور تقریریں اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں، لیکن بعض مسائل میں انھوں نے اپنی تحقیق کی روشنی میں جمہور اہل حدیث سے اختلاف بھی کیا ہے، مثلاً ایام قربانی وغیرہ۔ جہاں تک ایام قربانی کا تعلق ہے تو ان کی تحقیق تین دن کی ہے جبکہ جمہور اہل حدیث چار دن کے قائل ہیں۔ اپنی اس تحقیق کو انھوں نے فوراً سپرد قلم نہیں کیا، بلکہ پہلے کبار اہل علم سے مشاورت کی، پھر اسے منظرِ عام پر لائے۔

ان کی متعدد کتب مخالفین کے رد سے بھری پڑی ہیں۔ تردیدات میں بھی انھوں نے دلائل کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا اور دلائل کو چھوڑ کر ذاتیات کو نہیں اپنایا، جیسا کہ اکثر مقلدین کا وتیرہ ہے۔ تاہم بعض مقامات پر محسوس ہوتا ہے کہ وہ جادۂ اعتدال سے تجاوز کر گئے ہیں، لیکن جب ہم مخالفین کی تحریروں پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اپنے موقف اور انداز میں بجا دکھائی دیتے تھے اور یقیناً کئی مقامات ایسے ہوں گے جہاں ان کا قلم پھسل گیا ہوگا یا لہجے میں درشتی آ گئی ہوگی، تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ غلطی کا امکان انسان کی صفتِ لازمہ ہے جس سے کوئی بشر بچ نہیں سکتا چاہے علم و دین میں اس کا مقام و مرتبہ کتنا ہی بلند ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرمائے اور سیئات سے تجاوز فرمائے۔ آمین

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ضعیف + ضعیف = حسن کی حجیت کے قائل نہ تھے، بلکہ اس کو وہ ضعیف قرار دیتے تھے۔ اسی طرح وہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی مدلسین کی طبقاتی تقسیم کو بھی کلی طور پر درست نہیں سمجھتے تھے۔ ان مسائل پر بعض معاصرین سے ان کی علمی نوک جھوک بھی رہی۔

اصولِ حدیث ایک وسیع میدان ہے جس میں دلائل کی رو سے اختلاف کی گنجائش رہتی ہے۔ مذکورہ اختلاف بھی اسی نوعیت کا تھا، لیکن بعض وجوہ کے باعث اس اختلاف میں فریقین کے مابین کہیں کہیں تناؤ، لفاظی اور سختی اور درشتی کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ بہر حال دونوں اطراف میں دلائل کی روشنی میں اپنے اپنے موقف کو واضح کیا گیا ہے، جو ایک خوبصورت علمی دستاویز ہے۔ ہر ذی شعور بالخصوص حدیث و اصول حدیث میں درک رکھنے والا شخص بخوبی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اقرب الی الصواب کس کا موقف ہے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یہ بات دلیل سے مزین ہوتی

تھی۔ وہ بلا شبہ نگاہ بلند سخن، دلنواز، جاں پرسوز کے جامع اوصاف سے متصف تھے اور اب ان کے جانے کے بعد تمنا رہے گی کہ کوئی ہمہ جہت ''میرِ کارواں'' ان کی جگہ لے سکے!

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

شیخ زبیر رحمہ اللہ کی نمایاں خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی سادگی تھی۔ میں نے جب بھی انھیں دیکھا سادہ لباس میں ملبوس دیکھا۔ مالدار اور صاحب حیثیت ہونے کے باوجود تکلف اور تصنع سے طبیعت نا آشنا تھی۔ کبھی کبھی شاید آپ عربی طرز لباس بھی پسند کیا کرتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ہم حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کا جنازہ پڑھ کر واپس آرہے تھے کہ اچانک ایک ساتھی کی آواز آئی: وہ دیکھو محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تشریف لا رہے ہیں۔ ہم ان سے ملاقات کے لیے آگے بڑھے۔ حال احوال دریافت کیا، بڑی محبت سے ملے اور کمال شفقت کا اظہار فرمایا۔ عربی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے اور اکیلے ہی اپنی سواری کی طرف رواں دواں تھے۔ یہ ان سے سیکنڈ لاسٹ ملاقات تھی۔ اس کے بعد آخری ملاقات کوئی چھ ماہ قبل دارالسلام ریسرچ کے دروازے پر ہوئی۔ وہ لاہور میں کسی کام کی غرض سے آئے تھے اور غالباً مولانا عبدالولی کی دعوت پر احباب دارالسلام سے ملاقات کے لیے دارالسلام بھی تشریف لے آئے، لیکن وہ جلدی میں تھے، اس لیے ان سے علیک سلیک تو ہوئی تاہم تفصیلی گفتگو نہ ہوسکی۔ کیا پتا تھا یہ ان سے آخری ملاقات ہے، ورگرنہ دل کھول کر باتیں کر لیتا۔!

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

لیکن سچ پوچھیں تو شیخ صاحب آج بھی ہمارے ساتھ ہیں، ان کی روایات، ان کی باتیں، ان کے ارشادات عالیہ آج بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے......

10 نومبر بروز اتوار چاشت کے وقت ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ علمی اور تحقیقی طبقوں پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی۔ ٹیلی فون اور موبائل کے ذریعے سے جہاں جہاں یہ خبر پہنچتی دلدارگان آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے ''حضرو'' کی طرف روانہ ہوگئے۔ جنازہ اسی روز مغرب کے بعد تھا جسے عشاء تک مؤخر کر دیا گیا۔ عشاء تک علماء وطلبہ کا ایسا سیلاب امڈ آیا کہ مقامی لوگ حیران رہ گئے۔ بھائی ندیم ظہیر نے بتایا کہ شیخ رحمہ اللہ کے جنازے میں لوگوں کا جم غفیر دیکھ کر ان لوگوں کے دل بھی پسیج گئے جو شیخ کی حیات میں ان کی قدر ومنزلت سے نا آشنا ہی رہے اور ان کی تائید وموافقت کی بجائے مخالفت اور دشمنی پر کمربستہ رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم تو انھیں ایک عام آدمی ''زبیر'' سمجھتے تھے، لیکن اب پتا چلا کہ یہ تو بہت بڑے عالم اور شیخ تھے۔ کاش! ہمیں اس سے پہلے ان کے مقام ومرتبے کا علم ہوجاتا اور ہم یوں نامراد نہ رہتے۔ اہل علم کے جنازے بھی اللہ تعالیٰ کی ایک برہان ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو حق کی ہدایت نصیب ہوتی۔

اللہ تعالیٰ شیخ رحمہ اللہ کی مغفرت فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے، اپنے مقربین میں شامل فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آمین

وما ذلك على الله العزيز .

ابو خالد عبدالمجید شاہد

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک عالم بے مثل محدث بے بدل

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

خالقِ کائنات کا قانون ہے کہ اس کائنات میں صرف اُسی کو بقا ہے باقی سب مخلوقات کو ایک معین مدت تک اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہے اور پھر اپنے خالقِ حقیقی کی طرف پلٹ کر جانا ہے: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (القصص:88)

شیخ محترم رحمہ اللہ پر فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ آپ کو الشفاء انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد میں داخل کروا دیا گیا۔ وہاں پر حافظ شیر محمد اور حافظ ندیم ظہیر آپ کی دیکھ بھال میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

جب اہل حدیث عوام کو آپ کی بیماری کی اطلاع پہنچی تو سب کو بہت دکھ ہوا۔ تب ہی سے آپ کی صحتیابی کے لیے دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تمام اہل حدیث مساجد میں صبح وشام آپ کے لیے دعائیں کی جاتی رہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور فرشتہ اجل آن پہنچا اور 10 نومبر 2013ء بروز اتوار بمطابق 5 محرم 1435ھ صبح ساڑھے نو بجے آپ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

إنا لله و إنا إليه راجعون

آپ کی بیماری کے دوران میں میرا حافظ شیر محمد اور حافظ ندیم ظہیر سے مسلسل رابطہ رہا اور مَیں شیخ رحمہ اللہ کی صحت کے بارے میں معلومات (Update) لیتا رہا اور آپ کی صحت کے لیے خصوصی دعائیں بھی کرتا رہا۔ پہلے تو ان صاحبان کے جواب بڑے حوصلہ افزا تھے، لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا، گفتگو سے حالت کی خرابی عیاں ہونا شروع ہو گئی۔

پھر اچانک ایک روز مجھے آپ کی وفات کا میسج جمعیت اہل حدیث سرگودھا کی طرف سے موصول ہوا۔ مَیں نے إنـا لله پڑھا اور تصدیق کے لیے حافظ ندیم صاحب سے رابطہ کیا تو انھوں نے آپ کی وفات کی تصدیق کر دی۔ میں نے دونوں حفاظ سے تعزیت کی، یہ اتوار کا دن تھا۔ شومئ قسمت سے اسی روز میری سکیورٹی ڈیوٹی تھی جس کی وجہ سے مجھے رخصت بھی نہ مل سکی۔ اور میں بدقسمت اپنے شیخ محترم رحمہ اللہ کے جنازے میں شرکت سے محروم رہا جس کا قلق مجھے پوری زندگی رہے گا۔ بہرحال تین روز بعد میں چھٹی لے کر مع اہلیہ تعزیت کے لیے حضرو پہنچا۔ وہاں حافظ شیر محمد، شیخ محترم کے والد محترم حاجی مجدد خان صاحب اور حافظ ندیم ظہیر سے ملاقات ہوئی اور ان سے تعزیت کا اظہار کیا۔ اور شیخ کی قبر پر جا کر نماز جنازہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ وقت ہم سب کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔ حافظ شیر محمد سے ان کے شفیق استاد، روحانی باپ اور مربی چھن چکے تھے۔ حافظ ندیم صاحب سے ان کے شفیق استاد بچھڑ گئے تھے اور حاجی مجدد صاحب سے ان کا پیارا بیٹا الوداع ہو چکا تھا۔ میرے لیے بھی یہ حادثہ کچھ کم بڑا نہ تھا کہ شیخ میرے روحانی استاد اور

پیارے دوست تھے۔

آپ کی نماز جنازہ تو صرف حضرو ہی میں ادا کی گئی تھی، لیکن غائبانہ نماز جنازہ نہ صرف ملک کے طول و عرض میں بلکہ حرمین شریفین سمیت پوری دنیا میں ادا کی گئی۔

شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے میرا تعلق اگست 2004ء میں قائم ہوا۔ جب میری ٹرانسفر کامرہ ہوئی تو دوستوں نے مجھے بتایا کہ حضرو شہر میں ایک بہت بڑے عالمِ دین ہیں، اُن سے ضرور ملاقات کریں۔ میں چونکہ شروع ہی سے علم دوست ٹھہرا، لہٰذا پہلی فرصت میں شیخ محترم رحمہ اللہ سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہو گیا جو تا دم وفات جاری رہا۔ تقریباً ہر ویک اینڈ (Weekend) پہ شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری ایک معمول بن گیا۔

چند ہفتوں کے اندر ہی شیخ سے اتنی قربت پیدا ہو گئی کہ آپ نے مجھے ماہنامہ مجلّہ ''الحدیث'' میں معاونت کی پیش کش کر دی جو میں نے بخوشی قبول کر لی اور ستمبر 2004ء سے با قاعدہ مجلّے کی پروف ریڈنگ کرنے لگا۔ پھر شیخ رحمہ اللہ نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرا نام مجلّے کے معاونین میں شامل کر لیا جو تا دمِ تحریر جاری ہے اور میرے لیے باعث صد افتخار۔ میری کنیت چونکہ ابو خالد تھی تو شیخ رحمہ اللہ نام کے بجائے کنیت ہی سے پکارتے اور مجلّے میں بھی کنیت ہی سے میرا تعارف رہا۔ شیخ کا اندازِ کلام انتہائی میٹھا اور شیریں تھا اور جب بھی آپ سے بالمشافہ ملاقات ہوتی یا موبائل فون پر گفتگو ہوتی تو آپ انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے: ''ابو خالد بھائی حیّاك اللّٰه و مرحبا بکم '' یہ الفاظ آج بھی میرے کانوں میں رس گھولتے ہیں۔ آپ کی رفاقت میں ایک عجیب طرح کی روحانی مسرت محسوس ہوتی تھی جو ناقابل بیان ہے۔ جب حضرو جانا میرا معمول بن گیا تو دوستوں کے پوچھنے پہ میں یوں گویا ہوتا کہ ''بیٹری چارج کروانے جا رہا ہوں''

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک مستند عالم دین، محدث بے بدل، فقیہ بے نظیر، مجتہد بے مثل، مناظر اسلام، شیریں کلام اور تیغ بے نیام تھے۔

آپ حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام، علم البیان، علم التاریخ اور علم التاویل کا مصدر و ماخذ تھے۔ علم اسماء الرجال پر کامل دسترس رکھنے والے اور فنِ جرح و تعدیل اور تخریج کے امام تھے۔ میری نظر میں شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے بعد علم اسماء الرجال پہ آپ حجت کی حیثیت رکھتے تھے۔

شیخ کی زندگی جہد مسلسل اور عزم و استقامت کا تابناک مرقع ہے۔ وہ ایک متحرک، زیرک اور معاملہ فہم انسان تھے۔ آپ اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ بھرپور طریقے سے گزارتے تھے۔ لگتا تھا کہ ایک ایک پل میں وہ صدیاں گزار گئے ہیں۔ ان کے اوقات میں رب کائنات نے خصوصی برکت ڈال رکھی تھی، یہی وجہ ہے اتنی کم عمری میں وہ اتنا سارا کام کر گئے کہ اس پر رشک آتا ہے۔ اگر ان کی عربی اور اردو تصانیف کا شمار کیا جائے تو وہ ایک سو کے لگ بھگ پہنچ جاتی ہیں۔

شیخ نے نوجوانی ہی سے اپنی زندگی کا نصب العین متعین کر لیا تھا اور وہ اللہ کے دین کی سربلندی، احقاقِ حق، ابطالِ باطل اور مسلک اہلحدیث کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر چکے تھے۔ حدیث و سنت کی تعلیم و تدریس آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

ان کے ہاں جب بھی جانا ہوا تو دیکھا بلا تخصیص

مذہب و مسلک لوگ آ کر آپ سے مختلف سوالات کرتے اور نہ صرف اپنی علمی پیاس بجھاتے بلکہ ان میں سے اکثر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن ہو جاتے۔ میں نے خود بھی آپ کی جس علمی مجلس میں حاضری دی اس میں ضرور کسی نہ کسی نئی بات کا پتہ چلتا اور اس طرح علم کے اندر اضافہ ہوتا۔

دنیا میں کوئی بھی انسان غلطی سے پاک اور مبرا نہیں ہو سکتا، کیونکہ انسان ہمیشہ انسان ہی رہتا ہے وہ فرشتہ کبھی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح شیخ محترم رحمہ اللہ کے اندر بھی کچھ خامیاں اور کمیاں ضرور ہوں گی، لیکن میں یہ بات بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جو ایک عشرہ آپ کے ساتھ گزارا ہے اُس میں انھیں اگر غلطی کا احساس یا علم ہو گیا تو نہ صرف آپ نے اُس غلطی کا اعتراف کھلے دل سے کرتے ہوئے اس سے علانیہ رجوع کیا بلکہ تحریراً بھی اس پر معذرت کی۔ یہ بات آج کے دور میں مفقود نظر آتی ہے۔ شیخ رحمہ اللہ کے بعض افکار و خیالات پر کچھ لوگوں کو تحفظات بھی ضرور ہوں گے لیکن یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ صرف اور صرف علمی بنیاد اور دلائل پر اپنا نقطہ نظر رکھتے تھے۔ ان کے اندر ضد اور ہٹ دھرمی، فخر و غرور کا شائبہ تک نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اندر ایسی خوبیاں اور خصوصیات ضرور تھیں جن کی وجہ سے لوگ آپ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ شیخ محترم رحمہ اللہ نہایت صاف گو اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ جھوٹ، بد دیانتی، منافقت، ملمع سازی، چاپلوسی اور دھوکا فریب جیسی اخلاقی برائیوں سے کوسوں دور تھے۔ جس بات کو حق جانتے اُسے ڈنکے کی چوٹ پر بلا خوف لومۃ لائم بیان کر دیتے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

شیخ کی خوبیوں میں سے ایک نمایاں خوبی پابندیٔ وقت تھی۔ آپ وقت کی پابندی کا خاص خیال رکھا کرتے تھے۔ میں نے پابندیٔ وقت کا خیال رکھنے والا آپ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے جب بھی کسی کو ایک وقت دیا تو مقررہ وقت پر اُس کے پاس پہنچے۔ آپ اپنی مسجد میں خطبہ جمعہ خود دیا کرتے تھے۔ جمعے کا وقت ایک بجے متعین تھا اور ٹھیک ایک بجے آپ خطبہ جمعہ ختم کر دیا کرتے تھے۔ دوست احباب کو بھی ہمیشہ پابندیٔ وقت کی تلقین کیا کرتے۔ آپ نے اپنے لیے ایک نظام الاوقات بنایا ہوا تھا اور تادم زیست اس پر کاربند رہے۔ ٹائم ٹیبل کچھ اس طرح تھا کہ رات کو عشاء کی نماز ادا کر کے سونے کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے اور رات کے آخری پہر میں اُٹھ کر وضو فرماتے اور نوافل جتنے مقدر ہوتے ادا کر کے مطالعہ کتب میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کتاب کا مطالعہ بڑی سرعت سے کرتے تھے۔ مارکیٹ میں ہر قابل ذکر نئی آنے والی کتاب کو لائبریری کی زینت بنانے کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ میرے علم کے مطابق آپ کی لائبریری کا شمار جماعت اہلحدیث کی چند بڑی لائبریریوں میں کیا جا سکتا ہے۔ نمازِ فجر کے فوراً بعد کبھی کبھار ناشتہ کر لیتے اور دوبارہ مطالعے کا آغاز ہو جاتا۔ صبح آٹھ سے گیارہ بجے کا وقت آنے والے مہمانوں اور موبائل فون پر احباب کے سوالات کے لیے مختص کر رکھا تھا۔ آپ ہر سائل کو تسلی بخش جواب دیتے۔ آنے والے مہمانوں کے استقبال اور ضیافت کا بندوبست حافظ شیر محمد صاحب کے سپرد تھا جو یہ ذمہ داری نہایت احسن انداز سے ادا کرتے تھے۔ شیخ سوالات کے جوابات مدلل طریقے سے دیتے اور لائبریری سے حوالے نکال نکال دکھانے میں نہایت خوشی محسوس

فرماتے جو چھپائے نہ چھپتی تھی۔تقریباً ہر روز مہمانوں کی آمد ہوتی کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس روز آپ سے ملنے کوئی نہ آیا ہو۔نمازِ ظہر سے پہلے کھانے کے لیے تشریف لے جاتے اور سنت کے مطابق نمازِ ظہر کے بعد قیلولہ ضرور فرماتے۔نمازِ عصر کے بعد پھر تحریر وتقریر کا سلسلہ شروع ہو جاتا جو نماز مغرب تک جاری رہتا۔

پابندیٔ وقت کا اتنا خیال ہوتا کہ ہر کام طے شدہ شیڈول کے مطابق انجام دیتے اگر دوران استراحت میں کوئی مہمان آ جاتا تو اسے ملنے کے بعد اجازت لے کر دوبارہ آرام کے لیے تشریف لے جاتے۔

میرے کامرہ میں قیام کے دوران میں شیخ رحمہ اللہ مع حافظ شیر محمد کئی مرتبہ میرے گھر تشریف لائے۔مجھے آپ کی آمد کی انتہائی خوشی ہوتی اور حتی الوسع کھانے پینے کا اہتمام کرتا، شیخ بلا تکلف تناول فرماتے اور ڈھیروں دعائیں ہمارے دامن میں ڈالتے۔

شیخ بذلہ سنج طبیعت کے مالک تھے،آپ کو حِس مزاح سے وافر حصہ ملا تھا۔بعض دفعہ ایسی مزاحیہ بات کر جاتے کہ محفل کشت زعفران بن جاتی۔

کامرہ سے میری ٹرانسفر سرگودھا ہوگئی تو شیخ کو بڑا افسوس ہوا اور آپ نے نہایت دکھی دل کے ساتھ مجھے الوداع کیا۔جب کبھی فون پر رابطہ ہوتا تو آپ ہمیشہ پروموشن کے بارے میں پوچھتے یا کہتے کہ دوبارہ کامرہ پوسٹنگ کروالیں۔ میں وعدہ کرتا رہا کہ کوشش کروں گا لیکن یہ بارآور نہ ہوسکی۔ آپ مع حافظ شیر محمد سرگودھا بھی میرے گھر دو مرتبہ تشریف لائے اور میرے ہاں قیام کیا۔

جب سے ہم لاہور آئے ہیں میں نے بارہا شیخ رحمہ اللہ کو اپنے گھر تشریف آوری کی دعوت دی اور آپ نے ہامی بھی بھری لیکن بوجوہ نہ آ سکے۔اٹیک سے تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے آپ خطبہ جمعہ دینے کے لیے ٹاؤن شپ تشریف لائے تو میں نے انھیں گھر آنے کی دعوت دی تو فرمایا: اب تو وقت مختصر ہے، ان شاء اللہ دوبارہ آؤں گا تو آپ کے ہاں مکمل ایک دن اور رات رہوں گا۔لیکن افسوس کہ وہ دِن کبھی نہ آ سکا۔ فالج کے اٹیک سے قبل آپ کا لاہور ہی آنے کا پروگرام (ارادہ) تھا اور حافظ ندیم ظہیر صاحب کو اس بارے میں مطلع بھی کر چکے تھے اور حافظ ندیم صاحب نے مجھے بتایا کہ شیخ رحمہ اللہ لاہور آ رہے ہیں تو مجھے سن کر بڑی خوشی ہوئی، لیکن اچانک آپ پر فالج کا اٹیک ہو گیا جس کی وجہ سے لاہور کے بجائے اسلام آباد جانا پڑ گیا۔

شیخ سے محبت اور احترام کا رشتہ جو قائم ہوا تھا اُس بنا پر آپ کی وفات کا دکھ اور غم تو ہے اور جب بھی آپ کی یاد آتی ہے آنکھیں غم سے بھر آتی ہیں اور دل خون کے آنسو روتا ہے اور آپ کے ساتھ گزرے ہوئے یادگار لمحات نظروں کے سامنے سے آ جاتے ہیں، لیکن وہ فرمانِ رسول ﷺ یاد آ جاتا ہے جو آپ ﷺ نے اپنے فرزندارجمند سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی رحلت پر فرمایا تھا: ((**يا إبراهيم إنا بفراقك لمحزونون.**)) جیسے ہمارے شیخ رحمہ اللہ مصائب وآلام کے جھکڑوں میں استقامت و پامردی کا پہاڑ بنے رہتے ، اسی طرح ہم بھی آپ کی جدائی کا غم اور آپ کی فُرقت کا قلق ہونے کے باوجود صبر کا دامن تھامتے ہوئے آپ کے لیے مغفرت وبخشش کے طلبگار ہیں۔اللهم اغفر له......

آپ واقعتاً بقية السلف تھے۔آپ سے مل کر ایسے لگتا

تھا جیسے قرونِ اولیٰ کی کوئی شخصیت ہمارے زمانے میں آ گئی ہو۔ان کا دھیما مزاج، ان کا جلال و وجاہت، ان کا حدیث سے تعلق، ان کا سنتِ رسول سے تمسک، مطالعہ کا شوق، استقامت و ثابت قدمی، جرأت و دلیری، ہمدردی و شفقت، جہدِ مسلسل، داعیانہ تڑپ اور ہر انسان سے دوستی کا انداز اس طرح کی بے شمار خوبیوں کا ایک شخصیت کے اندر جمع ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی احسان تھا۔لیکن وہ رسول کریم ﷺ کے ایسے سچے پیروکار اور مطیع و فرمانبردار تھے کہ جنھیں دیکھ کر اللہ کی یاد آتی ہے اور وہ اپنے آپ کو اپنے رب کے قریب پاتا ہے۔میرا جو وقت اُن کی صحبت و قربت میں گزرا وہ یقیناً میرے لیے متاعِ عزیز اور سرمایۂ صد افتخار ہے۔وللہ الحمد

شیخ رحمہ اللہ سے ہر سچا موحد پیار کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جب آپ کا جنازہ اُٹھا تو علماء وصلحاء کی ایک کثیر تعداد اُس میں شامل تھی، حالانکہ یہ جنازہ رات کے اندھیرے میں اُٹھایا گیا تھا۔اُس وقت ہر آنکھ اشک بار تھی اور کیوں نہ ہوتی کہ یہ اُن کے محبوب عالم دین کا جنازہ تھا۔حضرو شہر کے باسی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ انھوں نے حضرو کی تاریخ میں اس سے بڑا جنازہ نہیں دیکھا۔

ع ایں سعادت بزورِ بازو نیست

شیخ رحمہ اللہ کا گھرانہ شروع ہی سے مذہبی تھا، چونکہ آپ کے والد محترم حاجی مجدد خاں صاحب جماعت اسلامی کے ایک سرگرم رکن تھے اور دینی علوم پر خاصی دسترس رکھتے تھے، لیکن آپ کی مذہبی سوچ کو مہمیز لگانے والے آپ کے چچا محترم تھے۔جنھوں نے صحیح بخاری سے متعارف کرایا، پھر آپ نے اپنے علاقے کے ایک معروف اہل حدیث عالم دین ابوالرجال حاجی اللہ دتہ رحمہ اللہ کے دروس سننا شروع کر دیے جو کامرہ (اٹک) سے ہر ہفتے بالخصوص حضرو آ کر درس قرآن دیا کرتے تھے۔آپ حاجی اللہ دتہ رحمہ اللہ سے بہت متاثر تھے اور اپنی زندگی میں اکثر ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔اس کے بعد آپ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ تشریف لے گئے جو اہل حدیث کی ایک معروف درس گاہ ہے وہاں سے آپ نے نمایاں پوزیشن میں سندِ فراغت حاصل کی۔اُس وقت جامعہ محمدیہ کے شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ تھے۔آپ نے اُن سے خصوصی طور پر استفادہ کیا۔آپ وفاق المدارس السّلفیہ سے بھی فارغ التحصیل تھے۔دینی علوم کے ساتھ ساتھ آپ عصری تعلیم کے حصول میں بھی پیچھے نہیں رہے۔آپ ڈبل ایم اے تھے، یعنی آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کر رکھا تھا۔

شیخ نے مدرسے سے فارغ التحصیل ہوتے ہی یہ طے کر لیا تھا کہ حدیث وسنت کے دفاع کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں گے اور تادمِ زیست اسی پر عمل پیرا رہے۔

حدیث کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو آپ نے خاموش کرا دیا اور اس کے خلاف ہر لکھی جانے والی تحریر کا ایسا مسکت اور دندان شکن جواب دیا کہ دوبارہ اُسے قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔آپ نے نہ صرف قلم کی طاقت سے شرک و بدعت کی بیخ کنی کی بلکہ تقریر کی قوت سے کفر و شرک کے علمبرداروں کا ناطقہ بند کیے رکھا۔یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی طرف سے حدیث پر حملہ کیا گیا آپ سینہ تان کر سامنے آئے اور ہر مضمون کا دندان شکن اور مسکت جواب دیا کہ دشمنان حدیث وسنت کو منہ کی کھانا پڑی کہ وہ دوبارہ اس کی

جرأت نہ کرسکا۔

شیخ محترم نے جس موضوع پر بھی طبع آزمائی کی اُس کا حق ادا کر دیا اور پڑھنے والے آپ کے زور بیان اور قلم کی سلاست و روانی اور دلائل قاطعہ کی فراوانی سے عش عش کر اُٹھے۔ آپ کی تحریر میں الفاظ کے چناؤ اور قلم کے بہاؤ پر جہاں اپنے سر دادِ تحسین دیتے نظر آئے وہاں مخالفین بھی انگشت بدندان تھے۔ آپ نے ہر موضوع پر لکھا اور خوب لکھا کہ کتابوں کا ایک ذخیرہ تیار ہوگیا۔ جو علمی ذخیرہ آپ چھوڑ کر گئے ہیں وہ یقیناً آپ کے لیے صدقہ جاریہ رہے گا۔

اپنی پوری زندگی آپ نے کسی سیاسی یا دینی تنظیم میں شمولیت اختیار نہیں کی اور اس پُرفتن دور میں بھی سنت رسول ﷺ پر عمل کرتے نظر آئے۔ آپ نہ صرف دھڑا بندی کے خلاف تھے، بلکہ اس سے منع بھی کرتے رہے۔ اس سب کے باوجود آپ تمام جماعتی علماء کا احترام کرتے اور وہ ان کا احترام کرتے تھے۔

آپ کی دوستی اور دشمنی صرف اللہ ہی کے لیے تھی اور آپ الولاء والبراء کے عقیدے پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اگر حقیقی نظر سے دیکھا جائے تو آپ ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی عملی تفسیر تھے۔

بچوں سے آپ کو بے حد پیار تھا اور میں نے ذاتی طور پر کئی مرتبہ اس بات کا مشاہدہ کیا۔ حافظ شیر محمد صاحب کے بڑے بیٹے عباس سے آپ کو خصوصی پیار تھا۔ وہ جب کبھی مسجد یا لائبریری آتا۔ آپ اُسے اٹھا لیتے اور بوسہ دیتے۔ اسی حوالے سے عام طور پر حافظ شیر محمد صاحب کو ابوعباس کی کنیت سے پکارا کرتے تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت کم لوگ ایسے دیکھے ہیں جو شریعت پر کما حقہ عمل پیرا ہوں اُنہی میں سے ایک شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تھے۔

آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، گفتگو، خاموشی سب عین شریعت کے مطابق ہوتے تھے۔ علمائے سلف کا بے حد احترام کرتے تھے حتیٰ کہ گفتگو تک میں اصطلاحات حدیث کا برمحل استعمال کرتے تھے۔

آپ کی زندگی پر لکھتے جائیں تو صفحات کم پڑ جائیں گے، لہٰذا میں انہی الفاظ پہ اپنے مضمون کا اختتام کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ آپ کے علمی وارث حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ اور حافظ شیر محمد صاحب اور ان کے رفقائے کار نہ صرف آپ کا علمی سرمایہ محفوظ رکھیں، بلکہ دفاعِ حدیث کا سلسلہ اُسی طرح جاری وساری رکھیں جس طرح شیخ محترم اپنی حیات مبارکہ میں کرتے رہے۔ آمین یارب العالمین

اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ کی مغفرت فرما کر انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا ابو نمس قیصر محمود یحییٰ حفظہ اللہ

اب تک جو بھی اس دار فانی میں آیا چاہے وہ نیک ہو یا بدآ کر چلا گیا، اوران سے تعلق رکھنے والے ہر زمانہ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں چاہے وہ نیک سیرت یا بدسیرت.

آہ! پر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی جدائی ہر پل ستاتی ہے۔ان کا ذکر خیر کرتے ہوئے بجائے رحمہ اللہ کے حفظہ اللہ کے الفاظ اب بھی بے ساختہ زبان سے ادا ہو جاتے ہیں اور جب ان کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ لکھا دیکھا، یا پڑھا جاتا ہے تو میرا اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔لُو لُو کانپ اٹھتا ہے، کیونکہ ہمارا ان سے ایک طویل عرصہ تک تعلق قائم رہا ہوتا ہے، پھر وہ تعلق بھی محض اللہ رحیم وکریم کی رضاوخوشنودی کے لئے تھا۔

آہ! میرے لئے تو وہ دن ہی بڑا پریشان کن غم زدہ تھا کہ جب مجھے مجلّہ الحرمین کے ذریعے سے نماز مغرب کے بعد حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے شدید بیمار ہونے کا علم ہوا کہ ان کی محبت وشفقت، ہمدردی ورحم دلی نے مجھے بے قرار کردیا کہ بندہ احقر نے اسی وقت محترم ومکرم پیارے بھائی حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کے ذریعے سے آپ کی تیمارداری کی اوران کی اورمیری حالت بڑی غیر تھی، اور ساتھ ہی دل سے خلوص بھری حالت میں ان کی صحت وعافیت کے لیے دعائیں نکل رہی تھیں اور یہ تیمارداری والا سلسلہ آپ کی وفات تک جاری رہا۔ ہمیشہ اس بات کا مجھے افسوس رہے گا کہ میں شدید بیمار ہونے کی وجہ سے آپ کی تیمار داری اور نماز جنازہ میں شریک نہ ہوسکا، جبکہ مجھے شیخ امن پوری حفظہ اللہ کے ذریعے سے اسی وقت آپ کی وفات کا علم ہو چکا تھا۔ اے اللہ! ہمارے پیارے شیخ کی قبر پر ان گنت رحمتوں اور سلامتیوں کا نزول فرما، آمین۔

آپ "سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" کا مصداق تھے۔کتاب وسنت سے آپ کا مضبوط تعلق تھا۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اپنی جان سمیت سب پر مقدم تھی، اتباع سنت میں اپنی مثال آپ تھے۔

بدعات وخرافات اوراہل بدعت سے سخت نفرت تھی۔ عقیدہ ولاء اور براء کا سبق حاصل کرنا ہو تو آپ سے، اس سلسلے میں آپ اسلافِ امت کے نقشے قدم پر چلے کہ جنھوں نے مخالفین کتاب وسنت سے ہمیشہ بائیکاٹ رکھا۔

جیسا کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى فُرقةِ الإسلام." (الطیوریات:۲۵۶، وسندہ صحیح)

امام اوزاعی رحمہ اللہ کا یہ فرمان اور موقف وعقیدہ مرفوع حدیث کی روشنی اور دیگر کتاب وسنت کے عام دلائل کی روشنی میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقد أَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الإسلام.)) ''جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔'' (الشریعۃ للآجری: ۲۰۴۰، تاریخ دمشق ۲۶/۲۵۶، إسنادہ صحیح عندالشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ۔)

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، ائمہ

محدثین سے عقیدت ومحبت جو ہر طرح کے غلو سے پاک تھی۔
مسلک حق، مسلک اہل الحدیث اور دین اسلام کا دفاع کرنا آپ کا ایک خاص مشن تھا جس پر عمل کرتے ہوئے آپ اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے۔

آپ کو کئی علوم پر عبور حاصل تھا، جیسے علوم القرآن و التفسیر، علم حدیث، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، علل حدیث، علم رجال، علم انساب واخبار، عسائیت، مرزائیت، شیعیت اور ان کے اصولوں سے آپ بخوبی واقف تھے۔ کمال کی بات کہ شیعہ کی کتابوں پر بھی مع رجالہ آپ کو عبور حاصل تھا اور علم رجال کے تو آپ امام تھے اور ایسے ہی فرقہ بریلویہ، دیوبندیہ، مسعودیہ، جماعت المسلمین وغیرہ کی کتابوں اور اصولوں پر آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔

یہی وجہ ہے کہ اہل باطل میں سے جس نے بھی ثابت شدہ بات کے بارے میں زہر اگلا، چاہے تحریر کے ذریعے سے ہو یا تقریر کے آپ نے اس کا پورا پورا تعاقب کیا اور دلائل کی روشنی میں اس کا احسن انداز میں رد کیا کہ جس کے ردِ عمل میں باطل نے بوکھلا کر تحریفات وتکذیبات اور تلبیسات سے عوام الناس کو جھوٹی تسلیاں دینا شروع کیں جو بے فائدہ و بے سود نظر آئیں کہ مزید دین دشمنی واضح ہوگئی۔ نفاق کھل گیا، سنت سے عداوت آشکارا ہوگئی۔ اے میرے اللہ! کیسا وقت ہے کہ ایک طرف کتاب وسنت پر عمل اور دفاع کرنے والے لوگ ہیں تو دوسری طرف کتاب وسنت کی مخالفت اور صحیح ثابت شدہ سنن کو غیر ثابت کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

حق کے دفاع میں آپ کی خدمات قابل تحسین ہیں جو اب تک مقالات وفتاویٰ اور کتب کی صورت میں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جو جہاں کئی خوش نصیب لوگوں کے لئے ہدایت کا بہترین ذریعہ ثابت ہو رہی ہیں تو وہیں بہت سے لوگوں کے لئے مخالفت کرنے کی وجہ سے تباہی وبربادی کا ذریعہ بھی۔

آپ نے ہمیشہ حق کہا اور حق پر عمل کیا اور کبھی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کی بلکہ تعلیمات رسول اللہ ﷺ پر عمل کیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:
" وَ أَمَرَنِي أَنْ أَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَ إِنْ كَانَ مُرًّا وَ أَمَرَنِيْ أَنْ لَا أَخَافَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ . " رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں ہمیشہ ہر حال میں سچ ہی کہوں، اگرچہ (یہ سچ کہنا) دوسروں کو کڑوا ہی لگے اور مجھے آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں اللہ کی (دین کے بیان کرنے میں) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔

(مسند احمد ۵/۱۵۹ ح ۲۱۴۵۳ صحیح ابن حبان: ۴۴۹، وسندہ حسن لذاتہ)

نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث پر عمل کرنا اور دوسروں کو بھی ترغیب دینا آپ کا مقصد حیات تھا۔ بعض وہ خوبیاں جنھیں میں جان سکا درج ذیل ہیں:

* اپنے سے چھوٹوں کے ساتھ ادب واحترام سے کلام کرنا۔
* خندہ پیشانی سے پیش آنا اور اپنے شاگردوں کی تربیت پر خاص توجہ دینا جس کا اثر میں نے خود آپ کے کئی شاگردوں میں پایا ہے۔
* اپنے شاگردوں کو بھی احترام سے مخاطب کرنا۔
* خاموش طبع رقیق القلب، نرم دل، بردبار، تحمل مزاج، عفو ودرگزر کرنے والے، اعلیٰ ظرف، حسن اخلاق سے پیش آنے والے شفقت فرمانے والے، خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنے والے، اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے، آخرت کی فکر رکھنے والے تھے۔ میں نے آپ جیسے انسان بہت کم دیکھے ہیں۔ واللہ! آپ کے اندر اسلاف کی پوری

پوری جھلک دکھائی دیتی تھی میں نے سیرۃ النبی ﷺ صحابہ کرام اور بعد والے سلف صالحین کو جہاں تک پڑھا ہے۔ میں نے آپ کو بالکل اس کے عین مطابق پایا۔

آپ کی خصوصیات میں سے چند یہ ہیں:

۱: آپ مخاطب کی گفتگو سے جان جاتے تھے کہ یہ کس اہلیت کا مالک ہے۔

دلیل: یہ ۲۰۰۸ء کے اوائل یعنی فروری یا مارچ کی بات ہے کہ میں ان دنوں حالتِ بیماری میں گھر سے باہر تھا تو مجھ سے میرے ماموں زاد نے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا کہ یہ کیسی ہے، صحیح یا ضعیف؟

اس کی وضاحت کے لیے میں نے شیخ رحمہ اللہ کو فون کیا اور حدیث کا متن پڑھ کر صحت کے بارے میں دریافت کیا اور ساتھ ہی کہا کہ میں اس وقت سیالکوٹ کے گردونواح میں ہوں، لہٰذا بتایا جائے کہ یہ حدیث آپ کی تحقیق میں کیسی ہے؟ جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب (۱۰۰۳) میں درج کیا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے نزدیک یہ حسن ہے۔ فون پر بات کے اختتام پر شیخ رحمہ اللہ فرمانے لگے: یہ آپ کا نمبر ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، پھر میرا نمبر شیخ رحمہ اللہ نے نوٹ کر لیا، تب سے میرا تعلق آپ سے جڑ گیا، پھر ہر دو یا تین دن بعد میرا رابطہ شیخ رحمہ اللہ سے ہونے لگا اور علم و تحقیق کی باتیں ہونے لگیں۔ وہ حدیث بطور حجت میں یہاں درج کیے دیتا ہوں جس کی وجہ سے میرا آپ سے مستقل تعلق قائم ہو گیا صرف عربی متن پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سیدنا عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ صَلَّيْتُ الصَّلٰوةَ الْخَمْسَ وَ أَدَّيْتُ الزَّكَاةَ وَ صُمْتُ رَمَضَانَ وَ قُمْتُهُ فَمِمَّنْ أَنَا، قَالَ: مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ." (صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۱۲، صحیح ابن حبان: ۳۴۳۸، تاریخ دمشق ۴۶/ ۳۳۷ و ۳۳۸، وسندہ حسن لذاتہ)

۲: اپنے سے چھوٹوں سے مشورہ کرنا:

مثال نمبر۱: دوران سفر میں نے فون کیا بات چیت ہونے لگی تو شیخ صاحب مجھے کہنے لگے ماہنامہ الحدیث کو عام نہ کر دیں، یعنی علمی و تحقیقی مضامین سے ہٹ کر عام موضوعات وغیرہ بھی شائع کریں تو میں نے کہا: نہیں شیخ محترم اسے خاص ہی رہنے دیں تو شیخ صاحب بڑے خوش ہوئے۔ الحمدللہ! یہ رسالہ آج تک علمی و تحقیقی مضامین پر ہی مشتمل ہے۔

مثال نمبر۲: جب مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے تفسیر ابن کثیر آپ کی تحقیق و نظر ثانی سے شائع ہوئی تو بندہ فقیر نے دیکھا کہ ایک ہی روایت پر دو حکم لگے ہوئے تھے، ایک محقق کہہ رہا ہے کہ یہ حسن ہے تو دوسرا اسے ضعیف کہہ رہا تھا۔ میں نے حسبِ عادت شیخ رحمہ اللہ کو اس بارے میں آگاہ کیا اور آپ کے مطالبے پر چند مقامات پڑھ کر سنائے تو آپ نے توجہ دلانے پر شکریہ ادا کیا اور بعد میں بھی ایسی تحقیقات کی نشاندہی کا حکم دیا تو راقم نے سعادت جانتے ہوئے اس معمولی کام کو نشاندہی کے ذریعے سے آپ تک پہنچا دیا۔

اب اس کا ازالہ کر دیا گیا ہے، جیسا کہ مجھے بتایا گیا۔

یہاں ایک اہم بات بیان کر دوں کہ شیخ رحمہ اللہ نے تفسیر ابن کثیر کی مرفوع روایات پر حکم صرف دو ماہ کے مختصر وقت میں لگا دیا تھا۔ سبحان اللہ کتنی زبردست دلیل ہے اس بات کی کہ آپ کی علم رجال پر کس قدر گہری نظر تھی، اور کس قدر وسیع مطالعہ تھا یہ میرے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جسے چاہے عطا

فرمادے۔

۳:   آپ ایک کامیاب مناظر تھے۔

۴:   آپ ایک بلند پایہ محقق تھے جہاں تک میں نے آپ اور دیگر عرب وعجم کے محقق کی تحقیقات کو پڑا ہے تو میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ کی تحقیق دیگر محققین سے فائق ہے۔

۵:   آپ نے کئی ایسے رجال پر مفصل تحقیق کی جنھیں دوسرے محققین ضعیف قرار دے چکے تھے، جبکہ آپ نے ان کا ثقہ، صدوق ہونا ثابت کیا ہے۔

جیسے نعیم بن حماد، شہر بن حوشب، عیسیٰ بن جاریہ، امام عبدالعزیز الدراوردی وغیرہ۔

۶:   آپ نے تعدیل و جرح میں صرف وہی منہج اپنایا جو اصول حدیث اوراسماء الرجال سے ثابت ہے۔

۷:   آپ صرف وہی جرح و تعدیل نقل کرتے جو ائمہ محدثین سے ثابت ہوتی اور ان ہی سے نقل کرتے جو خود ضعیف نہ ہوتے۔

۸:   آپ صرف ثابت شدہ کتابوں سے ہی استدلال کرتے تھے۔ غیر ثابت کتاب کا حوالہ صرف تائید میں درج کرتے۔

۹:   مروجہ حسن لغیرہ، یعنی ضعیف + ضعیف کی حقیقت ائمہ محدثین کے اصول کی روشنی میں بیان کرکے آپ نے امت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔

عجیب بات ہے کہ جن ائمہ متقدمین نے بعد والوں کو اصول وحدیث کا علم دیا، ہم ان ہی کی مخالفت کررہے ہیں، یہ کیسا انصاف ہے کہ جن معمولی ضعف والی روایات کو ائمہ متقدمین ضعیف اور ناقابل حجت قرار دیں ہم بعد والے بغیر کسی قوی دلیل کے ان خفیف ضعف والی روایات کو مجموعی طرق کی بناء پر حسن لغیرہ قرار دیں۔ یادرکھیں شیخ محترم مروجہ حسن لغیرہ، یعنی ضعیف + ضعیف کو ضعیف ہی کی ایک قسم قرار دینے میں منفرد ہرگز نہیں۔ انھوں نے تو صرف ائمہ متقدمین کا اصل منہج متعارف کروایا ہے۔

۱۰:   مسئلہ تدلیس میں دیگر محققین کے مقابلے میں آپ کا موقف ہی راجح ہے جس پر آپ یقیناً مبارک باد اور دعاؤں کے حق دار ہیں۔ اے اللہ! شیخ محترم کی قبر پر لاتعداد مرتبہ رحمتوں اور سلامتیوں کا نزول فرما۔ آمین

آخر میں شیخ محترم کے بارے میں کہتا ہوں کہ آپ مومنوں میں سے ایک مومن ہیں کہ جنھوں نے مخالفین کتاب وسنت کے ساتھ ساری زندگی زبان وقلم کے ذریعے سے جہاد کیا۔ ایسے انسان کو نبی کریم ﷺ نے مومن قرار دیا ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم کتاب الایمان (۱۷۹)

اللہ رب العزت انھیں اہل جنت میں سے بنائے گا۔ ان شاء اللہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهِ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰه فيه.))

(صحیح مسلم: ۲۱۹۹)

پھر جس مرنے والے مسلمان موحد کی موحدین اچھی تعریف کردیں بزبان محمد رسول اللہ ﷺ اس خوش نصیب کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ (صحیح بخاری: ۲۶۴۳، صحیح مسلم: ۲۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۱، سنن نسائی: ۱۹۳۱، وغیرہ)

ان دلائل کی روشنی میں اپنے اللہ کے ہاں شیخ رحمہ اللہ کے لئے حسن ظن رکھتے ہوئے میں کہتا ہوں: اے میرے پیارے اللہ! تو ہمارے پیارے مشفق شیخ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمانا۔ آمین

میرے نزدیک شیخ رحمہ اللہ کا علمی مقام

الشیخ العلامہ، المناظر، المفتی، المجتہد، الناقد، المحدث، ناصر الحق، ناصر الاِسلام، وسیع المطالعہ، کثیر العلم، کثیر الحافظہ، وسیع النظر، الحافظ اور علم رجال اور اخبار وانساب کے امام، علل حدیث کے ماہر تھے۔

اہم تنبیہ: الحافظ کا معنی:

احمد بن علی القلقشندی لکھتے ہیں:

" الحافظ من ألقاب المحدثين و أصله من الحفظِ ضد التبيان واختص بالمحدثين لإحتياجهم إلى كثرة الحفظ لمتون الأحاديث و أسماء الرجال و نحوذلك ... صبح الأعشى في ضاعة الإنشاء : ٦/ ١٠"

اے اللہ! ان سطور میں جو لکھا خاص تیری توفیق سے لکھا ہے جو غلطی ہے اس تحریر میں اس سے میں تیری طرف رجوع کرتے ہوئے معافی مانگتا ہوں۔ اے اللہ! میرے اور میرے شیوخ واساتذہ سمیت ہم سب پر رحم فرما۔ آمین

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ابو محمد *

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

استاذ العلماء، الحافظ، الناقد، الفقیہ، المحدث، فضیلۃ الشیخ ابو طاہر زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس دور کے عظیم محدث تھے۔ شیخ رحمہ اللہ نے احادیث کی جتنی خدمت کی ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں، کبھی حدیث کی تحقیق وتخریج کر رہے ہیں تو کبھی شاگردوں کو پڑھا رہے ہیں، کبھی جلسوں میں قرآن و حدیث کا علم بلند کر رہے ہیں تو کبھی اہل باطل پر ضرب حق لگا رہے ہیں، کبھی یہود ونصاریٰ کی کھوکھلی عمارت کو گرا رہے ہیں تو کہیں منکرین حدیث کا منہ توڑ جواب دے رہے ہیں۔ کبھی میدان مناظرہ میں حاضر ہیں تو کبھی تصنیف و تالیف میں مشغول ہیں۔ شیخ صاحب جیسی شخصیات کا نظارہ زمانہ بہت کم کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ اس دور کے عظیم محدث تھے جن کی نظیر نہیں ملتی۔

هيهات لايأتي الزمان بمثله
إن الزمان لمثله لبخيل

شیخ صاحب سے میری پہلی ملاقات ۲۰۱۳ء میں ہوئی تھی۔ ہم نے شیخ رحمہ اللہ کا تذکرہ بہت زیادہ سن رکھا تھا اور آپ کی بعض تصانیف کا مطالعہ بھی کیا تھا تو دل میں ملاقات کی ایک تڑپ تھی۔ میں چند دوستوں کے ہمراہ جمعۃ المبارک کے دن حضرو پیرداد حاضر ہوا۔ مسجد میں داخل ہوئے تو آغازِ خطبہ کو کافی ٹائم باقی تھا۔ اسی اثنا میں ہماری نظر ایک بزرگ پر پڑی جن کی رنگت سرخی مائل، لمبی اور گھنی داڑھی اور سر پر ٹوپی اور رومال تھا۔ بڑے سادہ مزاج اور بے تکلفانہ انداز میں ایک آدمی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔ ساتھی نے کہا: یہ شیخ صاحب ہیں۔ واللہ ہمیں یقین نہ آیا کہ وہ شخص جسے عالم اسلام حافظ زبیر علیزئی کے نام سے جانتی ہے وہ یہ ہیں۔

* فاضل جامعہ اہل الحدیث حضرو

سبحان اللہ! کتنے سادہ انداز میں ادھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ (ہمارا خیال تھا کہ وہ بڑے ناز ونخرے والے ہوں گے) ہم آگے بڑھے اور شیخ رحمہ اللہ سے ملے۔ شیخ رحمہ اللہ نے کہا: دو دو رکعت (تحیۃ المسجد) پڑھ لیں۔ تھوڑی دیر بعد شیخ سفید کپڑے پہنے، عمامہ باندھے آئے اور خطبہ پڑھایا۔ خطبے (نماز جمعہ) کے بعد ہم نے شیخ رحمہ اللہ کے اردگرد حلقہ بنالیا اور سوالات پوچھنے لگے، شیخ صاحب نہایت خندہ پیشانی سے جوابات دیتے رہے، پھر کچھ دیر کے بعد جب ہم چپ ہو گئے تو شیخ صاحب نے کہا: اور سوالات کرنے ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: اب اپنے مدرسے چلے جاؤ اور ہمارے امیر طلباء کو ۱۰۰۰ کا نوٹ پکڑاتے ہوئے فرمایا: اسے طلباء کے فنڈ میں ڈال دو۔ بہت ہی دلکش اور حسین محفل تھی جو مجھے مرتے دم تک کبھی نہیں بھولے گی۔ ان شاء اللہ

قدم قدم پہ ملے خوشیوں کی بہار آپ کو
دل دیتا ہے یہ دعا بار بار آپ کو

شیخ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی عظیم صفات سے نوازا تھا، لیکن میرے نزدیک ان سب میں نمایاں آپ کی انصاف پرستی تھی۔ اپنے ہوں یا پرائے سب کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔ ﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ کے بالکل صحیح مصداق تھے۔

ایک دفعہ شیخ صاحب مسح علی الجوربین پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت کیا، لیکن مرفوع حدیث ایک بھی نہ بیان کی اور آخر میں کہا: مسح علی الجوربین پر کچھ مرفوع روایات ہیں، لیکن وہ ضعیف ہیں، اس لئے میں نے بیان نہیں کیں، نیز کہا: میں دوغلی پالیسی اختیار نہیں کرتا کہ اپنے موقف پر ضعیف حدیث پیش کروں، اگرچہ احناف کے اصولوں کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔

ایک دفعہ ہم نے ایک دیوبندی مولوی کے بارے میں پوچھا، جس پر ایک الزام تھا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: فلاں مولوی صاحب (نام لے کر) یہ بات کرتے ہیں، لیکن مجھے اس کا علم نہیں، لہٰذا میں اسے بیان نہیں کرتا۔

ایک دفعہ شیخ رحمہ اللہ نے ہمیں کہا: میں نے فلاں شیخ پر فلاں مسئلے میں رد لکھا ہے، لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھے ان سے بڑی محبت ہے جب بھی میں ان کے علاقے میں جاتا ہوں تو ان سے ضرور ملتا ہوں اور شیخ صاحب کے والد محترم بھی اگر کوئی کام خلافِ شرع کر دیتے تو صاف کہتے کہ میرے والد نے فلاں کام درست نہیں کیا۔ حق کے مقابلے میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ کی عملی تصویر تھے۔ شیخ رحمہ اللہ ہر بات کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولانا ابراہیم نے ہمیں بتایا کہ مجھے کسی نے کہا کہ کرک میں مناظرہ ہوا ہے اور دو تین آدمی اہل حدیث بھی ہو گئے ہیں۔ ابراہیم صاحب کہتے ہیں: میں نے جا کر شیخ رحمہ اللہ کو یہ بات کہہ دی تو شیخ صاحب نے اسی وقت موبائل نکالا اور مناظر (شیخ حضرت محمد) کا نمبر ملایا اور پوچھا کہ ایک ثقہ راوی نے ایسی بات کہی ہے۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ تو انھوں نے کہا: جی ہاں، بالکل یہ بات ٹھیک ہے۔

ہم جب پہلی مرتبہ گئے تھے تو شیخ رحمہ اللہ سے مکتبہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے کہا: تم سب مجاہیل ہو، یعنی میں تمھیں نہیں جانتا، اس لئے مکتبہ نہیں دکھا سکتا۔

شیخ رحمہ اللہ ہر قسم کے بدعتی کے سخت مخالف تھے۔ ہمیں کہتے کہ اگر کوئی بدعتی تمھارے سامنے منطق قیل قال کرے تو تم اسے حدیث سنایا کرو۔ اگر پھر کوئی بات کرے، تم پھر

حدیث سنایا کرو۔

شیخ ابراہیم حفظہ اللہ نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ شیخ رحمہ اللہ کے پاس گیا تو کچھ مولوی آئے ہوئے تھے۔ میں نے شیخ رحمہ اللہ سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو آپ نے ان کے سامنے کہا: یہ بریلوی ہیں۔ پھر شیخ صاحب مکتبے میں گئے اور ان کو مسجد میں بٹھایا۔ شیخ صاحب نے بہت دیر لگائی تو بریلوی مولوی نے کہا: ہم بہت عرصے سے شیخ صاحب کے پاس آتے جاتے ہیں، لیکن شیخ ہمیں مکتبہ میں نہیں چھوڑتے۔

آخر میں یہی کہوں گا کہ اگرچہ وہ آج موجود نہیں لیکن دل کے سنہرے اوراق میں ان کا تذکرہ ہمیشہ رہے گا۔ ان شاءاللہ نحسبه كذالك والله حسيبه ولا ازكى على الله أحدا

بلبل کو باغباں سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید لکھی تھی فصل بہار میں

اللّٰهم اغفر لشيخنا وَارْفَعْ درجته فى العليين وادْخِلهُ فى الصدقين يوم القيامة.

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

حافظ محمد یحییٰ الحماد وزئی*

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علمی دنیا کے ایک بلند مینار، ایک عالم ربانی، دور حاضر کی منفرد علمی شخصیت اور امت اسلامیہ کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ تھے۔ بلاشبہ آپ رحمہ اللہ گوناگوں خصوصیات کے باعث تحقیق الرجال کے میدان میں سپہ سالار اور امت مسلمہ کے مابین اتفاق واتحاد کی علامت تھے۔ گذشتہ سال آپ کی حیدرآباد سندھ آمد پر شرف دیدار نصیب ہوا۔ یقیناً آپ رحمہ اللہ کے اندر علمائے حق کی تمام علامتیں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ اگرچہ آپ رحمہ اللہ ہم سے جدا ہو چکے ہیں، لیکن آپ رحمہ اللہ نے جو خدمت اسلام کے لیے کارنامے انجام دیے اور شمع حق کو روشن کیے رکھا اس کے نقوش قلب ودماغ پر ایسے مرقوم ہوئے کہ زندگی بھر ان کی یاد بھلائی نہیں جاسکتی۔

---

* مدرس جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدرآباد

محبوبنا وشیخنا محدث العصر رحمہ اللہ، چند یادیں چند باتیں

مولانا ابو عمیر حزب اللہ بلوچ حفظہ اللہ ٭

ہمارے شیخ ومربی محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات کسی بڑے حادثے سے کم نہیں۔ ہمارے شیخ ان علمائے ربانی میں سے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کا کام لیا، جنہوں نے تحقیق وجستجو کو اس نہج پر پہنچایا کہ اب اہل حدیث عوام بھی، سحر آفرین تقاریر وتحاریر سے مسحور نہیں ہوتے، بلکہ تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرنے لگے ہیں۔ جی ہاں، یہ بات کئی بار ہمارے مشاہدے میں آچکی ہے۔

ہمارے شیخ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے قحط الرجال کے اس دور میں بے شمار اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا۔

متبحر وجید علمائے حق سے ہمارے خاندانی رابطے کافی پرانے ہیں۔ ہمارے پردادا غلام حیدر رحمہ اللہ کے سید احسان اللہ راشدی رحمہ اللہ سے جو کہ شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کے والد تھے، گہرے مراسم تھے۔ اسی لئے شیخ العرب والعجم رحمہ اللہ ہمارے قبیلے کو اپنا رشتہ دار کہا کرتے تھے۔ الحمد للہ! علمائے حق سے وہ روابط اب بھی جاری ہیں، ہمارے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے بھی خاندانی تعلقات تھے۔ آپ رحمہ اللہ ہمارے خاندان کے کئی افراد کو نام سے جانتے اور محبت کرتے تھے۔

شیخ رحمہ اللہ سے میرے والد گرامی (مولانا لیاقت علی بلوچ ساکن میر پور خاص) کا تعلق کافی پرانا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب موبائل فون کا ہم نے نام تک نہ سنا تھا۔ ہمارے علاقے میں عام ٹیلیفون بھی میسر نہ تھا۔ خط کتابت کے ذریعے سے والد محترم حفظہ اللہ شیخ صاحب رحمہ اللہ سے مسلسل رابطے میں رہتے، دینی معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ نے جب الحدیث کا اجراء فرمایا تو پہلا شمارہ والد صاحب کے ایڈریس پر مفت ارسال فرما دیا۔ موبائل فون عام ہونے پر یہ رابطہ کافی گہرا و مضبوط ہو چکا تھا۔

ہمارے شیخ تحریک احقاق حق وابطال باطل کے سرخیل تھے۔ اہل باطل کے خلاف جو کام آپ رحمہ اللہ نے کیا وہ تاریخ کا اہم ترین باب ہے۔ مسلکی غیرت وحمیت جو کہ شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین رحمہ اللہ کا خاصا تھی، ہمارے شیخ رحمہ اللہ بھی ان کے حقیقی جانشین ثابت ہوئے۔

ہمارے علاقے میں اہل باطل وبدعت کی طرف سے جب بھی کوئی شر انگیزی کی جاتی تو والد صاحب کئی علماء کے ساتھ رابطے کے علاوہ شیخ رحمہ اللہ سے ضرور رابطہ کرتے۔ آپ ہم سے ہر قسم کا تعاون کرتے۔ کئی مرتبہ آپ نے ان کی تحریرات کے جوابات بھی روانہ فرمائے۔ مثلاً دیکھئے مقالات (۱/۱۸۹)

قارئین کرام! کہاں شیخ رحمہ اللہ کا علاقہ اور کہاں سندھ میں انڈیا کے بارڈر سے متصل ہماری تحصیل کھپرو۔ شیخ رحمہ اللہ نے ہر موقع پر کمال شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔ علاقے میں اہل

٭ صدر مدرس جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدر آباد

باطل کی طرف سے مناظرے کا چیلنج دیا جاتا تو شیخ رحمہ اللہ کے مشورے سے ہم قبول کرلیا کرتے تھے۔اہل باطل پر آپ کی ایسی ہیبت طاری ہو جاتی کہ کبھی مقابلے کی سکت نہ کرسکے۔ کافی عرصہ قبل ہمارے علاقے میں قادیانیوں نے اپنا اثر ورسوخ بڑھانا چاہا۔ان کے خلاف جب مقامی جماعت نے کام کیا تو انھوں نے بے تکا سا مناظرے کا چیلنج دے دیا۔شیخ رحمہ اللہ سے مشورہ کیا گیا تو آپ نے خوب رہنمائی فرمائی اور ہر طرح کے لئے تعاون کے آمادہ ہوگئے۔آپ نے فرمایا: میں نے قادیانیوں کے خلاف جو لکھا ہے ان شاء اللہ وہی کافی ہے۔آپ اسے یاد کرلیں اور خود ہی ان سے مناظرہ کرلیں۔ وہ کبھی بات نہیں کریں گے، پھر میرے والد صاحب حفظہ اللہ کو اپنا خاص موبائل نمبر عنایت فرماتے ہوئے کہا: دن رات کے کسی وقت آپ مجھ سے اس نمبر پر رابطہ کرلینا۔والد صاحب حفظہ اللہ نے ایک مرتبہ کسی کاروباری کمپنی کے بارے میں سوال کیا تو اس کی تفصیلات معلوم کرنے لگے۔والد صاحب نے پوچھا: شیخ صاحب یہ تو بڑی کمپنی ہے، کیا آپ کو اس کا علم نہیں؟ آپ نے فرمایا: لیاقت بھائی! میرے گھر میں ٹی وی ہے نہ ریڈیو اور نہ میں کبھی باقاعدگی سے کوئی اخبار پڑھتا ہوں، جبکہ دورِ حاضر میں کئی علماء ایسی چیزوں میں بہت زیادہ دلچسپی لے کر اپنا وقت برباد کرتے رہتے ہیں بلکہ بہت سارے تو ایسی چیزوں کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں: اگر یہ چیزیں بہت زیادہ ضروری ہوتیں تو ہمارے شیخ رحمہ اللہ شاید کبھی اس عظیم مقام کو نہ پہنچ سکتے۔ ہمارے شیخ رحمہ اللہ انتہائی غیور کٹر اہل حدیث عالم دین تھے۔اہل باطل کے ساتھ ساز باز نرمی، لیت ولعل کے بالکل بھی قائل نہ تھے۔ باطل کی سرکوبی کے لیے آپ ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔اہل شرک و بدعت کے سخت مخالف، اہل تقلید کے لئے سیف برہنہ کی مانند تھے۔ بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے سخت مخالف تھے،اس کے برعکس کچھ علماء اس کے قائل بھی ہیں۔ آپ نے اپنے شیخ الامام بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کی طرح اس مسئلے میں ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی، جس میں قائلین کا سختی سے رد کیا گیا ہے اور اس موضوع کا حق ادا کردیا ہے۔

لیکن اس کے برعکس اہل حق علماء، طلباء، عوام الناس کے ساتھ آپ کا رویہ انتہائی محبت بھرا اور پرخلوص ہوتا تھا، ان کے سوالات سے کبھی اکتاہٹ کا شکار نہ ہوتے، بلکہ پورے غور کے ساتھ سنتے اور جواب عنایت فرماتے۔اتنے بڑے علمی مقام پر فائز ہونے کے باوجود کبھی علم پر اتراتے نہ تھے بلکہ طبیعت ومزاج میں انتہا کی سادگی پائی جاتی تھی۔ جامع رحمانیہ مسجد اہل حدیث گوشالہ حیدرآباد میں سوال وجواب کی نشست تھی، بڑی سادگی کے ساتھ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: بھائی ضروری نہیں کہ میں آپ کے ہر ہر سوال کا جواب دے سکوں ! ممکن ہے مجھے معلوم نہ ہو اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دیکھیں مجھ سے ذاتی نوعیت کے یا جماعتوں کے اختلافی سوالات نہ کیے جائیں۔ میں تمام اہل حق کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور ان سے محبت کرتا ہوں۔آپ نے اپنی عظیم الشان کتاب نور العینین کا اختتام ان الفاظ پر کیا ہے: ''اس کتاب میں جن علماء حق اور ائمہ مسلمین کا ذکر آیا ہے، ان پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں کروڑوں رحمتیں ہوں، آمین۔''

رفع الیدین کے عنوان پر ہمارے شیخ کی مذکورہ کتاب ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔

جزاہ اللّٰہ خیرًا کثیرًا

قارئین کرام! راقم نے ایک سال کے لئے مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث گھمن آباد سے تدریس ترک کر دی تھی، اسی دوران میں ہمارے شیخ رحمہ اللہ حیدر آباد تشریف لائے تو میں آپ سے ملاقات کے لئے گیا، وکیل بھائی صورت حال پہلے ہی شیخ کے علم میں لا چکے تھے۔ شیخ رحمہ اللہ نے مجھے اپنے ساتھ ہی بٹھالیا اور مدرسہ دوبارہ جانے کے لئے کافی دیر اپنے حقیقی والد سے بڑھ کر نصیحتیں فرماتے رہے۔ میں نے اسی محفل میں واپسی کا عزم کرلیا۔ جب میں شیخ رحمہ اللہ کے پاس سے اٹھنے لگا تو مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: حزب اللہ بھائی! میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو دوبارہ مدرسہ لے جائے۔

حق کی طرف رجوع اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے علمائے اسلاف کی طرح آپ رحمہ اللہ کو اس عظیم خوبی سے متصف فرمایا کہ کسی حدیث کی صحت و ضعف، راوی کی تضعیف وتوثیق یا کسی بھی مسئلے میں جب حق بات سامنے آجاتی تو فوراً ہی اپنے پرانے موقف سے رجوع فرما لیتے، جس کا اعلان الحدیث رسالے میں بھی شائع فرما دیتے۔ مَیں ایک ملاقات میں کسی سوال کی غرض سے آپ کی عظیم تالیف انوار الصحیفہ طبع اول لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: حزب اللہ بھائی! یہ تو طبع اول ہے۔ اب نئی طبع آ گئی ہے اور اس میں میرے بہت سارے رجوعات ہیں۔ میں نے کہا: شیخ میں نے اس کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ الحدیث میں جو آپ نے تعدیلات شائع کی ہیں، میں نے اس کی فوٹو کاپی اس پر لگا دی ہے اور ہر جگہ سرخ قلم سے لکھ بھی دیا ہے۔ آپ بڑے خوش ہوئے اور میرے ہاتھ سے کتاب لے کر چیک کرنے لگے۔ فرمایا: یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا ہے، کتاب بھی دوبارہ خریدنی نہیں پڑے گی اور کام بھی چلتا رہے گا۔ میں نے جگہ جگہ اس طرح نوٹ لگا رکھے تھے۔ مثلاً:

"**رجع الشيخ عن تضعيف هٰذا الحديث وغيره.**"

آپ رحمہ اللہ کتاب دیکھتے رہے، پھر اچانک فرمایا: حزب اللہ بھائی! چند دن قبل ہی ایک حدیث کی تضعیف سے میں نے رجوع کرلیا ہے۔ الحمدللہ

وہ صحیح ثابت ہو چکی ہے، لیکن اس کی مراجعت طبع جدید میں بھی نہیں ہوسکی۔ بس ایک منٹ میں ہی شیخ نے وہ روایت تلاش کر کے میرے سرخ قلم سے سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (۱۶۲) "**لا تسبوا اصحاب محمد ﷺ...**" جہاں پہلے لکھا تھا: **إسناده ضعيف، سفيان الثوري عنعن** وہاں شیخ رحمہ اللہ نے لکھا: "**رجعت عن تضعيفه صرح بالسماع عند مسدد انظر المطالب العالية فالسند صحيح .**"

بعدازاں اپنے دستخط بھی فرما دیے۔

يلوح الخط في القرطاس دهرًا ___ و كاتبه رميم في التراب

کتنا پیارا اور صاف شفاف منہج اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ منبرِ رسول ﷺ پر عام "لکھے پڑھے" خطیب جن کی تقاریر ہی ضعیف وموضوع روایات اور من گھڑت قصے کہانیاں ہوتی ہیں، وہ کہاں ایسے عظیم منہج کو قبول کر سکتے ہیں؟

ایسے لوگوں پر کوئی افسوس نہیں، مگر ان علمائے حق پر ضرور ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے عظیم مسلک سے نوازا ہے، پھر

وہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے اس قول کو منبر و محراب پر ببانگ دہل بیان بھی کرتے رہتے ہیں:

" الإسناد من الدين ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء" (مقدمة المسلم)

اسناد دین کا حصہ ہیں، اگر یہ نہ ہوتیں تو جس کے جی میں جو آتا وہ کہہ دیتا۔

لیکن جب باری آتی ہے اس پر عمل کرنے کی تو وہ اس سے دور بھاگتے نظر آتے ہیں، بلکہ عمل کرنے والوں کو ہی کوسنا شروع کر دیتے ہیں۔ فيا للعجب.

حق کے واضح ہونے کے بعد اس کی طرف رجوع علماء اسلاف کا وطیرہ رہا ہے۔ دور نہ جائیں، ابھی کچھ عرصہ قبل ہم بڑے اہتمام سے افطاری کی دعا: ((اللهم لك صمت و علٰى رزقك افطرت)) پڑھتے لکھتے اور اس کی ترغیب بھی دیتے تھے اور تصحیح کے لئے امام وقت شیخ البانی رحمہ اللہ کے حوالے بڑے دھڑلے سے پیش کرتے اور لکھتے بھی تھے، لیکن تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تصحیح سے رجوع فرما لیا تھا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی بے شمار مسائل میں رجوع فرمایا ہے، مثلاً مسجد میں داخل ہونے والی لمبی چوڑی دعا کی تصحیح سے رجوع وغیرہ۔ ان کے رجوعات پر مبنی کتاب بھی منظر عام پر آ گئی ہے۔

جب کسی بات سے رجوع کرنا شیخ البانی رحمہ اللہ اور دیگر علمائے اسلاف کے لئے باعث عیب نہیں تو پھر یہی رجوع شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے لئے باعث عار و عیب کیوں؟ تلك اذا قسمة ضيزى.

درحقیقت ایک ایک روایت کے ایک ایک راوی پر حکم لگانا بہت مشکل کام ہے، ہمیں اتنا مشکل کام کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تو ہم مذکورہ مشکل ترین کام کرنے والوں کے بھی دشمن بن جاتے ہیں۔ الناس اعداء ما جهلوا.

مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حیدر آباد میں عظیم الشان علمی دورہ کے وقت میں نے شیخ صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ احادیث کی تصحیح و تضعیف تو قدرے آسان امر ہے، پھر شیخ البانی، شیخ شعیب ارناؤط اور آپ جیسے محققین وغیرہ کا حکم مل ہی جاتا ہے جس سے میرے جیسا کوئی کم علم گزارہ کر لیتا ہے، لیکن غیر معروف کتب وغیرہ میں موقوفات، آثار اور اسلاف امت کے اقوال کی سندیں ملنا، بھی مشکل ہوتا ہے، تو آپ کس طرح اتنے مشکل منہج پر قائم رہتے ہیں کہ ان کی بھی سند ہو اور پھر اس کا بھی صحیح ہونا ضروری ہو؟

میرے طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: حزب اللہ بھائی! اس کے لئے اپنے آپ کو زیادہ تھکانا پڑتا ہے، لیکن اگر آپ اپنا ایک منہج بنا لیں تو اللہ تعالیٰ بڑی آسانی فرماتا ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر تابعی رحمہ اللہ کا یہ قول کتنا عظیم ہے کہ "لَا يُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجِسْمِ" (صحیح مسلم: ۶۱۲)

اپنے اصول و منہج پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ کو بڑا اطمینان بھی تھا ایک دفعہ فرمایا: میرے دونوں شیخ یعنی شیخ محب اللہ اور شیخ بدیع الدین رحمہما اللہ اگر آج زندہ ہوتے تو وہ ضرور میری تائید کرتے، کیونکہ وہ متعصب نہیں تھے بلکہ صرف دلیل کی پیروی کرنے والے تھے۔

ہمارے شیخ رحمہ اللہ کی طبیعت میں انتہا درجے کی عاجزی و انکساری پائی جاتی تھی کبھی اپنے آپ کو بڑا تصور نہ کرتے تھے، میں نے ایک مرتبہ عرض کیا: شیخ صاحب میں نے آپ کی اجازت کے بغیر آپ کے ایک دو مضامین کا سندھی زبان

میں ترجمہ کر کے دعوت اہل حدیث کے سندھی شمارے میں شائع کیا ہے اور مزید مضامین کے لئے آپ سے اجازت لینا چاہتا ہوں تو فرمایا: بھائی! آپ کو میرے تمام مضامین ترجمہ کرنے اور شایع کرنے کی میری طرف سے اجازت ہے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اگلی بات سن کر میں اب تک حیران ہوں، چنانچہ فرمایا: بھائی! آپ ترجمہ کریں، بالکل نہ گھبرائیں دیکھیں اگر کہیں آپ کو مجھ سے اختلاف ہو یا آپ کی کوئی اور تحقیق ہو تو وہاں حاشیہ لگا کر نیچے مجھ سے اختلاف ذکر کریں اور اپنی دلیل بھی لکھ دیں لیکن متن کو تبدیل نہ کریں۔

میں سوچتا ہوں کہاں مجھ سا کوتاہ علم ایک طالب علم اور کہاں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دلائل و براہین سے لبریز عظیم الشان تحریر و کتب!

یوں الحمد للہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین کا سب سے پہلے سندھی ترجمہ کرنے کا اعزاز مجھے حاصل ہے۔

قارئین کرام! ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے چند ملاقاتیں، آپ کی زیارت، شرفِ لقاء وتلمذ اور اجازۃ الروایۃ کا حصول وغیرہ راہِ حق کے عظیم قدردان ہمارے بھائی اور قابل فخر ساتھی علم دوست شخصیت محترم وکیل ولی قاضی حفظہ اللہ کے مرہون منت ہے، اس لئے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم تحت ہم ان کے بہت زیادہ ممنون ہیں۔

((من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ)).

رسول اللہ ﷺ کی احادیث خصوصاً صحیح بخاری وصحیح مسلم کا دفاع ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد زندگی تھا جسے آپ نے اپنا ایمان قرار دیا ہے، سرفراز خاں صفدر اور حبیب اللہ ڈیروی جیسے منکرین کی طرف سے، صحیحین کے بعض رواۃ پر جرح کا جواب دے کر شیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں میں صحیحین کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے مگر چاند کی طرف تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے، ان شاء اللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی۔ (مقدمۃ نور العینین طبع جدید ص ۳۳)

آخر میں اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہوں کہ ہمارے شیخ محترم کی خدماتِ دینیہ کو قبول فرما کر ان کو جنت الفردوس عطا فرما دے۔ (آمین)

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

عبدالرحیم محمد یونس بنارسی *

پروفیسر رشید احمد اپنی کتاب ''گنج ہائے گراں مایہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''موت سے کسی کو مفر نہیں، لیکن جو لوگ ملی و دینی مقاصد کی تائید و حصول میں تادم آخر کام کرتے رہتے ہیں، وہ کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ پائیں، ان کی وفات قبل از وقت اور تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے۔''

۷/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۲ نومبر ۲۰۱۳ء (منگل) کے روز نامہ انقلاب، بنارس میں اچانک یہ جانکاہ خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا کہ برصغیر کے معروف مصنف و محقق، محدث عصر شیخ حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی کا طویل علالت کے بعد انتقال ہو گیا، اس طرح علم کا ایک اور ستارہ بجھ گیا۔ یہ خبر جمعیت و جماعت کے اوپر بجلی بن کر گری، حلیف و حریف یکساں افسردہ نظر آئے، شہر بنارس میں آپ کے معتقدین نے نماز جنازہ غائبانہ کا اہتمام کیا، اور ۱۵/نومبر بعد نماز جمعہ مسجد اہل حدیث، دارانگر میں ادا کی گئی، نماز جنازہ میں اطراف و اکناف کے لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے۔

حافظ زبیر علی زئی ۲۵/ جون ۱۹۵۷ء کو بمقام پیرداد (نزد حضرو ضلع اٹک) میں پیدا ہوئے۔

عربی، فارسی، انگریزی، اردو، ہندکو، پشتو اور یونانی زبانوں میں لکھنے پڑھنے اور گفتگو کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب ماہنامہ ''الحدیث'' (حضرو ضلع اٹک) کے بانی اور تاحیات مدیر تھے، یہ رسالہ جون ۲۰۰۴ء سے مسلسل ہر مہینے شائع ہوتا ہے، آپ کے مفید اور لائق مطالعہ مضامین مختلف مقالات اور کتابوں میں جمع کر دیے گئے ہیں، آپ مدرسہ اہل حدیث حضرو ضلع اٹک میں تدریسی فریضہ انجام دیتے تھے۔ علمی و عوامی سطح پر آپ کی خدمات یکساں اور ناقابل فراموش ہیں، اپنے علاقے میں مسلک اہل حدیث کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ ۱۹۸۳ء تک حافظ صاحب کے علاقے چھچھ ضلع اٹک میں اہل حدیث کی ایک بھی مسجد نہ تھی، کہا جاتا ہے کہ اب ان کی کوششوں سے گیارہ مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ گمراہ اور منحرف فرقوں عیسائیوں، مرزائیوں، بریلویوں، دیوبندیوں اور شیعوں کے خلاف کامیاب مناظر تھے۔ ادیان و فرق پر آپ کو بڑی دسترس تھی۔ آپ کا کتب خانہ مختلف موضوعات کی کتابوں پر مشتمل تھا، جس کا نام آپ رحمہ اللہ نے ''المکتبۃ الزبیریۃ'' رکھا تھا۔ (ماخوذ برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن اسحاق بھٹی، ص ۱۸۶۔۱۸۵ اور ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' حافظ زبیر علی زئی ص ۱۳)

حافظ صاحب کے سانحۂ ارتحال سے نہ صرف ملکی بلکہ عالمی سطح کے علمی حلقوں میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، بلاشبہ وہ جدید و قدیم علوم کے متبحر عالم، دینی مسائل پر گہری نظر اور علوم حدیث و فقہ پر مکمل عبور رکھتے تھے جس کا ثبوت ان کی مدلل اور مبرہن تحریروں سے نمایاں ہوتا ہے۔ عصر حاضر کے تقاضوں اور نت نئے مسائل کا حل وہ قرآن و سنت کی صافی

---

* قلمکار ماہنامہ ''محدث'' بنارس، ہند

تعلیمات سے واضح فرماتے۔علوم قرآنیہ، حدیث وفقہ، سیرت نبوی پر ان کا بڑا گہرا مطالعہ تھا، جس بات کو وہ درست اور حق سمجھتے اسے برملا کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے، وہ اپنے موقف پر ہمیشہ چٹان کی طرح قائم رہتے ہوئے جرأت و بے باکی سے بیان وکلام اور تحریر و تصنیف کی صلاحیتوں کو استعمال میں لاتے۔حافظ صاحب کا خاص فن حدیث وفقہ ہے۔ اس موضوع پر ان کی متعدد تصانیف ہیں، وہ حدیثوں کے حافظ اور اس کی دقیق علتوں سے پوری طرح باخبر تھے، حافظ صاحب نابغۂ روزگار تھے، ان جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوئے ہیں، اقبال نے اسی طرح کی عظیم ترین شخصیت کے بارے میں ہی کہا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فقہی مسلک: درحقیقت وہ کسی خاص فقہی مسلک کے پابند نہ تھے، البتہ صاحب فقہ و مجتہد ہونے کے باوجود منہج سلف سے علمی وفقہی طور پر زیادہ قربت رکھتے تھے اور اس کے فروغ کے لیے کوشاں بھی تھے۔ سرمایۂ اہلحدیث حافظ زبیر علی زئی میں ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ اگر ان پر اپنے موقف کی غلطی واضح ہوجاتی تو اس سے رجوع فرمالیتے تھے۔اس کی شہادت خود حافظ صاحب رحمہ اللہ بایں الفاظ دیتے ہیں:

''مجھ سے تحقیق حدیث اور تحقیق اسماء الرجال میں جو بھی غلطی ہوئی ہے میں اس سے رجوع کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں نازل کرے جو مجھے میری غلطیوں پر تنبیہ احسن کرے۔'' (نصر الباری فی تحقیق وترجمۃ جزء القرأۃ للبخاری ص ۴۱-۴۰)

اس سے آپ کی علمی شخصیت و دیانتداری اور وسعت قلبی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

علمی مقام و مرتبہ: محدث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے علم وفضل کے متعلق بے شمار اقوال کتابوں میں مذکور ہیں، ان کے تلامذہ، معاصرین اور سوانح نگار سب ان کے علمی کمالات کے مداح و معترف ہیں۔آپ کے متعلق دنیائے اسلام کے عظیم اسکالر حافظ صلاح الدین یوسف، ابوالحسن مبشر احمد ربانی اور عبدالمالک مجاہد جیسے معاصر اصحاب کی متفقہ رائے اور شہادتیں منقول ہیں۔ ذیل میں بعض ایک اقتباسات درج ہیں:

۱۔ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:''(تفسیر ابن کثیر'' پر ہماری جماعت کے نامور محقق، اسماء الرجال کے ماہر اور جدید وقدیم کے فاضل مولانا زبیر علی زئی نے تحقیق اور نظر ثانی فرمائی ہے۔مولانا زبیر علی زئی کی نظر ثانی کے بعد امید ہے کہ پورے اعتماد کے ساتھ اس تفسیر سے استفادہ کیا جاسکے گا۔'' (تقریظ: تفسیر ابن کثیر ۱/۱۱)

۲۔ اسی طرح فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ آپ کی علمی جلالت کا یوں اعتراف کرتے ہیں:''(تفسیر ابن کثیر) ماہر اسمائے رجال اور دراستہ الاسانید۔ ذہبیٔ وقت، حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی کی تحقیق و نظر ثانی سے مزین ہے۔''
(تقریظ: تفسیر ابن کثیر (اردو) ۱/۹)

۳۔ مدیر مکتبہ ''دارالسلام'' رقمطراز ہیں:''شیخ زبیر علی زئی عظیم محقق، خدمت حدیث کے جذبے سے بہرہ ور، تحقیق حدیث کے ذوق سے آشنا اور فن اسماء الرجال کے ماہر ہیں، علوم حدیث پر بھی انکی نظر گہری ہے اور فقہائے محدثین کی طرح صحیح حدیث کو ضعیف سے ممیز کرنے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں اور اس کام کی اہلیت وصلاحیت بھی......''
(سنن ابن ماجہ (اردو) ۱/۳۱)

۴۔ مشہور ومؤرخ مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:
''علوم قرآن، علوم حدیث، رجال حدیث، متون حدیث، شروح حدیث، اسماء الرجال وغیرہ (جیسے اہم) موضوعات پر عمیق نگاہ رکھتے ہیں''

(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن: اسحاق بھٹی ص ۱۸۶۔۱۸۵)

حافظ زبیر علی زئی کے شاگرد حافظ ندیم ظہیر فرماتے ہیں: ''استاذ محترم کی بہت سی خوبیوں سے آگاہی ہوئی، لیکن دو وصف ایسے ہیں جو قحط الرجال کے اس دور میں خال خال ہی پائے جاتے ہیں: (۱) جب تک احقاق حق اور ابطال باطل جیسے فریضہ کو سرانجام نہ دے لیں اتنی دیر تک مضطرب رہتے ہیں۔ (۲) ان میں علمی بخل دور دور تک نظر نہیں آتا، دوران مطالعہ یا تحقیق میں چھوٹا سا بھی علمی نکتہ مل جائے تو دوسرے کو بتانا ضروری سمجھتے ہیں۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ۱/ ۷)

مزید فرماتے ہیں: ''استاذ محترم دفاع حدیث اور خدمت مسلک اہل حدیث کے جذبے سے سرشار ہیں، لہٰذا جس نے بھی حدیث یا اہل حدیث کے خلاف ہرزہ سرائی یا بے جا اعتراضات کیے، (آپ رحمہ اللہ کی طرف سے) انھیں بھی دندان شکن اور مسکت جوابات سے نوازا گیا۔ (ایضاً ۱/ ۸)

موطأ امام مالک کا مشہور ومعتبر نسخہ روایت ابن القاسم کا اردو ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور حواشی آپ کا شاہکار ہے جس کے بارے میں حافظ ندیم ظہیر فرماتے ہیں: ''یوں تو استاذ محترم حفظہ اللہ (رحمہ اللہ) کی اب تک پچاس سے زائد علمی، تحقیقی، تنقیدی اور اصلاحی کتابیں منظر عام پر آ کر اپنی علمیت و نافعیت کا لوہا منوا چکی ہیں، لیکن زیر نظر کتاب ''الاتحاف الباسم'' کئی لحاظ سے منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ (الاتحاف الباس فی تحقیق موطأ: روایۃ ابن القاسم ص ۳۴)

علمائے عصر کی محولہ بالا تحریر میں حافظ صاحب کے فضل وکمال، رسوخ فی العمل، شان تفقہ اور دین وشریعت کی صحیح ترجمانی کا ایسے بلند اور دقیع الفاظ میں ذکر کیا ہے جو ان کی علمی ودینی خدمات کے اعتراف اور علماء وفضلاء کے حلقہ میں ان کے مقام ومرتبہ کی تعیین کے لیے گویا حرف آخر ہیں۔

تصنیفی وتحقیقی خدمات: حافظ صاحب کا تحریری ذوق ماہنامہ ''الحدیث'' سے ہی آشکارا ہے جو خود ان کا جاری کردہ رسالہ ہے، علاوہ ازیں الاعتصام، اہل حدیث، الاسلام، محدث اور شہادت وغیرہ اردو اخبارات ورسائل میں بھی ان کے مضامین شائع ہوئے ہیں، لیکن ایسا نہیں کہ آپ کا قلم بس یہیں تک محدود تھا بلکہ آپ پر اللہ کا یہ خاص فضل تھا کہ آپ بیک وقت اردو وعربی کے مصنف تھے، اسی طرح بہت سی عربی کتابوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا، بعض کتابیں عربی زبان میں لکھیں، جن میں احادیث مبارکہ کی چند ضخیم کتابوں کی تخریج وتحقیق بھی شامل ہے، الحمدللہ خدمت حدیث کے اپنے مشن میں آپ پوری طرح کامیاب تھے، جس کا ثبوت آپ کی وہ تصانیف ہیں جو شائع ہو کر دادِ تحسین پا چکی ہیں۔ وللہ الحمد

وفات: علم وفن کا یہ بے مثال شہسوار اور روشن آفتاب ۵/ محرم الحرام، ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار اپنے آبائی وطن میں غروب ہوگیا۔ إنا للہ و إنا إلیه راجعون.

اللہ تعالیٰ ان کی بھرپور دینی وملی خدمات کو قبول ومنظور فرما کر ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے خاندان وحلقہ احباب واصحاب کو صبر وحوصلہ کی توفیق دے۔ آمین

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور ان کی فکر......ایک تبصرہ

مقالہ: اشتیاق الجوہری جہلمی

وہ...... کہ جو عرب و عجم کے طبقۂ خواص: علمائے محققین کی نگاہوں میں بلند تر تھے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چھان بین اور تحقیق و ریسرچ کے ہمہ تر علمی ذرائع و سائل اور لوازمات و متعلقات سے انتہا درجے کی واقفیت رکھتے تھے۔

حدیث کی صحت و سقم کی پرکھ کے فن ''اسماء الرجال'' کی باریک بینیوں سے شناسا تھے، بلکہ اس میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے ایسے کہ فی زمانہ کوئی ثانی نہیں ملتا۔ اسانید و متون کے حقائق و دقائق اور لطائف علمیہ کا گہرائی سے ادراک رکھتے تھے۔ تھوڑے عرصے میں اپنی تحقیق اور تحقیقی مقام و منزلت جہانِ علم و فن میں منوائی اتنی سرعت سے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک محولہ شخصیت بن گئے۔ مرجع عام و خاص سمجھے جانے لگے۔ آپ کا کوئی بھی کام مستند و معتبر ہونے لگا۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم اور خادم علم میں اس قدر دسترس و مہارت اور تخصص کی نسبت آپ بے شک نشانِ اسلاف، پہچان اسلاف، تعارف اسلاف، یادگارِ اسلاف تھے اور افتخارِ اسلاف تھے۔ امام اسماء الرجال، مجددِ فکر اسلاف رأس المحققین علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیقی تحریک کے بعد بلاشبہ آپ ان محققین کے طائفہ علمیہ میں شمار ہوتے جو اس کے صحیح علمبردار ٹھہرے۔

آپ رحمہ اللہ مشینی مزاج سی شخصیت تھے۔ ڈھیروں کتب کی ورق گردانی آپ کا شبانہ روز مشغلہ تھا۔ اسماء الرجال، احادیث، تواریخ، سیر، فرق باطلہ کی امہات الکتب اور مستند مصادر کھنگال رکھے تھے۔ ایک ہی وقت میں موضوعات متنوعہ پر تقریرات و تحریرات فرماتے تو مستند کتب سے باسند صحیح، حوالہ جات کے انبار لگا دیتے۔

اسماء الرجال آپ کا نہایت پسندیدہ فن تھا۔ آپ رحمہ اللہ کو اس میں بہت زیادہ دلچسپی اور مہارت تھی۔ ایک ایک راوی کے لقب و کنیت پر زبانی حوالہ جات کی لائنیں لگا دیتے۔ عربی کی جدید و قدیم کتب پر ہونے والے کام و شروحات، تعلیقات و حواشی، زوائد و فوائد اور تقابل و تفاضل وغیرہم کے کئی کئی نسخوں اور نئے نئے ایڈیشنوں پر آپ کا تحقیقی و علمی مؤقف و تبصرہ ہر وقت آپ کے سرلب رہتا۔

متقدمین محققین کے اصولی اختلافات کی نوعیت و کیفیت اور وجوہات و توجیہات کی جانچ پڑتال گویا آپ کا جزوِ مزاج تھا۔ اپنی کتاب ''التاسیس فی مسئلۃ التدلیس'' میں سفیان ثوری رحمہ اللہ کو طبقۂ ثالثہ میں دلائل ثمینہ اور براہین قاطعہ کی بنا پر شمار کرنا نہ صرف آپ کی علمی ذوفشانی کی بین دلیل ہے بلکہ غرائب علمیہ کے بحر بیکراں پہ صاحب عدل بھی ہے۔ آپ پہلی بار اپنی تحقیق سے یہ اوجھل نکتہ عالمِ تحقیق میں لائے ہیں۔ یہ خالصتاً علمی پہلو ہونے کے سبب عام قارئین کے لیے سمجھنا مشکل ہے۔

مذاہب باطلہ بالخصوص حنفی تقلیدی سسٹم کی اونچ نیچ پر آپ کا بڑا عمیق اور بسیط مطالعہ تھا۔ یہ اسی کا منطقی نتیجہ تھا کہ آپ رحمہ اللہ کی علمی یلغار نے دارالعلوم دیوبند انڈیا سے

کراچی کے بنوری ٹاؤن تک اور کراچی کے دارالعلوم سے سرگودھا مرکز ''اہل السنۃ والجماعۃ'' تک نہ صرف تقلید پرستی کے بخیے ادھیڑے بلکہ تقلیدی ایوانوں میں کتاب وسنت پر مبنی مستحکم دلائل کی بنیاد پر وہ زلزلہ بپا کیا جس کے اثرات ہمیشہ اہل تقلید محسوس کرتے رہیں گے۔

آپ رحمہ اللہ نے دفاع حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ٹھیک اس وقت اپنی خدمات پیش کیں جب ہر طرف تقلید و جمود کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے تھے۔

آپ رحمہ اللہ باطل و گمراہ گروہوں کے سامنے کوہِ سلیمانی ثابت ہوئے۔ فتنۂ تقلید کا ہر موڑ پر تعقب کیا اور ہر میدان میں انہیں شکستِ فاش کا تاریخی تحفہ عنایت کیا! آپ رحمہ اللہ کی کتب علمی مقالات، فتاویٰ جات اور ماہنامہ ''الحدیث'' کے علمی و تحقیقی اور تاریخی شمارے ہمیشہ آل تقلید کے لیے سوہان روح ہیں۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وہ تاریخی شخصیت ہیں جنھوں نے علم تحقیق کا بے حد پرچار کیا۔ عالم و جاہل سبھی کو باخبر کر کے چھوڑا کہ ''ہر عربی عبارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہوتی'' آج تقلیدی دنیا اپنے مذہب سے گریزاں اور منہج تقلید سے مفرور اپنے خود ساختہ تقلیدی مذہب کی دلیل کتب احادیث سے دینے کے ساتھ ساتھ اس کی صحت و سقم کی ادھوری سی صراحت پر مجبور ہوگئی ہے۔

آپ رحمہ اللہ کی تحقیقی فکر و تحریک اسقدر برق رفتار بن کر ابھری کہ عقائد و مسائل میں مختلف ہونے کے باوجود شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے خلاف سر جوڑنے پر مجبور ہوگئے۔

خدمت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آپ کی خدماتِ عالیہ کو ہمیشہ تحسین کی نظر سے دیکھا جائے گا آپ رحمہ اللہ کا علمی و تحقیقی اور حدیثی کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

آپ کی ایک سو عربی و اُردو کتب خدمتِ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہکار ہیں۔ پاکستان کے ہر معیاری مدرسے کے معیاری مدرس کی اہم ضرورت ہے۔ ہر فکری مکتبے کا سب سے قیمتی سرمایا ہیں۔ باطل قوتوں کے لیے تباہی و بربادی کا سامان ہیں۔ آنے والے ہر محقق کے لیے یہاں سے آگے بڑھنے کے لیے بنیاد و کلید ہیں۔ آپ رحمہ اللہ ایک بہترین مناظر، لا جواب محقق، عظیم مصنف، باکمال مفتی، ایک مدرس، مبصر، ناقد اور مصلح و مبلغ تھے۔ ماہتاب علم الرجال اور شمس علم اسانید و روایات و آثار تھے۔

یا میں یوں کہوں...... کہ شیخ زبیر علی زئی ایک کردار کا نام ...... ایک نظریے کا نام ہے...... ایک فکر کا نام ہے...... ایک انمٹ تحریر کا نام ہے...... تابناک و درخشاں تاریخ کا نام ہے...... ایک مکتب و مدرسے کا نام ہے...... کسی دبستان تحقیق کا نام ہے...... مصدر جذبہ خدمت حدیث پیمبر...... الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی عملی تصویر کا نام...... اور منبع پرچار فکر المحدثین کا نام ہے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک انجمن تھے۔ ایک جماعت اور ایک راسخ و مضبوط فکری و نظریاتی تنظیم تھے۔

آپ جیسے بلند پایہ محقق، مدتوں بعد کسی قوم و ملت کے لیے وجہ تفاخر بنتے ہیں۔ خال خال ماؤں کا نور نظر بنتے ہیں اور کسی خوش بخت خاتون کے مقدر کا ستارہ بنتے ہیں۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ذکر خیر ہمیشہ حدیث و اصول حدیث کے علماء و طلباء میں ہوتا رہے گا۔ آنے والی کوئی بھی سچی سچی محبّ دین قوم آپ کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

ان شاءاللہ

عصر حاضر کا عظیم محدث

مولانا محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ *

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ عصرِ رواں کے معروف عالمِ دین، محقق اور مصنف تھے۔ انھیں سنتِ رسول ﷺ سے والہانہ لگاؤ اور حدیث رسول ﷺ سے حد درجہ شغف تھا۔ ان کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کا محور صحیح اسلامی تعلیم کا پرچار، احادیث رسول ﷺ کی تحقیق و دفاع اور مسلک اہل حدیث پر اغیار کے اعتراضات کے جوابات دینا تھا۔ وہ غیور قسم کے عالمِ دین تھے۔ انھوں نے مسلک اہل حدیث کے دفاع اور حدیث رسول ﷺ کی نصرت و تائید میں قابل تحسین کام کیا۔ ان کا مطالعہ وسعت پذیر تھا، رجال حدیث کے بارے میں ان کی معلومات قابلِ رشک تھیں اور وہ اس فن کی باریکیوں سے بخوبی واقف تھے۔ بلاشبہ وہ دورِ حاضر کے عظیم محقق اور محدث تھے۔ عقیدہ و عمل، اخلاق و عادات اور عبادات میں انہماک کے اعتبار سے وہ عباد الرحمٰن کی چلتی پھرتی تصویر اور نمونہ سلف تھے۔ اس نابغۂ عصر عالمِ دین سے مجھے شرف ملاقات کی سعادت 10 گیارہ سال پہلے حاصل ہوئی تھی۔ ان دنوں مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد کی طرف سے ان کی نہایت بلند پایہ تحقیقی کتاب ''نور العینین'' شائع ہوئی تھی اور اس کتاب کی تقریب رونمائی کا پروگرام ادارہ علوم الاثریہ منٹگمری بازار فیصل آباد میں مسجد مبارک اہل حدیث میں رکھا گیا تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس تقریب میں شرکت کے لیے مولانا حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقاء محترم خالد ظفر اللہ صاحب اور مولانا محمد سرور عاصم صاحب (مدیر مکتبہ اسلامیہ) کے ہمراہ پریس مارکیٹ امین پور بازار سے گزرے تو راقم کے ہاں مکتبہ پر تشریف لا کر انھوں نے اس عاجز کی عزت افزائی فرمائی۔ ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صاحب نے جب حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کو میرا تعارف کروایا تو وہ بڑی محبت و شفقت سے ملے اور مناسب الفاظ میں میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ وہ نہایت سادہ وضع کے عظیم عالم دین تھے۔ ان کے چہرے پر نیکی اور صالحیت کے نشان نمایاں تھے۔ اس ملاقات کے بعد ان سے گاہے گاہے فون پر بات ہوتی تو نہایت پیارے اسلوب میں گفتگو فرماتے۔ ان کے الفاظ ...... یہ تو اپنے رمضان بھائی ہیں...... آج بھی کانوں میں رس گھولتے ہیں۔ ایک بار انھوں نے ماہنامہ الحدیث میں لکھا کہ نواب صدیق حسن خاں اور مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہما اللہ اکابر علمائے اہل حدیث میں سے نہیں ہیں۔ ان کی اس بات کو جماعتی حلقوں میں خاصا محسوس کیا گیا۔ میں نے ان کی اس بات کو پڑھ کر ان کی خدمت میں اپنے بزرگ دوست ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر حفظہ اللہ کی مرتب کردہ ''تحریک ختم نبوت'' کی ابتدائی چھ جلدیں (اب اس کتاب کی سترہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جلد 16 اور 17 مکتبہ اسلامیہ لاہور کی طرف سے شائع ہوئی ہیں، علاوہ ازیں ڈاکٹر موصوف کی تاریخ اہل حدیث کو بھی مکتبہ اسلامیہ چار جلدوں میں شائع کر چکا ہے۔)

* معروف قلمکار و مورخ۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ صاحب کو بذریعہ ڈاک سے بجوائیں۔ بعد میں ان سے فون پر بات ہوئی تو انھوں نے شکریہ ادا کیا اور فرمانے لگے، رمضان بھائی، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ صاحب کی دینی و مسلکی خدمات واقعی بہت زیادہ ہیں اور اس بارے مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریک ختم نبوت پڑھ کر بہت زیادہ معلومات ملی ہیں۔ ساتھ ہی کہنے لگے کہ مجھے جب بھی دلیل دی جائے تو میں ماننے میں ذرا تامل نہیں کرتا۔ واقعی مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ صحیح معنوں میں مومن و مسلمان تھے۔ کوئی جب دلیل سے ان کو قائل کرنے کی کوشش کرتا تو وہ تسلیم کر لیتے۔ ان جیسے عالمِ دین خال خال ہی نظر آئیں گے ورنہ اکثریت تو حق اور سچ کو دیکھ کر بھی اپنی ضد اور انا میں پڑے رہتے ہیں اور بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے، جبکہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ وہ جس بات کو حق سمجھتے اس کا برملا اظہار کر دیتے اور کسی ملامت کی پروا نہ کرتے۔ انھوں نے جس اسلوب اور نہج سے خدمت حدیث رسول کا فریضہ سرانجام دیا وہ انھی کا خاصا تھا۔ پھر پاکستان میں انھوں نے ادیان باطلہ اور تقلیدی مذاہب کے خلاف جس طرح چومکھی لڑائی لڑی اور ان کے ڈھول کا پول کھولا وہ تاریخ اہل حدیث کا ایک ناقابل فراموش پہلو ہے۔ فتاویٰ علمیہ، مقالات اور دیگر ان کی علمی و تحقیقی کتب اپنے دامن میں علم و تحقیق کے نادر پہلوؤں کو لیے ہوئے ہیں۔ بلاشبہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ دور حاضر کے عظیم محدث اور محقق تھے۔ ان کی علمی، تحقیقی اور جماعتی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی دینی مساعی کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرما کر انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور مکتبہ اسلامیہ

مکتبہ اسلامیہ (فیصل آباد، لاہور) وطن عزیز کے اُن گنے چُنے اداروں میں سے ایک ہے جو معیاری، تحقیقی اور خوب صورت کتب کی اشاعت کے حوالے سے معروف و مشہور ہے۔ اس کے مالک و مدیر جناب مولانا محمد سرور عاصم حفظہ اللہ فیصل آباد کے نواحی گاؤں چک نمبر 208 سے تعلق رکھتے ہیں۔ مسلک اہل حدیث ان کی گھٹی میں شامل ہے اور وہ مسلک اہل حدیث سے والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ آپ کلیہ دار القرآن والحدیث فیصل آباد کے فیض یافتہ اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے فاضل ہیں۔ انھوں نے تحصیل علم سے فراغت کے بعد 1997ء کے وسط میں ایمپریس مارکیٹ بوانہ بازار فیصل آباد میں مکتبہ اسلامیہ قائم کیا۔ ابتدا میں مکتبہ کی طرف سے چند چھوٹے چھوٹے رسائل اور پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری رحمہ اللہ کے خطبات و رسائل کی اشاعت کی۔ اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مکتبہ کے اشاعتی کام میں بھی وسعت آتی گئی اور انھوں نے مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی ''کاروان سلف'' اور عظیم سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی ''رحمۃ للعالمین'' کو شائع کیا۔ پھر حالات نے کروٹ لی اور مکتبہ اسلامیہ بھوانہ بازار سے امین

پور بازار کوتوالی روڈ پر منتقل ہو گیا۔ یہ جگہ مکتبہ کے لیے مناسب بھی تھی اور مولانا محمد سرور عاصم صاحب کے دل اور ظرف کی طرح وسیع بھی۔ یہ 2001ء کی بات ہے۔ کوتوالی روڈ پر مکتبہ آنے کے بعد کتب کی اشاعت کا کام کھل کر کیا جانے لگا۔ ایک اندازے کے مطابق اب تک مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے چار سو کے لگ بھگ کتب کی اشاعت ہو چکی ہے۔ ان کتب میں بڑی بڑی امہات الکتب بھی شامل ہیں۔ بالخصوص کتب ستہ کے اردو تراجم مع تخریج، تفسیر ابن کثیر مترجم، موطأ امام مالک کے علاوہ عقائد و معاملات، فن احادیث، رجال و شخصیات اور فضائل و اعمال پر بیسیوں کتب، غرض مکتبہ اسلامیہ نے وقت کے تقاضوں اور حالات حاضرہ کو سامنے رکھ کر اسلامی کتب کی نشر واشاعت کی ہے اور اعلیٰ طباعتی معیار کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ مکتبہ اسلامیہ نے عصر حاضر کے نامور مصنفین قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا صفی الرحمان مبارک پوری، مولانا حافظ عبداللہ بہاول پوری، مولانا محمد اسحاق بھٹی، ڈاکٹر بہاء الدین، حافظ عبدالستار حماد اور علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتب کو خاص اہتمام سے شائع کیا۔

مولانا محمد سرور عاصم صاحب شروع دن سے ہی علم اور علماء کے قدر دان ہیں۔ ان کے دوستانہ مراسم بڑے بڑے نامور علماء اور محققین سے ہیں۔ ان کا اپنا علمی ذوق بھی بہت عمدہ ہے پھر محقق علماء سے برابر رابطے میں رہتے ہیں۔ عصر حاضر کے عظیم محدث اور محقق علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے ان کے دوستانہ مراسم اور تعلقات مثالی تھے اور یہ تعلق انھوں نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے ان کی وفات تک نبھایا اور نبھا رہے ہیں۔ علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے مولانا سرور عاصم کی پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب یہ اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں زیر تعلیم تھے اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اسی یونیورسٹی میں تشریف لائے تھے۔ مولانا سرور عاصم صاحب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے نام اور کام سے آگاہ تھے۔ اس پہلی ملاقات نے ان دونوں حضرات کو باہم دوستی کے ایسے بندھن میں گرفتار کیا کہ مکتبہ اسلامیہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لازم وملزوم سمجھے جانے لگے۔ جس طرح مولانا محمد سرور عاصم صاحب نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو عزت و محبت کا مقام دیا اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ان سے دوستی کا پورا پورا حق ادا کیا اور اپنی تمام تصانیف کو مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے شائع کرنے کی اجازت دی اور ان کتب کی اشاعت کو مستند قرار دیا جو مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے شائع کردہ ہیں۔ مکتبہ اسلامیہ نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی پہلی کتاب جو شائع کی وہ ''نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین'' تھی۔ نور العینین کی اشاعت کے بعد مکتبہ اسلامیہ نے محدث العصر کی تمام کتب بڑی محبت وعقیدت سے شائع کی ہیں، یہی وجہ ہے کہ کئی مقامات پر شیخ رحمہ اللہ مکتبہ اسلامیہ کے ساتھ اطمینان قلبی کا اظہار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جیسا کہ اپنے ماہنامہ ''الحدیث میں لکھتے ہیں: ''راقم الحروف نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ ''میری صرف وہی کتاب معتبر ہے، جسے مکتبہ الحدیث حضرو یا مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد/ لاہور سے شائع کیا گیا ہے یا اس کتاب کے آخر میں میرے دستخط ہیں۔''

مثلاً دیکھئے مقدمہ القول المتین فی الجہر بالتامین (ص12، دوسرا نسخہ ص19، نوشتہ 22 / دسمبر 2003ء)

ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ 27 ص 60 نوشتہ 15 جون

2006ء شمارہ 68، ص10 نوشتہ 8/ نومبر 2009ء)

بطورِ وضاحت اور بطورِ تصریح عرض ہے کہ مصنف کے پاس یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی کتاب کے ہر ایڈیشن کی نظرِ ثانی کرے اور اگر مناسب سمجھے تو بعض مقامات کی اصلاح بھی کرے۔ اسے ''حق التعدیل'' کہا جاتا ہے اور میری تمام کتابوں و جملہ تحریرات میں حق التعدیل والاختیار صرف مجھے ہی حاصل ہے، لہٰذا میری اجازت، نظرِ ثانی اور اصلاح کے بغیر کتاب یا تحریر شائع کرنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ تمام تحریروں اور کتابوں میں صرف وہی معتبر ہے جس کا آخری ترین ایڈیشن مکتبہ الحدیث حضرو اور محترم سرور عاصم حفظہ اللہ کے مکتبہ اسلامیہ (فیصل آباد/ لاہور) سے شائع کیا گیا ہے یا اس پر میرے دستخط موجود ہیں۔'' (الحدیث:88 ص11)

بلاشبہ مکتبہ اسلامیہ قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت میں نہایت سرگرمی سے پیش پیش ہے اور اس نے مستند لٹریچر کو شائع کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ اب تک کی کارگزاری سے ثابت ہوتا ہے کہ مکتبہ اسلامیہ نے دین اسلام کی اشاعت کو احسن انداز سے پیش کیا ہے اور ہمیں مستقبل میں بھی اس سے بہت سی خوش کن امیدیں وابستہ ہیں۔ اللّٰھم زد فزد

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ابو نعمان محمد زبیر صادق آبادی حفظہ اللہ

میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مشہور اہل حدیث عالم کے بارے میں کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری گواہی ان کے حق میں قبول فرمائے، کیونکہ کسی کے فوت ہو جانے کے بعد اس کی اچھی عادات اور خصلتوں کا باہم تذکرہ کرنا، اس کے لئے باعث رحمت و نجات ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس مسلمان کی اچھائی پر چار شخص گواہی دے دیں اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔'' ہم نے کہا: اور اگر تین گواہی دیں؟ آپ نے فرمایا: ''تین پر بھی'' پھر ہم نے عرض کیا: اور اگر دو گواہی دے دیں؟ آپ نے فرمایا: ''دو پر بھی۔'' بعد ازاں ہم نے یہ نہیں پوچھا کہ اگر ایک گواہی دے تو؟ (صحيح بخاري:1368)

اسی مضمون کی دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ)) ''تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔'' (صحيح بخاري:1367)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہمارے علم کے مطابق بہت ہی نیک اور مخلص عالم دین تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف یہی تھا کہ سب لوگ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور عبادت کرنے کا طریقہ وہی ہو جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، اور قرآن و حدیث کا وہی مفہوم لیا جائے جو سلف صالحین نے لیا ہے۔ جس شخص نے اسلامی کتابوں کا مطالعہ کیا ہو وہ عام طور پر یہ جان لیتا ہے کہ لوگوں نے بہت سی ایسی باتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی ہیں جو آپ نے ارشاد نہیں فرمائیں، یعنی ضعیف و موضوع روایات۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ اسی کام میں صرف کر دیا کہ ان ضعیف

وموضوع روایات سے لوگوں کو باخبر کر دیا جائے تا کہ وہ کسی ایسی بات کو نبی ﷺ کی بات نہ سمجھ لیں جو آپ نے ارشاد نہیں فرمائی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے حدیث کی کئی کتابوں کی تحقیق کی اور ہر روایت کے بارے میں واضح کیا کہ یہ نبی ﷺ کی حدیث ہے یا نہیں، جس کی وجہ سے بعض بدعتی لوگوں نے بلا دلیل انھیں تنقید کا نشانہ بنایا۔ امام احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا: "ليس في الدنيا مبتدع إلا وهو يبغض أهل الحديث " دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہیں رکھتا۔

(معرفة علوم الحديث ص39)

الیاس گھمن دیوبندی نے پاک پتن کے ایک شخص مقصود احمد دیوبندی سے شیخ رحمہ اللہ کے بارے لکھوایا: ''اناڑی محقق منے زبیر کی تحقیقی جہالت اور علمی خیانت''

(قافلہ گھمن ج7 ش4 ص16)

اور پہلا الزام یہ لگایا کہ شیخ رحمہ اللہ نے ایک راوی جعفر بن میمون کو ''ضعفه الجمهور'' کہہ دیا ہے اور یہ راوی ثقہ ہے، حالانکہ احناف کے بڑے بڑے اماموں نے اسی راوی کی روایت کو رد کرنے کیلئے اس کو ضعیف ثابت کیا ہے۔

ابنِ ترکمانی حنفی نے لکھا ہے: "قلت: جعفر بن ميمون: قال ابن معين ليس بذاك وقال ابن حنبل ليس بقوي في الحديث وقال النسائي ليس بثقة "

میں کہتا ہوں: جعفر بن میمون کے بارے میں ابن معین نے کہا: وہ کچھ نہیں، اور ابن حنبل نے کہا: وہ قوی نہیں اور نسائی نے کہا: وہ ثقہ نہیں۔ (الجوهر النقي ج2 ص375)

اسی طرح جعفر بن میمون کے بارے میں بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے: "أن جعفرا المذكور في سنده هو جعفر بن ميمون فيه كلام حتى صرح النسائي أنه ليس بثقة " سند میں جو جعفر کا ذکر ہے وہ جعفر بن میمون ہے جس میں کلام کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ نسائی نے صراحت کی ہے کہ وہ ثقہ نہیں۔

(عمدة القاري للعيني الحنفي ج 2 ص 14)

یہاں تو بات جمہور کی تھی، لیکن انور شاہ کشمیری دیوبندی نے ایک راوی عبد الرحمٰن بن اسحاق واسطی کے بارے میں کہا: "ابن إسحاق أبو شيبة الواسطي ، وهو متفق على ضعفه " ابن اسحاق ابوشیبہ واسطی کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے (العرف الشذي ص76)

اپنے بزرگ کے اتفاقی ضعیف قرار دیے ہوئے راوی ''عبد الرحمٰن بن اسحاق واسطی'' کے بارے میں الیاس گھمن دیوبندی نے ایک شخص کو ''مفتی'' قرار دے کر اس سے اس کے بارے میں لکھوایا ہے کہ ''یہ راوی حسن الحدیث درجے کا ہے۔'' (قافلہ گھمن ج6 ش4 ص51)

اب ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنے بزرگ انور شاہ کشمیری دیوبندی کے بارے میں بھی: ''اناڑی محقق کی تحقیقی جہالت اور علمی خیانت'' کی ایک سرخی جما دیں۔

اسی طرح سینے پر ہاتھ باندھنے والی ایک حدیث کے راوی ''مؤمل بن اسماعیل'' کو گھمن دیوبندی نے اپنے رسالوں میں دیوبندی لکھاریوں سے ضعیف ثابت کروایا ہے۔ (دیکھئے قافلہ گھمن ج6 ش4 ص55، فقیہ ج2 ش11 ص72)

لیکن اسی الیاس گھمن دیوبندی نے مہر محمد دیوبندی سے ایک کتاب ''ایمانی دستاویز'' شیعہ کے خلاف لکھوائی تو اس میں لکھا ہوا ہے کہ ''مؤمل بن اسماعیل نزیل مکہ صدوق

ہیں۔ بڑی یادداشت ہے۔'' (ایمانی دستاویز ص 222)

سرفراز خاں صفدر دیو بندی نے محمد بن حمید الرازی کو کذاب تسلیم کیا ہے۔ (تسکین الصدور ص 358)

امین اوکاڑوی دیو بندی نے محمد بن حمید الرازی کو کذاب ثابت کیا ہے۔ (تجلیات صفدر ج 3 ص 324)

لیکن الیاس گھمن دیو بندی نے محمد بن حمید الرازی کو ثقہ قرار دیا۔ (قافلہ گھمن ج 5 ش 1 ص 55)

اب سوال یہ ہے کہ گھمنی اصول کی رو سے اناڑی کون کون ہیں؟؟

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں زبان درازی کرنے والے شخص مقصود احمد دیو بندی نے ایک اہل حدیث عالم مولانا محمد اکرام وٹو حفظہ اللہ سے نمازِ جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے مسئلے پر مناظرہ کیا اور جب دلائل سے عاجز آ گیا تو کہنے لگا: ''حضرت عبداللہ بن عباس ان کے ایک بہت بڑے شاگرد حضرت ابو جمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمدۃ القاری جو شرح صحیح بخاری ہے اس کے اندر حدیث موجود ہے حضرت ابو جمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو جنازہ پڑھایا ہے سکھایا ہے تعلیم دی ہے حضرت عبداللہ بن عباس نے تعلیم دی ہے عمدۃ القاری کے اندر حوالہ موجود ہے نہ حوالہ ہو کروڑ روپیہ لے لینا، کروڑ روپیہ لے لینا میرا ایک ایک چیلنج کروڑ، کروڑ کا ہے ان شاء اللہ، اللہ کے فضل سے۔ انہوں نے تعلیم نمازِ جنازہ دی انہوں نے سارا طریقہ وہ جو علمائے دیو بند کرتے ہیں وہ بتایا اس میں فاتحہ کا نہ ذکر ہے نہ انہوں نے کیا۔ (وڈیو مناظرہ)

اس مناظرے کی سی۔ڈی حاصل کرنے کیلئے ان نمبروں پر رابطہ کریں:

0321-6901962، 0300-7830059

مولانا محمد اکرام وٹو حفظہ اللہ نے حوالے کا مطالبہ کیا تو مقصود احمد دیو بندی پورے مناظرے میں حوالہ پیش نہ کر سکا، پھر ہم نے فون پر بار بار حوالے کا مطالبہ کیا پہلے تو مصروفیت کے بہانے بناتا رہا، پھر تنگ آ کر اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا، لیکن مقصود احمد دیو بندی ابھی تک مولانا محمد اکرام وٹو حفظہ اللہ کا مقروض ہے۔

بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں خود علم نہیں ہوتا لیکن وہ اعتراض دوسروں پر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک دیو بندی لکھاری سرفراز خاں صفدر صاحب نے اپنی کتاب احسن الکلام کے پرانے ایڈیشن ص 280 پر سولھویں حدیث میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا واسطہ بڑھا دیا تھا اور وہ نسخہ میری لائبریری میں بھی موجود ہے۔ علمائے حق کی گرفت کے بعد انہوں نے وہ واسطہ نکال تو دیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ پہلے یہ غلطی مجھ سے ہوئی تھی۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس کی گرفت اپنی کتاب ''مسئلہ فاتحہ خلف الامام'' میں کی ہے۔ اب بعض لاعلم لوگ ان پر الزام لگا رہے ہیں کہ انہوں نے سرفراز صاحب پر الزام لگایا ہے۔ اسی طرح سرفراز صاحب نے اپنی کتاب ''راہِ سنت'' ص 35 پر لکھا تھا ''اور یہ طے شدہ بات ہے اقتداء و اتباع اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے۔''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یہ حوالہ اپنی کتاب ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' ص 14 پر دیا تھا۔ اور سرفراز صفدر صاحب نے راہِ سنت کے بعد والے ایڈیشن میں اپنی پہلی عبارت کی جگہ بتائے بغیر نئی عبارت لکھ دی تو بعض لوگوں نے الزام حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر لگانا شروع کر دیا۔ اور بعض لوگوں نے

انہیں بدنام کرنے کے لئے ایسی عبارتیں ان کی طرف منسوب کردیں جوانہوں نے کبھی بھی نہیں لکھیں۔مثال کے طور پر چنی گوٹھ والے عبدالغفار دیوبندی نے ایک عبارت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے لکھا: ''دیکھئے الحدیث: 55ص 37'' (قافلہ گھسن ج2ش4ص32)

حالانکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عبارت کے بارے میں لکھا تھا: ''یہ آخری قول صحیح نہیں۔'' (ماہنامہ الحدیث حضرو: 55ص37)

اسی طرح ایک اور شخص اعجاز احمد اشرفی دیوبندی جس کے نام کے آگے فاضل جامعہ اشرفیہ بھی لکھا ہوا ہے، اس نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے: ''جناب علی زئی صاحب یہاں لکھتے ہیں شاذ ضعیف ہوتی ہے (نور العینین ص208) مگر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اگر ثقہ راوی متفرد ہو تو یہ شاذ بھی مقبول ہوتی ہے (الحدیث ص45 ش53)'' (راحۃ العینین ص576)

حالانکہ مجلّہ الحدیث تو کیا یہ دوسری عبارت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کسی بھی کتاب سے ان شاء اللہ پیش نہیں کی جاسکتی۔ایسے لوگوں کے بارے میں ہم امام محمد بن علی الصوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی مناسب سمجھتے ہیں۔آپ نے فرمایا:

قُلْ لِمَنْ عَانَدَ الحَدِيْثَ وَأَضْحَى عَائِباً أَهلَهُ وَمَنْ يَدَّعِيهِ

أَبِعِلمٍ تَقُولُ هَذَا أَبِنْ لِي ، أَمْ بِجَهلٍ ، فَالجَهْلُ خُلُقُ السَّفِيهِ

أَيُعَابُ الَّذِيْنَ هُم حَفِظُوا الدِّيْنَ مِنَ التُّرَّهَاتِ وَالتَّمْوِيهِ

حدیث سے دشمنی اور اہل حدیث کی عیب جوئی کرنے والے سے کہہ دو: کیا تو یہ علم سے کہہ رہا ہے؟ یا جہالت سے؟ جہالت تو بیوقوف کی عادت ہے۔کیا ان لوگوں کی عیب جوئی کی جاتی ہے جنہوں نے دین کو باطل اور بے بنیاد باتوں سے بچایا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء 631/17)

البتہ اگر کوئی اہل علم دلائل کے ساتھ ان سے اختلاف کرے تو یہ اس کا حق ہے اس کا انکار کسی کو بھی نہیں، بلکہ خود حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ''اہل حدیث بھی یہی کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث سب پر مقدم ہیں۔قرآن اور حدیث کے دلائل کے ساتھ اکابر علماء سے ادب واحترام کے ساتھ اختلاف کرنا جائز ہے اور اسی میں خیر ہے۔

(ماہنامہ الحدیث حضرو ش101ص49)

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو میں نے پہلے بھی سنا ہوا تھا، لیکن ان سے رابطہ نہیں تھا۔البتہ مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کافی بات چیت ہوتی رہتی تھی، انہوں نے ہی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا پی ٹی سی ایل۔والا فون نمبر دیا اور فرمایا کہ وہ کتابوں کے حوالے لکھنے میں بہت محتاط ہیں، پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی میری باقاعدہ بات چیت شروع ہوگئی۔مولانا داؤد ارشد حفظہ اللہ نے بتایا کہ انہوں نے ایک بہت ہی تحقیقی رسالہ ''الحدیث'' یعنی اشاعۃ الحدیث شروع کیا ہے۔جب شمارہ الحدیث کا مطالعہ کیا تو مولانا داؤد ارشد حفظہ اللہ کے بیان کو بالکل صحیح پایا۔میں نے اپنی زندگی میں اتنے تحقیقی مضامین پہلے نہیں پڑھے تھے۔البتہ کتاب وسنت کی تعلیم سے روکنے والوں کی کتابوں کا مطالعہ ضرور کیا تھا اور پتہ نہیں چل رہا تھا کہ ان کی چالاکیوں سے دوسروں کو کس طرح آگاہ کروں، پھر میں نے دیکھا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ یہ کام بہت اچھے طریقے سے کر رہے ہیں، لہٰذا ان کا ساتھ ضرور دینا چاہیے تو میں نے صف بندی کے متعلق ایک مضمون شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا تو

انہوں نے بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور اسے شائع کرنے کا وعدہ بھی فرمایا، پھر کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے خاص فون نمبر بھی مجھے دیے اور اکثر اپنے خاص نمبر سے ہی مجھے کال کرتے ۔ سلام کے بعد میری خیریت دریافت کرتے اور پوچھتے آپ مصروف تو نہیں؟ اگر میں کہتا کہ میں مصروف ہوں تو ذرا بھی غصہ نہ کرتے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بیمار ہونے سے کچھ عرصہ پہلے میں نے سکائپ پر ان کو دیکھتے ہوئے بات کی تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے بیٹوں کو بھی سامنے آنے کے لئے کہا اور ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور میرے چھوٹے بیٹے نعمان کو دیکھ کر فرمایا: مجھے نعمان کی طرح چھوٹے بچے بہت پیارے لگتے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ میرے والد صاحب کا حال بھی پوچھتے اور کبھی کبھی ان سے بات بھی کر لیتے تھے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت عموماً نمازِ عشاء کے بعد جلدی سونے کی تھی اور وہ نمازِ فجر کے لئے الارم کے بغیر ہی اٹھ جایا کرتے تھے۔ وہ نمازِ عشاء کے بعد فون پر بہت کم کسی سے بات کرتے تھے، البتہ مجھے کئی بار انہوں نے کہا کہ آپ کے لئے میری جان بھی حاضر ہے اور کسی دینی مسئلے کے لئے آپ رات کو کسی بھی وقت مجھے فون کر سکتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ان سے کہا کہ آج ہمارا مناظرہ ہے ہم آپ سے کسی بھی وقت رابطہ کر سکتے ہیں تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ٹھیک ہے اور پھر رات کو دو بجے کے قریب میرے دوست مناظرِ اسلام محترم مولانا صدیق رضا نے ان سے رابطہ کیا تو وہ فوراً لائبریری گئے اور ہمیں حوالہ بتایا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے تقریباً آٹھ سال تک میرا فون پر رابطہ رہا دن میں کئی کئی بار بات ہوتی یوں محسوس ہوتا کہ انہیں دنیاوی مال و متاع سے کوئی غرض ہی نہیں بس اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ہی سرگرم ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہر اس شخص سے محبت کرتے جو کتاب و سنت کی تبلیغ میں سرگرم ہوتا۔ مثال کے طور پر ایک دفعہ ایک اہل حدیث عالم سے کسی بات پر ناراض ہو گئے تو پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فون پر مجھے کہا کہ آپ میری ان سے صلح کرا دیں۔ میں نے ان سے بات کی تو ایک دو دن میں ہی دونوں کے مابین صلح ہو گئی۔ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وسعتِ ظرفی پر حیران تھا کہ عمر میں ان سے کافی بڑے ہونے کے باوجود اس نیک کام میں سبقت لے گئے۔ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو معمولی بات پر دوسروں سے ہمیشہ کے لئے ناراض رہتے ہیں اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے متکبر نہ ہونے کی دلیل بھی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اہل علم سے مذاکرہ کرنے کو بھی بہت پسند کرتے تھے ایک دفعہ لاہور آئے ہوئے تھے کہ مجھے ان کا فون آیا کہ مولانا مبشر ربانی صاحب کا اگر کوئی خاص نمبر آپ کے پاس ہے تو مجھے بتائیں میرے پاس کچھ وقت ہے جو میں ان کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ میں نے شیخ مبشر ربانی حفظہ اللہ سے بات کی تو دونوں شیوخ نے دینی مسائل پر خوب مذاکرہ کیا۔ ایک دفعہ میں نے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ سے کچھ پوچھنا تھا تو میں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ مجھے ان سے معلوم کرا دیں، کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے اس کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بتایا کہ میری ان سے بات ہوئی ہے وہ خطبہ جمعہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ ان سے بھی بات کر لیا کریں وہ ذرا بھی غصہ نہیں کرتے۔ الحمد للہ! شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کے بعد میری ان سے بات ہوتی رہتی ہے وہ ویسے ہی ہیں، جیسے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا تھا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ تدلیس میں مولانا خبیب حفظہ اللہ سے کچھ اختلاف تھا ایک دفعہ فیصل آباد تقریر کرنے کے لئے گئے تو مجھے بتایا کہ فیصل آباد والوں نے میری بہت عزت افزائی کی

ہے خصوصاً خبیب صاحب نے ۔

شیخ رحمہ اللہ بہت زیادہ اصول پسند تھے ایک دفعہ میں نے کہا کہ شیخ صاحب میں نے جمعہ پڑھانا ہے مجھے کوئی نصیحت کیجیے تو شیخ رحمہ اللہ نے بڑی تاکید سے فرمایا کہ مقررہ وقت سے لیٹ نہ کرنا۔ایک دفعہ شیخ رحمہ اللہ سید سبطین شاہ حفظہ اللہ کے مدرسے میں پڑھانے کے لئے گئے ہوئے تھے۔اسی دوران میں قاری ذکاء اللہ حافظ آبادی صاحب نے کسی اور مدرسے کے مہتمم صاحب کے حوالے سے مجھے کہا کہ آپ حافظ زبیر علی زئی صاحب سے کہیں کہ وہ ہمارے مدرسے میں پڑھائیں اور جتنی تنخواہ وہ کہیں گے ہم اتنی ہی ان شاء اللہ ان کو دے دیں گے۔ میں نے قاری صاحب کی بات شیخ رحمہ اللہ سے کی تو انہوں نے جواب میں فرمایا: میں سبطین شاہ صاحب سے وعدہ کر چکا ہوں۔اب اگر ساری دنیا میرے ہاتھ پر لا کر رکھ دی جائے تو میں پھر بھی کسی اور ادارے میں نہیں جاؤں گا۔

جب سے میں نے اپنے موبائل پر کال کانفرنس کی فری سہولت حاصل کی تو اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ اکثر دوسرے علماء سے میرے فون سے بات کرتے، بعد میں پوچھتے کیا آپ نے ہماری گفتگو سنی تھی؟ جب میں کہتا کہ نہیں تو فرماتے ضرور سنا کریں اس میں علمی فوائد ہوتے ہیں۔شیخ رحمہ اللہ نمازِ فجر کے بعد شاید ہی کبھی سوتے ہوں بلکہ وہ نمازِ فجر کے بعد لائبریری میں آ جاتے اور اس وقت بہت خوشگوار موڈ میں ہوتے تھے لوگوں کو فون پر دینی مسائل بتاتے۔پورے ملک بلکہ بیرونِ ملک سے بھی علماء و عوام ان سے احادیث کی تحقیق کرتے۔میں بھی جب کسی کتاب کا ذکر کرتا تو فوراً پوچھتے کہ صفحہ بتائیں؟ میں سمجھتا کہ ان کے پاس کمپیوٹر میں یہ کتاب ہو گی اور کمپیوٹر بھی آن ہو گا لیکن میری یہ غلط فہمی اس وقت دور ہوگئی جب 2009ء میں مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ کے جنازے کے بعد میں شیخ رحمہ اللہ سے ملنے کے لئے حضرو گیا۔وقت کے عظیم محدث مجھے ملنے کیلئے حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کے ہمراہ ویگن سٹینڈ کی طرف پیدل ہی چلے آ رہے تھے میں نے فون پر اپنا حلیہ انہیں بتا دیا تھا، اس لئے مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے اور گلے ملے ان کی مسکراہٹیں آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں، پھر بغیر کسی تاخیر کے کھانا لے آئے شیخ رحمہ اللہ کی وہ دعوت میں کبھی بھی نہیں بھولا۔نمازِ عصر کے بعد مجھے سردی لگ رہی تھی تو شیخ رحمہ اللہ نے بغیر کہے ہی مجھے گرم چادر لا کر دی۔ میں ان کی مہمان نوازی پر حیران تھا۔اگلے دن شیخ رحمہ اللہ نمازِ فجر کے بعد لائبریری میں آئے، میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کسی کا فون آیا اور وہ بڑی تیزی سے کتابوں کی طرف گئے، میں پریشان ہو گیا کہ پتا نہیں کیا ہو گیا ہے، پھر میں سمجھ گیا کہ ان کا تو معمول ہی یہ ہے اور کمپیوٹر والی غلط فہمی بھی دور ہو گئی، کیونکہ جب بھی کسی کا فون آتا وہ بڑی تیزی سے وہاں جاتے جہاں وہ کتاب رکھی ہوتی۔جب میں واپس صادق آباد آنے لگا تو بڑے خلوص سے مجھے کہنے لگے کچھ پیسے لے جائیں سفر میں ضرورت پڑ سکتی ہے، لیکن ان کے اصرار کے بعد میں نے انہیں بتایا کہ میرے پاس کرائے سے کہیں زیادہ پیسے ہیں، تب مجھے جانے دیا، حالانکہ اس وقت میرے صرف تین مضمون ہی الحدیث میں شائع ہوئے تھے۔اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ سے بہت زیادہ محبت ہو گئی اور یہ محبت اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی وجہ سے ہی تھی، پھر شیخ رحمہ اللہ نے میرے کافی مضامین الحدیث حضرو میں شائع کئے اور تقریباً ہر شمارہ چھپنے سے پہلے

مجھے بھیجتے، اگر میں کہتا کہ فلاں بات مجھے صحیح نہیں لگتی تو فوراً نکال دیتے یا کبھی کہتے کہ حافظ ندیم ظہیر صاحب سے مشورے کے بعد دیکھیں گے۔ کتاب ''آئینہ دیوبندیت'' مکمل کمپوز کروا کے مجھے بھیجی اور فرمایا: زبیر بھائی یہ کام جلدی کر لیں ہماری زندگی کا کوئی پتا تو نہیں۔ دورانِ تحقیق میں اگر کوئی خاص بات شیخ رحمہ اللہ کے سامنے آتی تو فون پر مجھے بتادیتے یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا کہ ایک دن شیخ رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ میں نے اب سرگودھا چلے جانا ہے۔ میں نے کہا: شیخ صاحب کتابوں کے بغیر آپ کا دل تو نہیں لگے گا تو انہوں نے فرمایا: اب میرا دل پڑھانے کو کرتا ہے اور میں بغیر تنخواہ کے ہی پڑھاؤں گا، پھر 5 ستمبر کو ایک مضمون مجھے ای میل کیا اور سرگودھا چلے گئے۔ تقریباً روزانہ مجھ سے بات ہوتی اور اکثر مولانا سید سبطین شاہ حفظہ اللہ کے حسنِ سلوک کا ذکر کرتے۔ ایک دن میں نے پوچھا اندازاً کتنے دنوں تک حضرو جائیں گے تو فرمایا: ابھی تو دور دور تک کوئی پروگرام نہیں بیمار ہونے سے دو تین دن پہلے شیخ رحمہ اللہ کی کال آئی وقت شام 5 سے اوپر ہو چکا تھا اور اس دن میرے موبائل میں پیکیج 5 بجے تک کا ہی تھا اور بیلنس بھی نہیں تھا۔ میں نے سوچا صبح خود ہی ان کو کال کروں گا، کیونکہ شیخ رحمہ اللہ کی بات لمبی ہو گئی تو ان کا بیلنس ختم نہ ہو جائے۔ خیر صبح ان سے تفصیلی بات ہوئی تو میں نے کال نہ سننے کی وجہ بتائی، پھر دوبارہ میں نے شیخ رحمہ اللہ کو کال کی تو اس دوران میں انہوں نے فرمایا کہ میں نے آپ کو بیلنس بھیجنا تھا، لیکن یاد نہیں رہا تو میں نے شیخ رحمہ اللہ کو بڑی تاکید سے منع کر دیا۔ پھر 18 ستمبر کو نمازِ عصر کے بعد میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ شیخ رحمہ اللہ کی کال آئی اور میری ان سے تفصیلی بات ہوئی اور یہ وہ آخری گفتگو تھی جو شیخ رحمہ اللہ سے ہوئی، لیکن پھر 5 بجے کے بعد میں موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ ان کی دوبارہ کال آئی اور اس دن بھی میں نے 5 بجے تک کا ہی پیکیج کیا ہوا تھا، پھر یہی سوچ کر ان کا فون نہ سنا کہ ان کی بات لمبی ہو جائے گی اس لئے صبح خود انہیں کال کر لوں گا، حالانکہ وہ کئی بار مجھے فرما چکے تھے کہ آپ میری کال سن لیا کریں۔ پھر 19 ستمبر 2013ء کی صبح کو انہیں کال کرنا ہی تھی کہ بھائی محمد اسماعیل صاحب جھنگ والے کا میسج آیا ہوا تھا جس میں شیخ رحمہ اللہ کی صحت کے لئے دعا کی اپیل تھی۔ میں نے اسی وقت شیخ رحمہ اللہ کے خاص نمبر پر کال کی، لیکن کسی اور نے فون اٹھایا اور سلام کے بعد پوچھا زبیر صاحب کا کیا حال ہے؟ سلام کے بعد میں نے پوچھا آپ کون ہیں تو انہوں نے فرمایا میں جامعہ امام بخاری کا استاد ہوں۔ پھر انہوں نے بھی دعا کیلئے کہا۔ شیخ رحمہ اللہ بیہوش تھے اور آج تک میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ پتا نہیں شیخ رحمہ اللہ نے کیا فرمانا تھا: پھر کچھ دنوں بعد حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے بتایا کہ شیخ رحمہ اللہ کو جتنی دیر کیلئے ہوش آیا انہوں نے کوئی نماز نہیں چھوڑی بلکہ اشارے سے نمازیں ادا کیں۔ شیخ رحمہ اللہ اکثر مجھ سے اپنے استادِ محترم حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ کا ذکرِ خیر کرتے تھے۔ 30 اکتوبر کو میری ان سے صادق آباد میں ملاقات ہوئی۔ میں نے شیخ رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ان کے لئے دعا کریں۔ پھر 10 نومبر 2013ء بروز اتوار شیخ رحمہ اللہ یہ دنیا چھوڑ گئے آپ اس دنیا سے جاتے ہوئے بھی اس حدیث کا مصداق معلوم ہوتے تھے:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ))

اور تحصیل حضرو میں ان کی نمازِ جنازہ مولانا حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ نے پڑھائی اور کثیر تعداد میں علماء وعوام

نے ان کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ میں اور میرے گھر والے اور تمام دوست ان کی وفات پر غمگین تھے۔ میں ان تمام علماء اور دوستوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے شیخ رحمہ اللہ کی بیماری کے دوران اور وفات کے بعد میری دلجوئی فرمائی اور شیخ رحمہ اللہ کے لئے دعائیں کیں خصوصاً مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا حافظ ثناء اللہ زاہدی، مولانا عبدالرحمٰن شاہین، مولانا داؤد ارشد، مولانا حافظ عمر صدیق۔ مولانا یحییٰ عارفی، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا صفدر عثمانی۔ مولانا الطاف الرحمٰن جوہر، مولانا عامر کلیم، مولانا قاری ذکاء اللہ، مولانا ضیا الرحمٰن، مولانا صدیق رضا، مولانا محمد سلیم، مولانا حافظ ندیم ظہیر، مولانا محمد وقاص زبیر، حافظ شیر محمد، عبدالوکیل قاضی، فہیم نثار سلفی حفظھم اللہ

شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد میں شیخ داؤد ارشد حفظہ اللہ سے فون پر بات کر رہا تھا کہ میرے آٹھ سالہ بیٹے رافع بن زبیر نے بڑی معصومیت سے پوچھا: اب آپ نے کن کو اپنا شیخ بنایا ہے؟ آپ کے شیخ تو فوت ہو چکے ہیں......

اے اللہ! ہمارے شیخ کی تمام خطائیں معاف فرما کے انہیں جنت الفردوس عطا فرما۔ (آمین)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بعض رجوع

شیخ رحمہ اللہ کو جب اپنی کسی غلطی کا احساس ہوتا تو وہ رجوع کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ مثال کے طور پر انہوں نے ایک راوی کو جمہور کے نزدیک ثقہ لکھ دیا تھا، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ راوی جمہور کے نزدیک ضعف ہے تو اپنے رجوع کے لئے انہوں نے لکھا: ''میری یہ بات غلط ہے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہوئے رجوع کا اعلان ہے۔'' (ماہنامہ الحدیث حضرو: 107 ص 48)

2454 "حدثنا يحيى بن آدم عن حسن بن عياش عن عبد الملك بن أبجر عن الزبير بن عدى عن إبراهيم عن الأسود قال صليت مع عمر فلم يرفع يديه فى شىء من صلاته إلا حين افتتح الصلاة قال عبد الملك ورأيت الشعبى وإبراهيم وأبا إسحاق لا يرفعون أيديهم إلا حين يفتتحون الصلاة "(مصنف ابن أبى شيبة1 / 214)

اس مذکورہ روایت میں عامر الشعبی رحمہ اللہ اور ابو اسحاق رحمہ اللہ کے آثار کو شیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''نور العینین'' ص 312 پر صحیح قرار دیا تھا، لیکن بعد میں اپنا رجوع مجھے بتایا اور لکھوایا کہ یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ امام ابنِ ابی شیبہ رحمہ اللہ کی ملاقات عبدالملک رحمہ اللہ سے ثابت نہیں اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تدلیس کا ذکر نور العینین ص 164 پر موجود ہے۔

اسی طرح انہوں نے اپنی کتاب "مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں لکھا ہے:

''۱۰: مرسل محمد بن ابی عائشہ (التاریخ الکبیر 270/1)

اس کی سند محمد بن ابی عائشہ تک صحیح ہے، لیکن ارسال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مختصر یہ کہ یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص 71)

اس عبارت سے بھی انہوں نے رجوع کر لیا تھا اور مجھے فون پر بتایا تھا۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ (التاریخ الکبیر 270/1) پر روایت کا متن ہی موجود نہیں۔

البتہ محمد بن ابی عائشہ عن رجل من اصحاب النبی ﷺ کی سند ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اس کی صراحت انہوں نے اپنی کتاب نور العینین ص 48 پر اور مقالات ج2 ص394 میں کر رکھی ہے۔

استاذ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

(1957ء تا 2013ء)

محمد حسین شاہ*

ماہر علوم الحدیث ،معروف محقق ومصنف استاذنا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ 25 جون 1957ء کو بمقام ''حضرو'' ضلع اٹک سابق کیمبل پور صوبہ پنجاب کے آخری ضلع میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام حاجی مجدد خاں ہے۔ عصری تعلیم باقاعدہ و پرائیویٹ طور پر ایم اے اسلامیات/ایم اے عربی تک حاصل کی۔ اسی دوران میں اُن کے رشتہ دار نے حدیث کی ایک اہم کتاب بخاری شریف مترجم کی جلد اول مطالعہ کے لیے دی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اس کو پڑھیں لیکن اس پر عمل نہ کریں۔ جیسے جیسے مطالعہ کرتے گئے اس پر عمل کرتے رہے۔ بفضل اللہ تعالیٰ تمسک بالقرآن والحدیث کی باضابطہ تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اپنے علاقے سے حصول علم کے بعد گوجرانوالہ شہر کی معروف درسگاہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ سے تکمیل کر کے ساتھ وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان فیصل آباد کا امتحان بھی پاس کیا۔

فراغتِ تعلیم کے بعد تدریس وتبلیغ کے ساتھ ساتھ تحریری کام ''تخریج وتحقیق'' کا آغاز کر دیا۔ مسلک اہل حدیث کے متعدد رسائل میں مضامین شائع ہوئے۔ نمایاں کام ماہانہ مجلّہ ''الحدیث حضرو'' اٹک کا اجراء ہے، جس نے اُن کی حیات فانی میں خوب علمی وتحقیقی بہاریں دکھائیں۔

اُن سے احقر العباد راقم کی تین ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ پہلی بار مکتبہ دارالسلام کے ہیڈ آفس لاہور ہمراہ پروفیسر طیب شاہین لودھی رحمہ اللہ ملتان ہوئی۔ حافظ زبیر علی زئی صاحب حدیث کی کتاب کی تخریج وتحقیق کر رہے تھے۔ مونگ پھلی اپنے پاس رکھی ہوئی تھی ، اسے بھی کھا رہے تھے۔ دوران گفتگو میں ہمارے سوالات کے جوابات بڑی فراخ دلی سے شگفتہ انداز میں دے رہے تھے۔ ہم ایک عرصہ سے ملنے، بات چیت کے آرزومند تھے۔ دوسری بار مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ میں کتابیں دیکھ رہے تھے۔ اپنے کسی دوست کے ساتھ آئے اور مختلف کتابوں کو ملاحظہ کر رہے تھے۔ یہ اتفاقی ملاقات مختصر تھی۔ تیسری ملاقات علالت وفات سے قبل مولانا عبدالرحمٰن شاہین صاحب کے ادارہ جامعہ اسلامیہ نزد پاک عرب کھاد فیکٹری ملتان جلسہ سے خطاب کے لیے تشریف لائے تھے، وہیں اُن سے صاحب ذوق اہل علم سوال کر رہے تھے۔ بڑی روانی اور سلاست سے جواب دے رہے تھے۔ زیادہ سوال حافظ غلام اللہ محمدی میلسی ہی کر رہے تھے۔ اس نشست سے بہت ہی زیادہ محظوظ ہوئے۔ حافظ صاحب کے معاون حافظ شیر محمد بھی ہمراہ تھے۔ اس کے بعد جلسہ سے خطاب سننے کا موقع ملا۔ رواۃ حدیث، اسماء الرجال علوم الحدیث کے متعلق تقریر تھی۔ گو کہ یہ خالص علمی مضمون تھا۔ خواص اہل علم کے ساتھ حاضرین جلسہ میں عوام بھی یکساں مستفید ہوئے۔ تقبل اللّٰہ جھودہ.

ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو میں متنوع مضامین علمیہ

* رفیق/عبدالرحمٰن، اسلامک لائبریری ملتان

ہوتے تھے۔اُن کا مجموعہ ''مقالات'' کے نام سے چھ جلدوں میں مطبوع ہے۔اب ایک عرصہ سے مصروف اشاعتی ادارہ مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد اُن کی تصانیف اعلیٰ معیار سے شائع کررہا ہے۔ قیمت بھی مناسب ہوتی ہے۔مقالات جلد دوم میں آثارِ سفر ''یمن کا سفر'' ہے۔

حافظ زبیر علی زئی مرحوم کا سفر نامہ ''یمن'' ماہنامہ الحدیث میں قسطوار شائع ہوتا رہا۔آپ بیتی، سفر نامہ خطوط، تاثرات سے مجھے خصوصی دلچسپی ہے۔مقالات جلد دوم میں ص 489 سے 527 تک ہے۔ یہ سفر نامہ دسمبر 2004ء کو حافظ صاحب کے سعودی کفیل ابو ہشام منصور بن مبارک بن عمر باعطیہ سابق یمنی کی رفاقت میں ایک ہفتہ کا دورہ تھا۔ یمن کی سیر کے ساتھ وہاں کے سلفی علماء و مدارس دیکھنا تھا۔ نیز تبادلہ خیال کا اشتیاق تھا۔فرمان رسول ﷺ ہے:

((أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ، هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَأَلْيَنُ قُلُوبًا، الإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ))

(صحيح البخاري :4388)

''تمھارے پاس یمن والے آئے ہیں ۔ یہ لوگ نرم دل اور رقیق القلب ہیں۔ایمان یمنی ہے اور حکمت یمن میں ہے۔''

ماضی قریب کے یمنی محدثین علامہ قاضی محمد بن علی الشوکانی ، علامہ قاضی حسین بن محسن الانصاری (قاضی ریاست بھوپال) علامہ سید محمد اسماعیل الامیر کے نام و کام سے قدر و آگہی تھی۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ یمن میں ایک ہفتہ اپنے سعودی کفیل کے ساتھ متعدد مقامات پر تشریف لے گئے ۔مدارس و لائبریریوں کا وزٹ اور مشائخ علمائے حدیث سے ملتے رہے۔

ماہنامہ ''الحدیث'' کا منہج

یہ علمی و وقیع مجلّہ ہے جو کہ فکر محدثین کا ترجمان ہے۔ اہل الحدیث کے منہج کی پہچان ہے۔ دعوتِ کتاب اللہ و احادیث رسول ﷺ کی ترویج، اشاعت و تحقیق اصول حدیث کے مطابق ہوتی ہے،اسی کے متعلق وضاحتیں۔

۱: ''نصوص شرعیہ (قرآن مجید ، احادیث صحیحہ اور اجماع) سے حتمی استدلال کیا جاتا ہے اور صریح نصوص شرعیہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کو جائز سمجھا جاتا ہے۔

۲: کتاب و سنت کے مقابلے میں ہر قول اور ہر اجتہاد مردود ہے۔

۳: ہر بات باحوالہ پیش کرنا ماہنامہ الحدیث کا امتیاز ہے۔

۴: تمام پارٹیوں اور تنظیموں سے علیحدہ رہ کر اہل حق کو متحد کر کے ایک جماعت بنانا وہ عظیم مقصد ہے جس کے لیے ہم دن رات کوشاں ہیں۔

قرآن و حدیث اور اجماع کی برتری، سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت صحیح و حسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب، اتباع کتاب و سنت کی طرف والہانہ دعوت، قرآن و حدیث کے ذریعے سے اجتہاد امت کی طرف دعوت۔

مقالات جلد دوم ص 115-110 ملاحظہ ہو۔

مستحسن اقدام

حافظ صاحب نے نہ صرف اپنے مقالات مطبوعہ ''الحدیث'' 6 جلدوں میں مرتب کر کے شائع کئے بلکہ دیگر

اصحاب قلم کے مطبوعہ مضامین ''مقالات الحدیث'' 2004ء تا 2010ء بھی یکجا شائع کیے گئے۔

فقہ الحدیث

ہر دور میں عوام نے علمائے اسلام سے احکام دین قرآن و حدیث زبانی و تحریری معلوم کیے ہیں۔ حاملین و عاملین قرآن وحدیث نے درست رہنمائی کی ہے۔

محدثین وعلمائے اہل حدیث نے اس سلسلے میں اپنے تعاون علمیہ سے نوازا ہے۔ مزید تفصیل فتاویٰ نواب سید محمد صدیق الحسن القنوجی البخاری رحمہ اللہ، وفتاویٰ مولانا شمس الحق رحمہ اللہ صاحب عون المعبود شرح سنن ابی داود کے مقامات از مولانا محمد عزیر شمس ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

شیخ الکل فی الکل سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ جو علمائے اہلحدیث پاک و ہند کے استاذ الاساتذہ ہیں، اُن کے فتاویٰ نذیریہ کے جمع وتدوین میں محدث عظیم آبادی کی نمایاں خدمات ہیں۔ دیگر فتاوے مثلاً نور العین من فتاویٰ الشیخ حسین بن محسن الانصاری الیمنی رحمہ اللہ، فتاویٰ سعیدیہ مولانا محمد سعید بنارسی رحمہ اللہ، فتاویٰ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ، فتاویٰ غزنویہ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ، فتاویٰ ثنائیہ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، فتاویٰ اہل حدیث حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ، فتاویٰ ستاریہ مولانا حافظ عبدالستار محدث دہلوی رحمہ اللہ، فتاویٰ سلفیہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ، فتاویٰ علمائے حدیث مرتب مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ خانیوال، فتاویٰ احکام و مسائل از مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ، فتاویٰ حصاریہ 7 جلد مفتی جماعت مولانا عبدالقادر عارف حصاری رحمہ اللہ، اسے مرتب مولانا محمد ابراہیم خلیل حجرہ شاہ مقیم نے کیا ہے۔ اس کے لیے سعی و کاوش اور اخراجات شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووال رحمہ اللہ نے کیے تھے۔ ہمارے ممدوح مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مختلف اوقات میں فتاویٰ جات ماہنامہ شہادت اسلام آباد، ماہنامہ الحدیث حضرو اٹک میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اب دو جلدوں میں بنام فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد موجود ہے۔ اس فتاویٰ کے عنوانات درج ذیل ہیں۔ آغاز دونوں جلدوں میں مقدمہ توضیح الاحکام ہے۔

جلد اول: کتاب العقائد (توحید و سنت کے مسائل)، طہارت کے مسائل، مساجد کا بیان، اذان کے مسائل، نماز کے مسائل با جماعت کا بیان، اوقاتِ نماز، سترے کا بیان، نماز سے متعلق دیگر مسائل، نوافل، وتر اور قنوت کا بیان، قصر نماز کا بیان، جمعہ کا بیان، عیدین کا بیان، دعا و اذکار اور فضائل کا بیان، کتاب الجنائز، اصول تخریج اور تحقیق الروایات اور متفرق۔

جلد دوم: توحید و سنت کے مسائل، نماز سے متعلق مسائل، روزوں سے متعلق مسائل، اعتکاف کے مسائل، عشر و زکوٰۃ کے مسائل، حج و عمرہ سے متعلق، قربانی و عقیقہ سے متعلق مسائل، نکاح وطلاق اور رضاعت سے متعلق مسائل، جہاد سے متعلق مسائل، معاملات سے متعلق مسائل، فضائل و مناقب، قرآن سے متعلق مسائل۔ اصول، ضوابط و تذکرۃ الراوی، تحقیق وتنقید، تخریج الروایات اور ان کا حکم اور متفرق مسائل۔

ان دو مطبوعہ جلدوں کے علاوہ بھی شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے فتاویٰ جات موجود ہوں گے۔ ان کے ادارے میں

معاونین اصحاب ہیں، وہ ضرور ترتیب وطباعت سے نوازیں گے تا کہ ان کی دیگر تصانیف کی طرح فتاویٰ علمیہ کی مزید جلدوں سے مستفید ہونے کے مواقع ملیں۔

و بید اللہ التوفیق

قبل ازیں مقالات کی 6 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں تحقیق وتنقید، تخریج کے ساتھ ساتھ بعض شبہات اور باطل استدلالات کا رد بھی ہوتا ہے۔ ''مشتے نمونہ ازخروارے'' جلد دوم مقالات میں سے ''محمد اسحاق جھال والا (فیصل آباد) اپنے خطبات کی روشنی میں'' کے متعلق تفصیل عرض ہے۔

سب سے پہلے محمد اسحاق کا تعارف وپس منظر

مضافات فیصل آباد (لائل پور، چک نمبر 116 / ج ب) میں پیدا ہوا۔ عصری تعلیم ایف اے تک حاصل کی۔ عربی فارسی، صرف ونحو و دیگر علوم کی تعلیم مقامی علماء سے پڑھی۔ خاندانی فکری تعلق روافض سے تھا، ذاتی مطالعہ و تحقیق سے خلافت وملوکیت مودودی صاحب کے مطابق قدرے افکار میں تبدیلی آئی۔ بعض مسائل اہل حدیث بھی ظاہری طور پر اختیار کئے، جبکہ باضابطہ کسی اہل حدیث عالم ومحدث سے علم الحدیث وکتب حدیث نہ پڑھیں۔ جھال والا میں مسجد اہل حدیث 1960ء کے عشرہ میں تعمیر ہوئی۔ بعض جماعت اسلامی سے وابستہ لوگ اسی مسجد کی انتظامیہ میں تھے۔

نامور محدث شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ فیصل آبادی اسی مسجد کے امام وخطیب تھے۔ تقریباً نصف صدی کے قریب دعوتِ کتاب وسنت کی تبلیغ واشاعت سرانجام دیتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد جماعت اسلامی ذہن کے آدمیوں نے اعتدال پسندی کے پیش نظر محمد اسحاق کو اسی مسجد میں رکھ لیا۔ آہستہ آہستہ اپنے اثر ونفوذ کو مستحکم کرنے کے بعد اس نے اپنے خاص افکار ونظریات کو فروغ دینا شروع کیا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے محقق اہل علم وقلم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ تعالیٰ کو جنہوں نے متعدد علمائے اہل حدیث سے مل کر گفتگو وتحقیق کی اور محمد اسحاق کے مخفی نظریات کو طشت از بام کیا۔ اسی سلسلہ میں فتویٰ مرتب کیا متعدد علمائے کرام نے تصدیقی دستخط کئے۔ بعض رسائل و جرائد اہل حدیث میں یہ فتویٰ شائع بھی ہوا۔ اُن کے افکار کی سی ڈی کو اہل روافض نے پھیلا دیا۔ میں نے خود بھی رافضیوں سے خرید کر دیکھی اور احباب نے دکھائی۔ اسحاق جھالوی کی وفات کی اطلاع بھی کسی اہل حدیث مجلّہ میں شائع نہ ہوئی، البتہ سرگودھا کے شیعہ رسالہ مرقع نے ضرور شائع کی ؂

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

اور بقول شاعر ؂

لکھتے رہے جنوں کی حکایات خونچکاں
ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

''خطباتِ اسحاق'' کی دو جلدیں تکبیر اکیڈمی پیپلز کالونی فیصل آباد نے شائع کی ہیں۔ جلد سوم شائع ہونے کے باوجود زیادہ حقیقت کھلنے کے ڈر سے منظر پہ نہ آنے دی گئی۔

اب آخر میں مقالات حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جلد دوم ص366 سے اقتباس ''راقم الحروف نے ''اسحاق جھال والا'' صاحب کے خطبات کی دونوں جلدوں کا سرسری (بغیر استیعاب) مطالعہ کیا اور ان کے خطبات کو درج ذیل باتوں پر بھی مشتمل پایا ہے۔

۱: ضعیف ومردود روایات
۲: بے سند بے اصل آثار واقوال
۳: جہالتیں
۴: عجیب وغریب قصے
۵: خوابوں کی دنیا ''

ہمارے ممدوح استاذ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کاروانِ عمل بالحدیث کے ایک نمایاں فرد تھے۔ موحد، متبع سنت رسول، افکارِ سلف کے محافظ ومبلغ خالص محمدی تھے۔

ارباب حدیث کا فرماں بر ہوں
تقلید کے منکروں کا سر دفتر ہوں
خالص ہوں محمدی میرا دین اسلام
گورائے صواب ہو نفیس مجھ کو کام

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ وفات

مولانا حافظ محمد یونس اثری حفظہ اللہ*

10 نومبر 2013ء بروز اتوار جماعت کے عظیم عالم دین محقق شہیر جامع صفات النبیلہ حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اطلاع ملی کہ وہ اس فانی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔ یہ خبر ہر علم دوست شخص کے لیے انتہائی المناک تھی۔ شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ پر فالج کا اٹیک ہوا تھا، تقریباً ڈیڑھ ماہ تک ہسپتال میں زیر علاج رہے اور کبھی ہوش اور کبھی بے ہوشی کی اطلاعات ملتی رہیں۔ ملک کے طول وعرض میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعائیں ہوتی رہیں، بلکہ وہ لوگ جو سرزمین مقدس میں فریضہ حج وعمرہ کے لیے بارگاہ الٰہی میں موجود تھے انھوں نے بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے خصوصی دعائیں کیں۔ بہر حال رب کو جو منظور رتھا وہ ہوا، شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ اب اس دنیا فانی میں نہیں رہے اور کسی عالم کا اس دنیا سے رخصت ہونا بہت بڑا سانحہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے کھینچ کر اس علم کو نہیں اٹھائے گا، بلکہ یہ علم، علماء کے چلے جانے سے ختم ہوگا حتیٰ کہ ایک وقت آئے گا کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا۔ لوگ اپنے سردار جاہلوں کو بنا لیں گے، ان سے سوالات پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' (صحيح البخاري:2673)

یقیناً شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم ربانی تھے، ان کی وفات حدیث نبوی کی رُو سے بہت بڑا سانحہ ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں میں الشیخ عبدالحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا، نماز جنازہ میں علماء، طلباء سمیت کثیر تعداد نے شرکت کی۔ ایک اندازے کے مطابق دس ہزار سے زائد افراد آپ کے نماز جنازہ میں شریک تھے۔

راقم الحروف کو شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ وتلمذ کا شرف حاصل ہے کہ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر دورہ اصول حدیث وعلم الرجال کروایا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور استفادے کے لیے اس دورہ میں شرکت کی۔ یقیناً میرے لیے اس دورہ میں

* مدرس المعہد السلفی، کراچی

شرکت بڑے شرف کی بات تھی۔ اس دوران میں کئی علمی موضوعات کے حوالے سے مختلف اشکالات وحل طلب باتیں شیخ رحمہ اللہ کے سامنے رکھیں، بالخصوص اصول حدیث سے متعلق بہت کم وقت میں بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ ان دو دِنوں میں شیخ رحمہ اللہ کی شخصیت کے حوالے سے، جہاں تک جان سکا یا بعد میں جو مزید معلومات ملیں وہ سپردِ قرطاس ہیں۔

آپ کی ولادت وتعلیم وتربیت

آپ 25 جون 1975ء کو حضرو، ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حاجی مجددخان ہے۔ آپ نے بہت مختصر وقت میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ آپ نے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ سے سندفراغت حاصل کی۔ وفاق المدارس السّلفیہ سے الشھادۃ العالیہ بھی حاصل کی، نیز آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے اسلامیات اور عربی میں ایم اے بھی کیا تھا۔ آپ اپنی مادری زبان ہندکو کے ساتھ ساتھ کئی ایک زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ جن میں عربی، اردو، پشتو، انگلش، یونانی، فارسی (پڑھ اور سمجھ سکتے تھے، بول نہیں سکتے تھے) اور پنجابی۔ (راقم الحروف نے خود انھیں فون پر پنجابی میں گفتگو کرتے ہوئے سنا تھا) شامل ہے۔

آپ کو علم الرجال سے بڑی دلچسپی تھی، چنانچہ خود لکھتے ہیں: ''راقم الحروف کو علم اسماء الرجال سے بڑا لگاؤ ہے۔''

(مقالات 498/1)

اساتذہ

آپ کے اساتذہ میں جن عظیم علماء کے نام آتے ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

الشیخ محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ:

اپنے استاذ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''استاذ محترم مولانا ابو القاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات ان کی لائبریری ''مکتبہ راشدیہ'' میں ہوئی تھی، میرے ساتھ کچھ اور طالب علم بھی تھے۔'' (مقالات 494/1)

اسی طرح ایک جگہ لکھا: ''اگر مجھے رکن ومقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم دی جائے تو یہی کہوں گا کہ میں نے شیخنا محبّ اللہ شاہ راشدی سے زیادہ نیک، زاہد اور افضل اور شیخ بدیع الدین شاہ سے زیادہ عالم وفقیہ انسان کوئی نہیں دیکھا۔ رحمہما اللہ'' (مقالات 505/1)

الشیخ بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ:

شاہ صاحب سے تعلق تلمذ کا ذکر کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے خود لکھا ہے: ''راقم الحروف کو بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔'' (مقالات 491/1)

اسی طرح ایک مقام پر الشیخ محبّ اللہ شاہ الراشدی اور الشیخ بدیع الدین شاہ الراشدی کے حوالے سے کچھ یوں لکھتے ہیں: ''آپ انتہائی خشوع وخضوع اور سکون واطمینان کے ساتھ نماز پڑھاتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ہمیں آپ کے پیچھے نماز پڑھنے میں انتہائی سکون واطمینان حاصل ہوتا، گویا یہ سمجھ لیں کہ آپ کی ہر نماز آخری نماز ہوتی تھی، یہی سکون واطمینان ہمیں شیخ العرب والعجم مولانا ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۶ھ) کے پیچھے نماز پڑھنے میں حاصل ہوتا تھا۔'' (مقالات 494/1)

''ایک پروگرام کے سلسلے میں راولپنڈی تشریف لائے تو کافی دیر تک مجھے سینے سے لگائے رکھا۔'' (مقالات 492/1)

الشیخ اللہ دتہ سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں لکھا:

''جن شیوخ سے میں نے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، حاجی اللہ دتہ صاحب ان میں سرفہرست ہیں۔'' (مقالات 509/1)

علامہ مولانا فیض الرحمٰن الثوری رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''راقم الحروف کو آپ سے استفادہ کا موقع استاذ محترم شیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتبہ راشدیہ، نیو سعید آباد میں ملا۔ آپ نے سند حدیث اور اس کی اجازت اپنے دستخط کے ساتھ ۱۳ صفر ۱۴۰۸ھ کو مرحمت فرمائی۔ آپ مولانا ابو تراب عبد التواب الملتانیؒ سے اور وہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ رحمہم اللہ اجمعین'' (مقالات 508)

الشیخ عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ مسلک کے عظیم علماء میں سے ایک نامور عالم دین تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے ایک سنن النسائی کی عربی شرح التعلیقات السلفیۃ ہے۔

الشیخ حافظ عبد المنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ عالم باعمل شخصیت تھے۔ پچھلے سال ہی آپ اس دارفانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ حافظ عبد المنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ بحر علم تھے۔ آپ کی کتب میں سے ارشاد القاری الی نقد فیض الباری، مرآۃ البخاری، مکالمات نور پوری، مقالات نور پوری اور احکام ومسائل اہل علم میں مقام عالی حاصل کر چکی ہیں۔

الشیخ حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ:

آپ جماعت کے جید علماء میں سے ہیں۔ آپ کی مختلف کتب میں سے ایک تفسیر القرآن الکریم ہے۔

الشیخ حافظ عبد الحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الشیخ عبد الحمید ازہر صاحب کو اپنا استاد مانتے تھے اور وقتاً فوقتاً ان سے مختلف مسائل میں رجوع کرتے رہتے تھے۔

تلامذہ

پورے ملک سے طلبا کی کثیر تعداد نے آپ سے کسب فیض کیا۔ جب راقم الحروف اصول حدیث کے دورہ میں جو حیدر آباد میں واقع مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث میں منعقد ہوا، شریک ہوا تو اس موقع پر بھی اندرون سندھ سے مختلف مدارس کے اساتذہ وطلباء نے شرکت کی تھی۔

آپ کے تلامذہ میں سے جن چند ایک کے بارے میں ہم مطلع ہو سکے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

حافظ ندیم ظہیر:

آپ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملازم شاگردوں میں سے ہیں جنھوں نے خصوصی التزام کے ساتھ شیخ صاحب سے کسب فیض کیا۔ شیخ صاحب کو آپ سے کافی امیدیں بھی تھیں۔ آپ شیخ صاحب کی زندگی سے ہی ماہنامہ الحدیث حضرو کے نائب مدیر ہیں۔ آپ ماشاء اللہ تحقیق کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، آپ کے بعض مقالات منظر عام پر آئے ہیں، جنھیں پڑھنے کا موقع ملا، جس میں حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔

حافظ شیر محمد صاحب:

آپ بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ملازم شاگردوں میں سے ہیں اور حضرو میں واقع مدرسے کے منتظم بھی ہیں۔

الشیخ صدیق رضا صاحب:

آپ المعھد السّلفی کے استاذ ہیں۔ آپ کے بعض

مقالات اور کتب پڑھنے کا موقع ملا۔ میدان مناظرہ میں آپ کی محنتیں اور جہود کافی ہیں۔ آپ مختلف موضوعات پر مختلف مکاتب فکر سے کئی مناظرے کر چکے ہیں۔

الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری:

آپ کا شمار جماعت کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے، آپ ماہنامہ ''السنۃ'' کے مدیر بھی ہیں، جو کہ بڑا مؤقر رسالہ ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خصائل نبیلہ

* شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر انتہائی سلیس عام فہم اردو پر مشتمل ہوتی تھی، اور انداز ایسا ہوتا کہ انتہائی اختصار کے باوجود بھی جامع ومانع۔ تطویل واطناب آپ کی تحریر میں نظر نہیں آتا۔
* آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عادت، شیخ خبیب صاحب حفظہ اللہ کو اچھی لگی، جس کا انھوں نے تذکرہ کیا تھا، کہ دوران مطالعہ میں کوئی بھی لطیف نکتہ یا اہم بات آپ کو مل جاتی تو اسے اپنی ذات تک یا اپنے حلقے تک محدود نہیں رکھتے تھے، بلکہ ماہنامہ الحدیث میں اسے ایک شذرے کے طور پر شائع کر کے تمام قارئین کے لیے عام کر دیتے۔
* آپ رحمۃ اللہ علیہ انتہائی سادہ لوح، بے تکلف، ہنس مکھ مزاج کے آدمی تھے۔
* آپ رحمۃ اللہ علیہ اہم معاملات میں اپنے اساتذہ سے بھی رجوع فرماتے تھے، جیسا کہ انھوں نے تعلیم وتعلم کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود بتلایا کہ وہ الشیخ عبدالحمید ازہر صاحب سے رجوع کرتے رہتے ہیں۔
* شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تدریس بھی ممتاز تھا۔ مسئلہ کی تفہیم اس انداز سے فرماتے کہ طلاب العلم بآسانی سمجھ جاتے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے علماء کے تاثرات

الشیخ رفیق اثری صاحب حفظہ اللہ:

میں ان کی وفات کو جماعت کے لیے بڑا نقصان اور سانحہ سمجھتا ہوں، رجال پر ان کی بہت گہری نظر تھی، اللہ انھیں غریق رحمت کرے، آل دیو بند وغیرہ کے حوالے سے لکھنے میں بھی ان کا انداز منفرد تھا، اگرچہ بہت سے لوگ ان کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، لیکن وہ کسی کی پروا نہیں کرتے تھے، مستحکم دلائل کے ساتھ اچھے انداز میں جواب دیتے تھے۔ اللہ انھیں غریق رحمت کرے اور جماعت کو ان کا کوئی نعم البدل عطا کرے۔ (آمین)

الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہ اللہ:

وہ بڑے عظیم عالم دین تھے، بالخصوص علم الرجال میں وہ خاص ملکہ رکھتے تھے، پورے پاکستان میں اس فن میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے، زہد وتقویٰ اور قوی حافظہ ان کی شخصیت کے نمایاں پہلو ہیں۔

الشیخ ارشاد الحق اثری صاحب حفظہ اللہ:

(راقم الحروف نے جب شیخ اثری صاحب حفظہ اللہ سے پوچھا کہ بعض لوگ اہل علم کی علمی آراء کو مختلف رنگ دے دیتے ہیں یا کچھ زیادہ ہی مبالغہ سے پیش کرتے ہیں......اس پر شیخ صاحب فرمانے لگے) میرے ذہن میں رائی برابر اس قسم کا کوئی تحفظ نہیں تھا۔ یہ علمی آراء ہوتی ہیں، محدثین کے دور میں بھی اختلاف رہا ہے۔ اس میں نہ کوئی تڑپ کی بات ہے نہ سسک کی بات ہے۔ ویسے الشیخ زبیر علی زئی صاحب ماشاء اللہ! اللہ نے انھیں جو صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں اور جو ودیعتیں بخشی تھیں وہ انھیں کا خاصا ہیں۔ حدیث ورجال پر

ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بڑا حفظ وضبط عطا فرمایا تھا۔ میں تو انھیں اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ ابھی تعلیم حاصل کر رہے تھے، بلکہ اس سے بھی پہلے ان کی دکان پر بھی ان کے پاس آتا جاتا تھا، پھر وہ دارالدعوۃ السّلفیہ آ گئے تھے۔ وہاں انھوں نے 3،4 مہینوں میں قرآن مجید یاد کیا۔ اللہ نے انھیں بڑی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، ہر آدمی کا وقت اللہ کے یہاں مقرر ہے، آنے کا وقت بھی جانے کا وقت بھی، لیکن آپ بہت جلد ہی چلے گئے، جتنی ان سے توقعات تھیں کہ وہ اللہ کے فضل وکرم سے بہت کچھ حدیث کی خدمت سرانجام دیں گے، لیکن وہ ادھوری رہ گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور جو مساعی ہیں قبول فرمائے اور جو کمی بیشی، کمزوریاں ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کی معاف فرمائے۔ (آمین)

تنبیہ: شیخ ارشاد الحق اثری صاحب حفظہ اللہ کی یہ باتیں بڑی قابل غور ہیں۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور الشیخ ارشاد الحق اثری والشیخ خبیب صاحب وغیرہ کے علمی آراء کے مختلف ہونے کی وجہ سے تقلیدی طبقے کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ اسی طرح مسلک اہلحدیث کے بعض سادہ لوح عوام کو بھی یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اہل علم کے یہ اختلافات علمی نوعیت کے ہوتے ہیں اس سے علی الاطلاق ان کے مابین تعلقات کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے اور نہ ایسے موقع پر ہمیں ان علمی موضوعات کو سمجھے بغیر اپنی زبانیں ایسے عظیم علماء کے بارے میں دراز کرنی چاہئیں اور یہاں یہ بات بھی واضح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس بات کا رد کیا اور افسوس کا اظہار کیا تھا کہ بعض لوگوں نے حافظ صاحب کی طرف یہ بات منسوب کر دی کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کو اہل حدث نہیں سمجھتے (والعیاذ باللہ)۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے رد کیا تھا کہ یہ میری طرف جھوٹ منسوب کیا گیا ہے، لہٰذا حافظ صاحب نے جب یہ وضاحت کر دی تو یہ بات واضح ہوگئی کہ ان اہل علم یا دیگر اہل علم کے درمیان اختلاف کا ہو جانا کوئی قابل طعن بات نہیں۔ محدثین کے درمیان بھی باہم اختلافات رہے، بلکہ وہ طبقہ جو خود کو مقلد کہلاتا ہے ان کے درمیان بھی اختلافات ہیں اور ماضی میں بھی رہے ہیں۔

الشیخ مسعود عالم صاحب حفظہ اللہ:

وہ اپنے زمانے کے بہت نادر آدمی تھے۔ اللہ نے انھیں بہت علم اور حافظہ عطا فرمایا تھا۔ جماعت کے لیے انھوں نے بہت مخلصانہ کوششیں کی ہیں۔ خاص طور پر حدیث نبوی کی خدمت کی۔ ہر محاذ پر جہاں کہیں بھی سنت کے خلاف کسی نے آواز اٹھائی، آپ نے دفاع کیا۔ مسالک کے متعصبین پیروکاروں کے خلاف انھوں نے بڑا عالمانہ جہاد کیا ہے۔ اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے اور اللہ رب العزت انھیں اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ:

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے اور اپنے ہم عصر علماء میں سے پاکستان کے اندر اسماء الرجال کے زیادہ ماہر تھے اور گمراہ کن افکار کے حامل افراد کے خلاف کتاب وسنت کی روشنی میں بہت جلد میدان میں اتر آتے تھے، ماہنامہ الحدیث اس بات پر بہت بڑا شاہد ہے۔ اسی طرح خدمت حدیث پر ان کی کتب اور مقالات ایک شاہکار کی حیثیت

رکھتی ہیں۔ جب بھی اہل بدعت کے خلاف کوئی بھی مناظرے کا محاذ گرم ہوا تو شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ اپنے رفقاء کے شانہ بشانہ چلے اور اپنے ساتھیوں سے بڑھ کر دلائل کی تیاری کے ساتھ میدان میں اترے۔ اس طرح کا عبقری شخص سالوں بعد پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو انبیاء، شہدا اور صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے اور انھیں جنت الفردوس کے اونچے مقام پر فائز کرے۔ اللہ تعالیٰ اہل حدیث علماء میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کو اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ پُر فرما دے اور شیخ صاحب جیسی خوبیوں کا حامل عالم عطا فرمادے۔
آمین یارب العالمین

الشیخ عبدالستار حماد صاحب حفظہ اللہ:

اسماء الرجال کے فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ حنفیت کے حوالے سے بڑا جاندار تبصرہ ہوتا تھا۔ اختلاف کو برداشت کرنے والے تھے۔ اللہ انھیں غریق رحمت کرے۔ (آمین)

الشیخ خلیل الرحمٰن لکھوی صاحب حفظہ اللہ:

میدان تحقیق کے شہسوار تھے، آپ کی وفات سے جماعت کا بڑا نقصان ہوا ہے۔

الشیخ محمود الحسن صاحب حفظہ اللہ:

محدث شہیر حافظ زبیر علی زئی (تغمده اللّٰه بغفرانه و اسكنه فراديس الجنانه و فضله على فوق كثير من الناس يوم القيامة) بہت ہی عظیم عالم اور محدث تھے، میرا ان سے تعارف میرے دوست خورشید احمد کے ذریعے سے ہوا۔ شیخ مرحوم جب بھی کراچی تشریف لاتے، انہی کے گھر قیام فرماتے۔ اللہ نے ان کو علم کا بحر بیکراں بنایا تھا۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ چند سال پہلے دارالحدیث رحمانیہ کراچی میں ان کا درس بخاری بھی سنا تھا، بڑا معلوماتی اور محققانہ درس تھا۔ ان کے درس سے میں نے بھی اپنی بہت سی غلط معلومات کی اصلاح کی تھی۔ اسی طرح خورشید احمد صاحب کے مکان پر ان کا ایک درس توحید کے موضوع پر ہوا تھا، میں بھی اس سے بڑا مستفید ہوا۔ نصف شعبان کی فضیلت پر ٹیلیفون پر ان سے گفتگو بھی ہوئی تھی جس میں کچھ تلخی بھی آ گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

بہر حال وہ علم کا پہاڑ تھے۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اسی طرح نابالغ بچے کی امامت کے موضوع پر بھی ان سے فتویٰ طلب کیا تھا جو آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ بڑا ہی علمی اور مدلل جواب تھا، احناف کے مؤقف کی انھوں نے بڑی موثر تردید فرمائی تھی۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

یہ چند معلومات اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ کے حوالے علماء کے تاثرات قارئین نے ملاحظہ فرمائے۔ یہ تاثرات اہل علم کے قلبی تعلقات کی واضح دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کی مغفرت فرمائے اور ان کی تمام مخلصانہ کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرما کر ان کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے اور فرزندان توحید کو بھی اسی لگن سے دین الٰہی کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آہ! ایک عظیم محقق حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا ریاض احمد عاقب اثری حفظہ اللہ*

۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار صبح ۸:۳۰ بجے راقم علوم اسلامیہ کے طلبہ کی حاضری لگانے سے فارغ ہوا تو اچانک احمد پورشرقیہ سے برادرم محترم حمیداللہ خان عزیز صاحب نے دلفگار خبر سنائی کہ ''حافظ زبیر علی زئی صاحب وفات پا گئے ہیں'' بے ساختہ زبان سے کئی بار ''إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون'' کی صدا بلند ہوئی۔ دل گرفتگی کے عالم میں حافظ ندیم ظہیر صاحب سے رابطہ کیا، لیکن ان سے رابطہ نہ ہوسکا۔ بالآخر مولانا محمد سرور عاصم (صاحبِ مکتبہ اسلامیہ) کو فون کیا تو انھوں نے حافظ صاحب کی وفات کی تصدیق کر دی۔

یقیناً ایک عالم باعمل، نامور مصنف، عظیم محقق، نڈر خطیب، زیرک مناظر، ژرف نگاہ محدث اور ماہر اسماء الرجال کا اٹھ جانا جماعت اہل حدیث کا بہت بڑا نقصان ہے، لیکن رب ذوالجلال کی قدر و قضا کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

علمی حلقوں میں حافظ صاحب کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، عصرِ حاضر میں ان کا شمار چوٹی کے علمائے کرام میں ہوتا ہے۔

زمانہ طالب علمی سے ہی گرامی قدر ممدوح سے غائبانہ تعارف تھا اور ان سے ملاقات و زیارت کی دل میں بے حد تمنا تھی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آرزوئے ملاقات پوری کر دی۔ ہوا یوں کہ ۳۱/ جولائی ۲۰۱۰ء راقم بغرض کام اسلام آباد گیا۔ وہاں جا کر حافظ صاحب سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا، چنانچہ حافظ صاحب سے رابطہ کیا تو آپ نے فرمایا: ''میں آج (اتوار یکم اگست) اسلامک ریسرچ سنٹر راولپنڈی آ رہا ہوں، وہاں آپ سے ملاقات ہو سکتی ہے۔''

ملاقات کا سن کر جسم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، راقم منتظر رہا کہ کب وصال کی گھڑی آتی ہے؟ راقم جامع مسجد امام بخاری میں اپنے دوست قاری عبد الرحمٰن حامد حفید شیخ الحدیث مولانا عبداللہ بڈھیمالوی کے پاس تھا، نمازِ عصر کے بعد حافظ صاحب سے رابطہ کیا۔ انھوں نے فرمایا: ''۱۵ منٹ بعد کراچی کمپنی اسلام آباد پہنچ رہا ہوں آپ وہاں آ جائیں۔''

راقم قاری حامد صاحب کے ہمراہ کراچی کمپنی پہنچا، وہاں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنے تلامذہ سید تنویر شاہ صاحب اور حافظ شیر محمد صاحب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

میری ان سے یہ پہلی بالمشافہ ملاقات تھی۔ موصوف بڑے تپاک سے ملے۔ ارفع علمی مقام پر فائز ہونے کے باوجود عاجزی و انکساری، خوش اخلاقی، خندہ پیشانی، ہمدردی اور سادگی جیسی صفات حمیدہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔

اپنے سے چھوٹوں کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کرنا ان کا وطیرۂ عمل تھا۔ انھوں نے راقم کی بڑی عزت افزائی فرمائی۔ فرمانے لگے: ''آپ کے مضامین ''ہفت روزہ الاعتصام''

* فاضل جامعۃ التربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد، مدرس جامعہ محمدیہ ملتان

میں پڑھتا ہوں، ماشاء اللہ اچھا لکھتے ہیں۔'' ہم نے وہاں ایک جگہ بیٹھ کر آم کا جوس پیا، حافظ صاحب یورک ایسڈ کے مریض تھے،اس کے باوجود انھوں نے دعوت قبول فرمائی۔

راقم نے انھیں اپنی تالیفات ''سوانح حیات مولانا عبدالتواب ملتانی'' اور ''انعام الباری'' پیش کیں۔ بڑے خوش ہوئے۔''انعام الباری'' دیکھ کر فرمانے لگے:''یہ بہت عمدہ کام ہے'' کافی دیر مجالست قائم رہی، بعدازاں راقم ناچیز نے برھان ٹول پلازہ تک ان کے ہمراہ سفر کیا، دورانِ سفر میں مختلف امور پر گفتگو جاری رہی، اسی اثنا میں انگلینڈ سے انھیں فون آیا، کوئی صاحب آپ سے مسائل دریافت کر رہا تھا۔آپ نے اس کے جوابات دیے۔سائل تطویل میں پڑ گیا۔حافظ گرامی قدر نے انھیں فرمایا:''ہمارے ساتھ مہمان ہیں، بات مختصر کریں یا دوبارہ کر لیجئے گا۔'' یہ ان کا بڑا پن تھا کہ کلام مختصر کرا کے میرے ساتھ ہمکلام ہو گئے۔مجھ سے گویا ہوئے:''عاقب صاحب! علمائے اہل حدیث کی سوانح پر مزید قلم اٹھائیں تقریباً دس جلدوں تک یہ کام ہونا چاہیے، لیکن یہ کام رطب و یابس سے مبرا ہو،جیسا کہ عام سوانح نگار صحتِ واقعات کا التزام نہیں کرتے۔''

گفتگو جاری تھی،منزل مقصود قریب آ گئی، پشاور روڈ پر واقع برہان ٹول پلازہ پر راقم الحروف کے بڑے بھائی حوالدار افتخار احمد ڈیوٹی انچارج تھے، وہ ہمارے منتظر تھے۔ برہان ٹول پلازہ پہنچے تو برادرم عزیز نے گرم جوشی سے استقبال کیا،ہمیں ٹول پلازے کے قریب اپنی رہائش گاہ پر لے گئے اور خاطر تواضع کی۔حافظ صاحب افتخار بھائی سے مل کر بڑے خوش ہوئے۔تھوڑی دیر مجلس قائم رہی۔حافظ صاحب کی بہادری و بے باکی کے واقعات سماعت کیے۔ انھوں نے مختلف مسائل پر گفتگو فرمائی ، بعد ازاں مجلس برخاست ہوئی اور حافظ صاحب اپنی منزل کی طرف رواں ہوئے۔ کچھ ایام کے بعد حافظ صاحب کا فون آیا، فرمانے لگے:''آپ کی کتاب پڑھی ہے، ماشاء اللہ اچھا سلسلہ ہے، مزید نکھار پیدا کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو اسماء الرجال اور حدیث و علم حدیث میں بڑا ملکہ عطا کر رکھا تھا،اس کی گواہی کے لئے آپ کی کتب، مقالات اور فتاویٰ جات کافی ہیں۔جب بھی ان سے کسی روایت کے بارے میں سوال کیا تو اس کے بارے میں تسلی بخش جواب دیتے۔مسلک اہل حدیث کے پرچار میں پیش پیش تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنا ماہنامہ رسالہ ''الحدیث'' وقف کر رکھا تھا۔ وہ احقاق حق اور ابطال باطل میں جری و نڈر تھے۔

اگر کوئی مقلد، منکر حدیث یا کوئی ملحد قرآن و حدیث کے خلاف زبان کھولتا یا بے لگام قلم اٹھاتا تو حافظ زبیر علی زئی صاحب شیر کی طرح میدان میں آجاتے اور مدمقابل کا ناطقہ بند کر دیتے تھے۔ع

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

فاسد العقیدہ امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو شدت سے ناجائز کہتے تھے۔انھیں اس بارے میں اگر کسی اہل حدیث عالم کی تقریر یا تحریر مل جاتی کہ وہ اسے ناجائز کہتا ہے تو اسے فرماتے:''وہ بڑا غیور ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انھیں بے مثال حافظے سے نوازا تھا۔ قلیل مدت میں قرآن مقدس حفظ کر لیا تھا۔ پانچ زبانوں (پشتو، ہندی، اردو، انگریزی، عبرانی اور عربی) میں لکھنے

بولنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

وسیع المطالعہ شخصیت کے مالک تھے۔اپنا ذاتی وسیع و عریض کتب خانہ تھا۔جس میں مختلف علوم وفنون کی کتب جمع کر رکھی تھیں۔تصنیف وتالیف اور تحقیق وتخریج کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔متعدد موضوعات پر خامہ فرسائی کی۔تیس (۳۰) سے زائد کتب عربی اور اردو زبان میں شائع ہوکر دادِ تحسین پا چکی ہیں۔مقالات اور فتاویٰ جات اس پر مستزاد ہیں۔

وہ تحریر کے ساتھ ساتھ تقریر میں مافی الضمیر ظاہر کرنے کا بہترین ملکہ رکھتے تھے۔جو گفتگو فرماتے وہ مدلل اور مؤثر ہوتی۔۱۹/ اکتوبر۲۰۱۲ء بمطابق ۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ کو مولانا عبدالرحمٰن شاہین صاحب کی دعوت پر درسِ بخاری کے جامعہ اسلامیہ ملتان تشریف لائے۔راقم بھی جامعہ اسلامیہ مدعو تھا۔جب ناچیز وہاں پہنچا تو حافظ صاحب کمرے میں علماء وطلباء کے جھرمٹ میں مسندِ علمی پر براجمان تھے۔سر پر پگڑی اور خوبصورت لباس زیب تن کر رکھا تھا۔راقم نے جا کر سلام عرض کیا تو فوراً پہچان کر فرمایا: ''ریاض عاقب صاحب'' ساتھ بیٹھے ایک صاحب نے میرا تعارف کرانا چاہا تو فرمانے لگے: ''میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں، ان کے مضامین پڑھتا رہتا ہوں'' کافی دیر ان کی علمی گفتگو سے مستفید ہوتا رہا۔بعد ازاں انھوں نے صحیح بخاری کی آخری حدیث پر عالمانہ ومحققانہ درس ارشاد فرمایا، باہر بارش کی بوندا باندی مسلسل جاری تھی۔مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔لوگ ہمہ تن گوش ہوکر درس سماعت کر رہے تھے اور قرآن و حدیث کے آبِ زُلال سے سیراب ہو رہے تھے۔حافظ صاحب سے میری یہ دوسری اور آخری ملاقات تھی۔حافظ صاحب کا اکثر وقت تحریر وتقریر میں بسر ہوا۔آپ سے فیض یاب ہونے والوں کی تعداد بکثرت ہے۔آخری چند سالوں سے مولانا سید سبطین شاہ نقوی صاحب کے مدرسہ امام بخاری سرگودھا میں باقاعدہ تدریس کا آغاز کر دیا تھا۔طالبانِ علوم نبوت آپ سے فیضانِ علم حاصل کر رہے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ تدریس کا زیادہ موقع نہ دیا۔ہم اللہ تعالیٰ کی قدر و قضا پر راضی برضا ہیں۔غرض حافظ صاحب ممدوح اس دور کے جلیل القدر عظیم عالم دین تھے۔جن کی علمی وتحقیقی، تبلیغی و دینی اور تصنیفی خدمات کا دائرہ کافی وسیع تھا۔

یہ علم وعرفان اور فضل وکمال کا پیکرِ عظیم دو ماہ سے بسترِ علالت پر تھا۔آخری چند ایام سے حالت زیادہ بگڑ گئی۔کئی جماعتی احباب ان کی صحت کے لئے دعائیں کر رہے تھے کہ ۱۰/ نومبر کی صبح قرآن وحدیث کی آبیاری کرنے والا یہ عالم بے بدل اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

؎ رنگِ خوں اشک میں گہرا نظر آتا ہے مجھے
آج دامن پہ کلیجا نظر آتا ہے مجھے

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات جماعت اہل حدیث کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔برسوں بعد ایسا نکتہ شناس محقق عالم پیدا ہوتا ہے۔ع

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حافظ صاحب کا جنازہ حضرو کی تاریخ میں سب سے بڑا جنازہ تھا۔ایسا لگ رہا تھا جیسے لوگوں کا جم غفیر امڈ آیا ہے۔علمائے کرام میں مولانا حافظ عبدالحمید ازہر، مولانا حافظ مسعود عالم، مولانا حافظ محمد شریف، مولانا عبدالعزیز نورستانی، مولانا عبدالعزیز علوی، مولانا طالب الرحمٰن شاہ، مولانا طیب الرحمٰن شاہ، مولانا مبشر احمد ربانی، مولانا عتیق الرحمٰن شاہ کشمیری،

مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری، مولانا عمر صدیق، مولانا حافظ ندیم ظہیر، مولانا عبد اللہ سلیم، مولانا سید سبطین شاہ نقوی، مولانا سیف اللہ قصوری، مولانا شمشاد سلفی، مولانا عبد الرحمٰن شاہین، مولانا رفیق طاہر، مولانا حکیم محمد عثمان اور مولانا قاری ذکاء اللہ حافظ آبادی وہ قابل ذکر علمائے عظام ہیں جن سے راقم کو شرف ملاقات ہوئی۔ ان کے علاوہ جن سے وہاں ملاقات نہیں ہو سکی وہ بکثرت ہوں گے۔

حافظ صاحب کے استاد گرامی حافظ عبد الحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ نے رات ۸ بجے رقت آمیز آواز میں جہری جنازہ پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی بشری لغزشیں معاف فرما کر انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان اور احباب جماعت کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

فضیلۃ الشیخ محمد یٰسین طاہر ※

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات انکی لائبریری مکتبۃ الحدیث میں ہوئی اور وہیں ان سے کچھ تفصیلی تعارف ہوا۔ اس سے قبل میں شیخ محترم کو اتنا زیادہ نہیں جانتا تھا۔ بس نام سن رکھا تھا اور انکی کچھ کتابیں مطالعہ سے گزریں تھیں، مجلّہ کا کبھی کبھار کوئی شمارہ میسر آ جاتا تو پڑھ لیتا، یا پھر ایک دو آڈیو زسن رکھی تھیں۔

پہلی ملاقات کا سبب بھی ایک واقعہ بنا۔ ہوا یہ کہ میں انٹرنیٹ پر پالٹاک اور بیلوکس ماسنجرز پر ہفتہ وار درس دیتا اور سوال جواب کی نشست بھی ہوتی تھی۔ اسی دوران میں ایک صاحب نے مجھ سے اجماع کی حجیت کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے اپنا موقف پیش کیا اور اس پر دلائل بھی دیے۔ تو روم میں سے ایک بھائی نے کہا: شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تو اجماع کو حجت جانتے ہیں اور انکا بھی درس چند دن بعد ہے۔ ہم ان سے عرض کریں گے کہ وہ اجماع کی حجیت پر اپنے دلائل پیش کریں۔ سو جس دن انکا درس تھا میں بھی وقت مقررہ پر آن لائن ہوا اور ان کا درس سننے بیٹھ گیا۔ کافی طویل درس تھا درمیان میں نماز مغرب کا وقفہ ہوا اور اسکے بعد انکا درس دوبارہ شروع ہوگیا۔ جس میں انہوں نے قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے اقوال سے اجماع کی حجیت پر دلائل پیش فرمائے۔ درس میں دو تین بار مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا: غور سے سن لو! یہ بڑی شاندار دلیل ہے۔ خیر درس ختم ہوا تو سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب میری باری آئی تو میں نے شیخ محترم کے پیش کردہ دلائل پر کچھ اعتراضات وارد کیے تو شیخ محترم ابھی ان اعتراضات کا جواب دے ہی رہے تھے کہ پالٹاک کا روم بند کر دیا گیا۔ اسکے بعد چند منٹ ہی گزرے تھے کہ بیلوکس والا روم بھی بند ہوگیا۔ اسکے بعد دوسرے دن ہی مجھے ایک دوست نے اطلاع دی کہ شیخ محترم آپ سے ملنے کی خواہش رکھتے ہیں، لیکن انکے اطلاع دینے سے قبل ہی میں بھی شیخ محترم سے ملنے کا خواہاں تھا۔ خیر...... میں نے جامعہ میں چھٹیوں کا انتظار کیا اور موقع میسر آتے ہی شیخ محترم کی زیارت کرنے حضرو کی طرف چل دیا۔

پہلی ملاقات میں اسی اجماع کے مسئلہ پر ہی شیخ محترم سے تبادلہ خیال ہوا۔ کچھ اجماعی مسائل کے بارے میں گفتگو ہوئی، انکے مکتبہ کا تعارف حاصل کیا، اور اپنے بارے میں شیخ کو کچھ بتایا۔ شیخ صاحب نے بڑی گرمجوشی سے ہمارا خیر مقدم فرمایا اور تعارف کے بعد ایک بار پھر پر تپاک طریقے سے ملے اور واپسی پر بھی شیخ محترم نے بہت سی دعاؤں کے ساتھ الوداع کیا۔ اسی ملاقات میں شیخ محترم نے اپنا ایک خاص فون نمبر بھی دیا جسے وہ عام لوگوں سے چھپا کر رکھتے تھے۔

اسکے بعد ان سے رابطے کا ایک تسلسل قائم ہوگیا۔ کبھی وہ مجھے فون کر لیتے اور کبھی میں انہیں فون کرتا، مختلف مسائل بالخصوص فن حدیث پر بات چیت ہوتی، وہ مجھ سے میری رائے پوچھتے اور میں ان سے بہت کچھ سیکھتا۔ ایک مرتبہ میں نے شیخ صاحب سے اجازۃ الروایہ کا مطالبہ کیا تو فرمانے لگے

※ مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

کہ میرا اصول ہے کہ جو شخص میرے منہج پر نہیں، میں اسے اجازہ نہیں دیتا۔ میں نے پوچھا: کونسا منہج؟ تو فرمانے لگے کہ یہی جس پہ آپ اختلاف رکھتے ہو، یعنی حجیت اجماع اور فہم سلف کی حجیت۔ اور مسئلہ تدلیس میں بھی گو کہ آپکا میلان ہماری طرف ہے، لیکن کلی طور پر نہیں۔ میں نے عرض کیا: چلو مجھے نہ سہی لیکن جو لوگ اجماع کو حجت مانتے ہیں انہیں تو آپ اجازہ دیں گے ناں؟! مسکرا کر فرمانے لگے ہاں جو ہمارے منہج پر ہوگا اسے ہم اجازہ دیں گے۔ سو میں نے انہیں کچھ احباب کے نام بتائے کہ یہ آپکے منہج پر ہی ہیں اور یہ آپ سے اجازۃ الروایہ کے لیے رابطہ کریں گے۔ شیخ محترم نے انکے رابطہ کرنے پر انہیں شفوی اجازۃ الروایہ دیا۔

یعنی شیخ محترم اپنے موقف کو بیان کرنے میں ذرا بھی پس وپیش نہ فرماتے، بلکہ جو دل میں تھا بانگ دہل کہہ دیا اور یہی کیفیت انکی تحریر میں بھی تھی کہ جو حق سمجھتے بلاخوف وخطرا سے نوک قلم پہ لے آتے۔ مگر اب نگاہیں جرأت اظہار کے اس پیکر کے دیدار کو ترستی ہیں اور دل سوچتا ہے کہ

تیغ اور تیغ کی جھنکار کہاں سے لاؤں
اس نگر میں ترا کردار کہاں سے لاؤں
شہر افکار میں الفاظ ومعانی گم ہیں
رونقِ چہرۂ گفتار کہاں سے لاؤں

اور میں نے پایا کہ شیخ محترم موقف ومنہج کے اختلاف کے باوجود علماء کرام کے احترام میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے بلکہ سلف صالحین کی طرح اپنے موقف کو ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرتے، اسکے مخالف پر رد فرماتے لیکن اختلاف کے آداب کو ملحوظ رکھتے۔ ہاں اگر کوئی ادب خلاف کو بھلانے میں پہل کرتا تو اسے پھکی ضرور دیتے تھے۔

میرے بارے میں انہیں یہ سب معلوم تھا کہ میں ان سے منہجی اختلاف رکھتا ہوں، پھر بھی انہوں ہمیشہ عزت سے ہی مجھے پکارا اور کئی اہم ذاتی امور میں بھی مجھ سے مشورہ کرتے۔ مثلا: ملتان میں مولانا عبدالرحمان شاہین حفظہ اللہ نے شیخ محترم کا درس بخاری رکھا تو میں نے فون پہ رابطہ کر کے ان سے پوچھا کہ آپ ملتان تشریف لا رہے ہیں؟ تو فرمانے لگے مجھے تو کوئی علم نہیں، شاید مولانا سبطین صاحب نے وقت دے دیا ہو چونکہ میں انکی بات نہیں ٹالتا اس لیے انہوں نے مجھ سے پوچھنا ضروری نہ سمجھا ہوگا۔ خیر شیخ محترم درس بخاری کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے نکلتے ہی فون کیا کہ ہم ملتان آرہے ہیں اور آپکے پاس رکیں گے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ جب ملتان پہنچے تو میں نے انہیں ریسیو کیا اور اپنے گھر لے گیا۔ ضیافت کے بعد انہوں نے درس کی تیاری فرمائی اور پھر رات میرے گھر ہی قیام کیا۔ درس کے بعد دو دن تک وہ ملتان ہی ٹھہرے رہے، ہم نے انہیں ملتان کے مدارس کا وزٹ کرایا اور جھنڈیر لائبریری دیکھنے بھی گئے۔ اس دوران میں کئی ایک امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ فقہی اور فنی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس دوران میں جو مشاورت انہوں نے کی ان میں سے ایک مسئلہ انکے مکتبہ کا بھی تھا۔ وہ فرمانے لگے: رفیق بھائی! آپکا کیا خیال ہے کہ مکتبہ کا میں کیا کروں کہ میرے بعد بھی یہ کام چلتا رہے؟ تو میں نے عرض کیا: مجھے بھی بہت سے مکتبات ضائع ہوتے نظر آرہے ہیں، حتی کہ کچھ مدارس میں موجود مکتبات بھی بے سود پڑے ہیں۔ اس لیے سب سے بہترین طریقہ ہے کہ آپ اپنے شاگردوں میں سے کسی ایسے شاگرد کا انتخاب کریں جو تحقیق وتصنیف سے منسلک ہے وہ آپکا مکتبہ سنبھال لے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: آپ کس کے بارے میں رائے دیتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: میں آپکے شاگردوں اور انکے ساتھ

آپکے تعلق کو اتنا نہیں جانتا۔البتہ ندیم ظہیر صاحب وہ آپکے قریب بھی ہیں اور صاحبِ ذوق بھی معلوم ہوتے ہیں۔(یاد رہے کہ میں اس وقت تک محترم ندیم ظہیر حفظہ اللہ کو بھی زیادہ نہیں جانتا تھا،بس ایک مختصرسی ملاقات ان سے ٹیکسلا کے قریب انکی مسجد میں ہوئی تھی۔اور میرا خیال تھا کہ اس وقت بھی وہ ادھر ہی ہیں۔یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ ندیم بھائی کے شیخ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ بہت قریبی تعلقات تھے۔)اور دوسرا یہ آپکا شیر تو ہے ہی ناں!(حافظ شیر محمد صاحب بھی اس سفر میں شیخ صاحب کے ساتھ ہی تھے۔)تو فرمانے لگے: مجھے آپ کی یہ تجویز بہتر معلوم ہوتی ہے بہرحال میں اس پر مزید غور کروں گا۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا،شیخ محترم سے رابطہ بڑھتا رہا۔سینکڑوں میل کی مسافت کی بنا پر ان سے بالمشافہ ملاقاتیں تو بہت کم ہوئیں،لیکن فون پر رابطہ کا ایک تسلسل قائم رہا۔آخری مرتبہ میری جوان سے بات ہوئی وہ سنن ابی داود کی حدیث145 کے بارے میں تھی،یہ **انوار الصحیفة** کی منجملہ ان روایات میں سے ہے جن پر میں نے شیخ محترم کو اپنے ملاحظات پیش کیے تھے۔انوار کے سابقہ نسخہ میں انہوں نے ولید بن زوران کی جہالت کو اس روایت کی علت قرار دیا تھا،لیکن امام بیہقی کی توثیق جب انکے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے کہا تھا یہ روایت صحیح ہوگئی اور اب ہم اسے انوار سے نکال دیں گے۔مگر دوسرے نسخہ میں انہوں نے انقطاع کو علت قرار دیا تھا،تو میں نے ان سے عرض کیا کہ انقطاع کہاں ہے؟ تو فرمانے لگے ابھی میں مصروف ہوں بعد میں تفصیلی بات کروں گا۔اور میں نے پھر سے اپنی وہی بات دہرائی کہ زہری کا مدلس ہونا بھی تو محل نظر ہے! تو فرمانے لگے میں نے ابھی تک اس پر غور نہیں کیا بعد میں اسے دیکھیں گے،لیکن اسکے بعد شیخ سے رابطہ نہ ہوسکا۔

چند ہی دن بعد خبر آئی کہ شیخ محترم علیل ہیں اور اسلام آباد میں الشفاء انٹرنیشنل ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ جونہی مجھے شیخ کی بیماری کا علم ہوا میں اسی رات اپنے شاگرد رشید حافظ زبیر آزاد اور حکیم محمد فاروق کے ہمراہ انکی عیادت کرنے روانہ ہوگیا۔اسکے بعد ہر ہفتہ/دس دن بعد شیخ محترم کی عیادت کے لیے وہاں پہنچنے کی کوشش کرتا رہا۔اور حافظ شیر محمد حفظہ اللہ سے وقتاً فوقتاً شیخ محترم کی خیریت دریافت کرتا رہا۔ اور دل سے یہی دعا نکلتی رہی:

یارب! اپنا کرم ہی فرما دے
اس بلبل بستان معانی کو شفا دے
یہ شخص سرخیل ہے یاران نبی کا
اس کے لب ولہجہ کو بخاری کی نوا دے
اس شخص کا اسلوب بیاں اور قوی کر
وہ سحر اسے بخش کہ مردوں کو جلا دے
اس شخص سے زندہ ہیں روایات سلف کی
خوف اس کی رقابت کا حریفوں پہ بٹھا دے
یارب! تری رحمت کے سزاوار ہیں ہم بھی
جو سنگ گراں راہ میں حائل ہیں ہٹا دے

لیکن اللہ کو اپنے اس بندے سے ملاقات کی چاہت تھی،اور جلد ہی ملاقات الٰہی کا پیغام آگیا۔مجھے حافظ شیر محمد حفظہ اللہ نے شیخ محترم کی وفات کی خبر سنائی تو میں دم بخود رہ گیا کہ:

محدث ملت کو صیاد اجل نے چن لیا
شدت غم سے پریشاں حال ہیں پیر و جواں
کیا خبر آئی کہ کلیجہ تھام کر بیٹھا ہوں میں
مرثیہ لکھوں، قلم برداشتہ ہمت کہاں
سوچیے تو لالہ وگل پر قیامت آگئی

آن واحد میں ہوئے سرو وسمن نالہ کناں
صورت حالات کے نازک ترین ایام میں
بے سہارا ہوگیا دشت حدیث کا کارواں
تھا وجود اسکا غنیمت نورپوری کے بعد
وائے ناکامی' خالی ہوگیا اس سے جہاں
ماضیء مرحوم کی تاریخ کا باب عظیم
گلشن توحید کا روشن نشاں
حادثہ کی جانگسل ضربیں رخ حالات پر
سانحہ ایسا خجستہ گام ہے زورِ بیاں

میں نے مولانا عبدالرحمٰن شاہین حفظہ اللہ سے رابطہ کیا اور جانے کا پروگرام طے کیا، مولانا حافظ ریاض عاقب حفظہ اللہ اور حکیم محمد فاروق عثمان حفظہ اللہ بھی ہمارے ہمرکاب ہو لیے۔ اور ہم نماز مغرب کے کچھ ہی بعد حضرو جا پہنچے۔ وہاں پہنچے تو لوگوں کا ایک جم غفیر پہلے سے موجود پایا، علماء ومشائخ کی ایک بڑی تعداد محدث العصر کی جنازے میں شرکت کے لیے جمع تھی۔ نماز عشاء کے بعد جنازہ ادا کرنے کے لیے ایک قریبی پلاٹ میں پہنچے تو مولانا عمر صدیق صاحب حفظہ اللہ نے سٹیج سنبھالا ہوا تھا۔ باری باری کچھ علماء نے شیخ محترم کو اپنے اپنے انداز والفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ:

وہ اک عظیم شخص تھا اور باکمال تھا
اس کی مثال ہو تو کہاں' بے مثال تھا
اس کا قلم تھا کاٹ میں شمشیرِ اصفہاں
اسلوب اسکا تیغ نگارش کی ڈھال تھا
تحریر اس کی ذوقِ نگارش کا منتہی
تقریر اس کی منبع حسن وکمال تھا
اس سرزمیں میں سطوت اسلام کا جمال
اس مملکت میں لشکر دیں کا جلال تھا
نقشہ کھنچا ہوا تھا ابو ذر کے فقر کا
حفظ بو ہریرہ و روح بلال تھا

اور پھر محدث العصر کے استاذ محترم مولانا عبدالحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ نے رقت آمیز لہجہ میں نماز جنازہ کی امامت کروائی اور وارثان حدیث نے سسکیوں اور آہوں سے تھراتے لبوں اور نم ناک آنکھوں سے محدث العصر کا آخری حق ادا کیا۔ جنازہ سے فارغ ہوئے تو ملک کے اطراف واکناف سے آنے والے شیوخ الحدیث اور علماء کرام کا ایک پرشکوہ منظر دیکھنے کو ملا۔ سبھی حسرت ویاس لیے اس عظیم خزانہ کے مفقود ہوجانے پر نالہ کناں تھے۔ سبھی کہہ رہے تھے:

افتاد آ پڑی ہے کہ انساں چلا گیا
اک دوست تھا کہ بادلِ حرماں چلا گیا
پہنچا وہاں جہاں سے نہ پھر کوئی آسکے
فردوس کا مسافرِ ذی شاں چلا گیا
ہم اسکی خوبیوں کے ثناخواں ہیں دوستو
تیور شناس حلقہء یاراں چلا گیا
بخاری سے تھی اسکی نگہ کو مناسبت
دل اسکا تھا خزینہء عرفاں چلا گیا
سینہ میں اسکے درد تھا اور وہ بھی لا زوال
اس دردِ لا زوال کا درماں چلا گیا

یقیناً وہ جا چکے ہیں' لیکن اپنے پیچھے اپنے شاگردان رشید کی ایک بھاری تعداد چھوڑ گئے ہیں۔ اپنی تصنیفات وتحقیقات کا ایک وقیع علمی خزانہ چھوڑ گئے ہیں۔ اور انکی یہ مساعی جمیلہ انہیں ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رکھیں گی۔ گویا وہ زبان حال سے کہہ گئے ہیں:

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوامِ ما !

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وأسکنہ فی فسیح جناتہ

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ

مولانا ابوالحسن سید انور شاہ الراشدی حفظہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ، جب سے یہ نام میرے کانوں نے سنا ہے تب سے میں آپ کو صورتاً غضب ناک سمجھتا تھا، مزید آپ کی تحریرات نے اس پر توثیق ثبت کر دی، آپ کی تحریرات میں سختی پائی جاتی ہے، تقریباً تین سال قبل آپ سندھ کے دورے پر تشریف لائے، اسی دوران آپ نے ہمیں بھی زیارت کا شرف بخشا، ان سے یہ ہماری پہلی ملاقات تھی، اس سے قبل شیخ صاحب سے ٹیلیفون تک ہی رابطہ محدود تھا، ایک طرف آپ کا نام اور تحریرات آپ کی سخت مزاجی کی طرف لے جا رہی تھیں، لیکن دوسری طرف آپ کی صورت، یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ حافظ زبیر علی زئی ہیں؟ میں نے آپ کو بالکل سادہ مزاج پایا، تحریرات میں اگرچہ کافی سختی تھی مگر صورتاً آپ بالکل اس کے برعکس نکلے۔

الشیخ، المحدث، المحقق، قاطع الشرک والبدعۃ، المتشدد علی الفرق الضالۃ والباطلۃ، محبّ القرآن والسنۃ، والمتبع لہما، الحافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ عالم برزخ کی طرف کوچ کر چکے ہیں، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون. اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها، آمین۔ سن ۱۹۹۰ سے جماعت اہل حدیث مسلسل المیوں کا شکار رہی ہے۔ (۱۹۹۴۔۱۹۹۰) میں شیخین کریمین سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے برادر اصغر سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ نے رب العالمین کے بلاوے پر لبیک کہا۔ ۱۹۹۵ء میں داغ مفارقت دینے والے شیخ مصطفیٰ زرقا، شیخ مناع القطان، شیخ عطیہ سالم، شیخ علی طنطاوی، مولانا عبدہ الفلاح، شیخ محمد عمر فلاتہ، شیخ عبدالقادر سندھی، شیخ علامہ عبدالعزیز بن باز آخر میں محدث العصر حضرت علامہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ مقالات الشیخ ارشاد الحق الاثری (۲/۲۲۵) بلکہ شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے تو (۱۹۹۹ء) کو سلفی حضرات کے لیے عام الحزن قرار دیا کہ یکے بعد دیگرے جماعت اہل حدیث بڑی بڑی اہم شخصیات، علماء کرام، محدثین عظام کے مبارک وجود سے محروم ہوتی چلی گئی، ابھی تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے کہ محدث عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا زخم ابھی مندمل نہیں ہوا تھا کہ پہلے شیخ صاحب پر فالج اور اٹیک دونوں کے بیک وقت حملہ کی خبر، پھر دل پر لرزہ طاری کرنے والی شیخ کی جدائی نے زخموں کو پھر سے نیا کر دیا۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، اللّٰهم اغفرله وارحمه اللهم ادخله الجنة الفردوس، اللهم احشره في زمرة المحدثين، اللهم آمين.

شیخ صاحب کی وفات کی خبر جب میں نے والد محترم کو بتائی تو آپ نے إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون پڑھنے کے بعد فرمایا: آپ اچھے اور صالح تھے، ابھی تو آپ کی اتنی عمر نہیں تھی، والد محترم کو ان کی وفات سے بڑا دکھ ہوا، بہر کیف، "لكل أجل كتاب" سے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں، ہم ان کے جنازہ میں تو شریک نہ ہو سکے اور نہ اتنا جلدی ان کی

رہائش گاہ پر پہنچ سکتے تھے، سو اس لیے ہم نے اپنی مسجد میں ہی شیخ کے لیے غائبانہ نماز جنازہ کا اہتمام کیا، اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو شیخ کے حق میں قبول فرمائے۔ آمین

الحمد للہ! قریباً ہر نماز کے بعد میں شیخ کے لیے دعا گو رہتا ہوں، کیونکہ ایک تو انکا ہم پر حق ہے اور دوسرا وہ اب ہماری انھیں ٹوٹی پھوٹی دعاؤں کے ہی منتظر ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے اگر اپنے اسلاف کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھا تو ہمیں بھی ہمارے اخلاف اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے، اور اگر ہم نے ان کو اپنی دعاؤں میں یاد کرنا چھوڑ دیا تو ہمارے اخلاف ہمارے ساتھ بھی یہی برتاؤ کریں گے۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ دونوں تلاش حق کے بعد راہِ حق اختیار کرنے والے تھے، جبکہ ان کے والد کٹر حنفی تھے جبکہ علامہ البانی رحمہ اللہ کے تو اپنے والد بزرگوار سے شدید قسم کے مباحثے ہوتے تھے، یہی نہیں بلکہ صوفیوں اور بدعتیوں وغیرہم سے بھی مناقشات ہوتے رہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ کو "وھابی ضال" بھی کہا جانے لگا، لیکن انھوں نے حدیث رسول کے ہوتے ہوئے کسی بھی چیز کی پروا نہیں کی، اور اپنی تحقیق کو جاری رکھتے ہوئے بالآخر المحدث الکبیر اور حقیقتاً ناصر الدین بن گئے، جن کی سیکڑوں کتابیں ہمارے مکتبات کی زینت بنی ہوئی ہیں، خصوصاً، صحیحہ، ضعیفہ اور ارواء، جوامت اسلامیہ کے لیے گرانقدر سرمایہ ہیں۔ اب شیخ صاحب کے متعلق بھی سنتے جایے، شیخ صاحب شروع میں اپنے والد محترم کی وجہ سے حنفی علماء سے متاثر تھے، کیونکہ ان کے والد جماعت اسلامی سے وابستہ تھے۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں: ان کے چچا محترم نے انھیں ایک مرتبہ صحیح بخاری عنایت کی اور کہا: بیٹے حدیث کی یہ کتاب صحیح ترین کتاب ہے، آپ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں لیکن اس پر عمل نہ کرنا، میں حیران رہ گیا کہ جب بخاری شریف حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے تو پھر اس پر عمل سے کیوں روکا جا رہا ہے؟ چنانچہ میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا اور اس پر عمل کرنا بھی شروع کر دیا اور جہاں رفع الیدین کا ذکر آیا میں نے اپنے طور پر رفع الیدین بھی کرنا شروع کر دیا۔[1] (رسالہ محدث۔ جلد ۴۵ شمارہ ۶۲ ۳ ص ۹۳)

تو یہ تین علماء تھے جو حنفیت سے پھرے تو ساری زندگی باطل کی مخالفت اور حدیث رسول کی خدمت میں صرف کر دی، اور ہر محاذ پر (خطاباً، مناظرۃً وتحریراً) مسلک اہل حدیث کا بھرپور دفاع کرتے رہے، ان کی دوسری خدمات دینیہ اپنی جگہ مگر رسالہ اشاعۃ "الحدیث" کا اجراء انکا یہ عمل لائق تحسین ہے، جس سے یقیناً ہر طبقہ (عوام وخواص) بھرپور استفادہ کر رہا تھا، شیخ صاحب جب ہمارے پاس پہلی مرتبہ تشریف لائے تو انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ (الحدیث) آپ کو ملتا ہے؟ میرا جواب نفی میں تھا تو آپ نے فرمایا: میرا رسالہ "الحدیث" تقریباً پچاس عدد میں اعزازی ہوتا ہے، لہٰذا آپ کے لیے جا کر میں اعزازی لگوا دیتا ہوں۔ اس کے بعد انھوں نے مجھ سے پوچھا: آپ کے پاس میرا فون نمبر ہے؟ میں نے کہا کہ یہ ہے، نمبر بتانے پر آپ نے فرمایا: یہ میرا عام نمبر ہے، پھر اپنا خاص نمبر مجھے دیتے ہوئے کہا: آپ ہمارے غیر تو نہیں، ہمیں اس جگہ (مکتبہ وغیرہ) سے خصوصی تعلق رہا

---

[1] شیخ رحمہ اللہ نے محض رفع الیدین کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس پر "نور العینین ...... الخ کے نام سے بڑی عمدہ کتاب بھی لکھی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ کی جزء رفع الیدین کو ترجمہ وتحقیق سے شائع بھی کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

ہے، پھر اپنی کتب کے متعلق پوچھا، میں نے کہا: فلاں فلاں کتاب ہے (جو خود انھوں نے ہی ہمیں دی تھیں) تو آپ نے فرمایا: واپس جا کر جو کتب میرے پاس ہوں گی میں آپ کو بھیج دوں گا۔ تو آپ نے تقریباً دس کے قریب مجھے کتابیں کسی کے ہاتھ بھیج دیں، جن میں (فتاویٰ جلد۲، جزء رفع الیدین، بتحقیقہ) چند دوسری کتب، غرض یہ ان کی ہم پر شفقت تھی کہ بن بلائے ہمیں زیارت کا شرف بخشا، اپنی کتب دیں، خاص فون نمبر دیا، رسالہ کا اعزازی اجراء کیا۔[1] جزاه اللّٰه احسن الجزاء۔ اللهم ادخله الجنة الفردوس الاعلی۔ اللهم آمین

اگرچہ یہ ان کو معلوم تھا کہ مجھے ان سے چند مسائل میں اختلاف ہے، مثلاً تدلیس وغیرہ، اور اس حوالے سے میں نے شیخ خبیب صاحب حفظہ اللہ کی کتاب مقالات اثریہ پر تبصرہ بھی لکھا تھا جو الاعتصام میں بالکل اختصار کے ساتھ شائع ہوا۔ (یہ تبصرہ کئی صفحات پر مشتمل ہے) جس کا تذکرہ بھی شیخ صاحب نے مجھ سے کیا تھا کہ آپ نے خبیب صاحب کی مسئلہ تدلیس میں تائید کر دی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے محبت و شفقت میں کمی نہیں کی۔

آپ کے کارناموں میں رسالہ کا خصوصی تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ اس کی بدولت آپ نے اپنے موقف کی کھل کر بلا جھجھک ترویج کی۔ آپ کے اکثر مقالات و فتاویٰ اسی سے معرض وجود میں آئے، ایک مقتدر عالم دین کا اپنا رسالہ ہونا چاہیے، جس سے وہ کھل کر آزادانہ اپنی بات کو لوگوں تک پہنچا سکتا ہے، کیونکہ اصحاب رسائل و جرائد کی اپنی اپنی شرائط ہوتی ہیں جن کے وہ پابند ہوتے ہیں اور ہر کسی کا اپنا اپنا منشور ہوتا ہے اور وہ اسی دائرے میں رہ کر ہی کام کرتا ہے، خصوصاً تحقیق و تنقید پر مشتمل مضامین کی اشاعت بڑا مسئلہ ہوتا ہے، میں نے کچھ عرصہ قبل وتر کے متعلق ایک تحقیقی مقالہ دعوت اہل حدیث میں لکھا، جس پر ایک صاحب نے تعاقب کیا۔ اس پر برادرم عبدالرزاق دَل صاحب نے میری تحقیق سے متاثر ہو کر رد لکھا، پھر اس صاحب نے دَل صاحب پر رد لکھا تو رسالہ کے منتظمین نے اسی کے مضمون کے ساتھ اس سلسلے کو موقوف کر دیا، حالانکہ مجھے ابھی تک اپنا مدعا بیان کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا، چونکہ یہ رسالہ اپنی نوعیت کا ہے، تعاقب در تعاقب لوگوں کے لیے مشکل پیدا کر دیتا ہے، خیر میں اس موصوف کا رد کافی عرصہ سے لکھ چکا ہوں، بہر کیف رسائل و جرائد کے بغیر ان کو اس قسم کی مشکلات کا سامنا رہا ہوگا، جس کی وجہ سے وہ رسالہ کے اجراء کا قیام عمل میں لائے، شیخ صاحب کے ہوتے ہوئے رسالہ ''الحدیث'' تو اکثر آپ کے مضامین کی زینت بنا ہوا تھا، مگر اب وہ بہار......الخ

بہر کیف ہماری تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے کہ دین اسلام کی عموماً اور مسلک اہل حدیث کی خصوصاً نمائندگی کرتا رہے، اور شیخ رحمہ اللہ کے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

محدث العصر ماہر علم اسماء الرجال جدنا الامجد ابوالقاسم سید محبّ اللہ شاہ الراشدی کے متعلق آپ فرماتے ہیں: اگر مجھے رکن و مقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم دی جائے تو یہی کہوں گا کہ میں نے شیخنا محبّ اللہ شاہ سے زیادہ نیک زاہد اور افضل، اور شیخ بدیع الدین شاہ سے زیادہ عالم و فقیہ انسان کوئی نہیں دیکھا، رحمہما اللہ۔

[1] امید ہے کہ آیندہ بھی رسالہ اعزازی ہمیں موصول ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

آپ ۹/شعبان ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۱/جنوری ۱۹۹۵ء کو فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ، وكان ثقة، إمامًا خفنًا، صاحب سنة والورع ما رأيت مثله . مقالات(۱/۵۰۵)

مزید فرماتے ہیں: خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵) کے بارے میں لکھا: وكان فريد عصره وقيع دهره وسيع وحده واما وقته......إلخ تاریخ بغداد(۱۲/۳۴)

آپ دونوں بھائی اس کے مصداق تھے۔(مقالات ۱/۴۹۴)

آپ ہمارے پاس دو دفعہ تشریف لائے تھے، دونوں ہی دفعہ آپ نے جد امجد رحمہ اللہ کے متعلق فرمایا کہ اسماء الرجال کے وہ بہت بڑے امام تھے، بلکہ یہاں تک بھی فرما گئے تھے کہ وہ برادرم صغیر سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ سے بھی علم الرجال میں سبقت رکھتے تھے۔ آپ نے ان کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ جب مجھے کسی حوالہ کی ضرورت پڑتی تو آپ بخود بغیر کسی کو کہے سیڑھی پر چڑھ کر کتاب نکال کر مطلوبہ حوالہ دکھاتے تھے۔

دفاع حدیث میں آپ کی کوشش:

دفاع حدیث میں آپ بے حد مستعد تھے، چونکہ احناف حدیثِ رسول ﷺ میں تحریف کر کے بڑی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں، مشکوٰۃ المصابیح میں تحریف، ابو داود میں تحریف، مسند ابی عوانہ میں تحریف، مصنف ابن ابی شیبہ میں تحریف، مسند الحمیدی میں تحریف، یہاں تک کہ قرآن مجید میں بھی تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں۔

إنا لله وإنا إليه راجعون

لیکن ان تمام تحریفات کے باوجود جماعت حقہ کے نامور علماء ہر دور میں بروقت ان کے رازوں کو فاش کر کے ان کو آئینہ دکھلا چکے ہیں، اور شیخ نے بھی حتی المقدور اس میں اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش کی ہے، مثلاً: مسند الحمیدی میں رفع الیدین کی روایت میں ''واؤ'' کو حذف کرنے کے حوالے سے انھوں نے اپنی کتاب ''نور العینین''......الخ میں باقاعدہ صفحات کے عکس دے کر اچھی طرح اس کی وضاحت کی ہے، اور اسی طرح مسند ابی عوانہ کی (جس کا قلمی نسخہ الحمد للہ ہمارے پاس محفوظ ہے اور شیخ نے بھی اس کا ذکر کر کے ''واؤ'' کے حوالے سے اس کا عکس بھی دیا ہے۔) رفع الیدین والی روایت پر اچھی طرح بحث کی ہے، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ نے جب جد امجد رحمہ اللہ سے مصنف ابن ابی شیبہ کا عکس لے کر اس کو شائع کیا تو اس میں، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت میں "تحت السرة" کے الفاظ اپنی طرف سے اضافہ کر کے حوالہ ہمارے مخطوطے کا دے دیا، جد امجد رحمہ اللہ نے اس خیانت کو دیکھ کر اس پر جو لکھا:

(۱) وہ اپنی جگہ، مگر آپ نے اس مکتبہ کے منتظمین کے پاس جا کر ان سے پوچھا کہ آپ نے اس کتاب میں اضافہ کیوں کیا ہے؟ او کما قال: تو انھوں نے جواب دیا کہ اس کا جواب مولانا تقی عثمانی صاحب والوں سے پوچھیں، بہر کیف اس کے بعد جد امجد رحمہ اللہ پھر کبھی مکتبہ والوں کے پاس نہیں گئے، کتنی احسان فراموشی کی بات ہے، اسی مکتبہ والوں نے جب شرح الطیبی (مخطوط) کا عکس مانگا تو وہ بھی بغیر کسی رائلٹی وغیرہ کے دیدیا، جس کو انھوں نے شائع بھی کیا، اسی طرح

مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ (مخطوط) کا عکس مانگا تو وہ بھی بغیر کسی معاہدہ کے ان کو دے دیا، اور انھوں نے اس کا صلہ یہ دیا کہ حدیث شریف میں تحریف کر کے تمام تر احسانات پر پانی پھیر دیا، جس کی قطعاً جد امجد رحمہ اللہ کو توقع نہیں تھی۔ ان کی اس زیادتی پر بہت سے علماء نے خوب خبر لی مگر شیخ نے بھی اس میں اپنا حصہ ڈالا۔

(۲) ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

۱: اسی کتاب میں ان کے تاثرات موجود ہیں، مزید مراجعت مقالات راشدیہ (۱/۶۶)

۲: ملاحظہ ہو نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

طبع کرنے والوں کا فرض تھا اور علمی امانت داری کا تقاضا تھا کہ وہ بتاتے کہ تحت السرۃ کے الفاظ نہیں، کس نسخہ دریافت ہوئے ہیں؟ تا کہ حدیث کے طالب علم اس نسخہ کے نسب نامہ پر نظر ڈال سکتے مگر انھوں نے ایسا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام:۲۶)

حالانکہ اس کا حوالہ انھوں نے ہمارے مخطوط سے دیا ہے، جیسا کہ مولانا ثناء اللہ ضیاء نے اپنی کتاب میں لکھا ہے، آپ فرماتے ہیں: اس بد دیانتی کا جواز ان کے بقول ان کے پاس یہ ہے کہ ہم نے راشدیہ کتب خانہ میں موجود مخطوط کا جو عکس لیا ہے اس میں تحت السرۃ کی زیادتی تھی، لہٰذا ہم نے کردی۔ (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں:۴۷)

جس کی تردید بھی جد امجد رحمہ اللہ نے اپنے مخطوط کے حوالے سے کردی، لیکن چور اپنی چوری کے نشانات کہیں نہ کہیں ضرور چھوڑتا ہے، طیب اکادمی ملتان والوں نے جب المصنف...... سعید اللحام کی تحقیق وغیرہ سے شائع کیا تو انھوں نے اس اضافے کے ساتھ مخطوط کا عکس بھی شائع کیا ہے لیکن اس میں ان کی تحریف اس عکس سے واضح ہے، ذرا اس کی روداد بھی ملاحظہ ہو۔

مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۲۶۶) میں وائل بن حجر کی مرفوع روایت کے حدثنا پر (......) ایسی لکیر لگی ہوئی ہے، کراچی (مکتبہ) والوں نے اس صفحہ کا عکس لے کر پھر حدثنا کے اوپر (......) اسی طرح ورقہ کی چٹکی رکھ کر اس پر روایت کے آخر میں ''فی الصلاۃ'' کے بعد ''تحت السرۃ'' کے الفاظ لکھ دیے اور پھر اس کے بعد حدثنا لکھا جس کی کیفیت کچھ اس طرح ہوگئی۔

۱: اصل مخطوط کے الفاظ ......فی الصلاة حدثنا .

۲: تحریف شدہ عکس کے الفاظ ......فی الصلاة تحت السرة حدثنا .

ان کی چوری دو طرح سے واضح ہے:

۱: انھیں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ لکھنے کے لیے حدثنا کو چھوٹا کرنا پڑا تو ''حدثنا'' کے اوپر والی آدھی لکیر ''تحت السرۃ'' پر بھی آگئی۔

۲: جگہ کی قلت کی وجہ سے ''فی الصلاۃ'' کی ''ۃ'' کو سائیڈ سے ہٹا کر اوپر لکھ دیا (الصلا ۃ) اس طرح ان کی یہ چوری عکس سے ہی ظاہر ہے، سچ کہتے ہیں چور چوری کے نشانات ضرور چھوڑ کر جاتا ہے، اب ذرا مخطوط اور ملتان کی طرف سے شائع کردہ عکس ملاحظہ فرمائیں اور دونوں کا آپس میں موازنہ کریں، دونوں باتیں آپ کو مل جائیں گی۔

اسی طرح شیخ صاحب نے صحیح بخاری کے دفاع میں بھی تقریباً دو کتابیں لکھی ہیں جو مکتبہ اسلامیہ سے شائع ہوئی

ہیں، شیخ رحمہ اللہ نے ہی یہ کتابیں دی ہیں۔

بات یہ ہے کہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم، دور تابعین ، دور تبع تابعین گزر چکا ہے، اس امت کے لیے باقی ایک مرتبہ بچا ہے، اور وہ حدیث نبوی کی خدمت ۔ اب ہر کسی کی مرضی ہے کہ حدیث نبوی کی خدمت کر کے خود کو محدثین کرام (امام بخاری، امام مسلم، امام علی بن المدینی) کے زمرہ میں شامل کرواتا ہے یا ان کے مخالفین میں ۔ اللهم احشرنا في زمرة المحدثین اور جو لطف اس حدیث کے فن اصول حدیث، فن رجال، وفن تفسیر کے مطالعے (لکھنے پڑھنے) میں ہے دنیا کی کسی چیز میں نہیں، بشرطیکہ اس کا کوئی ذائقہ چکھ کے دیکھے۔

مریں گے ورق ہوں گے کفن اپنا

آپ کی اس ملاقات میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے والدمحترم نے فرمایا کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اسی زمانے میں (جب تحریف ہوئی) مکتبہ والوں پر مقدمہ دائر کیا جاتا، اس کے بہت سارے فوائد ہو سکتے تھے، مثلاً: ا: ایک تو فیصلہ سے عوام کو ان کے کھوکھلے دلائل کی حقیقت معلوم ہو جاتی کہ ان کے پاس صحیح دلائل نہیں اس لیے حدیث میں انھوں نے تحریف کی ہے۔

۲: یہ فیصلہ ہمارے حق میں اور ان کے خلاف تاریخی دستاویز ہوتا، ہوسکتا ہے آیندہ بھی اسی قسم کے لوگ حدیث میں تحریف کے مرتکب ہوں، ان کے لیے سبق آموز ہوتا کہ وہ دوبارہ حدیث میں اسی قسم کی تحریف وغیرہ کی جراءت نہ کر سکیں، وغیرہما۔

بہر کیف اس کو ہماری سستی سمجھیں یا کچھ اور لیکن والدمحترم نے شیخ رحمہ اللہ کو کہا کہ اب بھی ہم ان پر مقدمہ دائر کر سکتے ہیں، شیخ نے اس سے اتفاق بھی کیا، لیکن اس کے بعد والدمحترم پر فالج کا اٹیک ہو گیا، اور معاملہ آگے بڑھ نہ سکا۔

اللهم انصر على نصرة دينك ومحافظة حديث نبيك ، اللهم آمين

بنیادی طور پر مجھے شیخ رحمہ اللہ سے چند مسائل میں اختلاف رہا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو ہم سر پر لیکر ایک دوسرے پر طعن وتشنیع شروع کر دیں، اختلاف ہو جانا کوئی بات نہیں، لیکن اس اختلاف سے ہم دل میں نفرتوں اور کدورتوں کے بیج بوئیں یہ قطعاً نامناسب فعل ہے، اور ہماری ایک دوسرے پر طعن وتشنیع سے غیر کو فائدہ اور ہمیں نقصان پہنچے گا، ان اصول ومباحث کو احسن انداز میں حل کرنا چاہیے، جس سے یقیناً مثبت نتائج نکلیں گے، بہر کیف ان تمام اختلافات کے باوجود شیخ رحمہ اللہ لائق تحسین ہیں کہ انھوں نے غیروں سے بڑی جرأتمندی سے حدیث نبوی کی خدمت کرتے ہوئے جہاد کیا، جہاں سے بھی حدیث کے خلاف لکھا جاتا، آپ فوراً اس کے خلاف لکھنے کے لیے آمادہ ہو جاتے، اور اس جہاد میں سب سے بڑا ہتھیار جو شیخ کو میسر تھا وہ تھا ان کا رسالہ ''الحدیث'' فتنہ غامدیہ ہو یا فتنہ قادیانیت، مدمقابل حنفی دیوبندی ہو یا حنفی بریلوی سب کا بڑی دلیری سے توڑ کرتے رہے۔

بس یہ علماء جب زندہ ہوتے ہیں تو ہمیں ان کی قدر نہیں ہوتی جب اپنا وقت پورا کر کے چلے جاتے ہیں تو ہمیں

پتہ چلتا ہے کہ ان کے جانے سے کتنا بڑا خلا پڑ جاتا ہے، لہٰذا ہمیں اہل علم کی بے حد قدر کرنی چاہیے۔

بہرکیف شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین حنیف و مسلک اہل حدیث کی تحریراً، تدریساً، تقریراً، مناظرۃً حسب استطاعت خدمت کر چکے ہیں، اور اب ان کے اخلاف پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ شیخ کے حقیقی ورثہ یعنی علم کے جانشین بن کر شیخ کے لیے صدقہ جاریہ کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں، چوں کہ اہل علم کا حقیقی ورثہ دنیا کا یہ حقیر مال و دولت نہیں بلکہ حقیقی ورثہ علم ہے۔ رضينا قسمت الجبار فينا

محدث العصر

عزیز واقارِب کی نظر میں

پاسبان

طاہرہ شیخ (جدہ)

زمیں اپنی نہ آسماں ہمارا
تھا تیرے سوا کوئی کساں ہمارا
پتھر اُٹھا لئے دشمنوں نے
رخصت ہو گیا پاسباں ہمارا
ڈال لئے بادِ خزاں نے ڈیرے
اجڑ گیا گلستاں ہمارا
ہم ہو گئے یتیم بے سہارا
خدا ہو نگہباں ہمارا
ستاتی ہے ہر پل تیری یاد
دل رہتا ہے پریشاں ہمارا
اتنے جلدی چھوڑ جاؤ گے
کہاں تھا وہم و گماں ہمارا
کون کرے گا ہمارے چمن کی رکشا
دھر گیا باغباں ہمارا

چراغ

طاہرہ شیخ

جس شجر پہ تھا پرندوں کا نشیمن
ہائے قضانے وہ شجر بھی کاٹ دیا
کہاں کریں گے اب یہ پرندے بسیرا
تھا جس سے شہر ہمارا روشن ، وہ چراغ بجھ گیا
دل کی محفل میں تاریکی ہے!
کہاں جائیں اہل انجمن ، وہ چراغ بجھ گیا
چلی کچھ اس طرح بادِ صر صرائے ذبیح
تھا جس سے شہر ہمارا روشن ، وہ چراغ بجھ گیا
جلاتے تھے تم جس چراغ سے دیئے
سنو اے اہلِ تسنن ، وہ چراغ بجھ گیا
کون دکھائے گا اب ان اندھیروں میں راستہ!
ٹوٹ گیا ہمارا مَن ، وہ چراغ بجھ گیا
روشن تھا شیخ کی ہی ضو سے جہاں
دھندلا دھندلا ہے چمن، وہ چراغ بجھ گیا
جس کی تجلی سے جلتا تھا تیرا من
اے غافل اسلام سن ، وہ چراغ بجھ گیا
مرتدوں کی زمیں پر، اسلام کا جھنڈا گاڑ کر
رخصت ہو گیا بندۂ مومن ، وہ چراغ بجھ گیا
ہمارے دل کے زخموں کو کرتی تھی جو رفو
ٹوٹ گئی وہ سوزن، وہ چراغ بجھ گیا
ان آتش زنوں سے کیا ملے گا چین !!!
ملتا تھا جس سے پیغامِ امن ، وہ چراغ بجھ گیا

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بحیثیت ایک باپ

حافظ معاذ علی زئی حفظہ اللہ

میرے والدِ محترم جنھیں دنیا محقق دوراں، ذہبی زماں، محدث العصر اور شیخ الاسلام کے طور پر جانتی ہے بحیثیت ایک باپ بڑے ہی نفیس، شفیق اور محبت وشفقت کرنے والے انسان تھے۔ وہ اپنی اولاد سے ہی کیا نبی کریم ﷺ کے طریقے پر چلتے ہوئے ہر بچے کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے اور علمی مصروفیت کے باوجود پوری توجہ دیتے اور اکثر چھوٹے بچوں کو اٹھا بھی لیتے تھے۔

ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: آپ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں، ہم تو نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔''

(صحیح بخاری: 5998، صحیح مسلم: 2317)

والدِ محترم یقیناً ان لوگوں میں سے تھے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے رحم سے بھر دیا ہے۔ آپ کے جیب اور کمرے میں عموماً ٹافیاں وغیرہ ہوتیں جو آپ بچوں میں تقسیم کرتے رہتے تھے۔

آپ کا زیادہ وقت تحقیق اور مطالعہ میں گزرا۔ علمی اور تحقیقی مصروفیات کی وجہ سے عام طور پر آپ صرف کھانے کے اوقات میں ہی گھر جایا کرتے تھے۔ وہ اول وقت کے طعام کو ترجیح دیتے تھے۔ ہر کام وقت پر کرنا اُن کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک اہم وصف تھا۔

اپنے تمام بچوں سے وہ بہت زیادہ محبت کرتے تھے تاہم وہ دین کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ پیار ومحبت کے باوجود آپ دینی وشرعی معاملے میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ہمیں توحید وسنت پر قائم رہنے اور نیک صالح اعمال کرنے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔

جب بچوں میں جھگڑا ہوتا تو کہتے کہ گواہوں کو پیش کرو۔ آپ کی ان باتوں سے ہم بڑے حیران ہوتے تھے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس سے جھگڑا خود ہی رفع دفع ہو جاتا۔ کوئی بچہ سوچے سمجھے بغیر کسی دوسرے پر الزام نہیں لگا سکتا تھا۔

آپ سبزی بالخصوص کدو اور شلجم بہت پسند کرتے تھے۔ گوشت ان کی پسندیدہ خوراک تھی۔ آپ عموماً ثرید بنا کر یعنی چُوری کر کے کھانا کھایا کرتے تھے، کیونکہ اسے نبی کریم ﷺ نے افضل ترین غذا قرار دیا ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (5418) وغیرہ۔

اگر کوئی بچہ کھانے کی پلیٹ کو مکمل صاف نہ کرتا تو آپ سب سے پہلے اُس پلیٹ کو صاف کرتے تھے۔ آپ کے اس عمل سے ہماری اصلاح ہو جاتی اور ہم آیندہ کے لئے محتاط ہو جاتے تھے۔ اپنے عمل کے ذریعے سے بچوں کی بہترین تربیت بڑا کارگر ذریعہ ہے جسے آپ کبھی نظر انداز نہیں کرتے تھے۔

اگر کبھی روٹی قدرے جل جاتی تو آپ اسے خود کھا لیتے اور فرماتے کہ میں نہیں چاہتا میرے بچے جلی ہوئی روٹی کھائیں

اوراس میں ہمارے لیے ایثاروقربانی کا درس ہوتا تھا۔
تندوری روٹی انھیں بہت پسند تھی۔
کھیرے آپ کی فریج میں ہر وقت موجود رہتے۔
فروٹوں میں خربوزہ انھیں سب سے زیادہ پسند تھا۔
گرمیوں میں تقریباً روزانہ آم لے آتے اور گھر کے صحن میں رات کو کھلے آسمان تلے سب گھر والوں کے ساتھ کھاتے۔ دادا ابو بھی ساتھ موجود ہوتے تو اس دوران میں آپ ان کے ساتھ سیاست پر ہلکا پھلکا تبصرہ بھی کرتے تھے۔
بچوں میں مجھ (معاذ) سے وہ سب سے زیادہ بے تکلف تھے۔ وہ ہر بات میں میری رائے ضرور لیتے۔ زیادہ تر اردواور انگلش کے الفاظ کی جانچ مجھ سے کرواتے، باوجودیکہ وہ انگلش اور اردو میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ اس میں آپ کا مقصود محض میری حوصلہ افزائی ہی تھا۔
میں اگر کسی چیز کا مشورہ دیتا تو فوراً قبول کر لیتے۔
مجھے کسی بات پر کبھی مجبور نہیں کیا اور میری پسند کو ہمیشہ اولین ترجیح دیتے تھے۔
آپ مجھے کہا کرتے تھے کہ پڑھائی زیادہ ضروری ہے۔ پہلی کلاس سے لے کر گریجوایشن تک ہر امتحان کے بعد میرے نمبر اور پیپر خود چیک کرتے اور ہمیشہ یہ جملہ کہا کرتے تھے: ''معاذ فیل ہوتے ہوتے رہ گیا ہے''۔
وہ دوسرے بچوں پر بھی ایسا ہی تبصرہ کرتے تھے۔
گریجوایشن کے بعد مجھے کئی بار کہا کہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لو۔ وہ ٹائم ضائع کرنے کے سخت مخالف تھے۔
تعلیم کے معاملے میں وہ مجھے اور تمام بچوں کو مکمل سپورٹ کرتے تھے۔ وہ ہر بچے کی تعلیم کے قائل تھے اور کسی میں تفریق نہیں رکھتے تھے۔
میں نے والد محترم کے قائم کردہ مدرسہ میں ہی مکمل قرآن مجید حفظ کیا ہے۔ ایف ایس سی کے بعد آپ کی شدید خواہش تھی میں کسی جامعہ میں باقاعدہ درس نظامی کروں اور وفاق المدارس السّلفیہ کے امتحانات بھی پاس کروں، چنانچہ اسی غرض سے آپ نے مجھے لاہور بھی بھیجا تھا، لیکن شومئی قسمت کہ میں کسی وجہ سے وہاں نہ پڑھ سکا، لیکن جب واپس آیا تو آپ نے اس کا بہترین حل یہ سوچا کہ مجھے خود پڑھانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی مدرسے کے مختلف اساتذہ کے سپرد کر دیا جس کے نتیجے میں وفاق المدارس السّلفیہ (خاصہ) تک ممتاز حیثیت میں پاس کر چکا ہوں اور اپنی یہ تعلیم جاری رکھنے کے لئے پُرعزم بھی ہوں۔ (ان شاءاللہ)
میں نے کئی دفعہ اُن کے ساتھ سفر کیا ہے، اگرچہ ان کے تمام اسفار علمی نوعیت ہی کے ہوتے تھے لیکن میرا سب سے یادگار سفر لاہور کا تھا، جب میں تقریباً بارہ (12) سال کا تھا۔ وہ دس دن کے دورے پر مجھے ساتھ لے گئے تھے۔ ہم لاہور میں مولانا مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کے پاس رہے۔ وہاں سے واپسی پر دریائے جہلم میں بھی ہم نے کشتی میں سفر کیا۔ وہاں مقامی علماء بھی ہمارے ساتھ تھے۔ پھر وہاں سے آزاد کشمیر گئے۔ آزاد کشمیر میں انھیں ایک مجاہد نے اپنی AK-47 چلانا سکھائی تھی اور ان سے کہا تھا کہ وہ اس کی شہادت کے لئے دعا کریں۔ واپسی پر مری کے خطرناک موڑوں سے ہوتے ہوئے ہم حضرو پہنچے۔ وہ کافی یادگار سفر تھا۔
راستے میں مجھے ہر جگہ کے بارے میں بتاتے۔ مجھے ان کے ساتھ اکیلے سفر کرنا بہت پسند تھا۔
وہ ہمیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر سمجھاتے تھے۔ وہ کہا

کرتے تھے کہ سکول جاتے ہوئے یا واپسی پر کسی سے بھی کوئی چیز لے کر نہیں کھانی۔ سخت گرمیوں میں دوپہر کو اکیلے گھر سے باہر نکلنے سے منع فرماتے تھے۔ ساری زندگی ہمیں کبھی مغرب کی نماز کے بعد گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی۔ وہ ہر روز مغرب کی نماز کے بعد تمام بچوں کی گھر میں موجودگی کو چیک کرتے تھے۔

میں نے جب موٹر سائیکل چلانا سیکھا تو بار بار مجھے کہا کرتے تھے کہ آہستہ چلایا کرو، جلدی کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ حضرو کے اڈے کے قریب جو موڑ ہے وہاں آہستگی سے دیکھ کر کراس کرنا، وہ کافی خطرناک موڑ ہے۔ لوگوں کے بارے میں وہ تبصرہ کرتے تھے کہ ''لوگ اندھا دھند موٹر سائیکل چلاتے ہیں''۔

اُن کی یہ خواہش بھی تھی کہ میں گاڑی چلانا سیکھ لوں۔ انھوں نے سیکھنے کے بارے میں مجھے کئی بار کہا تھا۔ میں نے گاڑی چلانا اُن کی زندگی کے آخری ایام میں ہی سیکھ لی مگر افسوس انھیں نہیں بتا سکا کیونکہ وہ سرگودھا چلے گئے تھے۔

مجھے اکیلا راولپنڈی، اسلام آباد یا لاہور سفر کرنے کی کبھی اجازت نہیں دی۔ ہمیشہ اپنے کسی شاگرد کو ساتھ بھیجتے تھے اور راستے میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ٹیلی فون کر کے لوکیشن معلوم کرتے۔ واپسی پر اُس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک میں گھر پہنچ کر انھیں اطلاع نہیں کر دیتا تھا۔

آپ انتہائی زیادہ محبت کرنے والے باپ تھے۔

ہمیں ابو نے بڑوں کا ادب کرنا سکھایا تھا۔ لوگ ہمیں شرمیلا کہا کرتے تھے مگر حقیقت میں بڑوں کا ادب، اور لغویات وفضولیات سے اجتناب ہوتا تھا۔

پورے گاؤں میں ہمارا واحد گھرانہ تھا جہاں خاندان کا کوئی دس سال سے بڑا لڑکا داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ ہمارے خاندان میں یہ رواج تھا کہ لوگ بغیر پردے کے ہر گھر میں چلے جایا کرتے تھے لیکن والدِ محترم نے اس سلسلے میں ہمیشہ شرعی احکام پر سختی سے عمل کیا اور کروایا، رسم ورواج اور لوگوں کی باتوں کی قطعاً کوئی پروا نہیں کی۔

اگر کسی شادی میں غیر شرعی امور ہوتے، مثلاً گانے باجے وغیرہ تو ہمیں جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔

اگر کسی کی وفات ہو جاتی اور جمعرات کو غیر اسلامی وبدعی امور کے چاول وغیرہ دینے کوئی آتا تو گھر کے باہر سے ہی وہ لوٹا دیے جاتے ہیں۔

میرا زیادہ تر وقت ابو کے پاس لائبریری میں گزرا ہے، جہاں میں ان کی نگرانی میں انٹرنیٹ استعمال کرتا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ مجھے زیادہ کمپیوٹر کا شوق ہے، پھر بھی جب وہ کوئی نئی کتاب (یا کتابیں) لاتے تو مجھے اکثر اوقات خود آ کر بتاتے اور دکھاتے تھے۔

میں نے انٹرنیٹ سے اُن کے لیے کافی کتابیں ڈاؤن لوڈ کی تھیں۔ وہ مجھے ساتھ ساتھ بتا دیا کرتے تھے کہ کس کتاب کی انھیں سخت ضرورت ہے اور کیوں؟

تنبیہ: وہ کمپیوٹر پر سافٹ ویئر یا کتب کو صرف جلدی حوالہ تلاش کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ مگر انھوں نے کمپیوٹر پر کبھی بھروسا نہیں کیا۔ وہ ہمیں لائبریری سے کتابیں نکال کر حوالے دکھاتے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ ''مکتبہ شاملہ'' قابلِ بھروسا نہیں، اس میں کافی غلطیاں ہیں جو شاید کمپوزنگ کی وجہ سے رہ گئی تھیں۔

ان کے دن کی روٹین کچھ اس طرح تھی:

ا۔ وہ اکثر اوقات سحری کو (تقریباً ڈھائی تین بجے) اُٹھ

جایا کرتے تھے اور نماز تہجد کے بعد تحقیقی کام شروع کر دیتے تھے۔

۲۔ اگر طبیعت بوجھل ہوتی تو نماز کے بعد تھوڑا سو جاتے تھے، تاہم زیادہ تر وہ تحقیق جاری رکھتے تھے۔

۳۔ سردیوں میں عموماً سورج طلوع کے وقت ناشتہ کرتے تھے۔

۴۔ ناشتے کے بعد اکثر اوقات کمپیوٹر پر کمپوزر سے خود غلطیاں لگواتے تھے۔

۵۔ گیارہ بجے دوپہر کے کھانے کے لیے گھر چلے جاتے تھے۔

۶۔ کھانے کے بعد کبھی کبھار ظہر کی نماز تک آرام کرتے تھے۔ جسے ''قیلولہ'' کہا جاتا ہے۔

۷۔ دوپہر کے بعد اکثر اوقات علمی وتحقیقی امور میں مصروف ہو جاتے تھے۔

۸۔ عصر کی نماز کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رکھتے تھے، تاہم اکثر اوقات مغرب کی نماز سے تقریباً گھنٹہ پہلے ضرورت کی اشیاء کے لئے بازار چلے جاتے یا حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کے ساتھ سیر کو نکل جاتے تھے۔

۹۔ مغرب کی نماز کے فوراً بعد شام کا کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد لائبریری میں چلے جاتے اور اس دوران میں مطالعہ کرتے رہتے تھے یا کبھی خطوط کے جوابات دیتے تھے۔

۱۰۔ عشاء کی نماز کے بعد بھی اکثر اوقات مطالعہ جاری رکھتے، تاہم وہ جلد ہی سو جاتے اور نماز عشاء کے بعد دیر تک جاگنے اور بات چیت کو ناپسند کرتے تھے۔

مغرب کی نماز کے بعد کسی کو بھی لائبریری میں داخلے کی اجازت نہیں تھی کیونکہ یہ وقت مطالعہ کے لئے خاص تھا اور آپ بڑے اہتمام سے مطالعہ کرتے تھے۔

جب کمپوزر موجود نہ ہوتا تو مضامین کی سیٹنگ وغیرہ کرنے کے لیے مجھے بلا لیتے تھے۔

ہماری کوئی ایسی جائز خواہش نہیں تھی جو انھوں نے پوری نہ کی ہو (بشرطیکہ وہ ان کے بس میں ہو۔)

وہ گھر میں کسی قسم کی رسم کے قائل نہیں تھے۔

مدرسے کا ایک روپیہ بھی اپنے اوپر یا بچوں پر استعمال کرنا حرام سمجھتے تھے۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں، مگر ایک اٹل حقیقت ہے جس کے کئی گواہ ہیں۔

مجھے کبھی اجازت نہیں تھی کہ لائبریری سے چھوٹی سی USB کی تار گھر لے جاؤں۔ وہ کہا کرتے تھے، اگر ضرورت ہے تو مجھ سے رقم لے لو اور بازار سے نئی لے آؤ۔

لائبریری سے کتب لے جانے کی اجازت کسی کو نہیں تھی، تاہم مجھے کبھی انھوں نے منع نہیں کیا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے ''معاذ میری ہر چیز استعمال کر سکتا ہے چاہے وہ فروٹ ہوں یا کوئی بھی ذاتی استعمال کی چیز''۔

میں نے زندگی میں کبھی جیب خرچ کی تنگی محسوس نہیں کی۔ وہ ہر مہینے خود ہی بچوں کو استعمال کے لئے رقم دیتے تھے، البتہ ہم انھیں صحیح اور احتیاط سے استعمال کرتے تھے۔ یہ اُن کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہم بُرے لوگوں اور بُرے کاموں سے ہمیشہ دُور رہے۔ والحمد للہ

ہمیں اُن پر فخر تھا، ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

بحیثیت باپ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک عظیم ترین انسان تھے۔

اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ، رب ارحمھما کما ربیني صغیرًا.

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

بنت حافظ زبیر علی زئی

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مشہور ہے کہ ایک عالم کی موت پورے عالم کی موت ہے۔

میرے ابو (حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ) کے خالقِ حقیقی سے ملنے سے عصرِ حاضر کے بہت سے لوگ علم کے بہتے چشمے سے فیض یاب ہونے سے محروم ہو گئے۔ وہ ایک عظیم عالم اور لاجواب محقق تھے۔ مگر ان سب کے ساتھ ساتھ وہ ایک عظیم باپ بھی تھے۔ ہمارے لئے اُن کی کمی بحیثیت استاد، عالم یا محقق ہی کی نہیں، بلکہ ایک شفیق باپ کی بھی ہے اور ایک باپ کی اپنی اولاد سے لازوال محبت اور اولاد کی اپنے باپ سے بے مثال محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ایک باپ کے طور پر وہ کیسے تھے، سمجھنا اتنا مشکل نہیں۔ وہ بہت شفیق، حلیم اور بردبار والد تھے۔ انھیں بیٹیاں بہت پسند تھیں۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ بیٹیاں ذہانت وفطانت، دینداری اور تقویٰ وپرہیزگاری میں بیٹوں کی نسبت ہمیشہ سبقت لے جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ والد محترم ہم سے والہانہ محبت کرتے تھے اور تعلیم وتربیت میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے تھے۔ آپ کے پیشِ نظر ہمیشہ یہ حدیث مبارکہ ہوتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی کی تین بیٹیاں ہوں، پھر وہ ان پر صبر کرے، حسبِ توفیق انھیں کھلائے پلائے اور انھیں لباس مہیا کرے تو قیامت کے دن وہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم سے رکاوٹ بن جائیں گی''۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۶۶۹، صحیح)

ایک حدیث میں ہے کہ وہ اسے جنت میں لے جائیں گی۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۰، صحیح)

ہم سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی ہم بہنیں کہیں جاتیں تو وہ گھر کے کئی چکر لگاتے اور ہماری واپسی تک انھیں قلبی اطمینان نہ ہوتا۔

ہماری کوئی جائز خواہش وتمنا ایسی نہیں تھی جسے پورا کرنے کی انھوں نے کوشش نہ کی ہو۔ مزاج بے حد سادہ تھا اور دنیاوی آسائشوں سے اُنھیں قطعاً رغبت نہیں تھی۔ اسلام کی خاطر جان دینے کو ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ اُن کا اوڑھنا، بچھونا، کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا بہت سادہ اور عام سا تھا۔ نہ کھانے میں کوئی تنقید ونقص بینی نہ پہننے میں کوئی ناز نخرہ۔ زیب وزینت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ آپ کی ہر ادا سے دین وایمان سے محبت جھلکتی تھی۔ ع

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

آپ نے اپنی زندگی کے لیل ونہار دین اسلام کی خدمت میں گزارے ہیں، بہت سے لوگ جانتے ہوں گے کہ آپ لائبریری میں بہت مصروف رہتے تھے، لیکن ہم سے کبھی غافل نہیں رہے، ہماری ہر ضرورت پوری کرتے تھے اور دینی وشرعی اعتبار سے مکمل محاسبہ کرتے تھے۔ آپ کو مطالعہ اتنا مرغوب تھا کہ ہمارے نصاب کی کتابیں بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

ناشتہ بہت کم کرتے تھے، البتہ سردیوں میں اکثر وبیشتر

ناشتہ کر لیتے تھے اور ناشتے کے بعد دوبارہ لائبریری میں مصروف ہو جاتے تھے۔

ہم ابو جی کو روزمرہ ضرورت کی چیزوں کی لسٹ بنا کر دیا کرتے تھے جو کہ ہفتہ وار یا ماہ وار ہوتی تھی، اور اگر کوئی چیز رہ جاتی، سٹور میں نہ ملتی یا پھر کوئی اور وجہ ہوتی تو انھیں یاد رہتا تھا۔ ہزار ہا ذہنی کاموں کے باوجود وہ دوسرے دن خصوصاً کہا کرتے تھے کہ جو چیزیں رہ گئی ہیں اُن کی لسٹ بنا دو۔

جب بھی والد محترم تبلیغی دَورے سے واپس آتے تو ہمیں سر پر پیار کرتے۔ بچیوں کو دیکھتے ہی آپ کی ذہنی وجسمانی تھکن پل بھر میں دُور ہو جاتی تھی اور ایک شفقت بھری ملائم مسکراہٹ ان کے لبوں کا احاطہ کر لیتی تھی۔

بسا آرزو کہ اُس روز جب وہ ''بے بس'' دوسروں کے کندھوں پر آئے، وہ دن ہماری زندگی کا واحد دن تھا۔ جب نہ وہ ہمیں دیکھ کر مسکرائے اور نہ پیار کیا۔ اُن کے کندھوں پر اس انداز میں سوتے ہوئے آئے جیسے ہر فرض سے سبکدوش ہو چکے ہوں اور منزل پر پہنچ چکے ہوں۔ وہ تلخ حقیقت سے بھرپور غیر یقینی دن ہماری زندگی کا واحد دن تھا جب بجائے اس کے کہ وہ ہمیں پیار کرتے ہم نے انھیں ماتھے پر پیار کیا۔

میرے ایف۔اے کے نتیجے کا انھیں شدت سے انتظار تھا۔ وہ کئی مرتبہ مجھ سے پوچھ چکے تھے اور ہر مرتبہ سالانہ رزلٹ کے بعد فخریہ طور پر میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا کرتے تھے: ''یہ مجھ پر گئی ہے''۔ اور ہر سال میرے پاس ہونے پر خود بازار سے مٹھائی لاتے۔ مگر صد افسوس! میرا رزلٹ اس وقت آیا جب آپ شفاء انٹرنیشنل ہسپتال میں زیرِ علاج تھے۔ بیماری کی شدت کے باوجود کئی بار میرا جی چاہا اُنھیں پاس ہونے کی خوشخبری سناؤں مگر کیسے؟ وہ تو اُس آزمائش سے گزر رہے تھے جن سے اللہ رب العزت نے اپنے بہت سے برگزیدہ بندوں کو گزارا۔ ہماری دینی تعلیم وتربیت کے لئے محترمہ ام خالد حفظہا اللہ کامرہ سے تشریف لایا کرتی تھیں، پھر والد محترم کی زندگی کے آخری ایام میں ہمارے ہاں باقاعدہ جامعہ عائشہ للبنات کا آغاز ہوا جہاں ہماری تعلیم وتربیت کا سلسلہ احسن انداز میں جاری ہے۔

''نقاد'' ہزار ہا تنقید کریں مگر یہ بات ہر اک کی زبان پر ہے کہ ''وہ ایک سچے، کھرے اور بے غرض انسان تھے، چغلی، جھوٹ اور غیبت سے قطعی پاک تھے''۔ اگر کوئی فطری خامی رکھتے بھی تو ان کے پاس فضول وقت ہی نہیں تھا۔

بہت حساس طبیعت کے مالک تھے۔ ہمارا چھوٹا سا درد انھیں بے چین کر دیتا تھا۔ اگر کسی بچے/ بچی کی اُنگلی بھی زخمی ہو جاتی تو وہ دیکھ نہیں پاتے تھے اور اب......اب اتنا بڑا غم دے گئے جسے برداشت کرنے کا حوصلہ ہے نہ ہمت وطاقت ہی ہے۔

دل کو حقیقت سے روشناس کروانے کے باوجود کئی بار ہماری منتظر نگاہیں اُن کی لائبریری کے دروازے کی طرف اُٹھ جاتی ہیں کہ شاید ابھی آئیں گے، مگر افسوس، نگاہیں خالی لوٹ آتی ہیں۔ وہ نہ ہوتے ہوئے بھی ہر پل، ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہیں، اپنی سنہری اور اُجلی یادوں کے ساتھ۔ ایک مرتبہ جب مجھے سر درد ہو رہا تھا تو میں نے چشمہ لگا لیا۔ اتفاقاً اسی دن ابو جی کی تبلیغی دورے سے واپسی ہوئی، آپ گھر میں داخل ہوئے اور میرا چشمہ دیکھ کر بڑے پریشان ہوئے۔ پتا نہیں کتنی دیر افسوس سے میرے چشمے کی طرف دیکھتے رہے، پھر اُسی دن شام کو بازار گئے اور ڈھیر ساری سونف وغیرہ لے آئے اور مجھے سختی سے تلقین کی کہ میں روزانہ کھایا کروں تا کہ نظر مزید کمزور نہ ہو اور اب اکثر اپنا چشمہ ہاتھوں

میں پکڑ کر سوچتی ہی رہ جاتی ہوں کہ...... ہماری خلوص بھری دعائیں ہمیشہ والدمحترم کے ساتھ رہیں گی اور ہم ان کے لئے صدقہ جاریہ بننے کی پوری کوشش کریں گی۔(ان شاءاللہ)

اور آخر میں ان تمام حضرات کا شکریہ جو ہماری ڈھال بنے رہے اور جنھوں نے خلوصِ دل سے ابو جی کے لئے دعائیں کیں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو والدمحترم کے منہج پر قائم ودائم رکھے اور آپ کے شاگردوں کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنادے۔آمین

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

آہ میرے ابو!

......دنیا ایک عالم کے جانے پر افسردہ تھی لوگ ایک بے مثال محقق کی جدائی پر غمزدہ تھے اور ایک باکمال مناظر کے بچھڑنے پر افسردہ تھے، ہر آنکھ اشکوں سے لبریز تھی، ہر لب پہ اس عظیم ہستی کے لیے دعا تھی جس نے اپنی ساری زندگی اللہ کے دین کو پھیلانے اور حق کے دفاع میں گزار دی۔جس نے مسلک حق پر لبیک کہا اور اپنے علاقے میں اشاعت حق کی کوششیں شروع کردیں۔ابتدا میں آپ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ اکثریت حق سے دُور اور اپنے آباؤ اجداد کے طور طریقوں پر چلنے والی تھی۔

میرے ابو بہت شفیق اور محبت کرنے والے باپ تھے۔ابو کے لیے ''تھے'' کا لفظ استعمال کرتے ہوئے میں جس کرب اور اذیت سے گزر رہی ہوں اس کو شفیق اور مہربان باپ سے بچھڑنے والی اولاد ہی سمجھ سکتی ہے۔ابو کو بیٹیوں سے بہت پیار تھا۔بڑی بیٹی ہونے کی وجہ سے میں ابو کے بہت قریب تھی۔گھر میں جب بھی آتے ہم میں سے کوئی نظر نہ آتا تو اُس کے بارے میں استفسار کرتے۔ہمیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہو، اس کی بڑی فکر رہتی تھی۔دوسرے گھروں کے مقابلے میں ہمارے گھر میں عجیب سا سکون اور ٹھہراؤ تھا۔ میں نے کبھی اپنے ابو کو چلاتے ہوئے نہیں دیکھا، بلکہ جب کبھی بہت غصے میں ہوتے تو بھی خاموشی اختیار کیے رکھتے تھے۔ہماری تعلیم کی طرف بھی خصوصی توجہ دیتے۔جب میں نے میٹرک کے بعد تعلیم کو خیر باد کہنا چاہا تو یہ ابو ہی تھے کہ جنھوں نے مجھے دوبارہ پڑھائی کی رغبت دلائی۔ایک ایسے ماحول میں رہتے ہوئے جہاں اولاد خصوصاً بیٹیوں کی تعلیم کو زیادہ پسند نہیں کیا جاتا تھا۔ابو نے ہمیں تعلیم دلوائی ہم بہن بھائیوں کے رزلٹ ہمیشہ بہت اچھے آتے تھے جس سے ابو بہت خوش ہوتے تھے اور یہ کہہ کر چھیڑتے کہ ''اچھا تم فیل ہوتے ہوتے رہ گئے ہو۔''

ابو جی غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے۔آپ نے قرآن پاک بہت ہی تھوڑے عرصے میں حفظ کیا تھا۔ابو کو مختلف زبانیں سیکھنے کا بھی شوق تھا۔آپ نے ہمیں اپنے بچپن کے بارے میں بتایا کہ دیگر بچوں کی طرح شرارتی اور کھیل کود کی طرف رغبت رکھنے والے نہیں تھے۔شروع سے ہی ابو کو مطالعہ سے بہت دلچسپی تھی۔بچپن میں دن میں 10 بار تختی لکھ کر دادی اماں کو دکھایا کرتے تھے۔اس دور میں بچوں

کو لکھنے کی پریکٹس تختیوں پر کروائی جاتی تھی۔ آپ یہ کام اتنی محنت اور رغبت سے کرتے تھے کہ اس پر اکثر آپ کو انعام بھی ملتا تھا۔ محض بارہ سال کی عمر میں آپ نے صحیح بخاری کا بغور مطالعہ کیا۔ یہ کتاب آپ کے چچا جان نے یہ کہتے ہوئے دی تھی کہ اس کو پڑھو ضرور، پر اس پر عمل نہیں کرنا، جیسا کہ معاشرے کی اکثریت کا یہی حال ہے۔ ابو حیران رہ گئے کہ اس پر عمل کیوں نہیں کرنا؟ ابو نے پوچھا: ''یہ صحیح احادیث کی کتاب نہیں؟'' انھوں نے کہا: ''بالکل ہے'' اسی سے آپ کی تحقیق کا آغاز ہوا اور آپ پر حق کی بہت سی راہیں واضح ہوئیں۔ تن تنہا آپ نے خاندان والوں کی مخالفت کے باوجود قرآن وسنت کی دعوتِ حق کو قبول کیا، پھر اس پر ڈٹ گئے اور اسی راہ میں بہت سے جانثار آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔

ابو کی ایک عادت سے مجھے بہت حیرت ہوتی تھی، آپ بہت راست گو انسان تھے۔ میں نے اپنی ساری زندگی میں اتنا سچا انسان کوئی اور نہیں دیکھا۔ کوئی آپ کے قول وعمل میں تضاد پیش نہیں کرسکتا۔ آپ قرآن کی اس آیت پر عمل پیرا تھے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾

''اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔''

(سورۃ الصف: 2)

سنی سنائی بات کی جاتی تو فوراً کہتے تھے کہ گواہ پیش کرو۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾

''اے ایمان والو! جب تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔'' (الحجرات:6)

کسی محدث کی سب سے بڑی خوبی اس کی عدالت و صداقت ہوتی ہے۔ ابو جان دل میں کسی کے لیے بغض نہیں رکھتے تھے، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی سے بدگمان ہوں اور اس سے بظاہر ہنس ہنس کر ملیں، جیسا کہ اکثریت کا شیوہ ہے۔ آپ جب لکھنے والی عملی مصروفیت سے تھک جاتے تو کوئی ہلکی پھلکی کتاب پڑھنا شروع کردیتے تھے۔

ابو جی نے ہر موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوا تھا حتیٰ کہ آپ کی لائبریری میں طب سے لے کر سفر ناموں تک ہر کتاب موجود تھی۔ آپ عموماً ہمیں مختلف حکایتیں اور واقعات سناتے، سلف صالحین کی زندگی میں رونما ہونے والے واقعات سناتے۔ ابو جی کا حافظہ کمال کا تھا۔ آپ کو بچپن کے اکثر واقعات نہ صرف حرف بہ حرف یاد تھے بلکہ سن تاریخ بھی یاد ہوتا جس میں وہ واقعہ پیش آتا۔

کثرت سے تلاوت کرنے کے عادی تھے، گھر آتے تو اکثر راستے میں تلاوت کرتے آتے، ناشتہ یا کھانا دینے میں تاخیر ہو جاتی تو انتظار میں فارغ بیٹھنے کے بجائے تلاوت شروع کردیتے تھے۔ کسی نے ابو سے حفظ کرنے کا بہترین وقت پوچھا تو آپ نے اُسے فجر سے پہلے اٹھ کر سبق یاد کرنے کی تلقین کی۔ ناشتے میں ابو کو رات کی پکی ہوئی مکئی کی روٹی شہد یا مکھن کے ساتھ کھانا بہت پسند تھی۔ ناشتے میں دودھ اور دہی بھی پسند کرتے تھے۔ آپ کی نرم دلی کا یہ حال تھا کہ عموماً کسی جانور کو ذبح ہوتے ہوئے بھی دیکھ نہیں پاتے تھے۔ ہمارے گھر میں کچھ خرگوش تھے ابو انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ سفید خرگوش سے بہت دیر تک کھیلتے رہتے تھے حتیٰ کہ وہ آپ کی آواز پہچان لیتا تھا۔

والد ماجد بہت سادگی پسند تھے۔ میں نے کبھی آپ کو لباس یا کھانے میں نقص نکالتے نہیں دیکھا۔ ابو کو سفید رنگ پسند تھا۔

ابو جی جہاں بھی سفر پر جاتے واپسی پر بچوں کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لے کر آتے۔ بچوں سے ابو کو خصوصی اُنس تھا۔کسی بچے کو دیکھتے تو اسے پیار سے اٹھا لیتے بچوں کے لیے ابو کے پاس بسکٹ، ٹافیاں وغیرہ موجود ہوتیں جو اسی مقصد کے لیے رکھے گئے ہوتے تھے۔

کچھ کتابیں ابو کے بستر کے قریب پڑی تھیں جن پر نشان لگے ہوئے تھے جیسے کوئی پڑھتے پڑھتے کسی کام سے اٹھ کر جائے تو کتاب میں نشان رکھ کر جاتا ہے۔ ابھی تک ہمیں یقین نہیں آتا کہ ہمارے پیارے بابا اس بار سرگودھا جانے کے لیے نہیں ایک لمبے سفر پر جانے کے لیے گھر سے نکلے تھے۔ ابو مختلف مقامات پر دین کی محفلوں میں شریک ہونے کے لیے گھر سے نکلتے رہتے تھے۔ ہفتہ، دس دن، پندرہ دن، پھر ابو لوٹ آتے، اس بار ابو سرگودھا گئے تو گھر واپس نہیں آئے۔ ابو تو کبھی اتنے دن گھر سے باہر نہیں رہتے تھے۔

وہ دن آج بھی حافظے میں نقش ہے جب ابو سرگودھا جانے لگے تھے جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ آپ سفید سوٹ پہنے ہوئے گھر میں کھانا کھانے آئے تھے۔ اور موڈ بہت خوشگوار تھا۔ ہنستے مسکراتے مذاق کرتے ہوئے میرے ابو جی گھر سے نکلے اور پھر واپس نہیں آئے۔ چودہ دن کے بعد جب آپ کی بیماری کی اچانک خبر ملی اس دن دل عجیب طرح سے پریشان اور اداس ہو گیا۔

اگلے دن بروز جمعہ شفا انٹرنیشنل کے ICU میں ابو جی کو مختلف مشینوں کے حصار میں دیکھا تو کس کرب اور اذیت سے ہم گزرے یہ ہمارا اللہ ہی جانتا ہے۔ اپنی جان سے عزیز ہستی کو اس حال میں دیکھنا بہت تکلیف دہ تھا۔ آپ نے ہم سے بات کی، ساتھ دائیں ہاتھ کو بھی ہلا رہے تھے۔ اسی رات ابو کا آپریشن ہوا۔ تین دن کے بعد ہوش میں آئے۔ آپ نہ صرف سب کو پہچان رہے تھے بلکہ اشاروں سے اور لکھ کر بات بھی کر رہے تھے۔ ملک کے کونے کونے سے لوگ آپ کی عیادت کے لیے آ رہے تھے۔ مختلف مقامات پر ابو کی صحتیابی کی دعائیں کی گئیں۔ خانہ کعبہ میں بھی ابو کے لیے دعا کی گئی۔

جب اللہ رب العزت کی طرف سے مقررہ وقت پورا ہو جاتا ہے تو اسباب بھی کارگر ثابت نہیں ہوتے، چنانچہ ایک دن والد ماجد کی وفات کی خبر بھی سننی پڑی۔

تب ایک پل کے لیے تو مجھے ایسا لگا جیسے پوری کائنات کی گردش تھم گئی ہو، زمین پاؤں کے نیچے سے نکل گئی تھی۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے میرے اتنے پیارے ابو ہمیں کس طرح چھوڑ کر جا سکتے ہیں؟ اپنی امی کو روتے دیکھ کر اپنی معصوم بہنوں کے آنسو دیکھ کر میں نے کس طرح خود کو قابو میں رکھا۔ یہ میرا اللہ ہی جانتا ہے۔ مجھے بے اختیار وہ حدیث یاد آئی تھی: ''ہمارے دل غمزدہ ہیں اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، مگر زبان سے ہم وہی بات کہیں گے جو ہمارے اللہ کو پسند ہو۔''

جب میں نے ابو کو دیکھا ان کے چہرے پر اتنا سکون اور روشنی پھیلی ہوئی تھی کہ بالکل نہیں لگتا تھا کہ 54 دن کی بیماری کاٹی ہے۔ جس میں کھانا پینا بھی چھوٹ رہا...... ابو کے چہرے پر عجیب سی نرمی پھیلی تھی اور بالکل یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی مسکرانے لگیں گے۔ جس طرح مسکرانے سے پہلے چہرے کے مسلز سکڑتے ہیں اور نرمی بڑھتی ہے بالکل اسی طرح ابو کے چہرے پر نرمی پھیلی ہوئی تھی۔ غُسل دینے کے بعد جب ابو کو لایا گیا تو آپ کا چہرہ اتنا پُر نور ہو رہا تھا کہ اس

پر نظر ٹک ہی نہیں رہی تھی۔

إنا للّٰہ و إنا إلیه راجعون.

لوگ دُور دُور سے جنازے میں شریک ہونے کے لیے آئے تھے۔ بہت سے لوگوں کو دیر سے علم ہوا اور بہت سوؤں کو تو بعد میں پتہ چلا۔ مسجد اہل حدیث میں عشاء کی نماز کئی بار پڑھی گئی۔ لوگ سڑکوں پر صفیں بنائے کھڑے تھے اور کھیت میں بھی۔ چھچھ کی تاریخ میں ایسا جنازہ نہ کسی نے دیکھا نہ سنا۔

یہ میرے اللہ کی رحمت تھی کہ لوگ ابو کی صرف ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے قابو ہو رہے تھے۔

''اور وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔''

ابو بہت محبت کرنے والے باپ تھے۔ جب بھی کہیں جاتے بالخصوص لاہور تو واپسی پر کتابیں لاتے تھے۔ آپ نے مجھے بہت سی کتابیں گفٹ کیں۔ ایک بار ''فتاویٰ برائے خواتین'' دیتے ہوئے کہا کہ اسے یاد کرو۔

سرگودھا جانے سے پہلے آپ نے کہا کہ واپسی پر مجھے بخاری پڑھائیں گے، لیکن ابو جی کی یہ خواہش اب میرے لیے حسرت بن گئی ہے۔

آخر میں اللہ کے حضور دعا کرتی ہوں کہ اے اللہ! میرے پیارے ابو کی قبر کو نور سے بھر دے اور انھیں جنت الفردوس عطا فرما۔ آمین

اللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ......

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

بنت محمد نواز توقیر علی زئی

بچھڑنے والے بچھڑ جاتے ہیں مگر ان کی ''یاد'' کی کسک دل کو تڑپاتی رہتی ہے۔ خود تو ہر رستے سے بے گانہ اور لاپروا ہو جاتے ہیں مگر پیچھے رہ جانے والوں کی زندگی پھر ''زندگی'' کہلانے کا حق کھو دیتی ہے۔

۱۹/ستمبر سے لیکر اب تک نہ جانے کتنے دن گزر گئے، دل کی دھڑکن اپنے معمول پہ نہیں، سمجھ نہیں آتا کہ غم کا اظہار کس طرح کروں، اتنا بڑا غم برداشت کرنے کے قابل نہیں تھی میں۔ محبتیں اور اعتماد بانٹنے والا یہ شخص کہاں ملے گا مجھے؟

میرے پیارے ماموں مجھ سے تو بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ خوب خوب پیار کرتے۔ ۲۰۱۳ء کے شروع میں ایک دفعہ صبح ۸ بجے ہمارے گھر آئے۔ آپ نے ناشتہ نہیں کیا ہوا تھا اور اتفاق سے ہمارے گھر گاجر کا حلوہ بنا ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے گرم کر کے دیا۔ انھوں نے نہ صرف یہ کہ خوب سیر ہو کر کھایا، بلکہ بہت زیادہ تعریفیں بھی کیں اور کہا: ''اس طرح کی پلیٹ ہمیں بازار سے ڈھائی سو روپے کی ملتی ہے۔'' ایک دفعہ میں نے بغیر مرچوں کے (ٹینڈے) سبزی کا سالن بنا کر دیا۔ وہ آپ کو اتنا زیادہ پسند آیا کہ کہنے لگے: اس طرح کا سالن میں نے کبھی نہیں کھایا، پھر جہاں بھی مجھے دیکھتے تو کہتے: ''پُتری! وہ سالن بہت مزے کا تھا۔''

محبت اور تعریف میں بالکل بھی بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔ اس کے علاوہ انتہا درجے کے سادہ دل اور شفیق انسان تھے۔ منافقت تو کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی تھی۔ یہ ان

کی شخصیت کی نمایاں خوبی تھی کہ انھوں نے کبھی کسی کو اس کی حیثیت کی وجہ سے امپورٹنس نہیں دی تھی۔ (جس طرح آج کل کے لوگ حیثیت والوں کے آگے بچھ بچھ جاتے ہیں) موجودہ دور میں یہ کوالٹی بہت نایاب ہے جو بہت ہی زیادہ کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ میرے شوق کو دیکھتے ہوئے مجھے اپنے ذاتی خرچے پر لاہور سے ایم اے عربی کی کتابیں منگوا کر دیں۔ اپنی وفات سے کچھ ماہ پہلے عربی کا ایک ناول سمجھایا۔ چند ضروری اصطلاحات سکھائیں۔ اپنی لائبریری سے عربی لغت کی بہترین کتابیں مہیا کیں۔

اس سے پہلے ان کو نہیں پتا تھا کہ میں کون سی کلاس میں ہوں۔ ہر دفعہ ملنے پر پوچھتے تھے۔ تم میٹرک میں ہو یا ایف اے میں۔ فیل ہوئی ہو یا پاس؟'' لیکن جب ایم اے کی کتابیں منگوا کر دیں تب یاد رہ گیا تھا، پھر ملنے پر پوچھتے تھے: ''عربی مشکل تو نہیں لگتی۔ گرامر آتی ہے کوئی مسئلہ ہو تو مجھ سے پوچھ لینا''

مجھے درس نظامی پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ مجھے کہتے تھے: ''ان شاء اللہ ہم مدرسہ کھولیں گے'' اور اب جب مدرسہ کھلا تو اپنے ہی لگائے اس پودے کو صحیح طرح سے دیکھ بھی نہیں سکے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسے کو ان کے لئے بہت بڑا صدقہ جاریہ بنائے۔ (آمین)

ایک دفعہ ہم سب لوگ صحن میں بیٹھ کے باتیں کر رہے تھے کہ آپ جلدی سے نیچے آئے اور ممانی سے کہنے لگے: ''پنڈی جا رہا ہوں تمھاری سوکنیں لینے کے لئے'' ہم سب حیرت سے چپ ہو گئے تو انھوں نے ہنستے ہوئے وضاحت کی کہ ''امام زہری کی بیوی ان کی کتابوں کو اپنی سوکنیں کہا کرتی تھیں۔''

ایک دفعہ میں ان کے گھر گئی وہ چار پائی پہ لیٹ کر کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ میں پاس جا کے نیچے بیٹھ گئی اور دیکھنے لگی کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر آپ فوراً اٹھ کے بیٹھ گئے اور جلدی سے کہا: ''اوپر بیٹھو''۔ ان کی ایک اور خاص بات، ان کی آمدنی کا اکثر حصہ فی سبیل اللہ خرچ ہوتا تھا۔ مجھے وہ منظر کبھی بھی نہیں بھولتا جب میں ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی ہوئی تھی تو انھوں نے اپنے ایک پسماندہ حال واقف کار کو دیکھ کر جلدی سے گاڑی رکوائی اور جیب سے ہزار کا نوٹ نکال کے چپکے سے اسے پکڑا دیا۔ ان کی وفات کے بعد متعلقین نے بہت بڑے غم کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ تو ہمیں بن مانگے دے دیا کرتے تھے اب ہمیں ایسا شخص کہاں ملے گا؟

گزشتہ سال ہی انھوں نے اپنے قریبی جاننے والوں میں میرا رشتہ طے کیا اپنے ٹف شیڈول سے ٹائم نکال کر خود لڑکے سے ملنے گئے۔ ضروری جانچ پڑتال کی، استخارہ بھی کیا۔ پھر میری منگنی والے دن کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے۔ ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے، مجھے ماضی اور مضارع کی گردانیں سکھائیں اور پھر سنیں پھر جاتے جاتے مجھ سے وعدہ کر کے گئے کہ ''تمھارا نکاح میں خود پڑھاؤں گا اور تمھیں شادی کے گفٹ کے طور پر اپنی ساری کتابیں دوں گا لاہور سے منگوا کر''

افسوس! وہ اپنے یہ دونوں وعدے پورے نہیں کر سکے اور یہ میری بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ میری بہت سی خواہشیں تشنہ ہی چھوڑ کر چلے گئے ہیں، ہماری معلّمہ سے وعدہ کیا تھا کہ ''میں ان شاء اللہ سرگودھا سے واپسی پر آپ لوگوں کو بخاری پڑھاؤں گا۔ اب ان جیسا ''بخاری'' پڑھانے والا کہاں سے ملے گا ہمیں؟

ایک دفعہ میں نے فون کر کے کوئی کتاب مانگی کہ کسی بچے کے ہاتھ دے کر بھیج دیں۔ تھوڑی دیر بعد خود کتاب لے کر آ گئے اور کہا: ''یہ تم اپنے پاس ہی رکھ لو'' مجھے اس وقت ان پر بہت ہی رشک آیا تھا۔

آخری دفعہ وہ مغرب کی نماز سے آدھا گھنٹہ قبل ہمارے گھر آئے۔ میں ان کے سامنے کھڑی تھی۔ مجھے کہا: ''پتری! مجھے اُس (انگلی سے اشارہ کر کے) مٹی کے گھڑے سے پانی لا دو'' پھر چار پائی پہ بیٹھ گئے۔ میں نے جلدی سے ان کے پسندیدہ مٹی کے کٹورے میں پانی لا کر دیا اور ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے خیال آیا کہ مجھے ان کے سامنے بیٹھنا چاہیے کہ ان کو دیکھ تو سکوں تو میں ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی ان کو پاس بیٹھ کر اس طرح غور سے نہیں دیکھا تھا۔

جاتے جاتے ماموں جی بہت ساری ٹافیاں اور چاکلیٹس جیب سے نکال کر ہمیں دے گئے تھے۔

مجھے نہیں پتا تھا یہ میری ان کی زندگی میں آخری ملاقات ہے۔ میں نے آخری دفعہ ان کو اپنے ہاتھ سے کچھ پیش کیا اور آخری دفعہ ان سے کچھ لے رہی ہوں۔ ان کی ہر بات میرے لئے حکم کا درجہ رکھتی تھی، لیکن مجھے بہت افسوس ہے کہ ۲۰۱۳ء کی گرمیوں میں ایک دفعہ ہمارے گھر آئے اور کہا: ''ایک مضمون ارجنٹ لاہور بھجوانا ہے آپ ہی کمپوز کر دو'' میں نے کہا: میری سپیڈ سلو ہے تھوڑا ٹائم لگ جائے گا'' وہ پریشانی سے چار پائی پہ لیٹ گئے اور کوئی حل سوچنے لگے۔ ان کو دیکھ کر مجھے خود پہ افسوس ہونے لگا، پھر میں نے چھوٹے بھائی سے کہا تم کر دو تو اس نے کر دیا، لیکن میرے لئے پچھتاوا ہی رہ گیا ہے کہ ان کی زندگی کے آخری دنوں میں حکم عدولی کر بیٹھی۔ سب سے بڑے دکھ اور افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی بیٹیوں اور بھانجیوں کو اپنے مسائل میں لوگوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، پھر بھی ان جیسا سمجھانے والا کہیں نہیں ملے گا جو معمولی سے معمولی بات کو بھی پوری جزئیات سمیت سمجھاتے تھے۔ یادیں اور آنسو عمر بھر کے لئے چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں انبیاء، شہدا، صدیقین اور صالحین کے ساتھ بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

اور ((**المرء مع من احب**)) کے مصداق ہمیں بھی ان کے ساتھ شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں ان تمام لوگوں کا بہت شکریہ جنھوں نے ان کے بعد ان کے مشن کو جاری رکھا ہوا ہے۔ خاص طور پر ان کے خاص الخاص شاگرد محترم حافظ ندیم ظہیر صاحب کا، ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے تو میرے پاس کوئی خاص الفاظ بھی نہیں، البتہ اتنا ضرور کہنا ہے کہ وہ تمام دعائیں جو میں اپنے ماموں کی زندگی میں ان کے لئے کیا کرتی تھی وہ سب اب ان کے اس خاص الخاص شاگرد کے نام۔ (ان شاء اللہ)

محدث حضرو

ام محمد

اللہ تعالیٰ جہاں علمِ شریعت کے لیے علماء کو چنتا ہے وہیں جگہوں کا بھی انتخاب کرتا ہے۔جس علاقے کو رب العالمین شرف دینا چاہے اسی کو شرف دیتا ہے۔بغداد میں ایک بستی "الأجر" ہے جوایک عظیم عالم دین محدث امام محمد بن الحسین الاجری رحمہ اللہ کا مسکن ہے۔معجم البلدان میں "الاجر" کے متعلق لکھا ہے:" والآن هو خراب"اب وہ علاقہ اجڑ چکا ہے،لیکن تاریخ اور علمی حلقوں میں آج بھی وہ بستی باقی ہے ایک عالم سے نسبت کی وجہ سے،علم کی وجہ سے، ہندوستان میں ایک عظیم علاقہ ہے، جوعلم کی طرف منسوب ہے:''مبارک پور'' جومحدث عبدالرحمٰن مبارکپوری،عبیداللہ مبارکپوری اورعبدالسلام مبارکپوری جیسے بڑے بڑے علماء کی بستی ہے (رحمہم اللہ) ماضی قریب میں شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ بھی اسی علاقے سے ہیں۔مبارکپور کیا ہے؟ ایک بستی ہے لیکن اللہ نے اسے یہ شرف عطا کیا کہ اسے علم کے لیے چنا،اسی طرح ''حضرو'' شہر کو چند دہائیاں قبل شاید کوئی نہیں جانتا تھا، بلکہ اکثریت تو نام کی ادائیگی بھی درست تلفظ سے نہیں کر پاتے تھے،لیکن پھر اس شہر میں ایک عظیم محدث نے جنم لیا،جن کی وجہ سے آج یہ علاقہ نہ صرف علمی حلقوں میں معروف ومشہور ہے، بلکہ علم اور علماء سے محبت و عقیدت رکھنے والے طلبا اورعوام الناس بھی اس عظیم شخصیت کی نسبت کی بنا پر اس علاقے سے ایک خاص انسیت رکھتے ہیں، ایک غائبانہ تعلق استوار ہے اس علاقے سے، دلوں میں اس قدر محبت ہے کہ انجان لوگوں کے لیے بھی صرف شہر 'حضرو' کا نام ہی کافی ہے۔وہ عظیم شخصیت ہیں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ آپ کے علم کی وسعت پر تبصرہ کرنا تو میرے لیے ممکن نہیں،لیکن آپ کی ذات کو بہت قریب سے جاننے کا شرف حاصل ہوا، شیخ رحمہ اللہ انتہائی سادہ، نرم دل، متواضع شخصیت کے حامل تھے،ان کی تواضع اور انکساری کو وہی شخص محسوس کرسکتا ہے جس نے ان سے بالمشافہ ملاقات کی ہو، آج چند کج فہم ان کی کتب کے حوالے سے انہیں متشدد گردانتے اورطعن وتشنیع کرتے ہیں، ہمارے علاقے یعنی حضرو میں شیخ نے جب کتاب وسنت کی دعوت کا کام شروع کیا تھاتواس زمانے میں یہاں کام نہ ہونے کے برابر تھا،اور مخالفین نہ صرف طاقت میں تھے بلکہ پورے علاقے میں ان کا کنٹرول تھا،حتیٰ کہ شیخ رحمہ اللہ کے اپنے خاندان کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا تھا، ایسے حالات بھی آئے کہ شیخ ملاقات سے پہلے آنے والے شخص کوگھر کی چھت سے دیکھ کر تصدیق کیا کرتے تھے کہ شناسا ہے یانہیں، پھر ملاقات ہوتی تھی، ان پر حملے بھی ہوئے، جو کچھ شیخ رحمہ اللہ نے اپنی مخالفت میں برداشت کیا اورجس ماحول میں انہوں نے دعوت کا کام کیا، اگر ان نام نہاد مخالفین کو اس کا دس فیصد بھی درپیش آجائے تو یقین جانیں یہ لوگ ردعمل کی شدت سے پھٹ

جائیں۔اللہ تعالیٰ شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، ایسے حالات میں قلم میں شدت آجانا معمولی بات ہے،لیکن اس حال میں بھی انہوں نے کبھی دلیل کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا،احادیث پرتنقید کرنے والوں کا شدت سے رد کرتے تھے اوران کے لیے لہجے میں شدت آجاتی تھی، جو حدیث سے ان کی محبت کی علامت تھی، آپ حق گو بھی تھے اورحق پرست بھی، جہاں غلطی کا ادراک ہوجاتا رجوع میں کبھی جھجک نہیں دکھائی، اورآج لوگ کہتے ہیں شدت پسند تھے......واللہ! ان سا نرم مزاج شخص آج تک نہیں دیکھا...... ہر پل مسکرانا اوردلیل سے بات کرنا،حوالہ دے کرگفتگو کرنا ان کا طرہ امتیاز تھا۔اگرآپ نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق جمیلہ کی جھلک دیکھنی ہوتو ان کے مناظرے کی وڈیوز ملاحظہ کیجئے، ایک جانب فریق مخالف کی بدتمیزی، اور دوسری طرف شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ مسکراتا چہرہ، چاہے جتنے بھی کشیدہ حالات ہوں آپ ہمیشہ مسکراتے رہتے،ایک مرتبہ ان کا مناظرہ طے ہوا جو بعد میں منسوخ ہوگیا،ہم نے استفسار کیا’’شیخ صاحب مناظرے کا کیا بنا‘‘ ازراہِ مزاح برجستہ فرمایا:’’دانت بہت مہنگے ہیں‘‘ (دوران مناظرہ میں کشیدگی کی صورت میں مار پیٹ کی طرف اشارہ ہے) یادیں بھی بہت ہیں، باتیں بھی بہت......مگر کہنے لکھنے کو الفاظ نہیں............

تاثرات

الحافظ زبير على زئي

فضيلة الشيخ أبو أمين الله البشاوري

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه رب العالمين والصلٰوة والسلام علٰى رسوله محمد و آله و صحبه و أتباعه أجمعين ، أما بعد:

فأعزى الإخوة أهل الحديث و السنة برِحلة المشائخ الأجلاء إلٰى جوار اللّٰه تعالٰى إن شاء اللّٰهَ الشيخ عبد الرشيد أظهر والشيخ العلامة عبد المنان النور فوري والمحقق الشيخ زبير علي زئي رحمهم اللّٰه جميعًا رحمة واسعة و جزاهم اللّٰه خيرًا عن خدمة الإسلام والمسلمين و أحسن أجرهم بذبهم عن السنة والحق. آمين

و أقول : إن للّٰه ما أخذ وله ما أعطى و كل شئ عنده بأجل مسمى فلتصبر و لتحتسب .

لقد فجعنا بوفاة العلامة النور فوري رحمه اللّٰه و كانت فاجعة عظيمة ، و لكن لما سمعنا بمرض الشيخ زبير رحمه اللّٰه نسينا ما فجعنا به و بادرت إلٰى عيادته فى أول ليلة و رقيته و دعوت له ثم لما سمعنا بوفاة الشيخ إزداد غمنا و همنا ولكن أعزى نفسي و إخوتي أهل الحديث والسنة . بأمور: (١) الأول: أنّ اللّٰه عز وجل غني حكيم لا يحتاج إلٰى أحد: و قد قضى علٰى كل نفس أن تموت لموافاة يوم القيمة . واللّٰه لا يخلف الميعاد مهما كان الشيخ جليلا ، يحتاج إليه العباد و البلاد .

(٢) الثاني: أنّ اللّٰه تعالٰى قد وضع قاعدة نافعة في قوله:﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴾الآيات .

و حاصل القاعدة أنّ الشخص مهما كان عظيما إذا جاء أجله فإن اللّٰه تعالٰى لا يؤخره ، و الواجب علٰى الناس أن لا يتأثروا بالأحوال فيتركوا دين اللّٰه تعالٰى وطاعته والدعوة إليه والجهاد في سبيله ، بل إذا مات الكبير توجهت المسؤلية إلى الصغير فاللّٰه تعالٰى ينصره كما نصر الكبير إذا كان يريد خدمة دين اللّٰه تعالٰى .

(٣) الأمر الثالث : أنّ اللّٰه تعالٰى و عد بالنصر كل من ينصره وسواء كان عالمًا كبيرا أو كان

عنده شيئ من العلم أو القوة قال تعالى: ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ و قال: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ . و نصرة دين الله تعالى تكون (١) بالسيف والسنان (عند القدرة) (٢) و بالتبليغ والبيان و بكتابة المقالات والرسائل و إنشاء المدارس و خطب الجمعة و لقاء الأعيان ، فلا يجوز لنا أن نكسل بوفاة مشائخنا و لا أن نسكت بقلة عددنا و عدتنا بل يجب علينا جميعًا الواصلة والتابعة فى هذا الميدان .

و أنا أقترح على جميع إخوتي أهل الحديث و اطلب منهم بالجدّية أن يوحدوا صفوفهم كما أن عقيدتهم واحدة .

و أن يتألفوا فيما بينهم و يحب بعضهم بعضًا و يترحم بعضهم على بعض كما هي طريقة أهل السنة .

و قد قال النبي ﷺ: ((**لا تدخلون الجنة حتى تؤمنوا و لا تؤمنوا حتى تحابوا أو لا ادلكم على شيئ إذا فعلتموه تحاببتم أفشوا السلام بينكم.**))رواه مسلم في صحيحه فأوجب النبي ﷺ الحب فيما بيننا .

والواجب علينا جميعًا أن نذكر محاسن أهل الحديث و السنة و أن نغض أعيننا عن بعض زلّاتهم وندعوا لهم في ذلك و ننصحهم إذا وجدنا إلى ذلك سبيلاً .

و إذا غلب خير الإنسان على شرّه وجب موالاته بقدر ذلك . والله تعالى لم يشرط لدخول الجنة أن يكون الإنسان تقيا مائة فى المائة بل قال:﴿فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

(قال ابن مسعود رضي الله عنه : فمن غلبت حسناته على سيأته بحسنة دخل الجنة)

و كذلك أقترح من العلماء و طلاب العلم حفظهم الله تعالى أن يعرفوا مسؤليتهم لنشر الحق والسنة و رد المنكرات والبدع بأحسن الطريقة .

فإن الاسلام قد عاد مسؤليته إلينا : لأنّ الأنبياء عليهم السلام و أصحابهم رضي الله عنهم قد انقرضوا ، والعلماء الأجلاء قد أدوا واجبهم .

و بقى علينا واجبنا .

ولا يحقرن أحد منكم نفسه فإن الصغير يصير بعد المجاهدة والتقوى كبيرا .

فعلينا جميعًا أن نجتهد في نشر دين الله الصحيح أكثر من مجاهدتنا من قبل .

أقول: إن كتب الشيخ زبير رحمه الله ستنشر إن شاء الله .

و رسالته القيمة الشهرية (الحديث) لا تزال تنشر إن شاء الله .

و نــحــن بــكل ممكن نتواصل مع تلامذته و أبناء ه و نتعاون معهم على البر والتقوى و نشير عليهم بما ينفع الإسلام والمسلمين إن شاء اللّٰه .

و أقتـرح من الإخوة القائمين على المجلة أن يستفيدوا من الشيخ جلال الدين حفظه اللّٰه والأخ ضياء الرحمن حفظه اللّٰه وغيرهما . من شبابنا ، و كذلك من الشيخ المحقق عمر صديق حفظه اللّٰه .

والمحققون في أهل الحديث والسنة كثيرون وللّٰه الحمد .

فيـنبـغي الاستفادة منهم و عليهم أن يبذلوا نصحهم لدين اللّٰه تعالٰی و لكتابه و لرسوله ﷺ ولأئمة المسلمين و عامتهم .

هذا ما أقول و صلّى اللّٰه علٰى نبينا محمد و آله و صحبه أجمعين .

و مـن أشراط الساعة ذهاب العلماء ، و قبل فترة ذهـب عنا الشيخ العلامة ابن باز رحمه اللّٰه والشيخ الفقيه العلامة ابن عثيمين رحمه اللّٰه .

و الـمـحـدث الـكبيـر الشيـخ نـاصـر الدين الألباني والشيخ عمر الفلاتة وعطية سالم والشيخ بديع الدين الراشدي رحمهم اللّٰه .

و موت العلماء فاجعة عظيمة .

و لكن نرجوا أن سيجعل اللّٰه تعالٰی في شبابنا خلفًا عنهم إن شاء اللّٰه .

واللّٰه المستعان .

أمـا العلامة الحافظ زبير علي زئي رحمه اللّٰه فكان من خصاله التحقيق الدقيق في علم الحديث والجرح والتعديل و كان رحمه اللّٰه منيبًا يرجع إلى الحق إذا أخطأ في مسألة علمية و كـان لا يستـكبـر عن ذلك و كان شوكة في أعين أهل البدع و كان لا يخاف لومة لائم في دين اللّٰه تعالٰی و كان يحب العلم و أهله ، و يحب الكتب و يكب عليها .

و كان رحمه اللّٰه يقرى الضيف ، و كان متواضعًا متبعا للسنة .

فأجزل اللّٰه مثوبته و جعل الفردوس مأواه و جعل اللّٰه تعالٰی البركات في أهله وولده و تلامذته و أصدقاء ه أمثالنا و جعلنا من خير خلائفه ، و اللّٰه ولي ذلك والقادر عليه .

وكتبه: أبو محمد أمين اللّٰه البشاوري .

حبی فی اللہ

مولانا عبداللہ محمدی

دین حنیف کی حفاظت کے لیے ہر دور میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمتِ خاص سے ایسے رجال پیدا ہوتے رہے ہیں جنھوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے دین کے چشمہ حیات کو مکدر کرنے والی ہر سعی کو طشت از بام کیا، شرک و بدعت کے تعفن سے چمنستان توحید و سنت کی حفاظت کی۔

دورِ حاضر میں جن نفوس قدسیہ نے دین اسلام کے احیاء اور تجدید کے سلسلے میں نمایاں کام سر انجام دیے ان اعاظم الرجال کی فہرست میں ایک نمایاں نام امام العصر محدث وقت حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

آپ رحمہ اللہ عصر حاضر میں یگانہ روزگار عالم، نابغہ عصر مجتہد، وسیع المطالعہ محقق، عمیق النظر فقیہ اور ماہر رجال محدث تھے۔ آپ پوری زندگی علمی افق پر چھائے رہے۔ آپ رحمہ اللہ کا مطالعہ بڑا وسیع تھا، جس موضوع پر قلم اٹھاتے اس کا حق ادا کر دیتے۔ میں نے ملک کے نامور علماء کی تحریریں پڑھی ہیں، ہر ایک سے دلائل کی بنیاد پر اختلاف بھی ہے لیکن جب سے آپ رحمہ اللہ کو پڑھا تب سے آپ رحمہ اللہ سے اختلاف مشکل ہی رہا۔ مجھے جو قلبی سکون اور اطمینان حافظ صاحب رحمہ اللہ کی تحریروں سے حاصل ہوا وہ دوسری تحاریر سے خال خال ہی حاصل ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو صحیح بخاری کے لیے کڑی شرائط مقرر فرمائیں، اگرچہ انھیں اس وقت تنقید کا سامنا ہوا لیکن انہی شرائط کی بنیاد پر جو مقام صحیح بخاری کو تب سے حاصل ہے وہ مقام کوئی دوسری کتاب حاصل نہیں کر سکی۔ عصر حاضر میں میری ناقص رائے کے مطابق جو مقام حافظ صاحب رحمہ اللہ کی کتب کا ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں ہو سکا۔ اس کی ایک وجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق میں گہرائی، دقت اور تعمق ہے۔

※ آج کل کچھ عناصر لفظ ''اہل حدیث'' کو مصلحتوں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ ان عاقبت نا اندیش لوگوں کو کیا معلوم کہ یہ لفظ محض سات حروف کا مرکب ہی نہیں، بلکہ ایک عظیم منہج کا مظہر ہے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ اس لفظ کی گہرائیوں اور گیرایوں سے خوب خوب واقف تھے۔ اس لیے اہلحدیث سے ٹوٹ کر محبت کرتے تھے۔ ابھی حال ہی میں آپ رحمہ اللہ دورۂ سندھ پر آئے ہوئے تھے۔ شہداد پور میں آپ کا پروگرام تھا: ''وقت کے عظیم محدث'' کا سن کر کھپرو سے راقم مع احباب جماعت وہاں پہنچا، پروگرام کے آخر میں دعا ہوئی۔ دعا میں آپ رحمہ اللہ نے یہ الفاظ کہے: ''اے اللہ! اہل حدیث پر رحم فرما۔''

آج جبکہ اہل حدیث کی شناخت کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ آپ کی یہ دعا مجھے برموقع و محل نظر آئی۔

※ آجکل کئی علماء اہل باطل سے تقرب کی ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ انھیں اپنے جلسوں میں بلاتے ہیں خود ان کے جلسوں میں جاتے ہیں۔ ان کی تعریف میں طب اللسان ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ مذہب ہم آہنگی کے نام پر دو مختلف

النظریات شخص ایک ہی اسٹیج پر براجمان نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر جنہوں نے اہل باطل کے دانت کھٹے کرنے میں ان کے ساتھ پنجا آزمائی میں اپنی عمر کھپا دی۔ اسی پختہ منہج کی وجہ سے وہ آج بھی ہمارے دلوں کی دھڑکن بنے ہوئے ہیں، وہ ہی اس منہج کے پہلے داعی نہ تھے بلکہ علامۃ الدھر احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ اور محدث العصر علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ بھی اسی منہج کے داعی و مبلغ تھے۔ ان تینوں عبقری شخصیات نے اہل باطل میں تہلکہ مچا رکھا تھا۔

* آپ میں ایک عظیم خوبی یہ تھی کہ آپ رحمہ اللہ دلائل کی بنا پر اپنا جو موقف کمزور محسوس کرتے اس سے علانیہ رجوع کرتے، جس شخص کی غرض خالص اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اس سے یہی توقع رکھی جا سکتی ہے۔

اپنا جو موقف کمزور ہو اسی پر ڈٹے رہنا آل تقلید کا شیوہ ہے کہ انکا وسیع حلقہ احباب ان کے بارے میں کیا تصور لے گا، تو کم از کم اہلحدیث کو اس مقلدانہ روش سے باز رہنا چاہیے۔

میں نے جہاں تک حافظ صاحب کو پڑھا ہے۔ میں نے حافظ صاحب رحمہ اللہ کو روادار اور معاملہ فہم ہی پایا ہے۔ جس مسئلہ کی جو نوعیت ہوا سے اسی طرح بیان کرتے جو مسئلہ جائز ناجائز کا ہو، حق و باطل کا ہو اسے ڈنکے کی چوٹ بیان کرتے، اسے کچھ بیمار ذہنیت کے لوگ تشدد پر محمول کرتے ہیں، رواداری کی بیشمار مثالیں دی جا سکتی ہیں، وقت کی قلت کے پیش نظر صرف ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ اہلحدیث میں ایک مسئلہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے نہ باندھنے کا ہے، مسئلہ اجتہادی ہے، لیکن اس کے باوجود کچھ تنگ نظر اس میں بھی تشدد روا رکھے ہوئے ہیں، اس مسئلہ میں حافظ صاحب رحمہ اللہ کا موقف سلف کی تحقیق کا آئینہ دار ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: ''میری تحقیق میں راجح یہی کہ دونوں طرح عمل کرنا جائز ہے، اس مسئلہ میں تشدد نہیں کرنا چاہیے۔'' (فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام 378/1)

سلف کے حوالے کے لیے دیکھئے مسائل صالح بن احمد بن حنبل، درج در فتاویٰ علمیہ صفحہ مذکورہ۔

* سرزمین حضرو، پاکستان، عالم اسلام اور بالخصوص مسلک اہلحدیث کا، آپ رحمہ اللہ کی رحلت سے، جو نقصان ہوا ہے صدیوں تک اس نقصان کی تلافی ممکن نظر نہیں آتی۔

وما ذلك على الله بعزيز.

آپ رحمہ اللہ کے نورِ علم کی کرنوں سے دینی علوم وفنون کے جو گوشے منور ہوئے اور توحید وسنت کے حوالے سے آپ نے جو خدمات سرانجام دیں ہمارا قلم انھیں احاطۂ تحریر میں لانے سے قاصر ہے۔

* مجھے رکن اور مقام کے درمیان کھڑا کر کے اگر قسم دی جائے تو میں یہی کہوں گا کہ میری آنکھوں نے آسمان کی چھت کے نیچے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جیسا عظیم محدث نہیں دیکھا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ کو قبول ومنظور فرمائے اور آپ رحمہ اللہ کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

خاموش ہو گیا چمن بولتا ہوا

محمد زمان عبد اللہ ٭

محقق العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بے شمار اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ آپ بیک وقت بے مثال محقق، کامیاب مصنف، حاضر جواب مناظر، بےلوث داعی و مبلغ اور مجتہدانہ بصیرت کے حامل مفتی و فقیہ تھے۔

و لیس علی اللہ بمستنکر . أن یجمع العالَم في واحد .

قدرت نے شیخ رحمہ اللہ مرحوم کو خداد صلاحیتوں سے نوازا تھا اور آپ نے ان صلاحیتوں کو دین مبین کی نشر و اشاعت میں صرف کیا، بالخصوص تحقیق احادیث سے متعلق جو کارہائے نمایاں انجام دیے وہ برصغیر میں اہل حدیث کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے اور اس امتیازی وصف کی بنا پر آپ عرب وعجم کے تمام علمی حلقوں میں معروف تھے، نیز آپ کے اس مبارک عمل کی پیروی کرتے ہوئے آپ کے شاگردوں اور عقیدت مندوں نے بھی اس میدان میں طبع آزمائی شروع کر دی ہے، شاگرد اور عقیدت مند آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں تصنیف و تالیف کے فن میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف سے علماء وعوام مستفید ہو رہے ہیں۔ آپ کی وفات سے جماعت اہل حدیث علمی اعتبار سے یتیم ہوگئی ہے۔

و ما کان هلك زبیر هلك واحد ولکن بنیان قوم تهدما. ع

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات قبول فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

اللّٰهم اغفر له وارحمه و ادخله الجنة الفردوس.

٭ سابقہ مدرس جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدرآباد

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
چند یادیں کچھ باتیں

مولانا عبدالرشید ضیاء ﷾ *

ذہبی دوراں، سرمایہ اہل حدیث، عظیم محقق فضیلۃ الشیخ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھنے بیٹھا تو تین دفعہ مضمون لکھا ہر بار پڑھتا لیکن دل مطمئن نہ ہوتا، بالآخر ٹوٹے پھوٹے الفاظ کا سہارا لے کر چند سطور لکھ رہا ہوں۔

حضرت الشیخ سے میری پہلی ملاقات جامعہ اشاعۃ الاسلام عارفوالا میں ہوئی۔ ان دنوں میں جامعہ مذکورہ میں مدرس تھا اور حضرت الشیخ سے غائبانہ تعارف وقتاً فوقتاً رہتا تھا۔ ان کی کتب اور تحقیق کے چرچے عام سنے تھے۔ جامعہ کے مرکزی دروازے کے باہر درخت کے نیچے حضرت الشیخ ظہر کی نماز کے بعد کھڑے تھے۔ میں آیا اور حضرت الشیخ سے دعا وسلام ہوئی تو اسی وقت جامعہ کی لائبریری میں ساتھ لے آیا۔ مشفق و مربی استاذ محترم حضرت مولانا رفیع الدین فردوسی رحمہ اللہ شیخ الحدیث جامعہ اشاعۃ الاسلام اور تمام اساتذہ کے ہمراہ حضرت الشیخ کے خیالات عالیہ سے مستفید ہوئے۔

حضرت الشیخ کا ایک خط گرامی بھی میں نے محفوظ کر رکھا ہے۔ بعد ازاں مرکز الدعوۃ السّلفیہ ستیانہ بنگلہ میں جب مجھے تدریس کا موقع ملا تو سید حفیظ الرحمان گیلانی کی معرفت معلوم ہوا کہ حضرت الشیخ نے ''الحدیث'' شمارہ جاری کر دیا ہے۔ مجھے اس کی زیارت کا بڑا شوق پیدا ہوا۔ الحدیث کے چند شمارے شائع ہو چکے تھے۔ محترم جناب ڈاکٹر خالد محمود بھٹی آف حضرو ستیانہ بنگلہ تشریف لائے تو ان سے تعارف ہوا۔ انھوں نے بتایا کہ ابتدائی شمارے نایاب ہیں اور وہ ہاتھوں ہاتھ ختم ہو چکے ہیں اب دوبارہ ان کو شائع کیا جائے گا۔ تاہم عزیزم حفیظ الرحمان گیلانی نے اپنے کسی عزیز سے ابتدائی نایاب شمارے مہیا کر دیے ہیں۔ میں مسلسل ان کا مطالعہ کیا کرتا اور طلبا کو ان کا مطالعہ کرنے کی رغبت دلاتا تھا اور الحدیث کے شمارے کسی نہ کسی طریقے سے حاصل کرنے کی پوری کوشش کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے حضرت الشیخ کو اس سلسلے میں خط بھی لکھا اور چند ایک تجاویز بھی پیش کیں جسے انھوں نے شمارہ نمبر ۱۴ میں شائع بھی کیا تھا۔

اب تو ہر وقت حضرت الشیخ کا تذکرہ رہتا، میرے خیال میں حدیث کا کوئی سبق ہو، اس میں حضرت الشیخ کا تذکرہ نہ ہو بہت ناممکن تھا۔ جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو حضرت الشیخ سے فون پر رابطہ ہو جاتا تھا۔ بڑی شفقت سے پیش آتے۔ کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا کہ حضرت الشیخ بدھ یا جمعرات کے دن سبزی منڈی میں تشریف فرما ہیں اور ہم رابطہ کرتے ہیں تو فوراً جواب مرحمت فرما دیتے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا حضرت آپ کا نمبر بعض اوقات بند ہوتا ہے تو فرمانے لگے، جب کوئی خاص مضمون لکھنا ہو تو موبائل بند کر دیتا ہوں۔ میں آپ کو خصوصی نمبر دوں گا، کئی دفعہ حضرت الشیخ خود

* شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن۔

شرف بخشتے اور فون کر لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ستیانہ مدرسہ سے بڑا پیار ہے۔ یہاں کے طلبا بڑے محنتی اور نیک ہوتے ہیں، بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام اہل حدیث سلفی بھائیوں سے مجھے محبت ہے اور میں اللہ کی رضا کی خاطر ستیانہ مدرسہ سے محبت کرتا ہوں ۔ ایک دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت الشیخ فیصل آباد تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے رابطہ کیا اور عرض کیا: حضرت اگر ملاقات ہو جائے، فرمانے لگے میں ستیانہ بنگلہ ضرور آؤں گا۔لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ ایک دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت الشیخ اوکاڑہ تشریف لا رہے ہیں، تب اساتذہ اور طلباء نے پروگرام بنایا کہ حضرت الشیخ کو دعوت دی جائے اور مجھے بڑے اصرار سے کہنے لگے کہ دعوت دیں میں نے رابطہ کیا کہ آپ اوکاڑہ تشریف لا رہے ہیں تو ہم آپ کے راستے میں ہیں۔ فرمانے لگے : میں نے لاہور سے اوکاڑہ جانا ہے اور واپسی پر ستیانہ آ جاؤں گا۔ جب اوکاڑہ میں کافی دیر ہو گئی تو کہنے لگے کہ اب میں لیٹ ہو گیا ہوں اور شام کے بعد راستہ کیسا ہے؟ میں نے کہا: خیریت تو ہے؟ فرمانے لگے : راستے میں ڈاکو وغیرہ تو نہیں ؟ میں نے کہا: آپ کو کیا ڈر ہے؟ فرمانے لگے:''ایک شاعر جب گھر آتا تو گھر میں داخل ہو کر اچھی طرح تالا لگا کر سوجاتا جب باہر جاتا تو گھر کو کھلا چھوڑ کر چلا جاتا۔لوگوں نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ جب آپ گھر میں ہیں تو تالا لگا دیتے ہیں؟ اس نے کہا: دراصل قیمتی چیز تو میں ہی ہوں اس لیے تالا لگا کر سوتا ہوں۔''

ایک مرتبہ فیصل آباد تشریف لائے۔ میں نے رابطہ کیا تو فرمانے لگے: مولانا محمد سرور عاصم صاحب سے رابطہ کر کے ملاقات ہو سکتی ہے۔ کافی جدوجہد کے بعد بالآخر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت حضرت الشیخ دارارقم سکول میں تشریف فرما تھے اور جب میں زیارت کے لیے حاضر ہوا تو چائے کا دور چل رہا تھا۔ ملاقات ہوئی اور انھوں نے شفقت سے خصوصی نمبر عنایت فرمایا اور فرمانے لگے: آپ جب چاہیں فون کر سکتے ہیں۔ مغرب کے بعد ایک مسجد میں درس قرآن تھا۔ حضرت الشیخ کی معیت میں اس مسجد کی طرف روانگی ہوئی۔ نماز مغرب میں نے حضرت الشیخ کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھی۔ میں نے محسوس کیا کہ تشہد میں تحریک سبابہ نہیں کر رہے۔ نماز سے فراغت کے بعد میں نے پوچھا کہ تحریک سبابہ والی روایات صحیح ہیں؟ فرمانے لگے بلاشبہ یہ روایات صحیح ہیں اور میرا عمل بھی اس پر ہے لیکن بعض اوقات میں بھول جاتا ہوں۔ ایک دفعہ حافظ مزمل مدرس سرگودھا کی شادی سے واپسی پر اوکاڑہ سے مرکز الدعوۃ السّلفیہ تشریف لائے ۔حضرت شاہ عبدالشکور رحمہ اللہ بھی ساتھ تھے گرمیوں کا موسم تھا۔ ہم ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنے لگے تو حضرت شاہ صاحب نے کہا: سادہ پانی منگوا دیں جبکہ حضرت الشیخ نے فرمایا کہ اگر شکر مل جائے تو وہ مجھے پسند ہے، چنانچہ شکر منگوائی گئی تو آپ نے میٹھا پانی پیا۔ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کے جنازے میں بھی ملاقات کی غرض سے تلاش کرتے رہے لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ ایک دفعہ سرگودھا میں زیارت کا شرف حاصل ہوا مولانا محمد اسحق حفظہ اللہ نے مجھے پابند فرمایا کہ میں سید عبدالشکور اثری رحمہ اللہ کے حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے سرگودھا جاؤں ۔ حسب پروگرام میں نے سرگودھا جمعہ پڑھایا اور عصر سے مغرب تک ان کی خدمت میں بسلسلہ حالات زندگی حاضر ہوا، پھر مغرب کے بعد حضرت الشیخ کے درس قرآن اور سوال وجواب کی نشست میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت الشیخ نے مختصر سی گفتگو

فرمائی اوراس کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا،متعدد سوال کئے گئے۔حضرت الشیخ نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ جوابات مرحمت فرمائے۔ ایک سوال یہ بھی تھا کہ کون سی جماعت حق پر رہے گی؟ آپ نے فرمایا: اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔ ان میں سے بعض جہاد کر رہے ہیں بعض اشاعت دین کے دیگر کام سرانجام دے رہے ہیں۔سوال و جواب کے بعد میں ان کے کمرے میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔کمال شفقت سے پندونصائح فرمائیں اورکافی دیر مجلس ہوتی رہی۔اس کے بعد آخری ملاقات مورخہ ۲۳/ دسمبر ۲۰۱۲ء بروزاتوارکوہوئی۔حضرت الشیخ شاہ عبدالشکور رحمہ اللہ کے جنازے میں شامل نہیں ہوسکے تھے،خصوصی طور پر چک نمبر۳۶ گ ب میں ان کی قبر پر جنازے کے لئے تشریف لائے۔

پروفیسر عبدالغفار صاحب اور مولانا محمد سرور عاصم بھی ساتھ تشریف فرما تھا۔جنازہ پڑھانے لگے تو فرمایا: اگر صرف اہل حدیث مقتدی ہوں تو میں جنازہ سراً پڑھاتا ہوں، اگر سبھی لوگ ہوں تو جنازہ جہراً پڑھاتا ہوں کیونکہ دونوں طرح جائز ہے۔حضرت الشیخ نے ۴ تکبیرات کے ساتھ سری جنازہ پڑھایا اور ایک طرف سلام پھیرا اور واپسی پر میرے غریب خانے پر دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔طلباء اور ساتھی گنے کا رس لے کر آئے کیونکہ حضرت الشیخ پسند فرماتے تھے لیکن فرمانے لگے: ہم نے پہلے ہی کافی کھا پی لیا ہے، اب گنجائش نہیں۔

یہ ہماری ان سے آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد حضرت الشیخ سے وقتاً فوقتاً فون پر ملاقات ہوتی رہی۔بعض اوقات لطائف کا تبادلہ بھی فرماتے اور بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے۔بالآخر ان کی بیماری آن پہنچی اور کئی دن مسلسل بیمار رہ کر ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ إنا للّٰہ و إنا إلیه راجعون.

شکیل بھائی کی کوشش سے طلباء و اساتذہ نے نماز جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کی اور محترم الشیخ حافظ محمد شعیب، الشیخ مولانا عبداللہ یوسف صاحب، الشیخ قاری عبدالمنان صاحب، جناب قاری محمد یحییٰ حسن صاحب، مدرسین جامعہ، مولانا نصراللہ صاحب ناظم تبلیغ اور بڑی کلاسوں کے طالب علم ساتھیوں کی معیت میں ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ اللّٰھم اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ.

موتُ العالِم موتُ العَالَم

فضیلۃ الشیخ عبداللہ علیم حفظہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت موجودہ دور کی ایسی علمی شخصیت تھی جو علم حدیث پر تحقیق وتخریج کے لحاظ سے گہری مہارت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ایسا کام لیا ہے جو میری نظر میں برصغیر میں اپنی مثال آپ ہیں۔ کافی کتب احادیث کی تحقیق وتخریج کی اور وہ بھی ایسی کہ جس سے دل مطمئن ہوجاتا ہے، کیوں کہ جس حدیث کو حافظ صاحب صحیح یا حسن کہہ دیں وہ اکثر اور غالباً ضعف سے سالم ہوتی ہے۔ علم حدیث پر ان کا کام ان کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ

ان کا اس دنیائے فانی سے رخصت ہوجانا اللہ تعالیٰ کی منشاء ہے۔ ہم اپنے رب کی رضا پر راضی ہیں، لیکن بظاہر ان کی وفات سے بہت بڑا خلا پیدا ہوا ہے جس کا پُر ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ امید ہے کہ ان کے تیار کردہ تلامذہ ان کے مشن اور کام کو جاری رکھیں گے۔ آپ کی کتب کو زیادہ سے زیادہ شائع کیا جائے گا تاکہ استفادہ عام ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ان کی دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔

وقت کے عظیم محدث، باعمل عالم دین

مولانا عبدالرزاق بدانگی حفظہ اللہ*

وقت کے عظیم محدث، باعمل عالم دین، فن حدیث کے اصول وضوابط میں سلف علماء کے جانشین، جرح وتعدیل میں محدثین کی شاندار روایات کے امین قوی الحفظ تام الضبط صفات سے متصف، دینی حمیت میں غیر متساہل جو کہ اب جماعت اہل حدیث کے تابناک ماضی میں شامل ہوچکے ہیں۔

میری مراد علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر کروڑھا رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔ حقیقت میں طبعاً مجھے زبیر نام سے محبت ہے، اس لئے میں نے اپنے بیٹے کا نام بھی زبیر رکھا ہے اور بزرگوں سے اظہار محبت کی ایک شکل یہ بھی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحًا

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے بدین شہر ہی میں دو دفعہ میری ملاقات ہوئی۔ پہلی مرتبہ ۲۰۰۱ء میں مولانا یحییٰ گوندلوی اور مولوی حبیب اللہ سندھی کے درمیان ہونے والے مناظرے میں آپ معاون تھے۔ میں نے دیکھا کہ مناظرہ میں پیش آنے والی روایت کی اسنادی حیثیت کا معاملہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے حوالے ہی ہوتا رہا جبکہ باقی معاملات میں مولانا مبشر احمد ربانی، قاضی عبدالرشید اور مولانا داؤد ارشد تعاون کرتے رہے۔ دوسری مرتبہ فروری ۲۰۱۳ء کو

* شیخ الحدیث جامعہ شمس العلوم محمدیہ، بدین سندھ

دینی پروگرام کے سلسلے میں محترم ڈاکٹر عبد الحفیظ سموں صاحب ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث سندھ کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے۔ ہمارے مدرسہ میں انھوں نے قیام فرمایا اور مسجد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ میں پروگرام کیا۔ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو میں نے سادہ طبیعت، خوش مزاج اور علم کا بحرِ رواں پایا۔ سوال وجواب کی نشست میں آپ رحمہ اللہ کی گفتگو مدلل اور باحوالہ ہوتی۔ آپ نے رسالہ الحدیث میں فریق مخالف کو انھیں کی کتابوں سے جواب دینے کی جو روایت اختیار کی اس میں کثرت کے ساتھ حوالہ جات کے ذریعے سے مدمقابل کو خاموش کرانے کی کامیاب کوشش میں بہت آگے نکل گئے ہیں جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

آپ کی وفات اُمت مسلمہ کے لئے ایک المیہ سے کم نہیں۔ آپ کے چلے جانے سے مسلمان قوم ایک ماہر فن رجال، ایک بے مثال محقق، ایک ثقہ عالم دین، ایک خادم حدیث سے محروم ہوگئی۔

حافظہ کی مضبوطی اپنے موقف پر استقامت اور رجوع الی الحق جیسی صفات میں آپ نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علم کی ناقدری کے اس دور میں آپ ایک خاموش مبلغ، ناواقفوں کے لئے دردمند، اور باطل کے لئے شمشیر بے نیام تھے۔ آپ نے تحریر وتقریر میں شرک و بدعات کی دھجیاں اڑائیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کی۔ آپ کی سادگی اور پھر باطل نظریات پر غم وغصہ کو دیکھ کر سلف علماء یاد آجاتے ہیں۔

آخری مرتبہ جب بدین آئے تو میرے چھوٹے بچوں سے انھوں نے محبت کی اور میں نے انھیں بچوں کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے بقلم خود مدرسہ کے تاثرات بک پر چند الفاظ اس طرح رقم کئے۔

جامعہ شمس العلوم محمدیہ اہلحدیث (بدین) کی زیارت کی اور یہاں رات ٹھہرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان ادارے میں برکتیں ڈالے اور ہر قسم کے مصائب وتکالیف سے محفوظ رکھے۔ آمین

کتبہ زبیر علیزئی ۷ فروری ۲۰۱۳ء

اچانک ہم سے وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت فرمائے۔ یقیناً آپ جماعت اہلحدیث کے لئے بڑا سرمایہ تھے۔ آپ کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔

غمگین دل کو صبر کا سبق دینے والی آیات سے تسکین مل جاتی ہے۔

اے ہمارے بے پروا رب! ہمیں نعم البدل عطا فرما اور ہمارے شیخ علیہ الرحمہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرما۔ آمین

موتُ العالِم موتُ العَالَم

فضیلۃ الشیخ ابو عمر عبدالعزیز النورستانی حفظہ اللہ *

۱۰/نومبر۲۰۱۳ء کو میں حسب معمول درس میں مصروف تھا کہ ایک ساتھی نے فون پر اطلاع دی کہ حافظ زبیر علی زئی وفات پا گئے ہیں۔ اس اندوہ ناک خبر کو سنتے ہی نہایت مغموم ومحزون ہوا اور مفاجاۃً شاعر کا یہ شعر زبان پر جاری ہوا کہ

نعى الناعي الزبير فقلت تنعى ...... فتى أهل الحديث و أهل علم إلى الله اشكوا لا إلى الناس انني أرى الأرض تبقى و الأخلاَّء تذهب أخِلاَّي لو غير العمات اصابكم - جزعت ولكن ما على الموت مَعْتَبُ .

چونکہ موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ یہ ہر ذی روح کے لئے لابدی ہے اور استرجاع کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ إنا للّٰه و إنا إليه راجعون .

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک عالم باعمل متمسک بالسنة اور ایک محقق شخصیت تھے۔ علم کے تمام فنون سے وابستگی کے ساتھ ساتھ فن رجال، حدیث، فن تخریج اور حکم بالحدیث میں نمایاں دسترس رکھتے تھے۔ حافظ صاحب فن رجال میں تبحر کی بنا پر کچھ تفردات کے بھی حامل تھے۔ [1] جس سے کوئی بھی متبحر عالم مستثنیٰ نہیں۔

چونکہ حافظ زبیر علی زئی صاحب کا تعلق عمومی طور پر پنجاب کے ساتھ تھا، اس لیے ان سے زیادہ رفاقت کا موقع نہیں ملا اور نہ ان کی علمی کاوشوں کا خاطر خواہ علم ہو سکا کہ ان پر تفصیلی گفتگو کی جائے۔ بہرحال حافظ صاحب کا ذہن وقلم سیال تھا اور خود ایک جری نڈر کاتب، مقرر، مناظر اور داعی تھے۔ حافظ صاحب کے اس دنیائے فانی سے رحلت سے علمی ماحول اور بالخصوص اہل حدیث بھائیوں کے تصنیفی ماحول میں کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تصنیفی، تحقیقی خدمات کے ساتھ ساتھ دعوتی وتبلیغی خدمت میں بھی بھرپور کردار ادا کرتے تھے۔ دعوت وتبلیغ کے لئے اہل ذوق اور معتقدین انھیں مدعو کیا کرتے تھے۔ اس دعوتی سلسلے میں چند سال قبل الجامعة الأثرية پشاور میں بھی مدعو کیا گیا تھا اور جامعہ کے طلباء کو اپنے قیمتی علمی نکات اور نصائح سے نواز چکے ہیں اور جامعہ کے ماحول سے نہایت متاثر اور خوش بھی ہو چکے ہیں۔ بہرحال بفحوائے اہل سنت:

" يموتون و يحيا ذكرهم "

حافظ صاحب اگرچہ ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن ان کا ذکر خیر علمی تحقیقی وتصنیفی، باقیات الصالحات کے طور پر موجود ہے، اور ان کی علمی وتحقیقی نقوش وآثار کی وجہ سے ان کا تذکرہ زندہ رہے گا۔ (ان شاءاللہ)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حافظ زبیر علی زئی کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انھیں ان کے صحیح نہج پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور انھیں ان کا صحیح جانشین بنائے۔ (آمین)

---

* شیخ الحدیث جامعہ اثریہ، پشاور

[1] میدانِ تحقیق کے شہسوار کے تفردات کوئی اچنبے کی بات نہیں، لیکن استاذ محترم رحمہ اللہ عام طور پر ہر مسئلے میں جمہور سلف صالحین کے موقف کو اپناتے تھے، چنانچہ اس اعتبار سے آپ کا شاید ہی کوئی تفرد ہو۔ (ادارہ)

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے یادگار ملاقاتیں

ابوعمر سوہدروی حفظہ اللہ

راقم کے قریبی دوست اور کلاس فیلو بھائی خالد اقبال سوہدروی پاکستان ایئر فورس میں ملازم تھے جب وہ کامرہ ایئر بیس پر تعینات تھے تو وہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے ملاقات کر کے روایات کی اسناد کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔ دورانِ سروس میں بھائی خالد نے مجھ سے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا غائبانہ تعارف کروایا تو مجھے بھی ان سے ملاقات کا انتہائی اشتیاق ہوا۔ ان دنوں راقم جناب عبدالرشید عراقی سوہدروی کے ہمراہ شیخ محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ سے اکثر ملاقات کے لیے جاتا رہتا تھا۔ راقم نے شیخ گوندلوی رحمہ اللہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ شیخ گوندلوی رحمہ اللہ شیخ علی زئی رحمہ اللہ کے انتہائی قریبی دوست تھے۔ اکثر شیخ گوندلوی رحمہ اللہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ انھی سے راقم کو ماہنامہ ''الحدیث'' کا علم ہوا۔ اس ماہنامے کا ذکر راقم نے بھائی خالد سے کیا تو انھوں نے چند پرچے مطالعہ کے لیے دیے اور بعد میں ان کے پاس جتنے پرچے تھے راقم کو دے دیئے۔ راقم نے جب ان کا مطالعہ کیا تو ضعیف روایات کے بارے میں تحقیق کا شوق پیدا ہوا۔ راقم نے پھر ابتدائی پرچے تلاش کئے اور ان کا بھی مطالعہ کیا، اس کے بعد شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے ملاقات کا انتظار رہا۔ ۱۹/ نومبر ۲۰۰۶ء کو امام بخاری یونیورسٹی سیالکوٹ میں تقریب بخاری کا انعقاد ہوا۔ پتہ چلا کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی وہاں تشریف لا رہے ہیں، یہ سن کر بہت خوشی ہوئی۔ اتوار کا دن تھا سکول سے چھٹی تھی۔ راقم علی الصبح ہی جامعہ میں پہنچ گیا۔ سرخ داڑھی اور سر پر سرخ عربی رومال رکھے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اسٹیج پر آئے تو حمد و ثنا کے بعد اپنا بیان شروع کیا۔

راقم نے حسب ذوق ان کی گفتگو کے اہم نکات ڈائری میں قلم بند کئے۔ یہ باتیں مزید استفادے کے لئے ہدیہ قارئین پیش خدمت ہیں:

آپ نے تمہیداً فرمایا کہ مذاہب عالم میں ہے کہ آدم علیہ السلام سے نسلِ انسانی کا آغاز ہوا جب کہ پرویز ''عالمگیر افسانہ'' میں لکھتا ہے کہ یہ انسان ایک جرثومہ سے پیدا ہوا، حالانکہ وہ اہل القرآن کہلاتا ہے اور نظریہ ڈارون کا پیش کرتا ہے۔

پھر فرمایا: تمام صحابہ دین کے گواہ ہیں اور انھی کی وجہ سے آج ہم عالمی واقعات کے گواہ ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ''الاصابہ'' میں کئی ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ملتا ہے۔ آگے محدثین عظام نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات کو جمع کیا۔ ان کا حافظہ بھی کمال کا تھا۔ ایک دفعہ مروان نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلوا کر چند احادیث لکھوائیں اور ایک سال کے بعد دوبارہ ان کو بلوایا اور وہی احادیث لکھوائیں تو پہلے لکھی گئی احادیث اور بعد میں لکھی گئی احادیث میں کوئی فرق نہ تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے انکشاف کیا مشہور تابعی اور مفسر قتادہ رحمہ اللہ نابینا تھے، پھر ایک واقعہ سنایا کہ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ مشہور محدث کا آخری وقت تھا۔ آس پاس محدثین موجود تھے۔ کسی نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا نام لے کر ایک غلط سند پڑھ

دی۔امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے سن کرفوراً صحیح سند پڑھ دی،اس کے ساتھ ہی آپ رحمہ اللہ کی روح پرواز کرگئی۔

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصول حدیث میں ''کتاب العلل'' سب سے مشکل کتاب ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کم عمری میں نکاح تحفیظ حدیث کے لئے تھا۔سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کا احادیث جلانے والا قصہ صحیح نہیں۔آپ رحمہ اللہ نے ایک روایت بیان کی کہ'' ہرمومن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گااور ہرمنافق آپ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے گا۔''

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر زبان درازی کی ہے۔محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ جو امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں، اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرواور جب میں نافرمانی کروں تم میری پیروی نہ کرو۔''

امام وکیع رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر عالم سیدھے راستے پر بھی ہوتو اس کی تقلید نہ کرو۔''

درس کے بعد شیخ صاحب رحمہ اللہ سے خالد بھائی کے حوالے سے تعارف ہوا تو انھوں نے بھی خالد بھائی کی خیریت دریافت کی،اس کے بعد راقم کو مطالعہ حدیث میں مزید دلچسپی پیدا ہوئی۔

۲۰۰۷ء میں راقم نے شیخ زبیرعلی زئی رحمہ اللہ کو دوسرا اور آخری خط لکھا جس میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے الفاظ سنداً مشروع ہونے کے بارے میں دریافت کیا جیسے صلوٰۃ (نماز) یا صبح و شام کے اذکار میں مسنون صیغوں کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لئے الفاظ ثابت ہیں، یعنی جو الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کوسکھلائے ہوں یا بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پڑھ کر ان پر عمل کیا ہو۔بہرحال شیخ رحمہ اللہ نے جواباً جو خط بھیجا اس کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امابعد:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تمام قدیم حدیثی مخطوطوں میں ملتے ہیں،لہٰذا اس درود کے مشروعیت پر اجماع ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((**فینزل عیسی بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم ...**))

(صحیح مسلم ج۲ص۳۹۲ ح۲۸۹۷، درسی نسخہ، دوسری نسخہ ج۴ص۲۲۲۱)

والحمدللہ رب العالمین۔زبیرعلی زئی (۲/ جون ۲۰۰۷ء)

شیخ رحمہ اللہ کے خط کے الفاظ قابل غور ہیں کہ اس درود کے یہ مختصر الفاظ واقعتاً قلمی مخطوطوں میں ملتے ہیں۔راقم نے شیخ صاحب رحمہ اللہ کے کتب خانہ میں مسند حمیدی (مخطوط) جو ۶۸۹ ھ کی کتابت شدہ ہے۔اس میں ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے الفاظ دیکھے اور امام حافظ جمال الدین المزی (۶۵۴ھ۔۷۴۲ھ) کی تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جلد اول کے پہلے صفحے پر''**صلی اللّٰہ علی سیدنا محمد و آلہٖ وسلم**'' کے الفاظ دیکھے،اس کے علاوہ صحیح بخاری،عربی مطبوعہ دارالسلام ریاض، کتاب العلم (ح۱۲۰) میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے الفاظ درج ہیں اور صحیح بخاری، کتاب الانبیاء (ح۳۳۵۴) میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے نام کے ساتھ بھی یہی ''درود'' لکھا ہوا ہے اور اسی طرح صحیح مسلم مطبوعہ استنبول (ترکی) کتاب الایمان (ح۳۲۷) میں بھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ناموں کے ساتھ یہی الفاظ درج ہیں۔

قلمی نسخہ جات (مخطوطے) کے حوالہ سے ایک اہم بات یہ ہے کہ جب راقم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے کتب خانہ میں قلمی مسودے دیکھ رہا تھا تو ایک نسخہ میں ایک نشان یوں ''(٠)'' دیکھا تو فوراً شیخ صاحب رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہوتا ہے تو شیخ رحمہ اللہ نے حسب روایت نہایت محبت سے فرمایا کہ یہ نشان ظاہر کرتا ہے کہ محدث نے اس کتاب کو دوبارہ پڑھا ہے۔''

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے فون پر رابطہ رہتا تھا۔ ۲۰۰۷ء میں موسم گرما کی تعطیلات کے دوران میں راقم اپنے بڑے بھائی جو کیڈٹ کالج حسن ابدال میں پڑھاتے ہیں، کے پاس گیا وہیں سے شیخ رحمہ اللہ سے بذریعہ فون رابطہ ہوا اور ان سے اجازت لے کر حضرو پہنچ گیا۔ یہ ان سے پہلی باقاعدہ ملاقات تھی جس میں کھل کر رسمی طور پر غیر رسمی باتیں ہوئیں۔ راقم نے شیخ رحمہ اللہ کا انٹرویو بھی کیا جو ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور، فروری ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا تھا۔

اس کے بعد شیخ صاحب رحمہ اللہ سے ملاقاتوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ موسم سرما اور گرما کی تعطیلات میں راقم باقاعدہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوتا۔ ان سے مختلف مسائل دریافت کرتا اور اصول حدیث کے بارے میں بھی کچھ استفادہ کرتا۔ راقم جو مسئلہ پوچھتا اسے احاطۂ تحریر میں لے آتا۔ راقم نے شیخ صاحب رحمہ اللہ سے دریافت کیے گئے تمام مسائل جمع کر کے قلم بند کر دیے ہیں۔ یہ تمام احکام و مسائل مضمون کے آخر میں شامل ہیں۔

اگست ۲۰۰۹ء میں راقم شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، کتب خانے میں بیٹھ کر باتیں ہوئیں، بہت سے مسائل پوچھ کر سپردِ قلم کیے۔ راقم نے وظائف و درود کی مشہور کتاب ''دلائل الخیرات'' اور اس کے مؤلف کے بارے میں پوچھا۔ شیخ رحمہ اللہ فوراً اٹھے اور ایک کتاب ''معجم المؤلفین'' نکال کر لائے۔ شیخ رحمہ اللہ کی یہ بڑی پیاری عادت تھی کہ فوراً اس کے بارے میں کتاب نکال کر لے آتے اور پوری وضاحت کے ساتھ مسئلہ بتا دیتے اور اگر کسی روایت میں کوئی ضعف ہوتا تو اس کی بھی ضروری وضاحت فرما دیتے۔ بہر حال شیخ رحمہ اللہ نے اس کتاب کی جلد ۳ صفحہ ۳۳۲ نکال کر آگے رکھ دی۔

راقم نے صاحب کتاب کے بارے میں ضروری معلومات تحریر کر لیں جس لفظ کی سمجھ نہ آتی اس کا معنی شیخ صاحب رحمہ اللہ سے پوچھ لیتا۔ ''اس کتاب کے مؤلف کا پورا نام ابو عبداللہ محمد بن سلیمان بن عبدالرحمٰن حسنی شاذلی مالکی ہے۔ ان کی پیدائش نامعلوم ہے۔ ۸۴۰ھ میں فوت ہوئے۔ ان کا آبائی علاقہ الجزولہ سہلالہ ہے۔ ان کی قبر بربر افریقہ میں ہے۔ ان کی میت کو ۷۷ سال بعد سوس اقصیٰ سے مراکش منتقل کیا گیا۔'' حنفی بریلوی اور حنفی دیوبندی علماء نے اس کے تراجم و حواشی لکھے ہیں۔ ان کے وظائف میں یہ کتاب سرفہرست ہے۔

دسمبر ۲۰۰۹ء میں راقم اپنے بڑے بھائی کے پاس کیڈٹ کالج حسن ابدال گیا تو چھٹیوں میں جمعہ کا دن آیا راقم نے فون کر کے تلمیذ شیخ رحمہ اللہ حافظ شیر محمد بھائی سے پوچھا کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جمعہ کہاں پڑھاتے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ ادھر ہی اپنی مسجد میں پڑھاتے ہیں۔ راقم صبح ہی جمعہ کے دن حضرو پہنچ گیا۔ مسجد میں جا کر وضو کر کے خطبہ جمعہ کا انتظار کرنے لگا۔ ٹھیک بارہ بج کر تیس منٹ پر خطبہ کا آغاز ہوا اور ایک بجے خطبہ ختم ہو گیا۔ جمعہ کی صرف ایک ہی اذان ہوئی۔

اسلامی سال کا وہ مہینہ محرم الحرام کا تھا اور محرم کی ۷ تاریخ تھی اسی مناسبت سے خطبہ جمعہ کا عنوان تھا، ماہ محرم کی بدعات اور فضائل سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یہ پہلا اور آخری جمعہ تھا جو شیخ رحمہ اللہ کی امامت وخطابت میں ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا اور محض تین دروس سنے، ایک امام بخاری یونیورسٹی سیالکوٹ اور دو دروس مرکز طیبہ مرید کے میں سماعت کیے۔ لیکن مختلف ملاقاتوں میں ہونے والی گفتگو سے بہت زیادہ، علمی جواہرات حاصل کیے۔ شیخ رحمہ اللہ سے آخری ملاقات مرکز طیبہ مرید کے میں تقریب بخاری اور علماء کنونشن کے موقع پر ہوئی۔ یہ تقریب ۳۰/مئی ۲۰۱۳ء میں ہوئی تھی۔

راقم الحروف نے شیخ عبد الرشید عراقی صاحب کی معاونت سے شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ پر ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں شیخ جانباز رحمہ اللہ کے احوال، افکار و آثار مفصل نقل کیے گئے۔ اس میں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے تاثرات بھی راقم نے تحریر کیے ہیں جو کتاب ھذا کے صفحہ ۸۴۵ پر درج ہیں۔ راقم نے یہ تاثرات مسجد کے اوپر واقع کتب خانہ میں بیٹھ کر نقل کیے تھے۔ یہ اگست ۲۰۱۲ء کا واقعہ ہے۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت ناساز تھی، نزلہ و زکام کی شکایت تھی۔ راقم نے شیخ صاحب رحمہ اللہ سے گذارش کی کہ آپ لیٹ جائیں، میں پوچھتا ہوں اور آپ بتاتے جائیں۔ تاثرات کے دوران میں شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ کا ذکر چھڑ گیا تو انھوں نے شیخ گوندلوی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ ہم دونوں ڈاکٹر شمس الدین افغانی رحمہ اللہ کے پاس گئے۔ شیخ گوندلوی رحمہ اللہ ان کی کتابیں دیکھنے لگے اور ایک عربی کتاب ہاتھ میں لے کر اس کی ورق گردانی کرنے لگے۔ شیخ افغانی رحمہ اللہ کی نظر پڑی تو شیخ گوندلوی رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: آپ عربی جانتے ہیں؟

شیخ گوندلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ کتاب نکالیں۔ شیخ افغانی رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب نکالی اور کہا: اس کی فلاں عبارت پڑھ دیں تو میں آپ کو یہ کتاب تحفہ میں دے دوں گا۔ شیخ گوندلوی رحمہ اللہ نے ہنس کر فرمایا: میں تحفے کا خواہش مند نہیں ہوں۔ آپ جو مشکل عبارت سمجھتے ہیں وہ نکالیں، میں ابھی پڑھتا ہوں۔ شیخ گوندلوی رحمہ اللہ نے وہ مجوزہ عبارت پڑھی اور اس کا ترجمہ بھی کر دیا۔ اس پر شیخ افغانی رحمہ اللہ نے خوش ہو کر وہ کتاب شیخ گوندلوی رحمہ اللہ کو دے دی۔''

اس کتاب کا نام ''الماتریدیۃ'' ہے جو تین جلدوں میں ہے۔ اس واقعہ کے بعد شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے راقم نے شیخ افغانی رحمہ اللہ کے بارے میں دریافت کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے ان کا مختصر تعارف کرایا۔

شیخ افغانی رحمہ اللہ کا پشاور میں اسلامیہ کالج روڈ پر ایک مدرسہ جامعہ اثریہ کے نام سے ہے۔ شیخ افغانی رحمہ اللہ امام عربی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی تین بیویاں ہیں اور ۲۶ یا ۲۷ بیٹے بیٹیاں ہیں۔ ان کی دو کتابیں عربی میں بہت زبردست ہیں۔ ''الماتریدیۃ'' ۳ جلد میں اور ''دوسری جهود علماء الحنفیة فی ابطال عقائد القبوریة'' ۳ جلدیں۔ یہ دونوں کتابیں سعودیہ سے شائع ہوئی ہیں۔ شیخ افغانی رحمہ اللہ وفات پا چکے ہیں۔

اس کے بعد مزید گفتگو اور سوال و جواب کی نشست جاری رہی۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا انداز بیان بہت سادہ ہوتا تھا لیکن اس میں اہمیت حدیث کی چاشنی اور والہانہ محبت بھری ہوتی تھی۔ آپ کی گفتگو کا حرف حرف اور لفظ لفظ مدلل ہوتا

تھا۔۹۰ کے قریب آپ رحمہ اللہ کی عربی، اردو تصانیف کے حوالہ جات اس چیز کے گواہ ہیں۔آپ رحمہ اللہ کا یہ خاص فن تھا کہ ایک بات کو ثابت کرنے کے لئے تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں کے حوالے ضرور دیتے۔اس کام میں وہ انتہائی برق رفتار تھے۔کسی حدیث کی سند کے بارے میں پوچھا جاتا تو چٹکی بجاتے متعلقہ کتاب سے حوالہ نکال دیتے۔وہ اپنے موقف کو دلیل سے ثابت کر کے پیش کرتے۔ایک دفعہ راقم شیخ صاحب رحمہ اللہ کے پاس موجود تھا تو کسی رسالہ میں ایام تشریق کے عنوان سے ان کا مضمون شائع ہوا۔شیخ رحمہ اللہ نے راقم کو بتایا کہ ایک سال تک مضمون لکھ کر میں نے اس کی نقول مختلف علماء کو بھیجیں جب کہیں سے اس کا کوئی جواب نہیں آیا تو میں نے اسے شائع کروادیا۔

شیخ رحمہ اللہ کے نزدیک چوتھے دن کی قربانی ثابت نہیں۔ اسی طرح آپ رحمہ اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے مسئلے پر سکوت اختیار کرتے اور فرماتے حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی کتاب ''احکام ومسائل'' کی طرف رجوع کریں۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا انداز ناصحانہ اور عالمانہ ہوتا تھا۔آپ بہت بے باکی سے اصلاح کر دیتے۔ایک دفعہ راقم اپنے بڑے بھائی کو شیخ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔

بھائی صاحب نے چند سوالات پوچھے۔شیخ رحمہ اللہ نے تسلی بخش جوابات دیئے اور حوالے کتابوں سے دکھا دیئے۔ شیخ رحمہ اللہ کی تاریخ پیدائش ۱۹۵۷ء ہے اور اتفاق سے بڑے بھائی کی تاریخ ولادت بھی یہی ہے، لیکن علمی اعتبار سے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور بڑے بھائی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔اس ملاقات کے بعد اگلے سال راقم بھی شیخ رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے پوچھا کیا آپ کے بھائی آپ کے پاس نہیں جاتے،آپ ہر سال دو دفعہ ان سے ملنے آتے ہیں۔یہ سن کر راقم زیر لب مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ یہ واقعہ صاف بتاتا ہے کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کتنے دور اندیش تھے اور حق بات کہنے میں ذرا پروا نہ کرتے۔

شیخ رحمہ اللہ بہت صاف گو انسان تھے۔ وہ اکثر اپنے محترم ابوالرجال حاجی اللہ دتہ رحمہ اللہ کو بہت یاد کرتے تھے۔ راقم نے ایک دفعہ ان سے ملاقات کی تھی۔ حالانکہ حاجی صاحب رحمہ اللہ راقم کے آبائی علاقے سوہدرہ (وزیر آباد) کے رہنے والے تھے۔لیکن وہ عرصہ دراز سے سوہدرہ چھوڑ چکے تھے اس کی وجہ ان کی ملازمت تھی وہ پاکستان ائیر فورس میں ملازم تھے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ اکثر حق بات واضح ہو جانے پر اپنے سابقہ موقف سے فوراً رجوع کر لیتے تھے۔اس کی ایک مثال ابن ماجہ یا ابوداود کی شرح مطبوعہ دارالسلام ہے جس کی تقریباً ۳۰ احادیث کی اسناد کو دوبارہ نظر ثانی کر کے ماہنامہ ''الحدیث'' میں شائع کیا۔

شیخ رحمہ اللہ سلطان القلم اور صاحب طرز مصنف تھے۔ ان کی تحریر مختصر مگر جامع اور بامعنی ہوتی تھی۔جس میں جدت و ندرت کا رنگ نمایاں ہوتا تھا۔ ان کی تحریر میں ایک انوکھا رنگ تھا۔وہ حدیث سے بات کا آغاز کرتے اور اس کی سند پر اختتام کرتے۔وہ عالم محدث تھے۔ان کا رسالہ ''الحدیث'' مفتی ساز رسالہ ہے۔ان کے رسالے سمیت جملہ تمام کتب میں شامل مواد نہایت شان دار اور جان دار ہے۔ وہ ایک مختلف طرز کی مگر طاقتور رفقہ کے بانی تھے۔آپ کسی لقب یا

خطاب کے قطعاً محتاج نہیں۔ آپ حقیقتاً سید العلماء ، کنز العلماء والعلم تھے۔

''ماہنامہ الحدیث'' میں باطل افکار کی تردید میں انھوں نے نہایت جاندار دندان شکن تراکیب استعمال ہیں۔ مثلاً شر القرون ، خلف خالفین ، اہل تقلید، آل تقلید وغیرہم ۔ شیخ رحمہ اللہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ پہلے مخالفین ومعاندین کی کتب سے دلائل پیش کرتے ، پھر اپنے دلائل دیتے۔

ایک اچھا مسلمان عبادات سے نہیں بلکہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عمدہ اور نفیس معاملات کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔

راقم الحروف کی معلومات کے مطابق شیخ محترم رحمہ اللہ معاملات میں بڑے صاف گو اور کھرے تھے۔ با اخلاق ، با کردار، مہمان نوازی جیسی صفات کے حامل سچے مومن مسلمان تھے۔ راقم جب بھی شیخ رحمہ اللہ کی خدمات عالیہ میں حاضر ہوا۔ ہمیشہ مہمان نواز پایا، آپ بہت عظیم انسان تھے۔

ریا ودکھاوے نام کی کوئی چیز ان کے قول وفعل میں شامل نہ تھی۔ کتب خانہ میں راقم کے ساتھ ہی وہ بینچ پر بیٹھ جاتے اور اگر کہیں اور گفتگو کا موقع ملا تو راقم کے ساتھ فرش پر ہی بیٹھ جاتے۔ سادہ لباس، سادہ گفتگو ان کی پہچان تھی۔

مسلک حق اہل حدیث قبول کرنے کے بعد کے حالات و واقعات اور ان کی دو ماہ کی علالت اگر سپرد قلم کی جائے تو قلم کے آنسو رک نہ پائیں اوراقِ غم سے الفاظ نم آلودہ ہو جائیں۔

ہمارا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم حدیث کی خدمت کے صلہ میں آپ رحمہ اللہ کی تمام بشری لغزشیں معاف کر دی ہوں گی اور نیک روحوں میں شامل کر کے جنت الفردوس کا وارث بنا دیا ہوگا، ان شاء اللہ۔ ہم سب مل کر اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت کروٹ کروٹ ان کو اپنی آغوش رحمت میں رکھے اور ان کے درجات عالیہ بلند کرتا رہے۔ آمین ثم آمین، اللّٰھم اغفر له وارحمه .

موت العالِم موت العالَم

مولانا عدنان الطاف حفظہ اللہ

شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ، پھر متکلم اسلام حافظ عبدالرشید اظہر رحمہ اللہ اور اب 5 محرم الحرام 1435ھ بمطابق 10 نومبر 2013ء کو علمی دنیا کا ایک اور چراغ بجھ گیا جس نے نہ صرف اپنے اردگرد بلکہ ایک جہاں کو روشن کر رکھا تھا۔ استادِ محترم محدث زماں ذہبی عصر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس دارِ فانی سے چل بسے۔

10 نومبر کو میں جامعہ جا رہا تھا کہ حافظ شیر محمد صاحب کا فون آیا اور انھوں نے یہ بجلی بن کر برسنے والی خبر سنائی کہ ہمارے دلوں کی دھڑکن اور ہمارے محبوب استادِ محترم فوت ہوگئے ہیں۔ (إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون)

میں فوراً ہسپتال پہنچا تو شیخ رحمہ اللہ کا چہرہ چمک رہا تھا اور اس پر نبی کریم ﷺ کی دعا کے اثرات نمایاں تھے جس دُعا کو اکثر استاذِ محترم پڑھتے اور اپنی کتب میں ذکر کرتے:

((نضر اللّٰہ امرأ سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ))

انتہائی اختصار کے ساتھ چند گزارشات صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہوں گا۔

شیخ رحمہ اللہ کی زندگی مرتب تھی۔ آپ وقت کو بالکل ضائع نہ کرتے تھے۔ ان کا مقصد صرف اور صرف علم تھا۔ آپ علم اور علماء سے محبت کرنے والے اور حدیث کے طلبا کے ساتھ نہایت شفقت کرنے والے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے دن کا معمول یہ ہوتا کہ فجر کی نماز سے قبل بیدار ہو جاتے، تہجد ادا کرتے، پھر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔

فجر کی نماز پڑھانے کے بعد شیخ رحمہ اللہ اپنے مکتبہ میں تشریف لے جاتے اور تصنیف و تالیف یا تدریس و مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ ظہر سے قبل تقریباً آدھ گھنٹہ آرام کرتے، پھر ظہر کی نماز کے بعد مکتبہ میں تشریف لے جاتے اسی طرح عصر کی نماز کے بعد بھی مغرب تک مکتبہ میں ہی مشغول رہتے، مغرب کی نماز کے بعد آپ گھر کے کام وغیرہ سرانجام دیتے اور گھر والوں کے ساتھ وقت گزارتے، عشاء کے بعد شیخ رحمہ اللہ کچھ دیر مطالعہ کرتے پھر سوتے۔

شیخ کی زندگی کا مقصد یہی علم تھا آپ کتب کے جمع کرنے اور ان کا مطالعہ کرنے کا بہت شوق رکھتے اور بہت ہی سریع الخط اور سریع المطالعہ تھے۔

آپ نے طالب علمی کی ابتدا میں (تفسیر طبری) الجامعۃ السلفیہ اسلام آباد سے فضیلۃ الشیخ الاستاذ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ کی سفارش پر حاصل کی اور ایک ماہ میں اس کا مکمل مطالعہ کیا اور بہت سے فوائد بھی لکھے جو میں نے ان کی ذاتی ڈائری میں دیکھے۔

مجھے یاد ہے کہ شیخ نے ایک کتاب ''التبیان لابن ناصر الدین الدمشقی رحمہ اللہ ''سعودیہ سے منگوائی تھی، ایک آدمی (اسلامک ریسرچ سنٹر راولپنڈی میں) دے گیا کہ یہ آپ کو پہنچا دی جائے۔ آپ تک فون کر کے اطلاع دی گئی کہ کتاب

آ گئی ہے تو شیخ رحمہ اللہ کہنے لگے میں ابھی آ رہا ہوں اور آپ اسی وقت حضرو سے راولپنڈی صرف کتاب لینے آ گئے۔

اسی طرح ایک دفعہ میں نے آپ کو اطلاع دی کہ حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ کی کتاب ''کشف المشکل'' آئی ہے جسے لینے کے لیے شیخ رحمہ اللہ حضرو سے راولپنڈی آئے اور کہنے لگے اگر اس کتاب کے لئے کراچی تک کا بھی سفر کیا جائے تو جائز ہے اور جب کبھی آپ زیادہ مصروف ہوتے تو کہتے کہ آپ فوراً کتاب لے کر آ جائیں۔ شیخ رحمہ اللہ جہاں بھی جاتے واپسی پر اپنے ساتھ کتابیں ہی لے کر آتے تھے۔

شیخ رحمہ اللہ کے ذاتی مکتبہ میں ہر فن کی نہایت اہم اور نایاب کتب موجود ہیں خصوصاً حدیث اور اسماء الرجال کی کتب کے حوالے سے آپ کا مکتبہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔

علم اور کتابوں سے اسی شدید محبت کا نتیجہ ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کو ہزاروں رجال کے حالات از بر تھے اور ہزاروں احادیث آپ کی نظر کے سامنے تھیں اور آپ کی تحقیقات اس بات کی گواہی دیتی ہیں، یہاں تک کہ تاریخ دمشق جیسی ضخیم کتاب کے بھی اکثر رجال آپ کو زبانی یاد تھے۔

شیخ رحمہ اللہ مسلک اہل حدیث کے نہ صرف داعی تھے بلکہ اس کے لیے اپنی جان تک قربان کرنے کا جذبہ رکھتے تھے اور حدیث اور اہل حدیث سے بہت شدید محبت کرنے والے تھے۔ اہل حدیث پر کسی بھی طرف سے کوئی اعتراض کرتا تو آپ اس کا رد کرنے والوں کی صف اول میں نظر آتے۔

شیخ رحمہ اللہ نماز عشاء کے بعد بات چیت کرنے کو سخت ناپسند کرتے تھے نہ کسی سے بات کرتے اور نہ فون ہی سنتے، لیکن مجھے یاد ہے جب بھی کسی باطل فرقے سے مناظرہ ہوتا تو شیخ رحمہ اللہ کہتے آپ رات کے جس حصے میں بھی فون کریں میں جاگ رہا ہوں اور پھر شیخ خود بھی دریافت کرتے اور رہنمائی کرتے رہتے۔

شیخ رحمہ اللہ کے بیماری کے ایام

شیخ رحمہ اللہ کو فالج کا حملہ ہوا، جبکہ آپ سرگودھا میں تھے آپ کو اسی دن اسلام آباد الشفاء ہسپتال میں منتقل کیا گیا، اور دوسرے دن آپ کا آپریشن ہوا، آپریشن کے دو دن بعد آپ کو ہوش آیا اور آپ کی طبیعت تیزی سے بہتری کی طرف جا رہی تھی، لیکن پھر اچانک بیماری نے زور پکڑا اور آپ صحت یاب نہ ہو سکے۔

بیماری کے ایام میں آپ نہ صرف خود عبادت میں مشغول رہے بلکہ نہی عن المنکر کے فریضے کو بھی بخوبی ادا کرتے رہے۔

میں نے خود شیخ رحمہ اللہ کو 3 سے 4 مرتبہ شدید بیماری کی حالت میں نماز ادا کرتے دیکھا اور آپ یہ کوشش کرتے کہ کوئی بھی سنت جس پر وہ اس حالت میں بھی عمل کر سکتے ہیں ترک نہ ہو۔

اسی دوران میں آپ کی ملاقات کے لیے ایک صاحب آئے جن کی داڑھی نہ تھی تو آپ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر اس کی طرف اشارہ کیا کہ داڑھی رکھیں تو اس شخص نے وعدہ کیا کہ آئندہ داڑھی نہیں کاٹے گا، جب اگلی دفعہ وہ صاحب آئے تو انھوں نے داڑھی چھوڑ دی تھی۔

آخری تحریر جو شیخ رحمہ اللہ نے لکھی وہ یہ تھی کہ آپ اذان فجر کے بارے میں دریافت کر رہے تھے کہ ابھی ہوئی یا نہیں،

شیخ محمد بن عبدالقادر (استاد جامعہ سلفیہ) بیان کرتے ہیں کہ میں ہسپتال گیا تو شیخ نے اشارہ کیا کہ ان کو قلم اور صفحہ دوں انھوں نے اس پر لکھ کر یہ دریافت کیا ''فجر کی اذان ہو چکی ہے؟ لیکن شیخ رحمہ اللہ کو لکھنے میں بہت تکلیف ہوئی اور اسی وجہ سے اس تحریر کو سمجھنے میں بھی دشواری ہوئی۔ یہ تحریر شیخ محمد کے پاس محفوظ تھی اور میں نے ان سے لے کر دیکھی تھی۔

شیخ رحمہ اللہ نے 100 کے قریب کتب کی تصنیف و تحقیق کی ہے۔ جس میں ایک بڑا حصہ مسلک اہل حدیث اور حدیث پر اعتراض کرنے والوں کا جواب ہے۔

آپ کا ایک کارنامہ مجلّہ الحدیث کا اجراء وغیرہ ہے جس کے اب تک 111 شمارے آچکے ہیں یہ علمی دنیا کا ایک انفرادی رسالہ ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نے ساری زندگی سادگی و انکساری سے گزاری اور آپ کے اندر کسی قسم کا تکلف نہ تھا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرو اٹک میں ادا کی گئی آپ کی نماز جنازہ آپ کے استاذ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ نے پڑھائی جس میں ہزاروں لوگوں، علماء وطلباء نے شرکت کی۔ اللہ شیخ رحمہ اللہ کی کتب وتحقیقات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

آخر میں وہی بات کہنا چاہتا ہوں جو استاذ العلماء حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ نے شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے موقع پر حضرو میں کہی:

'' اللہ تعالیٰ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین کا ساتھ نصیب کرے۔ جن کی سنت و حدیث کی حفاظت کرتے وہ اس دنیا سے گئے اور ان محدثین کا ساتھ نصیب کرے جن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وہ دین اسلام وحدیث ومسلک اہل حدیث کی حفاظت کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آمین یارب العالمین''

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ الجنۃ الفردوس

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں

مولانا محمد افضل محمدی بن لیاقت علی پانڈیو حفظہ اللہ*

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اب ہمارے اندر موجود نہیں۔ آپ کی وفات تمام اہل حق کے لئے بہت بڑا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم، حافظہ، اسماء الرجال میں رسوخ، اصول حدیث میں دسترس، مناظرانہ اصول میں مہارت اور باطل پر تعاقب کا جو ملکہ عطا فرمایا اور قلم کے ذریعے سے علم کے جو خزانے آپ نے چھوڑے ہیں، اس سے آپ کی شخصیت اب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کے ساتھ صحبت کے چند مواقع میسر آئے جس سے یہ بات واضح طور پر محسوس ہوئی کہ آپ علم کا ایک خزانہ اپنے اندر سمونے کے باوجود انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے اور تکلف کی ہر آمیزش سے دور تھے۔ دیکھنے والوں کو آپ کی منزلت و مقام کا اس وقت احساس ہوتا جب آپ کسی علمی مسئلہ پر بحث و تبصرہ شروع کرتے۔ آپ کی مثال سمندر کی طرح ہے جو جتنا گہرا ہوتا ہے اتنا ہی خاموش رہتا ہے۔ مگر طوفان آنے کے بعد اس کے اندر پیدا ہونے والے اضطراب کو روکنا ممکن نہیں رہتا، یا وہ درخت جو جس قدر پھلدار ہوتا ہے، اس کی شاخیں جھکتی چلی جاتی ہیں اور ضرورت مند بآسانی اپنا پھل حاصل کرتے رہتے ہیں، یا قیمتی خزانے کی وہ بند تھیلی جس کے قیمتی ہونے کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے قیمتی پتھر اور موتی باہر نکالنے لگتی ہے، یا مشک عنبر کی وہ بند شیشی جو لوگوں کو اس وقت اپنی خوشبو سے مسحور کر دیتی ہے جب بندھن کھلنے کے بعد اس کی خوشبو فضاؤں کو معطر بنا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ محترم شیخ کو اپنی بے پناہ رحمتوں کا مستحق بنائے اور آپ کی تمام بشری خطاؤں کو معاف فرمائے اور آپ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے آپ کے شاگردوں اور ہمنواؤں کو خصوصی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا امتیاز

حافظ محمد شعیب میمن حفظہ اللہ**

محقق العصر ترجمان مسلک اہل حدیث الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا دیدار پہلی بار غالباً ۲۰۰۰ء میں ان کے کراچی کے دورے کے موقع پر المعهد السّلفي للتعليم والتربية تین ہٹی میں ہوا۔ اس وقت ان کی انتہا درجہ کی سادگی دیکھ کر راقم الحروف حیران رہ گیا۔ اور اس موقع پر مختصر کلاس میں شرف تلمذ بھی حاصل ہوا۔

شیخ محترم احادیث کے متون و اسانید کے حافظ، اسماء الرجال کے ماہر، فقیہ اور محدث تھے۔ مسلک سلف صالحین کا دفاع، باطل کی سرکوبی آپ کا خاص مشن تھا۔ آپ بڑے ملنسار، مشفق، علم و عمل کے پیکر، حق گو، خیر خواہ اور عاجزی و انکساری کا مظہر تھے۔ ایک اہم ترین خوبی جو بہت کم افراد میں نظر آتی ہے وہ ہے اپنی غلطی معلوم ہونے کے بعد اس کا بلا جھجک اعتراف کرنا اور یہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا خاص امتیاز تھا۔

اللّٰهم اغفرله وارفع درجته في المهديين.

---

* شیخ الحدیث جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدرآباد

** مدرس جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدرآباد

ممتاز عالم دین حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا منیر احمد سلفی حفظہ اللہ

ممتاز عالم دین، فن اسماء الرجال کے ماہر، بے شمار اوصاف حمیدہ اور جلیلہ کے پیکر، عالم باعمل فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہم جیسے کئی چاہنے والوں کو جدائی کا گہرا داغ دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

شیخ موصوف ایک گوہر نایاب تھے۔ جن کی وفات یقیناً پورے عالم اسلام کے لیے کسی المیہ سے کم نہیں۔ ہم جیسے ناقص العلم کا اتنی بڑی شخصیت کے متعلق اظہار خیال کرنا عجیب سا لگتا ہے، لیکن یہ محبت کا غلبہ ہی کہیے کہ کچھ نہ کچھ سپرد قرطاس کرنے پر دل مجبور ہو گیا۔ شیخ موصوف ہم پر رحمت الٰہی کا ایک سایہ تھے جواب اٹھ چکا ہے۔ میں اس لحاظ سے اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف کے دیدار اور ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ ان کے دیدار کی تڑپ تو کئی سالوں سے تھی، لیکن ملاقات نصیب نہیں ہو رہی تھی۔ بالآخر دیدار و ملاقات کی یہ خواہش اس وقت پوری ہوئی جب شیخ موصوف قریباً اڑھائی سال پہلے چند دن کے دورے پر صوبہ سندھ تشریف لائے جہاں ان سے پہلی اور آخری ملاقات مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث گھمن آباد حیدر آباد میں ہوئی۔ پہلی جھلک میں موصوف کی علمی باتوں نے اور ان کی سادگی نے پہلے سے زیادہ اپنا گرویدہ بنا دیا۔ ان کا ایک ایک لفظ نایاب موتی بن کر بکھرتا چلا گیا۔ دوران گفت وشنید میں بدیع التفاسیر کا ذکر چل پڑا تو ساتھیوں میں سے کسی نے تفسیر کی تکمیل کے سلسلے میں شیخ صاحب سے درخواست کی تو شیخ صاحب کا جواب سن کر انتہائی حیرت ہوئی وہ کہنے لگے کہ میری عمر اب اتنی نہیں کہ یہ کام سرانجام دے سکوں۔ ان کے یہ الفاظ اس وقت تو بڑے عجیب وغریب لگ رہے تھے، لیکن آج اڑھائی سال بعد حقیقت کا روپ اختیار کر چکے ہیں۔

بہر حال ان کی وفات سے علم وعمل اور تحقیق کے میدان میں ایک زبردست خلا پیدا ہوا ہے۔ جس کا پُر ہونا بظاہر ممکن نظر نہیں رہا۔ ہم بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ محترم پر کروٹ کروٹ رحمت کی برکھا برسا دے اور ان کی ہر قسم کی خطاؤں کو درگزر کرتے ہوئے جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا فضل اکبر کاشمیری حفظہ اللہ

استادِ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات 1997ء کو حضرو بازار میں ہوئی۔ حافظ موصوف اس وقت کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ حافظ صاحب ایک مہمان نواز، سادہ طبیعت کے مالک، تہجد گزار، نماز با جماعت بلکہ تکبیر اولیٰ کے سخت پابند اور ہنس مکھ انسان تھے۔ حافظ صاحب متبع سنت ہونے کے ساتھ ساتھ گمراہ اور بدعتی فرقوں کے سخت خلاف تھے۔ سلف صالحین اور محدثین کے منہج پر قائم تھے۔ آپ کٹر سلفی تھے اور کسی کی تکفیر کرنے میں انتہائی محتاط تھے۔ بلاشبہ آپ اس دور کے محدث اور محقق تھے۔ موصوف اسماء الرجال کے ماہر، مصنف، مناظر اور مدرس تھے۔ متعدد کتابوں کی تحقیق، تخریج، ترجمہ اور نظرِ ثانی وغیرہ کر چکے ہیں۔ مسلک اہلِ حدیث سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ حافظ صاحب اس بات پر بڑا زور دیتے رہے کہ قرآن و حدیث کو منہجِ سلف کے مطابق سمجھا جائے، آپ اجتہادی مسائل میں تشدد کے قائل نہ تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے میرا تعلق

میں تقریباً 2 سال اُستادِ محترم مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہا۔ حافظ صاحب سے اُصولِ حدیث کی بعض کتب پڑھیں اور اس کے علاوہ بھی بہت استفادہ کیا۔ راقم الحروف تقریباً 2 سال تک ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو کا نائب مدیر رہا۔ اس دوران میں رسالہ کے لیے مضامین بھی لکھتا رہا۔ نیز رسالہ کی ترسیل اور پروف ریڈنگ کی خدمات بھی سرانجام دیں۔ زندگی میں میرا پہلا مضمون ''حب ابن مسعود یا تقلید ڈاکٹر مسعود'' ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو مئی 2005ء میں شائع ہوا تھا۔ حافظ صاحب کی عربی اور اُردو کی بیشتر کتب کی پروف ریڈنگ کی خدمات راقم نے سرانجام دی ہیں۔

راقم السطور نے دعا کے موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی ''دعا میں ہاتھ اُٹھانے کی شرعی حیثیت'' اس پر نظرِ ثانی استادِ محترم نے فرمائی تھی۔ جزاہ اللہ خیراً

حافظ صاحب نے امام بغوی رحمہ اللہ کی کتاب ''الانوار فی شمائل النبی المختار'' کا ''نبی کریم ﷺ کے لیل ونہار'' کے نام سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے، اور اس کی تخریج بھی کی ہے۔ جب راقم نے اُس کی مراجعت کی تو استادِ محترم اس قدر خوش ہوئے کہ اس ناچیز کو 500 روپے انعام دیا۔ آپ علمی کام کی بڑی قدر کرتے اور خوشی کا اظہار بھی کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے ''مقالات الحدیث'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ یہ حافظ صاحب کی محبت تھی کہ اُس کتاب میں مجھ جیسے ادنیٰ طالب علم کے پانچ مضامین کو جگہ دی ہے۔ یہ میں نے استادِ محترم سے صرف نسبت کا ذکر کیا ہے۔

أحب الصالحين و لست منهم
لعل الله يرزقني صلاحًا

قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’مرنے والوں کی عموماً چار قسمیں ہوتی ہیں:

۱: جس سے اس کے گھر والے اور لواحقین متاثر ہوتے ہیں۔

۲: اس کی موت اپنے شہر اور علاقہ کے لیے صدمہ بنتی ہے۔

۳: جس کی موت کے اثرات ملک کے جمیع اطراف و اکناف میں محسوس کئے جاتے ہیں۔

۴: جس کی موت سے نہ صرف باشندگان ملک بلکہ عالم اسلام میں لا تعداد لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور ان کے خلا کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔‘‘ (خطبات بہاولپوری ج ۱ص ۲۴)

ہمارے ممدوح مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وہ جامع کمالات اور مجموعہ اوصاف شخصیت ہے جنھیں مذکورہ بالا چاروں اقسام میں یکساں طور پر محسوس کیا گیا۔

اللهم اغفر له وارحمه، إنا لله و إنا إليه راجعون.

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

عبدالشکور مہدی

میں نے 7 مارچ 2008ء کے بعد حافظ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب صحیح نماز نبوی ﷺ پڑھی اور اس پر عمل شروع کر دیا۔ میں ماہنامہ الحدیث کا قاری ہوں۔ حافظ شیر محمد حفظہ اللہ سے فون پر درخواست کی، شیخ رحمہ اللہ سے ملاقات کروادیں تو انھوں نے کہا: آپ حضرو آجائیں تو ملاقات کروادیں گے۔ میں حضرو آیا تو اوپر مکتبہ سے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نیچے آئے، مجھے ایسے ملے جیسے کب سے جاننے والے ہیں، حالانکہ یہ میری اُن سے پہلی ملاقات تھی۔ میں ان کے ساتھ اردو میں بات کر رہا تھا، میری اردو اتنی اچھی نہیں تھی۔ انھوں نے کہا: ’’آپ کی مادری زبان کون سی ہے؟‘‘ میں نے کہا: پوٹھوہاری ہے یعنی ہندکو، اُنھوں نے فرمایا: ’’آپ ہندکو میں بات کریں۔‘‘ میں نے بتایا میں اڈیالہ جیل میں آپ کی کتاب صحیح نمازِ نبوی ﷺ پڑھ کر اہل حدیث ہوا ہوں، پھر شیخ رحمہ اللہ نے مجھ سے جیل جانے کا سبب پوچھا، تقریباً تین گھنٹے یہ ملاقات ہوتی رہی۔ مجھے چائے بھی پلائی اور مجھے کچھ نصائح بھی کی کہ اپنے گاؤں میں ایک مسجد اور ساتھ مدرسہ بھی بنائیں اور اپنی ایک ڈائری بھی بنائیں اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت حدیبیہ مدرسہ راولپنڈی سے بعدازاں فیصل آباد میں بھی انھیں پڑھائیں، کیونکہ یہ دونوں مدرسے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کرتے ہیں۔

میں نے ایک خواب بھی شیخ رحمہ اللہ کو سنایا کہ اپنے بھائی کی گردن کاٹ رہا ہوں۔ انھوں نے بتایا تھا کہ تمھارا بھائی بھی اہل حدیث ہو جائے گا۔

میں نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

واپسی پر آپ نے مجھے 5 رفع الیدین کے بارے میں اور 5 فاتحہ خلف الامام کے بارے میں بھی کتابیں ہدیہ کیں۔ میں نے ماہنامہ الحدیث بھی لگوایا، لیکن میرے پاس روپے صرف واپسی کرائے کے لیے تھے۔ میں نے کہا: میں اسلام آباد جا کر منی آرڈر بھیج دوں گا۔ آپ نے اپنی جیب سے

روپے نکالے اور مجھے دینے لگے کہ شاید اس کے پاس کرایہ نہ ہو۔ میں نے عرض کیا: میرے پاس کرایہ ہے، اس کے علاوہ نہیں ہیں۔ آپ نے کہا: کوئی بات نہیں، آپ گھر جا کر مکتبہ الحدیث حضرو کے نام منی آرڈر کر دینا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ جب میں نے بغل والی جیب سے روپے نکال کر دکھائے کہ میرے پاس کرایہ ہے تو انھوں نے فرمایا: بغل والی جیب کٹ بھی سکتی ہے، آپ قمیص کے نیچے جیب والی بنیان پہنا کریں۔ میں نے جیل میں جانے کا واقعہ سنایا کہ میں بے گناہ قتل میں گیارہ سال رہا تو اس پر آپ بہت دلی تکلیف محسوس کر رہے تھے، پھر انھوں نے میری بہت حوصلہ افزائی کی۔

مجھے اُن کے اخلاق نے بہت متاثر کیا کہ اتنا علم اور اتنی عاجزی۔ میں نے ایسے کسی آدمی سے ملاقات نہیں کی۔ آخر میں انھوں نے مجھے راولپنڈی آنے والی گاڑی براستہ موٹروے کا بتایا، میں نے واپس آ کر کافی دنوں کے بعد منی آرڈر روانہ کیا۔ یہ ملاقات تقریباً 2012ء کے نومبر یا دسمبر میں ہوئی تھی۔

آہ! دوسری ملاقات

حافظ شیر محمد حفظہ اللہ صاحب سے درخواست کی کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کروا دیں تو انھوں نے فرمایا: آپ آئیں، ہمارے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھیں اور حافظ رحمہ اللہ سے ملاقات بھی کر لیں۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے، پھر میں اچانک بغیر فون کیے حضرو ملاقات کے لیے جمعہ کے دن پہنچ گیا اور پوچھنے پر پتہ چلا کہ حافظ رحمہ اللہ کو فالج کا اٹیک ہوا ہے اور وہ اسلام آباد شفاء ہسپتال میں علاج کے لیے داخل ہیں اور حافظ شیر محمد بھی وہیں ہیں، میں نے حافظ شیر محمد صاحب کو فون کیا تو پتہ چلا کہ وہ اسلام آباد میں ہیں، میں نے حضرو مسجد میں جمعہ پڑھا اور دیکھا کہ ہر آدمی کی آنکھیں اشک بار ہیں اور دل غمگین ہے اور خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی ہے، میں نے جمعہ پڑھا، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے اجازت لی اور چائے وغیرہ پی کر اسلام آباد کی طرف نکل پڑا، تقریباً دو گھنٹے میں اسلام آباد آ گیا، شفاء ہسپتال کے باہر ساتھیوں کے ظاہری اسلامی شعار کے ذریعے سے پہچان کر پوچھا کہ حافظ صاحب کس وارڈ میں ہیں تو ایک ساتھی میرے ساتھ ہو لیا، مجھے ICU کی انتظار گاہ میں لے گیا، وہاں حافظ شیر محمد صاحب سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ آپریشن ہو گا۔ کافی انتظار کے بعد میں حافظ رحمہ اللہ سے ملنے اُن کے وارڈ میں گیا وہ مغرب کا وقت تھا تو کیا دیکھتا ہوں، بلکہ پاس ہی ایک بھائی نے بتایا حافظ رحمہ اللہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اُن کو بھی ہاتھ سینے پر باندھے اور رفع یدین کرتے دیکھ کر سمجھ آئی کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ مجھے بتایا میں بھی پیچھے ہٹ گیا، میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرتا رہا اور پھونک مارتا رہا نماز کے بعد سلام دعا ہوئی اور مصافحہ ہوا۔

میں فاتحہ پڑھ کر دم کرتا اور پھونک مارتا تو وہ میری طرف دیکھتے، میرے دل میں خیال آیا شاید میں نے کہیں سنت کے خلاف تو دم نہیں کیا جو حافظ رحمہ اللہ میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ وہاں پر حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ سے بھی ملاقات ہوئی، انھوں نے بھی میری روداد سنی اور مجھ سے میرا نام پوچھا، میں نے کہا: عبدالشکور ماحی تو انھوں نے کہا: آپ عبدالشکور مہدی اپنا نام رکھ لیں۔ میں نے ان سے شکایت کی کہ میں مدرسہ نہیں پڑھا تو انھوں نے اپنے خاص شاگرد شیخ وقاص زبیر حفظہ اللہ کو حکم دیا جس طرح ہم نے آپ کو پڑھایا ہے

آپ ان کو اسی طرح پڑھائیں، تو انھوں نے کہا: ٹھیک ہے اور میرا موبائل نمبر بھی لے لیا، پھر میں کافی دن ہسپتال نہ آ سکا۔ فون پر خیر و عافیت پوچھ لیتا تھا۔ ایک دن گھر میں بیٹھا تھا کہ ایک میسج آیا اور اس میں لکھا تھا کہ شیخ حافظ محمد زبیر علی زئی رحمہ اللہ خالق حقیقی سے جا ملے تو میں رونے لگا۔ جیسے بچے روتے ہیں، مجھے میری بیوی حوصلہ دینے لگی کہ صبر کریں اجر ملے گا۔ میں نے کہا: اب مجھ جیسوں کے لیے احادیث کی تخریج و تحقیق کون کرے گا، ہم سے تو علم ہی اٹھالیا گیا ہے۔ میں جلدی سے حضرو آ گیا اور لواحقین سے تعزیت کی، میں نے ہی اس شام مغرب و عشاء کی اذان و اقامت کہی، پھر عشاء کے بعد نماز جنازہ کے لیے آپ کا جسد (میت) کو اٹھایا گیا اور جنازہ گاہ میں لایا گیا وہاں آپ کے استاد محترم حافظ عبد الحمید ازہر رحمہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پانچ تکبیروں سے ادا کی، پھر آپ رحمہ اللہ کے چہرے کا دیدار کرایا گیا۔ میں نے دو دفعہ دیدار کیا اور وہ حدیث یاد آ گئی:

'' اللہ! اس چہرے کو تر و تازہ رکھے......''

پھر میت کو اٹھا کر تدفین کے لیے چلے اور قبرستان کے پاس دوبارہ نماز جنازہ پڑھا گیا۔ جن لوگوں نے پہلے جنازہ نہ پڑھا تھا۔ نماز جنازہ پڑھانے والے شیخ عمر صدیق حفظہ اللہ تھے۔ پھر بدن کو قبر کے قریب لائے اور قبر میں پاؤں کی طرف سے اُتارا گیا اور اُتارنے والے تین آدمی تھے، لیکن انھوں نے میرے علم کے مطابق شاید اس سے پہلے کسی آدمی کو بھی قبر میں نہیں اتارا تھا، کیونکہ یہ سب علماء تھے اور جن کو اتار رہے تھے وہ ان کے استاذ و روحانی باپ تھے۔ میں بھی قبر میں اتر گیا۔ اب ہم چار ہو گئے اور آرام کے ساتھ بدن کو قبر میں رکھ دیا۔ قبر میں اتارنے والے علماء میں ایک نام میرے علم میں ہے وہ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ تھے، باقی دو کا نام میں نہیں جانتا۔ لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔

''بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

مولانا محمد یوسف [illegible]*

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں چند گزارشات

اس تحریر کا مقصد اللہ تعالیٰ کے بندوں تک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پہنچانا ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (الحدید:10)

تاکہ اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے میدان میں کام کر رہے ہیں اور وہ وسائل کی کمی کا شکار ہیں، نیز اپنے اور بیگانے انھیں کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ان کی اس طرح حوصلہ افزائی کرتا ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾

(آل عمران:139)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی زندگی پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں یہ بات سمجھ آتی ہے: ((من یرد اللّٰہ به خیرًا یفقهه في الدین.)) (صحیح البخاري:71)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جب اس دنیا میں قدم رکھا، تو ملکی رواج کے مطابق سکول میں داخلہ لیا۔ پہلی جماعت سے لے کر ایف ایس سی تک باقاعدہ تعلیم حاصل کی، پھر بی اے اور ایم اے کے امتحانات اچھے نمبروں میں پاس کیے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد محترم کے ساتھ حضرو بازار میں کپڑے کی دکان پر بیٹھتے یا اپنی گزران اوقات کے لیے کوئی اچھی سی ملازمت اختیار کرتے تاکہ ایام زندگی آرام سے گزر جائیں۔ جیسا کہ ہمارے اس ماحول میں ہوتا ہے، لیکن ہم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر اللہ تعالیٰ کا انعام اس شکل میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذہن دنیاوی تعلیم سے اور کاروبار سے دین کی طرف پھیر دیا۔

﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

(المائدۃ:54)

والد محترم کا احسان اور کمال شفقت

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے والد محترم حاجی مجدد خان صاحب نے اپنے بیٹے کو اتنی اعلیٰ تعلیم دلانے کے بعد ملازمت کرنے یا کاروبار و تجارت میں شریک ہونے پر زور نہ دیا۔ والد محترم جماعت اسلامی کے ضلعی امیر تھے اور دینی تڑپ رکھنے والی شخصیت ہیں۔ جب انھوں نے اپنے محلے میں مکان تعمیر کیا تو ساتھ ہی ایک مسجد بھی تعمیر کر دی تاکہ نماز با جماعت ادا کر سکیں۔ جہاں بعد میں نماز جمعہ کا آغاز بھی کر دیا گیا۔ اس مسجد کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ خود اپنے اصلاحی اور علمی مقالات کی جلد اول صفحہ 514 پر لکھتے ہیں:

---

* فاضل جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ، مدرس وزیرآباد

''نماز جمعہ کا آغاز

1980ء کے اواخر سے میں نے باقاعدہ حاجی (اللہ دتہ) صاحب کے دروس اور پروگراموں میں شامل ہونا، مختلف امور پر بار بار سوال کر کے ان سے کتاب وسنت کا علم حاصل کرنا شروع کیا، چونکہ ہمارے گاؤں میں (جو کہ اب حضرو شہر کا ایک محلّہ ہے) نماز جمعہ نہیں ہوتی۔ ہم نے مشورہ کیا اور والد محترم حاجی مجدد صاحب کی اجازت سے 1982ء میں نماز جمعہ کا آغاز اس مسجد میں کیا جو والد صاحب نے تعمیر کی تھی۔ محلّہ پیرداد حضرو ضلع اٹک میں یہی مسجد بعد میں مسجد اہل حدیث کے نام سے ضلع اٹک میں سلفی اہل حدیث کی دعوت کی بنیاد بنی۔ پہلی نماز جمعہ میں درج ذیل اشخاص حاضر ہوئے:

۱: حاجی اللہ دتہ صاحب ۲: حافظ زبیر علی زئی
۳: نذیر صاحب ۴: باباشریف صاحب گوجرانوالہ
۵: ایک اور ساتھی

رفتہ رفتہ چاروں طرف سلفی دعوت پھیل گئی۔

اب اس علاقے میں اہل حدیث کی درج ذیل مساجد موجود ہیں:

۱: مسجد اہل حدیث اٹک شہر
۲: مسجد اہل حدیث محمد بوٹا، اٹک
۳: مسجد اہل حدیث مرزا اٹک
۴: مسجد اہل حدیث سنجوال۔ اٹک
۵: مسجد اہل حدیث، کامرہ
۶: محمدی مسجد اہل حدیث، ہٹیاں
۷: مسجد ابوہریرہ، حضرو
۸: مسجد اہل حدیث، پیرداد
۹: مسجد انس بن مالک، (اعوان آباد) گوندل اٹک
۱۰: مسجد محمدی اہل حدیث، لکوڑی
۱۱: مسجد اہل حدیث، دامان
۱۲: مسجد اہل حدیث، خالوغازی

مسجد اہل حدیث پیرداد کی ابتدائی حالت

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے والد محترم حاجی مجدد خان صاحب نے جو مسجد تعمیر کی تھی۔ ان کی تصدیق کے مطابق اس کی عمارت ایسی تھی کہ اس کی دیواریں پختہ تھیں، اس کی چھت لکڑی کے شہتیروں اور بالوں پر مشتمل تھی۔ مسجد کا فرش پختہ تھا۔ مسجد کے صحن میں سبز گھاس ہوتی تھی۔ سامنے والے دروازے سے مسجد میں داخل ہوں تو بائیں ہاتھ پانی کا کنواں تھا، ڈول سے پانی نکالا جاتا تھا۔ اسی کے ساتھ وضو کے لیے ٹوٹیاں تھیں اور دروازے کے بائیں جانب طہارت خانے تھے۔ مسجد کے برآمدے سے ایک دروازہ تھا جو حاجی صاحب کے گھر کی طرف کھلتا تھا اور بوقت ضرورت استعمال ہوتا تھا۔

مسجد کی توسیع اور نئی تعمیر

جب نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی اور پہلی مسجد پرانی ہوگئی تو حاجی مجدد صاحب نے اپنے گھر کی بیٹھک میں سے بارہ فٹ جگہ مسجد کیلئے وقف کر دی، اس طرح مسجد کشادہ ہوگئی اور نئے سرے سے نقشہ کے مطابق دوبارہ تعمیر کی گئی۔ جس کی چھت پختہ لنٹر والی ہوگئی۔ مسجد کے اوپر دوسری منزل تعمیر کی گئی جس میں لائبریری کے لیے جگہ بنائی گئی، جس سے مسجد

موجودہ شکل میں بن گئی۔

حافظ زبیر علی زئی کے اساتذہ کرام

یوں تو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بہت سے اساتذہ کرام ہیں جن سے انھوں نے بچپن میں سکول و کالج پڑھا اور دینی تعلیم حاصل کی، لیکن میں ان سے صرف تین اساتذہ کرام کا مختصر ذکر کروں گا جن سے میرا ذاتی تعارف ہے۔

۱: حاجی اللہ دتہ رحمہ اللہ

۲: حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ

۳: حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ

حاجی اللہ دتہ صاحب: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ابتدائی اور انتہائی محنتی اساتذہ میں سے حاجی اللہ دتہ صاحب ہیں، جن کا مفصل ذکر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مقالات جلد اول کے صفحہ 509 تا 522 پر کیا ہے۔ ان کا نام ابوالرجال اللہ دتہ بن کرم الٰہی بن احمد دین ہے۔ جو بمقام سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ یکم اپریل 1932ء کو پیدا ہوئے اور 10 / اگست 2001ء کو لاہور میں وفات پائی۔ حاجی اللہ دتہ صاحب کے اساتذہ کرام میں مولانا عبد المجید خادم سوہدروی، حافظ محمد یوسف گکھڑوی اور مولانا ابو السلام محمد صدیق بن عبدالعزیز سرگودھوی انتہائی قابل ذکر ہیں۔ مولانا محمد صدیق صاحب علم اسماء الرجال اور علم الفرائض کے بہت ماہر تھے۔ مولانا محمد صدیق صاحب راقم الحروف کے بھی انتہائی شفیق استاد ہیں۔ فقہی مسائل پر ان کو عبور حاصل تھا۔ طلبہ کی تعلیم پر بہت توجہ دیتے تھے۔ طلبا کی تعلیم کے لیے انھوں نے اپنی مسجد کے ساتھ سیٹلائٹ ٹاؤن ڈی بلاک میں جامعہ علمیہ کے نام سے مدرسہ بنایا تھا۔ وراثت کے انتہائی پیچیدہ مسائل آسانی سے حل کر لیتے تھے۔ ہم نے ان سے کتب احادیث پڑھی تھیں۔ انھوں نے 14 / اپریل 1988ء کو وفات پائی۔

حاجی اللہ دتہ صاحب 1957ء میں پاکستان ائیر فورس میں ملازم ہوئے۔ آپ ملیر کراچی، سرگودھا اور کامرہ رہے۔ 1974ء میں آپ سعودی عرب میں رہے، اس دوران میں عربی زبان میں کافی مہارت حاصل کر لی۔ آپ اہل زبان کی طرح عربی بولتے تھے۔ حاجی صاحب انگریزی زبان بولنے پر بھی قادر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس بیٹے عطا کیے۔ ان بیٹوں کی وجہ سے ان کی کنیت ابوالرجال ہے۔ سب سے چھوٹے بیٹے محمد فہد کی وجہ سے وہ اپنی کنیت ابوفہد اختیار کرتے تھے۔

1979ء میں آپ وارنٹ آفیسر کے عہدہ کے ساتھ معراج فیکٹری کامرہ پہنچے اور 1985ء میں ماسٹر وارنٹ آفیسر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ حاجی صاحب کتابیں نہیں لکھتے تھے، مگر ایسے شاگرد تیار کرتے کہ جن کا اوڑھنا بچھونا ہی تصنیف و تالیف ہوتا۔ وہ حق بیان کرنے والی بے نیام تلوار تھی ان کی تبلیغ کا مرکز کامرہ، حضرو، اٹک اور واہ کینٹ رہا۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ضلع اٹک کی مساجد ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب مساجد اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم اور حاجی اللہ دتہ صاحب کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہیں۔ حاجی صاحب ضلع اٹک کے تمام اہل حدیث کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنے اس عظیم استاذ سے بہت کچھ سیکھا اور ساری زندگی ان کے ساتھ تعلق قائم رہا۔ یہاں تک کہ جب حاجی صاحب نے مورخہ 10 / اگست 2001ء کو لاہور میں وفات پائی تو ان کی نماز جنازہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے پڑھائی۔

حافظ عبدالحمید ازہر صاحب: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے انتہائی لائق اور محنتی اساتذہ کرام میں سے شیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ تھے۔ حافظ صاحب طلبہ کو انتہائی محنت اور پیار سے پڑھاتے تھے۔ تدریسی خوبیوں کے ساتھ ساتھ عربی زبان پر عبور رکھتے ہیں، فقہی مسائل پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔ فن رجال کے ماہر ہونے کے ساتھ بہترین مفسر قرآن اور باکمال خطیب بھی تھے۔ جب ہم جامعہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی میں پڑھا رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ حضرو سے حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور مطالعہ کے لیے کچھ کتابیں لے جاتے ہیں، ہفتہ بھر وہ ان کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ پڑھنے کے بعد وہ کتابیں واپس لاتے ہیں۔ مشکلات کے حل کے لیے حافظ عبد الحمید صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے مزید کتابیں ان سے لے جاتے ہیں۔ اس طرح حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ ان کی مکمل رہنمائی کرتے رہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے خلف الرشید حافظ ندیم ظہیر کے قول کے مطابق جب بھی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو کسی مسئلے کی مشکل پیش آتی تو انھوں نے اپنے استاد حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ اور حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا۔ اس طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تعلق اپنے استاد حافظ عبدالحمید ازہر صاحب کے ساتھ پوری زندگی رہا۔ یہاں تک کہ جب 10/ نومبر 2013ء کو محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے وفات پائی تو ان کی نماز جنازہ شیخ حافظ عبد الحمید ازہر نے ہی پڑھائی۔

حافظ عبد الحمید ازہر صاحب وقت کے بہت بڑے خطیب اور مفسر قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ تصنیفی میدان میں قابل قدر خدمت سر انجام دے چکے ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے حکم ما سکت عنه أبو داود في سننه ،مقدمہ مختصر ترغیب وترہیب، مقدمہ پیغام حرم، مقدمہ ارباب دیوبند کی کرم فرمائیاں، حضور نماز اور تعارف اہل حدیث شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ کی قبر کو منور فرمائے اور انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

حافظ عبدالمنان نوری پوری رحمہ اللہ: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جن اساتذہ کرام سے انتہائی قیمتی علم سیکھا ان میں سے حافظ عبدالمنان نوری پوری رحمہ اللہ ہیں۔ حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ راقم الحروف کے بھی استاذ ہیں۔ وہ 1941ء کو نور پور چھل (گوجرانوالہ) میں پیدا ہوئے اور 26 فروری 2012ء بروز اتوار فوت ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام بھٹوی صاحب نے عصر کی نماز کے بعد پڑھائی اور نمازِ مغرب سے پہلے ہاشمی کالونی (گوجرانوالہ) کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

حافظ صاحب کے اساتذہ کی طویل فہرست ہے، ان میں سے مولانا ابوالخیر محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا عبداللہ رحمہ اللہ، شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ انتہائی عظیم ہستیاں ہیں۔ حافظ صاحب تدریسی میدان میں کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین خطیب اور ماہر مصنف بھی تھے۔ حافظ صاحب کی تصنیفات میں ارشاد القاری الی نقد فیض الباری فقہی مسائل کی گہرائی اور بعض الناس کے دلائل کا بہترین رد پیش کرتی ہے۔ اسی طرح حافظ صاحب کی

کتاب احکام ومسائل آپ کی علمی گہرائی اور پختگی پر دلالت کرتی ہے اور موجودہ دور کے مشکل مسائل کا بہترین حل پیش کرتی ہے۔ اسی طرح حافظ صاحب کے عربی زبان کے وہ اشعار جو انھوں نے اپنے استاذ حافظ محمد گوندلوی اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہما اللہ کے بارے میں لکھے تھے، آپ کی عربی زبان پر مہارت اور اوزان شعر پر عبور رکھنے پر دلالت کرتے ہیں۔ مختلف موضوعات پر آپ کے مقالہ جات آپ کی علمی گہرائی اور پختگی پر دلالت کرتی ہے۔ تو ایسے ماہر فن استاذ سے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں ان سے علم سیکھا اور علمی رسوخ حاصل کیا۔ حافظ زبیر علی زئی نے اپنے عظیم استاد کی وفات پر محترم محمد رفیق طاہر آف ملتان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''رفیق بھائی! آج آپ یتیم ہوگئے۔''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے خلف الرشید حافظ ندیم ظہیر صاحب کی روایت کے مطابق مشکل مسائل کے حل کے لیے استاذ المکرّم حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب کے پاس مجھے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کئی دفعہ بھیجا اور میں ان سے مسائل حل کراتا تھا۔ اس طرح حافظ زبیر علی زئی صاحب کا اپنے استاذ کے ساتھ زندگی بھر قلبی تعلق رہا۔ یہاں تک وہ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اللھم اغفر لہ وارحمه وارفع درجته فی المهديين.

حافظ صاحب کے شاگردوں کی طویل فہرست ہے جن میں عظیم ہستیاں شامل ہیں۔

راقم سے حافظ زبیر علی زئی کا تعارف اور تعلق

جیسا کہ حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ کے تذکرے میں بیان کر چکا ہوں کہ جامعہ تدریس القرآن والحدیث راولپنڈی میں جب ہم مدرس تھے تو میں نے حافظ زبیر علی زئی کو دیکھا اور تھوڑی بہت جان پہچان ہوگئی۔ تقریباً 1985ء یا 1986ء میں حاجی اللہ دتہ صاحب کسی وجہ سے بیمار ہوگئے۔ تو راقم الحروف کو مسجد اہلحدیث حضرو میں خطبہ جمعہ کے لیے بھیجا گیا۔ وہاں میری ملاقات حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ، حاجی اللہ دتہ صاحب اور دوسرے رفقاء سے ہوتی رہی۔ ابتدائی خطباتِ جمعہ عقیدہ توحید پر تھے، پھر رسالت محمدی ﷺ پر خطبہ جمعہ دیا، پھر منکرین حدیث کے اعتراضات اور ان کے جوابات خطبہ جمعہ میں بیان کیے۔ ابتدا میں نمازیوں کی تعداد تھوڑی ہوتی تھی۔ حاجی اللہ دتہ صاحب کے بیٹے عبدالقدیر کے مطابق جو لوگ کامرہ ائیر بیس سے حضرو نماز جمعہ پڑھنے کے لیے تشریف لاتے تھے ان میں عبدالبصیر صاحب، نذیر صاحب، ملک محفوظ صاحب، خالد صاحب، سراجدین صاحب اور عبدالقدیر صاحب شامل ہیں۔ یہ لوگ دینی تڑپ رکھتے ہوئے اپنی سواریوں پر مسجد اہلحدیث حضرو میں نماز جمعہ کے لیے تشریف لاتے تھے۔ پھر جب حاجی اللہ دتہ صاحب تندرست ہوگئے تو انھوں نے خود ہی خطبہ جمعہ اور دوسری ذمہ داریوں کو سنبھال لیا اور مسجد کو ایک مرکز بنا دیا۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے آخری ملاقات

مجھے ایک مضمون لکھنے کے لیے ایک کتاب تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر کی ضرورت تھی۔ اس کتاب کی تلاش میں مورخہ 10 / مارچ 2013ء کی صبح کو میں راولپنڈی سے حضرو پہنچا۔ مسجد میں پہنچا تو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو نہ پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ شیخ صاحب رات کو اسلام آباد

درس دے کر دیر سے آئے تھے۔ اب نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر کے لیے آرام کر رہے ہیں۔ شیخ صاحب مسجد کے اوپر لائبریری میں ہی آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے تھے۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر خود ہی انھوں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ ملاقات ہوئی، پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔ لائبریری میں مختلف موضوعات پر کتابوں کو دیکھا، پھر چائے پینے کے بعد باتیں کرتے ہوئے میں نے اپنے ایک خواب کا تذکرہ کیا جو میں نے 25 /نومبر 2011ء کو دیکھا تھا، جو میرے اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے استاد حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ سے متعلق تھا۔

میں خواب بیان کر رہا تھا تو فرمانے لگے: مجھے سمجھ آ گئی ہے کہ اس میں حافظ صاحب کی وفات کی طرف اشارہ ہے، پھر تھوڑی دیر بعد ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگے کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرے کتنے سانس باقی ہیں؟ بس دین کی سربلندی کے لیے کام کرنا چاہیے تاکہ نجات ہو جائے۔ پھر مجھے ''الحدیث'' کے تمام سابقہ شمارے اکٹھے کر کے دیے تاکہ میں ان کا مطالعہ کر سکوں۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور میدان تصنیف

حالات کا جائزہ لینے سے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو دین کی حفاظت کے لیے چنا تھا تو انھوں نے اس میدان میں خوب محنت کی۔ بعض دفعہ انتہائی کٹھن حالات بھی سامنے آئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس راستے میں استقامت عطا فرمائی اور مشکلات کو آسان کر دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں کچھ لوگ احادیث رسول کو بدل کر اپنے مطلب میں ڈھال رہے تھے۔ ان کی کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا انتخاب کیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک بندے پر کیا۔

شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور علم اسماء الرجال:

عبدان بن عثمان فرماتے ہیں:" سمعت عبد الله بن المبارك يقول الاسانيد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء" (مقدمة صحيح مسلم ص12)

کہ اگر یہ علم نہ ہوتا تو ہر ایک کو دین میں اپنی مرضی کی بات داخل کرنے کی اجازت مل جاتی جس سے دین کی اصل شکل ہی مسخ ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کو علم الاسناد عطا فرمایا جس سے کھرا اور کھوٹا الگ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میدان میں کام کرنے والے محدثین کو پاکیزہ اور صاف ستھری زندگی عطا فرمائی۔ انھوں نے دن رات خوب محنت کر کے ضعیف کو صحیح سے الگ کیا۔ یہ علم اسماء الرجال ایسا علم ہے جس کی تمنا دوسری قومیں کرتی ہیں کہ اگر یہ ہمیں ملتا تو ہم بھی اصل سے نقل کو الگ کر دیتے، لیکن یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی اس محنت شاقہ کو قبول فرمائے اور اپنے دین کی حفاظت فرمائے تاکہ باطل پرست لوگ دین میں اپنی مرضی شامل نہ کر سکیں۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور مطالعۂ کتب

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اس میدان میں کامیاب

کرنے والی چیز جس کا تعلق ان کی ذات سے تھا وہ بھرپور طریقے سے کتابوں کا مطالعہ تھا۔ حافظ صاحب گھر ہوں یا سفر میں انھوں نے اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ انھوں نے بتایا کہ نماز مغرب کے بعد ہر قسم کی مصروفیات بند کر کے صرف کتابوں کے مطالعہ کی طرف یکسوئی سے توجہ دیتا ہوں۔ اس دوران میں میرا موبائل بند رہتا ہے تاکہ کوئی مداخلت نہ ہو۔

تو یہ تھے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم اور دن رات کی محنت شاقہ سے چھوٹی سی مسجد میں دین کا کام شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت ڈالی جس سے یہاں طلبا کے لیے مدرسہ کا اجراء اور طالبات کے لیے درس نظامی کا انتظام ہونا، عظیم کتابوں کا ذخیرہ ہونا، مجلّہ الحدیث کا جاری کرنا۔ اتنے تھوڑے سے عرصے میں اتنے زیادہ کام کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ان تھک محنت کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کا عظیم اجر ان کو عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں انھیں جگہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کے والد گرامی اور تمام گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ادارے کے متعلق افراد کو یہ ہمت دے کہ وہ پہلے کی طرح کام کو آگے جاری رکھ سکیں۔

آمین یارب العالمین

امام العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا محمد ارشد کمال حفظہ اللہ*

اس جہان فانی سے ان گنت افراد روزانہ کوچ کرتے ہیں، تاہم کچھ شخصیات اپنے پیچھے ایسے ان مٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں جنھیں مدتوں یاد رکھا جاتا ہے۔ مخلوق ان کی کمی شدت سے محسوس کرتی رہتی ہے اور ان کی بلندیٔ درجات کے لیے دست بہ دعا رہتی ہے۔ ہمارے شیخ امام العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا شمار بھی ایسی ہی شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ متبحر عالم دین، فقیہ، وسیع النظر شیخ، بلند پایہ محقق اور علم حدیث میں اعلیٰ اور انفرادی شان رکھتے تھے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدمت حدیث کے لیے پیدا کیا تھا تو مبالغہ نہ ہوگا۔

راقم کی شیخ سے پہلی ملاقات 2005ء میں مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور میں ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ اس پہلی ملاقات میں ہی ہم شیخ رحمہ اللہ کے ہو کر رہ گئے۔ آپ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو بندہ ناچیز کو ضرور شرف زیارت بخشتے۔ کبھی ہمارے غریب خانہ پر تشریف لے آتے تو کبھی ہمیں جہاں آپ کا قیام ہوتا وہاں بُلا لیتے۔ یہ بات ہمارے لیے کسی اعزاز سے کم نہ تھی، ہر بار ان سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کا موقع ملتا۔

دسمبر 2009ء میں شیخ کے پاس حضرو جانے کا اتفاق ہوا۔ واللہ! ہم نے اپنے شیخ کو بے حد مہمان نواز اور عمدہ

---

* مدیر نور الحدیث لاہور

اخلاق کا مالک پایا۔

جب وہ تدریس کے لیے سرگودھا تشریف لائے تو وہاں بھی ان کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا رہا۔ اس دوران میں شیخ نے ہمیں سندِ اجازہ سے نوازا، تاہم یہ زبانی کلامی تھی۔ تحریراً نہ ہم نے طلب کی اور نہ انھوں نے عنایت کی۔ خیر یہ چیز بھی ہمارے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل جمعیت اہل حدیث حیدر آباد کی دعوت پر ''دورہ مصطلح الحدیث والتخریج'' کے لیے جب حیدر آباد تشریف لے گئے تو رفیق سفر کی سعادت ہمیں ملی۔ ان کے دروس اور دورہ مصطلح الحدیث والتخریج میں شرکت کا موقع ملا، بہر حال یہ ہماری زندگی کا ایک یادگار سفر تھا جس میں شیخ کو بڑے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

آہ! ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ شیخ اتنی جلدی ہمیں داغِ مفارقت دے جائیں گے، لیکن موت کا وقت مقرر ہے جو آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔ شیخ کے جانے کے بعد ہم اپنے آپ کو یتیم محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ہمارے شیخ کی نشانی حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی عمر میں برکت دے اور ان سے بھی اسی طرح کام لے جس طرح ہمارے شیخ رحمہ اللہ سے لیا ہے۔ (آمین)

تاثرات

محمد شفیق قاسم

10 نومبر 2013ء کو جب میں فیس بک پر نیوفیڈ چیک کر رہا تھا تو اچانک ایک اسٹیٹس دیکھ کر میں سکتہ میں آ گیا جس میں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر تھی۔

میں ایک دیوبندی مکتبِ فکر و خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور مجھے شروع سے ہی کتاب پڑھنے کا شوق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے پاس کافی ایسی کتابیں جمع ہوگئی ہیں جو ایک دوسرے کے مسلک کے رد میں ہوتی ہیں اور تقلید کے اثبات و رد میں کتابوں اور لیکچروں سے وقتاً فوقتاً استفادہ کرتا رہتا تھا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، اگرچہ کچھ کم ہوگیا ہے۔

انٹرنیٹ پر میں نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتابوں میں سے سب سے پہلے جو کتاب پڑھی وہ ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' (جس میں تقلید پر بھی کچھ بحث تھی ص 27، 28، 32، 53، 61، 70) اور ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' تھی۔ ان کی کتابوں کے بارے میں بھی مجھے نیٹ پر ہی معلوم ہوا اور پھر ماہنامہ مجلّہ ''الحدیث'' (اور ضربِ حق والسنہ) کے کچھ رسالے پڑھنے کا اتفاق ہوا تو اس کے تمام رسالے جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا اور الحمد للہ! آج میرے پاس ''الحدیث'' کے تمام شمارے اور نیٹ پر جو بھی کتابیں دستیاب ہیں وہ موجود ہیں۔ آپ کی ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' کتاب بہت ہی زبردست ہے۔ ماشاء اللہ تحقیق کے ذریعے سے مقلدین کا زبردست رد کیا ہے اور مقلدین کی ''فقاہت'' کو بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے۔

چونکہ میں اکثر تقلید ہی کے موضوع پر کتابیں تلاش کر کے پڑھتا رہتا تھا اور مجھے حافظ زبیر علی زئی صاحب کی جس

بات نے زیادہ متاثر کیا وہ موضوع ''تقلید'' ہی تھا اور آپ نے (الحدیث:9 ص45 پر) یہ لکھا تھا کہ '' معلوم ہوا کہ تقلید نہ کرنے کا مسئلہ عقیدے کا مسئلہ ہے۔ الحمدللہ'' اور یہ کہ تقلید ایک عام آدمی کے لیے بھی نہیں اور عوام کا علماء سے مسائل پوچھنا تقلید نہیں'' جو واقعی میں وزن رکھتا ہے۔

ما شاء اللہ آپ نے مقلدین کا خوب تعاقب کیا اور دلائل سے زبردست رد کیا اور اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا بھی جواب دیا اور انھیں آئینہ بھی دکھایا۔

(دیکھئے آلِ دیوبند کے 300 جھوٹ، الحدیث 112 ص 45-20، الحدیث 61 ص 48-44، آئینۂ دیوبندیت ص 650-637، الحدیث 22 ص 59-55 وانوار اوکاڑوی کے جائزے کا جائزہ وغیرہ)

آپ کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ایک حق گو انسان تھے اور اپنی غلطی پر علی الاعلان رجوع کرنے والے تھے۔ (الحدیث 80 ص 26، القول المتین ص 87)

یہی وجہ تھی کہ غالی مقلدین کو آپ ایک آنکھ نہ بھاتے تھے غالی مقلدین کے سہ ماہی رسالہ ''قافلہ حق'' (میرے پاس کل 25 شمارے مع جنوری تا مارچ 2013 تک ہیں) وغیرہ کی تحریرات گواہ ہیں۔ آپ کا مجلّہ ''الحدیث'' تحقیقی دنیا میں واقعی ایک شاہکار ہے۔

آپ واقعی میں عصر حاضر کے ایک محقق، ماہر اسماء الرجال، اصولوں کے پابند محدث اور سلف صالحین کے مسلک وطریقہ کو اپنا منہج بناتے تھے۔

(مقالات جلد2، اصول ومقاصد ص114، الحدیث 59 ص5)

جس کے دفاع میں ہمہ وقت تیار رہتے تھے، ان کی تحریرات اس بات پر گواہ ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی وفات سے امت کو ایک بڑا نقصان ہوا ہے اور بہت زیادہ صدمہ پہنچا ہے۔

آخر میں اُن کی یہ عبارت نقل کرنا چاہوں گا جو کہ انھوں نے احادیث کی تصحیح وتضعیف کے بارے میں اپنا اصول بیان کرنے کے بعد کہا تھا کہ ''اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت میں سے تضاد وتعارض ثابت کر دے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کروں گا، توبہ کروں گا اور جو بات حق ہے برملا اس کا اعلان کروں گا۔ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، بس اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اے اللہ میری ساری خطائیں معاف کر دے۔ آمین''

(مقالات 2/260-259)

ماشاءاللہ واقعی میں وہ عصر حاضر کے ایک مانے ہوئے محقق تھے مقلدین سے ان کا تو کوئی مقابلہ نہیں تھا، ہوگا بھی کیسے، کیونکہ مقلد اہل علم میں سے نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ان کی محنتوں کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ (آمین)

محقق العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک عالم ربانی تھے

ناقوش احمد جمالی

نفاست کا تھا پیکر علم وحکمت کا خزانہ تھا
وہ اپنی ہر ادا میں منفرد تھا یگانہ تھا

موت ایک اٹل حقیقت اور اس میں کوئی شک نہیں یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وہ قانون اور حکم ہے جس سے نہ انبیاء کرام علیہم السلام، نہ صحابہ عظام رضی اللہ عنہم اور نہ اولیاء اللہ، نہ محدثین، نہ فقیہ، نہ مجتہد، نہ مفتی، نہ خطیب، نہ مفسر، نہ حافظ، نہ قاری، نہ عالم، نہ مجاہد، نہ مبلغ، نہ عربی، نہ عجمی غرضیکہ کوئی بھی مستثنٰی نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾ (الانبیآء:35-34)

''ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی کیا اگر آپ فوت گئے تو وہ ہمیشہ کے لیے رہ جائیں گے، ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔''

وَلَوْ كَانَ فِي الدُّنْيَا بَقَاءُ
لَمَا مَاتَ خيرُ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٌ ﷺ

اس ازلی و ابدی قانون الٰہی کے تحت سرمایہ اہل حدیث، گلشن اہل حدیث، محبِ اہل حدیث باعمل، عالم اسلام کی یہ عظیم شخصیت، اس دنیا میں اپنے بے شمار شاگردوں اور لاتعداد معتقدین کو داغ مفارقت دے کر بروز اتوار 5 محرم الحرام 1435ھ بمطابق 10 نومبر 2013ء تقریباً 8 بجے داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنے خالق و مالک حقیقی سے جا ملے۔

إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

اَللّٰهُمَّ أَجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَ أَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا.

امام الجرح والتعدیل محقق العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ناگہانی وفات بھی ایسا جان گسل صدمہ اور تکلیف ہے کہ عرب وعجم افسردہ ہے۔

جمعیت اہل حدیث حیدرآباد سندھ کے زیرانتظام ایک عظیم دینی درسگاہ جو کہ سندھ کے اندر قرآن وحدیث کے پیغام پھیلانے میں بڑا اہم کردار ادا کر رہا ہے، خصوصاً تھرپارکر جو ایک پس ماندہ علاقہ ہے۔ ریت کے ٹیلوں پر مشتمل ایک بڑا رقبہ ہے۔ یہاں کے طالب علم دور دراز سے سفر کر کے قرآن وحدیث کا علم حاصل کر کے عوام الناس کو شرک و بدعات خرافات سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ راقم الحروف بھی اسی مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث گھمن آباد حیدرآباد سندھ کا فارغ التحصیل ہے۔ جمعیت اہل حدیث حیدرآباد سندھ کے ہم پر بڑے احسانات اور مہربانیاں ہیں، خصوصاً مجاہد ملت الداعی الی الحق شمشیر اہل حدیث ڈاکٹر عبدالرقیب حفظہ اللہ امیر جمعیت اہل حدیث حیدرآباد جو کہ وقتاً فوقتاً جماعت حقہ کے کبار علماء کو مدعو کرتے ہیں، چند سال پہلے جماعت اہل حدیث کی عظیم شخصیت امام جرح وتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا اصول حدیث وتخریج کے موضوع پر اسی مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث گھمن آباد حیدرآباد سندھ میں دورہ رکھا گیا تھا جس کے سبب اور نتیجہ میں صوبہ سندھ

کے کئی ایک علماء وطلباء کو شیخ رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ الحمدللہ مجھے بھی شرف تلمذ حاصل رہا ہے۔ راقم الحروف کے پاس شیخ صاحب رحمہ اللہ کے مبارک ہاتھوں سے ملی ہوئی سند بھی موجود ہے۔

ہم اس دورے میں شیخ صاحب کے بہت قریب تھے، کیونکہ ان دنوں ہم آٹھویں کلاس میں تخریج وتحقیق کا کام بھی کرتے تھے تو اسی وجہ سے شیخ صاحب رحمہ اللہ کے بہت قریب اور بالکل سامنے تھے اور شیخ صاحب رحمہ اللہ کو جب کبھی کسی کتاب کی ضرورت پڑتی تو ہمیں حکم دیتے تھے کہ فلاں کتاب لے کر آؤ، فلاں حوالہ نکالو جو طلبا کے لیے بہت مفید ثابت ہوتا تھا، پھر ہم نے دوران تعلیم تخریج وتحقیق کا جو کام کیا تھا اسے دیکھ کر شیخ صاحب رحمہ اللہ بڑے خوش ہوئے۔ اس دورے کا بڑا فائدہ ہوا علماء کو خصوصاً۔ ہم نے شیخ صاحب رحمہ اللہ سے بڑا ہی فائدہ حاصل کیا۔

تیرے قریب کے لمحے پھول جیسے
مگر پھولوں کی عمریں مختصر ہیں

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں میری رائے

زعیم، پشاور

کم وبیش 7 سے 8 سال قبل جب پال ٹاک فری تھا تو انٹرنیٹ کے ذریعے مجھے پتا چلا کہ کوئی اہل حدیث لوگ بھی ہیں۔ بہر حال جب اللہ نے مجھے توفیق دی اور مجھ پر رحم فرمایا تو میں نے اس راہ حق ومنہج کو بحمد اللہ قبول کیا، اور بعد میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتب وتصانیف اور ان کے ''ماہنامہ الحدیث'' سے استفادہ کرنے کا موقع ملتا رہا۔ مجھے یہ دیکھ کر نہایت حیرت ہوئی کہ ہر روایت جسے حافظ صاحب بیان کرتے ساتھ ہی صحت وسقم کے اعتبار سے درجہ بھی رقم ہوتا تھا۔ یہی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا رتبہ بہت بلند پائے کے علماء ومحدثین میں ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی اپنی شخصیت کو جانچنے کا موقع اس وقت ملا، جب ان سے مختلف سوالات وعنوانات وتحقیق کے سلسلے میں فون پر بات ہوتی تھی۔ وہ انتہائی سچ گو، دلائل سے بات کرنے والے، جھوٹ اور بدعات کو سر عام رد کرنے والے اور دینی معاملات میں بغیر لگی لپٹی کے بالکل صاف ستھرے اور سیدھے انداز میں بات کرنے والے تھے، اور اگر اس سلسلے میں اہل حدیث و سلفی علماء بغیر دلائل کے ان سے اختلاف کرتے تو وہ صاف گوئی سے کام لیتے اور ان کے قول کو رد کر دیتے، اور ﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ﴾ کے مصداق دلیل طلب کرتے اور ان کا یہی اسلوب ان کی کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کی چند کتب جو علم کا شہکار ہیں ان میں انوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة من السنن الاربعة، مقالات 6 جلدیں، فتاویٰ علمیہ (3 جلدیں) وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتب وتصانیف اور ان کے شاگردوں کو ان کے لیے جنت الفردوس میں درجات کی بلندی کا ذریعہ بناتا رہے اور ان کی غلطیوں ولغزشیوں سے درگزر فرمائے، اور امت مسلمہ میں ایسے حق گو محدثین پیدا فرماتا رہے۔ اللّٰھم آمین

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا اصغر علی سیتو*

الحمد للّٰه وحده والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده:

محدث العصر فضیلۃ الشیخ استاد محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے سانحۂ ارتحال سے ہر اہل حدیث کو اتنا صدمہ محسوس ہوا ہے جتنا کسی کے فیملی ممبر کے جانے سے ہوتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کی بشارت کہ ((لا تــزال طـائفة مـن أمتي منصورين علی الحق... إلخ)) کے مکمل مصداق تھے۔ ان شاء اللہ

آپ کے قلم میں رب العلمین نے اتنی تاثیر رکھی تھی کہ آپ کی تحریر پڑھنے سے حق روز روشن کی طرح واضح اور نمایاں نظر آتا تھا اور باطل دم توڑ کر هباءً ا منثورًا ہو جاتا۔ آپ کی پوری زندگی اللہ کے دین حنیف کی سربلندی کے لئے وقف تھی۔ اس کی ایک ہی مثال کافی ہے کہ فن اسماء الرجال جو کہ انتہائی دقیق اور جامع ترین موضوع ہے۔ آپ رحمہ اللہ اس فن میں دور حاضر کے امام تھے۔

آپ رحمہ اللہ سے میرا تعلق ۲۰۰۳ء سے قائم ہوا۔ پہلی بار جب فون پر رابطہ ہوا تو آپ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ بھائی! کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع کے ساتھ تمسک اختیار کرنا اور فہم سلف ہی کو نصوص سمجھنے کے لئے معتبر سمجھنا، بعد ازاں دو مرتبہ مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حیدر آباد میں ۴ روزہ دورہ اصول حدیث کروانے کے لئے آپ تشریف لائے تو شرفِ تلمذ بھی حاصل ہوا اور آپ سے خوب مستفید بھی ہوئے۔ اس دورہ میں مدرسہ ہذا کے اساتذہ وطلبہ کے ساتھ ساتھ المعهد السّلفی کراچی، جامعہ شمس العلوم بدین، المرکز الاسلامی اسلام کوٹ تھرپارکر، نیوسعید آباد، نواب شاہ، شہداد پور، الغرض سندھ کے اطراف سے کئی علماء کرام نے شرکت کر کے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ اختیار کیا۔ اس سنہرے موقع کے دوران میں اصول حدیث کے حوالے سے انتہائی دقیق اور علمی سوالات پیش کئے گئے خاص طور پر الحسن لغیرہ کے بارے میں آپ کا جو منہج تھا اس پر جملہ شبہات و اعتراضات پیش کئے گئے، لیکن آپ نے ہر شبہ کا ازالہ متقدمین و متاخرین علماء محدثین کے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں فرمایا، پھر دلائل دے کر اپنا موقف بالکل واضح طور پر بیان فرمایا اور اتنے مدلل انداز سے فرمایا کہ مزید شبہ یا اعتراض کی گنجائش بالکل باقی نہ رہی۔ آپ رحمہ اللہ کی تحقیق و تصنیف بھی اتنی معیاری ہے کہ ہر اہل حدیث کو چاہیے کہ انھیں ضرور پڑھے، کیونکہ اس دور میں کئی دقیق مسائل میں مشعل راہ اور اللؤلؤ والمرجان کی حیثیت رکھتی ہیں جن کے پڑھنے سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ آپ کا تقویٰ، حسن اخلاق، مروت، تواضع، ناظرین کے لئے قابل رشک تھی۔

اللہ رب العلمین سے دعا ہے کہ آپ کی جمیع مساعی حسنہ کو شرف قبولیت بخشے۔ اللّٰهـم اغـفـرلـه وارحمـه وعافه واعف عنه وارفع درجاته في عليين . آمين

---

* مدرس جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدر آباد

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا ابوالقاسم محمد شوکت حنیف (برطانیہ)

اللہ تعالیٰ کے دین کا کام کرنا، اس کی خدمت کرنا بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ یہ سعادت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی، جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور رحمت ہوتی ہے اسی کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لیے چنتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو اپنے دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔'' (صحیح بخاری:18)

یہ اللہ تعالیٰ کا انعام جن لوگوں پر ہوا ان میں سے ایک خوش نصیب محدث العصر الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی تھے جن کا شمار اس دور کے اکابر علما میں ہوتا تھا، انھیں اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کے علم سے نوازا تھا۔ حافظ رحمہ اللہ ایک عظیم محدث و محقق عالم تھے اور فنِ اسماء الرجال میں بہت ماہر تھے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اس دور میں ان کے مثل اس فن میں کوئی نہیں تھا تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ حدیث اور کتب رجال پر گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ نے بہت سی کتابوں کی تحقیق کی جن میں سنن اربعہ، مسند حمیدی اور صحیح ابن خزیمہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے اردو اور عربی میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں، کتابیں تو بہت سے لوگوں نے لکھی اور لکھتے رہیں گے مگر آپ کی کتابوں میں ایک خصوصیت یہ پائی جاتی ہے کہ ان میں صحت اور ضعف کا خیال رکھا جاتا ہے جو کہ عام کتب میں نہیں ہوتا۔ حدیث اور آثار صحابہ کی تحقیق تو کرتے ہی تھے، لیکن اگر کسی امام کا قول یا فعل پیش کرتے تو اس میں بھی صحت اور ضعف کا خیال رکھتے تھے۔ آپ کے اندر ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اتنے بڑے محدث ہونے کے باوجود اگر کوئی آپ کی غلطی بتاتا خواہ بتانے والا طالبعلم ہی ہو، غلطی ثابت ہونے پر فوراً علانیہ رجوع کر لیتے تھے اور اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ورنہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اپنے مسلک کی خاطر اپنی غلطی معلوم ہونے کے بعد بھی اس پر ڈٹے رہتے ہیں اور اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ آپ عالم باعمل تھے۔ قرآن وسنت پر عمل کرتے تھے۔ آپ کا اخلاق بھی بہت اچھا تھا۔ جب لوگوں کو ملتے تو خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ آپ بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔ مہمانوں کی بہت زیادہ تکریم کرتے تھے۔

میں نے دو دفعہ ان سے ملاقات کی ہے۔ پہلی دفعہ 2011ء میں مَیں حضرو ان سے ملنے گیا اور دوسری مرتبہ مئی 2013ء میں میری حضرو میں ان سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ہماری بہت زیادہ ضیافت کی اور اپنی اتنی زیادہ مصروفیات کے باوجود بھی انھوں نے ہمیں وقت دیا۔ علاوہ ازیں جب کبھی کسی حدیث کے بارے میں پوچھنا ہوتا تو ان سے رابطہ کرتا، فوراً اس کے بارے میں بتا دیتے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی دین کے لیے وقف کر رکھی تھی اور اس میں قرآن وسنت کی کرنیں بکھیرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ جو ہر ایک سے ہے آ گیا اور طویل علالت کے بعد آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ خلا شاید ہی پُر ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں سے درگزر فرمائے اور ان کی کاوشوں کو قبول کر کے انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

محمد فاروق قدوسی *

ٹھیک سے یاد نہیں کہ جناب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے تعارف کب ہوا لیکن یہ برسوں پرانی بات ہے۔ ان کا ایک رسالہ نظر سے گزرا جو ''فاتحہ خلف الامام'' کے موضوع پر تھا، اور یہ مکتبہ سلفیہ کا طبع کردہ تھا۔ ہلکے پیلے رنگ کا دورنگا سادہ سا سرورق تھا۔ یہ شیخ زبیر رحمہ اللہ سے کتابی تعارف تھا۔ وہ ہمارے والد گرامی مولانا عبدالخالق قدوسی رحمہ اللہ کے دور سے ہی ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ ان کے بھرپور جوانی کا دور تھا۔ ان کے چہرے پر بڑی معصوم سی مسکراہٹ ہر وقت رقصاں رہتی۔ اس مسکراہٹ کی خوبصورتی اور بے ساختگی سے وہ لوگ بہت اچھی طرح آگاہ ہیں جو شیخ زبیر رحمہ اللہ کو قریب سے جانتے تھے۔ صاف نظر آتا تھا کہ یہ شخص ایک سادہ فطرت لیکن ذہین انسان ہے۔ سطحی قسم کے لوگوں کی طرح چالاکی اور منفی قسم کی ہوشیاری سے کوسوں دور ہے۔ جب ان کی دلچسپی کی کوئی بات ہوتی تو ان کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک آجاتی اور وہ دلجمعی سے بات سنتے اور سناتے۔ وہ جب بھی ہمارے ہاں تشریف لاتے تو کتب کی خریداری ضرور کرتے۔ دلچسپ بات ہے کہ زبیر صاحب نے کبھی ایک روپے کا بھی ادھار نہ کیا۔ میں جس دور کی بات کررہا ہوں، اس وقت حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تعارف ایک محدود حلقے میں تھا۔ لوگ ان کے تبحر علمی اور وسعت مطالعہ سے زیادہ باخبر نہ تھے۔ آسان زبان میں یوں کہیے کہ ابھی وہ علما و طلبا میں زیادہ متعارف نہیں ہوئے تھے۔ علماء اور طلبا کی تخصیص اس لیے کی کہ حافظ زبیر علی زئی ایک روایتی قسم کے عوامی خطیب یا عوامی عالم نہیں تھے، بلکہ وہ اس حلقے سے تعلق رکھتے تھے جس کی شناخت قلم و قرطاس اور تعلیم و تعلم ہوتی ہے۔ جو سٹیج کی رونق نہیں ہوتے بلکہ مساجد اور مدارس کی چٹائیاں ان کا اوڑھنا بچھونا ہوتی ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شہرت آہستہ آہستہ پھیلنا شروع ہوئی تو ایک معروف اشاعتی ادارے نے ان کی خدمات حاصل کیں۔ انھیں اپنے ہاں کل وقتی ملازم رکھ لیا۔ اب اس نوعیت کی ملازمت حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مزاج کے برعکس تھی۔ وہ ایک پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور جذباتی شخصیت کے مالک تھے۔ کچھ ہی عرصہ بعد حافظ زبیر صاحب اس ادارے سے مستعفی ہوگئے۔ اگر میں بھول نہیں رہا تو شاید اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ شیخ زبیر آزاد ماحول کے آدمی تھے، ملازمت کی پابندیاں ان کے آزاد منش فطرت سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتی تھیں اور دوسری وجہ یہ بنی کہ ادارے والوں نے بعض اہم کتب کے سرورق پر شیخ زبیر کا نام بطور محقق دینا پسند نہ کیا کہ ابھی آپ غیر معروف ہیں۔ اگر ہم نے ان کتب کے ٹائٹل پر آپ کا نام لکھ دیا تو ان کی فروخت میں شاید کمی آجائے۔ ویسے انہیں یہ کہا گیا تھا کہ ابھی آپ زیادہ مشہور نہیں، پھر وہ وقت بھی آیا کہ شیخ زبیر کا نام ایک

* نائب مدیر مکتبہ قدوسیہ، لاہور

معروف محقق کے طور پر جانا جانے لگا۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے جب یہ بات کی گئی تو وہ ہماری دکان پر تشریف لائے اور خاصے دل گرفتہ تھے۔ بتانے لگے کہ فلاں صاحب نے کہا ہے کہ آپ چونکہ ایک معروف شخصیت نہیں اس لیے ہم آپ کا نام نہیں دے رہے۔ یہ بات شیخ صاحب نے براہِ راست ہمیں بتائی۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا نام کسی بھی حدیث کی صحت اور ضعف میں سند کی حیثیت اختیار کر گیا، بلکہ ان کی تصحیح شدہ اور ان کی تحقیق وتخریج سے آراستہ کتب دارالسلام نے بہترین طباعتی معیار کے ساتھ شائع کیں اور سرورق پر ان کا نام درج کیا۔

حافظ زبیر علی زئی جب لاہور تشریف لاتے تو ان کے لیے دیدۂ ودل فرش راہ کرنے والے بہت ہوتے۔ ان کے مریدین دوسرے لفظوں میں ان سے محبت کرنے والے ان کے عقیدت مند ان کے منتظر ہوتے۔ ان کے ساتھ دروس اور سوال وجواب کی نشستیں ہوتیں۔ لوگ اپنی علمی تشنگی دور کرنے کا سامان کرتے۔ ایسی ہی بعض نشستوں میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا۔ دکانداری دو اور دو پانچ کرنے کا نام ہے۔ اس مصروفیت میں سے وقت نکالنا ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ بہر حال ایک مرتبہ سلمان پبلک سکول اندورن بھاٹی دروازہ (لاہور) میں زبیر صاحب کے ساتھ ایک مجلس تھی، میں بھی وہاں موجود تھا۔ غالباً ڈاکٹر شجاع اللہ صاحب بھی وہاں تھے۔ کوئی بڑا عوامی اجتماع تو نہیں تھا، محدود سے لوگ تھے۔ بارہ پندرہ ہوں گے۔ اکثر ان میں سے عام ہی تھے لیکن ہر عام اپنی ذات میں خاص ہی ہوتا ہے۔ ایسی مجالس میں سوال و جواب کی نشستوں میں عموماً روایتی سوال ہی کیے جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو سوال پوچھنے کا ''چسکا'' لگا ہوتا ہے۔ اور کتنے ہی سوال ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق براہ راست سائل سے نہیں ہوتا اور نہ اس کو ان مسائل سے واسطہ پڑا ہوتا ہے لیکن داعی اور مربی کا امتحان لینے کے لیے پوچھے جاتے ہیں۔ اس نشست میں بھی کچھ ایسا ہی منظر تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شیخ زبیر سوالوں کا جواب دیتے ہوئے مسکراتے، پھر سائل جب کسی اور عالم کی رائے بیان کرتا تو جواب میں ایک بار پھر اپنی دلیل دہراتے۔ ان کا معصومیت بھرا مسکراتا ہوا چہرہ اس وقت بھی نگاہوں میں ہے۔

اسی مجلس میں ایک شخص نے جمہورت کے بارے میں بات شروع کر دی اور مجلس کا ماحول اچھا خاصا علمی سے زیادہ سیاسی ہو گیا۔ جمہوریت کی مخالفت کے نام پر بعض دوست اپنے فکری مغالطوں کو علمی اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خود بھی مغالطوں کا شکار ہیں اور اپنے چاہنے والوں کو بھی اسی خول میں مقید رکھنا چاہتے ہیں۔ اب ظاہر بات ہے کہ میری رائے جمہوریت کے حق میں تھی۔ میں زور وشور سے اپنے دلائل دے رہا تھا اور فریق مخالف بھی نہ ماننے کی قسم کھائے ہوئے تھی۔ زبیر صاحب خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی لقمہ دے دیتے۔ مناظرانہ رنگ اختیار کرنے والی اس گفتگو نے خاصی طوالت اختیار کر لی اور نتیجہ کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ اکثر وبیشتر ہم اپنے ذہنوں میں پہلے کچھ تصورات سجاتے ہیں، پھر ان کے لیے دلائل تلاش کرتے ہیں یا تراشتے ہیں۔ جب ذہنی وفکری سطح اس طرح ناپائیدار ہو تو گفتگو لاحاصل ہی ہوگی۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جب ''الحدیث'' کا آغاز کیا تو اس کے ابتدائی چند شمارے ہم نے بھی شائع کیے۔ یہ بھی ایک خوشگوار تجربہ تھا لیکن ہماری مصروفیت کی وجہ سے یہ سلسلہ

زیادہ آگے نہ بڑھ سکا۔ مجھے کتنی بار انھوں نے کہا کہ ''الحدیث'' کے لیے کچھ لکھا کرو۔ میں معذرت کر لیتا کہ آپ کے رسالے کا مزاج علمی ہے اور میں تو باقاعدہ طالب علم بھی نہیں۔ وہ اس حقیقت کو کسر نفسی سمجھتے اور میں بھی چاہتا کہ وہ حقیقت سے آگاہ نہ ہوں تو بہتر ہے۔ انہیں ''الاخوۃ'' میں میری کچھ تحریروں سے میرے بارے میں خوش فہمی ہوگئی تھی۔ وہ کہتے تھے اگر طویل مضمون نہیں تو ''الحدیث'' کے آخری اندرون ٹائٹل کے لیے ایک صفحے کا کسی اہل حدیث بزرگ کا خاکہ لکھ دیا کرو۔ یہ میری پسند کا کام تھا مگر میں اس سے بھی پہلو تہی کر گیا اور آج پہلی مرتبہ ''الحدیث'' کی اس خصوصی اشاعت کے لیے یہ شکستہ سی تحریر لکھ رہا ہوں جو اس مرحوم کی یاد میں ہے۔

آج لکھنے بیٹھا ہوں تو زبیر صاحب کی یادیں اُمڈی چلی آرہی ہیں۔ ایک مرتبہ وہ لاہور آئے ہوئے تھے۔ پرانی بات ہے۔ مرحوم مولانا اسحاق بھٹی ایسا میرا حافظہ کہاں کہ تاریخ اور سن بھی یاد ہو۔ بس اتنا ہی کافی ہے کہ کئی برس پرانا یہ قصہ ہے۔ کبھی کبھی غالباً دارالدعوۃ السّلفیہ میں بھی وہ قیام کرتے تھے۔ حسب معمول وہ ہماری دکان پر تشریف لائے، شام کا وقت تھا۔ میں نے پروگرام پوچھا تو کہنے لگے جیسے آپ کہو۔ میں نے انھیں اپنے گھر قیام کی دعوت دی۔ فوراً مان گئے۔ خدا کا کرنا ہوا کہ برادرم محمد حسین ظاہری بھی اس روز لاہور آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی میرے ساتھ ہی آگئے۔ اب یہ دونوں شیوخ ہمارے مہمان تھے۔ رات کے کھانے کے بعد گپ شپ کا دور چلا۔ ہمارے قریبی احباب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس بے تکلف مجلس کا کیا رنگ ہوگا۔ نہ کوئی شیخ اور نہ کوئی عقیدت مند۔ بے تکلف دوستوں بھائیوں کی محبت بھری محفل۔ کبھی کوئی علمی چٹکلہ، کبھی کوئی لطیفہ، کبھی سیاست پر بات اور کبھی کسی کتاب کا تذکرہ۔ یہ ہماری محافل کے اجزائے ترکیبی ہوتے تھے۔ غرض اس میں کافی رات بیت گئی۔ صبح نماز فجر سے کچھ پہلے میں اٹھا۔ مہمانوں کے کمرے میں آیا۔ دیکھا تو حیران و ششدر رَہ گیا۔ ظاہری صاحب سو رہے تھے اور شیخ زبیر کی چارپائی خالی تھی۔ میں پریشان کہ شیخ صاحب کہاں گئے؟

واش روم کی طرف دھیان گیا۔ وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ باہر گلی میں نکل کے دیکھا۔ زبیر صاحب کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ اس دوران ظاہری صاحب بھی بیدار ہوگئے۔ وہ بھی کچھ حیران تھے۔ زبیر صاحب کے بستر پر سرہانے کے نیچے ایک رقعہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے اٹھایا تو اس پر تحریر تھا کہ میں آپ سے ناراض ہوں اور جا رہا ہوں۔ اب کم از کم یہ تسلی ہوگئی کہ فکر کی کوئی بات نہیں اور ساتھ ہی میری پریشانی افسوس میں بدل گئی، کیونکہ میں ہی زیادہ چہک چہک کر بے تکلفی سے رات باتیں کر رہا تھا۔ خدا جانے میری کون سے بات انہیں ناگوار گزری۔ خیر اب کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ بے دلی سے ناشتہ وغیرہ کرنے کے بعد میں اور ظاہری صاحب اردو بازار آگئے۔ ان دنوں موبائل بھی نہیں تھے۔ اگر آج ایسا واقعہ پیش آیا ہوتا تو ناراض مہمان رقعہ نہ لکھتا بلکہ موبائل پر پیغام چھوڑ دیتا۔ پھر ایسے ''گم شدہ'' مہمان کا سراغ لگانا بھی مشکل نہ ہوتا۔ خیر کچھ دیر گزری۔ شاید گیارہ بجے دن کا وقت ہوگا کہ شیخ زبیر ہماری دکان پر تھے۔ میرے کچھ کہنے یا معذرت کرنے سے پہلے ظاہری صاحب نے ان پر چڑھائی کر دی کہ آپ نے رات یہ کیا کیا؟ اگر کوئی بات اچھی نہیں لگی تھی تو صبح اٹھ کر شکوہ کر لیتے۔

ہم اتنے پریشان ہوئے کہ آپ اس وقت کہاں گئے ہوں گے؟ آپ نے ہمیں ناحق پریشان کیا، پھر آپ دروازہ کھلا چھوڑ گئے۔ کمرہ لاک نہیں تھا، اگر کوئی چور اُچکا آ جاتا، کچھ اور نقصان ہو جاتا تو کیا ہوتا؟ اس قسم کی باتیں سن کر زبیر صاحب کے سارے شکوے ہوا ہو گئے۔ الٹا وہ معذرت کرنے لگے کہ یار مجھ سے غلطی ہو گئی۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں صبح آپ سے بات کر لیتا۔ ان کے چہرے پر وہی معصومیت سی تھی۔ ایسے میں ہمارا دل بھلا کیوں نہ صاف ہوتا۔ سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔ میں نے مصنوعی سنجیدگی طاری کرتے ہوئے ان سے پوچھا ویسے آپ کو کون سی بات بری لگی تھی؟ ہنستے ہوئے کہنے لگے چھوڑو جی کوئی بات نہیں تھی۔ پھر ہم نے ان سے پوچھا آپ اتنی رات گئے تہجد کے وقت کہاں گئے تھے؟ کہنے لگے میں پیدل ہی دارالدعوۃ سلفیہ شیش محل روڈ چلا گیا تھا، پھر ہنس پڑے۔ کہنے لگے وہاں بھی دروازہ نہیں کھلا تھا۔ بہت دیر کھڑا رہا۔ تب کہیں جا کر دروازہ کھلا۔ رات تین بجے کے قریب دروازہ کھلنا اتنا آسان کام تو نہیں ہوتا۔ پھر خود ہی کھلکھلا کے ہنس پڑے۔ زبیر صاحب پہلی مرتبہ ہمارے گھر آئے تھے اور ان کی یادداشت راستوں کے بارے میں قابل داد تھی کہ رات کے پچھلے پہر گلیوں گلیوں میں تین چار کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے دارالدعوۃ جا پہنچے۔

''الحدیث'' حافظ زبیر علی زئی مرحوم کے علمی ذوق کا عکاس تھا۔ اس کی ترتیب اور اس میں مضامین کا انتخاب خالصتاً ان کے اعلیٰ تحقیقی مزاج اور ان کی علمی سرگرمیوں کا آئینہ دار تھا۔ مختلف نظریات کے حامل افراد سے ان کی چھیڑ چھاڑ اور علمی نوک جھونک جاری رہتی۔ بالخصوص دیوبندی اور بریلوی حضرات سے۔ ''الحدیث'' کے قارئین کا حلقہ عوامی نہیں تھا۔ اس تنقیدی مگر علمی اسلوب کے قارئین کا اپنا ایک حلقہ تھا جو ہر ماہ شدت سے ''الحدیث'' کا انتظار کرتے تھے۔ ''الحدیث'' کی دیکھا دیکھی بعض اور جرائد بھی اس انداز میں شائع ہونے لگے تھے مگر ''وہ بات کہاں جو میاں مدنی کی تھی۔'' کیونکہ دوسرے رسائل و جرائد میں فرق حافظ زبیر علی زئی مرحوم کا تھا۔ میری اپنی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ ہر ماہ ''الحدیث'' کا انتظار رہتا تھا۔ جب رسالہ آتا تو ضرور اس کی ورق گردانی کرتا۔ اس میں میری دلچسپی کی چیز شیخ زبیر کے فتاویٰ ہوتے تھے۔

بعض اوقات احناف (یعنی دیوبندی اور بریلوی) کی مخالفت میں شیخ زبیر کا لہجہ کچھ تلخ ہو جاتا تھا۔ وہ خود کو اس میں حق بجانب سمجھتے تھے اور شاید ان کی بات کسی حد تک درست بھی تھی۔ اس کی وجہ بھی سنئے: دیوبندی حضرات میں زبیر صاحب کے مخاطب ماسٹر امین اوکاڑوی اور اس کے خوشہ چین خاص طور پر ہوتے تھے۔ یہ لوگ تحریر اور تقریر میں بے حیائی کی آخری حدوں کو چھو رہے ہوتے تھے۔ مسلکی اختلاف اپنی جگہ لیکن کچھ تو شائستگی اور سنجیدگی ہو۔ یہ کیا ہوا کہ ذرا اختلاف ہوا نہیں اور زبان آوارہ ہوئی نہیں۔ ان لوگوں کی تمام تر اخلاق باختگی کے باوجود زبیر صاحب کا لہجہ بہرحال علمیت کو سموئے ہوئے تھا، پھر بھی میری جب ان سے ملاقات ہوتی تو گاہے گاہے میں ان کی خدمت میں ضرور عرض کرتا کہ لہجے میں نرمی اختیار کیا کیجئے۔ یہ اگرچہ چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق تھا مگر میں اپنے تئیں جو مناسب سمجھتا، وہی ان کی خدمت میں عرض کرتا۔

چلتے چلتے ایک اور قصہ سنتے جایئے، لیکن پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ راقم السطور فرقہ وارانہ مباحث، مناظرانہ

تحریروں اور مذہبی مناقشات کا ذوق بالکل بھی نہیں رکھتا۔ نہ میرا کوئی مطالعہ ہے اس باب میں۔ ہوا یہ کہ رحیم یار خاں سے تعلق رکھنے والے میرے ایک ہم نام دوست نے مجھے ایک چھوٹا سا رسالہ بھیجا اور فرمائش کی کہ اس پر کچھ تبصرہ کیا جائے۔ میں نے وہ رسالہ دیکھا تو اس کی زبان پڑھ کر کانوں کو ہاتھ لگایا۔ دین کا کوئی علمبردار ایسی بازاری زبان اور سوقیانہ لہجہ اپنا سکتا ہے، کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ اتنی بے حیا تحریر...... ایسا غلیظ اسلوب گفتگو۔ اس غلاظت کے قلم کار کا نام عبدالغنی طارق لدھیانوی تھا اور وہ صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل اور ایک مدرسے جامعہ حمیر اللبنات رحیم یار خاں کے مہتمم تھے۔ ان دنوں برادر عزیز حافظ ابتسام الٰہی ظہیر کے ماہنامہ ''الاخوۃ'' میں راقم ہر ماہ کچھ نہ کچھ لکھا کرتا تھا۔ میں نے چند اقساط میں اس رسالے پر تنقیدی مضمون لکھا جو بے حد پسند کیا گیا۔ بعد میں اس مضمون کو کچھ اضافوں کے ساتھ کتاب کی شکل دے دی، پھر میں نے سوچا کہ کسی صاحب علم کی نظر سے اگر یہ تحریر گزر جائے تو بہتر ہے تاکہ میری کم علمی کے سبب کوئی کمی کوتاہی نہ رہ جائے۔ میں نے اس سلسلے میں حافظ زبیر علی زئی مرحوم سے رابطہ کیا تو انھوں نے بلا تامل اثبات میں جواب دیا اور فرمایا کہ مجھے اپنی تحریر بھیج دو۔ میں ضرور اسے دیکھ لیتا ہوں، چنانچہ انھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات میں سے وقت نکال کر میری اس کتاب کا مطالعہ کیا اور بعض مقامات پر اصلاح بھی فرمائی۔ یہ ان کی ذرہ نوازی تھی ورنہ میرے ایسے نہ جانے کتنے ہوں گے جو ان کے قیمتی وقت میں سے اپنے لیے چند ساعتیں طلب کرتے ہوں گے۔

میں نے اس کتاب میں اپنے ذوق اور اپنی افتادِ طبع کے مطابق علمائے دیوبند کا بالعموم اور ان کے اکابر کا بالخصوص بے حد احترام سے تذکرہ کیا۔ شعوری طور پر کوشش کی کہ بے ادبی یا گستاخی کا کوئی لفظ بھی میرے قلم سے ادا نہ ہو۔ شیخ زبیر علی زئی مرحوم کو میرے انداز سے قدرے اختلاف تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بے ادبی یا گستاخی والے جملے پسند کرتے تھے، بلکہ ان کی رائے تھی کہ تم کچھ زیادہ مدافعانہ اور مصالحانہ اسلوب اپنائے ہوئے ہو۔ تم ان کے اکابر کا تذکرہ ایسے القابات سے کرتے ہو کہ جن کا میں انھیں مستحق نہیں سمجھتا۔ بس احترام سے مخاطب کر لیا، اتنا ہی کافی ہے لیکن اس باب میں بصد احترام میری رائے ان سے مختلف تھی۔ میں اس باب میں مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کا ماننے والا ہوں۔ ان سے میں نے یہی سیکھا ہے کہ اپنے مخالف کو وہ عزت واحترام ضرور دو جس کا وہ مستحق ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ آپ کا مخالف اگر بہت ہی ہلکے درجے کا ہے تو اسے مخاطب کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور اگر وہ کوئی نامور شخص ہے تو اس کا احترام سے ذکر کرو۔ لوگوں کو بتاؤ کہ یہ بہت بڑا آدمی ہے۔ بہت علمی شخصیت ہے لیکن اس نے فلاں فلاں مقام پر ٹھوکر کھائی ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ بطور مثال مولانا محمود حسن یا مفتی شفیع عثمانی صاحب جس احترام اور توقیر کے مستحق ہیں، امین اکاڑوی یا اس قماش کے مناظر کبھی اس احترام کے حق دار نہیں ہو سکتے۔ فکری آزادی اور تقلیدی رویوں سے دوری اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ حافظ زبیر مرحوم کی رائے سے میرے اختلاف کا مطلب یہ سوچوں کی آزادی ہی تو تھا۔ ورنہ میں بھی ان کے تتبع میں اپنی سوچوں کو پنپنے ہی نہ دیتا کہ شیخ نے جو کہہ دیا وہ حرف آخر ہے۔ الحمد للہ یہی مسلک اہل حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کسی

بڑی سے بڑی شخصیت کی رائے بھی دلائل کی بنا پر مسترد کی جا سکتی ہے۔ آنکھیں بند کر کے ہر قسم کے تحفظات کے بغیر واجب الاتباع صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی ذات ہی ہے۔

بات الحدیث سے شروع ہوئی تھی اور میری اپنی تحریر تک پہنچی تھی۔ بہر حال زبیر صاحب کا میں نے اپنی کتاب میں شکریہ بھی ادا کیا کہ انہیں میرے اسلوب تحریر سے کسی قدر اختلاف تھا۔ بعض اوقات دوست پوچھتے ہیں کہ اس اختلاف کی نوعیت کیا تھی؟ مندرجہ بالا وضاحت سے دوستوں کو معلوم ہو جائے گا کہ شیخ رحمہ اللہ کو میرے اسلوب تحریر سے کیا اختلاف تھا۔

آج شیخ مرحوم پر لکھنے بیٹھا ہوں کہ ایک بات یاد آ گئی۔ جیسا کہ عرض کیا میں ان سے گزارش کرتا تھا کہ آپ اظہارِ اختلاف میں نرمی برتا کریں۔ موقف پہاڑوں کی طرح ٹھوس ہو مگر لہجے میں حلاوت ہونی چاہیے۔ ایک روز وہ ہمارے مکتبے میں تشریف لائے۔ حسب معمول بہت خوشگوار موڈ میں تھے۔ ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ تپاک سے ملے۔ یہ ان کی زندگی کے آخری مہینوں کی بات ہے۔ میں نے عرض کی شیخ اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں؟ ہنس پڑے۔ فرمایا کہو، پہلے کبھی برا مانا ہے؟ میں نے کہا: آپ مولانا اشرف علی تھانوی کو اشرفعلی لکھتے ہیں، یہ نہ لکھا کیجیے۔ آپ درست املاء میں لکھا کریں۔ میں مولانا تھانوی کا مرید نہیں لیکن مجھے یہ اچھا نہیں لگتا، تو جو ان کے چاہنے والے وہ اسے کیسے پسند کر سکتے ہیں۔ ہنستے ہوئے کہنے لگے یار تم بہت نرم گوشہ رکھتے ہو ان کے اکابر کے لیے۔ تم نے تو انہیں اپنی کتاب میں ''حکیم الامت'' کے لقب سے مخاطب کیا ہے۔ میں تو انھیں حکیم الامت نہیں سمجھتا۔ میں نے عرض کیا: آپ نہ سمجھئے انہیں حکیم الامت لیکن ان کا نام اگر آپ درست انداز میں لکھیں گے تو آپ کون سا ان کے عقیدت مند سمجھے جائیں گے۔ میرا یہ نکتہ شیخ زبیر کو پسند آیا۔ کہنے لگے اچھا آئندہ سہی، لیکن میں تو اس لیے انہیں ''اشرفعلی'' لکھتا ہوں کہ احسن الفتاویٰ میں انہیں اسی طرح لکھا گیا ہے۔ اس کے قدیم ایڈیشن کے سرورق پر اس طرح لکھا ہوا ہے۔ میں نے عرض کی: اس دور میں رائج املاء میں بعض الفاظ ملائے جاتے تھے مگر آج کی املاء میں اسے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ ''فعلی'' کا عجیب سا تاثر بنتا ہے۔ انہوں نے دو تین اور کتابوں کے نام بتائے اور کہا کہ ان میں ''اشرفعلی'' لکھا ہوا ہے۔ اس طرح بعض علماء کے نام کے ساتھ لفظ مولوی کے بارے میں میں نے عرض کیا کہ مولانا لکھنے میں کیا حرج ہے، اس پر بھی انہوں نے انکار کیا کہ میں نے دانستہ مولوی لکھا ہے۔ میں ان لوگوں کو مولانا نہیں سمجھتا۔ اس لیے کہ مولانا ایک بامعنی لفظ ہے، یہ صرف مخاطب کرنے کے لیے نہیں۔

کچھ عرصے بعد شیخ زبیر دوبارہ تشریف لائے۔ ملاقات ہوئی تو فوراً کہا: دیکھو تمہارے کہنے پر میں نے ''اشرف علی'' علیحدہ علیحدہ لکھنا شروع کر دیا ہے۔ اور تم نے جو لہجے والی بات کی، وہ بھی میں نے مان لی ہے۔ اب تو ان کے کسی چاہنے والے کو اعتراض نہیں ہوگا۔ یہ ان کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ اپنے سے ایک بہت ہی کم علم کی بات کو نہ صرف اہمیت دی بلکہ مان بھی لیا۔

ہمارے ایک محسن ہیں ڈاکٹر بہاء الدین۔ وہ صرف ہمارے ہی نہیں بلکہ ساری جماعت اہل حدیث کے محسن ہیں اور اس دائرے کو مزید وسیع کریں تو ایک خاص پہلو سے وہ

سب اہل اسلام کے محسن ہیں۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت کے نام سے ایک عظیم انسائیکلو پیڈیا ترتیب دیا ہے۔ اس میں کسی بھی قسم کے مسلکی امتیاز اور فقہی شناخت کے بغیر رد قادیانیت کے باب میں علمائے اسلام کی تحریرات کو یکجا کیا گیا ہے۔ وہ نادو نایاب تحریریں جو رسائل کی زینت بن کر بھولی بسری کہانیاں ہو چکی تھیں، جو مرور ایام سے قصہ پارینہ بن چکی تھیں لیکن اپنی اہمیت کے اعتبار سے وہ ایک علمی خزانہ تھیں اور اہل علم وقلم کی نگاہوں سے پوشیدہ تھیں، ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے ان تحریروں کو تحریک ختم نبوت کے عنوان سے کتابی شکل دی۔ ان میں مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی تحریریں بھی تھیں۔ مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کی وجہ سے بعض کم فہم اہل حدیث پر نہ صرف زبان طعن دراز کرتے ہیں بلکہ ان کی یا وہ گوئی بدتہذیبی کی آخری حدوں کو چھونے لگتی ہے۔ ان لوگوں کے اس پراپیگنڈے کی وجہ سے شیخ زبیر کے مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے بارے میں چند تحفظات تھے۔ جب ڈاکٹر بہاء الدین کی تحریک ختم نبوت شائع ہونا شروع ہوئی اور میں زبیر صاحب کی خدمت میں وہ جلدیں بالاقساط ہدیہ کرنے لگا تو نہ صرف ان کے تحفظات دور ہوئے بلکہ وہ مولانا بٹالوی کی ختم نبوت کے حوالے سے خدمات کے معترف ہو گئے۔ مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے کئی مرتبہ انھوں نے کہا کہ میں مولانا بٹالوی کے لیے بہت دعا کیا کرتا ہوں۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے لیے اتنا کام کیا جو ہمیں پتا ہی نہیں تھا۔ میں نے ان کے بارے میں اپنی رائے سے رجوع کر لیا ہے اور کبھی ہنستے ہوئے مجھے کہتے کہ یہ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ بات یہ تھی کہ شیخ زبیر رحمہ اللہ کا جن پستہ قامت لوگوں سے مناظرانہ واسطہ رہتا تھا، ان کے ہاں اخلاقیات نام کی کوئی شے نہیں تھی جیسا کہ لدھیانوی کا قصہ ذکر ہوا۔ پھر یہ بھی تھا کہ مولانا بٹالوی کا لٹریچر دستیاب نہیں تھا۔ اس لیے شیخ زبیر ایسے راسخ الفکر عالم کا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہونا بعید از عقل نہیں۔ اس کی مثال تو ایسے ہی ہے کہ اگر کوئی شخص مولانا اشرف علی تھانوی کے بھائی کے انگریزوں کے مخبر ہونے کی وجہ سے سارے علماء دیوبند سے بدظن ہو جائے یا دارالعلوم دیوبند کے انگریزوں سے تعلقات یا بعض اکابر علماء دیوبند کی تحریک آزادی کے ایام میں بھی انگریز سرکار سے نیاز مندی کی وجہ سے انگریز کے باغی مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے۔

علماء کرام کے شاذ موقف ایک عام سی بات ہے۔ اس میں کسی مسلک کی تخصیص نہیں ویسے بھی جمہور سے اختلاف کا اپنا ہی مزا ہے۔ ہمارے ممدوح شیخ زبیر رحمہ اللہ بھی چند مسائل میں شاذ موقف رکھتے تھے۔ حج کے موقع پر ان سے کئی ملاقاتیں رہیں۔ باب بلال میں وہ بھی تشریف لے آتے ہم بھی وہیں آجاتے۔ وہ جب محوِ کلام ہوتے تو مجلس میں موجود افراد خاموشی سے ان کی گفتگو سنتے۔ کبھی ان سے سوال و جواب کی نشست بھی رہتی۔ اس مجلس میں انھوں نے چند مسائل میں اپنے موقف کا اظہار کیا جو کہ جمہور علماء اہل حدیث سے ہٹ کر تھا۔ ان کا ان مسائل کو احاطہ تحریر میں لانے کا ارادہ تھا۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی: شیخ بلاشبہ یہ آپ کی اپنی تحقیق ہے لیکن جب آپ کی طرف سے یہ موقف عوام کے سامنے آئے گا تو اس کے دو نقصان ہوں گے۔ ایک تو عامۃ الناس کے لیے الجھن پیدا ہو گی اور دوسرا وہ لوگ جو ہر وقت آپ کے تعاقب میں رہتے ہیں، انھیں اہل حدیث علماء کے باہمی علمی اختلافات کے اچھالنے کا

موقع ملے گا۔ آپ تو نیک نیتی سے اپنا موقف بیان کریں گے لیکن اس کا نقصان ہوگا۔ میں نے انھیں صلوٰۃ الرسول کی تخریج کی مثال بھی دی۔ انھوں نے میری بات سے اتفاق کیا۔ پاکستان واپس آکر میں نے انہیں اس بارے میں ایک خط بھی لکھا۔ یہاں میں بصد احترام یہ بات عرض کروں گا اپنے محقق علماء کرام کی خدمت میں جو کہ مصنفین بھی ہیں، ضروری نہیں کہ ہر بات جو آپ کے نزدیک درست اور راجح ہو، وہ احاطہ تحریر میں بھی لائی جائے۔ بہت سی باتیں ہیں کہ خوف فساد خلق سے ناگفتہ رہ جاتی ہیں اور ان کا ناگفتہ رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

میری خواہش تھی کہ حافظ زبیر علی زئی مرحوم سے کسی کتاب کا ترجمہ کروایا جائے۔ ایک مرتبہ ایک کتاب ''السنن والمبتدعات فی الاسلام'' جو کہ عربی زبان میں تھی، مجھے ملی۔ مصنف کے طور پر اس پر شیخ عمرو بن عبدالمنعم کا نام درج تھا۔ جیسا کہ نام سے ہی اس کا عنوان ظاہر ہے، مجھے یہ موضوع بہت پسند آیا۔ ترجمہ کروانے کا خیال ذہن میں آیا۔ شیخ زبیر مرحوم سے مشورہ کیا تو انھوں نے خود ہی ترجمہ کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی، البتہ اس کا عنوان ''عبادات میں بدعات'' میں نے تجویز کیا جو کہ شیخ مرحوم کو بہت پسند آیا۔ کچھ ہی عرصے میں انھوں نے ترجمہ لکھ کر مسودہ میرے سپرد کر دیا۔ آج بھی ان کے ہاتھ کے لکھے فل سکیپ کے وہ صفحات میرے پاس محفوظ ہیں اور حافظ زبیر مرحوم کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہونے کی وجہ سے وہ میرے لیے ایک یادگار ہے۔ چند ماہ پہلے پرانے کاغذات دیکھ رہا تھا۔ اس میں یہ مسودہ بھی نظر آ گیا۔ کچھ روز وہ مسودہ میں نے دکان میں رکھا۔ کئی لوگ جو اس دوران میں آئے، انہیں دکھایا کہ یہ حافظ زبیر علی زئی مرحوم کی تحریر کا ایک نمونہ ہے۔ یہ مسودہ دیکھ کر دل اداس ہو گیا اور شیخ مرحوم بہت یاد آئے۔

اس ترجمے کے حوالے سے ایک عجیب بات ہوئی۔ کئی سالوں سے ہم یہ کتاب طبع کر رہے تھے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اشکال یا ابہام نہیں تھا۔ اچانک ایک روز کسی صاحب نے اطلاع دی کہ ''الحدیث'' میں آپ کی اس کتاب سے شیخ زبیر نے لاتعلقی ظاہر کی ہے۔ میں نے وہ اعلان پڑھا تو بہت حیران ہوا کہ یہ تو خلاف واقعہ بات ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ شیخ مرحوم مجھے ایک سے زیادہ بار کہہ چکے تھے کہ آپ اس کتاب کی سافٹ کاپی مجھے بھیجو۔ میں نے یہ کام کیا ہوا ہے۔ بطور مترجم اس پر میرا نام ہے۔ اس میں بعض مقامات قدرے اصلاح طلب ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ اس پر نظر ثانی کر دوں۔ میں خود ہی اس کی کمپوزنگ کی درستگی کمپیوٹر میں کروا دوں گا۔ وقتاً فوقتاً انھوں نے مجھے یہ بات کہی لیکن میں ان کے حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ وجہ صرف اپنی روایتی سستی تھی اور کچھ نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے اس ترجمے سے ہی اعلان لاتعلقی کر دیا۔ اس کے بعد بھی ان سے کئی ملاقاتیں رہیں، لیکن انھوں نے اس کا ذکر کیا نہ میں نے پوچھا۔ ہاں! اگر میں انھیں سافٹ کاپی مہیا کر دیتا تو وہ ضرور مراجعت کے بعد مجھے واپس بھیج دیتے۔ اس دوران ہی ان کا وقتِ موعود آن پہنچا۔ ان کی وفات کے بعد دوبارہ یہ کتاب طبع بھی نہیں ہوئی۔

حافظ زبیر علی زئی مرحوم بلاشبہ ایک عبقری انسان تھے۔ آپ ان کی فکر یا مسائل کی تفہیم میں ان کے ذوق سے اختلاف کر سکتے ہیں مگر ان کی عظمت اور ان کی صلاحیتوں سے انکار مشکل ہے۔ لیکن افسوس کہ انھوں نے بہت ہی ہلکی

سطح کے افراد سے ماتھا لگایا۔ وہ لوگ جو علمی اعتبار سے ان سے بہت پیچھے تھے، شیخ زبیر نے ان کے رد کیے اور بلاوجہ انھیں اہمیت دی۔ میں یہ بات ان کی زندگی میں بھی ان کی خدمت میں عرض کیا کرتا تھا اور آج پھر دہراتا ہوں۔ بہر حال ان کی افتادِ طبع تھی جس کے مطابق انھوں نے اپنی علمی سرگرمیوں کا دائرہ متعین کیا ہوا تھا۔ وہ لوگ جن کو انھوں نے اپنے قلم کا نشانہ بنایا ہوا تھا، ان میں سے ایک نام الیاس گھمن بھی ہے۔ احباب دیوبند سے ان کا تعلق ہے اور بعض لوگوں کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ لیکن برادرانِ دیوبند میں ایسے سنجیدہ اور معقول افراد بھی ہیں جو ان صاحب کی تنگ نظری اور حد درجہ متعصّبانہ رویے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور خلوص دل سے چاہتے ہیں کہ اہل حدیث اور دیوبندی حضرات میں پیار و محبت کی فضا قائم رہے جو ہمارے اسلاف کا وتیرہ تھی، جس کا آغاز سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ تحریک سے شروع ہوا اور جس کا ایک عکس ماضی قریب میں سید داؤد غزنوی اور بعد میں علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے اکابر دیوبند سے محبت بھرے مراسم کی صورت میں لوگوں نے دیکھا۔ لیکن اب صورت حال بہت مختلف ہے اور یہ المیہ بھی ہے اور طرفین کے سنجیدہ اور مخلص افراد کے لیے غور وفکر کا مقام بھی۔ علمی اختلاف معاشرتی تعلقات میں تو کبھی رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ مگر اس قبیل کے افراد کبھی نہیں چاہیں گے کہ اہل حدیث اور دیوبندی احباب میں قربتیں ہوں، کیونکہ ایسا ہونے سے کم علم اور مجہول الحال افراد کی شناخت بھی متاثر ہوتی ہے اور دکانداری بھی۔

بات کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہوگئی ہے۔ آیئے! آپ کو ایک دلچسپ قصہ سناؤں تا کہ یہ سنجیدگی تو کچھ کم ہو۔ آج بھی یہ بات یاد آتی ہے تو بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ آپ بھی سنئے اور مزہ لیجئے۔ صوفی غلام مصطفی تبسم اردو کے ایک معروف شاعر اور ادیب گزرے ہیں۔ ان کے نام سے یہ مت سمجھئے کہ وہ کوئی صوفی باصفا تھے۔ انھوں نے بچوں کے ادب میں بھی بہت عمدہ کام کیا۔ ان کی ایک نظم ٹوٹ بٹوٹ ہے جسے بے حد شہرت حاصل ہوئی۔ یہ نظم ان کے چھوٹے سے مجموعے ٹوٹ بٹوٹ کا حصہ ہے اور فیروز سنز نے شائع کی ہے۔ شاید ہزاروں میں نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ ایک مرتبہ حافظ زبیر علی زئی مرحوم ہماری دکان پر تشریف لائے۔ اچانک مجھے ٹوٹ بٹوٹ نظم یاد آئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے یہ نظم سنی ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ میں نے تو نہیں سنی، پھر میں نے اس کے چند اشعار سنائے تو ہنس پڑے۔ کہنے لگے بہت مزے کی ہے۔ میں نے کہا اب آپ یہ شعر سنیں، اصل لطف تو اس شعر میں ہے۔ میں نے جب وہ شعر سنایا تو کھلکھلا کے ہنسے اور کہنے لگے یہ تو بہت عمدہ نظم ہے۔ کس کتاب میں ہے؟ میں نے انھیں کتاب کا نام بتایا تو انھوں نے بہت شوق سے مجھ سے وہ کتاب منگوائی۔ اب آپ بھی وہ شعر سنئے:

گھمن لٹو نام تھا...... گھومتے رہنا کام تھا اس کا

بس اس شعر نے محفل کا لطف دوبالا کر دیا۔

ایک مرتبہ شیخ زبیر علی زئی کا مجھے فون آیا کہ تم نے کسی جگہ لکھا ہے کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہ کیا بات ہے؟ میں چاہتا تھا تم سے براہِ راست سنوں۔ وہ قصہ کچھ یوں تھا کہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کے سانحہ لاہور سے چار روز قبل ۱۹ مارچ ۱۹۸۷ کو

روزنامہ ''جنگ'' نے شریعت بل کے مسئلے پر ایک تاریخی پروگرام کا انعقاد کرایا۔ کئی روز اس کی تشہیر ہوتی رہی۔ اس کے شرکاء میں علامہ شہید کے علاوہ قاضی حسین احمد، سینیٹر قاضی عبد اللطیف، سینیٹر مولانا وصی مظہر ندوی، ڈاکٹر اسرار احمد، مولانا عبدالستار نیازی، مفتی محمد حسین نعیمی، علامہ ساجد نقوی اور پروفیسر وارث میر ایسی بھاری بھرکم شخصیات تھیں۔ آٹھ دس گھنٹے یہ پروگرام چلا۔ اس میں نمازِ ظہر کا وقفہ بھی آیا۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو علامہ شہید بھی دیگر شرکاء کے ساتھ ہال سے نکلے اور روزنامہ جنگ لاہور کی عمارت میں پچھلی جانب نماز کے لیے مختص جگہ پر جلدی سے چلے گئے۔ دوسرے افراد نے آتے ہوئے اور وضو کرتے ہوئے کچھ وقت لگا دیا۔ اب وہاں منظر یہ تھا کہ علامہ شہید تشہد میں بیٹھے تھے اور باقی افراد ان کا انتظار کر رہے تھے کہ یہ سلام پھیریں تو نماز باجماعت ادا کی جائے۔ علامہ شہید نے سلام پھیرا اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ آپ لوگ اپنی نماز پڑھ لیں۔ میں نے تو پڑھ لی ہے۔ اس طرح انھوں نے کسی کی اقتداء میں نماز ادا نہ کی۔

شیخ زبیر نے مجھ سے یہ سارا قصہ سنا۔ پھر ان کا ایک مضمون غالباً کسی غیر اہل حدیث کی اقتداء میں نماز کے بارے میں طبع ہوا۔ اس میں دس مختلف نکات تحریر کیے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی زندگی کا آخری عمل دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز تھا۔ بلاشبہ حضرت علامہ اپنے نظریات میں بے لچک تھے اور ادنیٰ سی مداہنت بھی ان میں نہیں تھی، لیکن دیوبندی حضرات کی اقتداء میں نماز...... اس بارے میں مجھے قطعی علم نہیں۔ البتہ جو واقعہ جس طرح میرے سامنے ہوا، وہ میں نے مرحوم حافظ زبیر علی زئی کے گوش گزار کر دیا اور انھوں نے اس سے جو نتیجہ نکالا وہ ''الحدیث'' میں اپنے مطبوعہ مضمون میں لکھ دیا۔ یہاں ایک اور دلچسپ بات یاد آ گئی۔ شیخ زبیر علی زئی علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور یہ عقیدت کسی حد تک ان کا ردعمل تھی۔ وہ یہ کہ بعض لوگوں کے پراپیگنڈے کے زیر اثر ابتداء میں وہ حضرت علامہ کے بارے میں منفی تاثر لیے ہوئے تھے کہ ان کی داڑھی سنت کے مطابق نہیں، ضیاء الحق کے مخالف ہیں۔ لیکن جب ان سے ہمارے مراسم ہوئے اور انھیں حضرت علامہ شہید کے بارے میں مصدقہ معلومات حاصل ہوئی تو انھوں نے اپنے موقف سے نہ صرف رجوع کیا بلکہ کہا کرتے تھے کہ مجھے غلط بتایا گیا۔

کبھی کبھی میں شیخ زبیر رحمہ اللہ سے فون پر مسائل بھی دریافت کر لیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ان سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا، پھر جب رابطہ ہوا تو انھوں نے بتایا کہ میں تمھیں ایک اور نمبر دیتا ہوں۔ یہ صرف چند افراد کے پاس ہے۔ یہ میرا خاص نمبر ہے۔ پھر اس نمبر پر ان سے رابطہ رہا۔ ان کی محبت کہ وہ مجھ سے جب بھی ملتے کشادہ پیشانی سے اور خندہ روئی سے ملتے۔ کبھی ان کے چہرے پر بل نہ دیکھا۔ اللہ کرے جس طرح ان کی دنیا اچھی تھی، اسی طرح ان کی آخرت بھی اچھی ہو۔

ان کی بیماری اور کچھ روز ہسپتال میں بے ہوش رہ کر وفات پا جانا سب کچھ اچانک ہوگیا۔ آج بھی ان کا خیال آتا ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے ابھی وہ کسی طرف سے آ جائیں گے اور وہی معصومیت سے بھرپور مسکراہٹ ان کے چہرے پر رقصاں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث مبارکہ

کی خدمت میں اس مرد درویش نے زندگی بسر کی، وہ ایک قابل رشک اور یادگار زندگی تھی۔ ابھی وہ جوان ہی تھے، کچھ ایسے بوڑھے تو نہیں ہوئے، ان کے ارادے ابھی بہت کچھ کرنے کے تھے لیکن اس ناپیدار زندگی نے انھیں مہلت نہ دی۔ انھوں نے تھوڑے سے وقت میں حدیث مبارکہ کی جتنی خدمت کی وہ بھی کم نہیں، بہت کم لوگ ہیں کہ جنھیں علم وعمل سے بھرپور ایسی سعادت مند زندگی بسر کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ اس پر جتنا بھی رشک کریں، کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ التماس ہے کہ وہ اس خادم دین متین کی مغفرت فرمائے اور اسے کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ جس طرح دنیا میں اس کی زبان ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن حکیم سے تر رہتی تھی، اسی طرح آخرت میں جب وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو تو اسی طرح تلاوت قرآن کریم کرتا ہوا اٹھے۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ وادخلہ الجنة الفردوس آمین یا رب العالمین.

فضیلۃ الشیخ ابو ابراہیم محمد مکی حفظہ اللہ *

استاذ العلماء عظیم محدث فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

چند باتیں چند یادیں

یہ ۲۰۰۴ء کی بات ہے میں جامعہ ام القری مکہ مکرمہ پڑھائی کے لیے عازمِ سفر ہوا۔ کراچی سے جدہ کی پرواز تھی۔ دل شوقِ دیدارِ کعبہ سے پرکیف تھا۔ لذتِ شناسائی کا عجیب احساس دامن گیر تھا۔ لبیك اللهم لبیك کی صدائے دلفریب لبوں پر تھی، دل جذبات بندگی سے لبریز تھا۔ پیشانی بیت اللہ الحرام میں سجدہ ریزی کے لیے بے تاب تھی۔ نگاہیں سرورِ دیدار کی تمنا سے سرشار تھیں۔ بقول اقبال:

علم کی حد سے پرے بندۂ مؤمن کے لیے
لذتِ شوق بھی نعمت دیدار بھی ہے

یہ ایسا احساسِ قربتِ الٰہی ہے کہ اس لذتِ آگاہی کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

احساس اگر ہے تو محبت کرو محسوس
ہر بات کا اظہار ضروری نہیں لب سے

بیت اللہ میں جس عالمِ دین سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی۔ ہمارے ممدوح فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تھے۔ حج کے بابرکت ایام تھے۔ بابِ بلال پر کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ نام سنا تھا آج دیدار بھی نصیب ہوگیا پہلی شناسائی کی لذت عجیب اور انوکھی ہوتی ہے۔ بقول ابوتمام

نقل فؤادك حيث شئت من الهوى
ما الحب الا للحبيب الأول

محبت میں دل کو جہاں بھی چاہو منتقل کرلو، محبت صرف پہلے محبوب سے ہی ہوتی ہے۔

اس ملاقات کی چند باتیں اور تاثرات سپرد قلم ہیں۔

شیخ محترم اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے، ملنسار اور خیر خواہ تھے، طبیعت بے ضرر تھی، شیفتگی کے خوگر تھے، سلف کے کردار کی جھلک ان میں نظر آتی تھی۔ جیسا کہ قبیصہ بن جابر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

علمی وجاہت کے باوجود سادگی ان کا شعار تھی۔ لباس میں تکلف نہ تھا۔ دولت وزر کی ہوس محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اہلِ علم کا ہمیشہ سے یہی شیوہ رہا ہے۔ علمائے دین کا عموماً یہی طرۂ امتیاز رہا ہے۔ علومِ نبوت کے وارثین دنیا کی رنگینی کے بجائے آخرت کی فکر میں غلطاں رہے ہیں۔

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ بھوک کی شدت سے نماز میں گر جایا کرتے تھے۔ بدو انھیں پاگل کہتے تو نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

((لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَحَاجَةً .))

(سنن الترمذی: ۲۳۶۸ وسندہٗ حسن)

''اگر تمھیں معلوم ہوجائے کہ تمھیں اللہ کے ہاں کیا ملنے والا ہے تو فقر وفاقہ کا شدید تر ہونا تمھیں محبوب ہوجائے گا۔''

ہماری جماعت کے مایۂ ناز خطیب، مسلکی حمیت کے آئینہ دار اور دعوتِ دین میں سرگرداں محترم جناب سبطین شاہ

* فاضل ام القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ۔ مدرس الرحمۃ انسٹی ٹیوٹ، وار برٹن۔

نقوی ﷾ نے مجھے مکہ مکرمہ میں شیخ زبیر علی زئی ﷫ کے زہد، استغناء اور دنیا سے بے رغبی کے کئی واقعات ذکر کیے کہ شیخ زبیر ﷫ تدریسِ بخاری کے لیے زیست کے آخری ایام ان کے مدرسہ میں رہے تھے۔

آج ہم عبرت کا سامان بنے ہوئے ہیں عموماً تنخواہ کی قلت کا شکوہ ہے، دنیا کی محبت نے ہمارے دلوں کو اپنا غلام بنالیا ہے، حالانکہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ . . . .)) (صحيح البخاري: ٢٨٨٦)

''دینار، درہم اور چادر کا غلام برباد ہوگیا۔''

شیخ زبیر ﷫ ان آلائشوں سے پاک تھے۔ شاید مالک بن دینار ﷫ کا یہ قول انھوں نے اپنا شعار بنالیا تھا:

"اتَّقُوا السَّحَّارَةَ [الدُّنْيَا] فَإِنَّهَا تَسْحَرُ قُلُوْبَ الْعُلَمَاءِ ." (الزهد لابن أبي الدنيا: ٣٩، وسندهٗ حسن)

''جادوگر دنیا سے بچ جاؤ یہ علماء کے دلوں کو جادو کی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔''

شیخ محترم اتباعِ سنت کے گرویدہ تھے۔ جب حدیث ان کی نگاہ میں پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی تو اس سے اعراض کرنا اور بے بنیاد تاویلات کرنا ان کی عادت نہ تھی بلکہ اس کو شدید ناپسند کرتے تھے۔

انھوں نے جس بات کو حق سمجھا برملا اس کا اظہار کیا۔ بعض علماء ان کے اسلوب کی شدت کو کچھ ناپسند کرتے تھے، لیکن ان کی حق گوئی، بہانگ دہل حق کو بیان کرنا اور اس کو اپنے عمل کا حصہ بنانا تقریباً متفق علیہ بات ہے۔ اتباعِ سنت صحابہ کا خاصا رہا ہے۔ امام اوزاعی ﷫ فرماتے ہیں:

"خَمْسٌ كَانَ عَلَيْهَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ لُزُوْمُ الْجَمَاعَةِ وَاتِّبَاعُ السُّنَّةِ وَعِمَارَةُ الْمَسْجِدِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ." (شعب الإيمان للبيهقي: ١/ ٧١، ح: ٢٦٧١ وسندهٗ صحيح)

''پانچ چیزوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اختیار کیے ہوئے تھے۔ جماعت المسلمین کا التزام، اتباعِ سنت، مسجد کی آبادکاری، تلاوت قرآن اور اللہ کے راستے میں جہاد۔''

آپ ﷫ علم دوست تھے۔ زندگی بھر علم اور علماء سے شغف رہا، دنیاوی گفتگو کم ہی کرتے تھے۔ ان کی مجلس میں علمی نکات، صحت وضعف حدیث، علم الرجال اور علوم شرعیہ کے مختلف پہلو زیر بحث آتے تھے۔ وہب بن منبہ ﷫ فرماتے ہیں:

"مَجْلِسٌ يُتَنَازَعُ فِيْهِ الْعِلْمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَدْرِهِ صَلَاةً ، لَعَلَّ أَحَدَهُمْ يَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيَنْتَفِعُ بِهَا سَنَةً أَوْ مَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ" (سنن الدارمي: ١/ ٣٥٢، وسندهٗ حسن)

''وہ مجلس جس میں علم زیر بحث ہو، اتنی دیر نماز پڑھنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ شاید انسان کوئی بات سنے جو سال بھر یا بقیہ عمر کے لیے نفع بخش ثابت ہوجائے۔''

علوم نبوت کے ورثاء کی مجلس دنیاوی اغراض سے پاک اور دینی علوم سے بھرپور ہونی چاہیے۔

شیخ محترم نے مجھ سے مبتدی کو ان ابتدائی مجالس میں ممتاز عالم دین، اپنے دور کے بڑے فقیہ علامہ محمد بن صالح العثیمین ﷫ کی عمدہ فقاہت کے بارے میں بتلایا اور ان کی الشرح الممتع کی بہت تعریف کی۔ مجھ ناتواں کو

اس وقت الشرح الممتع سے شناسائی نہ تھی۔ فجزاہ اللہ عني خير الجزاء وبرد مضجعه.

علم الرجال میں آپ کا حافظہ بہت مضبوط اور قوی تھا۔ ائمہ کے اقوال کا جتنا استحضار آپ کو تھا میں نے کم ہی علماء میں دیکھا ہے۔ اقوال، ان کی اسانید اور ان کی صحت وضعف اور اقوال کے مراجع ومصادر انھیں ازبر تھے۔ نادر حوالے بھی گفتگو میں عام ذکر کرتے تھے۔

میرے محسن ومربی فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے بے مثال حافظے سے نوازا ہے۔ معلومات کا ایک جہان ان کے سینے میں محفوظ ہے۔ میں نے استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث عظیم عالم الدین دین فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ کو مکہ مکرمہ میں شیخ عزیر حفظہ اللہ کے بارے میں یہ کہتے سنا:

"أنت مفخرة لأهل الحديث"

''آپ اہل حدیث کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔''

شیخ عزیر حفظہ اللہ شیخ زبیر رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے تھے: وہ ہر بات کے حوالے کا اتنا التزام کرتے ہیں کہ میں نے کسی اور کو اس قدر حوالوں کا التزام کرتے نہیں پایا۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ شرک وبدعت، تقلید جامد کی بندشوں، اکابر پرستی اور نصوص کی تحریف کے شدید خلاف تھے، زندگی بھر اس کے خلاف جہاد کیا۔ ان کا علمی مجلّہ ''الحدیث'' اور ان کی تصانیف اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شیخ عزیر شمس حفظہ اللہ بیان کرتے تھے کہ شیخ زبیر رحمہ اللہ سعودیہ کے مشہور عالم دین فضیلۃ الشیخ ربیع بن ہادی المدخلی حفظہ اللہ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے کہ انھوں نے ایک بار کہا: ''عامی پر تقلید واجب ہے۔'' اس بات سے خفا ہو کر شیخ زبیر رحمہ اللہ نے اپنا سامان ان کے گھر سے اٹھایا اور پھر دوبارہ ان کے گھر نہیں گئے۔ تقلید سے شیخ محترم کی نفرت کا اندازہ بخوبی ہے۔

شیخ محترم رحمہ اللہ کی دعوت سے سینکڑوں لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی ہوگی۔ میرے ساتھ ایک دیوبندی طالب علم محمد شعیب کا داخلہ ہوا۔ مختلف مسائل پر اس سے بات چیت ہوتی، لیکن شیخ محترم کے دلائل اور ہر بات کو باحوالہ ذکر کرنے سے متاثر ہو کر اس نے سلفیت کو قبول کرلیا۔ آپ نے قلم کے ذریعے سے جہاد کیا۔ دین حق کی نصرت وتائید میں زندگی صرف کی۔ بقول ابن القیم رحمہ اللہ:

"القلم الثاني عشر: القلم الجامع وهو قلم الرد على المبطلين ورفع سنة المحقين وكشف أباطيل المبطلين...... وهذا القلم فى الأقلام نظير الملوك في الأنام...... وأصحاب هذا القلم حرب لكل مبطل وعدو لكل مخالف للرسل." (التبيان فى أقسام القرآن، ص: ۲۱۰)

''بارہواں قلم: قلم جامع ہے۔ یہ باطل پرستوں پر رد کرنے، حق پرستوں کی سنت کو بلند کرنے، اور باطل پرستوں کی باطل باتوں کی قلعی کھولنے والا قلم ہے۔ قلموں میں یہ قلم لوگوں میں بادشاہوں کی مانند ہے۔ اس قلم کے حاملین ہر باطل پرست کے خلاف اعلانِ جنگ ہیں اور رسولوں کے ہر مخالف کے دشمن ہیں۔''

شیخ محترم طالب علموں سے بہت پیار کرتے تھے، ان کی رہنمائی کر کے خوشی محسوس کرتے۔ ان کی شاندار لائبریری سے استفادہ کرنے کے لیے جانے والوں کی خدمت بھی دلجمعی سے کرتے تھے۔

شیخ محترم عابد عالم دین تھے۔علم کے ساتھ ساتھ عمل میں بھی اسلاف کے منہج پر تھے۔علم کا ثمرہ عمل ہی تو ہے۔علم دل میں ایک نور پیدا کرتا ہے جس کی بدولت اعضائے جسم خشیت الٰہی کا مظہر بن جاتے ہیں۔اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لَیس العلمُ بکثرة الروایة ولکنه نور یضعه اللّٰه فی القلوب." (المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، ص ۵۵۸ وسندہٗ صحیح)

''علم کثرت روایت کا نام نہیں، بلکہ علم ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ دلوں میں رکھ دیتے ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لیس العلم بکثرة الروایة ولکن العلم الخشیة" (الزهد لأحمد: ۸۷۲، وسندہٗ صحیح)

''علم کثرتِ روایت رایت کا نام نہیں بلکہ علم تو خشیت ہے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ میں فرماتے ہیں:

"الخشیة خلاصة الإیمان والعلم"

(تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۶۵)

''خشیت علم وایمان کا نچوڑ ہے۔''

اور یہ صرف علم وحی کے ذریعے سے ممکن ہے۔

اسی لیے اقبال نے کہا تھا:

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
اک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

نیز کہا:

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو

مزید کہا:

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تلاوتِ قرآن کے دلدادہ تھے، اسی شغف کا نتیجہ ہے کہ آپ نے تقریباً سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور آخر عمر تک قرآن مجید سے اپنا تعلق مضبوط رکھا، اہل اللہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن للّٰه أهلین من الناس)) قالوا: یارسول اللّٰه! من هم؟ قال: ((هم أهل القرآن أهل اللّٰه وخاصته)) (صحیح، سنن ابن ماجه: ۲۱۵)

''یقیناً لوگوں میں سے بعض اللہ کے اہل ہیں۔صحابہ نے کہا اللہ کے رسول وہ کون ہیں؟ فرمایا: وہ اہل قرآن ہیں جو اللہ کے اہل اور خاص ہیں۔''

علم انسان میں ایک ادب اور اندازِ زندگی پیدا کرتا ہے۔شیخ محترم ادب العلم سے مزین زیست مستعار گزار کر گئے۔محدثین کی نگاہ میں "الأدب: الأخذ بمکارم الأخلاق" ''ادب عمدہ اخلاق کو اپنانے کا نام ہے۔''

(فتح الباری: ۱۰/ ۴۰۰)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تعلم الأدب قبل أن تتعلم العلم." (حلیة الأولیاء: ۶/ ۳۳۰، غرائب مالك بن انس لابن المظفر: ۴۸ وسندہٗ حسن)

''علم سیکھنے سے پہلے ادب سیکھو۔''

آج ہم طلبۃ العلم کو اس ادب کی بہت ضرورت ہے۔ بڑے علماء کے ساتھ اندازِ تکلم کیسا ہونا چاہیے، ان کی غلطی کی گرفت کا انداز کیا ہونا چاہیے؟ سب سے بڑھ کر ادب

الاختلاف سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہماری مناظرانہ طبیعت نے دل کی سختی اور زبان کی درشتگی میں اضافہ کردیا ہے۔ ''میری تحقیق'' کے زعم نے کسی بڑے کو ہماری نگاہ میں بڑا نہیں رہنے دیا۔ ردود کی کثرت نے تعمیراتی کام کرنے کی توفیق ہم سے چھین لی۔ شیخ البانی رحمہ اللہ امت مسلمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت تھے۔ حدیث میں ان کا تجدیدی کردار کس سے پوشیدہ ہے؟ لیکن عالم عرب ان کے بعض شاگردوں کی طبیعت رد سے شکوہ کناں ہے جس دامت میں افتراق کا باعث بن گئے ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے دفاع کو ایسا دینی فریضہ مانا گیا کہ کسی کا تقدس باقی نہ رہا۔ ہمارے ہاں بھی یہ روایت زوروں پر رہی ہے۔ اہل حدیث میں ایک خاص مسلک نظر آنے لگا تھا کہ فلاں شیخ پر رد کا جواب دینا ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ اس کے بغیر شاگردی اور وفاداری خطرے میں محسوس ہونے لگتی تھی۔ اختلاف برداشت کرنے کی ہم میں صلاحیت نہ رہی اور رد لکھتے ہوئے علمی مسائل کے ساتھ ساتھ ذاتیات بھی زیر بحث رہیں۔ مخالف کا نام لے کر رد کرنا ہمارا شیوہ بن گیا۔ اپنے اور اپنے اساتذہ کے موقف پر اصرار ہماری عادت بن گئی۔ تقلید کا رد تو ہم نے کیا لیکن ہماری تحقیق کا نتیجہ سبھی اختلافی مسائل میں اپنے اساتذہ کے موقف کی ہم نوائی کی شکل میں نکلا۔ یہ اتفاق ہے یا تقلید کا نتیجہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ حافظ عبد الغنی بن سعید الازدی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی ''المدخل إلی الصحیح'' پر رد لکھا جس میں امام حاکم رحمہ اللہ کے اوہام بیان کیے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد فضیلۃ الشیخ مشہور حسن حفظہ اللہ نے تحقیق کر کے اسکی طباعت کی ہے۔ حافظ عبدالغنی فرماتے ہیں:

''لما ردت علی أبی عبد اللّٰہ الحاکم ''الاوھام التي في المدخل إلی الصحیح'' بعث إلي یشکرني ویدعولي فعلمت أنہ رجل عاقل'' (السیر: ١٧/ ٢٧٠)

''جب میں نے ابوعبداللہ الحاکم رحمہ اللہ پر رد ''الاوھام التي في المدخل إلی الصحیح'' لکھا تو انھوں نے مجھے شکریہ کے ساتھ دعائیں دیں، میں نے جان لیا کہ وہ عقل مند انسان ہیں۔''

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر امام حاکم رحمہ اللہ اس رد کو لوگوں کے سامنے پڑھتے۔ حافظ عبد الغنی کی فضیلت بیان کرتے، شکریہ ادا کرتے اور اپنی غلطی سے رجوع کرتے۔ (البدایۃ والنھایۃ: ١٢/ ٨-٧)

اللہ ہمیں بھی علم کے ساتھ ساتھ ادب سے نوازدے۔

علامہ عبدالرحمٰن المعلمی رحمہ اللہ کی کتاب ''التنکیل'' بہت عمدہ ہے علم کی عمدگی کے ساتھ ساتھ مخالف پر رد کیسے کرنا چاہیے اس بارے میں بھی بے مثال ہے۔ کوثری جیسے غلیظ اور درشت زبان استعمال کرنے والے شخص کو الاستاذ الکوثری لکھنا، آپے سے باہر نہ ہونا اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا کیا ہی خوب ہے۔ اس سلسلہ میں محدث مدینہ عظیم عالم دین فضیلۃ الشیخ عبدالمحسن العباد کی کتاب ''رفقا أھل السنۃ بأھل السنۃ'' قابل مطالعہ ہے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مطالعہ کے عادی، کتب کے دلدادہ اور علم کے شیدائی تھے۔ زندگی بھر کا مشغلہ کتابیں اکٹھی کرنا، ان کو پڑھنا اور ان سے نوٹس لینا ہی رہا۔ ایک وقیع اور جامع لائبریری وراثت میں چھوڑ کر گئے۔ اپنی وفات سے ٣، ٤ ماہ قبل عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ ایک رات

کھانسی کا شدید حملہ ہوا، طبیعت کافی خراب تھی۔ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ رات میرے گھر گزاری۔ تکلیف کے باوجود میری چھوٹی سی لائبریری سے کتب نکال نکال کر دیکھتے رہے۔ مختلف علمی مسائل پر بحث ہوتی رہی۔ تکلیف کے باوجود کتاب اور علم کو ترک نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

شیخ محترم علماء سے ملاقات کے شیدائی تھے۔ وفات سے چند ماہ قبل جب مکہ تشریف لائے تو عظیم عالم دین، مربی، بیت اللہ میں سلفیت کی ترویج اور بدعات کا عمدہ رد کرنے والے ہمارے استاد محترم فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ عباس حفظہ اللہ سے ملاقات کی تمنا ظاہر کی۔ ہم ان کے گھر گئے ایک عمدہ علمی مجلس ہوئی۔ یہ علمی مجالس مجلس فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ حفظہ اللہ اور فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ کے گھر کی زینت ہوا کرتی تھیں جن سے محرومی کا احساس بہت گہرا ہے۔

علماء کا اختلاف ایک فطری عمل ہے، لیکن نفرتیں پالنا، دلوں میں گھٹن رکھنا، مجالس میں پگڑی اچھالنا اور اختلاف کو ذاتیات تک لے جانا اہل علم کو زیبا نہیں۔ بعض حلقوں میں مشہور تھا کہ عظیم محدث فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ جن کے بارے میں فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ فرماتے تھے کہ محدثین کی راہ اعتدال، علم الجرح والتعدیل میں گہرائی اور احادیث کی صحت وضعف میں جو مہارت اور اعتدال شیخ اثری حفظہ اللہ میں ہے برصغیر میں کسی اور میں نہیں۔ اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے درمیان اختلافات ہیں، لیکن مکہ مکرمہ کی پہلی مجلس میں شیخ زبیر رحمہ اللہ نے مجھ سے بیت اللہ میں کہا: اثری صاحب بہت بڑے عالم دین ہیں، ان کی نظر بہت گہری ہے اور آخری بار شیخ زبیر رحمہ اللہ جب مکہ تشریف لائے تو ہم بیت اللہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فضیلۃ الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا مجھے فون آیا لفظ یہ تھے: ''ہمارے فاضل دوست شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مکہ تشریف لائے ہیں ان کی خوب خدمت کرنا'' رحماء بینھم کی تصویر سلفیت کا خاصا رہی ہے۔ لیث بن سعد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا اختلاف کسی سے پوشیدہ نہیں، لیکن امام لیث بن سعد رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ کو مصر سے خرچہ بھیجتے اور تحائف روانہ کرتے تھے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے پاس جا چکے ہیں اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت کرے، ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ لکھنے میں اگر کچھ مبالغہ ہوگیا ہو یا کسی کی دل آزاری ہوگئی ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اہل علم سے بھی معافی کی التماس ہے، نورِ علم سے مزین سینوں کو تکلیف دینے کے جرم کا بوجھ اٹھانے کی مجھ میں سکت نہیں۔ ولیعفوا ولیصفحوا ألا تحبون أن یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم

یہ چند بکھری، بے ربط باتیں تھیں اللہ تعالیٰ انھیں نافع بنائے۔ (آمین)

اللهم اغفر له وارحمه واعف عنه وعافه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بماء وثلج وبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس وأبدله دارا خيرا من داره وأهلا خيرا من أهله وزوجا خيرا من زوجه وقه فتنة القبر وعذاب النار.

ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل فى قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم

محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

از محترم مسعود احمد شمی حفظہ اللہ *

یہ ۱۹۹۷ء کی بات ہے جب میں مرکز التربیۃ الاسلامیۃ فیصل آباد میں زیر تعلیم تھا۔ اپنے کچھ طالب علم ساتھیوں کے ہمراہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے ملاقات کی غرض سے اٹک کا سفر کیا، ان ساتھیوں میں ایک کا تعلق سوڈان سے، دوسرے کا صومالیہ سے، ایک جزء القمر کے علاقے سے تھا جو بوتی کے قریب ہے اور ایک الجزائر کا تھا۔

اس سفر کا مقصد علم الرجال اور رواۃ سے متعلق مخصوص چیزوں کا علم حاصل کرنا تھا، جب ہم شیخ کے گاؤں کے قریب اترے اور وہاں سے پیدل چل کر گاؤں کی طرف جا رہے تھے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص سادہ لباس میں ملبوس سائیکل پر شہر کی جانب جا رہا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ ہم نے حافظ زبیر علی زئی صاحب کے گاؤں جانا ہے تو اس نے گاؤں کی طرف اشارہ کیا کہ اس طرف ہے۔ ہم شیخ کے مکتبہ میں پہنچے تو بتایا گیا کہ شیخ شہر گئے ہیں۔ ظہر کی نماز میں آئیں گے ہم انتظار کرتے رہے، ظہر کے وقت شیخ آئے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ شیخ زبیر علی صاحب ہیں، ہم دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ تو وہی شخص ہیں جن سے ہم نے راستہ دریافت کیا تھا، اس وقت شیخ کسی کام سے شہر جا رہے تھے اس لیے شاید انہوں نے بتانا مناسب نہیں سمجھا۔

شیخ رحمہ اللہ کا لباس، رہن سہن، گفتگو سب انتہا کی سادہ تھی لیکن بہت ہی کھرا انداز تھا۔ جب ہماری شیخ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اکرام کیا اور بالکل واضح کیا کہ میرے پاس آپ کے لیے ۳ دن سے زائد ضیافت کے لیے استعداد نہیں ہے، ہم آپ کی صاف گوئی سے نہایت متاثر ہوئے۔ بہرحال جتنا وقت میسر آیا ہم نے علم حدیث و رجال سے متعلق سوالات کیے خاص طور پر جو شیخ صاحب کے چند مختلف فیہ مسائل ہیں، پھر تصحیح و تضعیف کے حوالے سے گفتگو کی تو انہوں نے نہایت اچھے انداز میں وقت دیا اور مسائل کے جوابات دیے۔

ان تمام لمحات میں ہم نے کسی وقت بھی شیخ صاحب کو نہیں سنا کہ علم کے سوا کوئی گفتگو کی ہو، رجال کے حوالے سے تو ہمیں یوں لگتا تھا کہ اگر آج کوئی مکتبہ شاملہ کے ساتھ موازنہ کرے تو مکتبہ کو تو سرچ کرنے میں تھوڑا وقت لگتا ہے لیکن شیخ اتنا وقت بھی نہ لیتے بلکہ فوری کتب رجال کی طرف راہنمائی کر دیتے، جہاں اس راوی کا مفصل ترجمہ موجود ہوتا۔

دوسری ملاقات میری شیخ محترم سے ۲۰۰۲ء میں اس وقت ہوئی جب میں مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا تھا، میں نماز کے بعد مسجد نبوی سے نکل رہا تھا تو اچانک میری شیخ رحمہ اللہ پر نظر پڑی تو میں ان سے ملا، وہ عمرہ پر آئے ہوئے تھے۔ بات چیت کے بعد میں نے شیخ سے کہا کہ میں آپ کو یہاں چند شیوخ سے ملاقات کروانا چاہتا ہوں تو شیخ بھی کہنے لگے کہ

* مدرس الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، اسلام آباد

میں نے شیخ حماد انصاری رحمہ اللہ کے مکتبہ میں جانا ہے۔ وقت طے ہوگیا، ہم وہاں پہنچے تو شیخ حماد انصاری رحمہ اللہ کے بیٹے اور ہمارے نہایت مشفق و مربی استاذ گرامی شیخ ڈاکٹر عبدالباری انصاری حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دیکھتے ہی مجھ سے پوچھا شیخ کا تخصص کس علم میں ہے تو میں نے بتایا کہ آپ شیخ العرب والعجم بدیع الدین الراشدی اور شیخ محبّ اللہ شاہ راشدی کے شاگرد ہیں اور علم حدیث و رجال خاص فن ہے۔ یہ بتانا تھا کہ شیخ عبدالباری حفظہ اللہ شیخ کے سامنے ایسے مؤدبانہ بیٹھ گئے اور محو گفتگو ہوئے کہ جیسے کسی پیاسے کو کنواں مل گیا ہو اور اسی گفتگو میں بہت وقت ہوگیا، ایک نماز کا وقفہ ہوا، پھر گفتگو شروع ہوئی، پھر نماز کا وقفہ ہوا پھر گفتگو شروع ہوئی حتیٰ کہ عشاء کے بعد بہت دیر ہوگئی، تو شیخ عبدالباری نے شیخ کو رکنے کا کہا، لیکن شیخ نے معذرت چاہی۔

میری شیخ رحمہ اللہ سے یہی دو ملاقاتیں ہیں جن کا میں نے مختصر انداز میں ذکر کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کی جمیع کاوشوں کو قبول فرمائے اور انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

جناب سید کلیم حسین شاہ بخاری*

پاکستان کی ایک مایہ ناز اور عالم و فاضل شخصیت مولانا عبدالقادر حصاروی رحمہ اللہ پر میری زندگی کی پہلی مختصر تحریر ''ماہنامہ الحدیث حضرو (اپریل 2007ء)'' میں شائع ہوئی، اس دور میں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے رسالے میں مضمون شائع ہونا ہی سعادت کی بات تھی۔ شیخ رحمہ اللہ حیات تھے اور انھوں نے ناچیز کی تحریر کو اپنے علمی رسالے میں جگہ دے کر شرف بخشا۔ قبل ازیں سوال و جواب کی صورت میں شیخ سے خط و کتابت بھی رہتی تھی اور ماشاءاللہ شیخ رحمہ اللہ ہر خط کا جواب بھی باقاعدگی سے دیتے تھے۔ میرے پوچھے گئے چند سوالات شیخ کے مجموعہ فتاویٰ میں بھی شامل ہیں۔ والحمد للہ

اس مضمون کی اشاعت کے لگ بھگ ڈیڑھ سال بعد اسلام آباد میں شیخ رحمہ اللہ سے بالمشافہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ رحمہ اللہ پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن حفظہ اللہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے اور راقم ان دنوں سہیل حسن صاحب کے پاس لائبریری میں کام کرتا تھا۔ انھی ایام میں (غالبًا 2010ء) میں نے مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کا ایک مضمون ''ہر مسلمان کی اقتداء میں نماز کا جواز'' الاعتصام میں شائع کروایا تھا۔ شیخ زبیر صاحب نے بالخصوص اس مضمون کا تذکرہ کیا اور کہا کہ آپ نے میرے جواب میں الاعتصام میں مضمون چھپوایا ہے۔ میں نے بھی اس کا رد لکھا ہے (شیخ کا اشارہ اپنی کتاب ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کی طرف تھا۔ یاد رہے کہ یہ مضمون بہت پہلے لکھا گیا تھا، لیکن اس کی اشاعت مولف محترم مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہوئی۔) شیخ زبیر رحمہ اللہ نے مولانا عبدالغفار

* فاضل مدینہ یونیورسٹی، مدرس مرکز التوحید اسلام آباد۔

حسن رحمہ اللہ کے مضمون کے دو جواب تحریر کیے، ایک مختصر اور دوسرا قدرے تفصیلی ہے۔ مختصر مضمون ''الحدیث حضرو'' میں اور تفصیلی ''دعوت اہل حدیث کراچی'' میں شائع ہوا۔

یہاں اس ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اہل حدیث حلقوں میں شیخ رحمہ اللہ کے منہجی مزاج کی شدت مشہور تھی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کافی نرمی آ گئی تھی۔ مثلاً: ''الحدیث'' کے ابتدائی شماروں میں نماز جنازہ اور عیدین کی نماز میں زائد تکبیرات کے حوالے سے شیخ کا ایک مضمون شائع ہوا، جس میں متقدمین سلف کے مقابلے میں متاخرین مثلاً شیخ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری رحمہ اللہ صاحب تحفۃ الاحوذی وغیرہ کے مؤقف کے بارے شیخ رحمہ اللہ کی رائے تھی کہ ''ان کا موقف باطل اور مردود'' [1] ہے، لیکن جب مولانا عبد الغفار حسن رحمہ اللہ کے مذکورہ مضمون کا جواب ''دعوت اہل حدیث'' میں شائع ہوا تو وہاں شیخ زبیر رحمہ اللہ نے یہ لکھا کہ ''فلاں متقدمین کے مقابلے میں مولانا عبد الغفار حسن رحمہ اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مولانا عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کا موقف درست نہیں/ غلط ہے۔ (أو کما کتب)

شیخ رحمہ اللہ سے دوسری بالمشافہ ملاقات مسجد نبوی میں ہوئی جب آپ عمرے کی غرض سے سعودی عرب تشریف لائے تھے۔ اس مجلس میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کافی پاکستانی طلبہ بھی موجود تھے۔ اس محفل میں شیخ رحمہ اللہ نے بہت سے علمی نکات بیان کیے۔

اللہ سے دعا ہے کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کے علمی ذخیرے سے مستفید ہونے کی توفیق مرمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

شیخ رحمہ اللہ کی حیدر آباد سندھ سے محبت

ابو انس نبیل ونی قاضی*

شیخ رحمہ اللہ کی حیدر آباد سندھ اور یہاں کے اہل الحدیث ساتھیوں سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ تقریباً ۳ سال مسلسل حیدر آباد تشریف لائے اور ہمیشہ حیدر آباد آنے کا عزم کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شیخ رحمہ اللہ سے راقم کی آخری بات فون پر بیماری کے حملے سے ایک روز پہلے ہوئی تو شیخ رحمہ اللہ نے کہا: آپ مجھے ہر مرتبہ جہاز پر بلاتے ہیں اب اگر آپ مجھے ریل گاڑی پر بھی بلائیں گے تو میں حاضر ہو جاؤں گا، جبکہ عموماً شیخ رحمہ اللہ کی بوجہ سفر طبیعت خراب ہو جایا کرتی تھی۔ اس کے باوجود بھی شیخ رحمہ اللہ نے ریل گاڑی کے طویل سفر کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار کیا ہوا تھا۔ اللہ رب العزت ان کی اس تڑپ کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین

شیخ رحمہ اللہ سے راقم نے جب سوال کیا کہ پاکستان میں اہلحدیث کی کون سی تنظیم بہتر ہے تو اس کے جواب میں

---

* رکن شوریٰ جمعیت اہل حدیث، حیدر آباد۔

[1] بعض احباب ایسے الفاظ کے استعمال پر شیخ رحمہ اللہ کو متشدد سمجھتے تھے، حالانکہ عربی زبان میں اور کتب اسماء الرجال وغیرہ میں ان کا استعمال عام ہے، اسی بنا پر شیخ رحمہ اللہ بھی ایسے الفاظ استعمال کرتے تھے، لیکن اردو دان طبقے کی وجہ سے اسے ترک کرنا مناسب سمجھا ورنہ شدت والی بات بالکل نہیں تھی۔ (ندیم ظہیر)

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: پاکستان کی تمام جماعتوں میں جمعیت اہل حدیث سندھ بہتر ہے، کیونکہ یہاں مسلک اہل حدیث کی غیرت وحمیت سب سے زیادہ ہے اور یہ لوگ جمہوریت اور مشکوک لڑائی (قتال) سے الگ ہیں اور اگر میں جماعتوں کو درست سمجھتا اور کسی جماعت میں شامل ہوتا تو وہ جمعیت اہل حدیث سندھ ہی ہوتی اور شیخ رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: اگر جمعیت اہل حدیث سندھ والے تعصب کو ختم کر دیں تو یہ سونے کی لڑی کے دانے ہیں، ہیرے ہیں۔ شیخ رحمہ اللہ جب پہلی مرتبہ حیدرآباد تشریف لائے تو اُس وقت یہاں کے علماء میں سے دو یا چار ایسے تھے جو شیخ رحمہ اللہ سے ملاقات کیے بغیر صرف شیخ کی تصانیف پڑھ کر یا فون پر گفتگو کے ذریعے سے شیخ رحمہ اللہ کے منہج سے متفق تھے، پھر جب شیخ دوسری مرتبہ تشریف لائے اور راقم نے شیخ رحمہ اللہ سے مطالبہ کیا کہ یہاں کے علماء کرام و آخری کلاسوں کے طلباء شیخ رحمہ اللہ سے اجازۃ الروایہ کے طالب ہیں تو شیخ رحمہ اللہ نے کہا: میں صرف اُس اہل حدیث کو اجازہ الراویہ دیتا ہوں جو میرے منہج سے متفق ہوں اور ثابت اجماع کو شرعی حجت تسلیم کرتے ہوں۔ جس پر راقم نے شیخ رحمہ اللہ کو بتایا کہ الحمدللہ تمام لوگ آپ کے منہج سے متفق ہیں تو شیخ رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ خوشی کوئی دنیاوی فائدے کی نہیں تھی بلکہ شیخ رحمہ اللہ نے جو حق سمجھا اُس کو اپنایا اور اُسی کی پاسداری بھی کی اور شیخ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں جو منہج تمہیں دے کر جا رہا ہوں اُس میں نجات ہے، ان شاء اللہ اور اس منہج سے اہل الحدیث کے متفق علیہ مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ اُن کا دفاع ہوتا ہے اور باطل کو منہ توڑ جواب ملتا ہے۔ اس کا نظارہ راقم نے بذات خود کیا ہے، کئی علماء سے بالمشافہ بات چیت ہوئی اور مشہور مسائل تدلیس اور مروجہ حسن لغیرہ کی حجیت وعدم حجیت پر بات ہوئی تو اُن علماء کے پاس اطمینان بخش جواب نہیں تھا۔ کہیں کثرت طرق کی بنا پر کسی روایت کو حسن منوانے کی کوشش کی جاتی اور جب ہم فضیلت پندرہ شعبان جیسی روایت جو کثیر الطرق ہوتی پیش کرتے تو اُس کی ایک ایک سند کو ضعیف ثابت کر کے ردّ کر دیا جاتا۔ کہیں صحیح ابن خزیمہ کی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت کو سفیان ثوری رحمہ اللہ کے عنعنہ کے باوجود صحیح باور کروایا جاتا اور مخالفت میں جامع ترمذی کی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عدم رفع الیدین والی روایت کو سفیان ثوری رحمہ اللہ کے عنعنہ کی وجہ سے رد کر دیا جاتا۔

یہ ہے وہ دو رُخا منہج جس سے ہمیشہ دعوتی میدان میں اہل حدیث کو خفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس حوالے سے صرف اور صرف شیخ رحمہ اللہ کا منہج ہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعے سے خفت سے بچا بھی جا سکتا ہے اور باطل کا منہ بھی کالا کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ منہج ایسا نہیں کہ شیخ رحمہ اللہ اس میں منفرد ہوں بلکہ ہر ہر مسئلے میں شیخ رحمہ اللہ کے پاس اسلاف سے دلیل ہوتی ہے، الحمدللہ۔

ہم نے شیخ رحمہ اللہ کی زندگی میں زبانی دعوے کیے اور کوئی ہمارے دعوے کو نہیں توڑ سکا اور آج ہم اپنی اس تحریر کے ذریعے سے شیخ رحمہ اللہ پر شذوذ وتفرد کا ظالمانہ الزام لگانے والوں کو کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ وہ شیخ رحمہ اللہ کے اعجازی و اختلافی مسائل ہمارے سامنے رکھیں اُن مسائل میں اسلاف سے دلیل ہم دکھائیں گے۔ ان شاء اللہ سارا زور لگانے کے بعد بھی ایک مسئلہ ایسا نکالنے میں کامیاب نہیں ہوں گے جس میں شیخ رحمہ اللہ کی مؤید اسلاف سے کوئی دلیل نہ ہو۔ والحمدللہ

اس مسئلے میں بعض علماء نے شیخ رحمہ اللہ سے گفتگو کیے بغیر

اور شیخ رحمہ اللہ کی تصانیف پڑھے بغیر صرف سنی سنائی باتوں کی وجہ سے شیخ رحمہ اللہ سے بغض رکھا جس کا اظہار بعض نے ہمارے سامنے کیا اور بعض کی خبریں ثقہ راویوں سے ہم تک پہنچیں۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جن کا دعوتی میدان میں غیر اہل حدیث علماء سے واسطہ نہیں پڑا اور نہ کبھی مسلک اہل حدیث کے دفاع کے لیے کسی باطل سے مناظرہ کیا وگرنہ انہیں بھی شیخ رحمہ اللہ کے منہج کی حقانیت معلوم ہوتی اور اس منہج کو اپنانے پر مجبور ہو جاتے۔ واللہ اعلم

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ''اپنے بھی ہیں ناراض تو بیگانے بھی نہ خوش'' یہی معاملہ شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ پیش آیا جن سے مخالفین تو انتہائی پریشان تھے اور اپنے بھی بلا وجہ ناراض رہے اور شیخ رحمہ اللہ کو باطل کے مقابلے سے ہٹا کر اپنی طرف بھی مصروف کیا، حالانکہ یہی وقت شیخ رحمہ اللہ مخالفین کے مقابلے میں صرف کرتے تو مزید فائدہ ہوتا، کیونکہ اس وجہ سے ایک محقق کو اصل کام کی طرف وقت کم ملتا ہے۔ مثلاً شیخ رحمہ اللہ نے بیماری سے تقریباً مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے راقم کو فون کیا اور کہا کہ میں صحیح ابن خزیمہ سے فارغ ہو گیا ہوں اور دو چار دن آرام کروں گا اُس کے بعد مجھے مشورہ دیں کہ میں کون سا کام کروں؟

جس پر راقم نے کہا: شیخ آپ مصنف ابن ابی شیبہ کی تحقیق کریں اور اُس سے بھی پہلے جامع ترمذی کی شرح لکھیں کیونکہ ان دو کتابوں کے حوالے دے کر مذاہب باطلہ کے لوگ اکثر عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ جس پر شیخ رحمہ اللہ نے کہا: ان شاء اللہ میں جامع ترمذی کی شرح لکھوں گا۔ مگر اللہ رب العزت جو تمام مخلوقات کا خالق و مالک ہے کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔ بہرحال راقم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شیخ رحمہ اللہ کا نام لے کر دعا کرتا تھا کہ یا اللہ! شیخ کی زندگی میں اتنی برکت عطا فرما کہ وہ مشکوٰۃ شرح اضواء المصابیح کو مکمل کر لیں۔ اب چونکہ ہماری یہ دعا قبول نہیں ہوئی تو اس دعا کا ثمر ہم اللہ رب العزت سے جنت میں چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ شیخ رحمہ اللہ کی بیماری کو اُن کی بشری لغزشوں کی معافی اور اپنی قربت کا ذریعہ بنائے اور جو کچھ بھی دین اسلام کے دفاع میں شیخ نے زبانی اور قلمی کام کیا اُسے شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کا بدلہ عذاب قبر اور جہنم سے نجات اور جنت الفردوس میں اپنی رضا و رحمت کے ساتھ داخلے کی صورت میں بخشے اور ہمیں شیخ کے منہج کے مطابق دین کے کام کو آگے چلانے کی توفیق عطا فرمائے اور شیخ رحمہ اللہ کے تلامیذ خصوصاً حافظ شیر محمد، حافظ ندیم ظہیر، شیخ ارشد کمال، شیخ سرور عاصم، شیخ صدیق رضا وغیرہ کو شیخ رحمہ اللہ کی جانشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین

انٹرویو......سفرنامہ

محقق دوراں سے انٹرویو

ابو عمر بدروی بٹ

30 /نومبر 2007ء کو راقم الحروف، محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے بذریعہ فون اجازت لے کر ان کے مدرسے میں حاضر ہو گیا، نماز ظہر سے پہلے گفتگو کا آغاز ہوا اور نماز عصر کے بعد بقیہ گفتگو مکمل ہوئی، ظہر کی نماز کے بعد شیخ صاحب آرام فرماتے تھے اور مغرب کے بعد کسی سے کم ملتے تھے وہ شام کے بعد تصنیف و تالیف میں مشغول ہو جاتے تھے، لیکن حسن خلق کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے اپنا وقت اللہ کے لیے وقف کر دیا۔ دورانِ گفتگو میں ظہر و عصر کی نمازیں ان کے پیچھے ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا، احسن انداز سے نمازیں ادا ہوئیں، صف بندی کا خاص انداز دیکھنے کو ملا، نمازوں کے بعد انھوں نے جامعہ کے طلبا کو بھی چیک کیا اور جو طلبا جماعت سے رہ گئے ان کو سرزنش بھی کی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر واقعی محسوس ہو رہا تھا کہ احادیث نبوی ﷺ پڑھانے والے ان پر خود عمل بھی کرتے ہیں۔ شیخ صاحب بالکل میرے قریب بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، مجھے یوں لگ رہا تھا کہ میں اپنے بڑے بھائی سے بے تکلفانہ گفتگو کر رہا ہوں۔

اب وہ سوالات اور جوابات قلمبند کرتا ہوں جو انٹرویو میں شیخ رحمہ اللہ سے کیے گئے:

ابو عمر: سلام و دعا کے بعد پہلا سوال تھا کہ شریعت کے کتنے ماخذ ہیں؟

شیخ صاحب: قرآن و سنت مستقل ماخذ ہیں اور اجماع اجتہاد غیر مستقل

ابو عمر: اجماع سے کیا مُراد ہے؟

شیخ صاحب: اجماع اُمت، یعنی اہل حق کا کسی مسئلہ میں اتفاق کرنا، اگر اہل بدعت بھی اہل حق کے ساتھ مل جائیں تو ٹھیک ہے، لیکن اجماع قرآن و سنت سے ثابت ہو گا۔

ابو عمر: شیخ صاحب، اجتہاد کسے کہتے ہیں؟

شیخ صاحب: اجتہاد بھی قرآن و سنت سے کیا جاتا ہے اور اس میں سلف صالحین کے اقوال سے بھی مدد لی جاتی ہے، اس کی کئی شکلیں ہیں، مثلاً: عام دلیل، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ وغیرہ یہ سب اصطلاحیں اجتہاد میں استعمال ہوتی ہیں۔

ابو عمر: موجودہ حالات میں جہاد کی دعوت کس طرح ہو؟

شیخ صاحب: حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب نے جہاد کی تیرہ اقسام ''احکام و مسائل'' میں بیان کی ہیں، مطالعہ کر لیں، باقی دعوت و جہاد کے لیے تمام جماعتیں اکٹھی ہو جائیں اور حتی الوسع کوشش کریں، الگ الگ تنظیمیں نہیں ہونی چاہئیں بلکہ ایک امیر کی اطاعت میں جہاد ہونا چاہیے۔

ابو عمر: ضعیف روایات کی کیا حیثیت ہے؟

شیخ صاحب: دینِ اسلام میں ضعیف روایات کی کوئی اہمیت نہیں، ان سے ساری دعوتِ دین ختم ہو جاتی ہے، صرف صحیح اور حسن روایات پیش کریں۔

ابو عمر: موجودہ سیاست میں حصہ لینا چاہیے؟

شیخ صاحب: کسی مذہبی جماعت کو الیکشن میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔

ابو عمر: سنا ہے آپ پہلے حنفی تھے، کس طرح اہل حدیث ہوئے؟

شیخ صاحب: 1972ء میں میرے چچا جان نے بخاری شریف (مترجم) کی پہلی جلد تحفہ میں دی، وہ پڑھ کر اہلحدیث ہو گیا، پھر میں نے بقیہ جلدیں خود خرید لیں (شیخ صاحب نے وہ پہلی جلد مجھے دکھائی جس پر تاریخ بھی لکھی ہوئی تھی۔)

ابو عمر: آپ کے کتب خانہ میں کس کس زبان میں کتابیں ہیں؟

شیخ صاحب: عربی، اردو، پشتو، سندھی، فارسی، یونانی زبان میں اور ان کے علاوہ عبرانی، سنسکرت اور پنجابی زبان میں بھی کتابیں ہیں۔

ابو عمر: آپ کا پسندیدہ عمل کون سا ہے؟

شیخ صاحب: نماز پنجگانہ کے فرائض کے بعد اذکار مسنونہ۔

ابو عمر: فارغ اوقات میں کیا کرتے ہیں؟

شیخ صاحب: فارغ اوقات میں ضروریات زندگی کے اُمور شامل ہیں، اس لیے فرصت کے لمحات میں کھانا، پینا، اور سونا شامل ہیں۔

ابو عمر: آپ کا پسندیدہ کھانا اور مشروب؟

شیخ صاحب: کھانے میں جو مل جائے، پینے میں جو خالص مشروب ہو مصنوعی مشروب قطعاً پسند نہیں۔ ویسے سادہ پانی شوق سے پیتا ہوں۔

ابو عمر: رنگ کونسا اچھا لگتا ہے؟

شیخ صاحب: سفید رنگ اچھا لگتا ہے۔

ابو عمر: آپ کا کوئی خاص مشغلہ؟

شیخ صاحب: کتابوں میں وقت گزارنا اور پڑھنا، کتاب و سنت کی دعوت پھیلانا۔

ابو عمر: آپ کی کوئی خواہش؟

شیخ صاحب: تمام سلفی جماعتیں ایک ہو جائیں۔

ابو عمر: الیکٹرانک میڈیا کو تحقیق کے لیے استعمال کرنا چاہیے؟

شیخ صاحب: جی بالکل، میں اسے جائز سمجھتا ہوں، اس کے ذریعے غلط عقائد و نظریات کا رد ہونا چاہیے، لیکن گھروں میں اس کا استعمال نہ ہو بلکہ مدارس کے دفاتر میں یا کتب خانوں میں اس کو رکھا جائے تو بہتر ہے۔

ابو عمر: کیا جھوٹے لطائف بیان کر سکتے ہیں؟

شیخ صاحب: جھوٹے لطائف نہ بیان کیے جائیں اور نہ انھیں لکھا جائے۔

ابو عمر: کیا گھر والوں پر شریعت کی پابندی کے لیے زبردستی کر سکتے ہیں؟

شیخ صاحب: اپنے گھروں میں خلافت کا رنگ لانے کے لیے سختی کر سکتے ہیں۔

ابو عمر: کیا دوسرے ممالک میں آپ گئے ہیں؟

شیخ صاحب: جی! میں مصر، سعودیہ، امریکہ، روس، یونان اور جرمنی میں رہا ہوں۔

ابو عمر: آپ کے کتب خانے میں زیادہ ضخیم کتاب کون سی ہے؟

شیخ صاحب: امام ابن عساکر رحمہ اللہ کی تاریخ دمشق

80 جلدوں میں اور امام ذہبی کی تاریخ اسلام 52 جلدوں میں۔

ابو عمر: طلبا کے نام کوئی پیغام؟

شیخ صاحب: طلبا کو چاہیے کہ کتاب وسنت پر سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں عمل کریں اور دعوت وتبلیغ میں علمائے حق کا احترام کریں اور ہمیشہ ان سے رابطہ رکھیں۔

ابو عمر: علماء کے نام کوئی پیغام؟

شیخ صاحب: علماء تحقیق کر کے پکی بات پر پہلے خود عمل پیرا ہوں، پھر اسے آگے پھیلائیں۔ضعیف احادیث سے مکمل اجتناب کریں اور اپنی غلطی سے فوری رجوع کریں۔

مشاہدات:

دورانِ گفتگو میں شیخ صاحب کے مندرجہ ذیل اوصاف نکھر کر سامنے آئے۔ سادہ، صاف گو، ملنسار، مہمان نواز، خوش اخلاق، فراخ دل اور اتحاد بین المسلمین کے داعی اور علمبر دار۔

چند نمونے دیکھیے:

میں نے پیر محمد کرم شاہ کی تفسیر ضیاء القرآن کے بارے میں دریافت کیا تو شیخ صاحب نے اس کے ترجمے کی تعریف کی، راقم نے بھی اس کا مطالعہ کیا ہے۔

میں نے تین نشستوں میں ان سے گفتگو کی، لیکن انھوں نے بالکل اعتراض نہ کیا بلکہ گفتگو کے اختتام پر میں نے مزید سوالات بھی کیے، مثلاً: وسیلہ کے بارے میں پوچھا تو شیخ صاحب نے بتایا: یہ بدعت ہے اور شرک کی طرف لے جاتا ہے، لہٰذا کسی زندہ یا فوت شدہ کا وسیلہ نہیں ڈالنا چاہیے۔ اس کی دلیل انھوں نے صحیح بخاری کی حدیث بتائی جس میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کے لیے دعا کروانے کا ذکر ہے۔

اردو میں اچھی تفسیروں کے بارے میں پوچھا تو شیخ صاحب نے فرمایا: ''اشرف الحواشی، تیسیر القرآن اور تفسیر السعدی'' اچھی تفاسیر ہیں لیکن اُردو زبان میں ابھی عمدہ تفسیر کی کمی ہے۔ شیخ صاحب نے بتایا کہ میں نے بھی تفسیر شروع کی تھی، لیکن ادھوری چھوڑ دی، موقع ملا تو ضرور لکھوں گا۔

گفتگو کے بالکل اختتام پر میں نے شیخ صاحب کا سارا کتب خانہ دوبارہ دیکھا۔

حافظ محمد زبیر خان علی زئی رحمہ اللہ

عمران خان*

حافظ محمد زبیر خان علی زئی کا شمار اہل حدیث کے ممتاز علمائے کرام میں کیا جاتا ہے۔ آپ 25 جون 1957ء کو پیرداد حضرو میں جماعت اسلامی کے سرگرم راہنما حاجی مجدد خان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب کی جماعت اسلامی کے لیے گراں قدر خدمات اور وابستگی سے کون واقف نہیں۔ حافظ زبیر خان علی زئی نے حضرو چھچھ میں فقہ اہل حدیث کو روشناس کرانے میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ اس وقت سینکڑوں افراد آپ کو اپنا استاد اور امام مانتے ہیں۔

آپ کو دینی کتب سے جنون کی حد تک لگاؤ ہے۔ آپ کا اکثر و بیشتر وقت درس و تدریس اور مطالعۂ کتب میں گزرتا ہے۔ آپ نے پیرداد میں مسجد بھی بنائی ہے، جہاں آپ کے متعلقین جمعۃ المبارک کے اجتماع میں خاص طور پر شرکت کرتے ہیں۔ آپ ایک باوقار اور سنجیدہ مزاج شخصیت ہیں۔ میں ان کی گراں قدر شخصیت اور اوصاف پر قلم اٹھانے سے قاصر ہوں۔ برادرم راشد علی زئی کی معرفت ان سے ایک ملاقات کے دوران میں اندازہ ہوا کہ آپ قرآن وسنت سے بڑھ کر کسی شے کو اہمیت نہیں دیتے۔ آپ نے کم و بیش 60 سے زائد اُردو اور عربی زبان میں کتابیں اور رسالے تصنیف کیے ہیں۔ آپ کے نزدیک قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے سے ہی دنیا و آخرت میں مکمل کامیابی و کامرانی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اِدھر اُدھر رجوع کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ موجودہ سیاسی نظام کو قرآن وسنت سے متصادم خیال کرتے ہیں۔

س: نام/ ولدیت:

ج: محمد زبیر عرف حافظ زبیر علی زئی/ مجدد خان۔

س: تاریخ پیدائش/ جائے پیدائش۔

ج: 25 جون 1957ء/ پیرداد، حضرو اٹک

س: قوم/قبیلہ

ج: پٹھان/علی زئی

س: تعلیمی قابلیت

ج: ایم اے عربی، ایم اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی)، فارغ التحصیل جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ، وفاق المدارس السّلفیہ، فیصل آباد

س: بچپن/لڑکپن کے مشاغل

ج: کثرت مطالعہ

س: پسندیدہ کھیل/کھلاڑی

ج: کوئی نہیں۔

س: پروفیشن

ج: درس وتدریس/تصنیف وتالیف

س: پروفیشنل زندگی کا آغاز

ج: 83-1982ء

س: پروفیشنل اچیومنٹس

* صحافی، مؤلف کتاب: فرزندانِ چھچھ

ج: کم و بیش 67 کتب لکھ چکا ہوں اور سلسلہ جاری ہے۔ 35 کتب (اردو)، 32 کتب (عربی)۔ تصانیف کے چند نام یہ ہیں۔نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین، بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم، القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح، تخریج نماز نبوی، نور القمرین (حدیث اور اہل حدیث کے ایک باب کا مکمل جواب)، جنت کا راستہ، ہدیۃ المسلمین (چالیس حدیثیں)، نور المصابیح: تراویح، تخریج فتاویٰ اسلامیہ (4 جلدیں)، اثبات عذاب قبر للبیہقی (ترجمہ و حواشی)۔

س: پروفیشنل خدمات

ج: کم و بیش 28 سال سے درس و تدریس کے شعبہ سے منسلک ہوں۔ بفضل خدا متعدد کتب تصانیف اور تالیف کر چکا ہوں۔ دعوت مسلک اہل حدیث کا داعی و مبلغ ہوں۔ الحمد للہ! کئی علماء اور محقق میرے شاگرد ہیں۔ مثلاً غلام مصطفیٰ ظہیر (مدیر ماہنامہ السنۃ جہلم)، تنویر حسین شاہ ہزاروی (محقق سچے موتی وغیرہ) اور طاہر تنویر بہاول نگری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جہاں تک سیاسی خدمات اور سیاسی نظام کا تعلق ہے تو میری نظر میں مروجہ سیاسی نظام کتاب و سنت سے متصادم ہے۔ دھوکا دہی اور فراڈ پر مبنی غیر اسلامی نظام پر عمل پیرا ہو کر کیسے لوگوں کے مسائل (Problems) حل کیے جاسکتے ہیں۔ سیاست میں اگر جائز طریقے سے مخلوق خدا کی خدمت کی جائے تو اجر و ثواب کا باعث ہے۔

س: پسندیدہ عالم دین/ سیاستدان/ شاعر/ صحافی (لوکل انٹر نیشنل)۔

ج: حافظ عبد الحمید ازہر/ شاعرِ عصرِ حاضر کے احمد شوقی (المصری) پسند ہیں۔ سیاست اور صحافت سے دلچسپی نہیں۔

س: پسندیدہ کتاب/ مصنف

ج: قرآن مجید/ صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

س: پسندیدہ کلاس فیلو/ استاد

ج: استاد محترم حافظ عبد الحمید ازہر

س: زندگی کا خوشگوار ترین دن

ج: مکہ مکرمہ میں پہلی حاضری کے وقت جب بیت اللہ (اللہ کے گھر) کا دیدار ہوا۔

س: زندگی کا ناخوشگوار (غمگین) ترین دن

ج: جس دن والدہ محترمہ کی وفات ہوئی۔

س: زندگی کا یادگار ترین لمحہ یا واقعہ

ج: جس وقت اور دن قرآن مجید مکمل یاد کرنے (حفظ) کا اختتام ہوا۔

س: شدید ترین خواہش

ج: قرآن مجید (کی تفسیر) اور تہذیب پر لکھنا۔

س: پسندیدہ رنگ/ خوشبو/ لباس

ج: سفید/ چنبیلی/ شلوار قمیص

س: پسندیدہ سیاسی پارٹی

ج: کوئی نہیں۔

س: آپ کی نظر میں چھچھ کے اہم ترین مسائل

ج: کتاب و سنت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو چاہیے کہ وہ صراطِ مستقیم کی طرف پلٹ آئیں۔

س: آپ کی نظر میں سب سے بڑی نیکی

ج: توحید و سنت

س: آپ کی نظر میں سب سے بڑا گناہ

ج: شرک اور کفر

س: کس بات پر سب سے زیادہ غصہ آتا ہے۔

ج: جب کتاب وسنت کا مذاق اُڑایا جائے۔

س: کس عمل سے دلی سکون ملتا ہے۔

ج: اول وقت پر نماز پڑھنا

س: کس چیز یا سوچ سے زیادہ خوف آتا ہے۔

ج: اللہ کے عذاب اور جہنم سے

س: اگر شیطان سے ملاقات ہو جائے تو

ج: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھوں گا۔ (ان شاءاللہ)

س: اہلیان چھچھ کے لیے آپ کا پیغام

ج: تمام فتنوں کی جڑ کتاب وسنت سے دوری، شرک، کفر اور بدعات ہیں، لہٰذا اپنے آپ کو فتنوں سے بچانے کے لیے قرآن وحدیث علیٰ فہم السلف الصالحین اور اجماع وآثار سلف کا دامن تھام لیں۔

یمن کا سفر

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ہم بَدِیعہ (سُوَیدی) ریاض (سعودی عرب) میں جناب ابوعبدالسلام محمد سعید بن عبدالکریم کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔عیدالفطر (۱۴۲۵ھ) کا دوسرا دن تھا۔اتنے میں میرے سعودی کفیل جناب ابوہشام منصور بن مبارک بن عمر باعطیہ تشریف لائے۔انتہائی ہنس مکھ اور زندہ دل انسان ہیں۔ سعودی و یمنی تہذیب کے امتزاج کا بہترین نمونہ اور خوش اخلاقی کا روشن ستون ہیں۔

ابوہشام نے بتایا کہ وہ تقریباً ایک ہفتہ بعد اپنے آبائی وطن یمن کی سیر اور بعض سلفی علماء کی ملاقات کے لئے یمن جانا چاہتے ہیں۔میرے ذہن میں فوراً یمن کا تصور چھا گیا۔ نبی کریم ﷺ کی مشہور حدیث یاد آ گئی: ((أَتَـاكُـمْ أَهْـلُ الْيَـمَـنِ، هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَأَلْيَنُ قُلُوبًا ، الإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ)) ''تمھارے پاس یمن والے آئے ہیں، یہ لوگ نرم دل اور رقیق القلب ہیں۔ایمان یمنی ہے اور حکمت یمن میں ہے۔''

(صحیح البخاري: ٤٣٨٨ وصحیح مسلم: ٩٠/ ٥٢)

یہ صحیح حدیث نبی کریم ﷺ کے دور والے یمنی مومنین پر منطبق ہے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر دور کا ہر یمنی باشندہ ان صفات سے متصف ہے۔تاہم اس حدیث سے یمنیوں کی فضیلت ضرور ثابت ہوتی ہے۔

شیخ ابوہشام نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے (عربی زبان میں ☆) کہا: ''اگر آپ بھی میرے ساتھ اس سفر میں جانا اور یمن کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو بندہ حاضر ہے۔''

میرے ایک دوست اور محسن قاری ابویزید سیف اللہ بن عبدالکریم النوری اس مجلس میں موجود تھے، بولے: ''ضرور جائیں، یہ بہترین موقع ہے۔''

یمن کی سیر کا جذبہ میرے دل میں مچل رہا تھا، لہٰذا میں نے فوراً ہامی بھر لی۔

یمنی سفارت خانے میں

کچھ دنوں کے بعد، مَیں اپنا پاسپورٹ اور کفیل کا ورقہ لے کر یمنی سفارت خانے پہنچا۔مختلف ممالک کے پُرشکوہ اور عظیم الشان سفارت خانوں کی عمارتیں، ریاض کے قریب ایک خوبصورت علاقے میں واقع ہیں، کھجور کے درختوں کی سرسبز و شاداب قطاریں ایک عجیب روحانی منظر کی عکاسی کر رہی تھیں۔ درخواست دیتے وقت کلرک سے معلوم ہوا کہ ویزے کے حصول کے لئے میڈیکل چیک اپ رپورٹ (Medical check up report) [تقرير الفحص الطبي] کا ہونا ضروری ہے۔

ایک مستوصف (پرائیویٹ ہسپتال) سے چیک اپ کروایا۔دوسرے دن رپورٹ لے کر سفارت خانے پہنچا تو انھوں نے کہا کہ کفیل کا پاسپورٹ ہونا ضروری ہے۔

☆ یمنی سفر کا تمام کلام عربی زبان میں تھا، جس کا مفہوم اردو قالب میں ڈھالا گیا ہے، اسے خوب یاد رکھیں۔

دفتری حضرات اسی طرح عام لوگوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ جب سارے مطلوبہ کاغذات اور ابو ہشام کا پاسپورٹ لے کر سفارت خانے گیا تو حکم ہوا کہ قونصل مہدی الیمنی کے پاس جاؤ، پوچھ پوچھ کر جب مہدی صاحب کے پاس پہنچا تو انھوں نے کاغذات وغیرہ لے کر ارشاد فرمایا: بکرۃ (یعنی کل آئیں)۔

بادل نخواستہ سفارت خانے سے باہر آتے ہوئے اپنے موبائل سے کفیل ابو ہشام کو ان کے موبائل پر اطلاع دے دی تو انھوں نے کہا: وہ بہت جلدی آ رہے ہیں۔ انتظار کرتا رہا، جناب ابو ہشام صاحب پونے دو بجے پہنچے۔ سفارت خانے کی دفتری کارروائیوں کے بند ہونے کا وقت دو بجے تھا۔ ابو ہشام منصور نے بنفس نفیس قونصل (کونسلر) مہدی سے ملاقات کی اور پرزور مطالبہ کیا کہ ویزا آج ہی ملنا چاہیے۔

دفتری تگ و دو کے بعد مہدی صاحب نے میرے پاسپورٹ پر یمن کا ویزا لگوا دیا اور یہ بھی لکھوایا کہ "مع مرافقة الکفیل" یعنی یہ کفیل کے ساتھ یمن کی سیر کریں گے اور کفیل کے پاسپورٹ پر میرا اندراج کروایا کہ ان کے ساتھ مکفول بھی ہوگا۔ سفارتخانے میں ابو ہشام کی ملاقات ایک یمنی بابا شیخ جابری سے ہوئی جو اُن کی جان کو چمٹ گیا تھا، بڑی مشکل سے تقریباً دو گھنٹے بعد شیخ جابری سے پیچھا چھڑوایا گیا، تاہم شیخ جابری نے کچھ کاغذات اور رقم صنعاء یمن میں اپنے بیٹے تک پہنچانے کے لئے ہمارے ہاتھ تھما دی۔

یمن کی طرف

2 دسمبر 2004ء کو ابو ہشام نے کہا کہ آپ ظہر کے بعد ڈیڑھ بجے (1:30) میرے گھر آ جائیں، ان شاء اللہ اسی وقت روانہ ہو جائیں گے۔ ابو عبدالسلام کے ساتھ ٹھیک ڈیڑھ بجے ابو ہشام کے گھر (خان شلیلا۔ الریاض) پہنچ گیا۔

سامان کی ترتیب جاری تھی۔ مغرب کے بعد عشاء سے تھوڑا پہلے ہم روانہ ہوئے۔ سفر کی مسنون دعائیں پڑھ کر سفر کا آغاز کیا گیا۔ ہم کل پانچ ساتھی تھے:

1. زبیر علی زئی
2. ابو ہشام منصور
3. منصور کا آٹھ نو سالہ بیٹا ہشام ابو عبدالملک
4. ابو عقیل محمد باعطیہ
5. ابو مالک الیمنی

ابو ہشام کی گہرے نیلے رنگ کی، فورسیٹر چھوٹی گاڑی میں ہم بیٹھے ہوئے تھے۔

اذکارِ مساء (شام کے اذکار) سے فارغ ہونے کے بعد طرح طرح کی گفتگو جاری رہی۔

راستے میں الخرج، الدلم، لیلیٰ اور وادیِ دواسر وغیرہ کے شہر آئے۔ سنا ہے کہ مسیلمہ کذاب حنفی اپنے قبیلے بنوحنیفہ کے ساتھ الخرج کے علاقے میں قیام پذیر تھا، جب سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بھیجی ہوئی سپاہِ صحابہ نے اسے قتل کر کے واصلِ جہنم کیا تھا۔

الخرج علاقہ سرسبز و شاداب ہے۔ کھجوروں کے درخت اور لہلہاتا ہوا سبزہ، الربع الخالی کے صحرا میں عجیب بہار پیش کرتا ہے۔

وادی دواسر میں تقریباً رات کے بارہ بجے پہنچے اور ایک ہوٹل میں آرام کیا۔

دوسرے دن، صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اذکارِ صباح

پڑھتے ہوئے، خمیس مشیط کی طرف روانہ ہوئے۔ پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔

خمیس مشیط (ایک سعودی شہر) سے پہلے ایک جگہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑوں سے بے شمار چھوٹے بڑے بندر، بندریاں اوران کے بچے سڑک کے پاس آئے ہوئے ہیں۔

ہم نے گاڑی روک دی، لیکن سارے شیشے بند ہی رکھے تاکہ یہ وحشی جانور حملہ نہ کر دیں۔ چھوٹا ہشام بڑا ہی خوش ہو رہا تھا۔ ہمارے پاس جو بسکٹ وغیرہ تھے، گاڑی کے شیشوں سے بندروں کی طرف پھینک دیے۔ مگر (ہر آدمی نے) یہ خیال رکھا کہ کہیں شیشہ زیادہ نہ کھل جائے۔

بندر پھینکی ہوئی چیزوں کو اچک اچک کر پکڑتے اور انتہائی تیزی سے کھاتے۔ معلوم ہو رہا تھا کہ یہ بھوک کے ستائے ہوئے ہیں۔

کچھ بندر ہماری گاڑی پر چڑھے ہوئے تھے۔ سڑک پر کچھ دوسری گاڑیاں بھی رکی ہوئی تھیں۔

تھوڑی دیر اس منظر سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہم خمیس مشیط کی طرف روانہ ہو گئے۔

مدثر سے ملاقات

میرے ایک شاگرد مدثر (جھامرہ، غازی ضلع ہزارہ، صوبہ سرحد والے) خمیس مشیط میں اپنے ایک رشتہ دار محمد قاسم کے ساتھ رہتے ہیں۔ دونوں سلفی العقیدہ اہلِ حدیث ہیں۔ مدثر کو اہلِ حدیث ہونے کے بعد اپنے گاؤں جھامرہ میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا مگر وہ ثابت قدم رہے۔

میں نے خمیس مشیط کے قریب سے مدثر کو فون کر دیا کہ ہم آ رہے ہیں۔ مدثر بھائی بہت خوش ہوئے، جمعہ کا دن تھا۔ ہم جب خمیس مشیط پہنچے تو جمعہ ہو چکا تھا۔ مدثر نے ایک مسجد کے پاس ہمارا استقبال کیا اور ہمیں اپنے ڈیرے پر لے گیا وہاں قاسم سے ملاقات ہوئی۔

ہم چونکہ مسافر تھے، لہٰذا سفری رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ظہر وعصر کی نمازیں جمع تقدیم کر کے اس ڈیرے میں پڑھیں۔ وہاں ایک سواتی ساجد سے ملاقات ہوئی۔

ساجد صاحب تقریباً دس سال سے سعودیہ میں مقیم ہیں اور بہترین عوامی عربی زبان بولتے ہیں۔

نماز کے بعد دوپہر کا کھانا تیار تھا۔ مدثر اور قاسم نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر بھائیوں سے اجازت لی اور خمیس مشیط سے جیزان کی طرف روانہ ہوئے۔ سارا علاقہ پہاڑی تھا۔ چھوٹی چھوٹی بے آب وگیاہ پہاڑیوں کا لامتناہی سلسلہ تھا۔ اَبہا کے شہر سے گزرے۔ مغرب کے بعد جیزان کے شہر ابوالعریش پہنچے، وہاں ابو ہشام کے ایک دوست حسن عبدہ کے گھر میں قیام کیا۔

الشیخ احمد المطری الیمنی سے ملاقات

حسن عبدہ کے گھر میں یمنی شیخ احمد بن عبداللہ بن علی المطری سے ملاقات ہوئی، شیخ صاحب ہمارے منتظر تھے، انتہائی دلیر، حاضر جواب اور بذلہ سنج ہیں۔ شیخ مقبل بن ہادی الوادعی الیمنی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں بہترین صدوق، سنی عالم اور داعی ہیں۔ تقلید کی کسی قسم کو جائز نہیں سمجھتے۔ شیخ مقبل رحمہ اللہ، عصر حاضر میں یمن کے اہلِ حدیث علماء کے امام تھے بہت سی مفید کتابوں کے مصنف اور بہترین وکامیاب مدرس تھے۔ ان کے مدرسے میں ہزاروں طالب علم پڑھتے تھے۔

شیخ مقبل رحمہ اللہ بھی تقلید کے سخت مخالف تھے اور فرماتے تھے: " التقلید حرام "تقلید حرام ہے۔

(تحفۃ المجیب علی اسئلۃ الحاضر والغریب ص ۲۰۵)

نیز دیکھئے میری کتاب ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' (ص ۲۳)

حسن عبدہ کے گھر میں شیخ مطری نے ایک معمر شخص سے پوچھا: مصیبت میں ''یا رسول اللہ'' کہنا بہتر ہے یا ''یا علي'' کہنا؟

وہ شخص بے ساختہ بولا: ''یا رسول اللہ'' کہنا تو شیخ نے اسے سمجھایا کہ مصیبت میں ''یا رسول اللہ'' کہنا اور ''یا علي'' دونوں طرح ناجائز اور شرک ہے۔ صرف ''یا اللہ'' کہہ کر اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہئے۔

الشیخ ناصر الکحل سے ملاقات

عشاء کی نماز کے بعد شیخ المطری کے ساتھ ہم شیخ ناصر الکحل کے پاس ملاقات کے لئے گئے۔ وہاں سوال جواب کے دوران میں فرض نماز کے بعد باآواز بلند تکبیر (اللہ اکبر) کہنے کا ذکر ہوا، شیخ ناصر الکحل نے کہا: ''اس سلسلے میں مروی حدیث ضعیف ہے۔''

میں نے کہا: ''شیخ صاحب! یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے۔ اسے عمرو بن دینار نے ابو معبد نافذ سے، انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔''

شیخ احمد المطری نے بھی میری تائید کی اور بتایا کہ ''یہ حدیث صحیح ہے اور یمن کے اہلِ حدیث اس پر عمل کرتے ہیں۔''

حدیث کا متن درج ذیل ہے:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، قَالَ: كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالتَّكْبِيرِ" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اختتام (لوگوں کی) تکبیر سے معلوم کر لیتا تھا۔ (صحیح البخاري: ۷٤۲)

صحیح مسلم میں درج ذیل الفاظ ہیں:

"مَا كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِلَّا بِالتَّكْبِيرِ" یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اختتام صرف تکبیر کے ذریعے سے ہی معلوم ہوتا تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۲۱/ ۵۸۳)

شیخ ناصر الکحل حفظہ اللہ نے (حدیث دیکھنے کے بعد) فوراً اپنی بات سے رجوع کیا اور کہا: ''یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی دلیل ہے کہ فرض نماز کے بعد اللہ اکبر کہنا سنت ہے۔''

منصور باعطیہ نے تاویل کی کوشش کی مگر شیخ نے کہا: ''تکبیر کا مطلب تکبیر یعنی اللہ اکبر ہی ہے، اس کا مطلب سبحان اللہ، استغفر اللہ وغیرہ والے اذکار نہیں ہیں، لہٰذا صحیح یہی ہے کہ نماز کے فوراً بعد تکبیر جہراً کہی جائے اور بعد میں اذکار مسنونہ پڑھے جائیں۔''

یہ سن کر مجھے سخت حیرانی اور خوشی ہوئی کہ یہ شیخ فوراً حق کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اہلِ حدیث کا یہی عقیدہ، مسلک اور عمل ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد چوں وچرا نہیں کرتے بلکہ فوراً لبیک کہہ کر حق تسلیم کر لیتے ہیں۔

یہاں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ اس حدیث پر سعودیہ میں عمل نہیں ہوتا۔ سعودی علماء نے اسے اپنی تاویلاتِ باطنیہ کا نشانہ بنا کر عملاً رد کر دیا ہے۔

ایک سعودی شیخ عبداللہ المعتاز سے اس سلسلے میں، ریاض سعودی عرب میں میری بات ہوئی تھی۔ یہ شیخ لاجواب ہونے کے باوجود اپنی ضد اور حدیث کی مخالفت پر ڈٹا رہا،

اس مجلس سے ایک نوجوان بول اٹھا تھا: " أنا مع الشيخ الزبير "میں اس مسئلے میں شیخ زبیر کے ساتھ ہوں۔

سونے سے پہلے الارم

شیخ ناصر الکحل ﷾ سے ملاقات کے بعد حسن عبدہ کے گھر واپس آئے۔ کھانا وغیرہ کھا کر سونے کی تیاری کی۔ ابو ہشام منصور اپنے موبائل پر صبح پانچ بجے کا الارم لگانا چاہتے تھے۔ میں نے انھیں یاد دلایا کہ میں ان شاء اللہ انھیں پانچ بجے بغیر الارم کے اٹھادوں گا، جیسا کہ گذشتہ رات میں نے انھیں مقررہ وقت پر اٹھادیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ سوتے وقت جس ٹائم اٹھنے کا ارادہ ہو تو اسی وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔ شدید بیماری وغیرہ کی بعض حالتیں کبھی کبھار مستثنیٰ ہیں۔

رات ابو العریش میں گزارنے کے بعد صبح پانچ بجے میں نے ابو ہشام وغیرہ کو مقررہ ٹائم پر اٹھادیا۔ شیخ مطری کافی دیر پہلے اٹھ کر تہجد پڑھتے رہے۔

صبح کی نماز کے بعد ہم ناشتے کے بغیر ہی یہاں سے یمن کی طرف روانہ ہوگئے۔ سعودی عرب کا اس طرف آخری شہر طوال آیا اور گزر گیا۔

سفر شروع کرتے وقت دعائے سفر کے بعد صبح کے اذکار پڑھے تھے۔ ابو ہشام کی یہ خوبی ہے کہ وہ خود بھی صبح و شام کے اذکار پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد سمیت دوسروں سے بھی ان کا اہتمام کرواتے ہیں۔

اذکار کی تکمیل کے بعد شیخ مطری بولے:" عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ :((إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنْ ، إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنْ ، إِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنْ ، وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا)) (رَوَاهُ أَبُو دَاودَ بِإِسْنَاد حَسَنٍ) (ترجمہ: سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک وہ شخص خوش قسمت ہے جو فتنوں سے بچا رہے۔'' آپ نے یہ بات تین دفعہ فرمائی اور فرمایا: ''اور جو شخص آزمائش میں مبتلا کیا جائے، پھر وہ صبر کرے تو کتنا ہی اچھا ہے۔'' (اسے ابوداود:۴۲۶۳ نے حسن سند سے روایت کیا ہے)

شیخ مطری نے عربی متن تین دفعہ پڑھا اور یہ مطالبہ کیا کہ ہر آدمی یہ حدیث زبانی پڑھے تاکہ یہ حدیث یاد ہو جائے۔ ہم سب نے باری باری یہ حدیث زبانی پڑھی۔

شیخ مطری نے بتایا کہ شیخ مقبل اسی طرح احادیث پڑھ کر اپنے شاگردوں کو یاد کرواتے تھے۔

شیخ مطری نے اپنی پیاری باتوں کے ساتھ سفر کی تھکان کا احساس تک نہ ہونے دیا۔

سرزمین یمن میں

چونکہ شیخ مطری ابو العریش سے ہمارے قافلے میں شامل ہوگئے تھے، لہٰذا گاڑی میں جگہ تنگ ہوگئی تھی۔ جس کا علاج یہ کیا گیا کہ چھوٹے بچے ہشام کو میں نے اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھالیا۔ شیخ مطری، ابو عقیل اور ابو مالک پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

ابو العریش سے طوال اور طوال سے حرض (الیمن) والی چیک پوسٹ پر پہنچے۔

راستے میں ہشام بن منصور اپنی پیاری اور توتلی زبان میں قرآن مجید کی بعض سورتیں پڑھتا رہا۔

سعودی جوازات (Passport Authorities) اور یمنی جوازات و جمارک (Tax Authorities) وغیرہ سے فارغ ہو کر حرض پہنچے۔ ہمارے پاسپورٹ پر سعودیہ سے

خروج اور یمن میں دخول کی مہریں لگ چکی تھیں ۔قانونی کارروائیوں کے تمام مراحل بخیر وخوبی طے ہو چکے تھے۔

یمن کی حدود میں داخل ہوتے ہی ایک عجیب منظر دیکھا۔تقریباً ہر آدمی کی کمر سے ایک مضبوط پٹا بندھا ہوا تھا جس کے ساتھ تلوار نما ایک میان لٹکی ہوئی تھی جس میں ایک بڑا اور خوفناک قسم کا خنجر اڑسا ہوا تھا۔ اہلِ یمن کا یہ خاص شعار ہے، وہ اسے جَنبیہ اور خنجر کہتے ہیں ۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمانۂ قدیم کے کسی علاقے میں پہنچ چکے ہیں، یمن میں یہ خناجر اور ہر قسم کا ہلکا اسلحہ رکھنے کی آزادی ہے۔

چونکہ ہم نے ناشتہ نہیں کیا تھا، لہٰذا اس کے لئے کسی مناسب ہوٹل کی تلاش میں سرگرداں رہے ۔سعودی کرنسی میں سے پانچ سو ریال یمنی کرنسی میں چینج (تبدیل) کئے ۔ ایک سو سعودی ریالوں کے تقریباً پانچ ہزار یمنی ریال ملتے ہیں، یعنی ایک سعودی ریال: پچاس کے قریب یمنی ریالوں کے برابر ہے۔

بالآخر ایک ہوٹل ملا جو اَزمنۂ قدیم کی پس ماندگی کا شاہکار تھا۔ یہاں سعودیہ والی جدید تہذیب و نفاست اور صفائی کا تصور تک بعید از امکان تھا۔ ہم سب نے زمین پر بچھی ہوئی گول گرد آلود و بوسیدہ چٹائیوں پر بیٹھ کر جو میسر ہوا ناشتہ کیا۔ برتنوں وغیرہ کی صفائی سے یہ لوگ عاری اور بے پروا تھے۔

ناشتے کے بعد ابو ہشام نے بل ادا کیا اور ہم یہاں (حرض) سے حدیدہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

سعودیہ کی بہ نسبت یمن میں کھانا پینا بہت سستا ہے۔

حرض سے حدیدہ تک کا علاقہ تہامہ کہلاتا ہے ۔ یہ میدانی علاقہ ہے ۔راستے میں سڑکوں پر کئی جگہ کتے بلیاں مرے پڑے تھے۔انھیں تیز رفتار گاڑیوں نے کچل دیا تھا۔

حُدَیدہ میں آمد

ظہر کے وقت ہم شیخ محمد بن عبدالوہاب الوصابی کے شہر حدیدہ پہنچ گئے۔

شیخ وصابی سے ملاقات ، مدینہ میں شیخ فالح بن نافع الحربی المدنی کے گھر میں ہوئی تھی۔وصابی مذکور یمن کے ایک عالم اور شیخ مقبل بن الوادعی رحمہ اللہ کے شاگرد ابوالحسن المأربی المصری الیمنی پر شدید جرح کر رہے تھے۔

ابوالحسن المأربی پر شیخ یحییٰ الحجوری الیمنی ، شیخ محمد بن عبداللہ الامام، شیخ توفیق البعدانی الیمنی ، شیخ فالح الحربی اور شیخ ربیع المدخلی وغیرہم بھی جرح کرتے ہیں۔

شیخ سعد الحمید (الریاض)، شیخ احمد المطری الیمنی اور بعض شیوخ اس المأربی کا دفاع کرتے ہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ''انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل'' ص ۲۴۱

سعودی عرب میں سلفیوں کی ایک قسم ہے جسے تقلیدی سلفی (السّلفی التقلیدی) کہتے ہیں۔ دیکھئے الشرق الأوسط ۱۴؍رمضان ۱۴۲۵ھ ۲۸۔اکتوبر ۲۰۰۴ م ص ۲

تقلیدی سلفیوں میں شیخ فالح اور شیخ ربیع بن ہادی المدخلی کا بڑا مقام ہے۔

برمنگھم (انگلینڈ) کے تقلیدی سلفیوں کے نزدیک جرح وتعدیل میں شیخ فالح الحربی کا بہت بڑا مقام تھا، وہ جرح و تعدیل کے امام سمجھے جاتے تھے۔مگر جب شیخ ربیع نے ان پر رد کر دیا تو فوراً تقلیدی سلفیوں کے نزدیک شیخ فالح ہیرو سے زیرو ہو گئے۔

(شیخ فالح الحربی کا ذکر میری کتاب انوار السبیل میں

ہے۔دیکھئے ص ۱۵۵)

یہ شیخ ربیع حفظہ اللہ وہی ہیں جو پہلے مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔النکت علی ابن الصلاح لابن حجر اور المدخل للحاکم ان کی تحقیق سے چھپی ہیں۔ان تحقیقات کے پہلے ایڈیشن میں شیخ ربیع کو بہت زیادہ اخطاء واوہام ہوئے ہیں۔

مثلاً حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے صحیح ابن خزیمہ سے ایک حدیث مع سند ومتن نقل کی ہے۔

(النکت علی ابن الصلاح ۵۹۳/۲)

شیخ ربیع اس پر حاشیہ لکھتے ہیں کہ ''لَمْ أَجِدْهُ فِي صَحِيحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ ''میں نے اسے صحیح ابن خزیمہ میں نہیں پایا.....الخ (ایضاً ص ۵۹۳)

حالانکہ یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ (ج۱ص ۲۸۷ ح ۵۷۳) میں موجود ہے۔!

شیخ ربیع نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جو گستاخی کی تھی،اس سے علانیہ توبہ کر لی ہے۔یہ ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔شیخ ربیع کا مختصر اور جامع ذکر میں نے انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل (ص ۶۷) میں لکھا ہے۔والحمد للہ

شیخ ربیع نے قطبیوں اور مبتدعین پر زبردست رد کیا ہے۔آج کل وہ ابوالحسن المأربی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ابوالحسن نے بھی ان پر تقریر وتحریر کے ذریعے سے بہت زیادہ رد کر رکھا ہے۔سنا ہے کہ اس نے شیخ ربیع کے رد میں ایک سواسی کیسٹیں جاری کی ہیں۔

کسی وجہ سے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر آج کل شیخ ربیع مکہ مکرمہ کی عوالی میں قیام پذیر ہیں۔میں ان کے پاس کچھ دن رہا ہوں۔بہترین مکتبے کے مالک لیکن شوگر، بلڈ پریشر جیسی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہیں۔اپنے سوا دوسرے لوگوں کو (جوان کے ہم نوا نہیں ہیں) احمق اور بے وقوف سمجھتے ہیں۔

پاکستان کے بعض کبار علماء نے ان پر جرح کر رکھی ہے۔

میں نے شیخ ربیع سے ان کے مکتبے (گھر) میں یہ کہتے ہوئے سنا: ''إن التقليد واجب ''بے شک تقلید واجب ہے۔

میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا: آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

شیخ ربیع المدخلی نے دوبارہ کہا: '' إن التقليد واجب''

یہ سن کر میں نے (کچھ کہا...اور) اپنا سامان (بیگ) اٹھایا اور عوالی کو خیر باد کہہ کر حرم (بیت اللہ) چلا آیا۔

گذشتہ رمضان میں جب مدینہ منورہ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو شیخ فالح الحربی نے اپنے شاگرد فیصل بن لافی التیمی المدنی کے ذریعے سے مجھے اپنے پاس بلایا۔میرے ساتھ ذوالفقار بن ابراہیم الاثری (من بریطانیہ) اور شاہد (جامعہ اسلامیہ کے ایک طالب علم) تھے۔شیخ فالح کافی دیر تک شیخ ربیع پر جرح کرتے رہے اور کہا:

''ربيع مرجي'' ربیع مرجئی ہیں۔خیر یہ تو ''اکابر'' کی باہمی چشمک اور جروح ہیں،جن سے ہم لوگوں کو دور رہنا چاہیے۔مبتدعین زمانہ کے خلاف شیخ ربیع اور شیخ فالح کی مساعی جمیلہ کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔والحمد للہ

تنبیہ: انگلینڈ وغیرہ کے تقلیدی سلفیوں نے کذب وافتراء اور تشدد کی راہ اپناتے ہوئے اہلِ حدیث علماء وعوام پر رد شروع کر رکھے ہیں۔ذرہ سی بات یا اجتہادی خطا پر وہ لوگوں کو سلفیت سے باہر نکال دیتے ہیں۔اس طرح کے لوگ پرانے زمانے میں بھی تھے جن کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:''مَا هٰؤُلَاءِ بِأَصْحَابِ الْحَدِيْثِ، بَلْ فَجَرَةٌ جَهَلَة ، أَبْعَد اللّٰهُ شَرَّهُم'' یہ اصحاب حدیث نہیں، بلکہ فاجر وجاہل ہیں،اللہ

ان کے شر کو دور کرے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ۴۶۰)

انھی کذابین میں سے ابو خدیجہ عبدالواحد بن محمد عالم میر پوری، یاسر احمد بن خوشی محمد اور ابو یوسف عبدالرحمٰن حافظ تینوں کذب وافتراء میں بہت مشہور ہیں۔

شیخ الوصابی کے دروازے پر

ظہر وعصر کی دونوں نمازیں، شیخ وصابی کی مسجد میں جمع اور قصر کے ساتھ پڑھیں۔ مسجد میں صفائی کا کوئی خاص انتظام موجود نہیں تھا۔ استنجا خانے اور وضو کی جگہیں پرانے زمانے کی یادگار ہیں جو کہ بدبو اور عدم صفائی کا ''شاہکار'' ہیں۔

نماز سے فارغ ہو کر شیخ محمد بن عبدالوہاب الوصابی کے گھر کے دروازے پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد ان کا تیرہ چودہ سال کا بیٹا باہر آیا۔ اسے کہا: اپنے والد صاحب (شیخ وصابی) سے کہو کہ چند مہمان آپ سے مختصر ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ وہ واپس آیا اور بولا: ابا جان کہتے ہیں: عصر تک انتظار کریں، عصر کے بعد ملاقات ہوگی۔ ہم نے کہا: وصابی صاحب سے کہو کہ ریاض (سعودی عرب) سے کچھ مہمان آئے ہیں جن کے ساتھ ایک پاکستانی بھی ہے۔ لمبے سفر پر جا رہے ہیں۔ وہ آپ کا زیادہ وقت نہیں لیں گے صرف سلام کہہ کر یہاں سے چلے جائیں گے۔ ان کے پاس انتظار کا وقت نہیں۔ ان کا پروگرام ہے کہ رات سے پہلے معبر (یمن کے ایک شہر) پہنچ جائیں۔

لڑکا گیا مگر واپس نہ آیا۔ شیخ وصابی صاحب نے باہر نہ آنا تھا نہ آئے۔ وہ اکرامِ ضیف کی ''بہترین'' تصویر ہیں۔!! کافی دیر انتظار کے بعد ہمیں بے نیلِ مرام واپس ہونا پڑا۔

حُدَیدہ میں دوپہر کا کھانا

شیخ مطری نے بتایا کہ حدیدہ میں ان کے کچھ رشتے دار رہتے ہیں۔ ان سے سلام دعا کرتے ہوئے یہاں سے جلدی چلیں گے۔ جب شیخ مطری کے رشتہ داروں کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے گھر میں بٹھا کر دوپہر کے کھانے کا بندوبست کر دیا۔ مطری کے عم زاد (Cousin) پابند شرع، ملنسار اور مہمان نواز آدمی ہیں۔ ان کے چار پانچ بیٹے ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ یہ سب لڑکے جوڈو کراٹے سے بہت دلچسپی رکھتے تھے بلکہ بعض کے پاس بلیک بیلٹ بھی تھے۔ ان میں سے ایک اسی سلسلے میں ایک مہینے کے لئے جاپان بھی گیا تھا۔ کھانا انتہائی پر تکلف اور یمنی انداز کا تھا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مطری صاحب کے عم زاد پانی سے بھری بالٹی لے آئے اور یہ مطالبہ کیا کہ سارے آدمی اسی بالٹی میں ہاتھ ڈال کر بالٹی میں ہی ہاتھ دھوئیں۔

پٹھانوں کے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں حالتوں میں ایک بچہ یا بڑا آدمی اپنے کندھے پر تولیہ رکھے دائیں ہاتھ میں نیم گرم پانی کا لوٹا اور بائیں ہاتھ میں برتن پکڑے ہوئے، مہمانوں کے پاس آکر ان کے ہاتھ دھلواتا ہے۔ یہ خاص قسم کا برتن ہوتا ہے جس میں پانی گرتا تو ہے لیکن نظر نہیں آتا۔ اس کے اوپر والے حصے میں چھوٹے چھوٹے سوراخ بنے ہوتے ہیں۔ ہاتھ دھلوانے کے بعد یہی بچہ یا بڑا آدمی تولیہ پیش کرتا ہے۔

ابو ہشام وغیرہ نے اس بالٹی میں ہاتھ دھوئے لیکن میں اس سے دور رہا، مندیل والے کاغذ (ٹشو پیپر) سے ہاتھ پونچھے، پھر اس گھر سے نکلنے کے بعد پانی سے ہاتھ دھو لئے۔

بالٹی والا یہ انداز مجھے پسند نہیں تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ

یمنی قبائلیوں کا یہی رواج ہے۔

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر، عصر سے پہلے ہی ہم یمن کے ایک مشہور شہر معبر کی طرف رواں دواں تھے۔

اب میدانی علاقے کے بجائے پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ بے آب وگیاہ پہاڑوں کے درمیان سرسبز وشاداب وادیاں عجیب حسین منظر پیش کر رہی تھیں۔ سانپ کی طرح بل کھاتی سڑک اور پہاڑی راستوں پر جناب ابو ہشام صاحب تیزی سے گاڑی چلا رہے تھے۔ ہشام کی پیاری قراءت اور شیخ مطری کے شذرات ولطائف سے یہ طویل سفر بڑی آسانی سے طے ہو رہا تھا۔ کوشش یہ تھی کہ شام سے پہلے پہلے معبر پہنچا جائے۔ ابو ہشام منصور نے گاڑی چلاتے ہوئے شیخ مطری کا ایک واقعہ سنایا۔ شیخ مطری نے اپنے ایک ہم سفر آدمی سے کہا تھا: أكلك حرام (تیرا کھانا حرام ہے) وہ شخص بڑا پریشان اور ناراض ہوا، وہ یہ سمجھا کہ شیخ صاحب اسے حرام خور سمجھتے ہیں، حالانکہ اس کے رزق میں حرام والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ اس شخص نے سخت احتجاج کیا اور بتایا کہ اس کا کھانا پینا سب حلال میں سے ہے۔

بعد میں شیخ صاحب نے اسے بتایا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ أكلك حرام (تجھے کھانا حرام ہے) ظاہر ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ انسان کو کھانا حرام ہے۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ شیخ مطری صاحب تدلیس فی المتن سے خوب کام لیتے ہیں، لہٰذا انھیں مدلسین کی صف میں کھڑا کیا جا سکتا ہے۔

میرے ایک پیارے دوست اور شاگرد تدلیس فی المتن کے انتہائی ماہر بلکہ امام فی التدلیس ہیں۔ شام ہو گئی مگر ہم ابھی راستے میں ہی تھے۔ ابو ہشام نے بتایا کہ ان کی نظر کچھ کمزور ہے جس میں رات کو اضافہ ہو جاتا ہے، لہٰذا گاڑی کی رفتار کم کرنا پڑی۔

عشاء سے پہلے ہم معبر شہر میں داخل ہو گئے۔ تہامہ کے برعکس یہاں کافی سردی تھی مگر حضرو (وادی چھچھ) کی سردی کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

میرے ایک پیارے دوست اور بھائی (لیکچرار) ابوانس محمد سرور گوہر صاحب کھڈیاں ضلع قصور کے رہنے والے ہیں۔ وہ جن دنوں حضرو میں مقیم تھے تو سردیوں میں تین تین رضائیاں اوپر نیچے ڈال کر سوتے تھے اور حضرو کی سردی کا بہت شدت سے شکوہ کرتے تھے۔ آج کل قصور کے ایک سرکاری کالج میں لیکچرار ہیں۔

معبر میں

معبر پہنچنے کے بعد ابو ہشام اور ابو عقیل نے دو یمنی موبائل چپیں (الشریحہ) خریدیں تاکہ یمن میں ٹیلیفون رابطوں میں آسانی رہے۔ ابو ہشام کے پاس انٹرنیشنل موبائل کی چپ تھی مگر وہ اسے بہت کم استعمال کر رہے تھے۔ اس کی کال انتہائی مہنگی تھی بلکہ آنے والی (Incoming) کال پر بھی معقول جرمانہ (Roaming charges) ادا کرنا پڑتا تھا۔

شیخ ابو نصر محمد بن عبد اللہ الامام معبر میں رہتے ہیں۔ آپ شیخ مقبل رحمہ اللہ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں۔ مغرب اور عشاء کی نماز اُن کی مسجد و مدرسہ میں پڑھیں۔ شیخ صاحب موجود نہیں تھے کسی دوسرے علاقے میں دعوت کے لئے گئے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور شیخ مقبل رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کی انتھک محنت کی وجہ سے یمن میں سلفی (اہلِ

حدیث) دعوت بڑی تیزی سے پھیلی ہے۔

شیخ مطری کی دو بیویاں ہیں جو علیحدہ علیحدہ گھروں میں رہتی ہیں۔ان کے دس سے زائد بچے بچیاں ہیں۔

کھانے پینے سے فارغ ہو کر ہم پانچوں ایک تنگ سے کمرے میں سو گئے۔کمرے کے ساتھ حمام منسلک تھا۔

سونے سے پہلے کچھ یمنی لڑکے ہمارے ساتھی ابو مالک سے ملنے آئے،جن میں سے ایک کا نام ساجد ہے یہ محمود بازلی کا بھائی ہے جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔ان شاءاللہ

صبح کی نماز ہم نے شیخ محمد الإمام کی مسجد میں پڑھی۔مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔قاری صاحب نے خوب لمبی قراءت کی تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ نماز باجماعت میں شامل ہو جائیں اور مسنون قراءت کا حق بھی ادا ہو جائے۔

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:"وكان يطول فى الأولى من صلاة الصبح ويقصر فى الثانية" اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صبح کی پہلی رکعت لمبی اور دوسری رکعت (اس کی بہ نسبت) مختصر پڑھتے تھے۔(صحیح بخاری:۷۵۹،صحیح مسلم:۴۵۱)

اس مدرسے میں ایک ہزار کے قریب طالب علم پڑھتے ہیں۔تقریباً ہر طالب علم اور ہر نمازی کی کمر سے خنجر لٹک رہا تھا۔ اسلحہ کی یمن میں فراوانی کے باوجود کوئی ناخوشگوار واقعہ ہمارے علم میں نہیں آیا۔

لوگ امن وسکون اور باہمی بھائی چارے کا بہترین ثبوت دے رہے تھے۔

یہاں شیخ توفیق البعدانی سے ملاقات ہوئی۔شیخ توفیق فقہ وعلوم اسلامیہ کے زبردست ماہر اور انتہائی متواضع وملنسار عالم دین ہیں۔

ابو مالک صاحب یہاں سے اپنے علاقے حضر موت کی طرف چلے گئے۔

صنعاء میں آمد

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم چاروں (راقم الحروف،ابو ہشام،ابو عقیل اور ابو ہشام کا چھوٹا بیٹا ہشام) معبر سے صنعاء کی طرف روانہ ہوئے۔صنعاء یمن کا دار الحکومت ہے اور پہاڑوں میں گھرا ہوا انتہائی خوبصورت شہر ہے۔

دو پہر کے قریب صنعاء میں مطعم الشام کے پاس پہنچے۔

یہاں ایک علم دوست نوجوان محمود بازلی سے ملاقات ہوئی جو کہ بہت ہی ملنسار اور مہمان نواز ہیں۔

وہ ہمیں اپنے کسی رشتہ دار کے گھر لے گئے۔جہاں تک یاد پڑتا ہے وہ ان کے ایک سگے بھائی کا گھر تھا۔

ابو ہشام نے اسے بتایا کہ ہماری دو پہر کی دعوت عمران شہر میں ہے،لہٰذا آپ دو پہر کے کھانے کا بندوبست نہ کریں۔محمود صاحب ہمارے لئے قسما قسم کے مشروبات اور پانی لے آئے۔

یہاں ہم نے کپڑے وغیرہ بدلے اور نماز پڑھی۔

صنعاء قدیم شہر ہے۔حدیث کی مشہور کتاب مصنَّف عبد الرزاق والے امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی (متوفی ۲۱۱ھ) اسی شہر کے باشندے تھے۔

امام عبد الرزاق کی بیان کردہ احادیث صحاحِ ستہ کی ساری کتابوں میں موجود ہیں۔عبد الرزاق الصنعانی سے پہلے امام ہمام بن منبہ بن کامل الصنعانی (متوفی ۱۳۲ھ) نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا،جو کہ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے مطبوع ومشہور ہے۔یہ حدیث کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے

اوراس کی ساری احادیث یقیناً صحیح ہیں۔والحمدللہ

سلطان العمرانی سے ملاقات

محمود بازلی سے اجازت لے کر ہم عَمران شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔صنعاء کے لمبے بازاروں سے گزرتے ہوئے شارع ستین پر آئے۔یمن کے صدر علی (بن) عبداللہ (بن) صالح کے قصر حکومت کے پاس سے گزرے۔عبدالمجید الزندانی کی یونیورسٹی (الجامعہ) دیکھی۔یہ وہی زندانی ہے جس کے بارے میں شیخ مقبل رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''إن الزنداني ضال مضل ملبس'' بے شک زندانی ضال (گمراہ) مضل (گمراہ کرنے والا، اور) ملبس (تلبیس کرنے والا) ہے۔

کافی دیر کے بعد صنعاء شہر سے نکلے۔اب راستے کے دونوں طرف پہاڑیاں ہی پہاڑیاں تھیں۔

ابو ہشام کا اپنے رشتہ دار سلطان سے موبائل پر رابطہ تھا۔عمران کے بجلی گھر کے پاس سلطان ہمارا منتظر تھا۔عصر سے کافی دیر بعد ہم عمران پہنچے۔سلطان اوراس کے ساتھی نے ہمارا استقبال کیا۔سلطان اوراس کا ساتھی کوئی چیز کھا رہے تھے جس کی وجہ سے ان کے مونہوں کی ایک طرف پھولی سوجی ہوئی تھی۔بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں ایک نشہ آور درخت ''قات'' کے پتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

سلطان کی گاڑی کے پیچھے ہم اپنی چھوٹی گاڑی میں روانہ ہوئے۔سڑکوں پر کتے بلیاں مرے پڑے تھے۔

کافی دیر کے بعد ہم سلطان کے گھر پہنچے۔قدیم زمانے کے اس گھر میں داخل ہوئے۔ایک بہترین قالین بچھے ہوئے کمرے میں ہمیں بٹھایا گیا۔

مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔میزبان کو جب معلوم ہوا کہ ہم نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تو فوراً گھر سے ہلکا سا ناشتہ نما کھانا لے آئے اور کہا: آپ کے لئے سپیشل کھانا پک رہا ہے۔یہ ہلکا سا کھانا کھا کر، نماز مغرب وعشاء پڑھ کر ہم سامنے والے کمرے میں سو گئے۔دونوں کمروں کے درمیان ایک حمام تھا۔جس کے لئے پانی باہر سے لانا پڑتا تھا۔

رات گیارہ بجے کے قریب سو کر اٹھے تو کھانا تیار تھا اور سلطان کے بہت سے رشتہ دار حاضر تھے۔سلطان نے سالم دنبہ ذبح کر کے بہترین طریقے پر بھنوا کر تیار کروایا تھا۔ سلطان وہاں ایک مقامی سکول میں ٹیچر (مدرس) ہے۔

کھانے پینے کے بعد سلطان نے ہمیں سبز رنگ کے پتوں کی ایک تھیلی پیش کی اور مطالبہ کیا کہ ہم اس سے ''شغل فرمائیں''، ہم نے پوچھا: یہ کیا ہے؟

سلطان نے کہا: یہ قات ہے۔

میں نے سلطان کو بتایا کہ قات کھانا جائز نہیں۔یہ نشہ آور ہے اور صحت کے لئے مضر بھی ہے۔سعودی علماء نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔اس شجرۂ خبیثہ پر سعودی عرب میں پابندی ہے۔بس یہ سمجھ لیں کہ یہ درخت تمباکو سے مشابہ ہے۔مگر تمباکو سے زیادہ ضرر رساں ہے۔تمباکو سے تو جراثیم کش دوائیں تیار ہو سکتی ہیں مگر اس درخت کا مصرف میرے علم کے مطابق صرف نشہ ہی نشہ ہے۔

شیخ محمد بن عبداللہ الإمام المعبری الیمنی وغیرہ نے اس قات کی حرمت (حرام ہونے) پر کتابیں لکھی ہیں۔

اس کے بعد میں سونے والے کمرے میں آ کر اپنے بستر پر لیٹنے کے لئے جھکا تو دیکھا کہ سلطان کا سب سے چھوٹا ایک سال کا بچہ آرام وسکون سے سویا ہوا ہے۔سلطان کو بلوا کر بچے کو گھر بھجوایا۔اس نے کوئی پیشاب نہیں کیا تھا۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنھیں اپنے گھر اور مستقل مسکن کے علاوہ دوسری جگہوں پر نیند نہیں آتی۔ مگر میں جہاں بھی جاؤں نیند کے وقت فوراً نیند آجاتی ہے۔ والحمدللہ

ابو ہشام اور ابو عقیل عمرانیوں سے مہمان خانے میں باتیں کرتے رہے۔

رات تین بجے کے قریب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ابو ہشام اور ابو عقیل کمرے میں اپنے اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہہ کر انھیں بتایا کہ تین بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔ وہ یہ سن کر بھی ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا: کیا آپ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے؟ میری یہ بات سن کر وہ سمجھ گئے اور چپ ہو کر سو گئے۔

صبح سوا پانچ بجے اذانِ فجر ہوئی تو میں نے اٹھ کر وضو کیا اور سلطان کے بھائی کے ساتھ مسجد گیا۔ سعودی عرب ہو یا یمن، یہ عرب لوگ صبح کی نماز اندھیرے میں ہی پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ حنفیوں اور پاکستان کے دیوبندیوں اور بریلویوں کی طرح خوب روشنی پھیلنے کا انتظار نہیں کرتے۔

تنبیہ: جس حدیث میں آیا ہے کہ صبح کی نماز خوب روشنی کر کے پڑھو، وہ اس حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ وفات تک صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھتے رہے ہیں، آپ نے دوبارہ خوب روشنی کر کے صبح کی نماز نہیں پڑھی۔ دیکھئے سنن ابی داود (باب فی المواقیت ح ۳۹۴ وھو حدیث حسن، وقال الالبانی ''حسن'')

صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد واپس ڈیرے پر آیا تو دیکھا کہ ابو ہشام اور ابو عقیل وضو کی تیاری کر رہے ہیں۔ دیر سے سونے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

ابو ہشام اور ابو عقیل نے نماز کے بعد دوبارہ آرام کیا۔

میں اور ہشام دوسرے کمرے میں سلطان کے رشتہ داروں کے پاس بیٹھ گئے۔ موسم کافی ٹھنڈا تھا۔ ہشام نے اپنے ماموں سلطان سے ایک خنجر لے کر اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔ اسے یہ خنجر بہت اچھا لگ رہا تھا۔

آٹھ بجے کے بعد ناشتہ کر کے ہم جبل یزید کی طرف روانہ ہوئے۔

جبل یزید میں

ابو ہشام کے دوسرے رشتہ داروں سے ملنے کے لئے عَمران سے جبل یزید کی طرف روانہ ہوئے۔ چٹیل پہاڑیوں کے درمیان سے گزر کر جب ہم مطلوبہ گاؤں میں پہنچے تو لوگوں نے ہوائی فائرنگ کر کے ہمارا استقبال کیا۔ اس ہوائی فائرنگ کو عربی زبان میں ''الدفرة'' کہتے ہیں۔ شیخ محمد بن عبداللہ الإمام اسے اسراف وغیرہ کی وجہ سے ناجائز وممنوع سمجھتے ہیں۔ دیکھئے ''تنویر الأبصار بما فی الرمایة من النافع والأضرار'' (ص ۱۱)

ابو ہشام اور ان کے بیٹے ہشام نے اپنے رشتہ داروں سے ملاقاتیں کیں۔ ہم نے کافی سفر کر کے پہاڑوں کے درمیان نیچے وادی میں پانی کا ایک چشمہ دیکھا۔

گاؤں میں ایک بہت ہی پرانی مسجد تھی۔ یہاں ابو ہشام نے اذان دی اور میں نے نماز پڑھائی۔

پھر دوپہر کا کھانا اکٹھے کھایا۔ انھوں نے بھی دنبہ ذبح کر کے پکایا تھا۔ یہ لوگ بھی ہاتھ دھونے کے لئے ایک بالٹی لائے۔

ان لوگوں سے بمشکل اجازت لے کر ہم واپس روانہ ہوئے۔ ایک جگہ چھوٹا سا چشمہ تھا۔ وہاں گاڑی کھڑی کر کے

پانی پیا۔ پھر سلطان وغیرہ کوالوداع کہہ کرعمران سے ہوتے ہوتے صنعاء پہنچے۔شام ہوچکی تھی۔ایک جگہ سے کچھ مالٹے اور کیلے خریدے۔ دیکھا کہ کالا انگور بھی موجود ہے۔ سنا ہے کہ کالا انگور صحت کے لئے بہت مفید ہے، لہٰذا کالا انگور بھی خریدا۔

طب کی ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے:

''کالے انگور کے سلسلہ میں ماہر پروفیسر کیز کی تحقیقات میں لکھا ہے۔ کہ اسے لگاتار استعمال سے دل کے امراض، کینسر و دوسرے پیچیدہ امراض سے ایک حد تک بچا جا سکتا ہے۔ پروفیسر کیز نے یہ تحقیقات امریکہ میں کیلیفورنیا کے ڈوس انسٹی ٹیوٹ میں ریسرچ کے دوران میں کی۔ کالے انگور میں زیادہ پایا جانے والا جوہر ہے ''اینٹی آکسی ڈینٹ''، انسانی جسم میں ''اینٹی آکسی ڈینٹ'' اور ''پرو آکسی ڈینٹ'' دونوں پائے جاتے ہیں۔ جب جسم میں ''پرو آکسی ڈینٹ'' کی مقدار بڑھ جاتی ہے تو جسم پر اس کا خطرناک اثر ہوتا ہے۔ نتیجہ میں جسم میں دل کے امراض سے متعلق امراض یا کینسر جیسی جان لینے والی بیماریاں پیدا ہو جانے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ جب کہ اینٹی آکسی ڈینٹ کی زیادہ مقدار بھی ہو تو اس کا کوئی نقصان دہ اثر نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ کالے انگور کا استعمال جسم میں اینٹی آکسی ڈینٹ کی مقدار کو بڑھائے گا۔ نتیجہ میں پرو آکسی ڈینٹ کی مقدار اپنے آپ کم ہو گی۔ اور انسانی جسم کئی خطرناک امراض کی گرفت میں جانے سے بچ جائے گا۔''

(تاج العقاقیر ج۸ ص۱۸۔۱۹)

ابو ہشام رات کو آہستہ آہستہ گاڑی چلاتے رہے۔ عشاء کے بعد جب ہم معبر پہنچے تو محمود بازلی سے ملاقات ہو گئی وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ ان کا گھر شیخ محمد الامام کے مدرسے کے قریب ہے، رات وہیں قیام کیا۔

میں نے ترغیب دلوا کر ابو ہشام وغیرہ کو جلدی سونے پر آمادہ کر لیا، لہٰذا ہم دس بجے سے کچھ پہلے ہی سو گئے۔ رات کے آخری پہر وتر پڑھے۔ انتہائی سکون محسوس ہو رہا تھا۔ ابو ہشام بھی آخری پہر اٹھ گئے اور تہجد کی چند رکعتیں مع وتر پڑھیں۔ صبح کی نماز شیخ محمد الامام کے مدرسے میں پڑھی، پھر واپس آ کر محمود صاحب کے گھر میں ناشتہ کیا تو ہم خوب تازہ دم ہو گئے تھے۔

شیخ محمد بن عبداللہ الامام

دس بجے کے قریب ہم شیخ محمد کی لائبریری میں ان کی کتابیں دیکھ رہے تھے۔ بہت بڑی اور لمبی لائبریری ہے اتنی لمبی اور کھلی، شخصی لائبریری میں نے نہیں دیکھی۔

یہ معلوم ہو چکا تھا کہ شیخ محمد بن الامام دعوتی دورے سے واپس آ چکے ہیں۔ شیخ مطری سے بھی صبح کے وقت ملاقات ہو چکی تھی۔ وہ ہمارے ساتھ مکتبے میں موجود تھے۔

لائبریری کے ساتھ منسلک ایک کمرہ تھا جس میں شیخ محمد الامام بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب کے ایک شاگرد آئے اور ہمیں شیخ صاحب کے پاس لے گئے۔

محمد الامام چالیس سال کے لگ بھگ ہیں۔ ان کی کمر کے ساتھ بھی ایک بڑا خنجر بندھا ہوا تھا۔ انھوں نے پرتپاک طریقے سے ہمارا استقبال کیا۔ تعارف کے بعد ابو ہشام نے انھیں کچھ عطور وغیرہ کے تحفے دیے۔ انھوں نے ہمیں زمزم کا پانی پلوایا اور اپنی چند کتابیں تحفہ دیں۔

۱: التنبيه الحسن في موقف المسلم من الفتن .

۲: تحذير أهل الإيمان من تعاطى القات والشمة والدخان .

۳: الأخطاء المتعددة في حج المرأة المتبرجة.
ان کے علاوہ دو کتابیں محمود بازلی نے تحفہ دیں:
۴: تحذیر المسلمین من الغلو فی قبور الصالحین .
۵: تنویر الأبصار بما فی الرمایۃ من المنافع والاضرار .
ان سب کتابوں کے مصنف ابونصر محمد بن عبداللہ الامام ہیں۔

محمد بن الامام سے ملاقات کے بعد ہم واپس مکتبے میں آئے اور بعد میں ظہر کی نماز مدرسے والی مسجد میں پڑھی۔ نماز کے بعد شیخ صاحب نے تفسیر اور حدیث کا درس دیا۔ سوال جواب بھی ہوئے۔

اس کے بعد طالب علموں سے سابقہ درسِ حدیث کی سند اور متن کے بارے میں پوچھا۔ طالب علموں نے اچھے طریقے سے سند و متن سنا دیا۔ معلوم ہوا کہ طالب علم خوب محنت کرتے ہیں۔ شاگرد اگر سبق اچھے طریقے سے یاد رکھے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کا استاد محنت اور شوق سے پڑھاتا ہے اور شاگرد بھی اِدھر اُدھر کی سرگرمیوں میں مصروف نہیں رہتا بلکہ اپنے آپ کو سبق تک ہی محدود رکھتا ہے۔ نالائق لڑکے فضول کاموں اور سیاسی وحزبی سرگرمیوں میں اندھا دھند لگے رہتے ہیں، اسباق یاد کرنے کے لئے اُن کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ مگر اساتذہ، نظامِ مدرسہ اور کھانے پینے کے بارے میں اُن کی تنقیدی زبانیں بہت تیز چلتی ہیں۔ ایسے طالب علموں کے لئے سوائے ناکامی کے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ درس ختم ہونے کے بعد ہم محمود صاحب کے گھر آئے۔

ظہر کے بعد محمود بازلی نے انتہائی پر تکلف کھانا تیار کر رکھا تھا۔ جس میں شیخ محمد الامام، شیخ توفیق البعدانی اور بہت سے لوگ مدعو تھے۔ شیخ کا باڈی گارڈ کلاشن کوف لئے چاک وچوبند کھڑا تھا۔

کھانے کے بعد شیخ محمد الامام فوراً چلے گئے وہ وقت کے بہت پابند ہیں۔

وقت کی پابندی انسان کے سچا اور صاحبِ اصول ہونے کی (دلیلوں میں سے ایک) دلیل ہے۔ بہت سے لوگ وقت کی پابندی نہیں کرتے مثلاً: بعض ''نمازی'' ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز شام کے وقت پڑھتے ہیں۔ بعض علماء، قراء اور واعظین حضرات شرعی عذر کے بغیر ان مجالس وجلسہ گاہوں میں نہیں پہنچتے جن میں حاضری کے بارے میں وہ پکا وعدہ کر چکے ہوتے ہیں۔ امکان غالب یہی ہے کہ وعدہ خلافی کے وقت وہ ((و إذا وعد أخلف)) ''اور جب (منافق) وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔'' والی حدیث بھول جاتے ہیں۔

عصر کے بعد بھی شیخ صاحب نے حدیث کا درس دیا۔ مسجد طالب علموں سے بھری ہوئی تھی۔

اس مجلس میں بھی طالب علموں نے زبانی حدیثیں سنائیں۔ شیخ محمد الامام نے اسانیدِ حدیث کے راویوں کے حالات بیان کئے۔ وہ خوب محنت کر کے پڑھاتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ ان کا مدرسہ طالب علموں سے بھرا رہتا ہے۔ یمن میں چاروں طرف اُن کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں، شیخ مقبل رحمہ اللہ کے بعد تدریسی میدان میں اُن کے شاگرد محمد الامام کا بڑا مقام ہے۔

اب ہم شمالی یمن کے شہر صعدہ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں شیخ مقبل بن ہادی رحمہ

اللہ کے پاس ہزاروں طالب علم پڑھتے تھے۔

آج کل ان کی مسندِ تدریس پر شیخ یحیٰ الحجوری بیٹھے ہوئے ہیں۔

شیخ یحیٰ سے میرا فون پر رابطہ رہا ہے۔

شمال میں ہی شیعوں کا زیدی فرقہ بھی آباد ہے۔ چند مہینے پہلے ان زیدیوں کے شیخ سید حسین الحوثی نے حکومت یمن کے خلاف بغاوت کی تھی۔ جس میں کافی قتل وقتال ہوا۔ حکومت نے کئی مہینوں کی محنت کے بعد اس بغاوت پر قابو پایا اور حسین الحوثی (زیدی شیعہ) مارا گیا۔

یہ رات ہم نے دوبارہ محمو بازلی کے گھر میں گزاری، صبح جب شیخ مطری آئے تو معلوم ہوا کہ ابوہشام کا جو موبائل ان کے پاس تھا وہ چوری ہوگیا ہے۔ ابوہشام کی انٹرنیشنل چپ (الشریعہ) میرے پاس تھی، لہٰذا وہ بچ گئی۔

صبح سویرے ہم معبر سے صنعاء کی طرف روانہ ہوئے، صنعاء پہنچ کر ناشتہ کیا۔ شیخ مطری بھی ہمارے ساتھ تھے۔ یمنی انداز میں بھنی ہوئی کلیجی کا یہ بہترین ناشتہ تھا، اس قسم کی غذائیں ابوہشام کو خوب پسند ہیں۔ ناشتے سے فارغ ہوکر صعدہ کی طرف شمال میں روانہ ہوگئے۔ راستے میں عمران کا شہر آتا ہے۔ سلطان سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ ابوہشام کے بہت سے رشتہ دار دوبارہ جمع ہوگئے تھے، وہ اصرار کر کے ہمیں روکنا چاہتے تھے مگر ہم نے معذرت کر لی، ہم جلدی صعدہ پہنچنا چاہتے تھے، لہٰذا ان سے فارغ ہوکر ہم صعدہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

دور دور تک آبادی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ ایک جگہ راستہ بھول کر ہم کافی دور نکل گئے۔ اصحاب الجنۃ (غار والوں) کے علاقے کے قریب سے گزرتے ہوئے، پھر پوچھتے پوچھتے صعدہ کی سڑک پر واپس آئے۔ ☆

ابوہشام بہت تیزی سے گاڑی چلا رہے تھے۔ ہمارا پروگرام یہ تھا کہ شیخ یحیٰ الحجوری سے ملاقات کر کے ایک گھنٹے کے اندر اندر واپس لوٹیں گے۔ ان شاء اللہ

راستے میں بعض چھوٹے چھوٹے گاؤں بھی آئے۔ ایک جگہ ہم بشری ضروریات کے لئے رکے، یہاں اہلِ سنت (یعنی اہلِ حدیث) کی ایک مسجد تھی وہاں کے لوگ شیخ مطری کو پہچانتے تھے اور زیدی شیعوں کے سخت مخالف تھے۔ اُن میں سے ایک نے تو میرے سامنے زیدیوں کی تکفیر کردی۔ حاجاتِ ضروریہ سے فارغ ہوکر ہم دوبارہ سوئے منزل روانہ ہوگئے۔ ظہر سے کافی دیر بعد ہم صعدہ کے قریب پہنچے، ایک پٹرول پمپ سے گاڑی میں پٹرول ڈلوایا۔ یمن میں سعودیہ کی بہ نسبت پٹرول سستا ہے۔

چیک پوسٹ پر

صَعدہ شہر کی چیک پوسٹ پر فوجی (عسکری) نے ہمیں روکا اور پاسپورٹ طلب کئے تو ابوہشام نے اپنا، اپنے بیٹے، میرا اور ابوعقیل کا، چاروں پاسپورٹ اس کے حوالے کر دیے۔ شیخ مطری کا یمنی اقامہ اور پاسپورٹ ان کے گھر رہ گیا تھا، لہٰذا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا، یہ فوجی اپنے افسر کے پاس چلا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد فوجی واپس آیا تو (اُس نے عربی میں) کہا: ''آپ میرے ساتھ مکتب الجوازات (Passport

☆ طبع اول میں اصحابہ الجنۃ کی جگہ غلطی سے ''اصحاب کہف'' چھپ گیا تھا۔ باغ والے (جن کا باغ آسمانی عذاب سے تباہ کردیا گیا تھا) یمن کے علاقے ضوران میں رہتے تھے۔ دیکھئے کتاب اطلس القرآن (ص ۲۶۵ طبع دارالسلام ریاض)

Office) چلیں۔ چار پانچ منٹ کی تحقیق کے بعد آپ چلے جائیں گے۔''

چونکہ ہمارے کاغذات مکمل تھے اور پاسپورٹوں پر ویزہ اور انٹری لگی ہوئی تھی (سعودیوں کے لئے یمن کا ویزہ ضروری نہیں، بس انٹری ضروری ہوتی ہے) لہٰذا ہم مطمئن تھے۔ وہ ایک ایسی چاردیواری (والی) عمارت میں ہمیں لے گیا جس کا دروازہ بند تھا اور باہر فوجی کھڑا تھا۔ اس چاردیواری کے اندر ایک عمارت کے پاس ہمیں پہنچایا گیا، چونکہ عصر ہو چکی تھی اور ہم نے ابھی تک ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی، لہٰذا ہم نے ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ زمین پر ہم نے اپنا سفری کمبل بچھا لیا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہم نے ابھی تک دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تھا۔

فوجی ہمیں اندر ایک جگہ لے گئے جہاں بہت اونچی عمارت تھی اور دیواروں پر لوہے کی کانٹوں والی تاریں لگی ہوئی تھیں۔ فوجیوں نے کہا: ''آپ پانچوں اب جیل میں ہیں''

ابو ہشام نے بہت شور مچایا کہ ہمارے کاغذات صحیح ہیں، آپ لوگ کیوں ہمیں جیل میں بند کر رہے ہیں؟

مگر اس کی ایک نہ سنی گئی۔

اب ہم پانچوں بشمول ننھے ہشام جیل میں بند ہو چکے تھے۔ ہمارے موبائل ہم سے چھین لئے گئے تھے۔ آزاد دنیا سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ ہمارے رشتہ داروں، دوستوں اور متعلقین میں سے کسی کو بھی ہماری اس حالت کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ ایسے کنویں میں ہمیں پھینک دیا گیا تھا جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں سلاخوں کے پار دوسرے قیدیوں کے پاس پہنچا دیا گیا مگر اس سے پہلے کیا ہوا؟ اس کی تفصیل بھی سن لیں۔

عشاء تک ہم اسی جگہ رہے۔ جیل کا مدیر (سپر انٹنڈنٹ/ داروغہ) احمد الیافعی الیمنی ہمیں باری باری اپنے افسروں کے پاس لے جاتا رہا جہاں ہمارے انٹرویو لئے گئے۔ مختلف قسم کے سوالات کئے گئے مثلاً:

❶ آپ کتنے ساتھی آئے ہیں؟
❷ یہاں صعدہ میں آپ کس کو پہچانتے ہیں؟
❸ شیخ مطری سے آپ کی ملاقات کہاں ہوئی ہے؟
❹ کیا آپ شادی شدہ ہیں؟
❺ اگر شادی شدہ ہیں تو کتنے بچے ہیں؟
❻ آپ یہاں صعدہ میں کیوں آئے ہیں؟ کس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟

میرا انٹرویو سب سے آخر میں لیا گیا تھا۔ میں نے ایک افسر کو دوسرے افسر سے یہ کہتے سنا کہ ان کے بیانات ایک جیسے ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔

میں نے انھیں کہا: آپ لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے؟ جس کا قیامت کے دن آپ کو حساب دینا پڑے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی کونہ ہو، جیل کے حکام پر مظلومین کی آہ و بکا بے اثر ہوتی ہے۔ ابوغریب جیل کی داستانیں دوہرانے والے اپنی آخرت اور اللہ کی پکڑ سے بے خوف رہتے ہیں۔ کوئی مرے یا جئے، انھیں کیا پروا ہے۔

انسانوں کو جانوروں کی طرح پنجروں میں بند کرنے اور اُن کو مختلف قسم کے عذاب اور تکلیفیں دے دے کر اُن کے ننگے فوٹو بنانے والے ان ظالموں کو وحشیانہ خوشی ہوتی ہے۔

کاغذات پر انھوں نے وجۂ حراست ''الاشتبــاہ'' (شبہ) لکھی۔

انھیں یہ شبہ تھا کہ شیخ ابو ہشام منصور چونکہ امیر تاجر ہیں لہٰذا وہ سعودیہ سے یمن آکر مدرسوں کو رقم دیتے ہیں اور تنظیموں کی مالی امداد کرتے ہیں۔

باہر کے لوگوں کا مدرسوں کی امداد کرنا، ان لوگوں کے نزدیک بڑا جرم تھا۔

ابو ہشام نے خوب قسمیں کھائیں اور بتایا کہ ''میں مدرسوں کی امداد نہیں کرتا۔ میں تو یمن اپنے رشتہ داروں سے ملاقات، سیر اور بڑے شیوخ کی زیارت کے لئے آیا ہوں'' یہ ساری گفتگو رائیگاں گئی۔

عشاء کے قریب فوجیوں نے ہماری تصاویر لیں۔ اور ہمیں سلاخوں کے پار، قیدیوں کے پاس، جیل میں پہنچا دیا۔

یہ بدھ کا دن تھا۔ (۸/ دسمبر ۲۰۰۴ء)

ہمارے تمام سامان سے ہمیں محروم کر دیا گیا تھا۔

ہمارے پاس دو موبائل تھے:

① شیخ مطری والا جس میں ابو ہشام کے موبائل کی چپ (SIM) ڈالی گئی تھی۔

② ابوعقیل والا۔

ان دونوں موبائلوں پر فوجیوں نے جیل میں داخل ہونے سے پہلے ہی قبضہ کر لیا تھا۔ دنیا سے ہمارا مکمل طور پر رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔

جیل میں موجود قیدیوں نے ہمارا استقبال کیا۔ ان قیدیوں میں شیعہ بھی تھے اور اہلِ سنت بھی تھے۔

جیل میں

ہمیں سیاسی جیل میں رکھا گیا تھا۔ یہاں بہت سے زیدی شیعہ بھی قید تھے اور کئی اہلِ سنت بھی بند تھے۔ چند مہینے پہلے سید حسین الحوثی (زیدی شیعہ) جو حکومت کے خلاف ایک بغاوت میں مارا گیا تھا۔ اس کا بیٹا، بھائی اور پیروکار اسی جیل میں موجود تھے۔

شیخ مطری، ابوعقیل اور بچہ ہشام ذرا بھی پریشان نہیں تھے مگر ابو ہشام بہت پریشان اور جذباتی (عصبی) ہو گئے تھے۔

ابو ہشام کی تیزی کی وجہ سے ایک دفعہ جیل کا داروغہ: احمد الیافعی اور اس کے ماتحت فوجی ڈنڈے لے کر ابو ہشام کو پیٹنے کے لئے آ گئے تھے بڑی مشکل سے ان کا غصہ ٹھنڈا کیا گیا اور ابو ہشام کو سمجھایا کہ آپ صبر کریں۔

چونکہ ہم نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا، لہٰذا شیخ مطری نے فوجیوں کو ایک ہزار یمنی ریال دے کر باہر سے کھانا منگوایا۔

انتہائی بے کار قسم کا کھانا آیا جو کہ دو تین سو یمنی ریالوں کے برابر بھی نہیں تھا۔ باقی ساری رقم فوجیوں کی جیب میں چلی گئی تھی، جیل کی دنیا کا یہی دستور ہے۔

شیخ مطری کے علاوہ ہم سب پہلی دفعہ جیل میں پہنچے تھے۔ آزادی کی قدر و قیمت کا احساس جیل جا کر ہوا، ہم نے

منگوایا ہوا کھانا بمشکل کھایا اور اس امید پر سو گئے کہ ان شاء اللہ کل صبح رہائی مل جائے گی۔

یہ ظاہر ہے کہ نیند کانٹوں پر بھی آہی جاتی ہے۔ ہمیں ایک انتہائی تنگ کوٹھری دی گئی تھی جو تقریباً 3x2 میٹر لمبی اور چوڑی تھی، اس کوٹھری میں ہم پانچ آدمی تھے۔ اسے یمنی عربی میں ''زنزانه'' کہتے ہیں۔

انتہائی سردی، میلے کچیلے بستر ے اور گندا کمبل، یہ اس ''زنزانہ'' کی کل کائنات تھی۔ صعدہ کی سردی نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

ابو ہشام اور ان کا بیٹا، دونوں اکٹھے لیٹ گئے۔ شیخ مطری، ابو عقیل اور راقم الحروف پانچوں اسی کوٹھری میں سکڑے ہوئے تھے۔ دروازہ چونکہ اندر کی طرف کھلتا تھا، لہٰذا باہر جانے کے لئے ابو عقیل کو بیدار کرنا ضروری تھا۔

رات کے آخری پہر آنکھ کھلی۔ جیل کے اندر کوٹھریوں کی قطار کے آخر میں دو حمام بنے ہوئے تھے جن کے دروازے اندر سے بند نہیں ہو سکتے تھے۔

وضو کر کے جیل کی گلی میں اللہ کے دربار میں کھڑا ہو گیا۔ پاؤں کے نیچے مختصر سا میلا کچیلا کمبل بچھا لیا۔ سبحان اللہ! کیا عجیب منظر تھا۔ رات کے اسی پہر رب العالمین آسمانِ دنیا پر نازل ہو کر اپنے بندوں سے فرماتا ہے:

((مَنْ يَدْعُونِي، فَأَسْتَجِيبَ لَهُ، مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ، مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ))

''کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے دوں؟ کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگے تو میں اسے معاف کر دوں؟''

(صحیح البخاری: ۱۱۴۵، واللفظ لہ، وصحیح مسلم: ۷۵۸)

حقیقت ہے نماز پڑھنے اور اللہ کے سامنے گڑگڑانے کا جو مزہ اس جیل میں آیا، اس کا تصور بھی آزادی کے عام دنوں میں محال ہے۔

صباح المسجونین

صبح کی اذان کے وقت قیدی اٹھ کھڑے ہوئے۔ شیخ احمد مطری نے صبح کی نماز پڑھائی۔ امام اور مقتدی تنگ گلی کی وجہ سے ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔ یہاں جیل میں مسجد اور دو صفوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نماز کے بعد شیخ مطری نے بہترین درس دیا۔ وہ انتہائی دلیر اور بہترین واعظ ہیں۔

تمام اہل سنت قیدیوں نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ جن میں عبید بن شداد الیمنی ایک نوجوان بھی تھا جو اس وجہ سے قید تھا کہ اس نے لیبیا کے ایک باشندے کی مہمان نوازی کی تھی۔ مظلوم مسلمانوں کے لئے زمین تنگ کر دی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان مہمان کی مہمان نوازی کر بیٹھے تو یہ بھی ان لوگوں کے نزدیک ''جرمِ عظیم'' ہے۔

زیدی شیعوں نے علیحدہ اذان دے کر علیحدہ نماز پڑھی۔ میں نے اپنی زندگی میں پہلا عجیب منظر دیکھا تھا۔ ایک زیدی نے قبلہ سے منہ پھیرے ہوئے، چلتے چلتے اذان کہی تھی جس میں " حي علی خير العمل " کے الفاظ بھی تھے، لیکن "أشهد أن عليًا ولي الله " الخ وغیرہ الفاظ بالکل نہیں

تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ بدعت علاقائی ہوتی ہے۔

ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو (نمبر ۴ص ۸، ۹ستمبر ۲۰۰۴ء) میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قبلہ رخ اذان دینے پر اجماع ہے۔ اس سے مراد اہلِ سنت کا اجماع ہے۔ امام ابوالعباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم السراج النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۳ھ) نے فرمایا: ''حدثنا زياد ابن أيوب : ثنا يعلى بن عبيد و حدثنا أبو عوف : ثنا أبو نعيم قالا : ثنا مجمع بن يحي قال : كنت مع أبي أمامة بن سهل وهو مستقبل المؤذن و كبر المؤذن و هو مستقبل القبلة و قال : الله أكبر الله أكبر اثنين . . . '' مجمع بن یحییٰ نے فرمایا: میں (سیدنا) ابوامامہ بن سہل (صحابی رضی اللہ عنہ) کے پاس تھا، آپ مؤذن کی طرف رخ کئے ہوئے تھے۔ مؤذن نے قبلہ رخ ہوکر (اذان کی) تکبیر کہی: اللہ اکبر اللہ اکبر، دو (دو) دفعہ کہا۔ الخ

(مسند السراج قلمی ص ۲۳ب، مطبوع ص ۵۲ ح ۶۱)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(وقال الشیخ ارشاد الحق الاثری حفظہ اللہ: اسنادہ صحیح)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی قبلہ رخ اذان کہنے کے قائل تھے اور اسے ہی برقرار رکھتے تھے۔

اذان کے بعد ان شیعوں نے ہاتھ چھوڑتے ہوئے عجیب وغریب نماز پڑھی تھی۔ حسین الحوثی کے یہ ساتھی یمنی حکومت کی تکفیر کرتے ہوئے اپنے آپ کو اہلِ ایمان کے اعلیٰ درجے پر فائز سمجھتے تھے۔

نماز کے بعد اہلِ سنت قیدیوں سے تعارف ہوا۔ بعض اسلحے کے غیر قانونی کاروبار میں ملوث تھے اور بعض دوسرے سیاسی جرائم میں بند تھے۔ دنیا میں ان کا پرسان حال کوئی نہیں تھا، سوائے ان ملاقاتیوں کے جو بقول ان کے کبھی کبھار ''تشریف'' لاتے تھے۔

زیدی شیعہ اور روافض

زیدی شیعوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ اپنے آپ کو زیدی کہنے والے کٹر رافضی عقائد رکھتے تھے۔

عذابِ قبر کے علانیہ منکر تھے۔ جبلر احمد الیافعی نے ایک دفعہ شیخ مطری کا ان رافضیوں سے عذابِ قبر پر مناظرہ بھی کروایا۔

عذابِ قبر کے سلسلے میں مجھے یاد آیا کہ قمر احمد عثمانی (دیوبندی) کی تصدیق کے ساتھ ایک کتاب ''عذابِ قبر'' چھپی ہے۔ (شائع کردہ: قرآنک سنٹر راولپنڈی)

محمد امتیاز عثمانی (عذابِ قبر کے منکر) نے اس کتاب میں لکھا ہے: ''یہاں کفار کا یہ کہنا کہ ''کس نے اُٹھا دیا ہمیں ہماری خواب گاہ سے'' واشگاف انداز میں ظاہر کر رہا ہے کہ اپنی قبروں میں چین کی نیند سوئے ہوئے تھے اور کسی عذاب قبر وغیرہ میں مبتلا نہ تھے ورنہ ''یا ویلنا'' ''خرابی ہماری'' کے الفاظ ہرگز نہ کہتے۔'' (عذابِ قبر ص ۳۰)

حالانکہ مرقد کا ایک معنی قبر بھی ہے۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۶۵۵)

صحیح بخاری میں ہے کہ ''مرقدنا : مخرجنا'' ہمارے مرقد سے (یعنی) ہمارے مخرج سے۔

(قبل ح ۴۸۰۲، کتاب التفسیر سورۂ یٰسٓ)

مخرج: نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ (القاموس الوحید ص ۴۲۳)

یعنی لوگ اپنی اپنی قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔

(دوسرا قول) حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) لکھتے ہیں: ''قال المفسرون : إنما قالوا هٰذا لأن الله تعالٰی رفع عنهم العذاب فیما بین النفختین.''

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ (کافر لوگ) اس لئے یہ بات کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نفخۂ اولیٰ (کائنات کی تباہی، قیامت) اور نفخۂ ثانیہ (مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے) کے درمیان لوگوں پر عذاب موقوف کر دے گا۔ (زاد المسیر ج ۷ ص ۲۵)

اس آیت سے یہ مطلب کسی مفسر نے نہیں نکالا کہ کافر لوگ اب آرام وچین سے اپنی قبروں میں سوئے ہوئے ہیں، ان پر کوئی عذاب نہیں ہوتا۔ یہ مطلب تو امتیاز نے اپنی طرف سے گھڑ کر بیان کر دیا ہے، غالباً اُسے کافروں سے ہمدردی کا بہت شوق ہے۔

زیدی شیعوں کی طرح ڈاکٹر مسعود عثمانی اور بعض دیوبندی حضرات بھی عذابِ قبر کے منکر ہیں۔

یہ زیدی شیعہ استوء الرحمٰن علی العرش کا انکار کرنے والے اور صحیح احادیث کے سخت خلاف اور منکر تھے۔ ایک سے میری ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ ہم ابوبکر اور عمر کو رضی اللہ عنہ نہیں کہتے۔ میں سخت ناراض ہوا اور اسے فضیلتِ شیخین کی آیات واحادیث سنائیں تو وہ اٹھ کر اپنی کوٹھری میں چلا گیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بالتواتر ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں، پھر عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما (دیکھئے صحیح البخاری: ۳۶۷۱)

یہ حدیث شیعوں کی کتابوں میں بھی ہے۔

دیکھئے کتاب الشافی لعلم الہدیٰ (ج ۲ ص ۴۲۸ بحوالہ الشیعہ واہل البیت ص ۱۰۳)

اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے۔ دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر (ص ۲۰۳)

حسین الحوثی کا سولہ سترہ سال کا بیٹا ان عقائد سے دور تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کا باپ (حسین الحوثی) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا دفاع کرتا تھا اور انھیں ''ام المومنین'' اور ''رضی اللہ عنہا'' کہتا تھا۔

ہم جب اس لڑکے سے باتیں کرتے تو اس کے شیعہ ساتھی آ کر اسے لے جاتے تھے۔ یہ لڑکا اس غار میں اپنے باپ حسین الحوثی کے ساتھ تھا جس میں اس کا باپ آخری معرکے میں مارا گیا تھا۔

حوثی کے بھائی اور دیگر پیروکار بھی قید تھے۔

پرانے زیدیوں کے عقائد اور ہیں اور جدید زیدیوں کے عقائد ان کے سراسر برعکس ہیں۔ جدید زیدیوں کی اکثریت نے رافضی مذہب کے عقائد اپنا لیے ہیں، حالانکہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے رافضیوں کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''بریٔ الله ممن تبرأ من أبي بکر و عمر'' اللہ اس شخص سے بری ہو جائے جو شخص (سیدنا) ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) پر تبرا کرے۔

(فضائل الصحابہ للامام احمد ۱/۱۶۰ ح ۱۴۳، وسندہ صحیح)

جمعرات کا دن تھا اور یمن میں سرکاری چھٹی تھی۔ ہمیں

بتایا گیا کہ آپ جیل سے جلدی باہر نہیں نکل سکتے۔ ابو ہشام نے بار بار مدیر السجون (جیل کے سپرانٹنڈنٹ) سے ملاقات کا مطالبہ کیا مگر انھیں بتایا گیا کہ جمعرات اور جمعہ چھٹی کی وجہ سے مدیر سے ملاقات ممکن نہیں۔

دوپہر کو اُبلا ہوا سفید لوبیا اور سموسہ ٹائپ روٹیاں لائی گئیں، لوبیے میں نہ گھی تھا اور نہ مرچیں۔ ہشام اور ابو ہشام نے کھانا نہیں کھایا بلکہ باہر سے کھانا منگوایا۔ یہ کھانا بھی شبِ اول کی طرح کھانے کے قابل نہیں تھا اور انتہائی مہنگے داموں منگوایا گیا تھا۔

پاکستان کی جیلوں میں جو پانی دال ملتی ہے، یہ سالن بھی ویسا ہی یا اس سے بھی بدتر تھا۔ سیکولر دنیا میں جیلوں کا قانون اور نظام ایک ہے۔ قیدیوں کو عادی اور پکا مجرم بنا کر باہر آزاد دنیا میں بھیجنا جیل کی انتظامیہ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔!

اس تمام مصیبت میں ہشام لڑکا ثابت قدم رہا۔ وہ پیاری پیاری باتیں کرتا، کبھی قرآن کی تلاوت کرتا اور کبھی احادیث سناتا۔ وہ بہت اچھے طریقے سے سعودی لہجے میں قرآن پڑھتا تھا۔ ہم سب اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ شیخ مطری کے دروس جاری تھے۔ تہجد کا اہتمام بھی خلوصِ نیت سے ہو رہا تھا۔

عصر کی نماز دو رکعتیں قصراً باجماعت پڑھی، پھر شام ہوئی تو شام کی نماز کے بعد وہی لوبیا دال والا کھانا لایا گیا جسے سوائے ہشام کے ہم سب نے بشمول ابو ہشام کھایا۔

عبید بن شداد نے مرچوں والا کیچ اپ منگوا رکھا تھا۔ ہمیں یہ کیچ اَپ دیا جس کے ساتھ کھانے میں کچھ مزہ پیدا ہوا۔

عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد خوب باتیں ہوئیں۔ عبید نے بتایا کہ اس نے شیخ یحییٰ الحجوری سے سنا ہے کہ (تـنـخـع علیه) ابوالحسن المأربی پر تھوکنا چاہئے۔

ابوالحسن المأربی المصری الیمنی، شیخ البانی رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں سے ہے۔ کئی کتابوں کا مصنف ہے اور مأرب یمن میں ایک مدرسہ چلا رہا ہے۔

بہت سے یمنی علماء اور تقلیدی سلفیوں کے امام شیخ ربیع المدخلی اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ شیخ احمد المطری الیمنی کی تحقیق میں یہ سب لوگ مخالفت میں غلو کرتے ہیں اور حد سے گزر چکے ہیں۔

جمعہ کا دن

عشاء کے بعد ہم سو گئے، صبح سب ساتھیوں نے نمازِ تہجد پڑھی اور رو رو کر اللہ سے دعائیں مانگیں۔ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورۃ السجدہ اور سورۃ الدھر پڑھنا مسنون ہے۔ میں نے صبح کی نماز پڑھائی تو یہ دونوں سورتیں نماز میں پڑھیں۔

جمعہ کے دن جیل میں نماز جمعہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہوا تو ترجیح اسے دی گئی کہ نمازِ ظہر پڑھی جائے۔

ظہر کے وقت زیدی شیعوں کے بعض ملاقاتی ان سے ملنے آئے جو جاتے وقت انھیں سگریٹ، قات اور نسوار (شمہ) دے گئے تھے۔

شیعہ حضرات ایک کونے میں بیٹھ کر قات (نشہ آور

پتوں) سے لطف اندوز ہونے لگے۔ ان کے قریب سگریٹ کی بدبو نے ماحول کو گھیر رکھا تھا۔ میں قرآن پاک کی اپنی منزل جمعرات سے دھرا رہا تھا۔ بارہ پارے زبانی پڑھ لئے۔ والحمدللہ

ہشام کا دل بہلانے کے لئے عبید نے قینچی سے بندھا ہوا دھاگا نکالنے کا کھیل دکھایا۔ اس طرح اس نے ہشام کے ساتھ ناک کان پکڑنے والا کھیل کھیلا، ہشام بہت خوش تھا۔ عبید اپنی ناک پر انگلی رکھ کر فوراً کہتا: " امسك الأذن " یعنی کان پکڑو۔

تو ہشام اپنی ناک پکڑ لیتا، کیونکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ عبید نے اپنی ناک پکڑی ہے۔

میں نے ہشام کو دو ہاتھوں کے ساتھ چادر کو گانٹھ دینے والا کھیل سمجھایا۔

عصر سے لے کر مغرب تک سب ساتھیوں نے خوب دعائیں مانگیں۔ جمعہ کے دن عصر سے مغرب تک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔

دیکھئے سنن ابی داود (۱۴۰۸) اور نیل المقصود

ہم نے دعاء اللهم والحزن خاص پڑھی۔ اس دعا کے الفاظ درج ذیل ہیں:

" اللهم إني عبدك وابن عبدك وابن أمتك، ناصيتي بيدك، ماض في حكمك، عدلٌ في قضاءك، أسألك بكل اسم هو لك، سميت به نفسك أو علّمته أحدًا من خلقك أو أنزلته في كتابك أو استأثرت به في علم الغيب عندك، أن تجعل القرآن ربيع قلبي ونور صدري وجلاء حزني وذهاب همي" (مسند الامام احمد ۱/۳۹۱ ح ۳۷۱۲ وسندہ حسن، یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ رجوع کے لیے دیکھئے حصن المسلم طبع مکتبہ اسلامیہ)

مغرب کے بعد شیخ مطری نے درس دیا جس میں زیدی رافضیوں پر بادلیل رد کیا تو زیدی حضرات سخت مشتعل ہو گئے اور نعرے لگانے لگے۔ شیخ مطری ثابت قدم رہے اور ان نعروں کا بادلیل جواب دیا۔ ہم شیخ کے ساتھ تائید میں کھڑے تھے تو زیدیوں نے کہا کہ وہ احمد الیافعی (جیلر) سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ انھیں دوسری جیل میں منتقل کیا جائے ورنہ جھگڑا ہو جائے گا۔ جھگڑے کا سخت امکان تھا، کافی دیر بعد یہ معاملہ سرد ہوا۔

عشاء کے بعد ہم سو گئے۔ رات تقریباً ایک بجے یمنی فوجی ایک عراقی کو پکڑ کر لائے جس کے پاس کینیڈین پاسپورٹ تھا۔

وہ ویزہ پر یمن آیا تھا۔ اس کی نومسلم بیوی اور بچے بھی ہمراہ تھے۔ اسے بیوی بچوں سے جدا کر کے جیل میں بند کر دیا گیا تھا۔ جب قیدیوں نے دیکھا کہ اس نئے قیدی (عراقی) کے پاس اس کے ننھے بچے کی قمیص بھی ہے تو بعض فرطِ غم سے رونے لگے۔

یمنی فوجیوں نے ظلم کی حدیں عبور کرتے ہوئے اس بے گناہ کو پکڑ لیا تھا۔ اب دعا کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا؟

جیل سے رہائی

دوسرے دن (بروز ہفتہ، ۱۱/دسمبر) صبح کی نماز ابو ہشام نے پڑھائی، ابو ہشام کی قراءت بہت اچھی ہے۔ انتہائی

خشوع وخضوع سے انھوں نے قنوتِ نازلہ پڑھی اور اللہ سے عاجزی والحاح کے ساتھ رو رو کر دعائیں مانگیں۔جیل سے نکلنے کا کوئی امکان سامنے نظر نہیں آرہا تھا کیونکہ دوسرے قیدی کئی کئی مہینوں سے قید تھے۔دس بجے کے قریب فوجی آئے اور ابو ہشام منصور (کفیل) کو مدیر جیل خانہ جات کے پاس لے گئے۔احمد الیافعی نے ہمیں بتا رکھا تھا کہ آپ لوگ یہاں سے ایک سال تک باہر نہیں جاسکتے۔!

واپسی پر ابو ہشام انتہائی خوش تھے انھوں نے یہ خوش خبری سنائی کہ ''ہمیں رہا کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا ہے'' ہم الحمدللہ کہتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے جیل سے باہر نکلے۔آزادی کی قدر وقیمت ہمیں خوب معلوم ہو چکی تھی۔

رہا ہونے کے بعد ہماری گاڑی ہمارے حوالے کر دی گئی۔ جب ہم صعدہ پہنچے تو ابو ہشام نے اپنی بیمار والدہ کو سب سے پہلے فون کیا، پھر بیوی بچوں سے رابطہ کیا۔

ابوعقیل نے بھی اپنے گھر والوں کو فون کیا۔

ہم صعدہ سے جلدی جلدی روانہ ہو گئے۔ابو ہشام نے قسم کھائی کہ ''وہ یمن میں نہیں رہیں گے اور نہ کبھی دوبارہ یمن آئیں گے''۔شیخ یحییٰ الحجوری سے ملاقات رہ گئی۔

ہم بادلِ نخواستہ شیخ مقبل رحمہ اللہ کے مدرسے اور صعدہ کو پیچھے چھوڑتے ہوئے یمن کی سرحد ''علب'' کی طرف روانہ ہوئے۔جگہ جگہ پر فوجی چوکیاں قائم تھیں۔ابوعقیل کا موبائل واپس کر دیا گیا تھا مگر شیخ مطری والا موبائل احمد الیافعی (جیلر) نے رکھ لیا تھا۔

ابو ہشام نے جیل سے نکلتے وقت اپنی ساری رقم سنی قیدیوں پر بطورِ صدقہ تقسیم کر دی۔

ابو ہشام نے شیخ مطری کو بتایا کہ آپ کا موبائل احمد الیافعی نے لے لیا ہے۔

علب پہنچنے کے بعد شیخ مطری واپس ہوئے اور دوبارہ دلیری کے ساتھ جیل جا کر احمد الیافعی سے اپنا موبائل لے لیا۔وہ انتہائی دلیر انسان ہیں۔انھیں کسی قسم کا ڈر اور فکر نہیں تھا۔

سجدہ شکر

یمنی سرحد پر جوازات اور یمنی پولیس، فوج سے فارغ ہو کر ہم سعودی عرب میں داخل ہو گئے۔سب ساتھیوں نے علیحدہ علیحدہ سجدۂ شکر ادا کیا۔

سعودی عرب امن اور توحید کی سرزمین ہے۔والحمدللہ

خمیس مشیط میں پہنچ کر کھانا کھایا۔ابوعقیل کے پاس موجود رقم کام آرہی تھی۔

وادی دواسر میں رات کو قیام کیا اور ظہر کے وقت ریاض پہنچ گئے۔

ابوعبدالسلام محمد سعید بن عبدالکریم کے بچوں کے لئے کچھ تحفے (ٹافیاں وغیرہ) خریدے۔

میں جب ان (محمد سعید) کے گھر پہنچا تو بچے استقبال کے لئے دوڑتے ہوئے آئے۔عبدالسلام، عبدالاعلی، سیف الرحمٰن اور عثمان وغیرہ سے معانقے ہوئے۔

محمد سعید کے ایک بیوی سے نو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں: عبدالسلام، عبدالاعلی، سیف الرحمٰن، عثمان، عبدالکریم، عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالعزیز، محمد ابوعبدالسلام محمد سعید کے بھائی قاری ابو یزید سیف اللہ کے دو بیویوں سے تین بچے اور

دو بچیاں ہیں۔ یہ جس علاقے میں رہ رہے ہیں، وہاں امام مسجد ابوعبداللہ محمد العیبان بہت ہی بہترین حاضر جواب، ذکی، موحد اور مجاہد انسان ہیں۔ مسلمانوں سے محبت گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہے۔ امام العیبان نے انتہائی پرتپاک انداز میں میرا استقبال کیا۔ میں نے انھیں ساری صورت حال بتادی تو انھوں نے الحمدللہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

میں نے راستے میں اپنے بھائی اور شاگرد ابوالعباس حافظ شیر محمد البیاروی سے فون پر رابطہ کیا۔ میری غیر حاضری میں حافظ شیر محمد پاکستان میں مدرسہ اہل الحدیث حضرو اور رسالہ الحدیث کا کنٹرول سنبھالتے ہیں۔

یمن انتہائی بہترین سرزمین ہے لیکن دنیا کی جدید سیاست نے مسلمانوں پر راستے بند کردیئے ہیں۔

اللھم فرّج عنا وعن جمیع المسلمین . آمین یا رب العالمین

(۲۷/ جنوری ۲۰۰۵ء بمطابق ۱۷/ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ)

منظوم

محدث العصر الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یاد میں

کلام: طارق*

جینا ہمیں سکھادیا حافظ زبیر نے ـــ اعلانِ حق سنا دیا حافظ زبیر نے
باطل کے آگے اُس نے ، سرِخم نہیں کیا ـــ باطل کا سر جھکا دیا حافظ زبیر نے
مفکر ، مفسر، مدبر ، محدث ، مصنف باکمال ـــ بن کے سب کو دکھا دیا حافظ زبیر نے
وہ کون سی زبان ہے جو اپنوں سے نہ ہوئی ـــ پھر بھی نہیں گلہ دیا حافظ زبیر نے
اٹھا جب قلم اُس کا تو فتنے مٹتے گئے ـــ پرچمِ حق لہرا دیا حافظ زبیر نے
فنِ اسماء الرجال کا ماہر ہے محدث العصر ـــ حدیث کو زندگی بنا لیا حافظ زبیر نے
عربی، پشتو، ہندکو، انگریزی زبان سے ـــ ہر اک کو حق سمجھا دیا حافظ زبیر نے
تھوڑے ہی عرصہ میں وہ کام کر دکھایا ـــ مشکل تھی جو، ہٹا دیا حافظ زبیر نے
اپنے لہو کے ساز سے، شاہ زور آواز سے ـــ سوئے تھے جگا دیا حافظ زبیر نے
ہوکر طلوع حضرو سے، جب پہنچے صدر العلوم* ـــ محفل کو جگمگا دیا حافظ زبیر نے
جب موت سامنے تھی طارقؔ گواہ خدا ـــ جرأت سے مسکرا دیا حافظ زبیر نے

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ أبو صہیب محمد نبی حفظہ اللہ

حمدًا لرب الجن والإنسان ـــ رب رؤف صاحب الغفران
ثم صلاة اللّٰه دومًا نازل ـــ على الحبيب وأكرم الإنسان
وعلى صحابته ومن يك بعدهم ـــ من تابعين لهم على الإحسان
من زمرة الوحي المبين كذا ـــ ك خدام الحديث بسائر الأزمان
من ذاك نجم سمائنا أعني به ـــ ذاك زبير بن مجدد خان
و كذاك دوست محمد من أبائه ـــ و أهًا له وهو ابن جهانگير خان
و لدبسبع بعد خمسين فيا ـــ أهلاً لبدر بعد ست ثمان

* جامعہ صدر العلوم اسلامک ایجوکیشن سنٹر (حافظ والا، بہاولنگر)

شمس بدت من مطلع اضروفوا ... عجبًا لشمس الحق والإيمان
ذك الذكى الألمعى اللوزعي ... ذاك النبيل و صاحب العرفان
و محدث و مبارز و مناظر ... ذاك الشهير بسائر البلدان
وهو الغيور للحديث وأهله ... وهو الشديد على ذوى الطغيان
له شرعة علمية ذوقيّة ... فى الرد حين يرد بالبرهان
وكذاك كرّات غضنفرية ... فى الرد حين يكربا لعرفان
ليث الايمان إذا رأيته مغضبًا ... سيف على أعناق ذى العدوان
خريج مدرسة محمدية ... عين الحديث و مركز القرآن
اٰخذ الشهادة من وفاق مدارس ... السلفية المعروف فى الآوان
وله شيوخ فاق قدرهموفذا ... أزهار دين الحق فى البستان
منهم عطاء اللّٰه شيخ حافظ ... هذا هو المعروف بالبهوجياني
و كذلك الهندى أعنى الراشدي ... و كذاك الثورى هما علمان
و كذا أبو الرجال شيخ حافظ ... عبد الحميد معلم رباني
وله التصانيف الشهيرة فى الورى ... سباق خير فارس الميدان
منها بدا نورا الإيمان و رفرفت ... رأيات ذاك الحق و الإيمان
منها جرت أنهار دين اللّٰه يا ... أهلاً لكتب العلم والعرفان
طلعت شموس العلم فى أيامه ... زالت ظلام الجهل والخسران
أيامه أيام خيرزادها ... شرفًا و عزًا فاق فى الأقران
زانت به الدنيا فصارت زهرة ... اومعدن الياقوت والمرجان
لمعت به كالبدر فى غسق الدجى ... راقت به كالزهر فى البستان
شرقت به كالشمس فى كبد السماء ... عطرت به كالروح والريحان
منها اختصار للعلوم فذاك ... تحقيق له بالعلم والبرهان
وكذا بيان أكاذب الديوبند ذا ... ك كتابه وهو عظيم الشان
و كذلك التاسيس والقول الصحيح ... كذالك التامين فى الميدان
و كذالكواكب ثم أنوار كذا ... حكم الصلاة فى اقتداء الجاني
و كذاك تحقيق كتاب البيهقي ... فى القبر ذلك عالم رباني

وكذا مقالات كذا تخريجه ... سطر البخارى العظيم الشان
وكذاك تخريج الرياض كذا ... ك تخريج الفتاوى فاعلمن فى الآن
وكذا فوائده لمشكاة كذا ... صلاته لنبينا العدنانى
وكذاك ترجمة له بكتاب حاكم ... الكبير وصاحب الإتقان
وكذاك ترجمة وتحقيق له ... لآثار سنة سيد الانسان
توضيح الأحكام كذا تلخيصه ... وكذا قيام الليل فى رمضان
وكذا طريق الجنة وكذالك التوفيق ... رد الظالم الملتاني
وكذاك سيف للجبار فقطع ... أعناق تقليدمن الأبدان
وكذاك شرح حديث جبريل فوا ... أهلاً لتحقيق وللعرفان
وكذاك أجوبة له علمية ... لِعِدٰى البخاري العظيم الشان
وكذاك رد دامغ لبدعة الظلما ... ونصرة لسنة البرهان
وكذاك تذكرة له معروفة ... للكاذبين بذلك الأزمان
وكذا فضائل الصلاة علٰى النبي ... وكذاك رد للأمين الجاني
ورسالة الحديث ثَمَّ شهيرة ... كنز الجواهر معدن العقيان
وفوائد الموطأ ثمّ عجيبة ... وكتاب الأنوار العظيم الشان
نصران ثم نورا لعينين كذا ... وضع المصلى يديهما ثنتان
نوران ثم هدية للمسلمين ... كذاك سفر اليمن والإيمان

التصانيف العربية

أضواء ه أنواره تحقيقة ... أخبار شيخ العالم النعمان
تخريجه وتحفة تسهيله ... تلخيصه وسراجه اللمعان
والعقد ثم عمدة والفتح ثم ... كذاك فضل مجدد رباني
وظلاله وكلامه ونيله ... بحر المحيط بسائر الخلجان
ووفاته بثلاث عشرة ذلك ... من بعد الألفين بباكستان
صبرًا جميلاً مات شيخًا عابدًا ... شمسا تضى الدهر بالعرفان
شيخ الحديث كذاك شيخ محكم ... فجع العباد بموت ذالرباني
اللّٰه أكبر أظلم الدنيا لموت ... الشيخ شيخ الدين والإيمان

الاعتذار من إنشاد الشعر

ما إن نظمت الشعر لكن ياأخي … للامتثال لحبّى الحقاني
ذاك جلال الدين أخ فاضل … و كذ الضياء حبيبنا الإيماني
ثم صلاة اللّٰه حقا دائمًا … علٰى رسول اللّٰه فى الأزمان

نفح الطيب وحث السير في ذكريات الشيخ زبير

فضيلة الشيخ جلال الدين

ما للعيون مليئة بد موعها … جادت بدمع لم يغض ببكاء
ماللوجوه بأسرها مسودة … بكاۤبة طمَّت على السراء
ما للقلوب كئيبة و حزينة … تبكى دماءً لا تقر براء
ما للربيع تناثرت أزهارهٗ … أنواره سُلِبتْ ثياب بهاء
ما للأراضى قد سُلِبْنَ رُواء ها … فكأنها ببيا ضها سوداء
قالوا سمعن فراق حِبٍّ وامق … شمّرن عن ساق لكل بكاء
لما أتت غربان بينٍ بينها … فأقمن مأتَمًّا بكل مساء
موت الزبير عظيمة حلت بنا … بل ذاك خطب ماله بكفاء
بكت السمآ والأرض والأفلاك من … فقد الحبيب حبيب أهل وفاء
أهلَ الحديث مصيبة قد فاتنا … من كان دوما طارد الأعداء
وكذا الكرام إذا أتاهم موتهم … كُسِرَتْ ظهور العلم والعلمآء

فصل فيما عرفت من صفاته الحسنة

حبر لأصحاب الحديث و سيد … ساد الورٰى بالسقى والإرواء
خدم الحديث رواية و دراية … فتلألأت أنفاسه بفياء
ينبوع فضل ثم علم ماحيًا … للشرك والبدعات والآراء
قد حارب الأهواء طيلة عمره … من كل بدعى أخى صمَّاء
صِدقُ الحديث له أجل سجية … فعليه من رب أجل ثناء
شيخ غَيُور لا يقرباطل … سيف صقيل قاطع لغثاء

مُلِيئ الكنيف زهادة و ديانة   صدقا و تقوى عفة بحياء
و رقيق قلب لم يذق من زينة الدُّ   نيا الدنية ذات كل فناء
حبر إذا جن الظلام عليه قا   م مناجيا ليًلا لرب سماء
عاف الدنى نال التقى حاز الهدى   ثار الشذى فاق العلى سفاء
ماخاف فى دين الإله ملامة   من كل ذى ضغن مليئ الداء
صدعت بكل جراءة كلماته   وشجاعة في زعزع و رُخاء
حينًا إذا ما كنت تسأله تجد   سحَّاء علم لم يغض بسخاء
مطرت سحائبه و أربى جوده   بحر عميق ما انكدَرْ بدلاء
أنفاسه أوقاته و حياته   و قف لدين اللّٰه بالإحياء
[مَضَتْ الدهور و ما أتين بمثله   و لقد أتى فعجزن عن نظراء]

فصل في ذكر آثاره من الكتب النافعة

كلماته درر العلى مأثورة   كلألئٍ نُثِرت على بيداء
هى للمقلددرة عمرية   هدمت جدورهم بهدم بناء
هى للديابن طعنة مدنية   تُردى مذاهبهم بسيل الماء
هى للبريلي ضربة مكية   صارت مسالكهم كنثر هباء
أما جماعة مفسدين فدكَّهم   دكًّا شديدًا دون أيِّ خفاء
و لجاحدى علم النبي محمد   ذريةِ البرويز برق سماء
أما لأصحاب الحديث فوابلٌ   مطرت ربوعهم بقطر سمآء
نفحت روائحها بمسك طيب   هبَّت نسائمها بكل رواء

أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة

نَوِّه بأنوار الصحيحة لا تخف   من كل ذى غل أخى الشحناء
مجموعة قد ميزت بل غربلت   أثارَ من هو سيد العلمآء
واللّٰه ليس لها نظير فى بلا   دالهند حاشانا من الإطراء

الأسانيد الصحيحة في أخبار الإمام أبي حنيفة

و كذا الأسانيد الصحيحة درة   سنية كم فيه من أضواء
جمعت صحاح جروح أهل العلم ذا   بطريق أهل السنة العلماء

والــلّٰــه مــا لأولـى الـمـذاهـب دفعـه بـقــواعــد الــنـبـلاء ذات سـنــاء
لا بـــالـشـتــائـم والـقـبـائـح لا ولا بـــالـسـب تـلـك طـريـقة الـلـؤمـاء
فتـــزلـــزت مـــنـهـــا قـلـوب أراذلٍ أســـــراءِ تـــقـــلـيـــد ذوی أهـــواء

نور العينين في إثبات رفع اليدين

و اقــرء رســالة نــور عينـيـنٍ تـجـد إحيــاءَ سـنة سيـد الـصـلـحـاء
قـوَّت عيـون الـمـومـنين بـعـلـمها أبـــحـــاثهـــا كـتـلـــمـع الأنـــواء
قـــال الـبـخـــاري الإمـــام مـقـالـة طـردًا لـــمـــن لـلـرفـع ذوشـحـنـاء
شـاب الـضـلالة لـحـمـه و عظـامـه بـــل مـــخَّـــه ذوبـدعـة طـمَّـــاء
إنـــكـــار رفـــع أية لتـــنـــفُّـــرٍ عـــن سـنة الـمـبعـوث بـالأضـواء

أكاذيب آل ديوبند

و كــذا أكــاذيــب الـديـا بـن فـرقة بـــدعية قـــامـــت عـــلـــى الأراء
و لشيــخـنــا ضـربــات بتَّـار عـلـى كـــذبـــاتهـم زادت عـلـى الإحـصـاء

مقالات علمية

واقــــرء مـــقـــالات و قـل واحبَّـذا شـمـــس طـوت فـي ضـمـنهـا أنواء
ســفـــران زادهـــمـــا سـفـــار أربـعـةٌ صـــارت لأصـحـــاب الـحديث فداء

تحقيق و تخريج آثار السنن

واقـــــرء ردود إمـــــامِ دهـــرٍ سيـــدٍ ذهـبـــيِّ عـــصـــرٍ ســـابـق الهيـجـاء
كـــرَّاتـــه كشـفــت سـتـار بـطـالة لـــلـــنـيـــمـوی الـــراكـــب الـعشـواء
و كـذاك تـحـقيـقـاتــه السـنـن الثلا ثة أصبـــحـــت قـــطـرًا لـريِّ ظـمـــاء
أعـنـى ابـن ماجةَ والنسائي والسيحسـ تـــانـــيَّ هـــم لـــلـديـن غيث سـمـاء
و تـــزيـــدهـــا ســنـن الـتِّـرمْـذيِّ الـذي أروی الـــورٰی بـــالـطـيـــب والإرواء
و لشيـــخـــنــا عـمـل جـليـل حـولهـا حـــلّٰـــی هـــوا مشهـــا بـكـل بهــاء

التأسيس في مسئلة التدليس

و كـذالك التـاسيـس فـى التدليس من كـــنــــز يـــلــوح الـمسك كـل مســاء

توفيق الباري في تطبيق القرآن و صحيح البخاري
(رد على أحمد سعيد ملتاني)

واقــــرء دفـــاعـــا طيبًـــا و مـؤيَّـدًا   لــحـديـث خيـر الـخـلـق دون مـراء
لــمـــا رأى كــذاب مـلـتـان هـذىٰ   كــذبـــا و عــدوانـــا بـكـل هـواء
فـــأغـــار تــلـبيـسـاتــه بـل دكهـا   دكًّـــا قــويًّـــا فهــى شبــه غثــاء
فـانـظـر إلـى الـتـقـلـيـد جرَّ صحابه   فــحــدى ركــائـبهــم إلــى الإرداء

كتاب في الرد على التقليد

فـلـذاك أجـمـع شيـخـنـا مستـأصلًا   لــجــذ ور تــلـك الـفـتـنـة الـعـمـيــاء
قـد صــارع الـتـقـلـيـد ضـمـن رسـالـة   قـــد دُعِّـــمـــتْ بـــأدلـة بيــضـــاء

كتاب في الرد على صفدر الأوكاروي الكذاب الشهير

و كــذا مــقــارعـة لـكـذاب الـورىٰ   و مــجــدِ التــحـــريف بــل عــوَّاء
أعــنــى الـذى قـد شهَّـروه عـنـدهـم   بـــأوكـــاروىٍّ صـــاحـــبِ الأدواء

مجلة الحديث الشهرية

أمـــا رســـالـة حبــرنـــا شهـريـة   فـفـريـدة فـاقـت عـلـى الـنظراء
أروت عـطـاش الـعـلـم حتى قـادهـم   لــلــكــوثـر الـصـافـى مـليـئ بهـاء
ســفــر لـطيف بـل عـظـيـم قـدرهٗ   أبــحـــاثـــه كــلألــئٍ حسنـــاء
والــلّــه لـيــس لــه نـظـيـر عـنـدنـا   نـــور الـــطـــريـــق و زيــن كــل مـلاء

فصل في خاتمة القصيدة

هـــذا و تـــصـــنيـفـاتـــه قـد قـاربـت   مـــائـةً يـــواقيـــتٌ بـــلا إطـــراء
جـــادت بـــعـــلـم فـاسـتـفـاد مـوافـق   و مــخـــالـف مـنـهـا مـع الشـحـنـاء
لـكـن رب لــلـعــرش ذو حِكَمٍ فكلٌّ   ذائــق لـــلــمــوت بـــالـــخـفــراء
فـــالـمـوت كــأس كل نفـس شـارب   إيـــاه تـــقـــديـــر بـــلا استثـنـــاء
صبــرًا فيـــا أهــل الـحـديــث فديننا   أضــحــىٰ غــريـبـا فــاقـد الأبـنـاء
يـــا شيـخـنـــا لــمـــا أتـــاك الموت قد   غـــربـــت شـمـوس الـعـلـم مع أنواء
يـــا أرض بـنـجـــابٍ وُدِعْـتِ إمـامَـنـا   بـــالــلّــه فـاضـمـمـهٗ بـكـل رخـاء
قَبِّـلــــه ثــم انثـــر لـــه فـي قبــره   أفــرش لـــه فُــرُشًـــا بـكـل سنـــاء

يـــا أرض بــنــجــابٍ وُدِعْـتِ أئـمةً　　　و مشـــايــخـــا ســادوا بـلا إطــراء
يــا أرض بــنــجـاب سُـلِبْـتِ لَآلِـئً　　　وجــواهــرًا فـــاقــوا عـلـى الأنـواء
الــنـور فــوريُّ الإمـــام فــقـدتِّـــه　　　عـــلــم الهــدٰى مـــاحٍ لـذى الأهـواء
و كـريـم أصـلٍ بـخـل الـزمان بمثلـه　　　وجـوَاد عـــلـــمٍ سيــد الــغــربـــاء
فـــالـلّٰـــه يـكـلـؤ فـى الجنـان مقيلهم　　　والـــلّٰـــه يُـــدنيهــم لــنيـل رضـــاء
لا تشـــمتـــوا يــــا أهـــل رأيٍ إن في　　　فـرســان أصـحـاب الـحديث كفـاء
يُـدونـكـم لـلـنـاس بـل يـرمونكم　　　بـــالشهــب مــطـرودين بـل أسـراء
و قـصـائـدى والـلّٰـه قـرة أعين　　　لأولــى الــحـديـث أخـايـرٍ نبـلاء
لـكـنهـــا والـلّٰـــه ضـربة صـارم　　　لــلشـــامتيــن بــمـوت أهـل وفـــاء
أبيـــاتهـــا أنـضـــال قـوسٍ طـاهـرٍ　　　تــرمـــى الـعِـدٰى بـالشهـب والأنواء
والــحــمــد لـلّٰـه الـعظيـم نهـايةً　　　وبـــدايةً حـــمـــدًا بــلا إحــصـــاء
رب الـسمـوات الـعُـلـى والأرض بل　　　رب الـــجـــنـــان و رب يــوم لـقـــاء
و كـذا الـصـلاة على النبي محمد　　　وســلام ربـــى مثـل ذى الـدامـــاء

[والـحـمـد للّٰه الذي بنعمة تتم الصالحات
وفق الـلّٰـه لـوضـعهـا جلال الدين خادم علماء
الحديث بشاور باكستان]

قصيدة: محدث الزمان......

حافظ ذكاء الله بن محمد حيات حافظ آبادي*

الـحـمـد لـلّٰــه الـمتفرد بوحدانية الألوهية — الـمـعتــزبـعـظـمة وجـلالة وشـان الـربوبية

والـصلٰوة والسلام علٰى رسوله النبي الكريم — سيـرتـه مـن كـل عيب وشَيْنٍ محفوظة ونقسيّة

يـا أخـى الـمـكـرم كـن متنبهًا لسامع تعريضى — مـخـبـرًا عـن حــادثةٍ حـازنةٍ قلوب الإنسـانيّة

قـد مات قـدوة الـعـلـمـاء إمـام الفرقة الناجية — انتــقــى فـي تـمـام حيـاتــه سـنّة الأحـمـديّة

اسـمــه أبـو الـطـاهـر الـحـافظ زبير علي زئي — ولـقبــه مـحـدث الـزمـان والـدّهير والعصريّة

فهـو خـزانة عـلـم الفرقان ومتضلع في تفسيرم — وكـذلك مـنهـل عـلـم الـرجــال وسنّة النبويّة

مـــا آل جهــدًا فــي خـدمة الـديـن الـحـنيف — ولم يضيّع لمحاته الثمينة فى الأعمال الجاهلية

لـم يـحـى ولـم يـعـش لـلخضم والقضم فقط — ونـاط الاشـغـال بـالـمـطـالعة اليراع الماضية

طـلـب الـعـلـى واستـنـفـد لـه الوسع وقواه — سـحـر الليالى ووجد المقاصد الشامخة العاليّة

أخـذ زبيـل الـجهـد الـمتـواصـل بعد الشـابية — جـزاه الـلّٰـه جـزاىً حسـنًا فى الجنات النّعيميّة

مـفسـراً ومـحـدثًـا وفـقيـهًـا ومجتهدًا في دهرم — فهـذا بــارز مـن أعـمــالــه الفقهية والحديثية

استـمـع يـا مهتـد يـا إلـى رويّتــه في دار الفناء — انــــجـلــى ذامن كتبـه الـغــزيـرة الـعـلمية

سـلك نهـج أهـل الـحـديث والفقه والاجتهاد — لـفهـم تـعـلـيـمـات الـرسول والآيات القرآنية

حـقـق الـمـرفـوعات وفتش الموقوفات بجهدٍ — وأقـوال الـعـلـماء أنى وردت في علم الرجاليّة

والـكتـب التـي لـم يثبـت نسبتهـا إلى كُتَّابِهَـا — نـحـو الـفـقـه الأكبـر لابـن ثابت إمام الحنفية

وكتـاب الـصـلٰوة لأحـمـد بـن حـنبل والعلل — الـكبيـر لـلتـرمـذي والمدونة الكبرى للمالكية

أول الــذكـــر مـــن أمثـلـتــه السـنـن الأربـعة — والتـفسير لابن كثير والمعجم الصغير للطبرانية

وثـانـي الـذكـر زوّقهـا فـي تـويـجيّاته العلميّة — ونـظمها فى السخب والسموط والعقود الدريّة

والتـصـانيف نـظـر عـليهـا نـظرًا كرة ثانية منها — حقـيـقة الـواقـعة المشهورة والمراة الديوبندية

فـنــور الـعـينـين فـي إثبـات رفـع الـيـديـن — والــكــواكـب الـدريّة مـن مسـاعيــه الـذاتية

أحـرز لآلّـى الـعـلـم ولم رموزه وأسرارة وبين — ضـوابـط الـجـرح والتـعديل والدرر الأصوليّة

خـدمـاتـه هـذه النورانيه والضيائية والمزدهرة — تـكـتـب فـى أوراق التــاريـخ بـالمياه الذهبيّة

---

* مدير دار الافتاء المحمدية، حافظ آباد

لا ريب في أن تأليفه وجهوده للناس هادية ... وللخواص فيها الفوائد البهيّة والدراري المضيئة

عارفًا حذاقًا جهبذًا ومتمهزًا بِلُغَاتٍ شتّٰى ... مثلاً الانجليزية والعبرانية والعربية

مخزن الطلاب في جميع العلوم ومرجع العلماء ... والأغلب اللِّدَات والنابهِيْن من العراميّة

يُحيرُ السائلين بالأدلة الراسخة القيّمة ... يتوق إليه حُوّم العلم من الأمة الربانية

منشوره كتاب الهدى ودستوره سنة المصطفى ... وعزمه تفوق الاجماع والاجتهاد والعقائد السلفية

اذا رأى شيئًا مخالفًا لشرع الحبيب ﷺ ... لا يُعَانى حينئذ بل يلبّى لجوابه تلبيّة

فى المناظره ذوقه العالى اشْتَاقُه الغالى ... نافث عارض الحق من اهل الشرك والعيسا

اثبت الحق ورد الزرافات الغاوية ... ديوبنديا كان حياتيا أو مماتيا وبريلوية

مرجئة معطلة وجهمّية وقدريّة ... ومشبهة ومعتزلة واسماعيلية و رافضية

قاديانية لاهوريا او ماعدا ذلك ... مجسمة ومفوضة وكل من كفَّر واصحاب الخيرية

ماقال لدفاع الحق على المعاندين ... كان فيه وضوح الحق والظهور والتصريحية

كان قاضيًا الصلوات على أوقاتها ... لا نهاحكم الباري والسنة المحبوبة للمصطفوية

متيقظًا بسحر لتعبد وغفران ذنوبهٖ ... ذاك دأب الصالحين من الأمة المحمديّة

سبحان اللّٰه ما توانى فى عبادة اللّٰه قط ... إذا أفاق في أيام الوصب والدواء الليالّية

أسوة حسنة لأخلاق العظيمة قاطبة ... وأيضًا للصلاح والزهد والورع والتقية

مُعنِّنًا الصدق والسداد في قوله وعلمه ... متحليًا بالشيم الطيّبة والطين الصافيّة

كانت الاستكانة والخضاعة في قريتيه ... ومُجانبا عن الشهرة التكالفات المضوعية

منشَوّفًا باللينة والرهوة والبداذة الأصلية ... ومتحبّرًا بالسَّجِيَّات المرضية وسليم الطَّوِية

وصل الارحام و وقَّر الضيوف الآتية ... مستجمعا الباقيات الصحاكات القطعية

احسن خلقه احسانًا ابدًا الى اقرباءهٖ ... و والديه واولاده والعرسيّة والأهلية

مُعتصمًا المجادلة النزاع الشبهات ... ومتحوبًا من الاثم لأنها من الماهى الشرعية

اجتنب المجادلة والنزاع والفساد ... اهتمّ احب الجانبة والرقاحية الاصلاحية

احسن عيشه مع الشغول الكثيرة ... لم ينقص حقوق العباد والذات السبحانية

جازاه اللّٰه تعالٰى حسنة واقال عثر ... ليصير هذا سببًا للفوز والنجاة الأخروية

لم يَقْتَضِ الاشْترار فى الرباب التأليف ... احترم كل شخص وبان عن المقامات السياسية

اشتغل بالتدرس والتديس والتأليف ... وخدمة الحديث إلى فراقه عن الحيوة الفنائية

دعيًـا الـى الـكتـاب والسـنة خـالصًـا بقلبهٖ ... وفى الحقيقة هذا مَنْصَبٌ من المناصب السماوية
وَامِـقًـا ومُـحبًـا الـعـلـم واهـلـه ... ولسـائـر الاخـدان الـخـطـاء وعبـاد الالٰهيَّـه
كـان مـنبـع عـلـوم الازهـر و السـويـد روى ... وفيـض الـحـافـظ نـورفـوى والاسرة الراشدة
ميسمًـا لابـن حجر العسقلاني و ذكرًا للذهبي ... ولـه آصـرة خاصّةٌ لابن تيمية والجوزية
فيـضـه عـامًـا ولآن يَسْتَـفِيـضُ كـمثـلـنـا ... عـن تـلـميـذهٖ نـديـم ظهيـر وجريدتـهٖ التنهرية
تـغـرغـرت مـقـلـنـا ورضـرضـت كبـودنـا ... لأن الشيـخ لا نشـاهـده الى يـوم الـجـزائية
عرف معنى قول الرسول ﷺ نضر الله وحقيقته ... مـا رَاٰى بـعـد حتفهٖ نحو الورد صورته الحسنية
سهـل الـلّٰـه لـه مـنـازل الآخـرة وسلمه ... الـلّٰـه فـي مـرقـدهٖ وعلى الصراطِ يوم المروريه
اِلٰهـى اجعـل مثْوهُ ومـؤئـلة في جنة العلى ... انـت مُسبـغٌ عبـاده الـنـعـم الـوافيّة
بـدعـو الـلّٰـه هـذا الـقـقير المحتاج الى رحمتهٖ ... لَـدٰى ذكـرهٖ ودبـر الـصـلـوات الـى الـمنيّة
الآن نـظيـرهٗ مـعـدوم فـى افـانين الحديث ... وعـلـمـهٖ نـكـون مـنتـظـرًا مثيلـه الى زمـانية

محدث العصر زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یاد میں

ضیاء الشیخ محمد حنیف [illegible]

محدث ملت کو صیاد اجل نے چن لیا ... شدت غم سے پریشاں حال ہیں پیر و جواں
کیا خبر آئی کہ کلیجہ تھام کر بیٹھا ہوں میں ... مرثیہ لکھوں، قلم برداشتہ ہمت کہاں
سوچئے تو لالہ و گل پر قیامت آ گئی ... آن واحد میں ہوئے سرو وسمن نالہ کناں
صورت حالات کے نازک تریں ایام میں ... بے سہارا ہوگیا دشت حدیث کا کارواں
تھا وجود اس کا غنیمت نورپوری کے بعد ... وائے ناکامی، خالی ہوگیا اس سے جہاں
ماضیٔ مرحوم کی تاریخ کا باب عظیم ... گلشن توحید کا روشن نشاں
حادثہ کی جانگسل ضربیں رخ حالات پر ... سانحہ ایسا مجستہ کام ہے زورِ بیاں

خطِ کتابت

ادارۃ العلوم الأثریہ منٹگمری بازار، فیصل آباد

مکرمی ومحبی مولانا حافظ زبیر علی زئی صاحب زادکم اللہ عزاً وشرفاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی!

والا نامہ ملا، مجھے تو پتہ چلا تھا کہ آپ قطر تشریف لے گئے ہیں۔آپ کے مکتوب سے میرے جواب میں تاخیر کا سبب معلوم ہوا۔اللہ تعالیٰ حرمین کی حاضری قبول فرمائے اور بار بار حاضری کی توفیق بخشے اور ہمیں بھی اس سے محروم نہ رکھے۔آمین

توضیح الکلام کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری ہو رہی ہے۔ دوسری جلد بھی کمپوزنگ کے آخری مراحل میں ہے۔اس بارے مزید کوئی بات ہو تو مطلع فرمائیں تاکہ اسے شامل اشاعت کرلیا جائے۔ایک بار تجلیات رحمانی ص 233 کے حوالے سے مولانا تھانوی کے ایک جواب کا ذکر آپ نے کیا تھا۔اس کا پورا پس منظر کیا ہے وہ بھی لکھ بھیجیں۔

مولانا ڈیروی کا لعن طعن آپ جان چکے'' آئینہ ان کو دکھایا تو برامان گئے'' کا جواب بھی چھپ گیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ کسی شاگرد کو پیچھے لگادوں۔سوچتا ہوں کہ کس سے عرض کروں مگر نظر آتا ہے کہ خود ہی کچھ کرنا پڑے گا۔اس حوالے سے دو باتیں قابل غور ہیں:

ا) کتاب القراءۃ ص 137 ط ہند حدیث نمبر 437، 198 طبع بیروت میں اثر حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے الفاظ ہیں۔ ” كل صلاة قرأ فيها امامك فاقرأ معه ماقل أو كثر و ليس كتاب الله قليل“ مگر طحاوی 141/1 اور ابن ابی شیبہ 361/1 میں یہ الفاظ نہیں۔”إمامك“ سے مراد قرآن مجید ہے۔اس ناکارہ کا خیال ہے کہ عبارت یوں چاہیے:”كل صلاة قرأ فيها وهو إمامك “إلخ ہے۔کیا کتاب القراءۃ کا کوئی خطی نسخہ ہے؟ کنز العمال 291/8 ح 22967 میں بھی”كل صلاة قرأ فيها امامك فاقرأ معه“ إلخ کے الفاظ ہی ہیں۔طحاوی، ابن ابی شیبہ اور کتاب القراءۃ کی روایات کو علیحدہ علیحدہ دو روایتیں قرار دیا جائے یا نسخ کی غلطی؟ اس طرح ابن ماجہ میں جو حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کا اثر ہے اسی پر ڈیروی صاحب کے اعتراض: ص 64، 67 پر ہے کہ یہاں ''خلف الامام'' غلط۔اس بارے میں آپ کی رائے مطلوب ہے۔

کیا ''حکایات اولیاء'' مصنفہ سید ابن حسن کاظمی آپ کے ہاں ہے؟ یہ کتاب 1960ء میں ہندوستان سے چھپی تھی۔

اور کوئی خاص بات نہیں جو عرض کروں، ہاں مسند السراج اور مشاجرات صحابہ چھپ گئی ہے۔آپ کا نسخہ محفوظ ہے۔ ان شاءاللہ آپ کو مل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت بخشے۔ہاں دو چار روز ہوئے معلوم ہوا کہ آپ کو چوٹیں آئی ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے اور صحت وسلامتی عطا فرمائے۔(آمین)

والسلام

دعاگو: ارشاد الحق اثری

ادارۃ العلوم الاثریہ

منٹگمری بازار، فیصل آباد

مکرمی ومحترمی حضرت مولانا زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،   مزاج گرامی!

جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے تہذیب السنن 360/1 میں فرمایا ہے کہ قد رواه البخاري في كتاب القراءة خلف الإمام و قال صحيح إلخ تصحیح کی اس نسبت کی التلخیص الحبیر وغیرہ سے بھی تائید ہوتی ہے، جس کی تفصیل ارسال خدمت ہے۔ اس حوالے سے آپ کی رائے مطلوب ہے۔ امید ہے اس بارے راہنمائی فرمائیں گے اور جلد جواب سے نوازیں گے۔

امید ہے آپ مع احباب بخیر وعافیت سے ہوں گے۔

والسلام

دعا گو

ارشاد الحق اثری

30/6/2004

******

ادارۃ العلوم الاثریہ

منٹگمری بازار فیصل آباد۔ پاکستان

محترمی ومکرمی جناب فضیلۃ الشیخ الاستاذ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج بخیر!

آپ کے حکم اور ارشاد کی تعمیل میں راقم نے مبتدعین کا جواب لکھا۔ امید ہے کہ آپ اسے اپنے علمی اور تحقیقی رسالے ماہنامہ ''الحدیث'' میں ضرور جگہ عنایت فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ   نوازش کا منتظر! دوست واحباب کو سلام۔

والسلام

محمد خبیب احمد

19-11-2009

أبو اليمان العراقي

الشيخ بفاضل الزبير حفظه الله ......السلام عليكم ور حمة الله وبركاته

اسأل الله العلي القدير أن تكونوا في أتم صحة......

ملحق من كتابي هذا بحث بسيط للشيخ أمين الله في مسألة الحجاب و قد أورد فيه أحاديث عدة لكلام الطرفين . و قد عزى الأحاديث أو بعضها إلى مسلم والبخاري و أغلبها إلى كتب أخرى فلا يعلم مدى صحتها حيث أنه لم يورد السند غير أنه ذكر صحة إسنادها......

فأرجو منكم شيخنا الفاضل أن تراجعوا هذه الوريقان وسوف اتصل بكم بعد أيام بزيارتكم لمعرفة رأيكم في الموضوع وفي صحة الأحاديث الواردة فيها .

اسأل الله أن يحفظكم و يوفقكم لما يحبه و يرضاه .

والسلام عليكم و رحمة الله و بركاته

أبو اليمان العراقي

رمضان 1419هـ

******

طلب و توضيح

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علٰى سيد الأنبياء والمرسلين وبعد:

فقد اطلعت على مقال الأخ الشيخ زبير علي زئي حفظه الله بعنوان "جوامع الكلم ضمن في ظلال السنة" وكان كلامه في بيان فقه حديث أبي هريرة: "من نفس عن مؤمن كربة......" الحديث، ووجدته كلامًا نافعًا مفيدًا جامعًا بين القديم والحديث معتبرًا الأصول وطريقة علماء الحديث مُنَبِّهًا عَلٰى فوائد ونكات تفيد صاحب السير الحثيث وأود أن أذكر أمرين:

الأول منهما: تنبيهه على الخطأ الموجود في سند هٰذا الحديث في صحيح مسلم طبعة محمد فؤاد عبد الباقي في محله جزاه الله خيرًا ولكنه ذكر حفظه الله أن النسخة الهندية والباكستانية من أصح نسخ صحيح مسلم ...... وهذا الكلام جعلني لأن أطلب من أخينا أن يكتب مقالًا حول ما عنده في هذه المسألة لأن الواقع أن العرب يعتمدون على طبعة محمد فؤاد عبد الباقي والطبعة التي بشرح النووي وتجد إخواننا في الهند وباكستان يعتمدون على

الطبعة التي عندهم، وقلّ أن تجد من يّعتني بالطبعتين ولقد كنت سألت أحد كبار المشتغلين بالحديث في الهند عن طبعة محمد فؤاد عبد الباقي رحمه الله لصحيح مسلم فأجاب بأن مراجعته إنما هي للطبعة الموجودة في بلاده وهذا ما يؤكد ما قلته ويجعل الفائدة مرجوّة في أن يتحفنا أخونا بما لديه من مسائل حول هذه النسخ ليعّم النفع والإستفادة لطلبة العلم وأهل التحقيق والدراية والأمل أن نرى ذلك قريبًا عاجلًا .

٢ـ جاء في السند المثبت في المقال: (حدثناه محمد بن عبد الله بن نمير حدّثنا أبي ح ، وحدثنا نصر بن علي الجهضمي حدثنا أبو أسامة حدثنا الأعمش) وصواب ذلك (حدثناه محمد بن عبد الله بن نمير ، نا أبي ح وحدثنا نصر بن علي الجهضمي حدثنا أبو أسامة قالا نا الأعمش......) أي قالا حدثنا الأعمش والمراد بذلك عبد الله بن نمير وأبو أسامة وكلاهما يروي عن الأعمش ولعل هٰذا سقط طباعي أو في تلك النسخة ولنا لزم التنبيه للفائدة .

وجزى الله الشيخ على مقالة وفّقنا وإيّاه لما يحبّ ويرضى ، ولما يخدم دينه وسنة نبيه والحمد لله رب العالمين .

أبو الأشبال المقدسي

ص ـ ب ١٢٣٤ ، المدينة المنورة ، المملكة العربية السعودية

******

بسم الله الرحمن الرحيم

فضيلة الشيخ بدر بن محمد المحمود

من بدر بن محمد المحمود ، إلى الأخ الشيخ (زبير) على زئي وفقني الله و إياه لما يحبه و يرضاه .

السلام عليكم و رحمة الله و بركاته و بعد ،

فإن الشيخ عبد الله السعد يقول: لو يغير اسم الكتاب من تحفة الأقوياء إلى إتحاف النبلاء ، فهو أولى و أحسن .

والسلام

بدر بن محمد المحمود

******

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ

ازعبدالمنان نورپوری بطرف جناب محترم حافظ زبیرعلی زئی صاحب حفظہما اللہ سبحانہ وتعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔ جناب کا ارسال کردہ مضمون ''مسئلہ تکفیر چند شبہات کا ازالہ'' ہدایت مقالہ موصول ہوا۔ اسے از اول تا آخر لفظ بلفظ بغور پڑھا۔ حق وصواب کی توضیح وتشریح میں اسے بہت خوب پایا۔ آیات، احادیث اور مستند اہل علم کے اقوال وفتاویٰ کی روشنی میں مسئلہ زیرِ بحث کی بہت عمدہ تفصیل پیش کی گئی۔ دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی اللہ تعالیٰ صاحب مضمون کے علم، عمل، رزق، عمر اور اولاد میں برکت فرمائے، نیز انھیں دین حنیف کی مزید نشر واشاعت کی توفیق سے نوازے، آمین یارب العالمین۔

البتہ ایک بات کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ صاحب مضمون ص 9 پر لکھتے ہیں: ''قرآن مجید میں ایسی کتنی آیات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہودی دلی طور پر نبی کریم ﷺ کی تکذیب وانکار نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کو دلی طور پر یقین تھا کہ یہ نبی سچا ہے اور اپنے رب کی طرف سے جو کچھ بھی لے کر آیا ہے وہ بھی حق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک سے معلوم ہوا کہ یہودیوں کا آیات الٰہی کی صحت سے انکار دلی جحود وتکذیب کی بنا پر نہیں تھا بلکہ ان کو دلی طور پر ان کے سچا ہونے کا یقین تھا۔

آیت ﴿وَجَحَدُوا بِهَا﴾ إلخ کو یہودیوں کے متعلق قرار دیا گیا ہے، حالانکہ اس آیت کا سیاق اور سباق بتا رہے ہیں کہ یہ آیت فرعون اور اس کی قوم کے متعلق ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ﴾

اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے متعلق آیت ہے: ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ﴾

پھر ان کے متعلق آیت ہے: ﴿وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾

اصل میں صاحب مضمون کی یہ دو دلیلیں ہیں: (۱) فرعونی کافر تھے جبکہ ان کے اندر جحود قلبی نہیں پایا جاتا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ﴿وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ﴾ (۲) اہل کتاب یہود ونصاریٰ بھی کافر ہیں، جبکہ ان کے اندر بھی جحود قلبی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾

تمام احباب واخوان کی خدمت میں تحیۂ سلام پیش فرمادیں۔ ابن عبدالحق بقلمہ

1432/6/18ھ سرفراز کالونی۔ گوجرانوالہ

******

از عبدالمنان نورپوری بطرف مولانا زبیر علی زئی ۔ حفظھما اللہ تعالیٰ، وزادھما علماً نافعاً.

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! صاحب کفایہ کا جو کلام آپ نے نقل کر کے بھیجا ہے اس کی بنیاد دو مقدمات پر ہے:

۱: خبریات علمیہ (عقائد) میں علم ویقین کا فائدہ دینے والی دلیل کا ہونا ضروری ہے، جبکہ طلبیات عملیہ (احکام) میں علم و یقین کا فائدہ دینے والی دلیل کا ہونا ضروری نہیں، ان میں ظن غالب کا فائدہ دینے والی دلیل بھی کافی ہے۔

۲: خبر واحد قطع ویقین کا فائدہ نہیں دیتی، مگر ان دو مقامات کے اثبات میں جو دلائل بیان کیے جاتے ہیں وہ ان مقدمات کے اثبات پر دلالت نہیں کرتے، لہٰذا صاحب کفایہ کا یہ عندیہ درست نہیں۔

چنانچہ آپ کفایہ ہی سے "باب ما جاء فی التسویة بین حکم کتاب الله و حکم سنة رسول الله ﷺ، باب تخصیص السنن لعموم محکم القرآن اور باب ذکر بعض الدلائل علی صحة العمل بخبر الواحد کا مطالعہ فرمائیں، ان بابوں میں آپ کوئی چیزیں ایسی مل جائیں گی ان شاء اللہ جن سے خبر واحد کا مفید قطع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شیخ محمد عید العباسی شیخ البانی کے رسالہ "الحديث حجة بنفسه فی العقائد والأحكام" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

" والحق الذي نراه و نعتقده أن كل حديث آحادي صحيح تلقته الأمة بالقبول من غير نكير منها عليه أو طعن فيه فإنه يفيد العلم واليقين سواء كان في أحد الصحيحين أوفی غيرهما" پھر اس پر تعلیق میں لکھتے ہیں:" ثم رأيت الخطيب البغدادي قد جزم بذلك في كتابه" (الفقيه والمتفقه ص96 ، مقدمة رساله مذكوره ص15)

رہا منکرین حدیث کا معاملہ تو وہ لوگ جن ابواب میں خطیب صاحب نے خبر واحد کے مقبول ہونے کی تصریح فرمائی ہے ان ابواب میں بھی خبر واحد کو بلکہ خبر متواتر کو بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، اس لیے ان کا معاملہ خطیب سے جداگانہ ہے۔

باقی خبر واحد کے دلیل قطعی کے بظاہر منافی آجانے کی صورت میں اگر خبر واحد صحیح ومقبول ہے تو پھر جس کو دلیل قطعی سمجھا جا رہا ہے وہ دلیل قطعی نہیں یا پھر وہاں منافاۃ نہیں، واللہ اعلم۔

آپ کے استفادے کے لیے اپنا پرانا لکھا ہوا ایک مضمون بھی بھیج رہا ہوں دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ابن عبدالحق بقلمہ

سرفراز کالونی۔ گوجرانوالہ

1413/11/28ھ

******

دارِ سعد (مدرسہ)

بسم اللہ چوک، جلالپور روڈ (محبت والا) لودھراں

ازعبدالرحمٰن چیمہ لودھراں

بخدمت محترم المکرّم مولانا استاذ حافظ زبیر علی زئی صاحب متعنا اللہ بطول حیاتکم، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد: بہت جی چاہتا تھا کہ آپ کی وسیع تر لائبریری سے آپ کی سرپرستی میں فائدہ اٹھاتا، یہ موقع بھی بن ہی گیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کے کاموں میں کسی کو دخل نہیں۔

اگر آپ کے حالات اجازت دیں اور کوئی موقع ایسا ممکن ہوسکے کہ آپ اپنے معمولات سے اپنی ذمہ داریوں سے ایک آدھ دن رخصت کا مزید نکال لیں اور میں بھی آپ کی لائبریری میں حاضر ہو جاؤں، مجھے تسلی ہو جائے گی۔ آپ کو تو دونوں ہی صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میسر آہی جائے گی۔ ان شاء اللہ

دونوں رسالے بھیج رہا ہوں۔ آپ جیسے مناسب سمجھیں راہنمائی فرمائیں۔

امید ہے۔ بخیر وعافیت ہوں گے اپنے احباب کو سلام عرض کریں اور دعاؤں کی درخواست قبول فرمائیں۔

فقط والسلام مع الاکرام

(مولانا) عبدالرحمٰن چیمہ

لودھراں، 6-3-2012

******

مرکز الحسن لاہل الحدیث

رئیس المرکز مفتی مبشر احمد ربانی

نحمده و نصلّی علی رسوله الكريم أما بعد:

تمام عقائد واحکام کی اساس اور بنیاد قرآن مجید اور احادیث صحیح ثابتہ حسنہ پر ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور شرعی حکم کے اعتبار سے دونوں مساوی ہیں، یعنی جس طرح قرآن حکیم سے شرعی احکامات ثابت ہوتے ہیں اسی طرح احادیث وسنن سے بھی۔ امام ابوبکر احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب بغدادی رحمہ اللہ قمطراز ہیں:

”باب ماجاء فی التسوية بين حكم كتاب الله تعالٰی و حكم سنة رسول الله ﷺ في وجوب العمل و لزوم التكليف“ (الكفاية في معرفة اصول علم الرواية 59/1 ط مكتبة ابن عباس)

یعنی عمل کے وجوب اور شرعی تکلیف کے لزوم میں کتاب وسنت کا حکم برابر ہے۔ احادیث کو ضبط کرنے اور ان کی تدوین

میں ائمہ حدیث نے نمایاں کارنامے سرانجام دیے، پھر راویان حدیث کے مکمل حالات، سن ولادت ووفات، ان کے مشائخ و تلامذہ، تعریف وتوثیق۔ حلات علمیہ وغیرہ کو بھی انتہائی عمدہ طریقے سے ضبط کیا۔

اسی طرح علم روایت ودرایت کے اصول وضوابط کا تعین بھی کیا۔ جن کی بنیاد پر روایات کی جانچ پڑتال کی جا سکتی ہے۔ ان ہی اصولی مسائل میں سے ایک مسئلہ تدلیس بھی ہے۔ جس پر ائمہ حدیث نے ازحد کام کیا اور مدلسین کے اسماء ان کی روایات، تدلیس کی اقسام وغیرہ پر تفصیلی گفتگو کی اور غیر صحیحین میں مدلس کی وہ روایت جس میں وہ اپنے شیخ سے سماع کی تصریح نہیں کرتا اور کیا تصریح سماع کے بغیر درست ہے یا نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور ائمہ اصولین کے ہاں جو شخص ایک مرتبہ تدلیس کا مرتکب ہوتا ہے اور اپنا عیب تدلیس نمایاں کر دیتا ہے تو وہ تصریح سماع کے بغیر قابل قبول نہیں۔ صحیحین کی روایات پر چونکہ امت کے علماء کا اتفاق ہے کہ وہ صحیح ہیں اور انھیں تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے وہ زیر بحث نہیں۔

عصر حاضر میں بھی مسئلہ تدلیس پر علماء نے کافی بحث شروع کر رکھی ہے اور پھر راوی قلیل التدلیس ہو یا کثیر التدلیس......

ہمارے فاضل دوست اور عصر حاضر کے عظیم محقق شیخ زبیر علیزئی حفظہ اللہ نے بھی اس مسئلہ پر بڑا علمی وتحقیقی مقالہ لکھا۔ جو پہلے ''التأسيس في مسئلة التدليس '' کے عنوان سے ان کے ہاں طبع ہو کر دادِ تحسین وصول کر چکا ہے اور اب پھر نئے سرے سے مسئلہ تدلیس اس پر شبہات اور ان کے ازالے۔ فضیلۃ الشیخ نے بڑے احسن انداز سے کر دیے ہیں جو علم حدیث کے طلبہ کے لیے عظیم تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ کے عمل کو درجہ قبولیت پر فائز کرے اور نجات کا وسیلہ وذریعہ بنائے اور منہج سلف صالحین پر تمسک عطا کیے رکھے۔ آمین یارب العالمین،

خادم العلم واھلہ: ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ، رئیس مرکز الحسن سبزہ زار/ 882 پی بلاک لاہور 2013/1/3

******

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی ومحترمی جناب حافظ محمد زبیر علیزئی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

نہایت شکر گزار ہوں آپ نے تکلیف فرمائی اور قاضی طلا محمد پشاوری کے متعلق جو مواد مل سکا ارسال فرمایا، جن کتابوں کے متعلق میں نے آپ سے عرض کیا تھا، بحمد اللہ وہ بھی مجھے مل گئی ہیں، ان کے حالات بہت مختصر ہیں اور تمام کتابوں میں تقریباً ایک ہی سے ہیں۔ میرا خیال ہے اصل ماخذ نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد ہے اور یہ مکمل کتاب میں نے چند روز ہوئے ملتان سے پندرہ سو روپیہ میں خرید لی ہے۔

افسوس ہے اہل حدیث حضرات کے حالات تلاش کرنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ نہ وہ اپنے حالات خود لکھتے ہیں، نہ ان کے شاگردوں اور وارثوں کو ان کے متعلق لکھنے میں دلچسپی ہوتی ہے، بعض حضرات کو انکسار اور تواضع کا مرض لاحق ہے کہ

ہمارا کیا ہے، ہم نے کیا خدمت انجام دی ہے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے......لیکن یہی حضرات جب ملازمت کے لیے کسی کالج یا یونیورسٹی یا ادارے میں درخواستیں دیتے ہیں تو پھر اپنے بارے میں سب کچھ لکھتے ہیں۔اس وقت ان کا انکسار خدا جانے کدھر چلا جاتا ہے اور اپنی اصلیت ظاہر کرنے سے کیوں نہیں روکتا۔

بہرحال آپ کا شکر گزار ہوں کہ اس فقیر گوشہ گیر کے لیے تکلیف اٹھائی۔امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔(ان شاءاللہ)

اخلاص کیش

محمد اسحاق بھٹی

******

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب۔دامت اقبالکم وعمت فیوضکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کی تصنیف نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین کا مطالعہ کیا۔تصنیف قابل داد ہے۔دل چاہتا ہے کہ آپ سے ملاقات کریں۔میرے بہت سے شکوک وشبہات دور ہوئے۔میں نے درس بخاری میں علامہ گوہر رحمٰن صاحب مرحوم سے مسئلہ رفع الیدین میں استفادہ کیا تھا، ان کی تقریروں سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ رفع الیدین وعدم رفع الیدین دونوں کی حیثیت مساوی ہے۔مگر آپ کی کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مقابلہ 70 اور 30 کا ہے۔اب میں نے بھی رفع الیدین شروع کیا ہے۔رفع الیدین کے علاوہ بھی کئی ایک اہم مسائل میں آپ کی کتاب سے فیض حاصل کیا۔اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی اور آپ کی علمی کاوشوں میں برکت ڈال دے۔آمین

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی ایک کتاب 1۔ (جزء رفع الیدین بخاری مع ترجمہ وتحقیق)

2۔ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام۔رقم بھی پے کردی جائے گی۔

یہ دو کتب ارسال فرمائیں، البتہ اپنا ماہنامہ رسالہ اعزازی طور پر ارسال فرمائیں۔شکریہ

والسلام

قاری کفایت اللہ

مہتمم المرکز الاسلامی بخشالی ضلع مردان

******

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت محترم ومکرم جناب علامہ مولانا زبیر علی زئی دام فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: (مزاج اقدس بخیر)

مدت مدید سے شرفِ ملاقات نہ کرسکا، احقر اکیلا ہونے کی وجہ سے حاضریٔ خدمت کی سعادت سے محروم رہا، تاہم

وقت نکال کر آپ کے فیوض و برکات سے بہرور ہوں گا، ان شاء اللہ۔ زیادہ دعا کی درخواست ہے حامل عریضہ ھذا جناب قاری اسد اللہ افغانی گذشتہ سال ہی مسلک اہلحدیث سے وابستہ ہوئے ہیں، مجھ سے گاہے گاہے عاریتاً کتب لے جا کر مطالعہ کے بعد واپس کر دیتے ہیں۔ اگر یہ کوئی کتاب مطالعہ کے لیے لینا چاہیں تو عنایت فرما دیا کریں، مطالعہ کے بعد واپس آپ کے ہاں لوٹا دیا کریں گے، ان شاء اللہ۔

طالب دعا: (مولانا) محمد عبداللہ، ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث صوبہ سرحد، خطیب جامع مسجد القدس اہلحدیث

رئیس الجامعۃ الاسلامیۃ السلفیۃ (رجسٹرڈ)، جی ٹی روڈ ہری پور، ہزارہ ،14/4/2000ء

******

محترمی ومکرمی جناب مولانا (حافظ زبیر علی زئی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ دو ماہ قبل ملک بھر کے جید علماء ومفتیان کرام کی خدمت میں قراءت کے حوالے سے ایک سوالنامہ ارسال کیا گیا، تا حال چند ایک علمائے کرام اور دارالافتاء کی طرف سے جوابات موصول ہوئے ہیں جن میں سے بعض تو بہت مختصر ہیں اور بعض کافی طویل اور عربی نصوص وعبارات پر ہی مشتمل ہیں کہ جس سے قارئین کے لیے استفادہ کرنا مشکل ہے اور اسے قارئین کے لیے آسان فہم بنانے کے لیے مزید وقت درکار ہے۔ مجلّہ کے صفحات کی کمی کا بھی ایک مسئلہ ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر جامعہ لاہور الاسلامیہ کے دارالافتاء نے موصول شدہ فتاویٰ جات کی روشنی میں ایک جامع فتویٰ تیار کیا ہے کہ جس میں تمام عربی عبارات کا ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے تاکہ عام وخاص اس سے مستفید ہوسکیں اور صفحات کی کمی کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔

آپ سے گذارش ہے کہ آپ اس فتویٰ پر دستخط اور مہر لگا کر اس کی تائید فرما دیں جو آپ کی طرف سے قراءت نمبر کے لیے فتویٰ تصور کیا جائے گا۔ اُمید کی جاتی ہے کہ آپ اپنی مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر اس گذارش پر نظر التفات فرمائیں گے۔ جزاك الله أحسن الجزاء

والسلام

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی
مدیر التعلیم: جامعہ لاہور الاسلامیہ ومدیر محدث	مدیر: کلیۃ القرآن الکریم وانچارج مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

******

محترمی ومکرمی جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

اما بعد: جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جامعہ عربیہ پشاور اور اس کی تمام شاخیں آپ جیسے اصحاب خیر کے تعاون سے اپنی استعداد کے مطابق دین کی خدمت، اور علم واصحاب علم کی خدمت اور تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اس وقت جامعہ میں 300 طلباء اور 450 طالبات قرآن کریم اور علوم دینیہ کے دروس سے مستفید ہو رہے ہیں نہایت ضرورت کی حالت میں ہم آپ جیسے اصحاب خیر سے یہ امید رکھتے ہیں کہ طلباء کے لیے طعام کی اخراجات میں جتنا ہو سکے تعاون فرما دیں اور ہمارے سفیر کی رہنمائی کر دیں۔ آپ کی خدمت میں ہمارے سفیر مولانا محمد زمان صاحب حاضر ہے ان کے ذریعے سے جامعہ کے ساتھ حسب سابق تعاون فرما کر ان کے لیے تزکیہ بھی عنایت کر دیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے تمام صالح اعمال کو قبول فرمائے اور مزید کی توفیق عطا کر دے، جامعہ کے تمام متعلقین اور اس دورے میں شریک طلباء و طالبات دنیا و آخرت میں آپ کی سرفرازی کے لیے دعا گو رہیں گے۔ والسلام۔

اخوکم فی اللہ، ابو زکریا عبدالسلام الرستمی، الجامعۃ العربیۃ

******

مکرمی جناب فضیلۃ الشیخ الحافظ زبیر علی زئی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اما بعد، حالیہ شمارہ نمبر 83 ربیع الثانی 1432ھ الموافق اپریل 2011ء میں تلک الغرانیق کے قصہ پر علمی اور تحقیقی نقد پر نہایت دلی خوشی ہوئی کہ جناب نے ان حضرات کا بڑے اچھے اور علمی انداز میں رد فرمایا، جو یہ کہتے ہیں کہ متعدد ضعیف احادیث مل کر قوت پکڑ جاتی ہیں اور قابل عمل ہوتی ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اندھے 10+20 بھی ہوں تو وہ اندھے ہی رہتے ہیں، ان میں ایک آنکھوں والے کے برابر بصارت نہیں ہوتی، اسی طرح ضعیف جتنی مرضی جمع کر لی جائیں وہ ضعیف ہی رہتی ہیں، اہل عقل وانصاف کہتے ہیں جناب نے کئی ایک مثالیں بھی لکھ دی ہیں۔ آپ کے اسی موقف کی میں (100%) سو فیصد حمایت اور تائید کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔ تمام بھائیوں کو سلام عرض کر دیجیے گا۔ والسلام

اخوکم فی الدین: ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی

ناظم: ادارہ تحقیقات عثمانیہ نوشہرہ روڈ، اندرون اعوان چوک گوجرانوالہ، 01-04-2011

******

سید محمد قاسم بن محب اللہ الراشدی الحسینی (ایم۔اے)

پیر آف جھنڈا، رئیس جامعہ دار الرشاد، نیو سعید آباد، حیدر آباد سندھ، پاکستان

محترم المقام وعزت مآب جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بفضل اللہ تعالیٰ مع اہل وعیال خیریت سے ہوں گے۔ ان شاء اللہ

احوال یہ ہے کہ آپ کی طرف رسالہ ''الحدیث'' کی سالانہ رقم ارسال کی جا رہی ہے کہ آپ اپنا رسالہ ہماری طرف مستقل

جاری کر دیں اور ہمارا ایڈریس اوپر موجود ہے، لیکن رسالہ کو ہماری لائبریری کے نام سے (المکتبہ العالیہ العلمیۃ) بھیجا جائے۔ آپ کی بہت مہربانی ہوگی اور آپ سے قوی امید ہے، آپ آئندہ اسی ''مجلّہ'' کو ہمارے لیے اعزازی کر دیں گے۔ان شاءاللہ

فقط والسلام

احقر العباد ابواحسان اللہ

پیر سید محمد قاسم بن محبّ اللہ الراشدی الحسینی

******

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

بعد خیر وعافیت عرض یہ کہ ادارہ تحقیقات سلفیہ کراچی محدث العصر پیر سید علامہ ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ کی کتاب ''اتحاف السادۃ الکرام بتحقیق ان اول صلٰوۃ المسبوق ھوما ادرکو مع الامام'' شائع کر رہا ہے، آپ کا پیر صاحب رحمہ اللہ سے جو قلبی تعلق رہا ہے اور ہے اسے دیکھتے ہوئے ادارے کے ذمہ داران کی یہ خواہش ہے کہ آپ پیر صاحب رحمہ اللہ کی کتاب پر مقدمہ رقم فرمائیں، امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے چند قیمتی لمحات اس کام کے لیے بھی صَرف فرمائیں گے۔مقدمہ کے ساتھ اگر ہو سکے تو جہاں آپ محسوس کریں کہ کوئی تشنگی تحریر میں باقی ہے تو وہاں حواشی بھی رقم فرما دیں، کیونکہ آپ پیر صاحب رحمہ اللہ کے اسلوب تحریر سے باخبر وآگاہ ہیں۔ایک کام کی زحمت اور دوں گا کہ آپ نے 1993ء میں پیر صاحب رحمہ اللہ کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں آپ نے ابوایوب اور ابوعثمان کی قائم کردہ جماعت المسلمین کی بابت چار سوال کئے تھے، ان کے جوابات جو پیر صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو بھیجے تھے اس کی ایک عدد فوٹو کاپی مطلوب ہے، اگر ہو سکے تو فوٹو کاپی ارسال فرما دیں کیونکہ ادارہ تحقیقات سلفیہ کا اس کو بھی شائع کرنے کا پروگرام ہے۔امید کرتا ہوں کہ تعاون فرمائیں گے۔اللہ رب العزت آپ کی دینی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشے اور آپ کے علم وعمر اور عمل میں برکت عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔

والسلام، حافظ محمد نعیم، کراچی

******

خالقدینا ہال لائبریری ایسوسی ایشن

ایم۔اے جناح روڈ، کراچی۔74200

جناب ابوطاہر محمد زبیر علی زئی صاحب

السلام علیکم۔آپ کی تصنیف کردہ کتاب ''نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین'' کا تبصرہ میں نے صحیفہ اہل حدیث میں پڑھا،

تبصرے میں کتاب کی اہمیت اورافادیت کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اس سے کتاب کی اہمیت اور زیادہ اُجاگر ہوتی ہے۔ خالقدینا ہال لائبریری میں اس کتاب کی کمی مجھے شدت سے محسوس ہورہی ہے۔ خالقدینا ہال لائبریری پاکستان کی قدیم ترین لائبریریوں میں سے ایک ہے جس کی ایک تاریخ اور ثقافتی اہمیت ہے۔ یہ 1856ء میں تعمیر کی گئی اور جلد ہی یہ کراچی کی سماجی وسیاسی بیداری کا مرکز بن گئی، 1921ء میں خالقدینا ہال کی شہرت پورے برصغیر میں پھیل گئی جب انگریز سرکار کے خلاف بغاوت کے الزام میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور جگت گورام تیرتھ کے خلاف مشہور مقدمہ کی سماعت اس ہال میں کی گئی جس کی وجہ سے یہ ہال تاریخ کا حصہ بن گیا، پھر قیام پاکستان کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں اسی ہال میں ہوا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کو ختم کر کے اس کا نام پاکستان مسلم لیگ رکھا جائے اور آج بھی یہ لائبریری اپنی تمام تر تاریخی اور ثقافتی اہمیت کے ساتھ قائم و دائم ہے اور یہاں تقریباً 400 سے زیادہ افراد روزانہ مطالعہ کے لیے آتے ہیں۔ براہ کرم اعزازی کتاب اوراس کے علاوہ اپنی دیگر کتابیں بھی خالقدینا ہال لائبریری کے لیے جاری فرما کر ممنون فرمائیں اور لائبریری کا نام اپنی میلنگ لسٹ میں شامل کر کے شکریے کا موقع دیں۔

طالب دعا: اعزازی لائبریرین، قاری ہلال احمد ربانی، سینئر نائب صدر خالقدینا ہال لائبریری ایسوسی ایشن
ایم اے جناح روڈ، کراچی

******

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہر قسم کی خیر وعافیت کے بعد بندۂ بشر اپنی کاوش زبدۃ البخاری کو تحفتاً آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔

آئندہ ایڈیشن میں ساتھیوں کے مشوروں سے تبدیلیاں کریں گے جس میں آپ کی راہنمائی اور تجاویز کی اشد ضرورت ہے۔ زبدۃ البخاری کا ترجمہ بھی ان شاء اللہ شائع ہوگا، اس بارے میں بھی راہنمائی فرمائیں۔

مذکورہ کاوش بشر کی ہے غلطیوں کا قوی امکان ہے۔ نشاندہی کر کے اللہ کے ہاں سرخروئی حاصل کریں اور اجر پائیں، ہماری رہنمائی ہوگی۔ راقم بالمشافہ ملاقات کا خواہشمند اور منتظر ہے۔

والسلام

محمد یحیٰ حامدی

******

پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول

127مری روڈ،راولپنڈی پی اوبکس173،راولپنڈی کینٹ،کوڈ:46000،فون نمبر581150

C744 12-6-97

عزیز طالب علم محمد عرفان صاحب

السلام علیکم

سلام کے بعد عرض ہے کہ آپ کا مہربانی نامہ ملا یاد فرمانے کا شکریہ آپ پہلے کورس کا مطالعہ کر رہے ہیں آٹھ اسباق آپنے مکمل کیے ہیں 11-9 کی قسط آپ کو 97-6-7 کو بھیجی گئی ہے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ عیسائی مذہب میں کیا ہے؟ عرض ہے کہ آپ جب تک پورا مطالعہ نہیں کر لیتے کیسے جان سکتے۔

جہاں تک توریت زبور، انجیل کا تعلق ہے تو یہ موسیٰ اور دوسرے انبیاء پر خدا نے نازل کیں اور جو الہام خدا کی طرف سے ہو اُسکا ماننا لازمی ہے کیونکہ انسان کی کیا طاقت ہے کہ خدا کی الہامی کتاب کو تبدیل کرے یا دنیا سے مٹائے خدا اتنا کمزور نہیں کہ اپنے کلام کی حفاظت نہ کر سکے۔

حضرت عیسیٰ نے فرمایا آسمان اور زمین ٹل جائنگے لیکن میری باتیں ہرگز نہیں ٹلینگی۔

بہر حال نہ ہمارے کورسز میں کوئی ایسی بات ہے اور نہ خط میں کسی کو عیسائی بنانے کو کہا ہے۔ لیکن کلام کی سچائی پیش کرنا ہمارا فرض ہے اور نبی بھی کلام پھیلاتے رہے یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ پورے طور پر مطالعہ کریں اور پھر کوئی نتیجہ اخذ کریں اور قرآن کو بھی ترجمے سے پڑھیں اور انجیل اور توریت کے بارے میں تلاش کریں میرے مشورے پر ضرور عمل کریں کہ قرآن سے انجیل اور توریت کے بارے میں حقائق معلوم کریں حضرت مسیح اس دنیا کا انصاف کرینگے یعنی حضرت عیسیٰ اور انجیل میں ان کی تعلیم ہے ضرور پڑھنا چاہیے کہ جو شخص دنیا کا انصاف کرے گا اس کی تعلیم بھی پڑھیں۔

ویسے ہماری جنگ، جنگی اوزاروں سے نہیں اور نہ مسیح یعنی حضرت عیسیٰ نے جنگ کا حکم دیا ہے بلکہ اس کا درس دیا ہے، مسیح نے صلیب پر اپنے دشمنوں کو معاف کیا ہے اندھوں کو آنکھیں دیں مُردوں کو زندہ کیا تو ایسے شخص کی تعلیم ضرور پڑھیں اور زندہ ہی آسمان پر گئے اور زندہ ہی پھر اس دنیا میں انصاف کے لیے آئیں گے۔

انجیل میں ان کی مکمل تعلیم ہے ضرور پڑھیں۔

اجازت دیں۔ خدا حافظ

دعا گو یُونتن مسیح

Yuntan Masih

******

پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول

127 مری روڈ، راولپنڈی پی او بکس 173، راولپنڈی کینٹ، کوڈ:46000، فون نمبر 581150

C744 11-7-97

عزیز طالب علم محمد عرفان صاحب

السلام علیکم

سلام کے بعد عرض ہے کہ آپ کا سبق نمبر 17-15 ہمیں مل گیا آپ نے چند سوال لکھ کرارسال فرمائے ہیں۔

آپ نے قرآن اور محمدؐ کے حوالے سے سوال اٹھایا ہے تو عرض ہے کہ ہمارے پاس توریت، زبور، انجیل اور انبیاء کے صحائف ہیں اور اُن میں ان کا ذکر موجود نہیں اگر ذکر ہوتا تو ضرور مانتے معذرت خواہی کے ساتھ تحریر خدمت ہے۔

یہ کورس کتنے عرصے کا ہے کم ازکم سال کے اندر اندر ختم ہوسکتا ہے، جی ہاں اس کورس کی صرف آٹھ اقساط رہ گئی ہیں۔

اس کی سند سے کوئی نوکری تو نہیں ملتی البتہ یہ ایک اعزاز ہے اور آپ کی محنت اور قابلیت کے ثبوت ہیں۔

زیادہ اقساط حاصل کرنے کے لیے اسباق پر چٹ چسپاں کردیا کریں جس پر لکھا ہو زیادہ اقساط درکار ہیں۔

اجازت چاہونگا۔ خدا حافظ

دُعا گو یُونتن

Yuntan Masih

******

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب ''یُونتن مسیح'' صاحب، آداب!

امابعد:

جناب عبداللہ صاحب نے آپ کے دوخطوط لا کر دیئے ہیں جو کہ ایک طالبِ علم جناب محمد عرفان صاحب کے نام لکھے گئے ہیں اور مطالبہ کیا ہے کہ اِن خطوط کا جواب لکھا جائے۔

آپ نے لکھا ہے کہ: ''ہمارے پاس توریت، زبور، انجیل اور انبیاء کے صحائف ہیں'' (خط 97-7-11)

اور لکھا ہے کہ: ''انجیل میں اُنکی تعلیم ہے ضرور پڑھنا چاہیے۔'' (خط 97-6-12)

لہٰذا چند اصولی گذارشات پیشِ خدمت ہیں۔ اُمید ہے آپ اِن پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔

آپ کے پاس کُتبِ مذکورہ اور صحائف BIBLE ''کتابِ مقدس یعنی پُرانا اور نیا عہد نامہ'' کی صورت میں موجود ہیں اور (عہد نامہ قدیم وجدید کی) یہ کتاب آپ ہم سے پڑھوانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اِن دونوں عہد ناموں پر مختصر تبصرہ اور گذارشات

عرض خدمت ہیں:

عہد نامہ قدیم

عہد نامہ قدیم توریت، زبور اور صحائف وغیرہ پر مشتمل ہے جو کتاب ''پیدائش'' سے شروع ہو کر کتاب ''ملاکی'' پر ختم ہو جاتا ہے، شائع کردہ ''بائبل سوسائٹی، انار کلی، لاہور''

''پیدائش'' سے لے کر آخر ''استثنا'' تک پانچ کتابوں کے مجموعہ کو تورات کہا جاتا ہے۔

نمبر1: تورات کی ان پانچوں کتابوں کی حضرت موسیٰ علیہ السلام تک متصل سند، یہود و نصاریٰ دونوں کے پاس موجود نہیں۔ اگر آپ کو اس حقیقت سے اختلاف ہے تو براہِ مہربانی اپنے آپ سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک ان پانچوں کتابوں (تورات) کی متصل سند پیش کریں۔

نمبر2: تورات میں ایسی باتیں درج ہیں جو قطعاً حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل نہیں ہوئیں۔ بعد کے نامعلوم لوگوں نے بغیر کسی سند کے انھیں متن میں درج کر دیا ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا موآب کے ملک میں وفات پانا اور ''بیت فغور'' کے مقابل دفن کیا جانا وغیرہ۔ دیکھئے ''استثنا'' باب 34 ص 202

نمبر3: تورات میں بعض ایسی باتیں بھی درج ہیں جن سے ساری کائنات کے خدا کی توہین ہوتی ہے مثلاً

(ا) یعقوب علیہ السلام کا خدا سے کُشتی لڑنا۔ دیکھئے ''پیدائش'' باب 32 ص 34، نیز دیکھئے ''ہوسیع'' باب 12 ص 854

(ب) خدا کا علم غیب نہ جاننا، مثلاً ''پیدائش'' میں ہے کہ: ''پھر خُداوند نے فرمایا چونکہ سدوم اور عمورہ کا شور بڑھ گیا اور اُن کا جُرم نہایت سنگین ہو گیا ہے۔ اسلئے مَیں اب جا کر دیکھونگا کہ کیا انھوں نے سراسر ویسا ہی کیا ہے جیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کِیا تو میں معلوم کرلُوں گا'' (باب 18 ص 17، 18)

(ج) خُدا کا کھانا کھانا، دیکھئے پیدائش باب 18 ص 17، وغیرہ خرافات۔

نمبر4: عہد نامہ قدیم کا باقی حصہ بھی مشکوک ہے۔ بعض کتابوں کے مصنفین نامعلوم ہیں مثلاً ''رُوت'' (راعوت) کا مصنف نامعلوم ہے۔ (کلام مقدّس ص 320 مطبوعہ سوسائٹی آف سینٹ پال، روما 1958ء)، وغیرہ اور ان کتابوں کے مصنفین تک متصل سند مفقود ہے اس عہد نامہ قدیم میں بھی خُداوند اور اُس کے انبیاء کی توہین و گستاخی موجود ہے۔ مثلاً:

(ا) ''قضاۃ'' نامی کتاب میں ہے کہ: ''اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا۔ سو اُس نے کوہستانیوں کو نکال دیا پر وادی کے باشندوں کو نکال نہ سکا کیونکہ اُنکے پاس لوہے کے رتھ تھے'' (ب 1 ص 229)

(ب) حضرت سلیمان علیہ السلام کا آخری عمر میں شرک اور بت پرستی کرنا۔ دیکھئے ''سلاطین'' نمبر 1 باب 11 ص 340

(ج) حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بزرگ باپ حضرت اسحاق علیہ السلام کو دھوکا دینا۔ دیکھئے پیدائش باب 27 ص 27 وغیرہ

نمبر5: عہد نامہ قدیم مثلاً پیدائش باب 10 ص 12، آستر باب 1 ص 286، اور عہد نامہ جدید مثلاً متّی باب

6 ص 9 وغیرہ، مرقس باب 7 ص 41، لُوقا باب 3 ص 55، یوحنا باب 5 ص 86 وغیرہ میں متعدد ''آیات'' بریکٹوں [ ]، ( ) میں ہیں۔ یہ بریکٹیں کس نے لگائیں اور کب لگائیں۔ یاد رہے کہ ہماری مقدس کتاب ''قرآن مجید'' میں ایک بریکٹ بھی نہیں۔

نمبر 6: کیا تاریخ کے کسی دور میں ایسا بھی ہوا ہے کہ عہد نامہ قدیم وجدید کو یہود ونصاریٰ نے زبانی یاد کر کے اپنی عبادات میں پڑھا ہو۔ باحوالہ اور مدلل جواب لکھیں۔

عہد نامہ جدید

عہد نامہ جدید چار انجیلوں (متی، مرقس، لُوقا اور یوحنا) اور پولس وغیرہ کے خطوط وغیرہ پر مشتمل ہے۔ جسے صرف پولُس نصاریٰ صحیح وبرحق تسلیم کرتے ہیں جبکہ یہود اور اُمتِ مسلمہ اس عہد نامہ جدید کو صحیح وبرحق تسلیم نہیں کرتے۔

نمبر 7: ایک انجیل کی یہ چار انجیلیں کس طرح بن گئیں؟

نمبر 8: اگر یہ اناجیلِ اربعہ بعض لوگوں کی مرتب کردہ یونانی وغیرہ سوانح عمریاں ہیں تو اِن اناجیل کے مصنفین کے مستند حالات اور اُن تک سند متصل کا ثبوت پیش کریں اس سوال کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے لیے عرض ہے کہ متّی کی انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ: ''یسوع نے وہاں سے آگے بڑھ کر متّی نام ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اُس سے کہا کہ میرے پیچھے ہولے۔ وہ اُٹھ کر اُسکے پیچھے ہولیا'' (باب 9 ص 11، 12)

ثابت ہوا کہ متّی نامی انجیل کا مصنف متّی حواری نہیں کوئی اور شخص ہے جو کہ نامعلوم ہے۔ مرقس اور لُوقا دونوں حواری نہیں۔ دیکھئے متّی باب 10 ص 12 وغیرہ۔

یوحنا کے بارے میں ''رسولوں کے اعمال'' میں لکھا ہوا ہے کہ ''ان پڑھ'' باب 4 ص 111

لہٰذا اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یوحنا نے خود یہ انجیل لکھی ہو۔ اس کا لکھنے والا بھی نامعلوم ہے۔

نمبر 9: ان اناجیل اربعہ اور ملحقہ رسائل وکتب وغیرہ میں بھی خداوند تعالیٰ کی گستاخی اور توہین موجود ہے۔ مثلاً

(ا) ''خدا کی بیوقوفی'' دیکھئے کرنتھیوں کے نام پولس کا پہلا خط ب 1 قول 25 ص 154

(ب) ''خدا کی کمزوری'' ایضاً

نمبر 10: عہد نامہ قدیم وجدید میں متعدد مقامات پر تناقض، تعارض وتضاد موجود ہے۔ مثلاً:

(ا) یوسف کا نسب نامہ

''متّی'' میں اسے یعقوب کا بیٹا اور یعقوب کو سلیمان بن داود علیہما السلام کی نسل سے لکھا ہوا ہے۔ (ب 1 ص 5) جبکہ ''لُوقا'' کی انجیل میں اسی یوسف کو عیلی کا بیٹا اور عیلی کو ناتن بن داود علیہ السلام کی نسل سے لکھا ہوا ہے۔ (ب 3 ص 55)

ایک ہی شخص کے یہ دو نسب نامے کس طرح ممکن ہیں؟

(ب) ''سلاطین''-2 باب 24 ص 390 پر ہے کہ: ''اور یہویاکین جب سلطنت کرنے لگا تو اٹھارہ برس کا تھا'' الخ

جبکہ ''تواریخ''-2 باب 36 ص 461 پر ہے کہ: ''یہویاکین آٹھ برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا'' الخ

بائبل میں اس قسم کی لاتعداد غلطیاں ہیں۔

نمبر 11: کیا دنیا میں اناجیل اربعہ کے علاوہ کسی اور انجیل کا وجود بھی ملتا ہے مثلاً برناباس حواری (''رسولوں کے اعمال'' باب 9 ص 117 وغیرہ) سے منسوب انجیل کو آپ صحیح تسلیم کرتے ہیں یا من گھڑت وغیرہ؟

نمبر 12: پولس نصرانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کے کفارہ کیلئے مصلوب ہوئے جبکہ ''حزقی ایل'' باب 18 میں لکھا ہوا ہے کہ: ''بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اُٹھائیگا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ'' (ص 794)

ظاہر ہے کہ اس ''الہامی'' نصِ قطعی کی وجہ سے مذکورہ بالا عقیدہ باطل ہے۔ ورنہ پھر اس نص کا ابطال لازم آتا ہے۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن!

امید ہے کہ آپ ان چند گذارشات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے اور سوالاتِ مذکورہ کے تحقیقی و مدلل جوابات عنایت فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز

یاد رہے کہ الزامی جواب وہاں ہوتا ہے جہاں حقیقی جواب موجود ہو۔

باقی آئندہ

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

حافظ زبیر علیزئی محمدیؔ

کپڑا بازار حضرو ضلع اٹک، پاکستان 26 جمادی الأولیٰ 1418ھ بمطابق 29 ستمبر 1997ء

******

پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول

127 مری روڈ، راولپنڈی پی او بکس 173، راولپنڈی کینٹ، کوڈ: 46000، فون نمبر 581150

8-12-97

عزیز طالب علم محمد عرفان صاحب

السلام علیکم

آپ کا مہربانی نامہ ملا یاد فرمانے کا شکریہ۔ آپ ادارے سے خداوند کا کلام سیکھ رہے ہیں۔ عرض ہے کہ ہم نہ مناظرہ کرتے ہیں اور نہ کسی کے خلاف کچھ کہتے ہیں اور نہ اپنی تعلیم یعنی کورسز میں کسی مذہب کے خلاف مواد شامل کرتے ہیں، ہم صرف مسیح یعنی حضرت عیسیٰ ؑ کی تعلیم پھیلاتے ہیں کوئی متفق ہو یا نہ ہو بہر حال قائل کرنا خدا کا کام ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ توریت، زبور، انجیل خدا کا کلام ہے اور خدا اپنے کلام کی خود حفاظت کرتا ہے۔

باقی کلام ایک ادب ہے کیونکہ لکھنے والے، بادشاہ تھے، چرواہے تھے، عالم تھے، کم تعلیم یافتہ تھے، مختلف دور میں لکھا گیا۔

باقی ایک دو نقطے نکال کر ہم کلام کو غلط قرار نہیں دے سکتے اور جو لوگ اس کلام کو نہیں مانتے وہ سند پیش کریں کہ یہ غلط ہے ہم تو مانتے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔

بہرحال آپ مزید تحقیق کریں فوراً کوئی فیصلہ نہ کریں اور نہ کسی کے کہنے پر عمل کریں۔ بلکہ خود تحقیق کریں اور خدا سے دُعا کریں کہ خدا آپکو درست راہ نمائی بخشے۔ خدا حافظ

دُعا گو یُونتن مسیح

Yuntan Masih

******

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب ''یُونتن مسیح'' صاحب آداب!

طالب علم ''محمد عرفان'' صاحب کے نام آپ کا خط (97-12-8) ملا۔ آپ نے لکھا ہے کہ:

''ہم صرف مسیح یعنی حضرت عیسیٰ ؑ کی تعلیم پھیلاتے ہیں'' تو عرض ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ ہر لحاظ سے غلط ہے۔

1۔ آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ آپ کی پھیلائی ہوئی دعوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم ہے، تحقیق کی دُنیا میں خیالی وہوائی دعویٰ کو کون سنتا ہے؟

2۔ آپ پولس کی ہم خیال اناجیل اربعہ کی تعلیم پھیلا رہے ہیں۔ جن میں سے بعض کے مصنفین حواریین میں سے نہیں اور ان چاروں تک سند متصل بھی موجود نہیں۔

3۔ آپ کی ان اناجیل اربعہ میں تعارض وتناقض موجود ہے۔

4۔ آپ کے اس عہد نامہ قدیم وجدید میں خدا اور اُس کے رسولوں کی توہین موجود ہے، الخ

آپ نے لکھا ہے کہ:

''ہمارا ایمان ہے کہ توریت، زبور، انجیل خدا کا کلام ہے اور خدا اپنے کلام کی خود حفاظت کرتا ہے۔''

تو عرض ہے کہ توریت، زبور اور انجیل سے آپ کی کیا مراد ہے؟

کیا کیتھولک فرقہ کی جمع کردہ ''آسمانی کتابیں'' صحیح ہیں یا پروٹسٹنٹ فرقہ کی؟

انجیل برناباس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جس خدا نے بقول آپ کے چار انجیلوں کی حفاظت کی ہے اُس نے انجیل برناباس کی حفاظت کیوں نہیں کی؟

جن ''آسمانی کتابوں'' کو پروٹسٹنٹ فرقہ نے بائبل سے خارج کردیا ہے۔ اُن کی حفاظت کس کے ذمہ تھی؟

آپ نے لکھا ہے کہ:

''جولوگ اس کلام کونہیں مانتے وہ سند پیش کریں کہ یہ غلط ہے۔ہم تو مانتے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔''

تو عرض ہے کہ صرف آپ کے ماننے سے کیا ہوتا ہے؟

جولوگ اس مجموعہ (بائبل/ عہد نامہ قدیم وجدید = کیتھولک/ پروٹسٹنٹ) کونہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ یہودیوں اور پولسیوں (نصرانیوں) کے پاس اس مجموعہ کی کوئی سند نہیں۔بے سند بات کو وہی شخص تسلیم کرتا ہے جو خود بے سند ہو۔

مسلمانوں کے پاس سندِ متصل صحیح کے ساتھ اللہ اور رسول سے یہ ثابت ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں ردوبدل اور تحریف کردی ہے۔تفصیل کے لیے دیکھئے الجواب الصحیح اور اظہار الحق وغیرہ

قرآن وحدیث کے علاوہ آثارِ صحابہ (حواریین محمد ﷺ) بھی ہم تک سند کے ساتھ پہنچے ہیں مثلاً مجھے خبر دی ابومحمد بدیع الدین الراشدیؒ نے از امرتسری از نذیر حسین دھلوی از محمد اسحاق از عبدالعزیز از ولی اللہ الدھلوی از ابی طاہر محمد بن ابراہیم بن حسن عن ابیہ عن القشاشی عن الشناوی عن الرملی عن زین الدین زکریا الانصاری عن ابن حجر العسقلانی عن التنوخی عن الحجار عن الزبیدی عن ابی الوقت السجزی عن الداودی عن ابی محمد السرخسی عن الفربری عن البخاری قال حدثنا موسیٰ بن اسماعیل قال اخبرنا ابراہیم قال اخبرنا ابن شہاب عن عبیداللہ بن عبداللہ ان ابن عباس قال: كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَحْدَثُ، تَقْرَءُونَهُ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ أَهْلَ الكِتَابِ بَدَّلُوا كِتَابَ اللّٰهِ وَغَيَّرُوهُ، وَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الكِتَابَ، وَقَالُوا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا؟ إلخ

تم لوگ اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیونکر پوچھتے ہو حالانکہ تمھاری کتاب وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ پر تازہ تازہ اتری ہے۔اسے تم پڑھتے ہو خالص ہے اس میں کوئی آمیزش نہیں اور اس کتاب نے تم سے بیان کر دیا ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتاب کو بدل ڈالا اور اس میں تغیر کیا۔وہ لوگ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ تھوڑی قیمت وصول کریں۔الخ

یہ روایت صحیح البخاری ج2 ص1094 ومترجم ج3 ص842 کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں موجود ہے۔والحمد للہ

معلوم ہوا کہ یہود ونصاریٰ نے توریت انجیل وغیرہ کو تبدیل کر دیا ہے اور یہی تحریف ہے۔پھر ان محرف شدہ کتابوں کو لوگوں میں ''خداوند کا کلام'' کے نام سے پھیلا رہے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ

''باقی ایک دو نقطے نکال کر ہم کلام کو غلط قرار نہیں دے سکتے۔''

تو عرض ہے کہ بات صرف ایک یا دو نقطوں (!) کی نہیں بلکہ ہزاروں تحریفات اور عبارات کفریہ کی ہے جن میں اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر وشرک وعدم علم وجہالت وغیرہ کو منسوب کیا گیا ہے۔اعاذنا اللّٰه منه

دوسرے یہ کہ آپ نے ایک دو نقطے غلطی کو تسلیم کرلیا ہے باقی ہزاروں غلطیوں کے بارے میں بھی تحقیق کریں۔

تیسرے یہ کہ ہمارے قرآن مجید میں ایک نقطہ کی بھی غلطی نہیں۔والحمد للہ

آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ راقم الحروف کی باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور ان کا کافی وشافی جواب دیں۔شکریہ وما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر بن مجدد علیزئی

کپڑا بازار حضرو ضلع اٹک

14-12-1997

******

پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول

127 مری روڈ، راولپنڈی پی او بکس 173، راولپنڈی کینٹ، کوڈ:46000، فون نمبر 581150

18-12-97

پیارے دوست حافظ زبیر علی زئی محمدی صاحب، السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ ملا یاد فرمانے کا شکریہ، آپ نے خط میں پولس کا ذکر کیا ہے کہ مسیحی لوگ اُسکی تعلیم پھیلا رہے ہیں تو عرض ہے کہ مسیح کی تعلیم اور پولس کی تعلیم میں فرق کیا ہے؟ پولس مسیح کی تعلیم کو پھیلاتا رہا اور ہم بھی مسیح کی تعلیم کو پھیلا رہے ہیں اور شاگرد یعنی مسیح کے شاگرد بھی پوری زندگی مسیح کی تعلیم پھیلاتے رہے۔

جب مسیح یسوع تعلیم دیتے تھے تو اُس وقت بھی کچھ لوگ سنتے تھے اور کچھ مخالفت کرتے تھے اور کچھ الزام لگاتے تھے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ نبیوں کی توہین اناجیل اربعہ میں موجود ہے اور بائبل میں نقص ہیں۔

جس کو آپ رسولوں کی توہین کہہ رہے ہیں اُسکو ہم حقیقت اور سچائی کہتے ہیں سچا کلام وہی ہے کہ جس میں نبیوں کی خوبیوں کے علاوہ نبیوں کی کمزوریوں کا بھی ذکر ہو کیونکہ وہ بھی انسان تھے اور انسان کمزور ہوتا ہے اُمید ہے آپ متفق ہونگے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ توریت، زبور اور انجیل سے کیا مراد ہے تو عرض ہے کہ اس سے مراد خدا کا زندہ کلام ہے۔کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کا ذکر بھی آپ نے کیا عرض ہے کہ ہر مذہب میں فرقے ہوتے ہیں کیا خیال ہے؟ اور پھر آپ نے سوال اُٹھایا کہ ان میں سے کن کی کتابیں آسمانی ہیں عرض ہے کہ کیتھولک فرقہ نے غیر الہامی کتابوں کو بھی الہامی مان لیا ہے، لہٰذا پروٹسٹنٹ کی کتابیں آسمانی ہیں۔آپ نے انجیل برنباس کا بھی ذکر کیا تو عرض ہے کہ یہ بھی غیر الہامی ہے آسمانی نہیں۔

لہٰذا انجیل برنباس کی حفاظت خدا نے اس لیے نہیں کی یہ آسمانی نہیں آپ نے تحریر فرمایا کہ جن آسمانی کتابوں کو پروٹسٹنٹ نے خارج کر دیا ہے اُس کی حفاظت کس کے ذمے تھی؟ عرض ہے کہ جب یہ آسمانی کتابیں ہی نہیں ہیں تو ان کی حفاظت کی ضرورت کیا ہے۔بہر حال سب سے بڑی سند یہی ہے کہ اُس جیسا کلام نہیں ملتا اور جب ہم خدا کے کلام کو مانتے ہیں تو ایمان سے مانتے ہیں یہی سند ہے آپ نے لکھا کہ یہود ونصاریٰ نے توریت وانجیل کو بدل ڈالا۔

عرض ہے کہ آپ کو کیسا معلوم ہوا۔ آپ نے لکھا کہ ایک دو نقطے کی غلطی تسلیم کر لی، تو میں نے تسلیم نہیں کی بلکہ بقول آپ کے آپ چند نقطے نکال کر غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ عرض ہے کہ اصل انجیل یا بائبل کہاں ہے؟ آپ کے پاس ہے تو ضرور بتائیں۔ اجازت دیں۔ خدا حافظ

دُعا گو یُونتن مسیح

Yuntan Masih

****

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان

P.O.Box. 1243 Telegram. ALJAMIA Telex.54068 IIU PK

مکرمی ومحترمی جناب حافظ علی زئی صاحب

چیف ایڈیٹر ماہنامہ الحدیث، حضرو۔ اٹک

السلام علیکم: یہ بات ہمارے لیے باعث مسرت ہے کہ آپ کے موقر رسالے کے چند شمارے اسلامی یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانے میں موجود ہیں۔

اسلامی تعلیمات و ثقافت اور سماجی علوم کی ترقی و ترویج کے سلسلے میں آپ کا رسالہ جو کردار ادا کر رہا ہے وہ یقیناً قابل تحسین ہے، ہم آپ کے شکر گذار ہوں گے اگر آپ ہمارے کتب خانے کو اپنے رسالے کی مستقل فہرست میں شامل فرمالیں تاکہ آپ کا رسالہ ہمیں باقاعدگی سے ملتا رہے اور ہمارے معزز قارئین آپ کے رسالے کے علمی، تحقیقی اور مذہبی مضامین سے بہرور ہوتے رہیں۔

آپ کے رسالے کا ریکارڈ مکمل کرنے کے سلسلے میں درج ذیل شماروں کی ضرورت ہے۔ ازراہ کرم روانہ فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

ہمارا پتہ: شعبہ مجلّات سنٹرل لائبریری، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، نیو کیمپس۔ H-10، اسلام آباد

والسلام

مخلص سید فیاض علی

17-3-2007

****

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ (النحل:125)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**بلّغوا عني ولو آية**)) (رواه البخاري: 3461)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہلِ حدیث (اہلِ سنت) بھائیوں کی مساعی جمیلہ کے ساتھ متبعین کتاب وسنت کی تبلیغی جماعت قائم ہو چکی ہے، جس کے سرپرست ونگران مشہور ثقہ ومجاہد ومبلغ بلکہ جُمعت فیہ خصال الخیر، مولانا ابوعمر عبدالعزیز النورستانی حفظہ اللہ اور امیر محترم مولانا ابوحامد فضل ربی عمر الصافی حفظہ اللہ ہیں۔

راقم الحروف نے مذکورہ تبلیغی جماعت کی کتابوں کا کئی مقامات سے مطالعہ کیا ہے اور انتہائی مفید وبہترین پایا ہے۔

تمام صحیح العقیدہ بھائیوں سے اپیل ہے کہ ان کے ساتھ دعوت وتبلیغ میں پورا پورا اور ہر ممکن تعاون فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

حررہ: حافظ زبیر علی زئی

مدرسہ اہل الحدیث حضرو ضلع اٹک۔ پاکستان

12 / جون 2011ء

******

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم مولانا وصی اللہ عباس المدنی المکی حفظہ اللہ کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ   امابعد:

خیر مطلوب وخیریت موجود

محترم محمد اسلم سندھی صاحب میرے شاگرد اور قابلِ اعتماد دوست ہیں۔ ولم نر منه إلا خيرًا

کتابوں کے سلسلے میں یہ آپ کے ساتھ زبانی گفتگو کریں گے۔ ان شاء اللہ

آپ سے درخواست ہے کہ ان سے ہر ممکن تعاون فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

اخوکم فی اللہ

زبیر علیزئی

جامعۃ الامام البخاری (اہل حدیث) مقامِ حیات سرگودھا

مدرسہ اہل الحدیث حضرو۔ ضلع اٹک

12 / فروری 2012ء

19 / ربیع الاول 1433ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب

السلام علیکم! کے بعد عرض ہے کہ بندہ یونیورسٹی آف سرگودھا میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر کی زیرِ نگرانی پی ایچ ڈی کا طالب علم ہے اور بندہ کا عنوان مقالہ ہے:

تحفہ الاحوذی میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کے الفاظ ''لم اقف علیه'' کا تحقیقی جائزہ

تحفۃ الاحوذی میں فی الباب کی روایات کی تخریج کرتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ نے 87 مقامات پر لم اقف علیه کا قول فرمایا ہے اور 417 مقامات پر لینظر من اخرج هذا الحدیث کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

بندہ نے باقی روایات تلاش کر لی ہیں لیکن 23 روایات نہیں ملیں جن کے بارے میں شیخ رحمہ اللہ کا قول لینظر من اخرج هذا الحدیث ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر صاحب کی ہدایت کے مطابق میں یہ 23 روایات آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ براہ کرم ان روایات کی تلاش میں میری مدد فرمائیں تا کہ میرا کام پایہ تکمیل کو پہنچے۔

طالب دعا: محمد شاہد

بنیادی مرکز صحت دھنوٹ، تحصیل کہروڑپکا، ضلع لودھراں

******

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی حفظہ اللہ..................................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد: اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ خیریت سے ہوں۔

شیخ صاحب! شیعہ حضرات کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ ان اعتراضات کی وجہ سے عام افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق بدگمانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان اعتراضات کا علمی انداز میں جواب دیا جائے تا کہ جو لوگ حق کے متلاشی ہیں اور حقائق جاننا چاہتے ہیں وہ اندھیرے میں نہ رہیں۔

ذیل میں کچھ روایات کا ذکر کر رہا ہوں جو کہ عام طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص میں پیش کی جاتی ہیں۔ امید کرتا ہوں کہ آپ ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیں گے تا کہ جہالت اور ظلمت کے بادل چھٹ جائیں۔ جزاک اللہ خیراً

ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں

بدین سندھ

******

بعض نادر تحریریں

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ رسوله الأمين، أما بعد:

قد منّ الله عليّ أن انتهيت من تحقيق سنن أبي داود و شرح غريب الحديث و جمع الفوائد الفقهية من الأحاديث الصحيحة وغيرها والردود على أهل البدعة والضلالة، فالحمد لله.

وبعد! ما انتهيت من التحقيق أحببت ان أراجع الكتاب مع تحقيقات الشيخ الإمام، محدّث الديار الشامية و مجدّد علم التخريج والتحقيق في عصرنا، محمد ناصر الدين الألباني السلفي رحمه اللّٰه فوجدت الموافقة بيننا فى الحكم على أحاديث كثيرة، والمخالفة في بعضها فأعدت التحقيق مرة أخرىٰ.

و بعد ذلك طلب منى الشيخ أبو فراس حفظه الله أن أكتب في كتاب خاص الأحاديث التي ضعّفها الشيخ الألباني رحمه الله وهي صحيحة و حسنة في تحقيقي، فأجبته مع ذكر الفوائد و فقه الحديث من كتاب "المنهل العذب المورود" للشيخ الإمام محمود محمد السبكي رحمه الله و كان ثقة متقنًا فقيهًا محدّثًا من أفراد العالم، مع سلامة دين و عقيدة صحيحة، وغيره من شروح الحديث.

تنبيه (١): الراوي المختلف فيه، إذا تعذر الجمع والتطبيق عندي فأقدم قول الجمهور المعتدلين من ثقات ائمة الحديث و أقول فيه ثقة أو صحيح الحديث، حسن الحديث و نحوها.

تنبيه (٢): السند الضعيف، إذا جاء ت له شواهد صحيحة أو حسنة، لفظية أو معنوية فأصحح الحديث.

تنبيه(٣): إذا ثبت تدليس الراوي- مثلًا كالأعمش والثوري و ابن عيينة وقتادة وغيرهم- فلا أحتج بعنعنته في غير الصحيحين- إلا إذا صرح بالسماع أو توبع أو له شواهد.

و إن قيل أن ابن عيينة رحمه الله كان لا يدلس إلا عن ثقة.

أقول: إن هذه القاعدة فى الغالب و إلا فثبت عنه أنه دلّس عن مجروح، انظر تاريخ يحيى بن معين (504/2ت 979) و الكامل لابن عدي (119/6) و ميزان الاعتدال (472/3) روى ابن عيينة عن الزهري قوله في ابن إسحاق.

وإنما سمعه من أبي بكر الهذلي عنه كما فى الجرح والتعديل (191/7) وغيره،

والهذلي متروك، وكذا دلّس سفيان بن عيينة عن الحسن بن عمارة، انظر العلل الواردة للدارقطني (144/3) ولو ثبت أنه لا يدلّس إلا عن ثقة- القاعدة الكلية على سبيل التنزل- فثبت عنه أنه دلّس عن ثقات المدلسين كابن جريج وغيره، كما كتبته في الرد على شيخنا الإمام المحدّث الثقة أبى القاسم محب الله شاه الراشدي السندى رحمه الله في جواب رده على "التحقيق المشوش في تدليس الثوري والأعمش".

ولي رسالة فى التدليس، طبعت باسم "التأسيس في مسئلة التدليس" (باللغة الأردية) و منه تعلم خطأ الشيخ أبي عمر عبد العزيز النورستاني السلفي حفظه الله في تصحيح حديث "لا اعتكاف إلا في مساجد ثلاثة" في كتابه "نعمت الأثاثة لتخصيص الإعتكاف بالمساجد الثلاثة" وهو حديث ضعيف سنده و منكر متنه و طبع تحقيقي في جريدة شهرية "شهادت إسلام آباد" (1/7، الموافق: رمضان/ شوال 1420هـ) والحمد لله.

و مسئلة التدليس مهمة و الميدان واسع ولا ينبغي أن يصحح لمدلس مرة و أن يضعف معنعنه مرة أخرى، أو أن يفرق بين مدلس و مدلس كالثوري والأعمش و أبي الزبير و قتادة وغيرهم، والحق أحق أن يتبع.

و إن قيل لم خصصت الصحيحين؟

قلت: بإجماع المحدثين وغيرهم و بأن أحاديث الصحيحين محمولة على تصريح السماع من جهة أخرى و لها متابعات و شواهد.

و تكلم بعض غلاة الديوبنديين- وهي فرقة ضالة مبتدعة، تزعم أنها حنفية، وشتان بينهما- في بعض أحاديث الصحيحين من أحاديث قتادة و أبي الزبير بأنها ضعيفة في تحقيقكم في مسئلة التدليس !؟

فأجاب عنها أخونا المحدّث الفقيه الشيخ إرشاد الحق الأثري السلفي حفظه الله في كتابه القيم "توضيح الكلام في وجوب القرا ءة (أى الفاتحة) خلف الإمام" بجواب مسكت شافع، فجزاه الله خيرًا.

تنبيه(٤): أخبرني الشيخ الإمام المحدّث الفقيه المتقن أبو محمد بديع الدين شاه الراشدي السندي الظاهري رحمه الله، بسنن أبي داود كله- فيما أجازلي عن الإمام المتقن أبي الوفاء ثناء الله الأمرتسري عن نذير حسين المحدّث الدهلوي عن محمد إسحاق عن عبد العزيز الدهلوي عن ولى الله الدهلوي عن أبي طاهر الكردي عن أبيه عن القشاشي عن الشناوي

عن الرملي عن زين الدين زكريا الأنصاري عن عبد الرحمٰن بن فرات عن الجوخي والمراغى، كلاهما عن الفخر بن البخاري عن عمر بن محمد بن طبرزد البغدادي عن الكرخي والدومى عن الخطيب البغدادي عن جعفر بن عبد الواحد الهاشمي عن أبي علي اللؤلؤي عن الإمام شيخ الإسلام الثقة المتقن المحدّث الفقيه أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني رحمه الله .

تنبيه (٥): حققت سنن أبي داود و جامع الترمذي و سنن ابن ماجه والمجتبىٰ للنسائي و مسند الحميدي و النهاية فى الفتن والملاحم والسيرة لابن هشام و كتاب الجهاد لابن تيمية و جزء علي بن محمد الحميري و اثبات عذاب القبر و غيرها بالعربية ولي كتاب الأسانيد الصحيحة في أخبار أبي حنيفة رحمه الله و فيه رد على الكوثري و أمثاله من المبتدعين .

كتبه

أبو طاهر زبير بن مجدد عليزئي

14ذو الحجة 1420هـ

بسم الله الرحمٰن الرحيم

صحيح ضعيف سنن أبي داود

٥) إسناده صحيح

و أخرجه مسلم (الحيض: باب ما يقول إذا أراد دخول الخلاء ح 375) من حديث إسماعيل بن علية عن عبد العزيز به و حديث أبي داود مختصر .

المتن الأول: "أللّهم إني أعوذ بك من الخبث والخبائث" انظر الحديث السابق .

المتن الثاني: "أعوذ باللّٰه من الخبث والخبائث" والحديث الآتي شاهد له .

فقه الحديث:

1- يدل الحديث على طلب الإستعاذة باللّٰه تعالٰى عند ارادة دخول الخلاء لقضاء الحاجة و كذلك في الصحراء ولأن الشياطين تحضر تلك الأمكنة وهي مواضع يهجر فيها ذكر اللّٰه تعالٰى فيقدّم لها الإستعاذة تحصنًا منهم ، لأن لهم فيها تسلطًا على ابن آدم لم يكن في غيرها لبعد الحفظة عنه .

2- ظاهر الحديث أن النبي ﷺ كان يجهر بهذا الذكر ، فالجهر به أفضل من إسراره .

3- استعاذته ﷺ اظهار للعبودية و تعليم للأمة وإلا فهو معصوم من الجن والإنس والحمد للّٰه .

4- و من نسي حتى دخل ، يستعيذ بقلبه ، لا بلسانه عند الجمهور وهو الراجح .

5- نقلت هذه الفوائد من "المنهل العذب المورود شرح سنن الإمام أبي داود" للشيخ الإمام محمود محمد خطاب السبكي رحمه اللّٰه (31/1) بتصرف يسير .

١٥) حسن

وأخرجه ابن ماجه(342) من حديث عكرمة به و تابعه أبان بن يزيد وغيره و صححه ابن خزيمة و ابن حبان والحاكم (157/1 ، 158) والذهبي وللحديث شواهد كثيرة .

عياض بن هلال أو هلال بن عياض جهّله الحافظ ابن حجر والذهبي وغيرهما ووثقه

الـجـمهور ، منهم الترمذي (396) بتـصـحيـح حـديثه و تحسينه فحديثه لا ينزل عن درجة الحسن .

وقـال الشيـخ تـقـى الدين في الإمام: "و أيّ فرق بين أن يقول : هو ثقة ، أو يصحح له ، حديث انفرد به" (نصب الراية : 149/1)

فقه الحديث:

1- فيـه دليـل عـلى وجوب ستر العورة و حرمة الكلام حال قضاء الحاجة والتعليل بمقت اللّٰه لفاعل ذلك يؤكد التحريم . (المنهل 63/1)

2- جواز بناء المراحيض المتصلة بشرط الستر و عدم استطاعة النظر على عورة الآخر .

٢٧) صحيح

وأخرجه ابن ماجه (304) من حديث عبد الرزاق ، والترمذي (21) من حديث عبد اللّٰه ابـن المبارك ، كلاهما عن معمر بن راشد به و قال الترمذي: "غريب" والحديث في مصنف عبد الرزاق (255/1) و مسـنـد الإمام أحمد (56/5) و صـحـحـه ابن حبان (موارد: 1252) والحاكم على شرط الشيخين (167/1 ، 185) و وافقه الذهبي و حسنه النووي في المجموع (91/2)

أشـعـث هـو ابن عبد اللّٰه بن جابر الحدّاني: حسن الحديث ، وثقه ابن معين والنسائي وغيـرهـمـا ، و شيخه الحسن البصري كان يدلس و عنعن ، و أخرج البيهقي (98/1) بإسناد صـحيـح عـن ابـن مـغـفل به موقوفًا عليه و علقه البخاري في صحيحه (587/8ح 4842مع الـفتـح) والحديث الآتي شاهد صحيح له وله شاهد آخر عند الطبراني فى الأوسط (2098) حسنه المنذري والهيثمي وغيرهما فالحديث بهذه الشواهد صحيح .

فقه الحديث:

1- يـدل الـحديث على منع البول في محل التطهير [إذا لم يكن الماء جاريًا] وقال عبد اللّٰه ابن المبارك: قدوُسّع في البول في المغتسل إذا جرى فيه الماء .

2- يستحب لمن يأمر بالمعروف و ينهى عن المنكر أن يبين السبب لنهيه ، ليقع كلامه عند المأمور والمنهى موقع القبول .

3- و فيه دليل على ابتعاد الإنسان عما يضره في الدنيا والآخرة .

4- و دلّ الحديث على أنه يطلب ايقاع الغسل والوضوء في محل طاهر ، و على أنه يطلب مـن الأب أن يـرشد زوجته و أولاده و المسئولين عنه و كذا الرئيس أن يدل رعيته إلى ما فيه صلاحهم و ترك مالا خير فيه . (المنهل 111/1بتصرف يسير)

٧٣) إسناده صحيح

وأخرجه النسائي (177/1 ، 178ح 340بتـرقيم التعليقات السلفية) من حديث قتادة به و صـححه الدارقطني (64/1) ولـه شواهد عند مسلم (93/280) وغيره ، و رواه بعض الرواة: "أولاهن بالتراب" وكلاهما صحيح والأمر واسع ، / أبان هو ابن يزيد العطار .

فقه الحديث:

1- ذهـب الـجـمهور بهذا الحديث وغيره من الدلائل بأن الكلب نجس لأنه إذا كان لعابه نجسًا وهو متولد من جسده فجسده أولٰى ، و أخطأ من قال بطهارة الكلاب .

2- دل الـحـديث على نجاسة ما ولغ فيه الكلب و على وجب غسله سبع مرات ، إحداهن بالتراب: الأولٰى أو الآخرة و إن جمعهما فحسن .

3- ثبت عن أبي هريرة رضي الله عنه مـن قوله بأن كان يفتى بغَسل ما ولغ فيه الكلب ، سبع مرات ، وهذا بأصح الأسانيد عنه ، و جاء في رواية عبد الملك بن أبي سليمان عن عطاء عنه الغسل ثـلاث مرار و هي رواية شاذة ، ولـو صـح فـمـنسوخ بفتوى أبي هريرة رضي الله عنه أن يـغسل سبع مرات .

4- وجـاء في صحيح مسلم(279) عـن أبـي هـريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ((إذا ولغ الكلب في إناء أحدكم فليرقه ، ثم ليغسله سبع مرار .))

(**ولغ**:اذا شرب بطرف لسانه

أراق الماء: صبّه على الأرض وغيرها)

٩٠) حسن

وأخرجه الترمذي (357) مـن حديث إسماعيل بن عياش قال: حدثني حبيب به و تابعه بـقية عـن حبيـب بـه عند ابن ماجه (923 ، 619) وقـال التـرمـذي: "حديث حسن" و حسنه

البغوي في شرح السنة (129/3، 130ح641) و تكلم فيه ابن خزيمة (63/3) .

قلت: يزيد بن شريح روى عنه جماعة ووثقه الترمذي و ابن حبان والبغوي و غيرهم فحديثه لا ينزل عن درجة الحسن، و باقى السند حسن وللحديث شواهد كثيرة منها الحديث الآتي، / أبو حي المؤذن، اسمه شداد بن حي وهو صدوق حسن الحديث من الطبقة الثالثة- الطبقة الوسطى من التابعين .

فقه الحديث:

1- دلّ الحديث على كراهة تخصيص الإمام نفسه بالدعاء دون المأمومين وقال العزيزي في شرحه: "أي في القنوت خاصة، بخلاف دعاء الإستفتاح والركوع والسجود و الجلوس بين السجدتين والتشهد" و هذا هو الراجع بأدلة أخرىٰ ، و هذه الكراهة تنزيهية إذا لم يدعو للمأمومين في جميع القنوت و أما من سمع هذا الحديث و رآه صحيحًا عامًا ثم عاندو أصرّ ولم يدعو للمقتدين له فقد خانهم ، والله أعلم .

2- و يدل الحديث على تحريم النظر داخل بيت الغير - بدون عذر شرعي- قبل الإذن بالدخول .

3- وفيه النهي عن الدخول في الصلاة للمحتاج إلى قضاء الحاجة قبل أن يقضي حاجته .

٩١) حسن

وأخرجه البيهقي (129/3) من هديث ثور بن يزيد به، و رواه الحاكم (168/1) من حديث يزيد بن شريح الحضرمي عن أبي هريرة به مختصرًا و صححه و وافقه الذهبي، وللحديث شواهد كثيرة منها الحديث السابق .

فقه الحديث:

1- فيه دليل على أنه لا يجوز لرجل أن يؤم غيره- من المسلمين المتبعين للكتاب والسنة- إلا بإذنهم، و أما إن كانوا مبتدعين و الضالين المخرفين عن الكتاب والسنة فلا إذن لهم ولا كرامة بل يجب عليهم أن يرجعوا إلى الكتاب والسنة ويتركوا عقائدهم الفاسدة و آراء هم الباطلة والحق أحق أن يتبع .

2- انظر الحديث السابق لمزيد الفوائد .

٩٥) صحيح وأصله متفق عليه

وأخرجه أحمد (179/3) مـن حديث شريك القاضي به و عنعن ، وهو حسن الحديث إذا صرح بالسماع و لحديثه شواهد كثيرة .

الـمـدّ اختلف فيه ، قيل هو رطل و ثلث بالعراقي وبه يقول مالك و الشافعي و أحمد و فـقهـاء الـحـجـاز و أبـو يـوسف ، وقيل رطلان وبه أخذ أبو حنيفة و محمد و فقهاء العراق والأمر واسع محتمل .

فقه الحديث:

1- وفيـه تـحذير للأمة من الإسراف فى الماء كما يقع على الموسوسين والمبتلين و أما إن كان العذر للتنقيح وغيره فلا بأس في بذل الماء على قدر الحاجة .

2- الـمشروع في الوضوء أن يغسل الأعضاء ثلاث مرار و يجوز فيه المرتان والواحدة ولا يجوز أن يزاد على ثلاث مرات كما جاء في أدلة أخرى .

3- الـطـريـق الأسلم- الذي فيه خير الدنيا والآخرة- هو اتباع جميع ما ثبت عن رسول اللّٰه ﷺ إلا إذا خص بالدليل .

١٢٧) حسن

وأخرجه أحمد (358/6) عـن سفيان بن عيينة قال: حدثني عبد اللّٰه بن محمد بن عقيل ابن أبي طالب به إلخ

ابـن عقيل حسن الحديث وثقه الجمهور و قال البيهقي في حديث: تفرد به عبد اللّٰه بن مـحـمـد بـن عقيل وهو مختلف في الإحتجاج به ، فقال ابن الملقن: لا يضره لأن الأكثرين احتجوا به (خلاصة البدر المنير: 77/1ح 234)

وللحديث شواهد كثيرة .

فقه الحديث:

1- يـدل الـحـديـث عـلى مشروعية المضمضمة والإستنثاء وهو الإستنشاق ـ ثلاثًا ثلاثًا- ويجوز فيهما المرتان والمرة كما جاء في أدلة أخرى .

١٣٣) صحيح

وأخـرجه أحمد (369/1) عـن يـزيـد بـن هـارون به مطولًا ، و عباد بن منصور صرح بـالسماع عنده (370/1) و قـال أبـو الـحسـن بن القطان الفاسي فيه: "إما صحيح أو حسن" ولـحـديـث شـواهـد كثيـرة عند البخاري و مسلم وغيرهما و منها الحديث السابق (115، إسناده حسن و صححه الحافظ في التلخيص الحبير) .

و معنى قوله: " مسحة واحدة" أي مسح رأسه مرة واحدة، و مسح أذنيه مرة واحدة .

فقه الحديث:

1- يـدل الحديث على مشروعية مسح الرأس و أذنيه مرة مرة، و يجوز مسح الرأس مرتين كما جاء في أدلة أخرى، يبدأ بمقدم رأسه ثم يذهب بهما إلى قفاه ثم يردهما حتى يرجع إلى المكان الذي بدأمنه، انظر صحيح البخاري (185) وصحيح مسلم (235) وغيرهما .

2- وفيه دليل على فضيلة سيدنا عبد الله بن عباس رضي الله عنهما لأنه كان يراقب رسول الله ﷺ في الـوضوء والصلاة وغيرهما أن يحفظها و كان يحدث بها تلاميذه فجزاه الله أحسن الجزاء و جعلنا في زمرته و من زمرته، آمين .

١٣٤) إسناده حسن

وأخرجه الترمذي (37) عن قتيبة به وقال: "هذا حديث حسن، ليس إسناده بذاك القائم والـعـمل على هذا عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ و من بعدهم: أن الأذنين من الرأس وبه يقول سفيان الثوري و ابن المبارك والشافعي و أحمد وإسحاق".

قـلـت: بل هو حسن سنده و متنه ، و شهر بن حوشب حسن الحديث، و ثقه الجمهور كما حـققته فى "السراج المنير في تخريج تفسير ابن كثير" يسر الله لي إتمامه ، و سنان بن ربيعة محله الصدق ولحديثه شواهد كثيرة منها الحديث السابق برقم:133، وغيره .

وقـال حماد بن زيد: "لا أدري هذا من قول النبي ﷺ أو من قول أبي أمامة" يعني قوله: "الأذنان من الرأس" .

قـلـت: هو من قول أبي أمامة رضي الله عنه، مـوقـوف ـ هـاهـنا، ولكنه ثبت مرفوعًا أيضًا بالشواهد الـكثيرة، انظر الصحيحة (36) والإرواء (48) و صحيح أبي داود (123) و صحيح الجامع

الصغير (765) كلها للشيخ الإمام و محدّث الديار الشامية محمد ناصر الدين الألباني رحمه الله رحمةً واسعةً وغفر الله أخطاء ه و سامح عنها .

فقه الحديث:

1- يـدل الحديث على مشروعية مسح الماقين وهما طرفا الأذن- في الوضوء، باطنهما و ظاهرهما كما جاء في أدلة أخرى .

2- وفيه دليل على أن الأذنين يمسحان بماء الرأس وبه أخذ الجمهور .

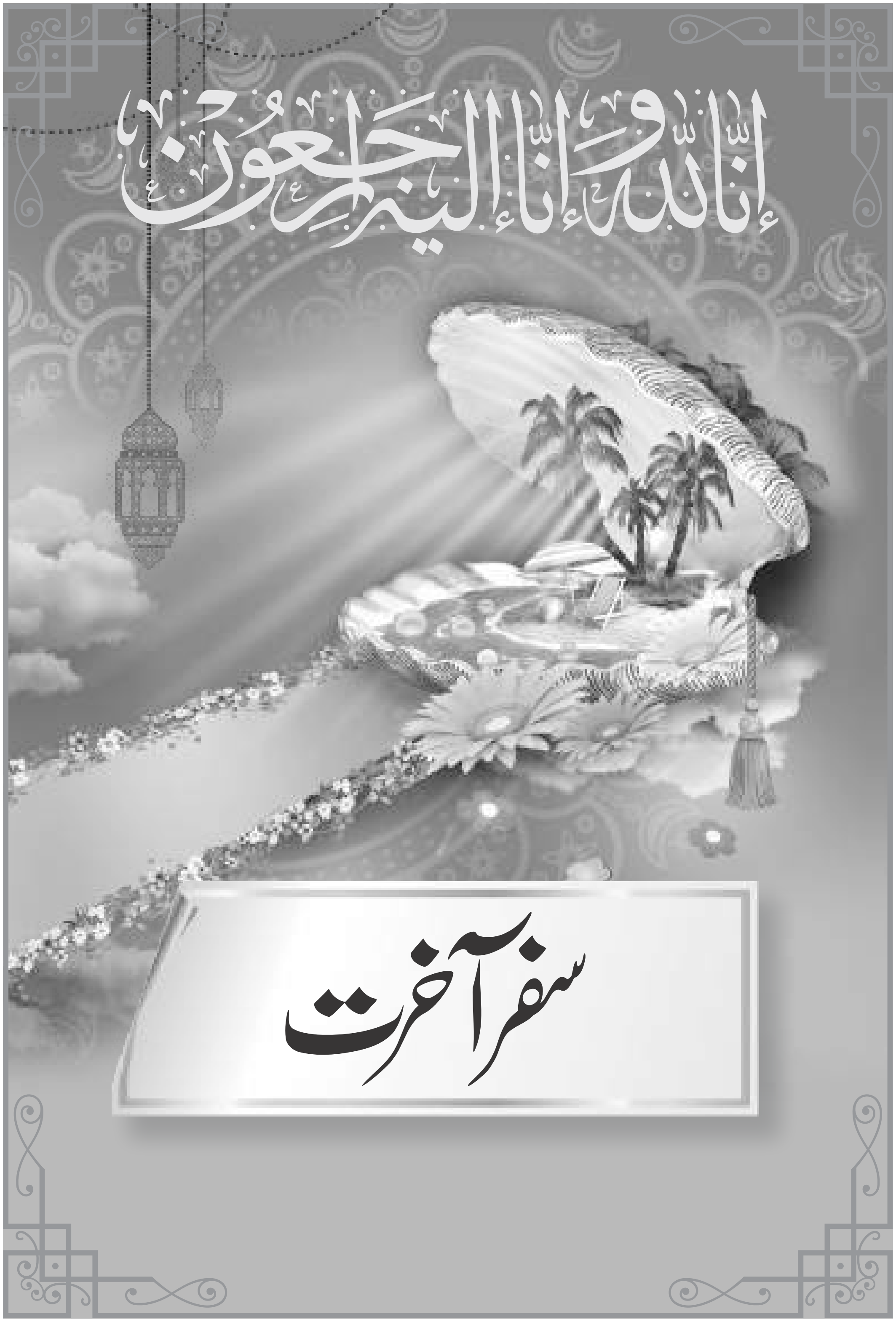
إنا لله وإنا إليه راجعون
سفر آخرت

محقق دوراں، ذہبی زماں، محدث العصر
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سفر آخرت

ابو حفص محمد ندیم ظہیر

اس دارفانی میں جو بھی آتا ہے بالآخر یہاں سے جانا اس کا مقدر ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا خلا صدیوں میں پُر نہیں ہوتا، ان کی وفات سے بہار خزاں میں بدل جاتی ہے اوران کے چلے جانے سے علم کا اٹھ جانا لازم آتا ہے۔

ع وما كان قيس هلكه هلك واحد
ولكنه بنيان قوم تهدما

ستارے کتنے یہاں ڈوبتے ابھرتے ہیں
کبھی کبھی ہی نکلتا ہے آفتاب کوئی

عزیزی، محبی، مکرمی واستاذی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے جو دورِ حاضر کے عظیم محدث، مجتہد، مفتی اور غیور ناقد تھے۔ استاذ محترم وسیع النظر، وسیع المطالعہ اور کثیر الحافظہ تھے، حدیث، اصول حدیث، رجال اور اخبار وانساب کے امام تھے۔ آپ اخلاص وصداقت حق گوئی وحق پرستی اور جرأت و بے باکی کے جس درجے پر فائز تھے اس میں ریا ونفاق اور مصلحت اندیشی کا کہیں گزر نہیں تھا۔ دلائل و براہین کی وجہ سے اپنے خیالات وافکار میں اس قدر مضبوط تھے کہ اس میں ادنیٰ لچک بھی گوارہ نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ کسی کاغذی جماعت کا حصہ بننے اوراس سے دنیاوی جاہ و منصب حاصل کرنے کے بجائے تنہا اپنی ذات میں انجمن کا کردار ادا کیا اور ہمیشہ دین حنیف کی خدمت میں اپنے لیل و نہار بسر کیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل کے ساتھ فکر و نظر کی اصابت، استنباط مسائل کی قوت اور ملکہ اجتہاد میں سے وافر حصہ عطا کیا تھا جس بنا پر دور دراز کے علاقوں سے سائل کھنچے چلے آتے اوراطمینان قلب کے بعد واپس جاتے تھے۔ ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اپنی ساری زندگی کتاب و سنت کی ترجمانی، دین اسلام کی برتری اور اہل حق کی علمبرداری میں گزاری ہے۔ تدریس، تقریر اور تحریر کے ذریعے سے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ خوب سر انجام دیا۔ پوری تندہی اور جذبے سے اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھے کہ اچانک بیماری نے آلیا۔ تقریباً دو ماہ بیمار رہنے کے بعد وہ چشمۂ فیض خشک ہو گیا جس کی آبیاری سے دین وملت کا چمن سیراب تھا۔ وہ مشفق مربی چلا گیا جس نے دلوں کی دنیا منور کی، وہ شمع بجھ گئی جو عرصہ دراز تک علم و فن کی ہر مجلس میں ضیا بار رہی، وہ تاجدار رخصت ہو گیا جس کا سکہ علم وفن کی پوری اقلیم میں رواں تھا، پیغام محمدی کا وہ شارح اور ترجمان خاموش ہو گیا جو فہم سلف صالحین کا پاسبان تھا، وہ محدث سفرِ آخرت کا مسافر بنا جو دفاع حدیث کے جذبے سے سرشار تھا، وہ پیکر علم وعمل روپوش ہو گیا جس کا دماغ نادر معلومات کا خزینہ اور سینہ علوم نبوی کا سفینہ تھا۔ احادیث وسنن کا وہ محافظ بچھڑ گیا جس کا قلم دشمنان اہل حق کی علمی خیانتوں اور عیاریوں کو بے نقاب کرتا اور دین

اسلام کی حقانیت وصداقت کو آشکار کرتا تھا اور وہ ماہر حاذق ہم سے جدا ہوا جس نے مہارت وفن کی ایسی یادگاریں چھوڑیں جو مدتوں علمی دنیا کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔

آہ!

اس غم کی تلافی کیا ہوگی، اس درد کا درماں کیا ہوگا

تدمع العین و یحزن القلب

ولا نقول الاما یرضی ربنا

و انا بفراقك لمحزونون

۲۵/ جون ۱۹۵۷ء کو حضرو کی سرزمین پر طلوع ہونے والا علم وآگہی کا یہ آفتاب ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء بمطابق ۵/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ، بروز اتوار کو غروب ہوگیا۔

خیر اخلاف الکرام — رحمة الله علیك

قبرك إلى یوم القیام — نم قریر العین في

صرت في دار السلام — کنت فی الدنیا سلامًا

محدث دوراں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی نماز جنازہ ممتاز عالم دین اوران کے استاذ حافظ عبدالحمید ازہر ﷾ نے آپ کے آبائی گاؤں میں پڑھائی اور آپ کو حضرو کے قبرستان میں ہزاروں لوگوں کی آہوں اور سسکیوں میں سپرد خاک کیا گیا۔

چپہ چپہ پہ ہے وان گوہر یکتا تہِ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

إنا للّٰه و إنا إلیه راجعون، اللّٰهم اغفرله وارحمه.

اک چراغ اور بجھا

مولانا ابوبکر فاروقی *

یہ 10 نومبر کی صبح تھی اور دن تھا اتوار۔ ناشتہ کرکے دفتر کے لیے نکلا، تو برادرم حافظ خالد محمود امرتسری کا فون آیا اور انھوں نے رنجیدہ لہجے میں بتایا کہ الشیخ زبیر علی زئی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ خبر سنی...... غم و پریشانی سے فضا سوگوار ہوگئی۔

اہل علم اور محبین علم پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور ملک و بیرون ملک جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی، جس نے سنا وہ غم والم سے گم سم سا ہو کر رہ گیا...... یہ صدمہ تھا بھی بہت بڑا...... استاذ العلماء، محدث زماں، ذہبی دوراں، محقق جلیل، عالم نبیل، ماہر علم اسماء الرجال، وکیل اسلام، ترجمان قرآن و سنت، ولی کامل، شیخ الاسلام علامہ زبیر علی زئی ؒ کا سانحہ ارتحالِ قیامت صغریٰ سے کم نہیں تھا۔

انھوں نے اپنی زندگی قرآن وسنت کے لیے وقف کر رکھی تھی، وہ ایک ہمہ صفت عالم باعمل تھے، انھیں علمی تحقیقی دنیا میں ایک نمایاں، منفرد اور بلند مقام حاصل تھا۔ قرآن وسنت کے مخالفین کے قلم وزبان کا رخ جب تک موڑ نہ دیتے تھے، چین سے نہ بیٹھتے تھے، پورے ملک میں جس نے بھی راہ سلف اور منہج سلف سے بغاوت کی...... شیخ محترم اس کی سرکوبی کے لیے کمر بستہ ہوجاتے تھے۔

* معاون مدیر ماہنامہ پیامِ آگہی فیصل آباد

57 سالہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات کا سن کر جو پہنچ سکتا تھا، وہ چل پڑا اور جسے کسی مجبوری یا دوری نے روک لیا، وہ ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں ان کی مغفرت کے لیے دعا گو ہو گیا۔

عزیزم راشد اقبال نے کہا کہ ساری مصروفیات ترک کر کے فوراً جنازے کے لیے روانہ ہونا چاہیے...... طبیعت مکدر تھی اور آنکھیں نم۔ اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور ہم حضرو کی جانب عازم سفر ہو گئے۔

دوران سفر میں شیخ محترم کی یادیں تازہ ہونے لگیں، ان کی سادہ مگر سحر انگیز شخصیت نے اپنے حصار میں لے لیا۔ فیصل آباد میں ان کا پہلا عوامی پروگرام منعقد کرانے کا اعزاز بھی راقم الحروف کو حاصل ہے، سادگی کا پیکر، نمونۂ سلف، بحر العلم اور شہسوار قلم و قرطاس سے وہ ملاقات زندگی کا یادگار واقعہ بن گئی۔ داعیٔ امن اور وکیل مسلک حقہ انتشار و افتراق کے شدید مخالف تھے۔

آپ نے علم حدیث کے لیے عرب ممالک کے دورے بھی کیے اور یمنی و سعودی علماء سے بھرپور استفادہ کیا، ان کے اساتذہ میں محدث جلیل سید بدیع الدین راشدی، محدث کبیر محبّ اللہ شاہ راشدی، مفکر اسلام مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، شیخ المشائخ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہم اللہ اور شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ جیسی نابغہ عصر شخصیات شامل ہیں، جبکہ اندرون ملک و بیرون ملک ان کے ہزاروں شاگرد خدمت قرآن و حدیث میں مصروف عمل ہیں۔

شیخ محترم کو اللہ تعالیٰ نے کمال حافظہ اور لا جواب ذہانت کی نعمت سے مالا مال کر رکھا تھا، ان کی ذہانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے تقریباً 40 سال کی عمر میں تقریباً ساڑے چھ ماہ میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ اسی طرح جب بھی کوئی ان سے کسی حدیث یا راوی حدیث کے بارے میں پوچھتا تو وہ بلا توقف اس کی تفصیلات بتا دیتے تھے۔ شیخ محترم وقت کی پابندی کے سلسلے میں اپنی مثال آپ تھے، کھانا پینا، سونا، مطالعہ کرنا، سیر کرنا اور تصنیفی کام کرنا الغرض تہجد کی نماز سے لے کر عشاء کی نماز تک ان کی مصروفیات کا ایک شیڈول ہوتا تھا، جس کی وہ بڑے اہتمام سے پابندی کرتے تھے۔

علم کی خدمت اور علماء کی عزت ان کا شیوہ اور وطیرہ تھا، حضرو کی سرزمین ان کی علم دوستی، ورع، تقویٰ، للّٰہیت، صالحیت اور اخلاق حسنہ کی عینی شاہد ہے۔

تحقیق و تصنیف سے تو عشق کی حد تک لگاؤ تھا، کبھی کسی کتاب کی تالیف میں مصروف ہیں تو کبھی کسی کتاب کا ترجمہ ہو رہا ہے، کبھی کسی علمی خزانے کی تحقیق ہو رہی ہے تو کبھی نظر ثانی کا فریضہ سرانجام دیا جا رہا ہے۔ لکھتے پڑھتے وقت ساتھ کئی رجسٹر پڑے ہوتے، جن میں ''فوائد'' جمع کرتے جاتے، جو یقیناً اہل علم کے لیے قیمتی و نایاب جواہرات سے کم نہیں ہوتے تھے۔

شیخ محترم کی تحقیقی کاوشوں کو ایک سند کی حیثیت حاصل ہے اور ایک وقت آئے گا۔ ان شاء اللہ ضرور آئے گا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کی طرح ان کی کتب کا حوالہ بھی مستند ترین حوالہ شمار ہوگا۔ ان کی خدمات کا باب شروع ہوا، تو گاڑی کے باہر

کے مناظر جس تیزی سے بدل رہے تھے، اسی تیزی سے ذہن کے پردہ سکرین پر ان کی قرآن وسنت کے لیے کاوشوں کے مناظر چل رہے تھے۔

ماہنامہ ''اشاعۃ الحدیث'' ان کی ایک ایسی خدمت ہے جو ان کی علمی قابلیت اور مسلک حق سے والہانہ عقیدت کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ ہر مہینے خالص علمی رنگ، ادبی ذوق، ظاہری باطنی نفاست اور پھر ایک تسلسل کے ساتھ مجلّہ شائع کرنا اور اسے بروقت قارئین تک پہنچانا، یقیناً ایک محنت طلب کام ہے جو کہ شیخ محترم اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر بڑی جانفشانی سے سرانجام دیتے رہے، اس کے علاوہ ان کی بیسیوں تصانیف، لاتعداد کتب کی تحقیق وتخریج اور تدریسی و دعوتی سرگرمیاں......اللہ......اللہ...... یہ محض خلوص کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہی تھی۔

شیخ محترم کے اخلاص کی دلیل میں ان کا یہ قول ہی کافی ہے، فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت سے تضاد وتعارض ثابت کر دے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کروں گا، توبہ کروں گا اور جو بات حق ہے برملا اس کا اعلان کروں گا، لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہو جائیں، بس اللہ راضی ہو جائے تو اس میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔اے اللہ! میری ساری خطائیں معاف کر دے۔''

ذرا غور کیجئے! کیا ایک اہل علم کو ایسا ہی نہیں ہونا چاہیے؟ کیا کسی محدث کی یہی عظمت کردار نہیں ہونی چاہیے؟ کیا کسی محقق کے ثقہ ہونے کے لیے یہی اصول نہیں ہونا چاہیے؟ کتنی سادگی ہے ان کی باتوں میں کتنی گہرائی ہے ان کے اصولوں میں......؟ کتنی بلندی ہے ان کے منہج کی......؟ کتنی صداقت ہے ان کے لہجے میں اور کتنی عاجزی ہے علم کے سمندر کی۔

ایک لمبی مسافت اور سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے جیسے ہی قدم سرزمین شیخ پر رکھے تو ان کی جدائی کے صدمے نے آنکھیں نچوڑنے پر مجبور کر دیا۔لب تو ساکن تھے، مگر آنکھیں بول رہی تھیں، قدم ان کے دولت کدے کی طرف رواں تھے، مگر دل ان سے کہیں پہلے وہاں پہنچ چکا تھا، جا کر دیکھا تو اہل علم غموں کے پہاڑ اٹھائے نظر آئے، جو جس کے گلے ملتا، سسک اٹھتا یہ خونی رشتہ تو نہ تھا، لیکن جو رشتہ تھا، وہ اتنا مضبوط تھا کہ اس کا اثر دل سے دل پر ہوتا ہے۔

علامہ عبدالعزیز علوی، الشیخ عبدالحمید ازہر، پروفیسر یٰسین ظفر، مولانا محمد یونس بٹ، علامہ حافظ مسعود عالم، علامہ حافظ محمد شریف، سید عتیق الرحمٰن شاہ کشمیری، سید سبطین شاہ نقوی، رانا شمشاد سلفی، میاں محمد جمیل، مولانا محمد عمر صدیق، مولانا صلاح الدین یوسف، مولانا غلام اللہ رحمتی، مفتی مبشر احمد ربانی، سید طالب الرحمٰن شاہ، سید طیب الرحمٰن شاہ، مولانا سیف اللہ قصوری اور کتنے ہی آسمانِ علم کے درخشندہ ستارے غم ناک لہجے اور نم ناک آنکھوں سے شیخ محترم کے لیے رطب اللسان نظر آئے۔

جنازہ اٹھا تو دل بیٹھ گیا، اللہ کا امر پورا ہوا۔آج موت کا پیالہ پینے کی باری شیخ محترم کی تھی اور آج سرزمین حضرو میں علم کا ایک سورج غروب ہو رہا تھا، اللہ کی قضاء پر رضا سب کی...... فیصلہ الٰہی پر لبیک کہنے والے......شیخ محترم کے چاہنے والے بوجھل بوجھل قدموں سے......اپنے پیارے کو

پیوند خاک کرنے کے لیے جا رہے تھے...... نبی اکرم ﷺ کی سنت کے متوالے...... زبان پر کنٹرول کیئے...... ماتم و نوحہ سے گریزاں...... دعاؤں کو لبوں پر سجائے سر جھکائے چلے جا رہے تھے...... فاصلے تھے جنہیں سمٹنا ہی تھا...... گھر سے قبرستان کا سفر تو بہت جلد ختم ہو جاتا ہے، اگرچہ یہ سفر کندھوں پر ہی طے کرنا ہوتا ہے۔

جنازہ گاہ پہنچے...... لوگ تھے کہ شمارے سے باہر...... سر ہی سر تھے، جو اللہ کے فیصلے پر جھکے ہوئے آنکھیں اس کی جدائی میں آنسوؤں کا سیل رواں بہا رہی تھیں۔ جس سے صرف اللہ کے لیے محبت تھی۔ بڑے بڑے بانس چارپائی سے باندھے گئے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ کندھا دے سکیں، مگر عشاق تھے کہ باری ہی نہ آتی تھی، لیکن منظر تھا بڑا عجیب ...... سنت کے شیدائی کے جنازے میں کوئی ایک کام بھی خلاف سنت نہ تھا۔ الحمد للہ

غسل، کفن، جنازے کا سفر...... نماز جنازہ اور بالآخر تدفین...... ہر کام میں سنت کی پاسداری کی گئی، سنت کے متوالے اور حدیث کے وکیل کو...... حدیث وسنت کی چھاؤں میں ہی رخصت کیا گیا۔

صفیں سیدھی کی گئیں...... شیخ کے محبین سید بدیع الدین راشدی، سید محبّ اللہ راشدی، الشیخ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا گیا۔ وہ ہوتے تو اس گوہر نایاب کا آخری حق ادا کرتے...... اپنے ہاتھوں سے اپنے پیارے کو الوداع کرتے، مگر وہ تو خود راہ عدم پر روانہ ہو چکے تھے۔ سو قرعہ فضیلۃ الشیخ علامہ عبد الحمید ازہر کے نام نکلا، کیونکہ علامہ صاحب کے ساتھ بھی شیخ محترم کو بڑی عقیدت ومحبت تھے۔

علامہ عبد الحمید ازھر نے برستی آنکھوں اور روتے دل کے ساتھ نماز جنازہ شروع کی...... سسکیاں آہوں میں بدل گئیں، ضبط کے پیمانے ٹوٹتے گئے...... آنسوؤں کی حد بندیاں ختم ہوتی گئیں۔ عقیدت مند اللہ کے سامنے ہاتھ باندھے...... متکلم اسلام کے لیے مغفرت، رحمت، درجات کی بلندی، جنت کے داخلے اور قبر و جہنم کے عذاب سے پناہ...... کی درخواست کر رہے تھے۔ موسم کی خنکی...... علامہ عبد الحمید ازھر کی وارفتگی...... آنسوؤں بھری آنکھوں اور دل کی گرفتگی نے عجیب سماں باندھ دیا...... ہچکیوں اور اشکوں کی برسات میں ڈوبا ایسا جنازہ کم ہی دیکھنے میں آیا، نماز جنازہ ختم ہوئی تو لوگ دیوانہ وار آخری دیدار کے لیے امڈ پڑے، ہر کوئی آفتاب علم کو آخری بار دیکھنا چاہتا تھا...... ہم بھی جم غفیر میں شامل تھے...... جیسے ہی نگاہ شیخ الاسلام کے چہرے پر پڑی...... بے ساختہ زبان سے نکلا...... واقعی! یہ کسی مومن اور موحد کا چہرہ محسوس ہوتا ہے...... چہرے پر ایک نور تھا کہ نگاہ ٹکتی نہ تھی...... ایک اطمینان تھا کہ جو دل کو دلاسا دیتا تھا...... یوں لگتا تھا کہ ...... ان کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پھیلنے کو ہے، مگر ...... وہ اللہ کے ہاں اپنے بلند درجات دیکھ کر مسکرا رہے ہوں گے! ان شاء اللہ۔ لوگوں کی محبت...... دیدنی تھی...... ہم نے بھی جی بھر کے دیدار کیا...... ہاں آخری دیدار۔

شیخ محترم کے والد گرامی سو سال سے زائد زندگی کی بہاریں دیکھ چکے ہیں، بیٹے کی وفات نے ان کی بوڑھی کمر کو مزید جھکا دیا...... وہ تھے تو غمزدہ مگر ان کے چہرے پر اطمینان

کی ایک جھلک بھی تھی، گویا کہ وہ ...... اپنے بیٹے پر خوش ہیں...... جس کا باپ اس سے راضی ہو، اس کا اللہ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شیخ محترم کی طویل بیماری کو ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کا باعث بنائے، ان کی خدمات وحسنات کو قبول فرمائے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرما کر انھیں اپنے مقرب بندوں میں شامل فرمائے۔ اللہ کرے کہ ان کا نام اور کام سدا زندہ رہے اور تحقیق وتصنیف کے میدان میں ان کا کوئی مایہ ناز شاگرد (بالخصوص حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ) ان کا حقیقی جانشین بنے اور اپنا گھر بار چھوڑ کر شیخ محترم کی مسند (حضرو) پر بیٹھ کر ان کے لیے صدقہ جاریہ بنے! آمین۔

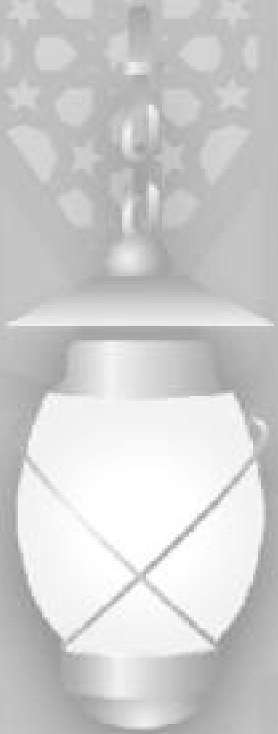

تعزیت

الشيخ المحدث عبد اللّٰه بن عبد الرحمٰن بن محمد بن سعد حفظه اللّٰه

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه وحده والصلاة والسلام علٰى من لا نبي بعد، أما بعد:

فإن الشيخ العالم المحدث زبير علي زئي رحمه اللّٰه تعالٰى قد التقيت به وتبن فقد زارني في بيتي وفي المسجد الذي أصلي وهو من علماء باكستان ومن المتخصصين في علم الحديث ومن الدعاه الى اللّٰه تعالٰى أحسبه كذلك ولا أزكيه على اللّٰه تعالٰى، وقد درس وألّف كتبا كثيره بالعربي وبالأردو وكلها في علوم الشريعة فرحمه اللّٰه رحمة واسعه ورفع درجاته فى المهديين، وباللّٰه تعالٰى التوفيق.

وكتب: عبد اللّٰه بن عبد الرحمٰن بن محمد بن سعد
الرياض ١٧/ ٦/ ١٤٢٩)

فضيلة الشيخ محدث غلام اللّٰه رحمتى حفظه اللّٰه

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه و كفى والصلاة والسّلام علٰى عباده الذي اصطفى و بعد!

فإن كل نفس ذائقة الموت طبقًا قد رحل منا أخونا في اللّٰه الشيخ الحافظ الحبيب زبير علي زئي، إنا للّٰه و إنا إليه راجعون رحمه اللّٰه و جعل الجنة مثواه و جمعنا و إياه في الجنة آمين، نسأل اللّٰه أن يأجرنا في مصيبتنا و يخلف لنا بديله، آمين.

☆......☆......☆

وکیل مسلک اہل حدیث کی رحلت

الحمد للّٰه والصلوة والسلام على رسول اللّٰه وبعده!

تمام اہل حدیث احباب تک یہ المناک خبر پہنچ چکی ہے کہ سرمایہ مسلک اہل حدیث، عظیم محقق، بے باک وحاضر جواب مناظر، فاتح مذاہب ومسالک باطلہ، محدث وفقیہ، ماہر اسماء الرجال، استاذ العلماء، الشیخ الحافظ زبیر علی زئی 10 نومبر 2013ء، بمطابق 4 محرم 1435ھ بروز اتوار صبح سات بجے 56 سال 5 ماہ 15 دن کی عمر پا کر دار فانی سے دار بقا کی جانب کوچ کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

چند روز قبل آپ رحمہ اللہ پر فالج کا اٹیک ہوا، اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں آپ کے سر کا آپریشن ہوا، آپریشن کے بعد آپ ہوش میں آ گئے اور وہاں موجود اپنے تلامذہ کو پہچانا اور ان سے گفتگو بھی کی اور ایک دو روز بعد آپ کی صحت میں بہتری کے آثار بھی نمودار ہوئے، لیکن پھر اچانک طبیعت بگڑی اور آپ قومہ میں چلے گئے، ہفتہ دس دن اسی کیفیت میں رہے، پھر بالآخر وہ ساعت آ پہنچی کہ جس کے متعلق وارد ہے کہ اذا جاء لا یوخر کہ جب وہ آ جائے تو ٹلتی نہیں، نماز جنازہ اسی دن بعد نماز مغرب آپ رحمہ اللہ کے آبائی گاؤں میں آپ کے مشفق استاذ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ کی اقتداء میں ادا کی گئی، حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ نے ایسے رقت آمیز لہجہ میں دعائیں مانگیں کہ مقتدیوں کی ہچکیاں بندھ گئیں، ہر آنکھ اشک بار تھی، جنازہ میں شرکت کرنے والوں کے بقول حضرو کی تاریخ میں پہلی بار اتنا بڑا جنازہ دیکھا گیا، ملک کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے جماعتی احباب کا ایک جم غفیر موجود تھا، تا حد نگاہ لوگ ہی لوگ نظر آ رہے تھے، ملک کے نامور مشائخ، علمائے کرام و مفتیان عظام، شیوخ الحدیث اور ادباء و دانشوروں کی کثیر تعداد نے جنازہ میں شرکت کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے 25 جون انیس سو ستاون میں ضلع اٹک کی تحصیل حضرو کے ایک گاؤں پیرداد میں حاجی مجدد خان کے گھر آنکھ کھولی اور پہلی جماعت سے ایف اے تک باقاعدہ سکول اور کالج کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد بی اے اور 1983 میں ایم اے اسلامیات کا امتحان پرائیویٹ طور پر پاس کیا اور 1994 میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے عربی کا امتحان دیا۔ آپ رحمہ اللہ ابتداء میں اہل حدیث نہیں تھے، لیکن آپ کو مطالعہ کا شوق تھا یہی شوق آپ کے قبولِ حق کا باعث بنا۔ 1972 تا 1974 کے دوران میں آپ نے صحیح بخاری کا مطالعہ کیا وحی (حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا اثر دکھایا اور آپ نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا اور بڑے جذبہ و ولولہ سے اس مسلک کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔

آپ رحمہ اللہ نے جن اساتذہ سے دینی علوم کا استفادہ کیا ان میں چند کے اسماء گرامی ملاحظہ ہوں: محدث دیارِ سندھ ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی، محدث العصر سید ابوالقاسم محب اللہ شاہ راشدی، الشیخ فیض الرحمٰن ثوری، مولانا عطاء اللہ حنیف، حافظ عبدالمنان نورپوری، مولانا اللہ دتا سوہدری، مولانا عبدالغفار حسن اور حافظ عبدالحمید ازہر رحمہم اللہ۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے 1990 میں جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے دورۂ حدیث کیا اور پورے جامعہ میں اول پوزیشن حاصل کی اور آپ رحمہ اللہ نے وفاق المدارس السلفیہ کا امتحان بھی پاس کیا۔ حافظ زبیر علی زئی کو دنیا میں بولی جانے والی زبانوں میں سے 6 زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا، جن میں عربی، عبرانی، اردو، انگریزی، ہندکو اور پشتو شامل ہیں اور بقول مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ، حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ موجودہ دور کے علماء میں واحد عالم دین تھے کہ جنھیں عبرانی زبان سے آشنائی حاصل تھی اور عبرانی زبان سے آشنائی آپ رحمہ اللہ کو عیسائیوں کے ساتھ چند ایک مناظروں میں بڑی کام آئی۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مصنف کتب کثیرہ تھے، آپ کی 25 سے زائد اردو اور تین سے زائد عربی کتب منصۂ شہود پر آئیں۔ آپ رحمہ اللہ نے جب اپنی عربی تصنیف "الأسانيد الصحيحه في أخبار أبي حنيفه" اپنے شیخ محدث دیارِ سندھ ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی کی خدمت میں پیش کی تو محدث دیارِ سندھ نے اس تصنیف کی بڑی تحسین فرمائی رحمہما اللہ۔ اس طرح آپ کے ایک اور استاذ محترم استاذ، محدث العصر سید ابو القاسم محبّ اللہ شاہ راشدی نے آپ کی ایک کتاب پر وقیع مقدمہ تحریر فرمایا۔ علامہ نیموی کی آثار السنن، جس کے متعلق معروف دیو بندی عالم ماسٹر امین اوکاڑوی کہا کرتے تھے کہ میں آثار السنن پڑھ کر مسلک اہل حدیث ترک کر کے دیو بندی بنا تھا، لیکن حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے انوار السنن کے نام سے تحقیقی کام کیا اور آثار السنن کی بہت سی روایات کو ضعیف ثابت کیا اور ان کے مقابلے میں صحیح روایات کو ذکر کر دیا، آثار السنن کے جواب میں یہ کتاب انتہائی مفید ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنی تحریرات میں حدیث کا حوالہ دینے کے اعتبار سے ایک منفرد مقام رکھتے تھے، ان کی تحریروں میں جو حدیث بھی ذکر کی جاتی وہ بڑی ٹھوس اور پختہ تحقیق کے بعد درج کی جاتی تھی۔ آپ مسلک حق، مسلک اہل حدیث کی بڑی تڑپ رکھنے والے تھے۔ سندھ، پنجاب، بلوچستان، خیبر پختون خواہ کے دور دراز علاقوں میں جہاں کہیں بھی حاملین مسلک اہل حدیث کو مباحثہ یا مناظرہ کا چیلنج دیا جاتا اور اس حوالے سے احباب جب آپ سے رابطہ کرتے تو کبھی پس وپیش سے کام نہ لیتے، فوراً رختِ سفر باندھتے اور مطلوبہ علاقہ میں مناظر یا معاون کی حیثیت سے موجود ہوتے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد دفتر المعهد السلفی کراچی میں ایک اجلاس: زیر صدارت فضیلۃ الشیخ عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ امیر جمعیت اہل حدیث سندھ منعقد ہوا، اجلاس میں اساتذہ المعهد السلفی نے شرکت کی، محترم شیخ صاحب نے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی مفارقت پر بڑے دکھ و افسوس کا اظہار کیا اور آپ رحمہ اللہ کی کئی حوالوں سے تحسین فرمائی اور آپ کی خدماتِ عالیہ ودینیہ کی عنداللہ قبولیت کے متعلق دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔ اس موقع پر شیخ عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ نے بتایا کہ شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بالکل سادہ مزاج رکھتے تھے اور علم پر اتراتے نہیں تھے، وہ ریاکاری وشہرت پسندی سے کوسوں دور اور گمنامی کو پسند کرنے والے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی چاہت تھی کہ علمی واصلاحی کام عوام وخواص تک پہنچنا چاہیے اس کے لیے کسی ناموری کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس حوالے سے محترم شیخ صاحب نے بتایا کہ یہ اس دور کی بات ہے کہ جب حافظ زبیر علی زئی نے تصنیفی و تالیفی کام میں ابھی نیا نیا قدم رکھا تھا اور اشاعتِ دین کے کام کا آغاز ہی کیا تھا، انھوں نے اپنی چند تالیفات اشاعت کے لیے ایک مشہور ومعروف اشاعتی ادارہ کو پیش کیں، انتظامیہ کا کہنا تھا کہ چونکہ علمی وعوامی حلقوں میں آپ کی بہت زیادہ شہرت نہیں اور آپ کو مطلوبہ تعارف حاصل نہیں، لہٰذا ہم آپ کی پیش کردہ کتب شایع تو کریں گے، لیکن آپ کے نام وتذکرہ کے بغیر! حافظ زبیر علی زئی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور جذبہء دعوت وتبلیغ کے پیشِ نظر اس شرط کو قبول کرتے ہوئے کتب کی اشاعت کا اذن مرحمت فرمادیا۔ رحمه الله رحمه واسعة

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک عالم حقانی تھے، کوئی بھی موقف اپناتے اور ان کے اس موقف میں سہو کے سرزد ہو جانے کے حوالے سے اگر کوئی طالب علم بھی ان کی توجہ مبذول کرواتا اور وہ حق بجانب ہوتا تو آپ رحمہ اللہ اپنے اس موقف سے رجوع کرنے میں ذرا تاخیر نہ کرتے اور اس طالب علم کے مشکور ہوتے۔ اس کی ایک مثال المعہد السلفی کراچی کے فاضل قاضی احمد سندھ کے باشندے مولانا محمد آصف فاروق کی ہے جو ابھی زیر تعلیم تھے۔ انھوں نے آپ رحمہ اللہ کی توجہ آپ کے ایک موقف میں سہو ہو جانے کی جانب مبذول کرائی تو آپ رحمہ اللہ نے جوابی خط کے ذریعے سے طالب علم کا شکریہ ادا کیا اور اپنے موقف سے رجوع کر لیا، آج کے اس معاشرہ میں یہ بات خال خال ہی نظر آتی ہے۔

جامع مسجد صراط مستقیم تین ہٹی کراچی میں جب معہد السلفی کا آغاز ہوا تو کچھ ماہ بعد حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے وقت لیا گیا، آپ تشریف لائے اور تقریباً ایک ہفتہ قیام فرمایا اور طلبہ کو مناظرانہ گر سکھائے اور ان ہی ایام میں راقم کی حافظ صاحب رحمہ اللہ سے اچھی ملاقاتیں رہیں۔

جامع مسجد ابوعبیدہ بن الجراح کینٹ بازار ڈرگ روڈ کراچی میں جہاں راقم امام وخطیب ہے، حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا درس رکھا گیا۔ آپ رحمہ اللہ تشریف لائے راقم کی آپ سے یہ ملاقات بھی بڑی یادگار رہی، ماہنامہ دعوتِ اہل حدیث کی ادارت کی بھاری ذمہ داری جب راقم کے ناتواں کندھوں پر ڈالی گئی اور چند ماہ بعد ''مقدس رسول نمبر'' نکالنے کا مشورہ ہوا تو راقم نے فون پر رابطہ کر کے حافظ صاحب رحمہ اللہ سے مضمون کے حوالہ سے درخواست کی۔ آپ نے درخواست منظور فرمائی اور کمالِ شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے مضمون عنایت فرمایا۔ رحمہ اللہ

بہر حال میانہ قد، سرخ گندمی رنگ، کھلی پیشانی، موٹی چمکدار آنکھیں، گھنی داڑھی، کچھ چوڑا چہرہ، شلوار قمیض کے لباس میں ملبوس شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اب ہمارے اندر نہیں رہے۔ اس موقع پر ہم اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی حسنات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کی بشری لغزشوں سے درگذر فرماتے ہوئے انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین اور تمام اہل حدیث احباب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله. آمين

(مولانا) ذوالفقار علی طاہر ☆

ماہنامہ دعوتِ اہل حدیث (حیدر آباد)

☆......☆......☆

☆ مولانا ذوالفقار علی طاہر رحمہ اللہ عالم باعمل، نیک سیرت، خوش اخلاق اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔ کراچی میں دوران سفر ایک حادثے میں (ان شاء اللہ) شہید ہو گئے۔ رحمه الله واسعةً. (ندیم ظہیر)

مولانا عبدالمنان شورش حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام عزت مآب فضیلۃ الشیخ حافظ ندیم ظہیر صاحب و منتظمین مدرسہ اہل حدیث حضرو، متعنا اللہ بطول حیاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کچھ دن قبل ایک میسج کے ذریعے سے امام التحقیق والجرح والتعدیل علامہ الاستاذ حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ کے ناگہانی وفات کی اطلاع ملی، کس اہلحدیث پر کیا گذری یہ محتاج بیان نہیں، شیخ مرحوم یقیناً ہم جیسے طلباء کو یتیم کر گئے ہیں۔

إنالله و إنا إليه راجعون .

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ ہمیں بالعموم اور آپ جیسے قریب ترین شاگردوں کو بالخصوص صبر جمیل سے نوازے اور اس صبر پر جزا عطا فرمائے۔(آمین) اللہ آپ کو ان کا صحیح معنی میں جانشین بنائے اور پوری جماعت کو نعم البدل نصیب فرمائے۔آمین

اعظم اللہ اجرکم واخلف اللہ لکم خیراً

إن لله ما أخذ و له ما اعطى و كل شيء عنده باجل مسمى فلتصبر والتحتسب .

أخوكم

عبدالمنان شورش

مدرس مرکز المودۃ ڈیرہ غازی خان

25-11-2013

مولانا واصل واسطی حفظہ اللہ

محترم جناب حافظ زبیر علی زئی مرحوم ومغفور کی تصانیف میری نظر سے گزری ہیں۔اہل حدیث کے دفاع میں انھوں نے خون پسینہ ایک کر دیا تھا۔انھوں نے بہت بڑا ورثہ ہم طالب علموں کے لیے چھوڑا ہے۔مجھے جن علماء کرام کی موت پر بہت زیادہ دکھ ہوا ہے۔ان لوگوں کی صف اوّل میں یہ بھی تھے۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ۔میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ صرف ایک دفعہ فون پر مختصر بات ہوئی تھی۔ان کی موت ناگہانی پر یہی کہہ سکتا ہوں کہ

روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

فقیر

(مولانا) واصل واسطی

نزیل، لاہور

قاری شاہ محمد ربانی حفظہ اللہ

محترم جناب محمد ندیم ظہیر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ کریم اپنے لطف وکرم سے ہمیں بھی اور آپ کو بھی فلاح دارین نصیب فرمائے۔آمین

برادرم الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ساتھ راقم الحروف کی کئی ایک مقامات پر علمی ملاقاتیں ہوئیں، ہمیشہ ان کو بااخلاق و باکردار پایا۔ بہت اچھے مہمان نواز تھے۔علمی میدان میں اعلیٰ قسم کے محدث اور مفسر تھے۔الریاض اور مکہ مکرمہ کی ملاقاتوں میں بہت علمی فائدہ ہوا۔حق بات فوراً قبول کرتے ،حضرو کی ملاقات میں راقم الحروف نے ادباً گذارش کی کہ محترم حافظ صاحب الحدیث کے ٹائٹل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھوائیں، پھران شاءاللہ برکت ہوگی، چنانچہ انھوں نے بسم اللہ لکھوا دی۔راقم نے کہا: حافظ صاحب! آپ "حسنوا أصواتكم بالقرآن" یعنی آوازوں کے ساتھ قرآن کو حسن اور زینت دو،تو فرمایا: مجھے قرآن با تجوید پڑھا دو، میں آپ کو (۱۰) دس ہزار روپے دیا کروں گا۔ میں نے کہا: پھر آپ وادی سون تشریف لائیں، بہرکیف اللہ کریم مغفرت فرمائے بہت خوبیاں تھیں محترم حافظ صاحب میں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

طالب الدعوات

شاہ محمد ربانی

ماہنامہ ترجمان الحدیث

شیخ الحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال

تمام دینی، تعلیمی اور جماعتی حلقوں میں یہ خبر دکھ اور افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ ممتاز عالم دین اور محقق جناب مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون

مولانا مرحوم نے اپنی زندگی دین کے لیے وقف کر رکھی تھی۔تحقیقی کاموں میں ہمہ تن مصروف رہتے۔خصوصاً حدیث ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔انھوں نے بہت متحرک مزاج پایا اور ہر وقت دین کے غلبے کے لیے مضطرب رہتے تھے۔تحقیقی میدان میں بہت سے عناوین قائم کیے جس میں اہم ترین تقلید اور عدم تقلید بھی تھا۔اس پر خوب لکھا اور اس کے لیے اپنے جاری کردہ مجلّہ ''الحدیث'' کے اوراق وقف ہوتے تھے۔

حدیث کے اخذ اور رد میں ان کا نکتہ نظر بڑا واضح اور دوٹوک تھا۔اس میں کسی مصلحت کا شکار نہ ہوتے تھے۔اس ضمن میں

انھوں نے اپنے شاگردوں کو بھی خوب تربیت دی۔ جو انہی کے نقش قدم پر قائم ہیں۔

مولانا کی رحلت سے یقیناً ایک خلا پیدا ہوا ہے جسے پُر کرنے کے لیے ان کے شاگردوں کو محنت کرنا ہوگی۔

(ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد، شمارہ 3-2-1 جنوری تا مارچ 2014ء جلد 47 ص 44-43)

پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی

پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی

آسمان علم کا روشن ستارہ ڈوب گیا

مسلک اہل حدیث سے وابستگان ابھی مولانا عبدالجلیل ناصر، مولانا سیف اللہ منصور کے سانحہ ارتحال سے جانبر نہیں ہوئے تھے کہ ایک اور افسوسناک خبر نے انھیں مزید مغموم کر دیا۔ یہ خبر تھی محدث العصر، محقق دوراں، احادیث رسول ﷺ کے خادم اور اپنے دور کے معروف وقابل قدر عالم دین مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی رحلت کی۔ مرحوم کی علمی خدمات کا ایک جہاں معترف ہے۔ خاص کر جرح وتعدیل کے علم میں تو شاید اس دور میں عرب وعجم میں ان کے پائے کا کوئی عالم نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ چند سال قبل سعودی حکومت نے بھی تحقیق حدیث کے لیے ان کی خدمات حاصل کی تھیں اور کچھ عرصہ ارض مقدس میں رہ کر احادیث مقدسہ پر تحقیقی کام مکمل کیا تھا۔ پاکستان میں بھی اس علم میں وہ مرجع خواص وعوام تھے۔ ان کے زیر ادارت شائع ہونے والا جریدہ ''الحدیث'' ان کے علمی تبحر اور درک فی الحدیث کا ثبوت ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی رحلت جماعت کے لیے درحقیقت بہت بڑا نقصان ہے۔ خاص کر ایسے دور میں کہ جب علمی انحطاط اپنی انتہا کو چھو رہا ہے۔ مدارس اور تعلیمی ادارے اب عبقری اشخاص پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔ ایسے بانجھ دور میں اگر کوئی فرد اپنی کوشش اور محنت سے اس مقام تک پہنچا ہے تو یہ ملک وقوم اور مسلک کا بہت بڑا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے اور ایسا سرمایا جب چھن جاتا ہے تو اس نقصان کی تلافی ناممکن ہوتی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات پر جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر مولانا حافظ عبدالرحمٰن حفظہ اللہ نے دلی رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مرحوم اہل حدیث عوام وخواص کی امیدوں کا محور تھے۔ اب تشویش کی بات یہ ہے کہ علماء ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور ان کے جانشیں پیدا نہیں ہوتے۔ حضرت الامام صاحب نے فرمایا کہ قیامت کی وہ نشانی جو اللہ کے رسول ﷺ نے علم کے اٹھ جانے کی صورت میں بتائی تھی کہ علماء دنیا سے چلے جائیں گے وہ نشانی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مولانا عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ، مولانا مفتی عبدالقہار رحمہ اللہ، مولانا محمد یونس دہلوی رحمہ اللہ، مولانا عبدالغفار سلفی رحمہ اللہ، علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ، علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ، مولانا عبدالغفار ضامرانی رحمہ اللہ، اور اب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور دیگر علماء جو دنیا سے جا چکے ہیں، اب

دور دور تک ان کے پائے کا کوئی عالم نظر نہیں آتا۔ حضرت الامام صاحب مدظلہ نے اہل مدارس کو بھی اس طرح متوجہ کیا ہے کہ ان درسگاہوں کے ذمہ داران سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور اس بات پر غور کریں کہ اب ان مدارس سے وہ علماء پیدا کیوں نہیں ہوتے جو کسی بھی قوم و ملک اور دین و مسلک کا علمی سرمایہ ہوتے ہیں۔ جو اپنے علم اور تحقیق سے دین کی خدمت کریں اور انسانوں کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔

حضرت الامام صاحب مدظلہ نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ ہمیں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی رحلت پر دلی رنج ہوا ہے اور ہم ان کی وفات کو صرف ان کے خاندان کا نہیں بلکہ مسلک اہل حدیث کا بہت بڑا نقصان سمجھتے ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ مرحوم کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مرحوم کی علمی خدمات کو ان کے لیے ذخیرہ آخرت اور صدقہ جاریہ بنائے اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ آمین (پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی جلد 96 نومبر 2013ء شمارہ 2 ص 6-5)

ماہنامہ نداء الاسلام پشاور

موت العالم موت العالم

شیخ الحدیث مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بہ رضائے الٰہی وفات پاگئے۔ إنا للّٰه و إنا إلیه راجعون.

جماعت کے بلند پایۂ عالم دین، محقق اور مدیر ماہنامہ الحدیث حضرو اٹک، شیخ الحدیث مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ گذشتہ دنوں طویل علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اُن کی نماز جنازہ مفتی حافظ عبدالحمید ازھر آف راولپنڈی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں علاقہ کے معززین، سیاسی قائدین، علمائے کرام اور دینی مدارس کے طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ ماہنامہ نداء الاسلام کے چیف ایڈیٹر مرزا حبیب الرحمٰن بیگ صاحب بھی اس موقع پر شریک تھے۔ بعد ازاں انہیں سینکڑوں اشک بار آنکھوں کے سامنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

(ماہنامہ نداء الاسلام پشاور، جلد 10 شمارہ 12,01 ص 32)

ہفت روزہ الاعتصام

حضرت الشیخ مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحۂ ارتحال

جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم اور معروف محقق حضرت مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کچھ عرصہ شدید علالت کے بعد 10 نومبر 2013ء (۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ) بروز اتوار تقریباً 57 برس کی عمر میں قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ إنــا للّٰـه وإنا إليه راجعون

موصوف میدانِ قلم کے شہ سوار تھے جس کا ثبوت وہ کتابیں ہیں جو انھوں نے اپنے پیچھے یادگار چھوڑی ہیں اور میدان مناظرہ میں بھی ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ حضرت الشیخ رحمہ اللہ وسیع المطالعہ شخصیت تھے۔ ہر بات مدلل ومبرہن کہنا ان کا شیوہ تھا۔ زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ علماء کی فرقت کے بعد ان کا جانشین کوئی نہیں نظر آ رہا جس کا رسوخ علم، تقویٰ و اخلاص اور حق پرستی ان جیسی ہو۔

رفقاء وکارکنانِ ادارہ الاعتصام شیخ رحمہ اللہ کے اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور مولانا کی وفات سے جو علمی دنیا میں خلا پیدا ہوا ہے اُسے پُر فرمائے۔ اللھم آمین!

اللہ رب العزت موصوف کی حسنات کو قبول فرمائے اور بشری لغزشوں سے صَرف نظر کرتے ہوئے انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه و أكرم نزله ووسع مدخله و اغسله بالماء والثلج والبرد . (ہفت روزہ الاعتصام شمارہ 44 جلد 65 ص 1)

ادارہ سہ ماہی مجلہ نداء الجامعہ لاہور

محقق اہل حدیث اور مدیر ماہنامہ الحدیث حضرو

فضیلۃ الشیخ مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ حضرو میں ایک دینی ادارہ کے سربراہ اور کئی تحقیقی کتابوں کے مصنف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بلا کا حافظہ عطا کر رکھا تھا، انگلش ڈکشنری انھیں زبانی یاد تھی، احادیث کی چار مشہور کتب کی تخریج کر کے انھوں نے ضعیف اور صحیح الگ الگ تحریر کر رکھی تھیں۔ ان کی وفات سے علمی حلقوں میں بڑا خلا پیدا ہو گیا۔ جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ میں مدیر جامعہ کی سربراہی میں ایک اجلاس میں انھیں خراج عقیدت پیش کیا گیا اور ان کی علمی و دینی خدمات کو سراہا گیا، دعا ہے کہ اللہ رب العزت انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے نسبی صلبی اور روحانی سوگواران کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(ادارہ سہ ماہی مجلہ نداء الجامعہ لاہور شمارہ نمبر 42 ص 41)

ماہنامہ مبین جہلم

موت العالِم موت العالَم
مناظر اسلام مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا انتقال پُر ملال

مورخہ 10 نومبر 2013ء بروز اتوار محقق العصر، مناظر اسلام، مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو اٹک حضرت مولانا حافظ

زبیر علی زئی رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون .

مرحوم بلند پایہ عالم دین اور محقق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کریم النفس، شریف الطبع، دردمند دل اور خود دار انسان تھے۔حافظ صاحب کا انداز گفتگو بڑا عالمانہ ہوتا تھا،اُن کی گفتگو اُن کے تبحر علمی، وسعت،معلومات اور ناقدانہ تبصرہ کی آئینہ دار ہوتی تھی۔الغرض ایک عالم دین کی حیثیت سے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مرتبہ ومقام بہت بلند تھا۔مرحوم کی نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالحمید ازھر (رحمہ اللہ) نے پڑھائی جس میں جہلم سے رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر نے شرکت کی۔

(ماہنامہ حرمین جہلم جلد 23 شمارہ 12-11 ص 7)

مدرسہ تحفیظ القرآن والحدیث کسووال

الحمد للّٰہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللّٰہ

محترمی جناب مدیران مکتبہ الحدیث السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نظامِ قدرت ہے کہ اس دار فانی میں جو بھی آیا ہے اُس کو ایک دن واپس بھی جانا ہے۔یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو ہر ایک کے ساتھ پیش آئے گا۔اس سے کسی کو بھی مفر نہیں۔آپ کے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بارے میں سُن کر بہت افسوس ہوا۔مرحوم الشیخ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہوا تھا۔مرحوم کو اللہ تعالیٰ جنت میں اعلیٰ مقام اور ان کی قبر کو ٹھنڈا فرمائے اور آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جماعت کے لیے ان کی خدمات بے مثال تھیں،اللہ تعالیٰ اُن کی حسنات کو قبول فرمائے۔(آمین)

مدرسہ تحفیظ القرآن والحدیث کسووال کے جملہ ممبران پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حافظ عزیز الرحمان سلفی

مدرسہ تحفیظ القرآن والحدیث کسووال